کلیاتِ پریم چند

23



مرتبہ

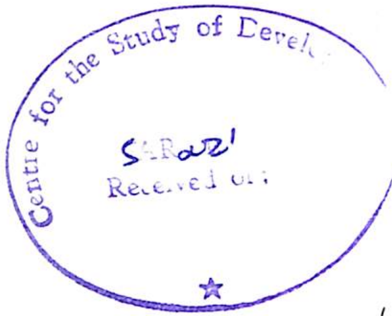
مدن گوپال

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

کلیاتِ پریم چند

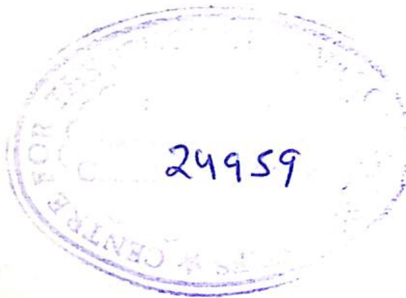
23

متفرقات



مرتبہ

مدن گوپال





قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)

ویسٹ بلاک 1، آر.کے. پورم، نئی دہلی۔ 110066

Kulliyat-e-Premchand-23

Edited by : Madan Gopal

Project Assistant : Dr. Raheel Siddiqui

پہلا ایڈیشن : 1100

سنہ اشاعت : اپریل، جون 2005 شک 1927

قیمت : -/347 روپے

شمار سلسلۂ مطبوعات : 1216

ISBN 81-7587-085-0

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066

فون نمبر: 26103938، 26103381، 26179657، فیکس: 26108159

ای۔میل: urducoun@ndf.vsnl.net.in، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد دہلی- 110006

پیش لفظ

ایک عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ پریم چند کی تمام تصانیف کے مستند اڈیشن منظرِ عام پر آئیں۔ قومی اردو کونسل پریم چند کی تمام تحریروں کو ''کلیاتِ پریم چند'' کے عنوان سے 24 جلدوں میں ایک مکمل سیٹ کی صورت میں شائع کررہی ہے۔ ان میں ان کے ناول، افسانے، ڈرامے، خطوط، تراجم، مضامین اور اداریے بہ اعتبار اصناف یکجا کیے جارہے ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

ناول : جلد 1 سے جلد 8 تک،
افسانے : جلد 9 سے جلد 14 تک،
ڈرامے : جلد 15 و جلد 16،
خطوط : جلد 17،
تراجم : جلد 18 و جلد 19،
متفرقات (مضامین اور اداریے) : جلد 20 سے جلد 24 تک

''کلیاتِ پریم چند'' میں متون کے استناد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مواد کی فراہمی کے لیے اہم کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ حسبِ ضرورت پریم چند کے ماہرین سے بھی ملاقات کرکے مدد لی گئی ہے۔

کلیات کو زمانی اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ سن اشاعت اور اشاعتی ادارے کا نام شائع کرنے کا التزام بھی رکھا گیا ہے۔

''کلیاتِ پریم چند'' کی یہ جلدیں قومی اردو کونسل کے ایک بڑے منصوبے کا نقش اوّل ہیں۔ اس پروجیکٹ کے تحت اردو ادب کے ان ادبا و شعرا کی کلیات شائع کی جائیں گی جو کلاسیکی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔ پریم چند کی تحریروں کو یکجا

کرنے کی اس پہلی کاوش میں کچھ خامیاں اور کوتاہیاں ضرور راہ پاگئی ہوں گی۔ خاص طور سے پریم چند کی یہ جلد ان کی ہندی تحریروں پر مبنی ہے جن کو فیروز عالم، محمد فاضل، آفرین بانو اور محمد ہادی نے اردو رسمِ خط میں تبدیل کیا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کے مفید مشوروں کا خیرمقدم ہے۔ پریم چند کی اگر کوئی تحریر/تحریریں بعد میں دریافت ہوتی ہیں تو انھیں آئندہ ایڈیشنوں میں شامل کیا جائے گا۔

اردو کے اہم کلاسیکی ادبی سرمایے کو شائع کرنے کا منصوبہ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کی ترجیحات میں شامل ہے۔ ان ادبی متون کے انتخاب اور ان کی اشاعت کا فیصلہ قومی اردو کونسل کے ادبی پینل نے پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی کی سربراہی میں کیا۔ ادبی پینل نے اس پروجیکٹ سے متعلق تمام بنیادی امور پر غور کرکے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے میں ہماری رہنمائی کی۔ قومی اردو کونسل ادبی پینل کے تمام ارکان کی شکرگزار ہے۔ ''کلیاتِ پریم چند'' کے مرتب مدن گوپال اور پروجیکٹ اسسٹنٹ ڈاکٹر رحیل صدیقی بھی شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے پریم چند کی تحریروں کو یکجا کرنے اور انھیں ترتیب دینے میں بنیادی رول ادا کیا۔

امید ہے کہ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کی دیگر مطبوعات کی طرح ''کلیاتِ پریم چند'' کی بھی پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومتِ ہند،
نئی دہلی

فہرست

دیباچہ

کلیات پریم چند کی دو جلدوں (21,20) میں 1903 سے لے کر 1936 تک اردو میں لکھے گئے سبھی مضامین، تبصرے، سوانحی خاکے وغیرہ پیش کیے گئے ہیں۔ ان دو جلدوں (23,22) میں پریم چند کے ہندی رسالوں میں لکھے مضامین، تبصرہ وغیرہ شامل ہیں۔

پریم چند کی صحافت کی ابتدا اردو مضامین سے ہوئی تھی۔ اس زمانے میں یو پی سرکار کا سارا کام اردو میں ہوتا تھا اور کائستھ گھرانوں کے لوگ عام طور سے منشی پیشے کے لیے مشہور تھے۔ پریم چند کی ابتدائی تعلیم اردو اور فارسی میں ہوئی تھی۔ لیکن ان کا تعلق ہندی سے بھی رہا ہوگا کیوں کہ فروری 1932 میں اپنے سوانحی مضمون میں انھوں نے لکھا تھا کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد جب بنارس میں ایک وکیل کے لڑکے کو ٹیوشن پڑھاتے تھے تو ایک آدمی ان کے پاس ہندی پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ پریم چند ان دنوں ہندی بھی پڑھتے تھے۔ اگر چہ وہ اردو میں لکھتے تھے لیکن ہندی سے بھی دلچسپی تھی۔ اس کی ایک وجہ شاید ان کا آریہ سماج سے تعلق تھا۔ 1907 میں انھوں نے منشی دیوی پرساد کے ناول روٹھی رانی کا اردو ترجمہ زمانہ میں شائع کرایا تھا۔ اسی سال اپنے ناول ہم خرما و ہم ثواب کا ہندی ترجمہ پریما کے عنوان سے الہ آباد سے شائع کرایا۔ ایک خط میں زمانے کے مدیر کو صلاح دی کہ ''آپ بھی ہندی لٹریچر میں مضامین دینے کا ڈھنگ نکالیے۔'' جب ان کی پہلی کتاب سوز وطن شائع ہوئی تو ایک کاپی رسالہ سرسوتی کو بھی ریویو کے لیے گئی۔

1910 میں ایک خط میں نگم کو لکھا کہ ''اگر آپ کو امر خلاف مانع نہ ہو تو اردو ہندی میں مضامین لکھ کر انھیں بھیج دیں جو الہ آباد کے ایجوکشینل گزٹ میں شائع ہوسکیں۔'' انھیں ہندی صحافت میں اتنی دلچسپی تھی کہ 13 مئی 1910 میں نگم سے پوچھا ''ہندی پرچے کا کیا حشر ہوا

یعنی اس کی تجویز کھٹائی میں پڑ گئی یا باقی ہے۔ نکلنے والا ہو تو ہندی میں لکھنے کی عادت ڈالوں۔'' جب نگم نے زمانہ کے علاوہ ایک دوسرا رسالہ آزاد شروع کیا تو پریم چند نے نگم کو لکھا۔'' آپ مجھے ہندی ڈپارٹ منٹ کا ایڈیٹر سمجھیے۔ میں اخبارات و رسائل سے مناسب اور دلچسپ ترجمے کر دیا کروں گا۔ کبھی کبھی ان پر نوٹ اور تنقید بھی لکھوں گا۔ ہندی شعرا کی دلچسپ اور مختصر سوانح کا سلسلہ بھی ہوگا''۔ زمانہ میں ہی بھارتیندو ہرش چندر، کیشو اور بہاری، کالیداس، بہاری ست سئی وغیرہ پر مضامین شائع ہوئے تھے۔

بستی میں پریم چند کا تعلق متن دویدی گج پوری سے ہوا۔ وہ ہندی کے ادیب تھے اور انھوں نے ہی پریم چند کا تعارف، ہندی پرتاپ کے مدیر گنیش شنکر ودیارتھی سے کرایا۔ 19/اپریل 1914 میں دیا نرائن نگم کو لکھتے ہیں۔'' پرتاپ کے اصرار پر مجبور ہو کر ایک مختصر افسانہ اس کے وجے لکشمی نمبر کے لیے لکھا ہے۔ ہندی لکھنی تو آتی نہیں مگر قلم توڑ مروڑ دیا ہے۔'' کچھ سال بعد سپت سروج اور نو ندھی افسانوی مجموعے گورکھپور اور بمبئی سے شائع ہوئے۔ الہ آباد کے سرسوتی رسالے میں بھی ان کے افسانے شائع ہوئے۔ 1 ستمبر 1915 کو دیا نرائن نگم کو لکھا۔'' پریم چند کے ہندی ترجمے کے لیے کئی جگہ سے اقرار ہوا ہے۔ میں خود ہی اس کام کو ہاتھ میں لوں گا۔ اب ہندی لکھنے کی مشق بھی کر رہا ہوں۔ اردو میں اب گزر نہیں ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ بال مکند گپت کی طرح میں بھی ہندی لکھنے میں زندگی صرف کر دوں گا۔ اردو میں کبھی کسی ہندو کو فیض ہوا ہے۔ جو مجھے ہو جائے گا۔'' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اردو پڑھنے والوں کی تعداد تو کم نہیں ہے لیکن غالباً سب مفت کے پڑھنے والے ہیں، سبھی اہل قلم ہیں۔ پڑھنے والا کوئی نہیں۔''

بقول ہندی ادیب بھگوتی چرن ورما 'ایک دن کانپور میں ادیبوں کی نشست میں پریم چند نے کہا'' میں اب اردو چھوڑ کر ہندی میں داخل ہو رہا ہوں۔ ہندی عام لوگوں کی زبان ہے۔ اس کے ذریعے میں جنتا جناردن تک پہنچ سکوں گا۔'' دیا نرائن نگم نے مذاق میں کہا۔ تم ہندی لکھ بھی نہیں سکتے پھر بھلا ہندی میں کیا جگہ بناؤ گے۔ پریم چند نے مذاق میں جواب دیا۔'' آہستہ آہستہ لکھنے لگوں گا۔ میری سنسکرتی تو ہندی ہے۔ مشق سے ہندی الفاظ پر ادھیکار ہو جائے گا۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے ابتدائی تعلیم ہندی میں نہیں ملی لیکن صبح کا بھولا اگر شام کو لوٹ آئے تو وہ بھولا نہیں کہلاتا۔''

1921 میں سرکاری نوکری سے استعفیٰ دینے کے بعد انھوں نے گورکھپور کے ہفتہ وار سودیش اور بنارس کے آج میں باقائدہ لکھنا شروع کیا۔ سودیش کا ایک شمارہ بھی مرتب کیا۔ کچھ دن سہ ماہی مریادا کے بھی مدیر رہے۔ اس رسالے میں انھوں نے مضامین اور تبصرے لکھے۔ کانپور۔کے پربھا اور چاند (الہ آباد) میں لکھتے رہے۔ رسالہ چاند کا گلپا نک بھی ترتیب دیا۔

شروع ہی سے ان کی تمنا تھی کہ اپنا پریس ہو جہاں سے وہ ایک رسالہ نکالیں اور اپنی کتابوں کی اشاعت بھی کریں۔ زمانہ میں انھوں نے رفتار زمانہ کالم میں بہت کچھ لکھا تھا۔ ایسے ہی ہندی کے رسائل میں بھی لکھنا چاہتے تھے۔ 1923 میں انھوں نے بنارس میں سرسوتی پریس لگایا۔ اس میں مہتاب رائے اور فراق گورکھپوری کے علاوہ ایک ان کے چچیرے بھائی بھی شریک تھے۔ کایا کلپ، غبن، پرتگیا، کرم بھومی اور گودان سرسوتی پریس سے شائع ہوئی۔

1927 میں جب پریم چند بہت مشہور ہو چکے تھے اور ناول کے بادشاہ کہلاتے تھے تو نول کشور پریس کے مالک بشن نرائن بھارگو نے انھیں اپنے ہندی ماہوار ماڈھری کا معاون مدیر مقرر کیا چونکہ اس رسالے میں آزادی نہیں تھی اس لیے مارچ 1930 میں انھوں نے بنارس سے ایک ماہنامہ ہنس نکالنا شروع کیا۔ اس میں اپنے اور دوسرے ادیبوں کے افسانوں کے علاوہ تبصرے قومی اور بین الاقوامی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ کئی بار برٹش حکومت نے ضمانت بھی طلب کی۔

1935 میں پریم چند نے ہنس کو بھارتیہ ساہتیہ پریشد کو سونپ دیا۔ اس کے صدر گاندھی جی تھے۔ مریادا، مادھوری، چاند، ہنس اور جاگرن میں پریم چند لگاتار لکھتے رہے۔ ان کے مضامین مختلف پہلوؤں پر ہوتے تھے۔ جنگ آزادی سودیش، قومی زبان، خواتین کے بارے میں، تعلیم، معاشرت، دھرم اور سماج، کسان اور مزدور وغیرہ وغیرہ موضوعات پر اظہار خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر تبصرے بھی ہوتے۔ مختلف ادیبوں کے اصرار پر ان کی کتابوں پر دیباچے بھی پریم چند لکھتے تھے۔ ان دیباچوں کو بھی یہاں شامل کیا گیا ہے۔

جناب امرت رائے نے زمانہ، آزاد، اردوئے معلیٰ کے مضامین وودھ پرسنگ کی ایک جلد میں اور ہندی مضامین وغیرہ دو جلدوں میں 1962 میں شائع کیے تھے۔ پریم چند کے اپنے رسالے ہنس اور جاگرن کے شمارے بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ جناب امرت رائے صاحب بہت محنت سے جاگرن، ہنس اور دیگر رسائل کے مضامین اکٹھا کر کے بڑا کام کا کیا ہے۔ جو

وِودھ پرسنگ کی دوسری اور تیسری جلدوں میں پیش کیے گئے اداریے مضامین کے علاوہ اپراپیہ ساہتیہ کے مضامین اسی ترتیب سے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

محققین کے کام میں سارے مواد ایک دم نہیں آتے۔ بہت ممکن ہے کہ کچھ مضامین تبصرے، وغیرہ مستقبل میں دستیاب ہوں۔ اس طرح ضمیمے کے طور پر آئندہ دستیاب تحریریں کلیات کی 25 ویں جلد میں شائع کی جائیں گی۔

مدن گوپال

اُپنیاس رچنا

بھارت نِو اسیوں نے یوروپین ساہتیہ کے کسی اَنگ کو اتنا گرہن (1) نہیں کیا جتنا اُپنیاس کو۔ یہاں تک کہ اُپنیاس اب ہمارے ساہتیہ کا ایک اَوِچھید (2) اَنگ ہو گیا ہے۔ اُپنیاس کا جنم چودھویں پندرھویں شتابدی کے لگ بھگ ہوا۔ شیکسپیئر نے اپنے کئی ناٹکوں کی رَچنا اٹالین اُپنیاس کے آدھار پر ہی کی ہے۔ یہ شیلی اتنی پریہ ہوئی کہ آج سَمَست سنسار میں ساہتیہ پر اُپنیاس ہی کا اَدِھی پتیہ (3) ہے۔ گت پچاس برسوں میں بھارت کی ساہتک شکتی کا جتنا اُپیوگ اُپنیاس رچنا میں ہوا اتنا شاید ساہتیہ کے اور کسی بھاگ میں نہیں ہوا۔ بنگلہ نے بنکم پیدا کیا، گجراتی نے گووند داس، مراٹھی نے آپٹے، اردو نے رتن ناتھ اور شرر، جو سنسار کے کسی اُپنیاس کار سے گھٹ کر نہیں ہیں۔ ہندی نے پہلے اَدبھت رَس (4) کے اُپنیاس کار پیدا کیے۔ پر اب دھیرے دھیرے اس میں چرتر چترن، (5) مَنو بھاؤ اور جاسوسی کے اُپنیاس بھی پرکاشت ہونے لگے ہیں۔ اور آشا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس وِشے میں کسی پرانتک بھاشا سے دب کر نہیں رہے گی۔ وَاستو میں اُپنیاس رچنا کو سَرل ساہتیہ (Light literature) کہا جاتا ہے، اس لیے اس میں پاٹھکوں کا مَنورنجن ہوتا ہے۔ پر اُپنیاس کار کو اپنیاس لکھنے میں اتنا ہی دماغ لگانا پڑتا ہے، جتنا کسی دارشنِک (6) کو درشن شاستر کے گرنتھ لکھنے میں۔ اسے سب سے پہلے اُپنیاس کا وِشے کھوجنا پڑتا ہے، کیا لکھے؟ بھُوتِک وَے (7) بھَو کی اَسارت (8) دکھاوے، یا منو بھاؤوں کا پارس (9) پرِک سنگرام؟ کوئی گُپت رَہسیہ چنے یا کسی اِتہاسِک گھٹنا کا چترن کرے؟ لیکھک اپنی رُچی (10) اور پرکرتی کے اَنوکُول ہی ان میں سے کوئی وِشے پسند کر لیتا ہے۔ وِشے نردھارِت ہو جانے کے پشچات اسے پلاٹ کی چنتا ہوتی ہے۔ وہ سوتا ہو یا جاگتا، چلتا یا بیٹھا، اس چنتا میں ڈوبا رہتا ہے۔ کبھی کبھی اسے سوچ بچار میں مہینوں اور برسوں لگ جاتے ہیں۔ اس چنتا میں لیکھک جتنا ہی وَیست (11) ہوگا اتنی ہی اُتّم اس کی رَچنا ہوگی۔

1۔قبول 2۔غیر منقسم 3۔اختیار، اجارہ داری 4۔ہندی شاعری کے نورسوں میں ایک رس 5۔کردار نگاری 6۔فلسفی، دانشور 7۔بھَو۔فطری صلاحیت 8۔اَسارتا۔بے معنویت 9۔پارس پرک۔روایتی 10۔پَرکرتی۔فطرت 11۔وَیَست۔مصروف

اُپنیاس کی بنیاد پڑ گئی اب ہمیں اپنا بھون کھڑا کرنے کے لیے مسالے کی آوشیکتا ہوتی ہے۔ اس کے مُکھیہ سادھن یہ ہیں:

1۔ اَولوکن (1) 2۔ اَنُو بھو (2) 3۔ سوادھیائے (3) 4۔ انتر دِرشٹی (4) 5۔ جِگیاسہ (5) 6۔ وِچار آکلن (6)

کہتے ہیں امریکہ کے سُوکھیات ساہتیہ کار مارک ٹوین نے اس بات کا اَنُوبھو پراپت کرنے کے لیے کہ بنا ٹکٹ ریل ٹرام میں سفر کرنے والوں کے چِت کی کیا دَشا ہوتی ہے، کئی بار بنا ٹکٹ سفر کیا۔ ایسے میں ایک سجّن نے پیرس کے چکلوں کی تصویر کھینچنے کے لیے مہینوں شُہدوں اور غنڈوں کی سَنگتی کی۔ ایک تیسرے مہاشیہ نے چور کے ہر دیہ کے بھاؤ کو جاننے کے لیے سُیم سیندھ تک ماری۔ اس کا کارن یہ جان پڑتا ہے کہ پاشچاتیہ دیش کے لیکھک کلپنا شونیہ (7) ہوتے ہیں۔ اُپنیاس کار کو ایسی دَشاؤں اور منو بھاؤ کے وَرنن کرنے میں اپنی کلپنا شکتی ہی سب سے بڑی مددگار ہے۔ ایسا برلا ہی کوئی پرانی ہوگا جس نے بچپن میں پیسے یا مٹھائی نہ چرائی ہو یا چوری سے میلہ یا دنگل دیکھنے نہ گیا ہو، اَتھوا پاٹھ شالہ میں اَدھیا پک سے بہانے نہ کیے ہوں۔ یدی کلپنا شکتی تیوْر (8) ہو تو اتنے اَنُو بھو کو چوروں اور ڈکیتوں کے منو بھاؤ چترت کرنے میں پرِکرت کار یہ کر سکتی ہے۔ یہ کہنے کی آوشیکتا نہیں کہ پرکرتم اوستھاؤں میں جو اَنُو بھو پراپت ہوتے ہیں وہ سُوابھاوِک نہیں ہو سکتے۔ پھر بھی اُپنیاس کی سپھلتا کے لیے اَنُو بھو سَر و پردھان منتر ہے۔ اُپنیاس لیکھک کو یَتھا سادھیہ (9) نئے نئے دِرشیوں کو دیکھنے اور نئے نئے اَنُو بھو کو پراپت کرنے کا کوئی اَوسر ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

پرانیوں کے منو بھاؤ کو وَیکت کرنے کے لیے دوسرا سادھن اپنے بھاؤ کو ٹٹولنا ہے۔ سر فِلپ سڈنی کا کہنا تھا کہ ''اپنی نگاہ اپنے ہر دے میں ڈالو اور جو کچھ دیکھو، لکھو''۔

لیکھک اپنے کو کلپنا کے دُوارا جتنی ہی بھن بھن پرستھیتیوں میں رکھ سکتا ہے، اتنا ہی سپھل مَنورتھ ہوتا ہے۔ تلسی داس نے پُتر شوک کتنی سپھلتا سے دکھایا ہے۔ وِدِت ہی ہے کہ انھیں اس شوک کا پرتیکش اَنُو بھو نہ تھا۔ اپنے کو شوکاتر، وییوگی پِتا کے اَستھان میں رکھ کر انھوں نے ان بھاؤ کا اَنُو بھاؤ کیا ہوگا۔

سُوادھیائے سے بھی اُپنیاس کار کو بڑی مدد ملتی ہے۔ ایک رِشی کا کتھن ہے کہ سُوادھیائے مَنُشیہ کو سمپورن بنا دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اُپنیاس لیکھک کو پڑھنا نہ چاہیے، اس سے اس کی مَولِکتا ماری

1۔ اولوکن۔ تبصرہ 2۔ اَنُو بھو۔ تجربہ 3۔ سوادھیائے۔ عبارت 4۔ اَنتر دِرشٹی۔ تخیل، تصوراتی نقطۂ نظر 5۔ جگیاسہ۔ جاننے کی خواہش 6۔ وچار اکلن۔ فکر کا محاسبہ 7۔ کلپنا شونیہ۔ فکر سے خالی 8۔ تیوْر۔ تیز 9۔ یَتھا سادھیہ۔ حتی الامکان

جاتی ہے۔ پرسُو رگیہ ڈی۔ ایل رائے نے کہا ہے......جس لیکھک کی مولکتا پُستکاؤ لوکن سے ماری جاتی ہے، اس میں مولِکتا ہے ہی نہیں۔ سوٗ ادھیائے کا اُدیشیہ یہ نہ ہونا چاہیے کہ کسی کُشل لیکھک کے بھاؤ اور وچار اڑا لیے جائیں۔ بلکہ اپنے بھاؤ اور وچاروں کی اَنیہ لیکھکوں سے تُلنا کی جائے اور اس سے اچھی رچنا کرنے کے لیے اپنے کو پرَوتساہِت کیا جائے۔ اگر ہمیں کسی لیکھک کی رچنا میں ایسا کوئی استھان دکھائی دے جہاں اس کی کلپنا شِتھل (1) پڑ گئی ہے تو ہم پرَیتن کریں کہ اس کے اَنُو روپ اَستھان پر اس سے اچھا لکھ سکیں۔ لیکھک کو اور وِشیش کر اُپنیاس لیکھک کو۔ وِوِدھ ساہتیہ کا بھلی بھانتی اَدھیَن کیے بنا قلم نہ اٹھانا چاہیے۔ یہ بات نہیں ہے کہ بِنا بہت پڑھے کوئی اُپنیاس نہیں لکھ سکتا۔ جنھیں ایشور نے پرَتِبھا دی (2) ہے ان کے لیے بہت پڑھنا اَنیوار یہ نہیں ہے۔ جس پرکار بِنا وِیاکرن پڑھے ہوئے چاہے ہم شُدھ لکھیں، پر اَشُدھیوں سے بچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی سادھن نہیں رہتا، اسی پرکار تُلنا اور سوٗ ادھیائے سے ہمیں ترُوٹیوں (3) کا بودھ ہوتا ہے۔ ہماری بُدھی وِکست ہوتی ہے اور ان سادھنوں کی جھلک مل جاتی ہے جن کے دُوارا کسی بڑے لیکھک نے سپھلتا پراپت کی۔

کچھ لوگوں کو بھرم ہے کہ اپنے رچناؤں کے وِشے میں کسی سے کچھ پوچھنے یا رائے لینے سے ان کا اَپمان ہوتا ہے۔ پرَ واستو میں لیکھک کو جگیّاسہ (4) کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ کسی وِدّیارتھی کو۔ فرانسس بیکن کے وِشے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سدَیوا ایسے پرُشوں سے جگیّاسہ کرتا رہتا تھا، جو کسی وِشے میں اس سے اِدھک گیان رکھتے تھے۔ کوئی آدمی چاہے وہ کتنا ہی پرَتِبھا شالی کیوں نہ ہو سب وِدّیاؤں کا گیاتا نہیں ہو سکتا۔ اُسے اگر کسی سے کچھ پوچھنا پڑے تو سنکوچ کیوں کرے؟ ڈی۔ ایل رائے مہودے جب کوئی ڈرامہ لکھتے تھے تو اسے اپنے رَسِک متروں کو سناتے تھے، ان کی آلوچنا کا اُتّر دیتے تھے، اور جہاں کہیں قائل ہو جاتے تھے اپنی رچناؤں میں کانٹ چھانٹ کر دیتے تھے۔ کبھی انھیں اَدھیائے کے اَدھیائے اور سین کے سین بدلنے پڑ جاتے تھے۔ لیکھک کو سدیوا اپنا آدرش اونچا رکھنا چاہیے۔ اس کے من میں یہ دھارنا ہونی چاہیے کہ یا تو کچھ لکھوں گا ہی نہیں یا لکھوں گا تو کوئی اچھی چیز؛ جس سے بڑھ کر اس وِشے پر پھر جلد کوئی نہ لکھ سکیں۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راستہ چلتے چلتے کوئی نئی بات سوجھ جاتی ہے، اَتھوا کوئی نیا درِشیہ آنکھوں کے سامنے سے گذر جاتا ہے لیکھک میں ایسا گُن ہونا چاہیے کہ وہ ایسے بھاؤ اور درِشیوں کو اسمرتی پٹ (5)

1۔ شِتھل۔ منجمد 2۔ پرَتِبھا۔ صلاحیت 3۔ ترُوٹی۔ غلطی 4۔ جگیاسہ۔ جاننے کی خواہش 5۔ اسمرتی پٹ۔ یادوں کی سطح

پرانکِت کرلے۔ اور آوشیکتا پڑنے پر ان کا وِیوہار کرے۔ کچھ لیکھکوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ نوٹ بک رکھتے ہیں اور ایسی باتیں اس میں تُرنت ٹانک لیتے ہیں۔ جس لیکھک کو اپنی اُسمرن (1) شکتی پر وشواس نہ ہو اسے اپنے ساتھ نوٹ بک اَوشیہ رکھنی چاہیے۔ ڈائری لکھنا بھی اپنے وِچاروں کو لیکھ بَدھ کرنے کی عادت ڈالتا ہے۔

پلاٹ ان گھٹناؤں کو کہتے ہیں جو اُپنیاس کے چرتروں پر گھٹت ہو۔ لیکن کیول گھٹناؤں کا وَرنن کرنے ہی سے کہانی میں مَنورنجکتا کا گُن نہیں پیدا ہو سکتا۔ ان گھٹناؤں کو کلپنا دُوارا ایسا سجیو بنانا چاہیے کہ ان میں وَاستوِکتا جھلکنے لگے۔ ایک اپنیاس کار نے لکھا ہے کہ اقلیدس کی بھانتی ہم لوگوں کو اپنی کتھا سامنے رکھ دینی چاہیے اور تب اس کے حل کرنے میں پرستت (2) ہو جانا چاہیے۔ اقلیدس کے وِیچار شرنکھلا میں کوئی ایسی یکتی پروِشٹی (3) نہیں ہو سکتی جس کے لیے وہاں اَنیوار یہ روپ سے استھان نہ ہوں، ہم بھی اسی کا انوسَرن کر کے اُچکوٹی کے اُپنیاسوں کی رچنا کر سکتے ہیں۔ سادھارنتہ پلاٹ وہ کتھا ہے جو اُپنیاس پڑھنے کے بعد سادھارن پاٹھک کے ہردے پٹ پر اَنکِت ہو جاتی ہے۔ پرانے ڈھنگ کی کتھاؤں میں بس پلاٹ ہی پلاٹ ہوتا تھا۔ اس میں رنگ و روغن کی ماترا نہ رہتی تھی۔ اس لیے وہ چترا اتنا بھڑکیلا نہ ہوتا تھا۔ آج کل پانچ سو پرِشٹھوں کے اپنیاس کی کتھا دس پانچ پنکتیوں میں ہی سماپت ہو جاتی ہے۔ لیکن انھیں دس پانچ پنکتیوں کے سوچنے میں اُپنیاس کار کو جتنا مَنن (4) اور چنتن کرنا پڑتا ہے، اتنا سارا اُپنیاس لکھنے میں بھی نہیں کرنا پڑتا۔ وَاستو میں پلاٹ سوچ لینے کے بعد پڑھنا لکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن پلاٹ سوچنے کے ساتھ ہی چرتروں کی کلپنا بھی کرنی پڑتی ہے جن کے دُوارا یہ پلاٹ پردَرشِت کیا جائے۔ چارلس ڈی کینِس کے وِشے میں لکھا ہے کہ جب وہ کسی نئے اُپنیاس کی کلپنا کرتے تھے تو مہینوں تک اپنے کمرے کو بند کر وِچار مگن پڑے رہتے تھے۔ نہ کسی سے ملتے تھے، نہ کہیں سیر کرنے ہی جاتے تھے جب دو تین مہینوں کے بعد ان کے کیواڑ کھلتے تھے، تو ان کی دَشا کسی روگی سے اچھی نہ ہوتی تھی۔ مکھ پیلا، آنکھیں بھیتر کو دھنسی ہوئیں، شریر دُربَل، تھیکرے کے وِشے میں لکھا ہوا ہے کہ وہ سَندھیہ سَمے کسی ندی کے تٹ پر بیٹھ کر اپنے پلاٹ سوچا کرتا تھا۔ پر پلاٹ کو جلد یا دیر میں کلپت کر لینا لیکھک کی بُدھی' سامرتھیہ (5) پر نِربھر ہے۔ جارج سینڈ فرانس کی سوکھیات لیکھیکا ہے۔ اس نے سو سے کم اُپنیاس نہیں لکھے۔ پر اسے پلاٹ سوچنے میں بُدھی نہیں لڑانی پڑتی تھی۔ وہ قلم ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتی تھی اور لکھنے

1۔ اسمرن شکتی۔ فطری صلاحیت 2۔ پرستُت۔ جاری، پیش 3۔ پروِشٹی۔ بیگار پن 4۔ مَنن۔ فکر 5۔ سامرتھیہ۔ اہل، صلاحیت

کے ساتھ ہی پلاٹ بھی بنتا چلا جاتا تھا۔ سر والٹر اسکاٹ کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ وہ پلاٹ سوچنے میں مستشک نہیں لڑاتے تھے۔ کچھ کہانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں کوئی پلاٹ ہی نہیں ہوتا۔ مارک ٹوین کا InnocentsAbroad اسی ڈھنگ کا اُپنیاس ہے۔

پلاٹوں کی کلپنا بھن بھن پرکار کی ہوتی ہے سادھارنتہ اس کے چھ بھید مانے گئے ہیں۔

(۱) کوئی اَدبھُت (1) گھٹنا

(۲) کوئی گُپت رَہسیہ

(۳) مَنو بھاوَچترن

(۴) چتروں کا وِشلیشن اور تُلنا

(۵) جیون کے اَنوبھوؤں کو پرَکٹ کرنا

(٦) کوئی سماجک یا راج نیتک سُدھار

اَدبھُت:۔ کہانی وہی اَدبھُت ہوتی ہے جو پرکرتی (2) کے نِیموں کے وِرُدھ ہو۔ پراچین کتھائیں بہُودھا اسی قسم کی ہوتی تھیں، ایسی کہانی کا اُدّیشیہ کیول پاٹھکوں کا منورنجن ہے۔ پڑھنے سے کلپنا کی بُدھی ہونے کے کارن بہودھا بالکوپیوگی کہانیوں میں یہ پرنالی اُپیکُت سمجھی جاتی ہے۔ پروڑھاوستھا میں ایسی کہانیوں میں جی نہیں لگتا۔ بہودھا نیتک (3) اور آچرن سمبندھی اُپدیش بھی ایسی کہانیوں دُوارا دیے جاتے ہیں۔ انگلینڈ کے وِکھیات لیکھک سِوِفٹ نے گُلیور کی یاترا نام کی پرسِدھ پُستک میں سماج پر وِینگ (4) کیا۔ وہ بھی اَدبھُت گھٹناؤں کا ہی سہارا لیتا ہے۔ بہودھا درشٹانتوں یا ''الیگری'' میں اَدبھُت گھٹناؤں دُوارا جیون کے گوڑھ تتو حل کیے جاتے ہیں۔ انگلینڈ میں جان بیَنن کا ''پِل گرمس پروگریس'' ادوتیہ الیگری ہے۔ ہمارے یہاں پراچین رِشیوں نے بہودھا دِرشٹانتوں دُوارا ہی جَن سادھارن کو اُپدیش دیے ہیں۔ مہابھارت، پُران، اُپنشد، آدِی میں ایسے دِرشٹانت بھرے پڑے ہیں۔ ورتمان سمے میں ٹالسٹائی اور ہاتھرن نے بہت ہی شِکشاپرد اور انوٹھے درشٹارنت رچے ہیں۔ ات ایواپرَاکرِت گھٹنا پردھان اُپنیاسوں کی رچنا یدی بہت سَرَل ہے تو اس کے ساتھ ہی اَتیَنت کٹھن بھی ہے۔

گپت رہسیہ:۔ جاسوسی کے اُپنیاس سب اسی شرینی میں آتے ہیں۔

اس پرکار کے اُپنیاس لکھنے میں لیکھک کو دو بڑی شنکاؤں (5) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سَمبھو ہے رَہسیہ آرمبھ سے ہی کھل جائے اَتھوا لیکھک کی رَہسیہ ودگھاٹن پاٹھک کو سنتوش پرد نہ ہو۔ بھارت ورش

1۔ ادبھت۔ حیرت انگیز 2۔ پرکتی۔ فطرت 3۔ نیتک۔ اخلاقی 4۔ وینگ۔ طنز 5۔ شنکا۔ شبہ 6۔ پیشا چک۔ تصوراتی

میں پہلے ایسی کہانیوں کی پرَتھا نہ تھی۔ یوروپ میں ایسی کہانیوں کولوگ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ادھر کچھ دنوں سے پیشا چک (1) گھٹنائیں بھی رہستیوں دُوارا پرکٹ کی جانے لگی ہیں انگلینڈ میں کانن ڈائل اس شرینی کے اُپنیاس کاروں میں بہت سدھ ہست ہیں۔ فرانس میں مارس لیبلانک اور امریکہ میں پو کانن ڈائل ابھی جیوت ہیں اور اب اُپرادِھک وشیوں کی اور ان کی ادھیک پرورتی (2) ہے۔ جاسوسی اُپنیاسوں میں لیکھک کوئی گھٹنا سوچ کر ایک کلپت (3) جاسوس کو اس کے سلجھانے میں لگا دیتا ہے۔ ایسی گھٹناؤں میں سروشریسٹھ گن یہ ہے کہ اس گھٹنا یا رہسیہ کا کھولنا ظاہراً اسمبھو پرتیت ہو، پر لیکھک جب اسے کھول دے تو پاٹھک کو آشچریہ ہو کہ مجھے یہ بات کیوں نہ سوجھی، یہ تو بالکل سادھارن بات تھی۔ اس کے ساتھ پاٹھک اس رہسیہ کو کسی دوسری رِیتی سے کھولنے میں اَسمرتھ ہو۔ لیکھن کا کوشل اس بات میں ہے کہ جس چرتر کو پاٹھک اور لیکھک سُیم دوشی سمجھتے ہوں وہ اَنت میں نیرپرادھ (4) سدھ ہو جائے۔ ایسے اُپنیاس بہت ہی رُوچک ہوتے ہیں اور ان کے پڑھنے سے بُدھی تیور ہوتی ہے، کٹھن سَمسیاؤں میں دماغ لڑانے کی شکتی پیدا ہوتی ہے۔ مگر ان کا لکھنا اتنا کٹھن ہے کہ اب تک ہندی میں سوا کانن ڈائل یا لیکھکوں کی کہانیوں کے اَنُوواد کے سوا کسی نے سَوتنتر کلپنا نہیں کی۔

3۔ منوبھاو کا چترن:۔ ایسے اُپنیاسوں میں لیکھکوں کا دھیان گھٹنا وِچتر کی اُور بہت کم رہتا ہے۔ وہ ایسی ہی گھٹناؤں کی آیوجنا کرتا ہے جن میں اس کے چرتروں کو اپنے منوبھاووں کو پرکٹ کرنے کا اَوسر ملے۔ گھٹنائیں کم ہوتی ہیں، پاتروں کے وِچار ادھک۔ ٹالسٹائے کے اُپنیاسوں میں یہی گُن پردھان ہے۔ ایسے اُپنیاسوں کو رچنے کے لیے آوشیک ہے کہ لیکھک اپنے کو وِبھن اَوستھاؤں میں رکھ سکے۔ اس پرکار کی کہانیوں میں لیکھک کو پاٹھکوں کے سامنے اَنیوارییہ روپ سے ادھک تر اپنا ہی ہردیے کھول کر رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے منوگت بھاووں (5) کو جاننے کا اس کے پاس اور کیا سادھن ہوسکتا ہے؟ کوئی اپنے من کا بھاو کسی سے نہیں کہتا، بلکہ اور چھپاتا ہے اگر کسی کو کسی متر کے منوبھاوؤں کا گیان ہو بھی سکتا ہے تو بہت کم، اس لیے ایسے اُپنیاس لکھنا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ اُپنیاس کار کو نتیہ اپنے انتر کی اُور دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ جارج ایلیٹ کے اُپنیاس اَدھک تر اسی شرینی کے ہیں۔

4 چرتروں کا وِشلیشن اور 5 جیون کے انوبھوؤں کو پرکٹ کرنا۔

ان دونوں پرکار کے اُپنیاس لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ لیکھک میں دبی کلپنا شکتی کے ساتھ اَولوکن (6) نریکشن (7) کی بھی پرچُور ماترا ہو۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ اُپنیاس کار کو سبھی شرینی کے

1۔ پیشا چک۔ تصوراتی 2۔ وینگ۔ طنز 3۔ کلپت۔ تصوراتی 4۔ نرپرادھ۔ مظلوم 5۔ منوگت۔ اندرونی، دلی
6۔ اولوکن۔ تبصرہ 7۔ نریکشن۔ معائنہ

مَنُشیوں سے ملنا جلنا آوشیک ہے۔ اسے اپنی آنکھیں اور کان سَدَیو کھلے رکھنے چاہیے۔ ایک ہی پرستھی میں دو بھِن بھِن وِچاروں کے وَیکتی کیا کرتے ہیں، ایک ہی گھٹنا دونوں کو کس پرکار پر بھاوِت کرتی ہیں اس کا نروپن (1) سہج نہیں ہے اَنو بھوواہیہ (2) جگت سمبندھی بھی ہوتے ہیں اور انتر جگت (3) سمبندھی بھی۔ لیکھک کو پرا کرتک درشیوں (4) کا، وِچتر گھٹناؤں کا بڑے دھیان سے اَولوکن کرنا چاہیے۔ پراتہ کال سمیر (5) کے جھونکوں میں ندی کی ترنگوں کی کیسی چھٹا ہوتی ہے، آکاش کون کون سے روپ دھارن کرتا ہے، ایسے انگنت درِشیہ سپھلتا کے ساتھ وہی لکھ سکتا ہے جس نے سُیم ان کو غور سے دیکھا ہو۔ کیول کلپنا یہاں کام نہیں دے سکتی۔ لازم ہے کہ لیکھک وہی درشیہ دکھاوے، انھیں چرتروں کی تلنا کرے، جن کا اس نے سُیم اَنو بھو کیا ہو۔ جس نے سمندر نہیں دیکھا وہ کسی بندرگاہ کا دِرشیہ کیوں کر لکھے گا جس نے گرامینوں کی سنگتی نہیں کی وہ گرامین جیون کا چِتر کیوں کر کھینچ سکتا ہے۔ یہی سپھلتا پراپت کرنے کے لیے یوروپ کے کئی وِیکھیات اُپنیاس کاروں نے ویش بدل کر ان استھیوں کا اَدھین کیا جن کے آدھار پر وے اپنیاس لکھنا چاہتے تھے۔

6۔ کوئی سماجک یا راج نیتک سدھار، کسی ادشیہ وِشیس (6) سے لکھے گئے اُپنیاسوں کی سنکھیا آج کل سبھی بھاشاؤں میں بہت ادھک ہے۔ اردو میں بھی ایسے کتنے ہی اُپنیاس ہیں، مکھیہ بھاشاؤں کا تو کہنا ہی کیا؟ آج کل ''سدھار سدھار'' کے گھورناند سے سارا وایومنڈل ناداِت ہو رہا ہے۔ کہیں پولیس کے سدھار کی چرچا ہے کہیں کاراگاروں کی، کہیں نئی پالیسیوں کی، کہیں سماجک پرتھاؤں کی، کہیں شکشا پدّتی کی۔ یہ وِواد اسپَد وِشے (7) ہے کہ اُپنیاس کسی اُدیشیہ سے لکھنی چاہیے یا نہیں، پروین سمالوچک گن کی رائے میں ساہتیہ کا ادیشیہ کیول بھاوَ چترن ہی ہونا چاہیے۔ اُدیشیہ سے لکھی ہوئی کہانیوں میں بہودھا لیکھک کو وِوَش ہو کر اسنگت (8) باتیں کہلانی پڑتی ہیں، اَنوشیک گھٹناؤں کی آیوجنا کرنی پڑتی ہے، اور سب سے بڑی کٹھنائی یہ ہے کہ اسے اُپدیشک (9) کا استھان گرہن کرنا پڑتا ہے مگر رِسک سماج کسی سے اُپدیش لینا نہیں چاہتا، اسے اُپدیشوں سے اَروچی ہے اور اُپدیشکوں سے گھرنا۔ وہ کیول منورنجن اور منودرشن چاہتا ہے، پر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ گت شتابدی میں پشچاتیہ دیشوں سے جتنے سدھار ہوئے ہیں ان میں ادھیکانش کا بیجاروپن اُپنیاسوں کے ہی دُوارا کیا گیا تھا۔ ڈیکنس کے پرایہ سبھی اُپنیاس، ٹالسٹائی کے کئی اُتّم اُپنیاس، میکسم گورکی، تگنیو، بالزک، ہوگو، میری کریلی، جولا آدِی پردھان

1۔ نروپن۔ بیج بونا 2۔ واہیہ جگت۔ اپنی کائنات 3۔ انتر جگت۔ پوری کائنات 4۔ درشیہ۔ منظر 5۔ سمیر۔ ہوا 6۔ ادشیہ وِشیش۔ خاص مقصد 7۔ وِواد اسپد۔ قابل اعتراض 8۔ اسنگت۔ بے میل 9۔ اُپدیشیک۔ پیغام بر

اُپنیاس کاروں نے سدھاروں ہی میں اُدّیشیہ سے اپنے گرنتھ رچے ہیں۔ ہاں کشل لیکھک کا یہ کرتویہ ہونا چاہیے کہ وہ سدھار کے جوش میں کتھا کی رُوچکتا کو کم نہ ہونے دے۔ وہ اُپنیاس اور اپنے چرتروں کو انھیں پرستھتیوں میں رکھے جن کو سدھارنا چاہتا ہے یہ بھی پر ماوشیک ہے کہ وہ سدھار کے وِشے کو خوب سوچ لے اوراتّ یکتیہ سے کام نہ لے، نہیں تو اس کا پریاس کبھی سپھل نہ ہو سکے گا۔ لیکھک ورند پرایا: اپنے کال کے ودھاتا ہوتے ہیں۔ ان میں اپنے دیش کو، اپنے سماج کو دکھ، انیائے تتھا متھیا وادی (1) سے مکت کرنے کی پربل آکانکشا (2) ہوتی ہے۔ ایسی دشا میں اسمبھو ہے کہ وہ سماج کو اپنے من مانے مارگ پر چلنے دے اور سیم کھڑا ہاتھ پر ہاتھ رکھے دیکھتا رہے۔ وہ اگر اور کچھ نہیں کر سکتا تو قلم تو چلا سکتا ہے۔ شیکسپیئر اور کالی داس کے سمے میں سدھار کی آوشیکتا آج سے کم نہ تھی، لیکن اس سمے راج نیتک گیان کا اتنا پرسار نہ تھا۔ رئیس لوگ بھوگ ولاس کرتے تھے، کوی اور لیکھک ان کی ولاس ورتیوں کو اور اُتیجت کرتے تھے۔ پرجا پر کیا گزرتی ہے، اِدھر کسی کا دھیان نہ تھا۔ یہ سمے جیون سنگرام کا ہے۔ آج ہم جو شکچھت کہلاتے ہیں تٹستھ (3) ہو کر انیائے ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔

پلاٹ کا مہتو جاننے کے بعد اب ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ اچھے پلاٹ میں کون سی باتیں ہونی چاہیے۔ سمالوچکوں کے متانوسار وے یہ ہیں۔ سرلتا، مولکتا، روچکتا۔

پلاٹ سرل ہونا چاہیے، بہت الجھا ہوا، پیچیدہ، شیطان کی آنت، پڑھتے پڑھتے جی اُکتا جائے، ایسے اُپنیاس کو پاٹھک اوب کر چھوڑ دیتا ہے۔ ایک پرسنگ (4) ابھی پورا نہیں ہونے پایا کہ دوسرا آ گیا، وہ ابھی ادھورا ہی تھا کہ تیسرا پرسنگ آ گیا، اس سے پاٹھک کا چت چکرا جاتا ہے۔ پیچیدہ پلاٹ کی کلپنا اتنی مشکل نہیں ہے جتنی کسی سرل پلاٹ کی۔ سرل پلاٹ میں بہت سے چرتروں کی کلپنا نہیں کرنی پڑتی، اس لیے لیکھک کو الپ سنکھیک (5) چرتروں کے بھاو وچار گن دوش، آچار ویوہار کو سکشم روپ سے دکھانے کا اوسر مل جاتا ہے۔ اس سے اس کے چرتروں میں سجیوتا (6) آ جاتی ہے اور وہ پاٹھک کے ہردے پر اپنا اچھا یا برا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ بہو سنکھیک چرتروں کے ساتھ نہیں پراپت ہو سکتی۔ پلاٹ میں مولکتا (7) کا ہونا بھی ضروری ہے جس بات یا وشے کو انیہ لیکھکوں نے لکھ ڈالا ہو، اُسے کچھ ہیر پھیر کر کے اپنا پلاٹ بنانے کی چیشٹا کرنا انوپیکت ہے۔ پریم ویوگ آدی وِشے اتنی بار لکھے جا چکے ہیں کہ ان میں کوئی نوینتا نہیں باقی رہی۔ اب تو پاٹھک کہانیوں میں نئے بھاووں کا، نئے وچاروں کا، نئے چرتروں کا دِگ درشن چاہتے

1۔ متھیا وادی۔ توہم پرست 2۔ آکانکشا۔ خواہش 3۔ تٹستھ۔ اعتدال پسند 4۔ آکانکشا۔ خواہش
5۔ تٹستھ۔ اعتدال پسند 6۔ پرسنگ۔ باب 7۔ الپ سنکھیک۔ اقلیت

ہیں۔ اتنہ شک بہتری سے پاٹھکوں کوتسکین نہیں ہوتی۔ پلاٹ میں کچھ نہ کچھ تازگی، کچھ نہ کچھ انوکھاپن اَوشیہ ہونا چاہیے۔ رہی روچکتا، وہ مولکتا کی سہگامنی (1) ہے، مولک پلاٹ ہے تو وہ روچک بھی ضرور ہوگا، لیکن کہانی کی روچکتا کسی ایک بات پر نربھر نہیں ہے۔ پلاٹ کی سندرتا، چرتروں کا چترن، گھٹنا کا وچتیہ، سبھی سمسرت (2) ہوجاتے ہیں تو روچکتا آپ ہی آپ آجاتی ہے۔ ہاں! اپنیاس کار یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس کا پردھان کرتویہ پاٹھکوں کا غم غلط کرنا، ان کا منورنجن کرنا ہے۔ اور سبھی باتیں اس کے اَدھین ہیں۔ جب پاٹھک کا جی ہی کہانی میں نہ لگا تو وہ کیا لیکھک کے بھاؤ سمجھے گا؟ کیا اس کے اَنوبھو سے لابھ اٹھائے گا؟ وہ گھرنا کے ساتھ کتاب کو پٹک دے گا اور سدا کے لیے اُپنیاسوں کا نندک ہوجائے گا۔ آج بھی کتنے ہی ایسے ویکتی ملتے ہیں جنھیں اُپنیاسوں سے چڑھ ہے۔ انھوں نے ورت کرلیا ہے کہ اُپنیاس کداپی نہ پڑھیں گے۔ کارن یہی ہے کہ ہندی کے ورتمان اُپنیاسوں نے انھیں نراش کردیا ہے۔ نئے اُپنیاس لیکھکوں کا کرتویہ ہے کہ وہ اُپنیاس ساہتیہ کے مکھ کو اُجول کریں، اس بدنامی کے داغ کو مٹادیں۔

مادھوری: 23/اکتوبر 1922ء

1۔سہگامنی۔ستی ہونے والی عورت 2۔سمسرت۔مشترکہ

پراچین مصر جاتی کے دھرم تتو

پراچین مصر جاتی کے لوگ بڑے دھرم نسٹھ (1) ہوتے تھے اور ان کے دھرم سدھانت ان کے جیون کے پرتیک کاریہ میں سمّلت رہتے تھے۔ وہ مورتی پوجک تھے اور جیون اُپیوگی وَستوؤں کی پرتمائیں (2) بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ جل، بھومی، انّ، (3) نیل ندی، آکاش، چندرما، سوریہ، نکشتر (4) اور مرتا تماؤں کا آواہن کرتے تھے۔ لیکن سَمست جاتی سب دیوتاؤں کی اَنویائی (5) نہ ہوتی تھی، بھِن بھِن پرانتوں کے دیوتا بھی پرتھک ہوتے تھے اور ان پرانتوں کے لوگ اپنے ہی دیوتاؤں کو سَروَشریسٹھ سمجھتے تھے۔ یدپی ان کے مکھیہ مکھیہ دیوتاؤں کے سوروپ میں انتر تھا لیکن واستو میں وہ سب ایک ہی تھے۔ اُداہرن: ہِلیس نگر میں 'را' نام سے سوریہ کی پوجا ہوتی تھی لیکن تب نگر میں اسی کو 'آمن' کے نام سے پوجتے تھے۔ ان دونوں استھانوں میں سوریہ کی پرتما بھِنّ تھی۔

وہ لوگ اپنے دیوتاؤں کو مَنشیہ کی بھانتی جیودھاری سمجھتے تھے، ہاں! بُدھی گیان، بل اور پراکرم (6) میں انھیں منشیوں سے اونچا مانتے تھے۔ منشیوں کی طرح ان میں بھی اچھائیں اور بھاؤنائیں موجود تھیں۔ یہ دیوتا، ان کے استری، بالک اور اَنیہ سمبندھی بھی تھے۔ ان کی پتنی اور پتر بھی دیوتاؤں کی طرح پوجیہ مانے جاتے تھے۔ بعض نگروں میں دیوتاؤں کی جگہ دیویوں کی پوجا ہوتی تھی۔ پرودوانوں کے متانوسار مصر کے اُچ شرینی کے لوگ ایشورواد ی تھے۔ مصر کے دیوتاؤں میں سب سے پرتبھا شالی (7) سوریہ تھا اس کا سوروپ اور ابھوشن بادشاہوں کے سدرشیہ (8) تھا۔ اس کے سر پر آبھا کا منڈل اور ایک سانپ بنا ہوتا تھا جو تیز کی پرکھرتا کا سُوچک تھا۔ لوگوں کی کلپنا تھی کہ وہ وایومنڈل (9) میں ایک یان پر بیٹھا ہوا ہے اور کئی ملاح اس یان کو کھینچتے ہیں جب وہ چھیتج کے اوپر آتا ہے تو اس کے لوچنوں کی تیجسوی (10)

1۔ دھرم نسٹھ۔ پکے مذہبی 2۔ پرتما۔ مجسمہ، تصویر 3۔ انّ۔ دانہ 4۔ نکشتر۔ موسم 5۔ انویائی۔ پیروکار 6۔ پراکرم۔ عمل 7۔ پرتبھا شالی۔ باصلاحیت 8۔ سدرشیہ۔ سہانا منظر، پیش نظر 9۔ وایومنڈل۔ خلا، فضا 10۔ تیجسوی۔ چمکیلا

شکھائیں سمست بھومی منڈل کو آلوکت کر دیتی ہے اور پرانیوں کو بل اور تیز پردان کرتی ہیں۔ وہ نتیہ اپنے یان پر کھڑا ہو کر اپنے شتروؤں سے لڑتا اور انھیں پَراست کرتا ہے۔ سَندِ یہہ ہو جانے پر وہ پاتال میں جا کر شین کرتا ہے سوریہ کے پرکاش کا ایک الگ دیوتا تھا، جس کا نام ’حوروس‘ تھا وہ پَرتی دن پراتہ کال ایک سُند رنو یُوک کے رُوپ میں پرکٹ ہو کر آکاش منڈل میں وِچرتا (1) ہے اور اندھکار کے دیوتا سے جس کا نام ’’ست‘‘ ہے نتیہ لڑتا رہتا ہے۔

آکاش کے دیوتاؤں کے بعد مصری لوگ انیہ دیوتاؤں اور دیویوں کو مانتے تھے جن کا کام بھومی کو اپجاؤ بنانا ہے۔

یہ لکھا جا چکا ہے کہ مصر کے پرتھک پرتھک استھانوں میں بھنّ بھنّ دیوتا مانیہ (2) سمجھے جاتے تھے لیکن کالانتر میں جب مصر میں ایک سرودیشی راجیہ اُستھاپِت ہو گیا تو یہ پارتھکیہ (3) مٹ گیا، سمست دیوگن سارو بھوم ہو گئے۔

ان سب دیوتاؤں میں ’آئی سِج‘ اور ’او جے ریس، سرو پردھان تھے۔ یہ ’او جے ریس، پرکاش کا دیوتا تھا اور اپنے بھائی، ’ست‘ کا تیمر دیو (4) سمجھا جاتا تھا، دشمن تھا۔ اس کے وِشے میں یہ کیودنتی تھی کہ وہ پربھات کو آکاش ساگر سے نکل کر دن بھر اپنا پرکاش پھیلاتا رہتا ہے۔ رات کو اس کا بھائی ’ست‘ دیش وِش اسے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے۔ اس کی پتنی ’آئی سِدُ اس کے شَو پر بیٹھ کر ویلاپ کرتی ہے۔ ’یست‘ کا ڈنکا بجنے لگتا ہے اور سنسار میں اندھکار چھا جاتا ہے۔ لیکن ’او جے ریس‘ کا پُتر ’حوروس‘، چھتیج (5) سے نکل کر اپنے پتا کی ہتیا کا بدلہ لیتا ہے اور ’ست‘ کو مار کر پھر سنسار میں جیوتی پھیلاتا ہے یہ ابھینیے نتیہ ہوتا رہتا ہے۔

مصر دیش کے بہت سے نگروں کا دعویٰ تھا کہ ’او جے ریس‘ کے شریر کے ٹکڑے ان کے مندروں میں بھومستھ ہیں۔ ’او جے ریس‘ کا ماتم منانے کے لیے وَرش میں ایک دن نیت کر دیا گیا تھا۔ اس دن سمست دیش میں آرت نادسنائی دیتا تھا اور مہیلائیں ’او جے ریس‘ کے بابوں کے شوک میں اپنے کیش نوچ ڈالتی تھیں۔ سائی نگر کے پجاری ایک جھیل کے تٹ پر او جے ریس کے جیون مرن اور پُنر جنم کی گھٹناؤں کو تعزیہ بنا کر دکھاتے تھے۔ پرسِدھ اتہاس کار ہیروڈوٹس نے تعزیوں کا یہ درشیہ دیکھا تھا لیکن اسے تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ اس کا کہیں اُلیکھ نہ کرے۔

مصری دیوتاؤں کی پرتمائیں اپنی وچترتا میں بھارتیہ پرتماؤں سے کم نہ تھیں۔ کسی کا دھڑ منشیہ کا تھا

1۔ وچرتا۔ جلوہ گر 2۔ مانیہ۔ قابل لحاظ 3۔ پارتھکیہ۔ بیگانگی۔ انفرادیت 4۔ تیمر دیو۔ سچائی کا دیوتا 5۔ چھتیج۔ سطح

تو سر پشو کا اور کسی کا دھڑ پشو کا تھا تو سر منشیہ کا تھا۔ حوروس کا سر چڑیاں کے سر کے سدِ رشیہ ہے، 'آئی سد' کا گائے کے سر کے سدِ رشیہ، 'انوبیس، نا مک دیوتا کا سر گیدڑ کا ہے اور فتاہ کا سر بیل کے سمان ہے۔

مصر دیش نو اسی بہودھا پشوؤں کو پوتر سمجھتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ ان میں سے سنگھ، گراہ، گائے، سیار، بلی، میڈھا اور لوا آدِی وِشیش آدرنیہ (1) تھے۔ ان پشوؤں کو مارنا یا کسی پرکار کا کشٹ دینا وَرجت تھا۔ روم والوں نے جس سمے سمست سنسار پر اَدِھ پتیہ (2) جما لیا تھا اس سمے ایک روم نِواسی نے ایک بلی کو مار ڈالا تھا، جنتا نے اس سے بلی کے خون کا بدلہ لینا چاہا۔ مصر کے راجا نے، جو روم کا کردتھا چاہا کہ اسے ہاتھ سے بچالے، لیکن اس کا کچھ وَش نہ چلا۔ بلی کے گھاتک کو لوگوں نے مار ہی ڈالا۔ پرتیک مندر میں ان پشوؤں میں سے ایک نہ ایک اَوشیہ ہی پالا جاتا تھا اور بھکت جن آ کر اس کی پوجا کرتے تھے ایک عیسائی پادری نے اس پرتھا (3) کا ان شبدوں میں مذاق اڑایا ہے:

''جب کوئی آدمی مندر میں آتا ہے تو پجاری مہاشیہ گمبھیرتا اور گورو کے ساتھ کچھ گاتے اور پردا اٹھا دیتے ہیں کہ اسے دیوتا کے درشن کرائے۔ تب وہ آدمی کیا دیکھتا ہے کہ ایک بلی یا ایک مگر یا ایک سانپ یا کوئی دوسرا جانور پرکٹ ہوتا ہے جو ایک سوبجت (4) فرش پر بیٹھا یا لیٹا ہوا رہتا ہے''۔

تب نگر کے وَیاپاریوں نے ایک گھڑیال کو بلا کر اس کے کانوں میں سونے کی بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن پہنائے تھے۔

یونان دیش کے ایک یاتری نے، جو عیسی مسیح کا سَم کالین (5) تھا، شدّ ونگر کے گھڑیال کا درشن کیا تھا۔ وہ اس کا یوں وَرنن کرتا ہے:

پجاری کچھ میٹھی روٹیاں، کچھ تلی مچھلیاں اور شہد لے کر میرے ساتھ جھیل پر گیا، گھڑیال جھیل کے کنارے لیٹا ہوا تھا، دو آدمیوں نے اس کا منھ پکڑ کر کھولا، ایک آدمی نے پہلے روٹیاں اس کے منھ میں ڈال دی، پھر مچھلیاں اور کچھ شہد آدِی بھی ڈالے گئے۔ تب گھڑیال جھیل میں کود گیا اور دوسرے کنارے پر جا کر لیٹ رہا۔ اسی سمے ایک اور یاتری وہ وستوئیں لایا، پجاری اسے بھی لے کر جھیل پر گیا اور گھڑیال کو وہ چیزیں پھر کھلا دیں۔ ماندس نگر کے لوگ ایک بکری پوجا کرتے تھے اور ہلیو پولس نگر کا دیوتا ایک پکشی تھا جسے یونان کے لوگ ''فینکس''، ارتھات ''عنقا'' کہتے تھے۔ مصر والے اس کے وِشے میں بڑی وِچتر کتھائیں بیان کرتے تھے۔ ان کا وِشواس تھا کہ ہر پانچ سو وَرشوں میں ایک بار ان پکشیوں میں سے ایک 'را' نگر کے مندر

1۔ آدرنیہ۔ لائق، عزت 2۔ ادھپتیہ۔ اختیار، اجارہ داری 3۔ پرتھا۔ صلاحیت 4۔ سوبجت۔ آراستہ 5۔ سم کالین۔ ہم عصر

میں آتا ہے وہ اپنے ساتھ اپنے باپ کی لاش بھی لاتا ہے۔ اس کو مر میں، جو ایک پرکار کا سُگندھ ہت گوند ہے لپیٹ کر وہاں رکھ دیتا ہے۔ وہ پہلے مرکو انڈے کے آکار کا بناتا ہے، پھر اس میں چھید کر کے لاش کو اس میں رکھ کر چھید بند کر دیتا ہے۔ یہ پکشی کئی شتابدیوں تک جیوت رہتا ہے اور جب مرنے کے دن نکٹ آتے ہیں تو وہ سُوگندھت لکڑیوں کا ایک چھوٹا سا پنجڑا بنا کر اس پر چڑھتا ہے اور بھسم ہو جاتا ہے اس کی راکھ سے ایک جوان باہر نکل کر اڑنے لگتا ہے۔ عربی اور فارسی گرنتھوں میں بھی انھیں کتھاؤں کا سمرتھن کیا گیا ہے۔

منفیس نگر میں ایک ایسی گائے کی پوجا کرنے کی پرتھا تھی جس کا رنگ کالا، ماتھے پر اُجلا اور ترکون داغ اور پونچھ پر گھنے بال ہوں۔ اسے آپوس کہتے تھے۔ مصر کے لوگوں کا کتھن تھا کہ ایک ایسی گائے آکاش میں چمکنے والی وِدُت سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ایسی گائے کہیں مل جاتی تھی تو پجاری لوگ اس کے چنھوں کو بھلی بھانتی دیکھ کر اسے آپیس کا استھان دیتے تھے۔ کنتو اس پوجیہ پر کوئی گائے پچیس ورشوں سے اَدھک نہ رہنے پاتی تھی۔ اگر کوئی اس اَوستھا کو پہونچ جاتی تھی تو پجاری گن اسے ایک پوتر جل سرُوت میں مگن کر دیتے تھے اور اس کی جگہ کوئی دوسری گائے تلاش کرلاتے تھے۔ یدی آپیس پچیس ورشوں کے پہلے مر جاتی تھی تو اس کی لاش میں مسالہ لگا کر قبر میں گاڑ دیتے تھے۔ جس سمے تب نگر مصر دیش کا سامراجیہ استھان ہو گیا تو اس نگر کا دیوتا 'آمن' انیہ سب دیوتاؤں سے شردھے (1) مانا جانے لگا۔ وہ انادی، انت اور سروشکتی مان سمجھا جاتا تھا۔ وہ سنسار کو سرشٹ کرنے والا سب باپوں کا باپ اور سب ماتاؤں کی ماتا خیال کیا جاتا تھا۔ لوگ ان شبدوں میں اس کی استوتی (2) کرتے تھے۔

'تو جاگ' او! آکاش کی دونوں سیماؤں کے مالک، او چمکنے دمکنے والے دیو، تو آکاش میں بھرمن کرنے والا ہے، تیرے شتروؤں کا سروناش ہو، تو پاپیوں کا نرواست (3) کر دیتا ہے۔ تو نے ناستکوں (4) کی ویرتا اور پراکرم کو دھول میں ملا دیا ہے تو سَبل ہے، ناستک نربل ہے، تو اونچا ہے اور ناستک نیچا ہے، تو سُشکت اور تیرا شتروا شکت ہے۔ او! جیو کے آدھار، تو ہمارے بادشاہ کو چرنجیوی بنا، اس کو انّ اور جل سے پری پورت کر، اس کے بالوں کے لیے سُگندھت پردان کر۔ سنسار تیرے پرکاش سے جیوترِ مے (5) ہے۔ تو وہ ہے جس کے پروں سے بجلی پیدا ہوتی ہے، تو وہ سنگھ جیو ہے جس کی گرج شتروؤں کو بھیے بھیت کر دیتی ہے، تو وہ پتر ہے جو نتیہ جنم لیتا ہے، تو وہ ورڈ ہے جو امر ہے، تو اس استھان کا سوامی ہے جہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

سمست مصر نواسیوں کا وشواس تھا کہ جب کوئی پرانی مر جاتا ہے تو اس میں کوئی اَنش جیوت رہتا ہے

1۔ شردھے۔ عظیم 2۔ استوتی۔ ذکر 3۔ نرواست۔ خاتمہ 4۔ ناستک۔ جو کسی خدا کو نہ مانے 5۔ جیوترمے۔ روشن

اس اَنش کو وہ آتما کہتے تھے۔ آتما کا آکار شریر کے سمان اور انتہ سوروپ وچار کے سمان ہیں وہ اَدرشیہ ہے، اسے سپرش (1) کرنا اَسمبھو ہے ان کا یہ اَنومان تھا کہ مرتے سمے جیو منھ سے نکلتا ہے۔ ان کے متانوسار یہ جیو اپنے شریر پر اَولمبت رہتا ہے۔ اگر کایا سُرکشت نہ رکھی جائے تو جی ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے۔ مرتک کی سب سے بڑی سیوا اور اس کے جیو کے ساتھ سب سے بڑا اُپکار یہ ہے کہ شَو کو سڑنے گلنے سے بچایا جائے۔ اسی لیے مسالے لگانے کی پرتھا پڑ گئی تھی۔ ہیروڈوٹس نے مسالے لگانے کی پرتھا کا سوِستار وَرنن (2) کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مصر کے پرتییک نگر میں کچھ لوگ ایسے رہتے ہیں جو مسالے لگانے کا وَیوسائے کرتے ہیں۔ جب مرتک وارث شَو کو مسالہ لگانے والے کے پاس لے جاتا ہے تو وہاں سے لکڑی کے نمونے دکھاتا ہے، یہ نمونے تین پرکار کے ہوتے ہیں، اُتّم، مدھیم اور نکرشٹ۔ ہر نمونے کا مُولیہ اس کی حیثیت کے اَنوسار ہوتا ہے جب مزدوری طے ہو جاتی ہے تو وارث لاش کو مسالہ لگانے والے کو سونپ کر گھر چلا جاتا ہے۔

اُتّم شرینی کا مسالہ لگانے کے لیے پہلے لاش کے سر کا بھیجا نکالتے تھے، اس طرح کی کوئی عرق سر میں پہونچا کر اس میں بھیجے کو حل کرتے تھے، پھر ایک آنکڑا ناک کے نتھنوں میں ڈال کر بھیجے کو باہر نکالتے تھے۔ تب لاش کی پسلی پیٹ کر آنتیں باہر نکال لیتے تھے۔ اور شراب سے دھو کر انتڑی میں سُوگندھت اَوشدھیاں (3) بھر دیتے تھے۔ اس کے پشچات لاش کو ستّر دن کھارے نمک میں رکھتے تھے، پھر اس کو دھوتے تھے اور گوند لگائے ہوئے کپڑے کی پٹیاں اس پر لپیٹتے تھے۔ مسالہ لگا چکنے کے بعد لاش وارث کو دے دی جاتی تھی۔ وہ لاش کے آکار کا ایک خانہ بنوا کر لاش کو اس میں رکھ دیتا تھا اور وہ دیوار کے سہارے سے کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

مَدھیم شرینی کے مسالہ کی وِدھی یہ تھی کہ ایک پرکار کا گوند نلی دُوارا مردے کے پیٹ میں پہونچاتے تھے اور پیٹ کو پھاڑے اور آنت کو نکالے بنا ہی چھید کو بند کر دیتے تھے، جس میں گوند باہر نہ نکل سکے۔ پھر شَو کو ستّر دن تک کھارے نمک میں رکھتے تھے تب نمک میں سے اسے نکال کر گوند کا پانی باہر نکال دیتے تھے۔ اس پانی کے ساتھ اندر کا میل بھی نکل جاتا تھا۔ غار میں رہنے کے کارن مانس گل جاتا تھا اور لاش میں ہڈی اور چمڑے کے سوا اور کچھ باقی نہ بچتا تھا۔

نکرشٹ شرینی کے مسالہ کی وِدھی اس سے بھی سرل تھی۔ لاش کے اندر گوند پہنچا کر اسے کھارے نمک میں رکھ دیتے تھے۔ غریب لوگ پرایہ اسی طرح کے مسالہ لگواتے تھے۔

1۔ سپرش۔ ظاہر 2۔ سوِستار۔ بالتفصیل 3۔ اوشدھیاں۔ سامان

مصر کے قبرستانوں میں ایسی لاشیں بہت سی ملتی ہیں اور یوروپ کے لوگ ایسی ہزاروں لاشیں کھود لے گئے ہیں۔ وہاں کے پرسدھ عجائب خانوں میں مصالحہ لگی ہوئی لاشیں موجود ہیں۔

پراچین مصرنواسیوں کا وشواس تھا کہ جیو کو بھی پرانیوں کی بھانتی بھوجن، وستر آدی کی آوشیکتا ہوتی ہے۔ غریب لوگ تو مسالہ لگی لاشوں کو بالو میں گاڑ دیتے تھے لیکن امیروں میں اس کے لیے الگ مکان بنوانے کی پرتھا تھی۔ یہ مکان ایک وِستِرت گرِہ یا کم سے کم ایک کمرے کے برابر ہوتا تھا۔ آدی کال کے بادشاہوں کے سمے میں یہ شَوشالہ (1) مینار کی صورت کی بنوائی جاتی تھی۔ منفیس نگر کے سمیپ ایک شہر کے برابر بھومی شوشالاؤں سے ہی بھری ہوئی ہے۔ کوئی کوئی مینار پنکتیوں میں بنائے گئے ہیں، جیسے گرمی میں رہنے کے لیے گھر بنے ہوتے ہیں، بہت اونچے میناروں میں بادشاہوں کو اور ان سے چھوٹے میناروں میں امیروں کو دفن کرتے تھے کیونکہ میناروں کے بنانے میں لاگت بہت پڑتی تھی۔ قبر کے لیے ریت کے نیچے یا پتھر میں تہہ خانہ اور اس کے سامنے ایک چھوٹا سا نماز خانہ، جو باہر کی طرف کھلتا تھا، بناتے تھے۔ نماز خانے میں پرویش کرنے پر پچھلی دیوار میں ایک بڑی شِلا دکھائی دیتی تھی۔ اس کے نیچے ایک چھوٹی میز ہوتی تھی جس پر پوجا آدی سامگری (2) رکھتے تھے۔ کیول یہ نماز خانہ ہی قبر کا وہ بھاگ تھا جہاں آدمی جا سکتا تھا۔ شیش بھاگ مرتک کے لیے ہی ہوتا تھا اور کسی کو اندر جا کر مرت آتما کی شانتی میں وِگھن (3) ڈالنے کا ادھیکار نہ تھا۔ اسی لیے قبر کا دروازہ نہ بناتے تھے۔ نماز خانے کے پیچھے ایک دالان ہوتا تھا وہاں مرتک کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں۔ کبھی کبھی ایک مُردے کے لیے بیس سے اِدھک مورتیاں بنائی جاتی تھیں۔ اس کا ابھیپرائے (4) یہ تھا کہ اگر مسالہ دار شو نشٹ ہو جائے تو اس کی جگہ مورتی رکھ دی جائے۔ نماز خانے کے ایک کونے میں ایک کنواں پتھروں کی چنائی سے بنایا جاتا تھا۔ کوئیں کے نیچے تک ایک چھوٹا سا راستہ بنا ہوتا تھا، وہاں پتھروں کی کندرا بنائی جاتی تھی۔ یہ مرتک کا شین گار تھا۔ اس کے مدھیہ میں سفید یا کالے پتھر کی ویدی پر پڑا ہوا مردہ اننت ندرا میں مگن رہتا تھا۔ اس کے نِکٹ بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر اور گیہوں تتھا مانس رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد اس راستے کو بند کر کے کوئیں کو پتھروں سے پاٹ کر بند کر دیتے تھے۔ پھر کوئی مَنُشیہ اندر نہ جا سکتا تھا۔ وہ کوئیں آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے چار پانچ ہزار ورش پہلے تھے۔ لاشیں بھی اسی سرکشت دشا میں تھی۔ یہاں تک کہ بالوں، دانتوں اور آنکھوں میں بھی کوئی پریورتن نہیں ہوا تھا۔ مرتک کے گھر والے جب اس کے لیے پھر کھانے پینے کی چیزیں پہنچانا چاہتے تھے تو اندر نہ جا سکنے کے کارن کھادیہ پدارتھوں کو نماز خانے میں رکھ دیتے تھے۔ کبھی کبھی مُر آدی بھی

1۔ شوشالہ۔ مردہ گھر 2۔ سامگری۔ سامان، مواد 3۔ وِدھن۔ رکاوٹ 4۔ ابھپرائے۔ مطلب

جلاتے تھے تا کہ ان کی سوگندھی مرتک کی ناک میں پہنچ جائے۔

کچھ کال کے بعد لوگوں کا یہ وِچار ہو گیا کہ مرتک کے لیے بھوتک پدارتھوں (1) کی آوشیکتا نہیں ہے، ورن ایشور سے وِنے (2) کرنی چاہیے کہ چھدھا (3) کی پیڑا سے بچائے۔ اس لیے نماز خانے کے شِلا پر یہ پرارتھنا لکھ دیتے تھے ہم 'اوجے ریس' کو سجدا کرتے ہیں اور اس سے وِنے کرتے ہیں کہ وہ ان تمام چیزوں کو جن کا سیون وہ خود کرتا ہے ارتھات روٹی، مانس، دودھ، شراب، وستر سگندھ مرتک کو بھی پردان کرے۔

کچھ سمے کے بعد مصر نواسیوں کو یہ وِشواس ہو گیا کہ جیو کیول بھوجیہ پدارتھوں کے چتروں سے سنتوش ہو جاتا ہے۔ ان کے لیے روٹی کا چتر بنا دینا کافی ہے ات ایو کالانتر میں نماز خانے کی دیواریں چتر انکِت ہو گئیں۔ لوگ جن چیزوں کو مرتک تک پہنچانا چاہتے تھے اس کا چتر دیواروں پر اَنکت کر دیتے تھے۔ جو چتر وہاں بنے ہوئے ہیں، ان میں کسانوں کے چتر بھی ہیں جو زمین کو جوت اور بو رہے ہیں۔ کوئی کھلیان میں اناج اٹھا رہا ہے۔ درزی کپڑا اور موچی جوتے سی رہے ہیں، اسی بھانتی بڑھئی، ناچنے گانے والے اور بازی گروں کی تصویریں بھی ہیں۔ اس کے اَتِی رِکت مرتک کی بھِن بھِن جیوِت اَوستھائیں بھی انکِت کی گئی ہیں۔ کہیں کہیں وہ اپنی استری کے ساتھ بیٹھا ہوا بھوجن کر رہا ہے، یا جنگل میں شکار کھیل رہا ہے، یا جھیلوں کے تٹ پر مچھلیوں کا شکار کھیلنے میں ویَست ہیں۔

بہت کال تک مصر والوں کی یہ دھارنا تھی کہ جیو اسی قبر میں رہتا ہے جہاں اس کی دیہہ چھوڑ دی جاتی ہے، لیکن کچھ سمے بعد ان کا یہ مَت پر ورتِت ہو گیا اور یہ کلپنا کی جانے لگی کہ سمست جیو بھومی کے نیچے اس اَستھان پر اِکتر ہوتے ہیں جہاں سُوریہ است (4) ہوتا ہے۔ جہاں 'اوجے ریس' راجیہ کرتا ہے وہ جیون کی کَرمانو سار پریکشا کرنے کے اُپرانت انھیں وہاں نواس کرنے کی آگیہ دیتا (5) ہے۔ لوگوں کا کتھن ہے کہ جب جیو شریر سے نکلتا ہے تو ایک نوکا میں بیٹھ کر نیچے جَل ساگر میں بھرمن کرتا ہے، وہاں اسے بڑے بھینکر دَیتیہ دکھائی دیتے ہیں جو اسے بھکشن (6) کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جیون کے رکشک دیو گن اس کی سہایتا کرتے ہیں اور اسے نیایالیہ تک پہونچا دیتے ہیں۔ وہاں 'اوجے ریس' نیایاسن پر براجمان ہوتا ہے۔ اس کے بیالیس سہایک منتری ہوتے ہیں جو اس بات کا اَنوسندھان کرتے ہیں کہ جیو نے بیالیس کُوکرموں میں سے کسی کا آچرن تو نہیں کیا ہے۔ جیووں کو کَرمانو سار ہی دَنڈ یا پھل ملتا ہے۔ پاپی جیووں کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، وے سانپ، بچھو، آدِی سے کٹوائے جاتے ہیں۔ پُنیہ آتمائیں دیوتاؤں کا

1۔ بھوتک پدارتھ۔ طبعی مادہ 2۔ وِنے۔ دعا، گزارش 3۔ بھوک 4۔ سوریہ است۔ غروب آفتاب 5۔ آگیہ۔ اجازت، حکم 6۔ کھانا

سہواس کرتی ہوئی گولر کی ورکشوں کی چھاہ میں آنند پوروک اَننت کال تک وِشرام کرتی ہیں۔ وہ 'او جے ریس' کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتی اوران پدارتھوں کا بھوجن کرتی ہیں جو ایک دیوی ان کے لیے بناتی ہے اور اُتم پرکار کے عطر سونگھتی ہیں۔

مصر والوں کا یہ ابھشٹ (1) تھا کہ جب جیو 'او جے ریس' کے نیائے سنگھاسن کے سمکھ کھڑا ہوتو وہ اپنے کو نر پرادھ (2) سدھ کر سکے۔ اس لیے ایک چھوٹی سی پستک تابوت کے اندر رکھ دیتے تھے۔ اس پستک میں وہ اُتر لکھے ہوتے تھے جو 'او جے ریس' اور اس کے سہائکوں کو دینے چاہیے۔ اُداہرنتا: اپنی نردوشِت سدھ کرنی چاہیے۔

میں نے کبھی کپٹ (3) ویوہار نہیں کیا، کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ میں نے کسی اُناتھ وِدھوا کو نہیں ستایا، کسی وِبھاگ میں جھوٹ نہیں بولا۔ اپنے کرتویہ پالن میں کبھی آلسیہ نہیں کیا۔ کسی ایسے وَستو کو نہیں چھوا جسے دیوتاؤں نے نشیدھ (4) ٹھہرایا ہو، کسی کی ہتیہ نہیں کی۔ مندروں کا دھن مورتی اور دیوتاؤں کے بھوگ، پرساد کی اُور سے کبھی غافل نہیں رہا، مرتکوں کو بھوجن اور جل پہنچاتا رہا، اناج تولنے میں کبھی کمی نہیں کی، کسی کی زمین بے ایمانی سے نہیں لی، تول اور بھاؤ سے کم نہیں بیچا، دیوسمر پت پشوؤں کو نہیں مارا، پوجیہ پکشیوں کو جال میں نہیں پکڑا، پوتر مچھلیوں کا شکار نہیں کیا، کسی نہر کو نشٹ نہیں کیا اور نہ اسے کاٹا۔ میں نردوش ہوں، بلکہ میں نے بھوکوں کو بھوجن دیا ہے، پیاسوں کو پانی دیا ہے، ننگوں کو کپڑے پہنائے ہیں، یاتریوں کو نوکا سے سہائتا دی ہے، دیوتاؤں کی ویدی پر بھینٹ چڑھائی ہے، اور مردوں کی بھوج نادی سے سیوا کی ہے۔ اے قاضیو! مجھے مُکت کرو اور خدا کے سامنے میری برائی مت کرو کیوں کہ میرا مکھ اور دونوں ہاتھ پوتر ہیں۔ یہ اُتر بہودھا قبر کی دیواروں پر، یہاں تک کہ مرتک کے منھ پر بھی لکھ دیے جاتے تھے۔

مادھوری: مارگ شیرش 1938ء

1۔ ابھشٹ۔ اعتقاد 2۔ نرپرادھ۔ مظلوم 3۔ کپٹ ویوہار۔ بُرا ویوہار 4۔ نشیدھ۔ ممانعت

اُپنیاس

اُپنیاس کی پری بھاشا وِدوانوں نے کئی پرکار سے کی ہے، لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی ہی سَرل ہوتی ہے اس کی پری بھاشا اتنی ہی مشکل ہوتی ہے۔ کویتا کی پری بھاشا آج تک نہیں ہوسکی۔ جتنے وِدوان ہیں اتنی ہی پری بھاشائیں ہیں۔ کسی دو وِدوانوں کی پری بھاشائیں نہیں ملتیں۔ اُپنیاس کے وِشے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ اس کی کوئی ایسی پری بھاشا نہیں ہے جس پر سبھی لوگ سَہمت ہوں۔ میں اُپنیاس کو مانو چرِتر کا چتر ماتر سمجھتا ہوں۔ مانو چرِتر پر پرکاش ڈالنا اور اس کے رہسّیوں کو کھولنا ہی اُپنیاس کا مُول تتو (1) ہے۔ کسی بھی دو آدمیوں کی صورتیں نہیں ملتیں، اسی بھانتی آدمیوں کے چرِتر بھی نہیں ملتے۔ جیسے سب آدمیوں کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان، ناک، منہ ہوتے ہیں۔ پراتی سَمانتا (2) پر بھی ان میں وِبھنّتا (3) موجود رہتی ہے۔ اسی بھانتی سب آدمیوں کے چرِتروں میں بہت کچھ سَمانتا ہوتے ہوئے بھی کچھ وِبھنّتائیں ہوتی ہیں۔ اسی چرِتر سَمانتا اور وِبھنّتا، ابھنّتا اور بھِنّتو اور بھِنّتو میں ابھنّتا دکھانا اپنیاس کا مکھیہ کَرتویہ ہے۔ سَنتان پریم مانو چرِتر کا ایک وِیاپک گُن ہے ایسا کون پرانی ہوگا جسے اپنی سنتان پیاری نہ ہو۔ لیکن اس سنتان پریم کی ماترائیں (4) ہیں، اس کے بھید ہیں۔ کوئی تو سنتان پر مرمٹتا ہے۔ ان کے لیے کچھ چھوڑ جانے کے لیے آپ نانا پرکار کے کشٹ جھیلتا ہے، لیکن دھرم بھیرو تاسے اُنُوچت (5) روپ سے دھن سنگرہ نہیں کرتا۔ اسے شَنکا ہوتی ہے کہ کہیں اس کا پرِنام ہماری سَنتان کے لیے برا ہو۔ کوئی اُوچتیہ کا لیش ماتر بھی وِچار نہیں کرتا، جس طرح بھی ہو کچھ دھن سنچے (6) کرنا اپنا دھے سمجھتا ہے، چاہے اس کے لیے اسے دوسروں کا گلا ہی کیوں نہ کاٹنا پڑے۔ وہ سنتان پریم پر اپنی آتما کو بھی بلیدان کر دیتا ہے۔ ایک تیسرا سَنتان پریم وہ ہے جہاں سَنتان کی سچّرِترتا پردھان کارن ہوتی ہے جب کی پِتا سنتان کا کُوچرِتر (7) دیکھ کر اس سے اداسین (8) ہوجاتا ہے، اس کے لیے کچھ چھوڑ جانا یا کر جانا وِیرتھ سمجھتا ہے اگر آپ وِچار

1۔ مول تتو۔ خاص عنصر 2۔ سمانتا۔ مساوات 3۔ وبھنتا۔ بیگانگی، اختلافات 4۔ ماترائیں۔ اقسام 5۔ انوچت۔ غیر مناسب 6۔ سنچے۔ جاری، خرچ 7۔ کوچرتر۔ بری خصلت 8۔ اداسین۔ مایوسی

کریں گے تو اسی سنتان پریم کے اَنگنت بھید آپ کو ملیں گے۔ اسی بھانتی انیہ مانوی گنڑوں کی بھی ماترائیں اور بھید ہیں۔ ہمارا چرتر دھیَن (1) جتنا ہی سوکشم، جتنا ہی وِستر ت (2) ہوگا، اتنی ہی سپھلتا سے ہم چرتروں کا چترن کر سکیں گے۔ سنتان پریم کی ایک دشا یہ بھی ہے کہ جب پُتر کو کو مارگ پر چلتے دیکھ کر پتا اس کا گھاتک شترو ہو جاتا ہے، وہ بھی سنتان پریم اس کے سواد میں بادھک نہیں ہوتا۔ وہ سنتان پریم بھی دیکھنے میں آتا ہے جہاں شرابی، جواری پتا پتر پریم کے وِشی بھوت ہو کر یہ ساری بری عادتیں چھوڑ دیتا ہے اب یہاں پرشن ہوتا ہے کہ اُپنیاس کار کو ان چرتروں کا اَدھیَن کر گیان کو پاٹھک کے سامنے رکھ دینا چاہیے۔ اس میں اپنی طرف سے کانٹ چھانٹ، کمی بیشی کچھ نہ کرنی چاہیے۔ یا کسی اُدّیش کی پورتی کے لیے چرتروں میں کچھ پریورتن بھی کر دینا چاہیے، یہیں سے اُپنیاس کار کے دو گروہ ہو گئے ہیں، ایک Idealist یا آدرش وادی دوسرا Realist یا یتھارتھ وادی۔ Realist چرتروں کو پاٹھک کے سامنے ان کے یتھارتھ، نگن روپ میں رکھ دیتا ہے، اسے اس سے کچھ مطلب نہیں کہ سچّر تر تا کا پرنام اچھا ہوتا ہے، یا کُچر تر تا کا پرنام اچھا، اس کے چرترا اپنی کمزوریاں یا خوبیاں دکھاتے ہوئے اپنی جیون لیلا سماپت کرتے ہیں، اور چونکہ سنسار میں سدیو نیکی کا پھل نیک اور بدی کا پھل بد نہیں ہوتا، بلکہ اس کے وِپریت ہوا کرتا ہے، نیک آدمی دھکے کھاتے ہیں، یاتنائیں (3) سہتے ہیں، مصیبت جھیلتے ہیں، اَپمانت ہوتے ہیں، ان کی نیکی کا پھل الٹا ملتا ہے۔ برا آدمی چین کرتے ہیں نام ور ہوتے ہیں، یشوی (4) بنتے ہیں، ان کی بدی کا پھل الٹا ملتا ہے۔

پراکرتی کا نیم وِچتر ہے Realist اَدھو کی بیڑیوں میں جکڑا ہوتا ہے اور چونکہ سنسار میں برے چرتروں کی پردھانتا ہے، یہاں تک کہ اُجول چرتروں میں بھی کچھ نہ کچھ داغ دھبے رہتے ہیں اس لیے Realism ہماری دُربلتاؤں، ہماری وِشمتاؤں (5) اور ہماری کورتاؤں کا نگن چتر ہوتا ہے واستو میں Realism ہم کو Pessimist بنا دیتا ہے، مانو چرتروں پر سے ہمارا وشواس اٹھ جاتا ہے، ہم کو اپنے چاروں طرف برائی ہی برائی نظر آنے لگتی ہے اس میں سندیہہ نہیں کہ سماج کی کوپرتھا (6) کی اُور دھیان دلانے کے لیے Realism اتینت اُپیکت ہے، کیونکہ اس کے بنا بہت سمبھو ہے کہ ہم اس برائی کو دکھانے میں ات یکتا سے کام لے اور چتر کو اس سے کہیں کالا دکھائے جتنا وہ واستو میں ہے لیکن جب Realism دُربلتاؤں کا چترن کرنے میں شِشٹتا کی سیماؤں کے آگے بڑھ جاتا ہے، تو وہ آپتی

1۔ چرتر دھیَن۔ فطرت کا مطالعہ 2۔ وستر ت۔ وسیع، پھیلا ہوا 3۔ یاتنائیں۔ سزائیں 4۔ یشوی۔ طاقت ور 5۔ وشمتا۔ غیر مساوات 6۔ کوپرتھا۔ بری رسم

جنگ ہو جاتا ہے۔ پھر اُمانوسُو بھاؤ کی ایک وِشیشتا یہ بھی ہے کہ وہ جس چھل اور چھدرتا اور کپٹ سے گھرا ہوا ہے اسی کی پنر اوِرتی (1) اس کے چت کو پرشن نہیں کر سکتی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ایسے سنسار میں از کر پہنچ جانا چاہتا ہے، جہاں اس کے چت کو ایسے کلشت بھاؤوں سے نجات ملے، وہ بھول جائے کہ چنتاؤوں کے بندھن میں پڑا ہوا ہے، جہاں اسے بجیو، سہردے، اُدار پرانیوں کے درشن ہوں۔ جہاں چھل اور کپٹ، وِوردھ اور وَیمنسیہ کا ایسا پرادھانیہ نہ ہو۔ اس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ جب ہمیں قصے کہانیوں میں بھی انھی لوگوں سے سابقہ ہے جن کے ساتھ آٹھوں پہر وِیوہار کرنا پڑتا ہے تو پھر ایسی پُستکیں پڑھے ہی کیوں۔ اندھیری کوٹھری میں کام کرتے کرتے جب ہم تھک جاتے ہیں تو اچھا ہوتی ہے کہ کسی باغ میں نکل کر نِرمل سُوکش وایو کا آنند اٹھائیں۔ اس کمی کو Idealist پورا کرتا ہے۔ idealist ہمیں ایسے چرتروں سے پَری چت کراتا ہے، جن کا کہ ہردے پوِتر ہوتے ہیں، جو سُوارتھ اور واسنا (2) سے رَہت ہوتے ہیں، جو سادھو پرکرتی (3) ہوتے ہیں۔ یدّ پی ایسے چرتر ویوہار کشل نہیں ہوتے ان کی سرلتا انھیں وَیوہارک وِشیوں میں دھوکا دیتی ہے، لیکن کائینے پن سے اوبے ہوئے پرانیوں کو ایسے سرل، ایسے ویوہارک گیان وِہین چرتروں کے دَرشن سے ایک وِشیش آنند ہوتا ہے۔ Realism یدی ہماری آنکھیں کھول دیتا ہے تو Idealism ہمیں اٹھا کر کسی منورم استھان میں پہونچا دیتا ہے لیکن جہاں Idealism میں یہ گن ہے، وہاں اس بات کی بھی شنکا ہے کہ ہم ایسے چرتروں کو نہ چترت کر بیٹھیں جو سِدّھانتوں کی مورتی ماتر ہو۔ کسی دیوتا کی کامنا کرنا مشکل نہیں، لیکن اس دیوتا میں پران پرتشٹھا کرنا مشکل ہے۔

اس لیے ہم وہی اُپنیاس اُچ کوٹی کا سمجھتے ہیں جہاں Realism اور Idealism کا سَمنوے (4) ہو گیا ہو۔ اسے Idealistic-Realism کہہ سکتے ہیں۔ Idea کو بَجیو بنانے کے لیے Realism کا اُپیوگ ہونا چاہیے اور اچھے اُپنیاس کی یہی وِشیشتا ہے۔ اُپنیاس کار کی سب سے بڑی وِبھوتی ایسے چرتروں کی سُرشٹھ کرنا ہے جو اپنے سَد وِیوہار اور سَد وچار سے پاٹھک کو موہت کرے۔ جس اُپنیاس کے چرتروں میں یہ گن ہے وہ دو کوڑی کے ہیں۔ چرتروں کو اُت کرِشٹ اور آدرش بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ نِردوش ہو، مہان سے مہان پرشوں میں بھی کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں۔ چرتر کو بَجیو بنانے کے لیے اس کی کمزوریاں کا دگ درشن (5) کرانے سے کوئی ہانی (6) نہیں ہوتی۔ یہی کمزوریاں اس چرتر کو مَنُشیہ بنا دیتی ہے نِردوش چرتر تو دیوتا ہو جائے گا اور ہم اسے سمجھ ہی نہ سکیں گے۔ ایسے چرتر کا ہمارے اوپر کوئی پربھاؤ نہیں پڑ سکتا۔ ہم Idealist ہیں، ہمارے پراچین ساہتیہ

1۔ پنر اورتی۔ محاسبہ 2۔ واسنا۔ خواہش 3۔ پرکرتی۔ قدرت 4۔ سمنوے۔ اشتراک میل ملاپ 5۔ دگ درشن۔ راہ نمائی 6۔ نقصان

پر Idealism کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ ہمارا پراچین ساہتیہ کیول منورنجن کے لیے نہ تھا، اس کا مُکھیہ اُدّیش منورنجن کے ساتھ آتم پرشکار بھی تھا۔ ساہتیہ کار کا کام کیول پاٹھکوں کا دل بہلانا نہیں ہے۔ یہ تو بھاٹوں اور مداریوں، وِدشکوں اور مسخروں کا کام ہے۔ ساہتیہ کار کا پد اس سے کہیں اونچا ہے۔ وہ ہمارا پتھ پردرشک ہوتا ہے۔ وہ ہمارے مَنُشتو (1) کو جگاتا ہے۔ کم سے کم اس کا ہی اُدّیش ہونا چاہیے۔ اس منورتھ کو سِدھ کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ اس کے چرتر Positive ہوں، جو پرلوبھنوں کے آگے سر نہ جھکائے بلکہ ان کو پراست کرے۔ جو واسناؤں کے پنجے میں نہ پھنسے بلکہ ان کا دمن کرے، جو کسی وِجی سیناپتی کی بھانتی شتروؤں کا سنہار کرکے وِجئی (2) ناد کرتے ہوئے نکلے۔ ایسے ہی چرتروں کا ہمارے اوپر سب سے ادھِک پربھاؤ پڑتا ہے۔

اُپنیاس ساہتیہ پر تھوڑی سی وِویچنا کرنے کے بعد اب ہم اپنے ہندی اُپنیاسوں پر درشٹ پات کرنا چاہتے ہیں۔ پاٹھک گن یہ تو جانتے ہیں کہ اُپنیاس ایک پچھمی پودا ہے جو بھارت ورش میں لگایا گیا ہے۔ ہمارے یہاں اُپنیاس کال سے پہلے ایسے قصے کہانیوں کا بہت پرچار تھا جن میں پریم اور بسرہ کے ورنن ہی پردھان ہوتے تھے۔ پریمی ایک نگاہ معشوقہ، عشقیہ ناز ہو جاتا تھا۔ معشوقہ اپنی سہیلیوں سے اپنی ویتی کہانی سناتی تھی، عاشق صاحب آہیں بھرتے تھے، سر دھنتے تھے، گھر پر خبر ہوتی تھی، یار سمجھانے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ حکیم دوا کرنے جاتے تھے پر عشق کے بیمار پر کسی دوا یا سمجھانے بجھانے کا اثر نہ ہوتا تھا۔ دونوں مہینوں، برسوں جدائی کی تکلیف جھیلنے کے بعد کسی حکمت سے مل جاتے تھے۔

اکثر قصوں میں طلسم اور عیاری کے وِچتر درشیہ ہوتے تھے، جسے کوتوہل بڑھتا تھا۔ اردو میں، طلسم ہوشربا، بڑے بڑے پرشٹھوں کے ستائیس جلدوں میں ختم ہوتا تھا اور بوستان خیال سات جلدوں میں۔ اس وقت تک ہندی میں اُپنیاس کا میدان پرایہ خالی تھا۔ دو ایک انُوادِت اُپنیاس نکل گئے تھے۔ پر کوئی اُپنیاس لیکھک نہ پیدا ہوا تھا۔ اردو میں تو اس کے پہلے 'فسانۂ آزاد' کے رچیتا پنڈت رتن ناتھ سرشار، مولوی عبدالحلیم شرر، مولانا محمد علی آدی کئی اچھے اُپنیاس کار ہو گئے تھے۔ بنگال میں بھی بنکم بابو کے اُپنیاس نکل چکے تھے، لیکن ہندی میں میدان خالی تھا۔ اس سمے سورگیہ بابو دیوکی نند کھتری کے 'چندر کانتا' اور چندر کانتا سنتتی، کی رچنا ہوئی اور وہ ہندی میں انوکھی، اور ایک دم نئی چیز تھی۔ ہندی پاٹھک ٹوٹ پڑے اور 'چندر کانتا' کی خوب دھوم ہو گئی۔ یدیپی 'چندر کانتا سنتتی' 'طلسم ہوشربا' کا انُوکرن (3) ماتر ہے، لیکن ہندی میں عاشق معشوق کی جو کتھائیں چھپتی تھیں، جن میں نہ کوئی بھاؤ ہوتا تھا نہ کوئی پربھاؤ، ان پاٹھکوں کے لیے چندر کانتا ہی غنیمت تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب انیہ بھاشاؤں میں ایسے ایسے اُپنیاس کار پیدا ہوئے جن کا جوڑ

1۔ مَنُشتو۔ انسانیت 2۔ فاتح 3۔ پیروی

اب تک پیدا نہیں ہوا تو ہندی میں کیوں یہ میدان خالی رہا۔

چندر کانتا کے بعد دیوکی نندن نے کئی سماجک اُپنیاس لکھے جن میں اُپنیاس کے اَنکُر موجود تھے۔ عیاری کی ایسی ہوا بندھی کہ ان کے بعد بھی بہت دنوں تک عیاری کے قصّے نکلتے رہے۔ اس کے بعد جاسوسی اُپنیاس نکلنے شروع ہوئے جو اُدھیکانش European detective stories کے اَنُو اد ہوتے تھے۔ کچھ دنوں تک جاسوسی اُپنیاسوں کی خوب دھوم رہی اور سمجھو تھا کہ اس کے بعد مَولِک اُپنیاسوں کی باری آتی، لیکن اسی بیچ میں بنگلہ اُپنیاسوں کا رَیلا شروع ہوا اور وہ ابھی تک جاری ہے۔ بنگلہ میں اچھے برے جتنے اُپنیاس مل سکتے تھے ان کا بنا کچھ سوچے سمجھے اَنُو اد کرلیا جاتا ہے۔ کسی انیہ بھاشا کے رتنوں سے اپنا بھنڈار بھرنا آپتی کی بات نہیں سمپنّتا بھاشاؤں میں انیہ بھاشاؤں کے انو واد ہوتے رہتے ہیں، لیکن وہ بھاشا ہی کیا جہاں سب کچھ اَنُو ادہی ہو اور اپنا کچھ نہ ہو۔ اس پہلو سے دیکھیے تو چندر کانتا سنتتی، کا مہتو بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ کم سے کم اپنی وَستو تو ہے۔ ہمارا دھیہ (1) ہے کہ ہندی بھاشا کو راشٹر بھاشا بنائیں۔ کیا اَنُو ادوں سے راشٹر بھاشا کا پد پَراپت کیا جا سکتا ہے؟ ایک مِتر سے اس وِشے پر وارتالاپ (2) ہونے لگا تو انھوں نے کہا، ہم یہ مانتے ہیں کہ اَنُو اد سے بھاشا مَہتو نہیں بڑھتا لیکن جن لوگوں کے لیے اَنُو اد جیوِکا کا پرشن ہے انھیں آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔ اس کا آشے یہ ہوا کہ جو لوگ اور کسی اُپائے سے جیوِیکا کا اَرجن نہیں کر سکتے وہی اَنو اد کیا کرتے ہیں، مگر اسی ترکیب سے تو کسی تیاجیہ وِشے کی رکشا کی جا سکتی ہے۔ چور کے لیے چوری بھی تو جیویکا ہی کا پَرشن ہے پھر چور کو سزا کیوں دی جاتی ہے؟ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی جاننے والا آدمی ایک مہینہ میں بنگلہ کا اتنا گیان پراپت کر سکتا ہے کہ بنگلہ کی سادھارن پُستکیں سمجھنے لگےتو بنگلہ سے اَنُو اد کرنے کے لیے اور بھی کوئی عذر نہیں رہ جاتا ہے۔ اگر اَنُو واد ہی کرنا ہےتو ان بھاشاؤں سے کیا جائے جو بنگلہ سے کہیں سمپّن ہیں۔

ہم نے ابھی تک جن گنے گنائے French یا Russion پُستکوں کا ہندی میں اَنُو واد کیا ہے، انگریزی اَنُو وادوں سے کیا ہے۔ ہمارے یُووکوں، جن کا وِچار ساہتیہ سیوا کرنے کا ہو، ان کو اُچت ہے کہ وے یوروپین بھاشائیں سیکھیں اور ان کے رتنوں سے ہندی کا بھنڈار بھریں۔ وہ ہمیں کوئی ایسی چیز دے سکیں گے جنھیں پراپت کرنے کے ہمارے یہاں بہت کم سادھن ہیں۔

ساہتیہ کا سب سے اونچا آدرش وہ ہے کہ اس کی رچنا کیول کلا کی پورتی کے لیے کی جائے۔ Art for Arts`sake کے سِدّھانت پر کسی کو آپتی نہیں ہوسکتی۔ وہ ساہتیہ چرایو (3) ہوسکتا ہے جو منشیہ کی مولک پرورتیوں (4) پر اولمبت (5) ہو۔ اِیرشیا اور پریم، کرودھ اور لوبھ، اَنُو راگ اور وِراگ، دکھ

1۔ دھیہ۔ صبر 2۔ وارتالاپ۔ بحث ومباحثہ 3۔ طویل العمر 4۔ مولک پرورتی۔ فطری صلاحیت 5۔ اولمبت۔ منحصر

اور لجّا، یہ سبھی ہماری مولِک پرورتیاں ہیں۔ انھیں کی چھٹادکھانا ساہتیہ کا پرم اُدّیشیہ ہے بنا اُدّیشیہ کے تو کوئی رچنا ہو ہی نہیں سکتی۔ جب ساہتیہ کی رچنا کسی سماجک، راج نیتک اور دھارمک مت کے پرچار کے لیے کی جاتی ہے تو وہ اپنے اونچے پد سے گر جاتی ہے اس سے کوئی سندیہ نہیں، لیکن آج کل پرستھتیاں اتنی تیور گتی سے بدل رہی ہیں، اتنے نئے نئے وچار پیدا ہو رہے ہیں کہ شاید اب کوئی لیکھک ساہتیہ کے آدرش کو دھیان میں رکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ بہت مشکل ہے کہ Author پر ان پرستھتیوں کا اثر نہ پڑے، وہ ان سے آندولت نہ ہوں، یہی کارَن ہے کہ آج کل بھارت ہی میں نہیں یوروپ کے بہت بڑے بڑے وِدّوان بھی اپنی رچناؤں دُوارا کسی نہ کسی واد (1) کا پرچار کر رہے ہیں، وے اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس سے ہماری رچنا جیوت رہے گی یا نہیں۔ اپنے مت کی پشٹی کرنا ہی ان کا دھیہ ہے، اس کے سوائے انھیں کوئی اِچھا نہیں مگر یہ کیوں کر مان لیا جائے کہ جو اُپنیاس کسی وِچار کے پرچار کے لیے لکھا جاتا ہے اس کا Interest چھنک ہوتا ہے۔ ہیوگو کا لامِذ ریبل، ٹالسٹائی کے اَنیک گرنتھ، ڈیکیس کی کتنی ہی رچنائیں وِچار پردھان ہوتے ہوئے ساہتیہ کی اُچ کوٹی کی ہیں اور اب تک ان کا Intrest کم نہیں ہوا۔ آج بھی شا، ویلس آدی بڑے بڑے لیکھکوں کے گرنتھ پرچار ہی کے اُدّیشیہ سے لکھے جا رہے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ کشل کلاکار کوئی وِچار پردھان رچنا بھی اتنی سندرتا سے کرتا ہے کہ ان سے منُشیہ کی مولِک پرورتیوں کا سنگھرش نبھاتا رہے۔ Art for Art sake کا سمے وہ ہوتا ہے جب دیش سمپن اور سکھی ہو۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم بھانتی بھانتی کے راج نیتک اور سماجک بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں، جدھر نگاہ اٹھتی ہے دکھ اور دردّرتا کے بھیشن دِرشیہ (2) دکھائی دیتے ہیں، وِپتی کا کارن کرندن سنائی دیتا ہے تو کیسے سمبھو ہے کہ کسی وِچار شیل پرنالی کا دل نہ دہل اٹھے۔ ہاں اپنیاس کار کو اس کا پریتن اوشیہ کرنا چاہیے کہ اس کے وچار پردکش (3) روپ سے وَیکت ہوں، اُپنیاس کی سَو بھاویکتا میں اس وِچار کے ساوِیش (4) سے کوئی وِگھن نہ پڑنے پاوے، ورنہ اُپنیاس (5) نیرس ہو جائے گا۔

انت میں ہم اپنے سہردے نوِین لیکھکوں سے اَنُورودھ کرتے ہیں کہ یدی آپ اُپنیاس لکھنا چاہتے ہیں تو پہلے تیاری کیجیے، بنا مانَو شاستر کا اُچت گیان پراپت کیے، کبھی نہ قلم اٹھائیے۔ یوں تو جنھیں رَچنا کی ایشور دتّ شکتی پراپت ہے، وہ آپ ہی آپ لکھ لیں گے۔ لیکن من میں ویر بھاؤ ہونے پر بھی تو شاستروں کا کچھ گیان ہونا پرماوشیک ہے۔ سب سے پردھان منورتی ہے۔ ایک بار کسی پرسدھ چتر کار سے ایک شریف نے پوچھا کہ ایسے سندر رنگ آپ کہاں سے لاتے ہیں؟ چتر کار نے مسکرا کر اُتّر دیا، جناب، اپنے دماغ سے۔

سمالوچک: جنوری 1925ء

1۔ واد۔ پیغام 2۔ درشید۔ منظر 3۔ پردکشہ۔ واضح 4۔ پترس۔ بے مزہ 5۔ رکاوٹ

گلپا نک کا پرستاؤ

وِشیشانکوں(1) کے نکالنے میں کداچت سَمست ہندی پتریکاؤں میں چاند، ہی کو پرتھم استھان پراپت ہے۔اپنے جنم سے لے کراب تک، چاند کے نو وِشیشا نک نکل چکے ہیں۔اس ورش بھی اس نے چار وِشیشا نک نکالنے کا نِشچے کرلیا ہے۔اس کا ورش نومبر سے شروع ہوتا ہے اور گت ماس، چاند کا پرَ وِیشا نک نکل چکا ہےاس کے بعد ہی یہ گلپا نک(2) پرکاشِت کرنے کا پرستاؤاس کے سمپادک(3) اور وِیوَستھا(4) پک کے ادمیہ اُتساہ کا دھیوتک ہے۔ہندی میں پتر پتریکاؤں کی جو دشا ہے وہ سُو ہردجنوں سے چھپی نہیں ہے۔ان کٹھنائیوں سے ذرا بھی آشنکت نہ ہوکر برابر آگے قدم بڑھاتے جانا اجیہ آشاوادِتا کے سوااور کیا کہا جاسکتا ہے کسی کوی نے کہا ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

یہی اُتساہ شیلتا، یہی آشاوادِتا جیون ہےاور جیون میں آکرشن کا ہونا سُو بھاوک ہے۔یہی کارن ہے کہ جو چاند آج سے چار پانچ ورش پہلے ایک ہزار چھپتا تھا، آج سَمست بھارت ورش کی ماسِک پتریکاؤں میں سَر وُوَچ استھان پر آروڑھ(5) ہونے کا گَرو کرسکتا ہے۔چاند، آکرشن شکتی کا آگار بھی تو ہے۔

آج سے ایک مہینہ پہلے جب چاند کے سویوگیہ سمپادک نے مجھ سے گلپا نک پرکاشِت کرنے کا پرستاؤ کیا تو میں وِسمت رہ گیا۔پرستاؤ بالکل نُوتن اور سادھارن تھا۔مجھے بھئے ہوا کہ کہیں گلپا نک کا مذاق نہ اڑایا جائے۔نئے وِچار سناتن دھرما وَلمبیوں کی درشٹی میں ہاسیہ(6) پد ہوتے ہی ہیں۔لوگ ناک نہ

1۔وشیشا نک۔خصوصی شمارہ2۔گلپا نک۔فکشن نمبر3۔سمپادک۔مدیر4۔ویوستھا پک۔منتظم5۔آروڑھ۔قائم
6۔ہاسیہ پد۔توہین آمیز

سکوڑنے لگیں، یہ کیا خرافات ہے۔ بھلا کوئی تک بھی تو ہو گلپوں میں ایسی کون سی وِشیشتا ہے کہ ان کو یہ مَہتو دیا جائے کِنتو ساہتیہ میں گلپ کے مَہتو پر جب وِچار کیا تو مجھے اس پرستاؤ کا سہرش سواگت (1) کرنے اور اس انک کا سمپادن بھار لینے میں کوئی بادھا نہ دکھائی دی۔ گلپ ورتمان ساہتیہ میں ایک نئی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا انیوار یہ انگ ہے۔ کوئی پتریکا گلپوں کے بنا روچک نہیں ہوسکتی اور ہندی میں نہ سہی، انیہ سمُنّت بھاشاؤں میں تو ایسی کتنی ہی پتریکائیں ہیں جن میں گلپوں کے سوا اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔

وَاستو میں گلپ میں سِوا اور کسی پرکار کے لیکھکوں میں یہ گن نہیں ہے کہ وہ اَویکت (2) اَدرشیہ (3) اور اچھت روپ سے سماج میں نوین بھاؤں، سدھانتوں اور تتو کا پرچار کر سکے۔ ہمارے دیش میں پرادِھینتا (4) کے کارن جیون سنگرام اتنا بھیشن ہے کہ ہماری ساری مانسک اور شاریرک شکتی اس میں سَماپت ہو جاتی ہے، شُشک (5) اور دُش گراہم (6) وِشیوں کا اَدھین کرنے کی ہم میں چھمتا نہیں رہ جاتی ہے۔ ہم نئے وچار گرہن تو کرنا چاہتے ہیں پر اس طرح کہ ہمیں پریشرم یا اَدھین نہ کرنا پڑے۔ یہ وِبھوتی (7) گلپ ہی میں ہیں کہ وہ منورنجن کرتے ہوئے ہمیں وگیان، ارتھ شاستر راجنیتی، اِتہاس، بھوگول، گرِت، شلپ، سواستھ، وانجیہ آدی کی شکشا دے سکتی ہے، یہاں تک کہ آج اوشدھیوں کی بِکری کا بھی کام اس سے لیا جاتا ہے۔ اسے آپ اوشدھالے کی امرت دھارا سمجھیے، زکام سے لے کر تپِ دق تک میں سَمان روپ سے اپنا چمتکار دکھاتی ہے۔ آج کل سینما کا پرچار دنوں دن ڈاک گاڑی کی چال کی طرح بڑھ رہا ہے۔ اس نے ساہتیہ کے ایک پردھان انگ ناٹک کا گلا گھونٹ دیا۔ ابھی سینما میں سُور کی کمی ہے۔ سنسار کے وِدوان اس سمَسیا کو حل کرنے میں دتچت ہیں۔ اور آشا ہے کہ بہت تھوڑے کال میں سینما کے چتر باتیں بھی کریں گے، گیت بھی گائیں گے۔ اس دن ڈرامہ کا پَرانانت (8) ہی سمجھیے۔

کویتا کیول بھاؤ سے سمبندھ رکھنے والی وَستو ہے وہ ہمارے اُت کرِشٹ کومل بھاؤ ہی کو کمپت کرسکتی ہے۔ کنتو کویتا دیوی کو کل کارخانوں، گھنی بستیوں، اونچی نیچی اٹالیکاؤں اور وانجیہ تھا ویاپار کی کنچن بھری کوٹھیوں سے گھرنا ہے۔ اسے تو ہرے بھرے جل تٹ، مدھر سے گانے والی ندیوں، نرجن پوِتر استھانوں ہی سے کچھ وِشیش پریم ہے۔ ورتمان پرستھتی اس کے لیے اَنُوکول نہیں۔ اسے سنگرام، سنگھرش اور دوند سے چڑ ہے۔ اب اور ساہتیہ میں کیا رہ گیا؟ نِبندھ۔ ہاں! انس سندیہہ، لیکن، یہ شکشا کو مَنن کرنے کی وستو ہے، منورنجن کی نہیں۔

1۔ سہرش۔ خوشی کے ساتھ 2۔ اویکت۔ بیان سے باہر 3۔ ادرشیہ۔ چھپا ہوا منظر 4۔ پرادھینتا۔ غلامی
5۔ ششک۔ سوکھا 6۔ دُش گر 7۔ وبھوتی۔ صلاحیت 8۔ پرانانت۔ روح کا خاتمہ

اب اُپنیاس ہی باقی بچ رہتا ہے، لیکن جس سینما نے ناٹک کی ہتیا کر ڈالی وہی اُپنیاس کا بھی خون کر رہا ہے۔ روپیہ، آٹھ آنے خرچ کر کے کیول دو تین گھنٹے میں جب ہم وکٹر ہیوگو، ٹالسٹائے، کرے تتھا ہارڈی جیسے دُھورندر وِدوانوں کی سرووت (1) کرشٹ رچناؤں کا سموچیت آنند اٹھا سکتے ہیں تو پستک لے کر اپنی کوٹھری میں کئی کئی دنوں تک پڑھنے کا کشٹ کیوں اٹھانے لگیں؟ مانا کہ سینما میں بھاشا کے سارسیہ، اُکتیوں کی سندرتا، وِچاروں کی نوینتا اور مولکتا، واکیوں کے منوہر وِنیاس، شبدوں کی منوہارنی سجاوٹ، میٹھی میٹھی چٹکیوں، ہردے میں چبھ جانے والے وِینگیوں کا رساسوادن (2) نہیں کر سکتے، لیکن ادھیکانش پرانی منورنجن چاہتے ہیں اور سینما والے رچنا کے مرم اسپرش (3) ستھلوں کو چترت کرنے میں نہیں چوکتے۔ سرس (4) ساہتیہ کا سواد، سرسری طور پر پڑھنے سے نہیں ملتا۔ ہمارے سلیکھک ورند بھاؤوں کو شبدوں میں ایسا چھپاتے ہیں کہ جب تک ایک واکیہ کو بار بار نہ پڑھیے اس کا پورا آنند نہیں ملتا۔ اور یہاں اتنا اوکاش نہیں۔ دس گھنٹے دفتر یا کچہری میں سر مارنے کے بعد اب مستشک میں اتنی طاقت کہاں کہ ساہتیہ سے سر مارے۔

ایسی پرستھتی میں گلپ ہی ایک ایسی وستو ہے جو اُپیوگتا' منورنجکتا اور کم سے کم سمے میں سینما سے ٹکر لے سکتا ہے۔ اپنیاس پڑھنے کو کئی دن چاہیے اور وہ بھی اِکانت۔ یہاں دو میں ایک بھی پراپت نہیں۔ سینما دیکھنے کے لیے بھی تیاری کی ضرورت ہے شام ہی کو بھوجن آدی سے چھٹی کر لو' تین گھنٹوں کے لیے گھر سے غائب رہو، وہاں سے نو بجے جاڑے پالے، بادل بوندی میں گھر لوٹو، سینما ہال میں بھی تین گھنٹے بھیڑ بھاڑ میں آسن جمائے تپسّیا کرتے رہو۔ کیا اس میں کچھ کم گشٹ ہے؟ کہیں ہماری انوپستھتی میں کوئی آنکھوں کا اندھا اور گانٹھ کا پورا موکل آ پڑا تو شکار ہاتھ سے نکل جانے میں سمجھاؤنا ہی نہیں ہے۔ گلپ ان سب جھنجھٹوں، بکھیڑوں سے پاک ہے۔ دفتر کچہری، ودّیالیہ، دکان، وایوسیون، سیر، سفر، کہیں جاتے ہو، چاند، کا گلپانگ اٹھا لیجیے اور چل دیجیے۔ ریل میں تو گلپ آپ کے لیے انیوار یہ ہے اس کے بنا آپ کا سمے کسی طرح کٹ ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کو لمبا سفر کرنا ہے؛ بمبئی سے دلی یا کلکتہ جانا ہے، اور وہ بھی کم سے کم سکنڈ کلاس میں، تب تو آپ کا یا گلپ، چندر کانتا، گرہ داہ، بلیدان کوئی بھی اپنیاس لے کر پڑھ سکتے ہیں۔

لیکن اگر سفر چھوٹا ہے، بنارس سے لکھنؤ یا پریاگ جانا ہے اور وہ بھی انٹر یا تیسرے درجہ میں، تب آپ کے لیے گلپانک کے سوا اور کوئی اُپائے نہیں۔ اس وِپتّی میں اسی کے ہاتھوں آپ کا نستار (5) ہوگا، اس موقع پر آپ کا یہی دبلا، پتلا، چھوٹا، موٹا متر ہی کام آئے گا۔ توپ اور مشین گن بڑی لڑائی کے لیے ہیں

1۔ سرودت کرشٹ 2۔ رساسوادن۔ مزے دار 3۔ اسپرش۔ ظاہر 4۔ سرس۔ بامزہ 5۔ نستار۔ چھٹکارا

اور در بھاگیہ وش بڑی لڑائیاں سو دو سو ورش میں کہیں ایک بار ہوتی ہیں۔ پستول اور طمنچہ کی ضرورت تو آپ کو آٹھوں پہر رہتی ہے۔ کم سے کم ہاتھ میں ایک مضبوط چھڑی تو ہونی ہی چاہیے۔ اور نہ سہی، کوئی کتے صاحب ہی آپ سے خواہ مخواہ الجھ پڑے تو؟ گلپ آپ کی چھڑی ہے، جسے آپ سفر میں کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے۔

دکان پر بیٹھے گراہکوں کی باٹ دیکھتے دیکھتے جب آپ کی آنکھیں دکھنے لگے۔ جٹ گلپا تک اٹھا لیجیے، پھر چاہے گراہک آئے یا نہ آئیں، آپ کی بلا سے، آپ کو گراہکوں کی پرواہ نہ رہے گی۔ آپ سَندھیہ سَمے بنا ایک پیسے کا مال بیچے پرسن چت گھر لوٹ سکتے ہیں۔ کسی افسر کے اجلاس میں پیروی کر کے لوٹنے کے بعد، دوسرے اجلاس میں جانے کے پہلے، یدی بیس منٹ کا بھی اوسر مل گیا تو گلپا تک آپ کے ساتھ ہے۔ یہ سمے بڑے مزے سے کٹ جائے گا۔ آپ کو اَردَلی (1) کی آواز کی اُور کان نہ لگائے رہنا پڑے گا۔ اُردلی کی آواز خود بخود آپ کی کان میں پہنچے گی۔ اور اتنی جلد پہنچے گی کہ آپ کو آشچر یہ ہوگا۔ یدی آپ نے گلپ سماپت کرلیا ہے تو چاند، کو میز پر رکھ دیجیے اور تیزی سے لپکے ہوئے جایئے۔ اتنی تیزی سے نہیں کہ جلدی کے بدلہ وِلَمب ہو اور چوٹ گھاٹے میں ملے۔ یدی ابھی گلپ سماپت نہیں ہوا تو پتر یکا کو ہاتھ میں لیے دیکھتے جایئے۔ اجلاس تک جاتے جاتے اس کے بچے ہوئے دو ایک پرشٹھ سماپت ہو جائیں گے۔ اُدھیا پک مہودیہ کو ہم گلپ پڑھنے کی صلاح نہیں دیں گے۔ ان کے پاس نہ سمے کی کمی ہے، نہ اوکاش کی۔ وہ چاہے تو طلسمِ ہوش رُبا کی اٹھائیس جلدیں، بوستانِ خیال کے سات بھاگ، چندر کانتا سنتتی کے چوبیس حصے یا الف لیلہ کی ہزاروں راتیں آنند پُوروک سماپت کر سکتے ہیں۔

لیکن وِدیارتھیوں کے گلپا دھین کے ہم کٹر پکشپاتی (2) ہیں۔ اُپنیاس تو یہ بیچارے پڑھ ہی نہیں سکتے، اتنا اوکاش کہاں، پوٹ کی پوٹ پُستکیں پڑھنی ہیں۔ اور پریکشا کا بھوت سر پر سوار ہے۔ ہاں پریکشا میں اُتیرن (3) ہو جانے کے بعد وے چاہے تو اُپنیاس پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ تب برسوں سوائے اُپنیاس پڑھنے کے اور کوئی کام نہ رہے گا، ہاں جیون کی مُولک آوشیکتاؤں (4) سے نِشچنت رہنے کی شرط ہے لیکن اَدھین کال میں تو گلپ ان کا اُدّار (5) کر سکتا ہے جہاں اتھکس سے جی اوبے جٹ گلپا تک اٹھایئے اور پندرہ بیس منٹ میں آپ کا دماغ تازہ ہو جائے گا، سر کا چکر بھاگ کھڑا ہوگا اور آپ نئی سپھورتی سے بھاشا وگیان پر دھاوا کریں گے۔ جس وِدّیارتھی کے پاس امرت دھارا ہے اسے پھر کسی

1۔اردلی۔چپراسی 2۔پکشپاتی۔متعصب 3۔اتیرن۔کامیاب 4۔مولک آوشیکتا۔فطری ضرورتیں 5۔ادار۔نجات

دوسری منورنجن اوشدھی (1) کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک بوند جل یا شکر میں ملا کر اتار لیجیے طبیعت ہری ہو جائے گی، ساری وِپتی بادھا پلاین (2) کر جائے گی۔ اَجی ہم تو کہتے ہیں لیکچر ہال میں بھی یدی آپ کو نیند آنے لگے تو چپکے سے گلپا نک نکال لیجیے اور بے دھڑک ڈیسک پر رکھ لیجیے آپ کی ندرا کافور ہو جائے گی۔ گرفتار ہونے کی ذرا بھی شنکا نہیں، اَدھیا پک مہودیہ کی ساری چیتنا اور اُپ چیتنا، شکتی تتو ودیچنا میں سنلگن ہو رہی ہے۔

مہیلاؤں کا تو گلپ کے بنا جیون ہی دُستر سمجھیے۔ اُن کے لیے نہ سنیما ہے، نہ اُپنیاس، نہ چہل قدمی۔ ان سُور گیہ پدارتھوں سے وِدھی بام نے انھیں کسی پوروِ کو سنسکار کے پرائشچت روپ سے وَنچت کر دیا ہے۔ سَندھیا سمے سنیما دیکھنے جائے تو بتائیے بھوجن کون بنائے؟ اگر کوئی مسرانی لگی ہوئی ہے تو بھوجن کی چِنتا نہیں، لیکن ننھے ننھے بالکوں کی ہتھیلی، چنچل، کلہ پر یہ سینا تو ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ ایک درجن نہ سہی مگر آدھے درجن بچوں کو ساتھ لے جانا کیا منھ کا کور ہے یا خالہ جی کا گھر؟ اگر پُرشوں کو ایک دن یہ دَھارن کرلیں۔ اگر سَنسار لولپتا بہت بڑھی ہوئی ہے تو کداچِت اتنی جلد وہ وَیراگیہ (3) نہیں لیں گے۔ مصیبت پڑ جائے تو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ اور تو کیا کہیے، پچاس، سینکڑوں پُرش تو اسی دن وَیراگیہ لیکن سَنتان (4) نگرہ کی پُستکوں کے لیے تو 'چانڈ' کاریالیہ کو تُرنت ہی کارڈ ڈال دیا جائے گا۔ خیر جناب، خدا نہ کرے کہ پُرشوں کے سر یہ بلا آوے نہیں تو سرِشٹی کا اَنت ہی سمجھیے۔ اللہ میاں کو اپنے کریڑا کوشل کے لیے دوسرے ہی پرکار کی دنیا رچنی پڑے گی۔ اوروں کی بات تو نہیں چلاتے، ہم تو اسی دن زہر کھا کر سو رہیں گے۔ اب بتائیے یہ آدھے درجن بچھڑے کیسے باندھے جائیں؟ سب کے سب تو گود میں نہیں آسکتے۔ وِوَش (5) ہو کر ایک بگھی کرنی پڑی۔ چلیے، دو روپے کی چپت پڑگئی۔ راستہ میں بچوں کی بھوک کا کیا ٹھکانہ؟ حلوائی کی دوکان دیکھی یا خوانچہ والے کی آواز سنی اور بھوک لگی۔ پانچ بجے کے چلے چلے کہیں سات بجے سنیما بھون کے پاس پہنچے۔ مگر اس کی شائد ہی کبھی نوبت آتی ہے۔ اَدھک تر تو یہی سنا ہے اور دو ایک بار دیکھنے میں بھی آیا ہے کہ مہلاؤں کا اُدمیہ ڈھیر (6) یہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور انھیں آدھے راستہ سے گھر لوٹنا پڑتا ہے اگر کسی طرح روتے دھوتے سنیما پہنچ بھی گئی اور ہال میں پہنچ گئی تو یہ نہ سمجھیے کہ مصیبت کا خاتمہ ہو گیا۔ اصلی وِپتی تو اب شروع ہوتی ہے۔ کوئی کرسی الٹتا ہے، کوئی کسی کی چٹکی کاٹتا ہے، کوئی رو رو کر دنیا سر پر اٹھاتا ہے، ماتا بیچاری کس کس کو سمجھائے چھوٹے تو دھمکانے سے مان جاتے ہیں،

1۔ منورنجن اوشدھی۔ تفریحی سامان 2۔ پلاین۔ رحلت 3۔ ویراگیہ۔ بن باس، جنگلی زندگی 4۔ سنتان۔ نگرہ۔ ضبط تولید 5۔ ووش۔ مجبور 6۔ ادمیہ دھیر یہ۔ آدمی کی صلاحیت

بڑے جن سے آشا تھی کہ شانتی سے بیٹھیں گے، انھیں بھی وہاں آ کرنٹ کھٹی سوجھتی ہے۔ ان کے پُرشو
ل کا اُتر دینا سیم ایک بلا ہے۔ جناب، وہ چلّ پو مچاتا ہے کہ سارا ہال گھبرا اٹھتا ہے۔ لوگ دانت پیس پیس
کر اور مٹھیاں باندھ باندھ کر رہ جاتے ہیں۔ کمپنی کا زمانہ ہے۔ کہیں نوابی ہوتی خون ہی کر ڈالتے۔ ادھر
بچے ہیں کہ اپنی شرارت سے باز نہیں آتے۔ اَبھاگنی ماتا کو تماشے کا لیش ماتر بھی آنند نہیں ملتا۔ سارا
دھیان اور منو یوگ (1) بچوں کے شاشن کی بھینٹ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ یہاں سے گھر پہنچتی ہے تو مانو
اسے نروان پراپت ہو جاتا ہے۔ کان پکڑتی ہے کہ اب کبھی سنیما کا نام نہ لے گی۔ دس روپے دنڈ پڑ گئے،
مانو جرمانہ دے آئے۔ یہ تو سینما کا حال ہوا، کہیں تھیٹر ہوا تب تو مرَن ہی سمجھو۔ لڑکوں کا کولاہل آنکھیں
نہیں بند کر سکتا پر کان تو پھاڑ سکتا ہے ادھر اسٹیج سے سارے گاما کی دھونی اٹھی ادھر منو نے پنچم سُور میں الاپنا
شروع کر دیا۔ پھر بتایئے درشک لوگ کیوں نہ دانت پیسیں اور کیوں نہ اپنا ماتھا پیٹیں، چھاتی کوٹیں۔
بھارت ورش میں روپے دو روپے سرکاری کرمچاریوں کے لیے وِشیشتہ پولیس اور رجسٹری وِبھاگ والوں
کے لیے تو کوئی بڑی بات نہیں، لیکن ہمہ شما کے لیے تو جناب ایک روپیہ ایک لاکھ کے برابر ہے۔ دن بھر
بیٹھے بیٹھے کمر ٹوٹ گئی، آنکھیں پھوٹ گئیں، بھیجا پھٹ گیا، پسینہ کی ندی بہہ گئی، تب جا کر مدرا دیوی (2)
کے درشن پراپت ہوئے، تب کیسے سمجھو ہے کہ اسی مہا کشٹ پراپت مدرا سے خریدے ہوئے آنند میں
بادھا پڑتے دیکھ کر ہم موَن رہ (3) جاتے؟ دوسرں کی بات ہم نہیں چلاتے۔ سمجھو ہے ایسے لوگ بھی ہوں
جو خون کا گھونٹ پی کر رہ جائیں۔ لیکن میرے لیے تو یہ اسہیہ (4) ہے۔ یہاں تو اپنے ہی بچوں کے شور غل
سے جامے سے باہر ہو جاتا ہوں، جب تک گھر پر رہتا ہوں سارا سمے چپت بازی میں ہی وِیتیت کرتا ہوں۔
یہاں تک اس کام میں ابھیست ہو گیا ہوں کہ یدی کبھی دیوی جی اپنی سینا لے کر گنگا سنان کو چلی جاتی ہیں تو
بار بار ہاتھوں میں کھجلی ہوتی ہے اور کوئی نہیں ملتا تو بوڑھے نوکر ہی پر دو چار ہاتھ صاف کر لیتا ہوں۔

سنیما اور تھیٹر کا تو یہ حال ہوا، اُپنیاس کوئی مہیلا کیسے پڑھ سکتی ہے؟ یہ تو اس کے لیے پھل، آکاش
کشم ہے۔ پراتہ سے لے کر آدھی رات تک تو دم مارنے کا اوکاش نہیں ملتا، اگر سویرے بچوں کو ناشتہ نہ ملے
تو وہ جیتا ہی نوچ ڈالے، اس نے بھی کسی طرح پران بچ جائے تو سوامی جی چائے میں ایک منٹ کی دیر
ہونے پر میگھ دوت گرج اٹھتے ہیں۔ ان کی یہ گگن بھیدی دھونی سن کر استری کے تو پران ہی نکل جاتے
ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ گھر کی دیواریں ہل رہی ہیں دھرتی کانپ رہی ہے۔ اور کیوں نہ گرجے، انھیں اس کا
سولہوں آنے اُدھیکار ہے۔ استری اور ہے ہی کس مرض کی دوا۔ خیر، ناشتہ سے تو ابھی فرصت ملنے نہیں پائی

1۔ منو یوگ۔ یکسوئی 2۔ مدرا۔ شراب 3۔ مون۔ خاموشی 4۔ اسہیہ۔ نا قابل برداشت

تھی کہ بھوجن کی باری آ پہنچی کسی طرح یہ بلا بھی ٹلی، سوامی اپنے کام پر گئے اور لڑکے اسکول سدھارے تو چھوٹے بچوں کے مقدمے پیش ہونے لگے، مگر نیایادھیش (1) کو ابھی ٹیکت کو دنڈ دے کر جو فرصت مل جاتی ہے، اس کا یہاں نام بھی نہیں۔ دنڈ دیا تو کان کے پردے پھڑوانے کے لیے بھی تیار رہنا پڑتا ہے۔ دو چار مقدمے پیش ہوتے ہوتے پھر تین بجے اور لڑکے اسکول سے آ پہنچے۔ ادھیکانش تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک یا دو بجنے کے پہلے ہی آ پہنچتے ہیں اور ایسا تو شائد ہی کبھی ہوتا ہے کہ گھر آنے پر تین نہ بجتے ہوں۔ نا جانے اسکول والے گھڑی تیز کر دیتے ہیں، یا لڑکے چھٹی ہونے کے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ آئے دن ایک نہ ایک تیہوار، وِرتھ کی چھٹی، آج کیا ہے؟ ویاس پوجا کی چھٹی ہے۔ آج کیا ہے؟ مونی اماوشیہ کی چھٹی ہے۔ آج کیا ہے؟ نرجلا ایکادشی ہے۔ ان تیوہاروں میں اور تو کچھ نہیں ہوتا، ہاں گرہنی کا اُتر دایتو (2) بھینکر ماترا میں بڑھ جاتا ہے اور دن تو سر میں پیڑا ہی ہو کر رہ جاتا ہے، چھٹیوں میں تو موت کا سامنا ہوتا ہے۔ دن تو خیر کسی بھانتی کٹ گیا، پر رات کو کالی بلا ہی سمجھوں، کبھی کسی بچے کو دست آ رہے ہیں، کبھی کوئی جور میں پڑا ہے، کبھی دانت نکل رہے ہیں، کبھی ٹھنڈ لگ گئی ہے ششُو شروشا (3) کے کشٹ ماتا کے سوا اور کون جھیل سکتا ہے؟ راتیں بیٹھے بیٹھے کٹ جاتی ہیں۔ پتی مہاشیہ پاس ہی پلنگ پر پڑے، ناک کی شہنائی بجا رہے ہیں۔ ایسی ڈراؤنی آواز نکل رہی ہے مانو کوئی کتا غرا رہا ہو۔ بیچاری ابلا سن مارے بھے کے سوکھی جا رہی ہے پر پتی کو جگانے کی ہمت نہیں پڑتی۔ سمجھو ہے پتی دیوتا کی ندرا بھنگ ہو جاتی ہے پر آنکھیں نہیں کھولتے۔ اٹھنا تو دور رہا، شاید اپنے دل میں سوچتے ہیں، میں اپنا کام پورا کر چکا ہوں، میں کیوں اپنے آرام میں خلل ڈالوں، تمھارے سر پر جو پڑے وہ تم آپ بھگتو، اسی بھے، چنتا اور غلامی میں بہودھا ابلاؤں کا جیون وِیتت ہو جاتا ہے۔ اُچ ساہتیہ ایسے ویدگرست (4) پرانیوں کا ساتھ نہیں دیتا، وہ چنتا سے مُکت (5) دینے والی وستو نہیں، چنتا کو نمنترن (6) دینے والی وستو ہے وہ کہتا ہے گھر کے سارے کام کاج چھوڑ کر میری اُپاسنا (7) کرو، اس شور غل، چیخ و پکار، مار دھاڑ، ہائے ہائے تو بہ میں نہیں آتا، ادھر آنے کا مجھے ساہس ہی نہیں ہوتا، بھوجن بنتا ہے، کوئی چنتا نہیں۔ لڑکا روتا ہے، رونے دو، سوامی کے آنے کا سمے ہو، آنے دو۔ کچھ پرواہ نہیں، گھر کے کام دھندے کو تلانجلی (8) دے دو اور میری ہو جاؤ۔ ات ایویم مہلائیں اُپنیاسوں سے من لگاتے بھے بھیت ہوتی ہیں۔ ان کے دکھ درد کا ساتھی تو بے چارہ گلپ ہی ہے۔ چائے کا پانی چولھے پر چڑھا ہوا ہے ان دس منٹوں کے سَد اپیوگ (9) کا سب

1۔ نیایادھیش۔ جج 2۔ اُتر دایتو۔ فریضہ 3۔ بچوں کی پرورش 4۔ ویدگرست۔ قابل اعتراض 5۔ مکت۔ رہا 6۔ نمنترن۔ دعوت 7۔ اُپاسنا۔ بندگی 8۔ تلانجی۔ تیاگ 9۔ سداپیوگ۔ صحیح استعمال

سے اُتّم اُپائے یہی ہے کہ گلپا تگ کھول کر بیٹھ جائیں جب تک پانی گرم ہوگا، آپ کسی مانس پردیس کی سیر کر کے لوٹ آئیں گی۔ بچے کو تھپکیاں دے کر سلاتے سلاتے بھی اس گلپوں کو دھیان میں ایک بار بھر من کر سکتی ہیں یہاں سَمے نشٹ ہونے کا بھے نہیں۔ یہ سادھو کا آشیرواد ہے جو آپ راہ چلتے پراپت کر سکتی ہیں۔ یہ آپ کے لیے سَمے کا Bye-Product (فالتو پیداوار) ہے۔

یہاں ہم اس شرینی کے بجنوں کو بالکل بھول گئے جن کا سَمے کسی طرح کاٹے نہیں کٹتا، مانو کسی رانڈ کا چرخہ ہو۔ اس شرینی کے تین بھید ہیں، ویدھ، حکیم اور ڈاکٹر۔ یہاں ڈاکٹر کا آشے وہ ڈاکٹر نہیں جو ڈاکٹر رویندر ناتھ یا ڈاکٹر سپرو کا ہے۔ ستیہ مانیئے، یہ بجن ایک کانٹا بھی نہیں نکال سکتے، یہاں ڈاکٹر کا آشے وہ منشیہ ہے جو جیون کی رکشا کے لیے وِش (1) کھلاتا ہے، جس کی اُتروتر وِردھی کے ساتھ پران ناشک کیٹوں کی بھی وِردھی ہو رہی ہے، جس نے مانو جیون کو کیٹوں کا کریڑا استھل (2) بنا دیا ہے۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ کُل یگ واستو میں کلیگ ہے، موت کا بازار گرم ہے لیکن پھر بھی ادھیکانش ڈاکٹر مکھی مارتے ہی دیکھے جاتے ہیں۔ بیچارے سارے دن اپنے کمرے میں بیٹھے پریکٹس یا اپریکٹس روپ سے پتھر لُڑھکایا کرتے ہیں کہ کسی بھانتی کوئی شکار پھنسے۔ خدا بھیج، مولیٰ بھیج کی رٹ لگایا کرتے ہیں، کوئی سر درد کا روگی بھی آ پھنسا تو سمجھ لو اس غریب کی جان کی کُشل نہیں، کوئی بھینکر روگ لے کر جائے گا۔ ترنت اس کے پھیپھڑوں کی پریکشا ہونے لگی اور ایک چھن میں ڈاکٹر صاحب نے بڑے وِدّ تا پورن (3) بھاؤ سے یہ تتو نکال کر رکھ دیا کہ جناب آپ کو galloping pthisis ہو رہا ہے۔ اتنا سنتے ہی بے چارے روگی کے پران پکھیرو اُڑ جاتے ہیں، پھر اس شنکا (4) کو وہ ہردے سے نہیں نکال سکتا، سوتے جاگتے یہی شنکا اس کے سر پر سوار رہتی ہے، یہاں تک کہ انت کو galloping pthisis کے لچھن درشٹی (5) گوچر ہونے لگتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کی بھوشیہ وانی پوری ہو جاتی ہے۔ اب روگی آپ کی شرن آ گیا، آپ کے چرنوں پر اپنے آپ کو سَمر پن کر دیا۔ اب بڑھ بڑھ کر ہاتھ ماریے، آپ کی بہار ہے۔ اوشدھیوں کے بل نہ چکا سکے تو اس کا گھر بار قرق کرا لیجیے، مگر جانے نہ دیجیے، کیونکہ ایسے شبھ اوسر روز نہیں ملتے، جیسا آپ کو سُیم اَنُو بھو ہے۔ ان مہانو بھاؤں سے ہمارا نویدن ہے کہ اس آشا مے پرتیکشا کے سَمے کا آپ بھلی بھانتی سدپیوگ کر سکتے ہیں۔ کیا اُپنیاس پڑھ کر؟ کداپی نہیں۔ اس کا آنند اٹھانے کے لیے جس اِیکا گرِتا (6) کی ضرورت ہے وہ آپ کو کہاں نصیب؟ آپ کی آنکھیں تو سڑک پر آنے جانے والوں کی اُور لگی ہوئی

1۔ وِش۔ زہر 2۔ کریڑا استھل۔ میدان جنگ 3۔ وِدتا پورن۔ عالمانہ 4۔ شنکا۔ خوف، شبہ 5۔ درشٹی گوچر۔ پیش نظر 6۔ ایکا گرتا۔ یکسوئی

ہے؟ اس مانسک وکیرتا کی دشا میں گلپ ہی وہ منتر ہے جو آپ کو شانتی پردان کر سکتا ہے۔ اٹھا لیجیے گلپا تک اس میں آپ کا دہرا فائدہ ہے۔ ابھی پتھک آپ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے آپ غرض مند ہیں، آپ کو پڑھتے دیکھے گا تو سمجھے گا آپ بڑے اُدھین شیل ہیں، نتیہ شاستر سمبندھی پستکیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے آپ کی کیرتی بڑھے گی اور کہیں کسی راجا رئیس کی نگاہ پڑ گئی تو آپ کا بیڑا پار ہے۔ آپ اس کے پریوارک چِکتسا (1) نیکت ہو جائیں گے، پانچوں انگلی گھی میں ہوں گی۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ یدی آپ کی سمرتی میں منورنجک گلپوں کا کافی خزانہ ہو تو آپ اپنے روگیوں کا اس سے کہیں ادھک اُپکار کر سکتے ہیں جتنا اپنی کڑوی، زہریلی دوائیں پلا کر۔ ہاں، یہ دھیان رہے کہ کہانیاں ذرا ہاسیہ پورن (2) ہوں۔

اس جیون سنگرام میں ساہتیہ پر جو سب سے برا اثر پڑا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مرثیہ بنا جاتا ہے۔ کوئی پتر پتریکا یا پُستک اٹھا لیجیے، آدی سے انت تک رلانے والی باتوں سے بھرا پائیے گا۔ یہاں تک کہ ہماری لیکھن شیلی بھی اتنی گمبھیر ہو گئی ہے کہ اسے شوک شیلی کہہ سکتے ہیں۔ یہ ہم نہ مانیں گے کہ ورتمان پرستھتیوں نے ہمیں شوک وادی بنا دیا ہے۔ آخر ہم آپس میں بیٹھ کر ہنستے بولتے تو ہیں ہی۔ ہنسنا بھول تو نہیں گئے۔ ہاں اگر کچھ دن یہی حال رہا تو سمجھو ہے کہ انپیوگ کے کارن یہ شکتی ہم سے چھین لی جائے، وکاس نہ پانے کے کارن اس کا لوپ (3) ہو جائے۔ رونے کا ٹھیکا ساہتیہ سیوا ہی کیوں لے، مزہ یہ ہے کہ ہمارے نَویُوک لیکھک جب قلم ہاتھ میں لیتے ہیں تو تُرنت پچپن سالا گمبھیر دھارن کر لیتے ہیں۔ کداچت وہ سمجھتے ہیں کہ ونود (4) ہماری شان کے خلاف ہے، چھچھورا پن ہے۔ اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں تو یہ ان کی بڑی بھاری مہاتما گاندھی کے شبدوں میں ہمالین بھول ہے۔ ہاسیہ ساہتیہ رسوں میں اگر پردھان نہیں تو ایک پردھان رس اَوشیہ ہے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ یہ پردھان رس، بلکہ اس سے بھی چار انگل اونچا ہے۔ نہ جانے سرنگار (5) کو کیوں پردھان رس مانا جاتا ہے۔ جس رس کا آرمبھ سترہ ورش سے پہلے نہیں ہوتا اور کداچت چالیس ورش کے پہلے ہی سماپت ہو جاتا ہے، اسے پردھان کیوں مانا جائے؟ ہاسیہ کیوں نہ پردھان رس مانا جائے، جس کا وکاس شیشو کے چھوٹے ماس سے ہی ہونے لگتا ہے اور جیون پرینت رہتا ہے، یہاں تک مرن شیا پر پڑا ہوا روگی بھی مرتیو سے دو چار منٹ پہلے تک ہنستا دیکھا گیا ہے آپ کہیں گے صاحب، دپتی میں ہنسی نہیں آتی۔ آتے تو کائے کوئے کر رہی ہیں، آپ کہتے ہیں ہنسیے بھلا اس دِشا میں کہیں ہنسی آتی ہے؟ ہنسی تو پیٹ بھرنے پر ہی آتی ہے۔ میں اسے نہیں مانتا۔ گاؤں کی دشا کتنی دینیہ (6)

1۔ چکتسا۔ طبابت، حکیمی 2۔ ہاسیہ پورن۔ توہین آمیز 3۔ لوپ۔ غائب 4۔ ونود۔ تفریح 5۔ سرنگار۔ آرائش 6۔ دینیہ۔ قابلِ رحم

ہے، اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بے چارے کسان پہر رات رہے سے کام کرنے لگتے ہیں اور پہر رات تک برابر کام کرتے رہتے ہیں۔ اس بیچ میں کداچت ایک بار بھی انھیں پیٹ بھر بھوجن نہیں ملتا نہ بدن پر کپڑا ہے، نہ پیٹ میں ان، نہ دیہہ پر مانس، زمینداری کی دھونس الگ، لگان کی چنتا اوپر سے۔ ایک ساگر میں ڈبکیاں کھارہے ہیں لیکن وہاں بھی ہنسی کا ابھاؤ نہیں۔ وے بھی ہنستے دیکھے جاتے ہیں، وے بھی کبھی کبھی چہل اور ونُود میں مگن ہوجاتے ہیں پر ہمارے ساہتیہ سماج پر گلانی اور دکھ کا ایسا بھاری بوجھ لدا ہوا ہے کہ ان کی قلم کے نوکوں پر ہنسی آنے کا نام نہیں لیتی۔ کیا وے قسم کھاسکتے ہیں کہ متر سماج میں وے کبھی ہنستے ہی نہیں؟ عدالتی قسم نہیں سچی گنگا جلی اٹھا سکتے ہیں؟ ہم کہہ سکتے ہیں ہنسا منشیہ ماتر کے لیے اَنیوار یہ ہے۔ آپ ہنستے ہیں اور خوب کھل کھلا کر، آپ کے قہقہے دیواروں کو ہلا دیتے ہیں۔ مگر نہ جانے کیوں قلم ہاتھ میں لیتے ہی آپ گمبھیرتا کے ساگر میں ڈوبنے اترانے لگتے ہیں۔ کم سے کم نَویُوکوں کے لیکھ میں تو ونود کی پردھانتا ہونی چاہیے۔ گمبھیر تا ان کے لیے اسُوابھاوک (1) ہے۔ ہم بوڑھے کھوسٹ رونے کے لیے کیا تھوڑے ہیں جو ہمارے نَویُوک بھی اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائے۔ نہیں صاحب، ہمیں آپ کی سہائتا کی آوشیکتا نہیں۔ ہم اکیلے اتنا رو سکتے ہیں کہ کہیے آنکھوں سے گنگا بہادیں، کہیے مہاساگر ترنگت کردیں۔ ہماری آنکھیں مہرشی اَگستیہ کے چلو سے جو بھر بھی کم نہیں ہیں۔ آپ ہمارے چھتر میں آکر ہمارے ساتھ زبردستی کرتے ہیں ہم اس چھتر کو اتنا ہی سورکشت رکھنا چاہتے ہیں جتنا ہمارے یوروپی سامراجیہ وادی بھومنڈل کو جس طرح انھیں یہ اَسہیہ ہے کہ کوئی اَنیہ جاتی ایک انگل زمین پر اپنا قبضہ جمالے، اسی طرح ہمیں بھی اَسہیہ ہے کہ نَویُوک مہاشیہ آکر ہمارے چھیتر میں ہَستک شِیپ (2) کریں۔ ہم آپ کو سمجھائے دیتے ہیں، اگر آپ مان گئے تو خیر نہیں تو جناب ہم نے بھی پولیس کا دروازہ دیکھا ہے جان پر کھیل کر ایک روپیہ مُدرا نکالیں گے اور داروغہ جی کو نظر دے کر چٹ پٹ رپٹ کردیں گے، تب آپ کو معلوم نہیں، ہم آپ کو اس کا پرمان دیں گے، آپ میں نیا جوش ہے، نیا رَکت ہے، نیا جیون ہے، نئی سپھورتی ہے، آپ اگر رونے پر اتارو ہوں گے تو پرلیے ہی کرڈالیں گے۔ پھر ہم غریبوں کے لیے کہاں جگہ رہ جائے گی، سوائے پرلوک کے۔ اس لیے ہم پر دیا کیجیے اور ویراگیہ (3)، نیراشیہ (4)، وِشاد (5) کے وِشے ہمارے لیے رزرو رکھ کر اپنے لیے ونود، پریہاس اور شوریہ (6) رکھ لیجیے۔ اس طرح ہمارے اور آپ کے بیچ سمجھوتا ہوجانے سے کلَہ کا مارگ بند ہوجائے گا۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ ورتمان جلوایو ہاسیہ کے وکاس کے انُوکول (7) نہیں۔ لیکن ہمیں اپنی پربل

1۔ اسُوابھاوک۔ غیر فطری 2۔ ہستک شیپ۔ مداخلت 3۔ ویراگیہ۔ جنگلی زندگی 4۔ نیراشیہ۔ ناامید 5۔ وشاد۔ غم 6۔ شوریہ۔ خوش حال 7۔ انوکول۔ موافق

آشاوادِتا سے اس نَی راشیہ (1) تِمر کو ہٹانا ہوگا۔ رونے کے لیے ہمارا گھر ہی کیا تھوڑا ہے کہ ہم اپنے ساہتیہ کنج میں آ کر بھی وہی رونا دھونا شروع کریں۔ ساہتیہ کاروں کا زندہ دل ہونے کی چیز لکھیے جس میں ہنسی آوے آپ لوگ تو ایسی ہی چیزیں لکھتے ہیں جسے پڑھ کر رونا ہی آتا ہے اور من اور بھی دکھی ہو جاتا ہے۔ دکھی ہردے جس چیز کا اپنے آس پاس ابھاؤ پاتا ہے اسے وہ ساہتیوں میں کھوجتا ہے، لیکن جب یہاں بھی نراشا ہوتی ہے تو وہ ساہتیہ سے بھی اُداسین ہو جاتا ہے۔ آج ہماری جنتا چارلی چپلن کی نقلیں دیکھ کر کیوں لوٹ پوٹ ہو جاتی ہے؟ جس دن اس کا تماشہ ہوتا ہے اس دن کیوں ہال ٹھسا ٹھس بھر جاتا ہے؟ اسی لیے کہ وہاں ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اپنی دکھ میں پرستھتیوں کو وسمرت کر دینے کی آشا ہوتی ہے۔ کسی بھاشا کو لیجیے، اس کے ہاسیہ چرتر ہی اس کی جان ہوتے ہیں۔ ہاں ہاسیہ سُوجنیہ (2) پُورن ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ وہاں بھی اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے جائیں، ہم اس سے وِپتی کے روگ میں گرست ہیں، ہمیں ایسی اوشدھی (3) کی ضرورت ہے جو یہ دکھ ہرے، ہمارے سنتاپ کو مٹاوے، ہمیں سنبھالے اور ایسے ساہتیہ کا اُتھان نَویُوکوں دوارا ہی ہوسکتا ہے۔ وِپتی رونے سے نہیں کٹتی۔ رونے سے تو وہ اور بھی پران گھاتک ہو جاتی ہے۔ اسے ہم ہنس کر بھی کاٹ سکتے ہیں۔ کم سے کم وِپتی کا بھار کچھ تو ہلکا ہو جاتا ہے۔ رات کو بن میں بھٹکا ہوا پتھک دیپک کی جیوتی دیکھ کر جس بھانتی اس کی اُور لپکتا ہے، اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ وپتی کے مارے ہوئے پریمی پاٹھک ساہتیہ کی اُور لپکیں۔ انھیں وشواس ہو کہ یہاں ہمارے دکھ کا بوجھ ہلکا ہوگا، ہمیں سکھ کا اَنُو بھو ہوگا، ہمارا غم غلط ہوگا۔ ہاسیہ گلپوں دُوارا یہ اُدّیش کچھ نہ کچھ اَوشیہ پورا ہوسکتا ہے۔ ہاں ہاسیہ اشلیلتا رہت، (4) نرمل، اُدار ہونا چاہیے۔ ساہتیک ہاسیہ اور سماجک ہاسیہ میں بڑا انتر ہوتا ہے۔ وہی بات جس سے متر گوشٹھی میں پیٹوں میں بل پڑ جاتے ہیں، ساہتیہ میں نِندھ ہو جاتی ہے۔ خسرو اور بیربل کی کتھائیں یوں بہت ہی ہاسیہ پورن ہیں لیکن ان میں ادھیکانش ایسی ہیں جنھیں ساہتیہ میں لانا ساہتیہ کا اپمان کرنا ہوگا۔

چاند: دسمبر 1926

1۔ نَی راشیہ تمر۔ ناامیدی 2۔ سوجنیہ پورن۔ انسانیت کے ساتھ 3۔ اوشدھی۔ سامان 4۔ اشلیلتا رہت۔ برہنگی سے خالی

ساہتیہ کی پرگتی

ساہتیہ کی سیکڑوں پری بھاشائیں کی گئی ہیں اور ان میں سے ہم اپنا مطلب نکالنے کے لیے ایک لے لیں گے، پری بھاشا ہے تو پنڈتوں کی وَستو، مگر جب گھر بنانا ہے تو نیوڈالنی پڑے گی۔ ہوا میں مکان بنا سکتے تو کیا بات تھی، لیکن ابھی وگیان وہ وِدیا نہیں جان پایا ہے۔ ساہتیہ جیون کی آلوچنا ہے، اس اُدیشیہ سے کہ ستیہ کی کھوج کی جائے۔ ستیہ کیا ہے اور اَستیہ کیا ہے، اس کا نرنے ہم آج تک نہیں کر سکے۔ ایک کے لیے جو ستیہ ہے وہ دوسرے کے لیے اَستیہ ہے، ایک شردّھالو ہندو کے لیے چوبیسوں اوتار مہان ستیہ ہیں۔ سنسار کی کوئی بھی وستو دھن دھرتی، پُتر، پتنی اس کی نظروں میں اتنی ستیہ نہیں ہیں۔ اس ستیہ کی رکشا کے لیے وہ اپنی ہی نہیں، اپنے پتروں کی آہوتی (1) بھی دے دے گا۔ اسی پرکار دیا ایک کے لیے ستیہ ہے، پر دوسرا سنسار کے سب دکھوں کا مول سمجھتا ہے اور اس لیے اَستیہ کہتا ہے۔ اسی ستیہ اور استیہ کا سنگرام ساہتیہ ہے۔ درشن (2) اور وگیان کا اُدیشیہ بھی یہی ہے۔ لیکن وہ بدھی کے راستے سے وہاں پہنچنا چاہتا ہے۔ بیچارا ساہتیہ بھی وہیں یاترا کر رہا ہے لیکن گمبھیر وِچار سے، مون نہ رہ کر، کیول مٹانے کے لیے اپنی خنجری بجا کر گاتا بھی جاتا ہے۔ یہ راستہ تو کاٹنا ہی پڑے گا، تو کیوں نہ ہنس کھیل کر کاٹوں۔ اسی دیا ستیہ پر بڑے بڑے دھرموں کی بنیاد پڑی، یہ مانوں ماٗو جاتی کی اُور سے اندر کو للکار تھی۔ ان کا سنہاشن چھوڑنے کے لیے، لیکن آج اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

یہ ستیہ اور اَستیہ کی یاترا اسی وقت سے شروع ہوئی جب سے مَنُشیہ میں آتما کا وکاس ہوا۔ اس کے پہلے تو اس کی ساری شکتیاں پرکرتی (3) سے اپنے بھوجن کے لیے لڑنے میں ہی خرچ ہو جاتی تھی۔ جب یہ چنتا لگی ہو کہ آج بچے کھائیں گے کیا یا آج رات کی سردی کاٹنے کے لیے آگ کیسے بنے، تو ستیہ اور اَستیہ کے راگ کون گاتا۔ اس وقت سب سے بڑا استیہ وہ بھوک اور ٹھنڈ تھی۔ ساہتیہ اور درشن سبھیہ جیون کے لچھن ہیں، جب ہم میں اتنا سامرتھ (4) آجائے کہ پیٹ کے سوا کچھ اور بھی سوچ سکیں، روٹی دال

1۔ آہوتی۔قربانی 2۔فلسفہ 3۔پرکرتی۔قدرت 4۔سامرتھ۔اہلیت،صلاحیت

سے نشچت ہونے کے بعد ہی کھیر اور پکوڑی کی سوجھتی۔ آدِی مَنُشیہ میں پشو پرکرتی کی ہی پردھانتا تھی۔ کیول پشوبل ہی سب سے بڑا ادھیکار تھا۔ جب منشیہ آئے دن کے کلہ (1) اور سنگھرش سے تنگ آ گیا تو طرح طرح کے نیم بنے اور متوں کی سْرشٹی ہوئی، نئے نئے ستیوں کا اَوشکار ہوا، جو پراکرتی ستیہ نہ تھے، ورن مانو ستیہ تھے۔ مَنُشیہ نے اپنے کو نیتی کے بندھنوں سے جکڑنا شروع کردیا۔ جاتیاں بنیں۔ اُپ جاتیاں بنیں اور جائداد کے آدھار پر سماج کا سنگھٹن ہوگیا۔ پہلے دس پانچ بھیڑ بکریاں اور تھوڑا اناج ہی سمپتی تھی۔ پھر اَستھاور سمپتی (2) کا اَوِر بھاؤ (3) ہوا۔ اور چونکہ مَنُشیہ نے اس سمپتی کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کی تھی، بڑے بڑے کشٹ اٹھائے تھے، وہ اس کی نظروں میں سب سے بہومولیہ وستو تھی۔ اس کی رَکشا کے لیے وہ اپنی اور اپنے پُتروں کے پرانوں کی بازی لگا سکتا تھا۔ وِواہ پرتھا کو ایسا روپ دیا گیا تھا کہ سمپتی گھر سے نہ جانے پائے۔ اور اس دُھلے اَتیت (4) سے آج تک کا مانو اِتہاس کیول سمپتی رَکشا کا اِتہاس ہے۔ تب سماج میں دو بڑے بڑے بھید ہو گئے جو سنسار کے اس سنگرام میں پَراست ہو گئے۔ انھوں نے اِیشور بھجن کا آشرے لیا اور سنسار کو مایا کہہ کر اس سے وِرَکت (5) ہو گئے۔ اور نئے نئے بندھن بننے لگے، یہاں تک کہ ہمارا اچھیتر سنکچت ہوتے ہوتے رُوڑھیوں (6) کا ایک کارا گار سا بن گیا۔ دھرم کے نام پر ہزاروں طرح کے پاکھنڈ سماج میں گھس آئے جن میں اُلجھ کر مانو سماج کی گتی رک گئی۔ اتی سب چیز کی دُکھ کر ہوتی ہے یہ پرکرتی کا نیم ہے وہی سنستھائیں جن کا نرمان سماج کے کلیان کے نیمت کیا گیا تھا، اَنت میں سماج کے پاؤں کی بیڑیاں بن گئی۔ وہی دودھ جو ایک ماترا میں امرت ہے اس ماترا سے بڑھ کر وِش ہو جاتا ہے۔ مانو سماج میں شانتی کی اَستھاپنا کرنے کے لیے جو جو یُو جنائیں سوچ نکالی گئیں وہ سبھی کالانتر میں یا تو جیرن ہو جانے کے کارن اپنا کام نہ کرسکی یا کٹھور ہو جانے کے کارن کشٹ دینے لگی۔ جو پہلے لکھپتی تھا وہ راجا بن گیا۔ پھر وہ اتنا شکتی شالی بن بیٹھا کہ اپنے کو بھگوان کا کارکن سمجھنے لگا۔ جس سے باز پرس کرنے کا کسی مَنُشیہ کو اَدھیکار نہ تھا۔ اس کی ادھیکار ترِشن بڑھنے لگی اس کی اس ترِشن پر سماج کا رَکت بہنے لگا۔ اَنت میں آدم جاتی میں اِن دِشاؤں کے پَرتی وِدروہ کا بھاؤ اُتپن ہوگیا۔ مَنُشیہ کی آتما اِن نروتھک بندھنوں کو مکڑی کے جالے کی بھانتی توڑ پھوڑ کر کے نِرمَل، سوَکش، مُکت آکاش اور وایو میں وِچرن کرنے کے لیے آتُر ہو اٹھی۔ بیچ بیچ میں کتنی ہی بار ایسے وِدروہ اٹھے۔ ہمارے جتنے مَت ہیں، وہ سب اسی وِدروہ کے اَسمرک ہیں، کِنتو اُن وِدروہوں میں کلہ کی جو مکھیہ وَستو تھی، وہ جیوں کی تیوں بنی رہی۔ سمپتی میں ہاتھ لگانے کا کسی کو یا تو ساہس ہی نہ ہوا یا کسی کو سوجھی ہی نہیں۔ جو اُن سارے دُر

1۔ کلہ۔ لڑائی، جھگڑا 2۔ استھاور سمپتی۔ غیر متبدل سرمایہ 3۔ اور بھاؤ۔ فقدان 4۔ اَتیت۔ ماضی 5۔ وِرَکت۔ خون میں سما جانا 6۔ روڑھی۔ روایت پرست

وِدَستھاؤں کا مول تھا وہ اتنے سوبھیہ (1) وَیش میں دھرم اور وِدیا مور نیتی کے آورن میں مہان بنا ہوا بیٹھا تھا کہ کسی کو اس کی اور سَندیھ کرنے کی پَریرنا نہ ہوئی۔ حالانکہ اسی کے اشارے اور سہیوگ سے سماج پرنت نئے بندھن لگائے جا رہے ہیں یہ بڑے بڑے نَیایالیہ اور یہ سامراجیہ واد اور یہ بڑے بڑے وِیاپار کے کیندر اُسی کے رَچے ہوئے کھلونے ہیں۔ یہ بِھنّ بِھنّ مت اُس کے کھلونوں کے سوا اور کیا ہیں یہ جات پات، یہ اونچ نیچ کا بھید اسی کی چھوڑی ہوئی پھلجھڑیاں ہیں۔ یہ چِکلے، جو مانو سماج کے کوڑھ ہیں اس کے رُکرُ ور وِنود (2) ہیں۔ یہ ہماری اَسنکھیہ وِدھوائیں، یہ ہمارے لاکھوں مجبور جو پشوؤں کی بھانتی جیون کاٹ رہی ہیں اسی بھان متی کے چھو منتر کی وِبھوتیاں ہیں اس نے puritanism کا کچھ ایسا نِشید ھاتمک روپ گرہن کر لیا یہ کہ جو اس سے انو، ماتر بھی وِمکھ ہو جائے اس کی خیریت نہیں۔ اس کا قانون مارشل لاء سے کہیں کٹھور کہیں جان لیوا ہے۔ اس کی اپیل کے لیے کہیں کوئی tribunal نہیں ہے۔ سارانش (3) یہ کہ اس نے جیون کو اُتنا سَنکیرن، (4) اتنا اُلجھن دار، اتنا اَنیایے پورن، اتنا سَوارتھ مے (5) اُتنا رُکرترم بنا دیا یہ کہ مانو تا اس سے بھے بھیت ہو اٹھی ہے اور اس کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے اس کے پنجوں سے نکل جانے کے لیے وہ اپنا پورا زور لگا رہی ہے۔ ان روڑھیوں نے ان بندھنوں نے ان آستیہ بادھاؤں نے برہمانڈ کی وَیاپک چیتنا میں جو دربے سے بنا دیے ہیں، جن میں بند ہو کر وہ اپنی سُوچھندتا (6) کھو بیٹھے ہیں۔ آج ہماری آتما ان دربوں کو توڑ کر اس وِیاپک چیتنا سے سامَنجسیہ (7) پراپت کرنے کے لیے اِتارو ہو گئی ہے۔ سمجھو ہے رسّی کو زور سے کھینچ کر اس کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی وہ اپنے ہی زور سے گر پڑے سمجھو ہے پنجرے میں بند پکشی کی بھانتی پنجرے سے نکل کر وہ شکاری چڑیوں کا گراس بن جائے، پر اسے گرنا منظور ہے، گراس بن جانا منظور ہے، ان دربوں میں رہنا منظور نہیں۔ سنسار کو جی کر بھی بھاگنے کی اَبادھہ لالسہ جسے صدیوں کی puritanism نے خونخوار بنا دیا ہے، سَروبھکشی بن جانا چاہتی ہے۔ نِشید دھوں کی اسے بالکل پرواہ نہیں ہے۔ وہ پاپ کو پُنیہ، اَستیہ کو ستیہ اور اَپورن کو پُورن بنا دینا ٹھان بیٹھی ہے۔ اس نے puritanism کا صدیوں تک وَیوہار کر کے دیکھ لیا ہے اور اب بنا اسے زمین میں دفن کیے اسے چین نہیں۔ جھوٹ بولنا پاپ ہے۔ کیوں پاپ ہے؟ اگر اس جھوٹ سے سماج کا اَہت ہوتا ہے، تو وہ بے شک پاپ ہے۔ اگر اس سے سماج کا کلیان ہوتا ہے تو پُنیہ ہے۔ تَرپیکش ستیہ کے اَستتو (8) کو ہی وہ سُویکار نہیں کرتی۔ چوری کو تم پاپ کہتے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ سنسار کی ساری سمپتّی بٹور کر اس پر اَیکادھیہ پتیہ جما لو۔ کوئی اسے چھوئے تو اس کے لیے جیل ہے، پھانسی

1۔ حسین سوبھیہ 2۔ کرورونود۔ تفریحی سامان 3۔ سارانش۔ مختصر 4۔ سنکیرن۔ تنگ 5۔ سوارتھ مے۔ مطلبی 6۔ سوچھندتا۔ پاکیزگی 7۔ سامنجسیہ۔ اشتراک 8۔ استتو۔ وجود

ہے۔ ہم میں اور تم میں اس کے سوا کیا اُنتر ہے کہ تم سپھل چور ہو اور ہم چور کلا میں تمھاری برابری نہیں کر سکتے۔ اس puritanism نے ہماری آتما کو کتنا شُسک کاٹھ کا سا کٹھور بنا دیا ہے کہ اس میں رس کا لوپ ہو گیا۔ گو یتا کتنی ہی سُندر اور بھاؤمئی ہو، وہ اس کا آنند نہیں اٹھا سکتی۔ اس سے واسناؤں کا اُددیپن (1) ہوتا ہے۔ چتر کلا سے اسے دشمنی ہے۔ بھلا منُشیہ کی کیا مجال ہے کہ وہ پَر ماتما کے کام میں دخل دے۔ سَرِشٹی پَر ماتما کا کام ہے۔ منُشیہ اگر نقل کرتا ہے تو اسے سولی پر چڑھا دو، پھانسی پر لٹکا دو۔ اتہاس میں ایسے دھرماتماؤں کی کمی نہیں ہے جنھوں نے پستکالیہ جلا دیے، چترالیوں کو بھومستھ (2) کر دیا، سنگیت کے اپاسکوں کو نِروانست کر دیا۔ تیرتھ اَستھانوں میں جو پشاچ لیلائیں ہوتی ہیں وہ اسی puritanism کا پَرساد ہے۔ آج بھارت میں جو پانچ کروڑ اچھوت، نو کروڑ مسلمان اور شاید ایک کروڑ اِیشیائی ہیں اور جس اَنیکیہ کے کارن راشٹر کے وکاس میں بادھائیں کھڑی ہو گئی ہیں۔ اس کا ذمہ دار اس puritanism کے سوا اور کون ہے؟ اور جگہوں میں تو پیوری ٹینزم سے زیادہ ہانی نہیں ہوتی۔ مت شراب پیو، مت مانس کھاؤ، اس کے بغیر سماج کی کوئی ہانی نہیں۔ دِرِدر دیش میں پیسے کا دُرپیوگ کسی طرح بھی چھمیہ (3) نہیں۔ لیکن اس سے پیدا ہونے والی اَبھِمپتیا تو اور بھی جگھنیہ (4) ہے۔ تیاگ اور سَنیم اَستیہ (5) ہے، اسی حالت میں جب وہ اَہنکار (6) کو نہ انکُرت ہونے دے۔ لیکن دُربھاگیہ سے ان دونوں میں کارن اور کاریہ کا سا سمبندھ پایا جاتا ہے۔ جو جتنا ہی نیتوان ہے، وہ اتنا ہی اَہنکاری بھی ہے۔ اس لیے سماج آچار وانوں کو سَندیہ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ایک شرابی یا عیاش آدمی اگر اُدار ہو، سہانو بھوتی ہو، چھما شیل ہو، سیوا بھاؤ رکھتا ہو تو سماج کے لیے وہ ایک پکے آچار وادی کِنتو انو دار، گھمنڈی، سنکیرن ہردے پُرش سے کہیں زیادہ اُپیوگی ہے۔ پیوری ٹن منو ورتّی جیسے اس تاک میں رہتی ہے کہ کس کا پاؤں پھسلے اور وہ تالیاں بجائے۔ پیوری ٹینزن اور اَنُو دارتا دو پریائے سے ہو گئے اور جہاں سیکس کا پَرشن آ جاتا ہے، وہاں تو وہ ننگی تلوار، بارود کا ڈھیر ہے۔ یہاں وہ کسی طرح کی نرمی نہیں کر سکتا۔ اسے اپنے نیموں کی کارَکشا کے لیے کسی کا جیون نَشٹ کر دینے میں ایک پرکار کا گورو یکت آنند پَراپت ہوتا ہے۔ بھوگ اس کی دِرشٹی میں سب سے بڑا پاپ ہے۔ چوری کر کے ہم سماج میں رہ سکتے ہیں، دھوکا کھا سکتے ہیں، دھوکہ دے کر، جھوٹھی گواہی دے کر، نِربلوں کو کچل کر، متر سے وِشواس گھات کر کے، اپنی استری کو ڈنڈوں سے پیٹ کر ہم سماج میں رہ سکتے ہیں، اسی شان اور اَکڑ کے ساتھ، لیکن بھوگ اَچھمیہ اَپرادھ ہے۔ اس کے لیے کوئی پَرائشچت نہیں۔ پُرشوں کے لیے چاہے کسی طرح چھما سلبھ بھی ہو جائے، کِنتو اِستریوں کے لیے چھما کے دُوار بند ہیں اور ان پر علی گڑھ والا بارہ لیور کا تالا پڑا ہوا ہے۔ اسی کا یہ پَرساد ہے کہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں آئے دن

1۔ اددیپن۔ ظہور 2۔ بھومستھ۔ خاک میں ملنا 3۔ چھمیہ۔ قابل معاف 4۔ جگھنیہ۔ گمبھیر 5۔ سنیم۔ صبر 6۔ اہنکار۔ وجود

تیر تھ اَستھانوں میں لاکر چھوڑ دی جاتی ہیں اور اس طرح انھیں کُتست (1) جیوَن بتانے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔ ہم کیول اَپرادھی کو دَنڈ دے کر سَنتُشٹ نہیں ہوتے اس کے کُٹمب کا، اس کی سنتان کا اور سَنتا توں کی بھی سنتان کا بَہشکار کر دیتے ہیں۔ ہم اِستری یا پُرش کسی کے لیے بھی وِتبھی چار کے سَمر تھک نہیں، لیکن یہ کہاں کا نیائے ہے کہ جس اَپرادھ کے لیے پُرش کو دنڈ دینے میں ہم اسمرتھ ہوں، اسی اپرادھ کے لیے کماریوں یا وِدھواؤں کو کلنکت کیا جائے؟ سَوبھا گیہ وَتیوں کو ہم نے اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ پَرستھتیاں ان کے انُوکول ہیں اور سماج انھیں دنڈ دینے میں اسمرتھ ہے جو پرش سُیم بڑے دھڑلے سے وچار کرتا ہے، وہ بھی اپنی اِستری کو پنجرے میں بند رکھنا چاہتا ہے اور یَدی وہ مانوسَو بھاؤ سے پریرِت (2) ہوکر پنجرے سے نکلنے کی اِچھا کرے، تو اس کی گردن پر چھری پھیرنے سے بھی نہیں ہچکتا۔ یہ سماجک وِشمتا (3) اُسہمیہ ہو اٹھی ہے اور وہ بڑی تیزی سے وِدروہ کا روپ دھارن کر رہی ہے۔

ان سماجک دِشاؤں کا ہم نے اس لیے سنکشپت وَرنن کیا ہے کہ جیسا ہم نے آرَمبھ میں کہا ہے ساہتیہ جیون کی آلو چنا ہے، اس اِدّیشیہ سے کہ اس سے ستیہ اور سندر کی کھوج کی جائے۔ واہیہ (4) جگت ہمارے من کے اندر پرویش کر کے ایک دوسری جگت بن جاتا ہے، جس پر ہمارے سکھ دکھ، بھے، وَسمے، رُوچی یا اَروچی کا گہرا رنگ چڑھا ہوتا ہے۔ ایک ہی تَتو بھِنَ بھِنَ ہر دیوں میں بھِنَ بھاؤ اُتپن کرتا ہے ایک آدمی اپنے لڑکے کو اس لیے پیٹ رہا ہے کہ لڑکا کھلاڑی ہے۔ من لگا کر نہیں پڑھتا۔ اس پر طرح طرح کی آلو چنائیں ہوتی ہیں۔ باپ کا دھرم ہے کہ لڑکے کو راہ چلتے دیکھے تو اسے تاڑنا دے۔ یہ سَناتن رِیتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں، لڑکا کیول اس لیے کھلاڑی ہو گیا ہے کہ اسے پریم سے پڑھایا نہیں جاتا۔ یہ باپ کا دوش ہے۔ تیسرا آدمی ایک قدم اور آگے جاتا ہے اور کہتا ہے کھیلنا لڑکوں کا سوابھاوِک دھرم ہے، یہی ان کی شِکشا ہے۔ باپ کو کوئی اَدھیکار نہیں ہے کہ وہ لڑکے کے پرا کرتک وِکاس (5) میں بادھک ہو۔ ایک چوتھا آدمی باپ کی اس تاڑ میں پُتر سنیہ کا نہیں سَوارتھ، لوبھ، دَمبھ کا رنگ جھلکتا ہوا دیکھتا ہے۔ واہیہ جگت میں اور مَنُشیہ جگت میں یہی اَنتر ہے۔ ساہتیہ کی رَچنا کرنے والے تو وہی ہوتے ہیں جو جگت گتی سے وِشیش روپ سے پَربھاوت ہوتے ہیں، جن کے من میں سنسار کو کچھ اَدھک سُندر، کچھ اَدھک اُتکرشٹ دیکھنے کی مَہتوا کانکشا ہوتی ہے۔ وہ اَسندر کو دیکھ کر جتنے دُکھی ہوتے ہیں اُتنا ہی سندر کو دیکھ کر پَرسَن ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے ہَرش یا شُوک کو اپنے من میں ہی رکھ کر سنتشٹ نہیں ہوتے وہ سنسار کو بھی اپنے ہرش یا شوک کا ایک بھاگ دینا چاہتے ہیں۔ بھاؤ کو اپنا بنا کر سب کا بنا دینا، یہی ساہتیہ ہے۔ ڈاکٹر رویندر ناتھ نے اپنے

1۔ کتست۔طوائف 2۔ پریرت۔تحریک پانا 3۔ وشمتا۔نابرابری 4۔ واہیہ جگت۔پوری دنیا 5۔ پراکرتک وکاس۔فطری ترقی

سَونۡدَریہ اور ساہتیہ نامک نبندھ میں لکھا ہے۔

''سَونۡدَریہ، بودھ جتنا وِکشت ہوتا جاتا ہے، اتنا سوتنترتا کے استھان پر سوسنگتی، اگھات کے ستھان پر آکرشن، آدھ پتیہ کے استھان پر سامانجسیہ ہمیں آنند دیتا ہے''

ہم اس میں اتنا اور ملا دیں گے' انو دارتا کی جگہ اُدارتا' بھید کی جگہ میل، گھرنا کی جگہ پریم۔

نوین ساہتیہ کی رُچی میں بالکل یہی وکاس نظر آرہا ہے۔ وہ اب آدرش چرتروں کی کلپنا نہیں کرتا۔ اس کے چرتر اب اس شرینی (1) سے لیے جاتے ہیں۔ جنھیں کوئی پیوری ٹن چھونا بھی پسند نہیں کرے گا۔ میکسم گورکی، اناتولی فرانس، رومارولا، ایچ جی ویلز آدی یوروپ کے، سُورگیہ رتن ناتھ سرشار، شرد چندر آدی بھارت کے، یہ سبھی ہمارے آنند کے چھیتر کو پھیلا رہے ہیں، اسے مانسرو ور اور کیلاش کی چوٹیوں سے اتار کر ہمارے گلی کوچوں میں کھڑا کر رہے ہیں۔ وہ کسی شرابی کو، کسی جواری کو، کسی وِشئے کو دیکھ کر گھرنا سے منھ نہیں پھیر لیتے۔ ان کی مانوتا پتیو (2) انسانیت کی شناخت میں وہ خوبیاں، اس سے کہیں بڑی ماترا میں دیکھتی ہیں، جو دھرم دھوَجا دھاریوں میں اور پَوِترتا کے پُجاریوں میں نہیں ملتی۔ برے آدمی کو بھلا سمجھ کر، اس سے پریم اور آدر کا وَیوہار کر کے اس کو اچھا بنا دینے کی جتنی سمبھاوَنا ہے، اتنی اس سے گھرنا کر کے، اس کا بہشکار کر کے نہیں۔ منشیہ میں جو کچھ سندر ہے، وِشال ہے آدرنیہ ہے، ساہتیہ اسی کی مورتی ہے۔ اس کی گود میں انھیں آشرے (3) ملنا چاہیے، جو نراشرے ہیں، جو پتت ہیں، جو انادرت ہیں۔ ماتا اس بالک سے اُدھک سے اسنیہ (4) کرتی ہے جو دُربل ہے بُدھ ہین ہے، سرل ہے سپوت بیٹے پر وہ گرو کرتی ہے۔ اس کا ہردے دکھی ہوتا ہے، کپوتوں ہی کے لیے۔ کپوتوں ہی میں وہ اپنے ماتر واتسلیہ (5) کو نکا پاتی ہے۔ بیس پچیس سال پہلے وَیشیا ساہتیہ سے بہشکرت (6) تھی۔ اگر کبھی وہ ساہتیہ میں لائی جاتی تھی، تو کیوَل اَپمانت کیے جانے کے لیے رچیتا کی پیوریٹن منورتی بنا اسے من مانا دنڈ دیے وشرام نہ لیتی تھی، اب وہ ساہتیہ میں اَپمان کی وَستو نہیں، آدر اور پریم کی وستو بن گئی ہے۔ گئو کو ہتیا کے لیے بیچنے والا اگر دوشی ہے تو خریدنے والا کم دوشی نہیں ہے، خریدنے والے کا اگر سماج میں آدر ہے تو بیچنے والے کا کیوں انادر ہو؟ ویشیا میں بیٹی پن ہے، ماتا پن ہے، پتنی پن ہے۔ اس میں بھکتی اور شردھا ہے، سہردیتا ہے۔ اس کا تو جیون ہی پرسُکھ کے لیے اَرپت ہو گیا ہے۔ وہ سماج کے گدھ کی

1۔ شرینی۔ طبقہ 2۔ مانوتا پتیو۔ انسانیت 3۔ آشرے۔ ٹھکانہ 4۔ اسنیہ۔ پیار 5۔ ماتر واتسلیہ۔ بانجھ پن 6۔ بہشکرت۔ نکال باہر کرنا

سوکتی(1) ہے۔ اس کی شوبھا اسی میں ہے کہ وہ گدھ میں گھل مل کر سمپورن گدھ کو بجیو اور چمتکرت کردے۔ سوکیتوں کو چن کر الگ کر دینے سے ان کا سوکتی پن جیوں کا تیوں رہتا ہے، سماج ششک ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایشور ہے، تو یہ دیوداسیاں حساب کے دن اس سے پوچھیں گی، ہم نے سدا پرسکھ چیشٹا کی۔ سدیو دوسرں کے زخم پر مرہم رکھا، زخمی بھی کیا، لیکن پران لینے کے لیے نہیں، بلکہ اپنا پریم inject کرنے کے لیے، کیا اس کا یہی پُرسکار تھا؟ اور ہمیں وشواش ہے، ایشور انھیں کوئی جواب نہ دے سکے گا۔ پراچین کال کی اپسرائیں تو دیوتاؤں اور رشی منیوں کی منظورِ نظر تھیں۔ ہم ان کی کل جگی بیٹیوں کا کس منہ سے انادر کر سکتے ہیں۔

ایشور کا ذکر بڑے موقع سے آ گیا۔ ساہتیہ کی نَوین پرگتی ان سے وِمکھ ہو رہی ہے۔ ایشور کے نام پر ان کے اُپاسکوں نے بھومنڈل پر جوانرتھ کیے ہیں، اور کر رہے ہیں، ان کے دیکھتے اس وِرودھ کو بہت پہلے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تھا۔ آدمیوں کے رہنے کے لیے شہروں میں استھان نہیں ہے، مگر ایشور اور ان کے متروں اور کرمچاریوں کے لیے بڑے بڑے مندر چاہیے۔ آدمی بھوکوں مر رہے ہیں، مگر ایشور اچھے سے اچھا کھائے گا، اچھے سے اچھا پہنے گا اور خوب ویہار (2) کرے گا۔ اپنی سرشٹی کی خبر لینا اس نے چھوڑ دیا، تو ساہتیہ بھی جو ایشور کے دربار میں پرجا کا وکیل ہے، صاف صاف کہہ دے گا آپ کی یہ سُوارتھ پرتاپ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ لیکن ایشور کی لیلا کچھ ایسی وِچتر ہے کہ ہم منہ سے جتنے ہی یشوروادی(3) بنتے ہیں، آتما سے اتنے ہی ایشوروادی(4) بن جاتے ہیں۔ اب تک منہ سے ایشوروادی تھے، آتما سے پکے ناستک۔ اب پرستھتی بدل رہی ہے اور سچا ایشوروادوشا کی لالیما(5) سے اُدت ہو رہا ہے۔ گھرنا ایشوروواد سے کیا پرلوچن، جہاں میل ہے، سامنجسیہ ہے، سمنوے ہے، وہی ایشور ہے۔ نقلی ایشوروواد سے آتماواد پرسپھوٹت ہو رہا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یُوکوں کا بھوراپن اور یُوتیوں کا تتلی پن بھی نوین پرگتی کا ایک لچھن ہے، جس کے ہم سمرتھک نہیں، پرانے کیول منوونود(6) کی وستو نہیں۔ وہ اس سے کہیں پوتر اور مہان ہے وہ آتم سمرپن ہے، استری کے لیے اور پُرش کے لیے بھی۔ ورتمان یوروپیہ ساہتیہ بڑے ویگ سے ابادھ پریم کی اُور جا رہا ہے۔ ویواہک میتری اور ویواہک پریکشا کی سَمسیائیں ساہتیہ میں حل کی جا رہی ہیں۔ یہ پیٹ

1۔سوکتی۔نظر 2۔ویہار۔تفریح 3۔یشوروادی۔طاقت پرست 4۔ایشوروادی۔خداپرست 5۔لالیما۔خواہش، لالچ 6۔منوونود۔ذہنی تفریح

بھروں کی سوادلپسا ہے۔سنسار کا سارا دھن کھینچ کر وے اب نشچنت ہو گئے ہیں اور نشچنت آدمی کا مکتا کی اُور نہ جائے تو کیا کرے۔ بودھک وکاس کے لیے رسکتا(1) پر ماوشیک ہے اس کی اُپیکشا کیول دربل اور رکت ہین پرانی ہی کرسکتا ہے۔ جوسوستھ ہے بلوان ہے، اس کا رسک ہونا انیوار یہ ہے،لیکن رسکتا اور کامکتا میں جوانتر ہے، اسے یورپ کا ساہتیہ بھولتا جا رہا ہے۔صدیوں کے بندھن اور نگرہ کے بعد اب جو اسے یہ وستو ملی ہے تو وہ سروبھکشی ہوجانا چاہتا ہے۔اس چھودھاٹرتا کی دشا میں اسے کھادیہ اور اکھادیہ کچھ نہیں سوجھتا۔استری اور پُروش دونوں ہی ویواہک جیون کی ذمہ داریوں سے بھاگ رہے ہیں۔اگر وہ پیورٹیزم نجم سیما کی اتیکرمن کر گیا تھا تو یہ رسکتا بھی سیما کے باہرنکلی جا رہی ہے اب تک پروش اس چھیتر میں وجے کامنا کرتا تھا اب استری بھی یورپیہ ساہتیہ میں اسی منوورتی کا پردرشن کر رہی ہے۔اس شیت پردھان دیش کے لیے سدیوائیتجنا کی ضرورت ہے۔وہاں جمے ہوئے گھی کو پگھلانے کے لیےتھوڑی سی گرمی چاہیے ہی، یہاں تو گھی یوں ہی پگھلا رہتا ہے، اس کے لیے آنچ دکھانے کی ضرورت نہیں۔رسکتا بھوجن روپی جیون کے لیے چٹنی کے سمان ہے، جو اس سوادا ور روچی کو بڑھا دیتی ہے۔کیول چٹنی کھا کر تو کوئی جیوت نہیں رہ سکتا۔

وِشے بہت بڑا ہے۔ایک چھوٹے سے بھاشن میں اس کی کافی وِیاکھیا(2)نہیں کی جاسکتی۔سماج کا ورتمان سنگھٹن دُوشت ہے۔دکھ، دردرتا، انیائے، ایشریہ، دولیش ادِی منوویکار، جن کے کارن سنسار نرک کے سمان ہو رہا ہے، ان کا کارن دوشت سماج سنگھٹن ہے۔سوشیولوجی کے ساتھ ساہتیہ بھی اسی پرشن کوحل کرنے میں لگا ہوا ہے۔

مارچ1933ء

۱۔رسکتا۔نرمی 2۔ویاکھیا۔تشریح

جیون اور ساہتیہ میں گھِرنا کا استھان

جیون میں گھِرنا کا استھان

ہِندا، کُرودھ اور گھِرنا یہ سبھی دُرگن ہیں لیکن مانو جیون میں سے اگر ان درگنوں کو نکال دیجیے تو سنسار نرک ہو جائے گا۔ یہ ہِندا ہی کا بھے ہے جو دُراچاریوں (1) پر انکُش کا کام کرتا ہے، یہ کُرودھ ہی ہے، جو نیائے اور ستیہ کی رَکشا کرتا ہے اور یہ گھِرنا ہی ہے جو پاگھنڈ اور دھورتا (2) کا دَمن کرتی ہے۔ نندا کا بھے نہ ہو، کرَودھ کا آتنک نہ ہو، گھرنا کی دھاک نہ ہو تو جیون وشرنکھل ہو جائے اور سماج نشٹ ہو جائے۔ ان کا جب ہم دُروپ یوگ کرتے ہیں، تبھی یہ درگن ہو جاتے ہیں، لیکن دُرُوپیوگ تو اگر دیا، کرُونا، اور بھکتی کا بھی کیا جائے تو وہ درگن ہو جائیں گے۔ اندھی دَیا اپنے پاتر کو پرشارتھ (3) ہین بنا دیتی ہے۔ اندھی کرونا کائر، اندھی پرشنسا گھمنڈی اور اندھی بھکتی دھورت پرکرتی جو کچھ کرتی ہیں، جیون کی رکشا ہی کے لیے کرتی ہے۔ آتمارکشا پرانی کا سب سے بڑا دھرم ہے اور ہماری سبھی بھاوَنائیں اور منُوورتیاں اسی اُدّیشیہ کی پورتی کرتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ وہی وِش جو پرانوں کا ناش کرسکتا ہے، پرانوں کا سنکٹ بھی دور کرسکتا ہے۔ اوسر اور اوستھا کا بھید ہے، منشیہ کو گندگی سے، درگند سے جگھنیہ وستوؤں سے کیوں سوابھاوک گھِرنا ہوتی ہے؟ کیول اسی لیے کہ گندگی اور درگند سے بچے رہنا اس کی آتمارکشا کے لیے آوشیک ہے۔ جن پرانیوں میں گھِرنا کا بھاوَوکست (4) نہیں ہوا، اس کی رکشا کے لیے پرکرتی نے ان میں دبکتے، دم سادھ لینے یا چھپ جانے کی شکتی ڈال دی ہے۔ منشیہ وکاس چھیتر میں اَنّتی کرتے کرتے اس پد کو پہنچ گیا ہے کہ اسے ہانی کر وستوؤں سے آپ ہی آپ گھرنا ہو جاتی ہے۔ گھرنا کا ہی اُگر روپ بھے ہے اور پرشکرت روپ وویک۔ یہ تینوں ایک ہی وستو کے نام ہیں، ان میں کیول ماترا کا انتر ہے۔

تو گھرنا سوابھاوک منوورتی ہے اور پرکرتی دُوارا آتم رکشا کے لیے سرجی گئی ہے یا یوں کہو کہ وہ آتم

1۔ دراچاریہ۔ براسلوک 2۔ دھورتا۔ چالاکی، شاطرانہ پن 3۔ پرشارتھ ہین۔ نامردی 4۔ وکست۔ ترقی یافتہ

رکشا ہی ایک روپ ہے۔ اگر ہم اس سے ونچت ہو جائیں تو ہمارا استو (1) بہت دن نہ رہے۔ جس وستو کا جیون میں اتنا مُولیہ ہے، اسے شتھل (2) ہونے دینا، اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنا ہے۔ ہم میں اگر بھے نہ ہو تو ساہس کا اُدے کہاں سے ہو۔ بلکہ جس طرح گھرنا کا اُگر روپ بھے ہے، اسی طرح بھے کا پرچنڈ روپ ہی ساہس ہے۔ ضرورت کیول اس بات کی ہے کہ گھرنا کا پری تیاگ کر کے اسے وویک بنا دے۔ اس کا ارتھ یہی ہے کہ ہم ویکتیوں سے گھرنا نہ کر کے ان کے برے اچرن سے گھرنا کریں۔ دھورت سے ہمیں کیوں گھرنا ہوتی ہے؟ اسی لیے کہ اس میں دھورتا ہے۔ اگر آج وہ دھورتتا کا پری تیاگ کر دے تو ہماری گھرنا بھی جاتی رہے گی۔ ایک شرابی کے منھ سے شراب کی درگندھ آنے کے کارن ہمیں اس سے گھرنا ہوتی ہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب اس کا نشہ اتر جاتا ہے اور اس کے منہ سے دُرگندھ آنا بند ہو جاتی ہے تو ہماری گھرنا بھی غائب ہو جاتی ہے۔ ایک پاکھنڈی پجاری کو سرل گرامینوں کو ٹھگتے دیکھ کر ہمیں اس سے گھرنا ہوتی ہے، لیکن کل اسی پجاری کو ہم گرامینوں کی سیوا کرتے دیکھیں تو ہمیں اس سے بھکت ہو گی۔ گھرنا کا اُدیشیہ ہی یہ ہے کہ اس سے برائیوں کا پرشکار ہو۔ پاکھنڈ، دھورتا، انیائے، بلاتکار اور ایسی ہی انیہ دُشپرورتیوں (3) کے پرتی ہمارے اندر جتنی ہی پرچنڈ گھرنا ہو اتنی ہی کلیان کاری ہو گی۔ گھرنا کے شتھل ہونے سے ہی ہم بہودھا سُیم انھی برائیوں میں پڑ جاتے ہیں اور سویم ویسا ہی گھرنت ویوہار کرنے لگتے ہیں۔ جس میں پرچنڈ گھرنا ہے، وہ جان پر کھیل کر بھی ان سے اپنی رکشا کرے گا اور تبھی ان کی جڑ کھود کر پھینک دینے میں وہ اپنے پرانوں کی بازی لگا دے گا۔ مہاتما گاندھی اسی لیے اچھوت پن کو مٹانے کے لیے اپنے جیون کا بلیدان کر رہے ہیں کہ انھیں اچھوت پن سے پرچنڈ گھرنا ہے۔

ساہتیہ اور کلا میں گھرنا کی اُپیوگتا

جیون میں جب گھرنا کا اتنا مہتو ہے تو ساہتیہ کیسے اس کی اُپیکشا (4) کر سکتا ہے، جو جیون کا ہی پرتی بمب (5) ہے مانو ہر دے آدی سے ہی ''سو اور کو'' کا رنگ اسپھل رہا ہے۔ اور ساہتیہ کی سرشٹی ہی اسی لیے ہوئی کہ سنسار میں جو سویا سندر ہے اور اس لیے کلیان کر ہے اس کے پرتی منشیہ میں پریم اُتپن ہو اور کو یا اُسندر اور اس لیے استیہ وستوؤں سے گھرنا ساہتیہ اور کلا کا یہی مکھیہ اُدیشیہ ہے۔ 'کو اور سو' کا سنگرام ہی ساہتیہ کا اتہاس ہی۔ پراچین ساہتیہ، دھرم اور ایشور دروہیوں کے پرتی گھرنا اور ان کے انویائیوں کے پرتی شردھا (6) اور بھکتی کا بھاؤ

1۔ استو۔ وجود 2۔ شتھل۔ منجمد 3۔ دُشپرورتی۔ برا ویوہار 4۔ اپیکشا۔ توہین، نظر انداز کرنا 5۔ پرتی بمب۔ عکس 6۔ شردھا۔ شوق

کی شرشٹی کرتا رہا۔ نوین ساہتیہ سماج کا خون چوسنے والوں، رنگے سیاروں، ہتھکنڈے بازوں اور جنتا کے اگیان سے اپنا سوارتھ سدھ کرنے والوں کے وِرُدھ اتنے ہی زور سے آواز اٹھا رہا ہے اور دِینوں،(1) دلتوں انیائے کے ہاتھوں ستائے ہووں کے پرتی اتنے ہی زور سے سہانو بھوتی اُتپن کرنے کا پریتن کر رہا ہے۔ سمبھو ہے وہ بھاؤ کتا(2) کی ترنگ میں اور کٹھور ستیہ کی اُور سے آنکھیں بند کر کے سنسار میں کرانتی مچا دینے کا سُو پَن دیکھ رہا ہو۔ سمبھو ہے جنھیں وہ درِدرتا کے کارن سہانو بھوتی کا پاتر سمجھ رہا ہے، ان کی ساری برائیوں کو دُروستھا اور درِدرتا کے سر مڑھ رہا ہے۔ وے اتنے بھولے بھالے پرانی نہ ہوں، پر وہ نو یگ کا سورگ سوپن دیکھنے میں اتنا مگن ہے کہ اس سے اسے کسی بادھا و گھن کی اور دھیان دینے کا اوکاش نہیں ہے۔ لیکن ان کلا کاروں کا ادیشیہ کیا یہ تھا کہ وے کسی ویکتی یا سماج کے پرتی گھرنا پھیلائیں؟ وے ویکتیوں کے شترو نہیں ہیں، نہ وے دویش(3) یا ایشریا(4) کے کارن ساہتیہ کی رچنا کرتے ہیں۔ وے ان پرستھتیوں اور پرورتیوں کے شترو ہیں، جن کے ہاتھوں ایسے ویکتی اتپن ہوتے ہیں۔ ویکتیوں سے انھیں اتنا ہی پریم ہے، جتنا اپنے کسی بھائی سے ہوسکتا ہے جن سودخور مہاجنوں یا مزدوروں کے پسینے کی کمائی پر موٹے ہونے والے مل مالکوں کے پرتی وہ اپنی کرتیوں میں زہر اگلتا ہے، انھی کو سنکٹ میں دیکھ کر وہ اس کی سیوا کرنا اپنا مہو بھاگیہ سمجھے گا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ غریب خود اپنی سوارتھ اندھتا کے ہاتھوں دکھی ہیں اور اپنی دھن لپسا کے شکار ہو کر غریبوں کو ستا رہے ہیں۔ اسے ان سے سہانو بھوتی (5) ہے، پر ان پرستھتیوں کے ساتھ وے بالکل سمجھوتا نہیں کر سکتے، ہوسکتا ہے ان میں کچھ ایسے بھی ہوں جنھیں سودخور کے ہاتھوں کشٹ اٹھانے پڑے ہوں، سمبھو ہے انھی کے ہاتھوں ان کا سروناش ہو گیا ہو، لیکن اگر وہ کلا کار ہے، تو اس میں اتنی چھمتا اوشیہ ہوگی کہ وہ ویکتی وشیش پر دل کا غبار نکالنے نہ بیٹھے گا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سودخوری کے پرتی اس کی لیکھنی زیادہ تیور اور پینی ہو جائے ان پکتیوں کے لیکھک ہی کے وشے میں ایک کرپالو آلو چک(6) نے یہ آکچھیپ کیا ہے کہ اس نے اپنی رچناؤں میں برہمنوں کے پرتی گھرنا کا پرچار کیا ہے۔ اول تو اسے کسی برہمن کے ہاتھوں کوئی کشٹ نہیں پہنچا اور مان لو کسی برہمن نے اس پر ڈگری کر کے اس کا گھر نیلام کرا لیا ہو، یا اسے سر بازار گالی دے دی ہو تو اس لیے وہ سمست برہمن سمودائے کا دشمن کیوں ہو جائے گا؟ جیون میں آدمی کو سبھی طرح کے انو بھو ہوتے ہیں۔ پر ایہ سبھی سمودایوں(7) میں اس کے متر بھی ہو سکتے ہیں اور شترو بھی، پھر وہ کسی ایک سمودائے کو کیوں چن کر انھیں کے پرتی گھرنا پھیلائے گا؟ ہاں، چونکہ دھرم کے نام پر اپنا الو سیدھا کرنے والے، شردھ کی آڑ میں شردھالوؤں کو نوچنے

1۔ دینوں۔ غریبوں 2۔ بھاؤ کتا۔ معنویت 3۔ وودیش۔ نفرت 4۔ ایشریا۔ نفرت 5۔ سہانو بھوتی۔ ہمدردی
6۔ آلو چک۔ ناقد 7۔ سمودایوں۔ قبیلوں

والے گیا میں مسلمانوں اور چماروں تک سے پنڈ ادان کا سنسکار کرنے والے اور نا نا پرکار سے دھرم کا پاکھنڈ جتنے والے اس سمودائے کے لوگ ہیں، جو در بھا گیہ وش برہمانڈ کہے جاتے ہیں، پر جو برہمانڈ (1) سے اتنا ہی دور ہے، جتنا نرک سے سورگ، اس لیے کوئی لیکھک، جو ساج میں سد ویو ہار اور سد دھرم اور راشٹری ایکیہ کا راج دیکھنا چاہتا ہے، ان کی اُپیکشا نہیں کرسکتا۔ کون سا اتنا سوابھی مانی بھارتی ہے جو پراتہ کال ایک آدمی کو اپنے کو برہمن بتا کر بھیک مانگتے دیکھ کر لجا سے سر نہ جھکا لے گا۔ یہ اس سمودائے کو بدنام کرنے والے لوگ ہیں، جنھوں نے سچے جیون اور سچے وچاروں کی سر یتا بہائی تھی، جو ہندو ساج کے پتھ پردرشک (2) تھے۔ ان کا یہ پتن! لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ وہ غریب ایسی پرستھتیوں میں پلا ہے، جہاں بھکشا مانگنا لجا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ساج میں جتنا انیتی ہے ان میں سب سے گھرنت دھارمک پاکھنڈ اور دھورتا ہے۔ چوری، بدمعاشی، رشوت، دغا، جھوٹا ان درگنوں کا کسی ساج وِشیش سے سمبندھ نہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ادھک تر کائستھ پٹواری اور قانون گو ہوتے تھے، یہ بھی بہار اور یوپی کے پوربی بھاگ میں، شاید بندیل کھنڈ میں بھی، لیکن اب وہ بات نہیں رہی۔ اس لیے کیول قانون گو اور پٹواری کہہ دینے سے کائستھ کا بودھ نہیں ہوتا، نہ بنیا کہہ دینے سے کسی وِشیش سمودائے کا بودھ ہوتا ہے۔ اب تو جو دوری دکان کرتے تھے وہ پٹواری ہے جو پٹواری تھے وہ دوری دکان کرتے ہیں۔ کیول پنڈت یا پجاری ہی ایسا شبد ہے جس سے در بھا گیہ وش برہمن کا بودھ ہو جاتا ہے اور یہ کہنا بڑی دور کی کوڑی لانا ہے کہ جو اس پاکھنڈ چار کے پرتی گھرنا پھیلاتا ہے، وہ برہمن جاتی کا دُروہی ہے۔ برہمنتوں کی آڑ میں یہ پاکھنڈا چار دیکھ کر جتنی گلانی (3) ان پنکتیوں کے لیکھک کو ہوسکتی ہے، اس سے کہیں زیادہ سُیم انھیں ہوتی ہے، جو واستو میں برہمن ہیں۔ لیکھک کو اپنے پچپن سالہ جیون میں ایسا کوئی برہمن نہیں ملا جس نے اس پاکھنڈ آچرن کو گھرنا کی درشٹی سے نہ دیکھا ہو۔ لیکھک کی درشٹی میں برہمن کوئی سمودائے نہیں، ایک مہان پد ہے جس پر آدمی بہت تیاگ، سیوا اور سداچرن (4) سے پہنچتا ہے۔ ہر ایک تلکے پنتھی پجاری کو برہمن کہہ کر ہمیں اس پد کا اپمان نہیں کرسکتا۔ اس وکرت (5) دھرموپ جیوی آچرن کے ہاتھوں ہمارا سماجک آہت (6) ہی نہیں، کتنا راشٹری آہت ہو رہا ہے، یہ ورناشرم سوراجیہ سنگھ کے ہتھ کنڈوں سے ظاہر ہے۔ ایسی اسماجک اراشٹری، آمانوشی، بھاوناؤں کے پرتی جتنی ہی گھرنا پھیلائی جائے، وہ تھوڑی ہے۔ کیول بھاوناؤں کے پرتی ویکتی کے پرتی نہیں، کیونکہ ورناشرم دھرم کے سنچالک ہمارے ویسے ہی بھائی ہیں، جیسے آلوچک مہودے کے۔

1۔ برہمانڈ۔ کائنات 2۔ پردرشک۔ راہنما 3۔ گلانی۔ تکلیف 4۔ سداچرن۔ اچھی فطرت 5۔ وکرت۔ خودساختہ
6۔ آہت۔ نقصان

بس اس وشے میں کچھ اور لکھنے کی ضرورت میں نہیں سمجھتا۔ میں نے اپنی پوزیشن بتلا دی، اگر اس پر بھی کوئی سجن مجھے برہمن دروہی کہے جائے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ میں اسے دویش اور دل کا غبار سمجھ لوں گا۔ اسی آلوچنا میں آلوچک مہودے نے دو ایک اور مزے دار باتیں کہی ہیں مثلاً یہ کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں جو کچھ اچھا ہے وہ مال مسروقہ ہے، جو کچھ برا ہے وہ میرا ہے، یا یہ کہ میں نے دوسروں کی خوشامد کی ہے۔ وے مجھے اُپنیاس یا او پنیاس سمراٹھ کہے (اور سمجھو ہے اس طرح کی میری کوئی درخواست آلوچک مہودے کی سیوا میں بھی پہونچی ہو) یا یہ کہ میں ایک متر کے آگرہ کرنے پر بھی کیول اس لیے شانتی نکیتن نہیں گیا کہ مجھے سُیم ڈاکٹر رابندر ٹیگور نے نہیں بلایا تھا اور یہ کہ مجھے بنگال کا کوئی کتا بھی نہیں جانتا، یہ سب بچوں کی سی باتیں ہیں، جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ ہاں اتنا نویدن کر دینا چاہتا ہوں کہ آلوچک مہودے، یا ان کے کوئی انیہ متر سمراٹھی کا مکٹ دھارن کرنا چاہے، تو میں بڑی خوشی سے اسے ان کو بھینٹ کر دوں گا۔ اس کے لیے انھیں وِشیش آندولن اور وِدروہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں دل سے تو نہیں چاہتا کہ اپنا بہُومولیہ مکٹ انھیں یا ان کے متروں کو دے دوں لیکن یدی میرے پاس اس طرح کا کوئی ڈیپوٹیشن آوے گا تو اَنِچھا سے ہی سہی، پر زیادہ ہیچڑ پیچڑ نہ کروں گا، کیوں کہ میں سمے کی رفتار پہچانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس ڈکٹیٹر شپ کے زمانے میں مکٹ کوئی لبھاؤنی وستو نہیں ہے۔

دسمبر 1933ء

ہلدی کی گانٹھ والا پنساری

ایک آدمی کو ہلدی کی کہیں ایک گانٹھ مل گئی تو اس نے سمجھا اب میں پنساری ہو گیا، 'سرسوتی'، کے سمپادک ٹھاکر شری ناتھ سنگھ بھی کچھ اسی دماغ کے آدمی ہیں۔ آپ نے زندگی میں لے دے کر ایک اپنیاس لکھا 'الجھن'۔ اور اب انھیں یہ وہم ہو گیا ہے کہ لوگ ان کے اس اُپنیاس کے آدھار پر کہانیاں، ناٹک، ڈرامے لکھنے لگے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی اسی اپنیاس کے آدھار پر تھوڑا سا پری ورتن کر کے، 'جیون کا شاپ' نام کی کہانی لکھ ڈالی۔ مجھے کچھ دنوں سے شری ناتھ سنگھ کی الول جلول باتیں سن کر یہ بھے ہونے لگا ہے کہ انھیں خفقان یا مالیخولیہ ہو گئی ہے، اور اگست کی سرسوتی میں آپ کا پریم چند جی کی رچنا چاتری کا ایک نمونہ نامک لیکھ پڑھ کر میرا وہ بھے وشواس بن گیا۔ میں ان سے نمرتا (1) سے عرض کروں گا کہ وہ جلدی کسی ہوشیار چکتسک (2) سے پرامرش (3) کریں ورنہ شاید روگ اور بھی بھینکر روپ دھارن کر لے۔ مالیخولیہ کے لچھن یہی ہیں کہ اس کا روگی سمجھتا ہے لوگ اس کا مال اسباب ڈھوئے لیے جاتے ہیں اور وہ اندھے کتے کی بھانتی بتاسے بھونکنے لگتا ہے۔ شری ناتھ سنگھ میں ایک وِشیش لچھن اور ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ان سدھانتوں اور آدرشوں کو بھی، جو چرکال (4) سے ساہتیہ کا آدھار بن چکے ہیں، اپنی چیز یا ملکیت سمجھ بیٹھتے ہیں اور واویلا مچانے لگتے ہیں۔ پریم کی وجینی (5) شکتی کوئی نئی آوِشکار نہیں ہے، وہ اتنی ہی چرنتن ہے جتنا ساہتیہ۔ لیکن ہمارے ٹھاکر صاحب سمجھ رہے ہیں کہ یہ ان کے دماغ کی اپج ہے اور اب کی ساہتیہ سمّیلن میں آپ بھی پنڈت رام چندر شکل کے اس کا اُلیکھ کرتے سمے للکار اٹھے 'یہ میرے لیکھ کی چوری ہے، اس بھلے آدمی کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ مان نیہ شکل جیسا سدھانت سے اتنے ہی پریچت ہیں جتنا کسی بھی ساہتیہ کار کو ہونا چاہیے اور وہ ان کا اپمان کر کے اپنا ہی اپمان کر رہا ہے۔ مگر یہاں تو یہ نیتی ہے بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

1۔ نمرتا۔ نرمی کے ساتھ 2۔ چکتسک۔ طبیب، حکیم ڈاکٹر 3۔ پرامرش۔ مشورہ 4۔ چرکال۔ زمانہ قدیم 5۔ وجینی۔ فتح کرنے والی

’سرسوتی‘میں یہ لیکھ لکھنے کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرسوتی، کے بھولے بھالے پاٹھکوں کے سامنے ’اُلجھن کی بھرپیٹ پرشنسا (1) کی جائے اور یہ دکھایا جائے یہ رچنا اتنے اونچے درجے کی ہے کہ پریم چند جی نے بھی اسے پڑھا اور پڑھا ہی نہیں اس سے اتنا پربھاوِت ہوئے کہ اس کے آدھار پر کہانی لکھ ڈالی۔ میں انھیں لیکھوں کی رچنائیں پڑھتا ہوں جن کی پرتبھا (2) کا میں قائل ہوں، جو اپنی رچنائیں مجھے بھینٹ کرتے ہیں اور ان پر میری سمّتی مانگتے (3) ہیں۔ ٹھاکر صاحب نے اپنی رچنا مجھے بھینٹ نہیں کی اور ان کی پرتبھا کا میں کبھی قائل نہیں رہا۔ میں انھیں کلاکار سمجھتا ہی نہیں، وہ اس معنی میں کشل سمپادک ہیں کہ لیکھکوں سے ’سرسوتی‘ کے اچھے گیٹ اپ کے آدھار پر انگریزی میں لیکھ لے کر انُوادکر ڈالتے ہیں۔ بس اس کے سوا میں نے انھیں اور کچھ نہیں سمجھا۔ ان کی رچناؤں میں میں نے کیول یہ بال کویتا سنی ہے دو بھائیوں والی، جو پیٹینٹ ہو چکی ہے، اور جسے آپ بڑی شان سے ہر ایک سمّیلن میں سنایا کرتے ہیں اور جو کسی انگریزی کویتا کا انُوادیا چھایا ہے۔ ہر یک ایرے غیرے نتھو خیرے کی رچنا پڑھنے کے لیے میرے پاس سمے نہیں ہے۔

’جیون کا شاپ‘ اور ’الجھن‘ میں آپ نے جو سادرشیہ (4) دکھایا ہے اسے پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ اگر دونوں میں یہی بات ہے کہ دونوں کے ہیرو غریب، وِدوان، مختی اور سنتوشی (5) ہیں اور ان کی پتنیاں کٹو بھاشی ہیں اور دونوں کے اُپ نایک دھنی ویاپاری ہیں اور ان کی مہیلائیں پتی سے اَسنتشٹ ہیں تو میں کہوں گا کہ ٹھاکر صاحب نے میرے، سیوا سدن، سے پلاٹ بھی اڑایا ہے، چرتر بھی اور سمسیا بھی۔ وہاں بھی نائیکا اپنے پتی کے دردِرتا سے اَسنتشٹ ہے اور پنڈت پدم سنگھ شرما کے گھر بہت آتی جاتی ہے۔ لیکن میں نے ’الجھن‘ پڑھا ہوتا تب بھی یہ اُچھیپ نہ کر سکتا، کیوں کہ ایسے پرسنگ آئے دن کے جیون کی باتیں ہے، روز دیکھنے میں آتی ہے اور ان پر کسی لیکھک کی مُہر نہیں ہے۔ مگر ہمارے ٹھاکر صاحب بے چارے اس مالیخولیہ سے مجبور ہیں۔ کیا کریں پارک کا دِرشیہ، سیوا سدن میں بھی ہے، اُلجھن میں بھی، نائیکا کو، سیوا سدن میں بھی ہے، اُلجھن میں بھی۔ اس لیے میں یدی کہوں کہ ’اُلجھن‘ سیوا سدن کی بھدّی نقل ہے تو کچھ نیائے سنگت ہو سکتا ہے کیوں کہ ٹھاکر صاحب نے سیوا سدن پڑھا بھی ہے اور اس کی پرشنسا بھی کر چکے ہیں، یدّپی اب وہ اس کی نندا کر سکتے ہیں۔

مگر ’جیون کا شاپ‘ میں جو سمسیا پیش کی گئی ہے وہ ہمارے ٹھاکر صاحب کی پکڑ میں نہ آئی۔ ’اُلجھن‘ میں وِواہ کی بے جوڑتا کی سمسیا ہو گئی، جیسی سیوا سدن میں ہے، جس کی وہ نقل ہے، لیکن ’جیون کا شاپ‘

1۔ پرشنسا۔ تعریف 2۔ پرتبھا۔ صلاحیت 3۔ سمتی۔ رائے 4۔ سادرشیہ۔ سہانا منظر 5۔ سنتوشی۔ قانع

میں بالکل نئی سَمسیا ہے، جسے ٹھاکر صاحب سمجھ تک نہیں سکے، اس کا آوشکار کیا کرتے؟ 'جیون کا شاپ' پتنیوں نے اپنے پتیوں کو تیاگ نہیں دیا ہے بلکہ سابق دستور اپنے پتنیوں کے ساتھ ہیں۔ کٹو بھاشنی اپنے دَرِدْرِ اور وِدوان پتی کے پاس آجاتی ہے اور وِلاسنی اپنے دَھن وان پتی کے پاس۔ سَمسیا جو ہے وہ کٹو بھاشنی کے اِن شبدوں میں ہے۔

''چپکے سے جا کر شیریں بانو (دَھن وان کی پتنی) سے کہو کہ جا کر آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے۔ سُکھ کبھی سَمپُورن نہیں ملتا۔ وِدھی اِتنا گھور پکشپات نہیں کرسکتی گُلاب میں کانٹے ہوتے ہی ہیں۔ اگر سُکھ بھوگنا ہے تو اُسے اُس کی دُوشوں کے ساتھ بھوگنا پڑے گا۔ ابھی وِگیان نے ایسا کوئی اُپائے نہیں نکالا کہ ہم سُکھ میں کانٹوں کو الگ کرسکیں۔ مُفت کا مال اُڑانے والوں کو عیاشی کے سوا اور کیا سوجھے گی۔ دَھن اگر ساری دُنیا کا وِلاس نہ مول چاہے تو وہ دَھن ہی کیسا؟ شیریں کے لیے بھی دُوار نہیں کھلے ہیں جو شاپور جی (دَھن وان پتی) کے لیے کھلے ہیں۔ اس سے کہو شاپور جی کے گھر میں رہے، ان کے دَھن کو بھوگے اور بھول جائے کہ وہ شاپور کی اِستری ہے، اُسی طرح جیسے شاپور بھول گیا ہے کہ وہ شیریں کا پتی ہے۔ جلنا اور کڑھنا چھوڑ کر آنند لوٹے .... یہی دھن کا پرَساد ہے۔ عیاش مرد کی اِستری اگر عیاش نہ ہو تو یہ اس کی کائیرتا ہے لت خور پن ہے۔''

''کاوس جی نے چکِت (1) ہو کر کہا۔ لیکن تم بھی دَھن کی اُپاسک (2) ہو؟ گلشن نے لجّت ہو کر کہا یہی تو جیون کا شاپ ہے۔''

اس اُدھرن سے پاٹھک سمجھ جائیں گے کہ یہاں تک کس وستو کو جیون کا شاپ کہا گیا ہے۔ جیون کا شاپ ضرورت سے زیادہ دَھن ہے جو شدید عیاشی کی اُور لے جاتا ہے۔ گلشن کا اپنے دَرِدْرِ پتی پر وِشواس نہیں ہے وہ کہتی ہے آج تمھیں کہیں سے دھن مل جائے تو تم بھی شاپور بن جاؤ گے، نشچے کاوس جی شنکا کرتے ہیں تو شاید تم بھی اپنے بچائے ہوئے مارگ پر چلو گی؟

گلشن جواب دیتی ہے شاید نہیں، اَوشیہ۔

میں نے اپنی ایک بڑی پُستک، کایا کلپ، اور درجنوں، گلپوں میں دَھن کو جیون کی شاپ سِدّھ کیا ہے۔ جو وہ وَاستو میں ہے۔ دَھن اور وِلاس جڑوا ہیں، الگ نہیں رہتے۔ جیون کا سُکھ دَھن میں نہیں۔ سنتوش اور نِگرہ میں ہے۔ یہ کوئی نیا آوشکار نہیں۔ ہمارا ساہتیہ اس پرَسنگ سے بھرا پڑا ہے، مگر جیون میں ایسے کتنے ہی سَتیہ ہیں جو ہمیشہ سَتیہ رہتے ہیں اور بار بار دُہرانے سے ان کی سَتیتا (3) میں کمی نہیں پڑتی۔

1۔ چکت۔ متحیر 2۔ اپاسک۔ پروکار 3۔ ستیتا۔ سچائی

میں نے اس کا ایک نئے رُوپ میں اُپیوگ کیا ہے اور یہی میرا دھے (1) ہے۔

اَنت میں اپنے متر ٹھاکر صاحب سے کہوں گا کہ اس طرح کی بے سر پیر کی باتوں سے اپنے پتر کے پنے بھر کر وہ اپنے کو ہاسیاسپد (2) نہیں بناتے۔ بلکہ ہندی کے سبھی لیکھکوں کو لجّت کرتے ہیں، کیوں کہ ایک مچھلی سارے تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔ اَنیہ بھاشاؤں کے لوگ جب دیکھتے ہوں گے کہ ہم ہندی میں ایسے ایسے سَمپادک بھی ہیں جنھیں ساہتیہ کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں معلوم، تو ان کی نظر میں ہندی ساہتیہ کا اَستھان اَوشیہ گر جائے گا۔ جس وِیکتی نے تین سو سے اوپر کہانیاں اور لگ بھگ پچیس اُپنیاس اور سیکڑوں لیکھ لکھ ڈالے، وہ اپنے اندر کچھ رکھتا ہے اور جب وہ دن آئے گا کہ اس کا مستشک نِکمّا ہو جائے اور اُسے ٹھاکر صاحب جیسے ٹُٹ پونجیوں کی رچناؤں کا آدھار لینا پڑے تو وہ لکھنا بند کر دے گا۔ 'اُلجھن' میں وِواہ کی سَمسیا جس طرح ٹھاکر صاحب نے اس لیکھ میں حل کی ہوئی دِکھائی ہے۔ اَرتھات پتنیوں کا ادل بدل، یہ پچھم کے نِکرشٹتم آدرشوں کی صاف نقل ہے۔ انھوں نے اس کے گُن دوش پر وِچار نہیں کیا۔ شاید اس کی ان میں یوگیتا ہی نہیں ہے۔ وہ مجھ پر پچھم کی غلامی کا آکشیپ (3) کرتے ہیں، مگر میں نے آدرش کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ سمجھنا کہ Modrenism جو کچھ کہتا ہے وہ اپنی اُپیوگیتا کا پرِ یچے دیتا ہے۔ جیون پتنیوں کے ادل بدل سے سُکھی نہ ہوگا آج جو اِستری آپ کو دیوی جنچتی ہے، بہت سمبھو ہے کہ کل وہ آپ کی نظروں میں گر جائے۔ آج جو پُرش دیوتا سا لگتا ہے کل کو راکشش بن سکتا ہے۔ یہ وَیواہِک سَمسیا سنتوش اور وِدرِت (4) کے آدھار پر ہی حل ہو سکتی ہے۔ ٹھاکر صاحب کو وِدِت ہونا چاہیے کہ کھیاتی (5) سادھنا (6) اور سَتِت (7) پر شرم تتھا اِیشور دتّ پرتبھا ان تینوں کے سَمنوے (8) سے ملتی ہے، اس طرح دوسروں کی کیرتی کو مٹانے سے نہیں کیچڑ پھینکنے سے نہیں، جھوٹے اِنٹرویو چھاپنے سے نہیں، بھری سبھا میں چیخ پکار مچانے سے نہیں۔ اگر ان میں یہ تینوں باتیں نہیں ہیں تو وِیرتھ ساہتیہ کے پیچھے کیوں لٹھ لیے پڑے ہیں۔ کینویسنگ میں اس سے زیادہ پیسے مل سکتے ہیں۔

بھارت، 11 اگست، 1935ء

1۔ دھے۔ مقصد 2۔ ہاسیاسپد۔ لائق توہین، توہین آمیز 3۔ آکشیپ۔ لاگو کرنا 4۔ ودت۔ ظاہر 5۔ کھیاتی۔ شہرت 5۔ سادھنا۔ ورد کرنا 6۔ ستت۔ سچائی 7۔ سمنوے۔ اشتراک 8۔ کینویسنگ۔ پرچار

پریم چند کی پریم لیلا کا اُتر

کئی سال ہوئے ناگری پرچارنی پتریکا میں کسی مراٹھی لیکھ کے آدھار پر ایک ہندی لیکھ پرکاشت ہوا۔ مجھے وہ لیکھ بہت اچھا معلوم ہوا۔ میں نے اُس کا ٹوٹا پھوٹا انُوواد اُردو میں کرکے 'زمانہ' میں 'ہنسی' کے نام سے چھپوادیا۔ 'زمانہ' کے سَمپادک کو اس کے انُوواد ہونے کی اطلاع بھی دے دی۔ میرا ابھپرائے یہ کداپِ نہیں تھا، میں اُس ہندی یا مراٹھی لیکھ کے یش (1) کا اپہرن کرلوں۔ اس طرح نوچ کھسوٹ کرنے سے کیرتی نہیں ملتی۔ کیرتی بہت ہی دُرلبھ وستو ہے اور میں اِتنا بڑا مند بُدھی نہیں ہوں کہ اِدھر اُدھر سے ترجمے کرکے اپنی کیرتی بڑھانے کا پریتن کروں۔ جس میں مَولِک لکھنے کی شکتی ہے وہ انُوواد کرتا ہی نہیں اور نہ انُوواد سے یش کمانے کی اَبھلاشا ہی (2) ہوتی ہے۔ میں نے اپنے ساہتیک جیون کے آرمبھ کال میں ضرور انگریزی سے اردو میں کچھ انُوواد کیا ہے۔ اس کا کارن یہ ہے کہ اُس وقت تک میں مولِک رچنا کرنے میں اَسمرتھ (3) تھا۔ وے سارے انُوواد مٹ گئے، کیوں کہ ان میں جیوِت رہنے کی شکتی نہ تھی۔ 'ہنسی' نامک لیکھ بھی میں نے چھپا کر نہیں کیا۔ چھپانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جس مہینے میں مول لیکھ ہندی میں پرکاشت ہوا اُس کے شاید ایک ہی مہینے بعد اس کا انُوواد اُردو کی سرووتّم پتریکا میں ہوگیا۔ میں اِتنا اُس وقت بھی جانتا تھا کہ زمانہ کا ہندی پاٹھکوں میں کافی پرچار ہے۔ اس لیے اگر اردو لیکھ میں مول کا حوالہ نہیں دیا گیا تو وہ Technical Omission کہا جاسکتا ہے، اپہرن نہیں۔ لیکھ اتنا سندر تھا کہ میں اُس وقت اتنے اچھے لیکھ کے لیکھک بننے کا دعوا ہی نہیں کرسکتا تھا۔ وِشے خود ہی پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ میں کسی دارشنک (4) کے مَستِشک سے نکلا ہوں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے کسی نے بھی اُس لیکھ کا لیکھک نہیں سمجھا۔ سب نے انُوواد سمجھا اور کداچت یہی کارن تھا جس سے میں نے ہندی لیکھ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے حوالہ دیا تھا یا نہیں، لیکن میں حوالہ دینے کے

1۔ یش۔ طاقت 2۔ پریتن۔ کوشش 3۔ اسمرتھ۔ مجبور 4۔ دارشنک۔ فلسفی، دانشور

کوئی پرمان نہ رہنے کے کارن مانے لیتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر حوالہ نہیں دیا۔ اس لیے کہ جو بات نسیم پر کٹ تھی اس کے پرکٹ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

لیکن ہندی میں آج کل مجھ پر آلوچک مہودیوں کی وِشیش کرپا ہے 'سمالوچک' کے پچھلے انک میں ایک مہاشیہ نے میرے اُسی 'ہنسی' ناٹک لیکھ کو ہندی مول سے ملا کر یہ سِدھ کیا ہے یہ اس کا انوواد ہے۔ انوواد تو ہے ہی، نِج کِھیت انوواد ہے، میں کب کہتا ہوں نہیں۔ جن مہاشیہ نے اِتنے دنوں کے بعد یہ کھوج کی ہے، یدی لیکھ کے پرکاشت ہوتے ہی حوالہ دے دینے کے لیے، 'زمانہ' کے سمپادک کو لِکھ بھیجتے تو حوالہ مل جاتا اور آج انھیں مجھ پر آکشیپ کرنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی۔

اُکت لیکھ میں میرے ڈاکے کے بارے میں اور میری رچناؤں کی توہینتا کے وِشے میں بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اُس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، ہاں اِتنا اَسپشٹ کر دینا آوشیک ہے کہ 'ساہتیہ پاٹھک' نے ساہتیہ وِدّیالیہ میں وارشِک اُتسو (1) پر میرے منھ سے جن شبدوں کے نکلنے کی چرچا کی ہے، وے شبد میرے منھ سے کبھی نہیں نکلے اور نہ نکل سکتے ہیں۔ یہ صلاح اور ساہتیہ منڈلی میں بیٹھ کر میں نے دی۔ یہ کلپنا تیت ہے اور لیکھک مہودے اتنا گھور کلنک میرے سر پر تھوپ سکتے ہیں، اس کا مجھے آشچر یہ ہے۔ لیکھ کے بھاؤ بھاشا اور شَیلی سے وِدِت (2) ہوتا ہے کہ کسی اسکولی لڑکے نے لِکھا ہے، جس نے میری کوئی رچنا پڑھی ہی نہیں۔ اُن سے آگرہ ہے کہ کرپیہ ایک بار دھیریہ (3) رکھ کر، رنگ بھومی، پڑھ جائیں۔ جس نے وینٹی فیر، اور 'رنگ بھومی' دونوں کی سَیر کی ہے، وہ کبھی ایسی بے تکی باتیں لکھ ہی نہیں سکتا۔ 'وینٹی فیر' آسمان پر ہو 'رنگ بھومی' زمین پر، پر ہے وہ رنگ بھومی رہا 'پریماشرم' پر 'رِز ریکشن' کا پر بھاؤ، اس کے وِشے میں یہی کہتا ہے کہ ابھی میں نے 'رِز ریکشن' نہیں پڑھا ہے اور اگر بِنا اس کے پڑھے ہی 'پریماشرم' میں رِز ریکشن کے بھاؤ آ گئے ہیں تو یہ میرے لیے گوروکی بات ہے۔ ابھی زندہ رہا تو بہت کچھ لکھوں گا اور میرے بھاشا اور وِچاروں میں اُچ کوٹی کے لیکھکوں جیسی بہت سی باتیں آوے گی۔ آپ جو اچھی پُستک دیکھیں گے، وہی میری کسی پُستک سے ملتی جلتی جان پڑے گی، کارن یہی ہے کہ میں اپنے پلاٹ جیون سے لیتا ہوں، پُستکوں سے نہیں اور جیون سارے سنسار میں ایک ہے۔ سَمکالینتا میں بھی سادِرشیتا ہوتی ہے، اس سے کوئی لیکھک اپنے کو نہیں بچا سکتا، اگر وہ کیول جاسوسی اور طلسمی باتیں نہیں لکھتا۔ جو راج نَیتِک بھاؤ آج رُوس میں دلوں کو وِکل (4) کر رہے ہیں، وہی بھاؤ آج بھارت کے ہردے میں اَسپندن کر رہے ہیں۔ کیسے سمبھو ہے کہ ہردے رکھنے والے دو لیکھکوں کے وِچار اور بھاؤ آپس میں نہ ملیں۔

1۔ وارشکوتسو۔ سالانہ جشن 2۔ ودت۔ ظاہر 3۔ دھیریہ۔ صبر 4۔ وکل۔ پریشان

'سمالوچک' کے بھاگ دوسنکھیا تین میں 'گلاب' مہاشیہ نے 'رنگ بھومی' کی چرچا کرتے ہوئے لکھا ہے اس پر 'وینٹی فیر' کا کچھ پربھاؤ ہے۔ ہوسکتا ہے، لیکن میں نے 'وینٹی فیر' سن 1903 میں پڑھا تھا اور 'رنگ بھومی' سن 1924 میں لکھی، اس سے 'وینٹی فیر' کے بھاؤں کا اتنے دنوں میں سنچت رہنا مشکل ہے، وشیش کر میرے لیے کیوں کہ میری مموری اچھی نہیں۔ اور کبھی باتوں میں مَیں ان سے سہمت ہوں۔ جو چیز مَولِک (1) ہے وہ مَولِک رہے گی۔ اس کی مَولِکتا کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ جس رچنا پر برسوں آنکھیں پھوڑی گئی ہے اور کلیجے کا خون بہایا گیا ہے اُسے آج کوئی رَسِکتا ہین آلوچک مٹا نہیں سکتا۔

مجھے خود اُپنیاس سمراٹ کہلانا پسند نہیں۔ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے اس اُپادھی کی کبھی ابھلاشا نہیں کی۔ یدی ساہتیہ پاٹھک مہودے کسی طرح مجھے اس وِپتّی سے بچادیں تو میں ان کا احسان مانوں گا۔

'سمالوچک' کے اس اَنک میں بابو برج رتن داس جی نے میری 'آبھوشن' نامک کہانی کے پلاٹ کا ٹامس ہارڈی کے ایک گلپ سے سادِرشیہ دکھایا ہے۔ ہاں، سادِرشیہ اَوشیہ ہے۔ ٹامس ہارڈی کو جو بات سوجھ سکتی ہے، وہ کسی دوسرے لیکھک کو کیا نہیں سوجھ سکتی؟ کہانی کے پلاٹ میں کوئی ایسی ولکشنتا (2) نہیں ہے جو ہندی کے لیکھک کے لیے اَسوجھ ہو۔ ہارڈی بھی آدمی ہی تھا، کوئی دیوتا نہ تھا۔ اور پھر ایسی گھٹنائیں جب ہمیں نتیہ ہی جیون میں ملتی ہوتو ہمیں کیا کتے نے کاٹا ہے جو ٹامس ہارڈی سے اُدھار لینے جاتے! ہاں جن لوگوں کو آنکھوں کے سامنے کی وستو نہیں دکھائی پڑتی وہ ایسی شنکا کر سکتے ہیں تو کریں۔

یہاں مجھے ایک بھرم نِوارن کرنا (3) ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے کسی سہ ورگی کو اپنے سے آگے بڑھتے دیکھتے ہیں تو سمبھوتہ من میں ایک ئورِیدن سی ہوتی ہے۔ اُسے کسی طرح نیچا دکھانے کی اِچھا ہوتی ہے۔ شاید کچھ لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ کل کا لونڈا ہم سے بازی مارے لیے جاتا ہے اور ہم پیچھے رہے جاتے ہیں، اسے کسی طرح رَگیدنا چاہیے۔ ان مہاشیوں سے میرا نِویدن ہے کہ یہ اَبھاگہ کل کا لونڈا نہیں۔ پُرانا خرّاٹ ہے۔ تین سال اور ہوں تو پورے پچاس کا ہو جائے۔ اُسے قلم سے گھستے ہوئے تیس برس ہو گئے۔ اِتنا بتلا دینے کے بعد مجھے آشا ہے کہ آگے میری رچناؤں کی آلوچنا کرتے سمے ذرا میری اَوستھا اور اُس کے یوگیہ گمبھیرتا کا دھیان رکھا جائے گا۔ ہاں، 'ہنسی' کا اَنوواد پریم چند نے نہیں شاید 'نواب رائے' نے کیا تھا، یدّ ہپی یہ دونوں وِیکتی ایک جان دو نام ہیں۔

'سمالوچک' سمبت 1938ء

1۔ مولک۔ فطری، قدرتی 2۔ ولکشنتا۔ نامعقولیت 3۔ نوارن۔ مدافعت

سَمپادکوں کے پُرسکار

سَتیہ ہے اَنیہ دیشوں میں سَمپادکوں کو بڑی بڑی پدوِیاں (1) ملتی ہیں، انھیں طرح طرح سمّانِت (2) کیا جاتا ہے! بھارت میں انھیں جو پُرسکار (3) ملتا ہے، اس کا ایک نمونہ ہم نیچے پَرکاشِت کرتے ہیں۔ یہ پتر ایک یُووَک نے ہمارے پاس بھیجا ہے اور کیول اسی لیے اُسے پَرکاشِت کرتے ہیں کہ بے کاری نے یُووک سماج میں جو اَسنتوش اور کتنا اُتپن کر دی ہے اس کا یہ ایک اُداہرن ہے۔

پریم چند جی،

نمستے!

شاید دو ہفتے سے زیادہ ہوں گے، میں نے آپ کے پاس ایک پَرارتھنا پتر بھی بھیجا تھا، یہ آشا کر کے آپ دُکھی ہر دَے کے سچے اُدگار پر سچّی سہانو بھوتی پَردَرشِت کر کے دو چار بوند آنسوؤں کی بہائیں گے۔ مگر سب وِیرتھ۔ (4) مجھے بالیہ وَستھا کا بھرم تھا۔ ضلع حمیر پُور میں آپ غالباً 1916ء میں آئے تھے اور مجھے انعام میں ایک کتاب دی تھی۔ تب آپ ایسے دَیالُو اور سَہر دے تھے، تب ان دنوں تو کیول آپ دھَن پَت رائے سَب ڈِپٹی اِنسپکٹر تھے اور دَرِدرتا کے دل دل سے کچھ ہی دن پہلے نکل آئے تھے۔ آپ کے دماغ میں اُس سَمے وہ سَمے کے تھپاڑے پتا کا سوَرگ واس آدی تازے ہوں گے۔ مگر اب زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں ایک معمولی کَرمچاری کہاں اُپنیاس سمراٹ! ایک ہی آدمی کی دو صورتیں، راجا بھوج اور بھوجوا تیلی۔ ایک بات یاد کر مجھے ضرور تھوڑا سا کھید ہوتا ہے، کہ کیا ہندی ساہِتیہ کی اُنّتی اسی پَرکار ہوگی؟ یدی کوئی دُکھیاں اُپنیاس سمراٹ سے وِنتی کرے تو انھیں چُوتڑ گھمالینا چاہیے کہ اس گندی چیز (پرارتھی) پر نظر نہ پڑے......'رنگ بھومی' 'کایا کلپ' آدی کی مہربانی سے لاکھوں روپیہ سینٹھ کر دھر لیے۔ اب گُل چھرّا اُڑاتے ہیں اور دیش بھکت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں آپ کو سَوارتھی، (5) پاشان ہر دَے (6) اور

1۔ پدویاں۔ انعامات، مقامات 2۔ سمانت۔ عزت افزائی 3۔ پرسکار۔ انعام 4۔ ویرتھ۔ بیکار 5۔ سوارتھی۔ خودغرض 6۔ پاشان ہردے۔ پتھردل

ناستِک (1) کیوں نہ کہوں؟ میں آپ کو ناستِک اس لیے کہتا ہوں کہ آپ اِیشوروادا اور آستِکتا کے نیموں کا پالن نہیں کرتے۔ یدی ایسا ہوتا ہے اور آپ اِیشور کے پرَکوپ سے ڈرتے تو، آپ اُس نس سہائے بچّے کو دیکھ کر منھ ٹیڑھا نہ کرتے..... آپ جیسے ہزاروں پریم چند دھول میں مِل گئے اور مل جائیں گے۔ آپ تو اُس کی سرِشٹ کے ایک کُن کی میمانسا نہیں۔ پھر آپ کو اِتنا اُہنکار (2) کیسے؟

میرے یُووک مِتر کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نہ لکھپتی ہوں، نہ ہزار پتی، نہ سوپتی۔ میں کیول ایک مزدور ہوں، اُسی طرح جیسا پہلے کبھی تھا۔ جب دھَن ہی نہیں تو اَبھیمان (3) کہاں سے ہوا، اَبھیمان کے لیے کوئی آدھار تو ہو۔ مجھے اپنے مِتر سے سچّی سہانوبھوتی ہے اور میرے ہاتھ میں کوئی اختیار ہوتا تو میں سب سے پہلے انھیں کسی پَد پر آروڑھ کر دیتا۔ لیکن پیر خُود ماندے، علاج کس کا کریں؟

فروری 1933ء

1۔ اُہنکار۔ وجود 2۔ ابھیمان۔ شان، فخر

شانتی نِکیتن میں

ابھی حال میں بھائی جے نیندر کُمار، بھائی ماکھن لال چترویدی تتھا پنڈت بنارسی داس جی نے شانتی نِکیتن کی یاترا کی۔ نِمنترن (1) تو ہمیں بھی ملا تھا، پرکھید ہے، ہم اُس میں سَمِلت نہ ہو سکے۔ جے نیندر جی نے وہاں سے لوٹ کر شانتی نِکیتن کے وِشے میں جو وِچار پرکٹ کیے ہیں، انھیں ہم دھنیہ واد کے ساتھ سہیوگی، اَرجن، سے نقل کرتے ہیں۔

آج کل راج نیتِک گر ماگرمی کے کال میں ڈاکٹر رِوِیندر ناتھ ٹھاکر کے کام کے سانسکرِتک پہلو کا مَہتو ہم لوگ شاید ٹھیک ٹھیک آکلن (2) نہیں کر سکتے، رِوِیندر بابو یوں ہی انتر راشٹریہ پرتِشٹھا کے وَیکتی نہیں ہو گئے ہیں۔ ان کا ایک سندیش ہے اس سندیش کو سُننے کی پر وِرتی اور منوا ستھتی غلام بھارت میں آج نہ ہوں، پھر بھی وہ سندیش اتیَنت اُپیوگی اور مَہتو پورن ہے۔ ہم بڑی جلدی اپنے کو سَمپر دا یکتا (3) اور پنتھوں میں جکڑ لیتے ہیں۔ 'یرد پرے' رہ کی پر وِرتی جیون کے لیے گھاتک ہے۔ راشٹریتا بڑی آسانی سے ایک پنتھ سی بن سکتی ہے۔ اس کے وِرُدھ پرَتیک وَیکتی کو جاگرُک (4) رہنا آوشیک ہے۔ سَمپر دایکتا سے راشٹریتا وِشد چیز ہے پر راشٹریتا پر اُکر آدمی کے اُت کرش کی پَریدھی نہیں آجاتی اس بات کی چیتاونی مہاتما گاندھی کے بعد رِوِیندر کے کاریہ اور رِوِیندر کی رچناؤں دُوارا وَیکتی کو سب سے اَدھِک ملتی ہے۔

ہم سب وَیکتیوں کو ایک ہی سانچے سے دیکھنے کی اِچھا کرنے کی غلطی نہ کریں۔ نِسندیہہ آج کے یُگ میں جس کر منیتا کی آوشیکتا ہے۔ پرکٹ میں وہ رِوِیندر بابو کے آس پاس میں دیکھنے میں نہیں آئے گی۔ کِشور وِیندر ایک اپنے ہی بھاؤ کو اپنے وَیکتِتو (5) میں اور اپنی سنستھا میں کیندرِت مُورتی مان کر کے رہ رہے ہیں اور وہ بھاؤ بھی اپنی قیمت رکھتا ہے۔

شانتی نِکیتن بھِن بھِن پرکار کی سنسکرِتی اور وِچار دھاراؤں کے سَمّیلن کا کیندر ہو رہا ہے۔ وہاں اُن کو سُندر سَمَن وے پراپت ہوتا ہے۔ جرمنی، جاپان، تبت، سوماترا، چین، لنکا، گجرات، پنجاب، یوپی،

1۔ نمنترن۔ دعوت 2۔ آکلن۔ تبصرہ، محاسبہ، اندازہ 3۔ سمپر دا یکتا۔ فرقہ واریت 4۔ جاگرک۔ متحرک یافتہ 5۔ ویکتتو۔ شخصیت

ڈین مارک آدی سُو دُور پرانتوں اور بھوکھنڈوں سے لوگ آکر وہاں ملتے ہیں، ایک اُر ہوتے ہیں۔ شانتی نکیتن سے اس کلا بھی رُچی کا نرمان ہو رہا ہے، جس میں پَرانتیتا (1) کی بادھا کم سے کم رہ جاتی ہے اور جس میں مَہتا کا سادگی کے ساتھ سَمن وے (2) ہو رہا ہے، وہ کلا بھی رُچی کم سے کم بنگال کے جیون میں تو کرِشمہ گہری اُترتی جا رہی ہے۔

رویندر کی پرتبھا نے بُہوں کو سادھنا سچیشٹ کیا ہے۔ شانتی نکیتن کے آچاریہ شری وِدُھو شیکھر بھٹا چاریہ پُرانے گیاناروں برہمنتو کی یاد دلاتے ہیں۔ جتنے سادھارن ڈھنگ سے وہ رہتے ہیں، جیسی اُن مُکت ہنسی وہ ہنستے ہیں، اُتنے ہی گمبھیر تتوں کے وہ پنڈت ہیں۔ جیون کے پچھلے تینتیس برسوں سے وہ بھارت کے پُراتتو کے اُدھار (3) میں لگے ہیں۔

شری نند لال بوس اُنتر راشٹری پرتشٹھا کلا کار ہیں۔ وہ پچھلے اُنتالیس برسوں سے وہاں رہ کر کلا کا بھنڈار بھر رہے ہیں۔ وہ اِتنے سادا ڈھنگ سے رہتے ہیں کہ بتانے پر بھی وِشواس کرنا کٹھن ہوتا ہے کہ یہی مہاشیہ نندلال بوس ہیں اُسی پرکار شری کشتی موہنی میں چالیس سال سے اوپر برسوں سے سنت بانیوں کا سنگرہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی کشٹ نہیں ہے، جو انھوں نے نہیں اُٹھایا۔ اُن کے پاس اس طرح سنت بانی کا پُورو سنگرہ ہے۔ اسی پرکار اَنیہ اَنیک سادا سستا نام پانے کی اِچھا سے وِمُکھ ہو کر وِدیا کی کوش کو بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب کو اُنو پرانت کر کے ایک جگہ جُٹا کر رکھنے والی شکتی کویندر کی پرتبھا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی شری نکیتن بھی ہے وہاں گرام سنگٹھن اور گرام سُدھار کا کاریہ وِگیانِک ڈھنگ پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سہائے اور وِشیش مئو یوگ پُورک کام کرتے ہیں۔ اس کاریہ کا راشٹر کے وِدھایک راج نیتک کاریہ کرم کی درِشٹی سے بھی کم مہتو نہیں ہے۔

ہاں، کویندر سے کافی دیر تک بات چیت ہوئی وہ ہندی اَسپشٹ نہیں بول پاتے۔ انھوں نے انگریزی میں ہی باتیں کی، پرنتو ہم لوگ ہندی میں ہی بولتے رہے۔ بات اَدِھک تر ہندی بھاشا اور اُس کے ساہتیہ کو لے کر ہی ہوتی رہی۔ اس سَمے وہ خوب خوش تھے۔ ایک اُونی کُرتا اور کناروں پر چُنی ہوئی ایک مہین دھوتی اور پیروں میں چپل پہنے تھے۔ ہلکی سی ایک چادر گلے میں پڑی تھی۔ اُن کی شاریرک اَوستھا ٹھیک ہے، پر بُڑھاپا تو آ ہی گیا ہے۔ اس کے لکچھن شریر پر چھپتے نہیں ہیں۔

زیادہ تر سنستھاؤں میں دو طرح کے واتاورن ہوتے ہیں، یا تو بھاشا میں، جہاں بھاشا کی شکشا ہوتی ہے، اور جیون کے استر کی لہریں اَدِھک دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہاں ایک اُور

1۔ پرانیتا۔ علاقائیت 2۔ سمن وے۔ اشتراک 3۔ اُدھار۔ نجات

سوکھی (Academic) وِدّھا کی پکھ ہوتی ہے، دوسری اُور رنگ برنگے فیشن کے رُوپ میں دیکھ پڑتے ہیں۔ دوسرا اُگر وکلیہ، جہاں جیون سے الگ ہوکر تپسیارت وِدّھا کور وکھائی ہوا میں ویاپت ہوتی ہے۔ ان دونوں ہی پرکاروں سے بھِن ہوکر وہاں کُٹمب کا ساواتاورن ہے۔

اس سے ہماری وِرتّی میں اِیکانِکتا نہیں آتی۔ ایک پرکار کی پُورنتا رہتی ہے۔ تمام شانتی نکیتن کو دیکھ کر ایسا بھاؤ ہوتا ہے کہ سادگی کے ساتھ ساتھ بڑے سُندر ڈھنگ سے سُورُچی کی رَکشا کی گئی ہے اَلنکار اور سِنگار کہیں نہیں ہے، پر کلا سب جگہ ہے۔

جنوری 1933ء

میری رَسیلی پُستکیں

کاشی ناگری پَرچارنی سبھا کے اَبھینندِ (1) نوتسو میں آچاریہ دِویدی جی نے ایک، آتمہ نویدن پڑھا تھا۔ وہ دَینِک آج کے کئی اَنکوں میں لگاتار چھپا تھا۔ مئی کے سرسوتی، میں بھی وہ پَرکاشِت ہوا ہے۔ اُس کے ایک اَنش میں آچاریہ دِویدی جی نے اپنی ایک اَپَر کاشِت، (2) رَسیلی پستک، کی چرچا کی ہے۔ اُس کے سمبندھ میں الٰہ آبادی (بھارت) کے تاریخ 11 جون کے اَنک میں شری پنڈت کرشن کانت مالویہ نے ایک لیکھ لکھا ہے۔ اس لیکھ میں دِودی جی کے پَرتی اُچت آدر بھاؤ دکھاتے ہوئے انھوں نے دِودی جی سے کئی مَہتو پورن پَرشن پوچھے ہیں۔ آشا کی جاتی ہے کہ آچاریہ دِودی جی ان پَرشنوں کا اُتر دینے کی کِرپا کریں گے۔

دِویدی جی نے آج سے تیس چالیس سال پہلے، تتکالین مِتروں، اور صلاح کاروں کے چکمے میں آکر، روپے کے لُوبھ سے، ایک ایسی پَدّیاتمک (3) پُستک لِکھ ڈالی، جس کے پَرتیک پدّ سے رس کی ندی نہیں، تو برساتی نالا بہہ رہا تھا!، ان کے مِتروں نے ایسی ہی پُستک لکھنے کی صلاح دی تھی، یتھا۔ اَجی کوئی ایسی کتاب لکھو جس سے ٹکے سیدھے ہوں، جس کا نام ہی سن کر اور وِگیاپن ماتر ہی پڑھ کر خریدار پاٹھک اُس پر اس طرح ٹوٹیں جس طرح گُڑ نہیں، بہتے ہوئے ورن یا گندگی پر مکھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ ٹوٹتے ہیں۔' یہی صلاح مان کر انھوں نے جو پدّ بدّ پُستک لکھی تھی، آتما نویدن میں، اپنے بُڈّھے منھ کے بھیتر دھنسی ہوئی زبان سے اس کا اُلّیکھ کرتے، انھیں بڑی لجّا معلوم ہوئی، پر پاپوں کا پرائسچت کرنے کے لیے، انھوں نے، سُدھ ہر دے، سے اس کا نام بتایا۔ سہاگ رات۔

'سہاگ رات' سمیہ (4) مانو سماج میں بہت شُبھ مانی جاتی ہے۔ اس کے لیے اچھی ساعت دیکھی جاسکتی ہے۔ کئی پَرکار کی منگل مئی وِدھیاں سمپن کی جاتی ہیں۔ منشیہ کے جیون میں 'سہاگ رات' کا

1۔ ابھنندن۔ خوشی 2۔ ایرکاشت۔ غیر شائع شدہ 3۔ پدیاتمک۔ شاعرانہ 4۔ سمیہ۔ مہذب

بڑا مہتو ہے۔ پَراچین سماج شاستر میں بھی اِس کی وِشیش مہتا بتائی گئی ہے۔ واستو میں یہ ہے بھی ویسی ہی۔ جب سے سماج نے اس کا مہتو بھلا دیا، تب سے سماج نربل اور نستیند ہو گیا، نانا پرکار کی بُرائیاں پیدا ہو گئی۔ لوگوں کا یہ انُومان ہے کہ جب سے سماج میں بال وِواہ کی کُو پرتھا جڑ پکڑ گئی، تب سے 'سہاگ رات' کا مہتو لُپت ہو گیا۔ جب تک سماج میں پورن وَیسک ورکنیا کا گٹھ جوڑ ہوتا رہا، تب تک یہ بڑی شُبھ رسم مانی جاتی رہی۔ آج بھی جہاں کہیں سماج میں اُپیکت ورکا وِواہ پر چلت ہے، وہاں اس کا آدر مان اَوشیہ ہے سنسار کی پرایا سبھی سبھیہ جاتیوں میں 'سہاگ رات' کی شُبھ رِیتی پائی جاتی ہے۔ یدی سماج اس کا مہتو بھول گیا ہو، تو سماج ہِتے شیوں کا کرتویہ ہے کہ وے سماج کو اس کی مہیما (1) بتا دیں۔ جس پر تو مانو جیون کے سبھی سنسکاروں پر پُستکیں لکھی گئی ہیں۔

اُسی پرکار، سہاگ رات، پر بھی اَوشیہ ہی پُستک لکھی جانی چاہیے کیوں کہ مانو جیون میں جیسے ویواہک سنسکار (2) کا سب سے اَدھک مہتو ہے، ویسے ہی وَیواہک سنسکار میں، سہاگ رات، کا بھی ہے۔ 'سہاگ رات' ہی وَیواہک جیون کو سُکھی بناتا ہے۔ جس کی 'سہاگ رات' نیرس (3) ہوئی نیرانند (4) بیتی اُس کا ویواہک جیون شاید ہی سکھ مے ہو۔

بھلا ایسی مہتو پورن 'سہاگ رات' پر پُستک لکھ کر دِویدی جی کو پشچا تاپ کیوں ہوا؟ دِویدی جی نے سماج کی ہت کامنا سے پریِرت ہو کر ہی پہلے پہل ہندی میں اَرتھ شاستر نام کی سبُودھ پستک لکھی تھی۔ یدی سماج کے لیے ارتھ شاستر کی آوشیکتا ہے، تو کیا کام شاستر کی نہیں ہے؟ 'سہاگ رات' بھی تو کام شاستر کا ہی ایک وِشے ہے۔ کام شاستر کی بہت سی اُپیوگی باتیں ایسی ہیں، جن کا گیان پَرتیک گرہستھ کے لیے اَنیوارییہ روپ سے آوشیک ہے۔ اُسی کا گیان نہ ہونے سے سماج میں آج دن اَدھک ترپشوتا (5) کا پربلیہ ہو گیا ہے۔ ایسی آوشیک وستو کا نرمان کر کے بھی دِویدی جی نے اُسے پاپ کرم کیسے سمجھا؟

یَدی کہا جائے کہ وہ یدّھ بدّھ پُستک اَتینت اشلیلتا پورن تھی، تو اس سے یہ نہیں ہوتا کہ، سہاگ رات، پر پُستک لکھنا پاپ ہے برہمچریہ رکشا پر بھی کئی اَشلیل پُستکیں ملتی ہیں، تو اس سے کیا 'برہمچریہ' وِشے کا مہتو گھٹ گیا ہے؟ پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ہندی میں، 'سہاگ رات' پُستک لکھ کر کوئی لیکھک مالا مال ہو جائے گا۔ اگر دِویدی جی کے کتھانوسار، آج کل سہاگ رات کا نام بازارُو ہو رہا ہے، تو یہ وستوتا 'سہاگ رات' نہیں، قتل کی رات ہے۔ اور یہ کسی طرح سمجھو نہیں کہ آج سے تیس چالیس برس پہلے بھی دِویدی جی نے 'سہاگ رات' سریکھے مہتو پورن وِشے پر بازارو ڈھنگ کی پُستک لکھی ہو، کیوں کہ اُس سمے بھی وے

1۔ مہیما۔ اوقات، اہمیت 2۔ سنسکار۔ تہذیب 3۔ نیرس۔ بےمزہ 4۔ نیرانند۔ بےغیرخوشی کا 5۔ پشوتا۔ حیوانیت

ہندی سنسار کی آوشیکتاؤں سے اَپر یچت نہ تھے۔ آرمبھ ہی سے ان میں ست تسمالوچنا کی پرورتی تھی۔ اُس سے بھی وے سماج کی دِشا سے اَن بھگیہ نہ تھے۔ وے اُنیسویں صدی کے اَنتم دس برسوں میں ہندی کے سوپَریچت لیکھک اور کوِی بن چکے تھے۔ تب بھی انھوں نے 'سہاگ رات' پر 'رس کا پنالا' بہاڈالا' یہ سچ مُچ آشچریہ کا وِشے ہے۔

پنڈت کرشن کانت جی مالویہ نے 'سہاگ رات' نام کی ایک بہت اچھی پُستک لکھی ہے۔ اس کی بھومیکا(1) سورگیہ پنجاب کیسری لالا جی نے لکھی ہے۔ اپنے وِشے کی وہ اُتم پُستک ہے۔ سماج نے اُسے اپنایا بھی ہے، کنتو وہ بہتا ہوا ورن نہیں ہے، اس لیے پاٹھک اس پر، مکھیوں کے جھنڈ، کی طرح نہ ٹوٹ سکے۔ اب تک شاید اس کے دو یا تین ہی سنسکرن(2) ہوئے ہیں، کنتو سماج کی ورتمان اوستھا کے انوسار اس کے درجنوں سنسکرن ہونے چاہیے تھے۔ اس سے اَسپشٹ ہے کہ مالوی جی مالا مال نہ ہو سکے۔ آج ہندی کا جیسا بول بالا ہے، ویسا تیس چالیس برس پہلے نہ تھا۔ جب ہندی کے اِبھیودے(3) کال میں 'سہاگ رات' لکھ کر پنڈت کرشن کانت جی 'دھنا دیش' نہ ہو سکے، تب بھلا ہندی کے آرمبھک یُگ میں دوِیدی جی کیسے یہ کلپنا کر سکے کہ پُستک پرکاشِت ہونے پر اُسے یُگت پورک بیچ کر وے موٹر خرید کر گھومتے نکلا کریں گے؟ اس زمانے میں موٹر کی کلپنا بھی اَدبھُت ہی تھی۔ سمبھو ہے دوِیدی جی اس سے بمبئی میں رہنے کے کارن موٹر کی سُکھ کی کلپنا کرنے میں سَمرتھ ہوئے ہوں، پر اس سے ہندی پُستکوں کی جیسی تھوڑی کھپت تھی، اُس سے بھی تو دوِیدی جی اَوشیہ ہی کچھ پریچت رہے ہوں گے، ایسی دشا میں یہ سمجھنا کٹھن ہے کہ آچاریہ دوِیدی جی نے کیا سوچ کر ایسی کچھ باتیں لکھیں۔ جنھیں پڑھ کر لوگوں کے من میں طرح طرح کی شنکائیں ہو رہی ہیں پنڈت کرشن کانت جی نے اپنے لیکھ میں جتنے پرشن کیے ہیں، وشواس ہے کہ آچاریہ دوِیدی جی نشچے ہی ان کا سنتوش پر اُتر دیں گے۔ جس کے لیے سبھی ہندی پریمی بڑے اُتسک(4) ہیں۔

جون، 1933ء

1۔ بھومیکا۔ مقدمہ۔ 2۔ سنسکرن۔ طباعت 3۔ ابھیودے۔ ارتقا 4۔ اُتسک۔ متمنی

سمپادن کلا کی شِکشا

اُبھی اسی ماس میں کلکتہ وِشو وِدیالیہ کے وائس چانسلر شری شیاما پرساد مکھر جی کے سبھاپتتو (1) میں ایک سارو جنِک سبھا ہوئی تھی اور اس میں سمپادک سنگھ کے اَدِھشٹھاتا شری مرنال کانتی بوس نے اپنے بھاشن میں کہا تھا کہ دیش کے وِشو وِدیالیہ سمپادن کلا کی شِکشا کا کاریہ اپنے ہاتھ میں لے لیں، تو پتر پترِیکاؤں کی دشا بہت کچھ سُدھر جائے۔ اس سے شِکشت یُووکوں کو کاریہ ملے گا اور بے کاری دور ہوگی، کیوں کہ سماچار پتروں کی پرتی دن اُنّتی (2) ہوتی جا رہی ہے اور ہوگی۔ واستو میں جیسا بوس مہاشیہ نے کہا ہے کہ اگر کلکتہ وِشو وِدّیالیہ اس کاریہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیں، تو اِس دیش کا بڑا لابھ ہوگا۔ ہمارا تو اَنورودھ ہے کہ پرتیک وِشو وِدّیالیہ اس پرشن پر وِچار کرے اور اس مہتو پورن وِشے کے اَدّھین کا پربندھ کر کے دیش کے یووکوں کو ایک اچھے مارگ پر پریرت (3) کریں۔

ستمبر، 1934ء

1۔ سبھاپتتو۔ مجلس صدارت 2۔ انتی۔ ترقی 3۔ پریرت۔ تحریک پانا۔ سبق لینا

ساہتیہ کا اُتّھان یا پتن؟

ہندی میں آج پتر پتریکاؤں کی اَتی وِردھی ہو رہی ہے، اس سے سادھارنتیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ساہتیہ اتھان (1) کے لچھن ہیں۔ اچھی پونجی سے، اچھے پیمانے پر اُچ کوٹی کے پتر کا استھائی روپ سے پرکاشن ہو، تو اوشیہ ساہتیہ اتھان کے لچھن ہیں۔ پر بات یہ نہیں ہے۔ آج لیش کی لالسا کے پھیر میں پڑ کر سادھارن سے سادھارن ویکتی بھی، بنا سادھن کے، کسی ایکادھ، یا دو چار متروں کو اُلّو بنا کر، یا گانٹھ کا سو پچاس روپیہ نکال کر پترکار بننے کی دُھن میں کسی پتر کے پرکاشن اور سمپادن کرنے کا وِگیاپن کر دیتے اور، 'پردھان سمپادک' کی چھاپ سے پتر نکال دیتے ہیں۔

آج کسی بھی وِچاروان سے یہ چھپا نہیں ہے کہ پتر پرکاشن بنا وِشیش سادھنوں کے سپھل نہیں ہوتا، پر، لیش کی لالسا انھیں اس گمبھیر پرشن پر وِچار کرنے کا اوسر ہی نہیں دیتی۔ اور پھل یہ ہوتا ہے کہ ایسے پتر چار چھ یا دس بارہ، انک نکال کر اپنی جیون لیلا سماپت کر دیتے ہیں۔ پریس والے اپنے بل کے لیے چلّاتے ہیں اور گراہک اپنے چندے کے لیے چیختے ہیں، پر کسی کو پاؤنا نہیں پراپت ہوتا۔ اس آچار سے یہ ہوتا ہے کہ پتروں پر سے جنتا کا وشواس اُٹھ سا جاتا ہے اور اچھے اچھے پتروں کے لیے بھی اس کا پری نام وِدھن اور انشٹ (2) کارک ہوتا ہے۔

ایک سجن ہیں، جنھوں نے آٹھ دس برسوں پوروِ ایک پتریکا کا سمپادن کیا تھا، اور دُربھاگیہ سے اس کے ایک دو انک ہی نکل کر پتریکا بند ہو گئی تھی، پر وے مہانو بھاؤ ابھی تک اپنے کو اُس پتریکا کا سمپادک لکھے جاتے ہیں۔ اپنے گھر کے آگے بھی انھوں نے، سمپادک......، سائن بورڈ لگا رکھا ہے۔ یہ ہے لیش کی لالسا کا ایک اُداہرن۔

ابھی کچھ سے پوروِ ایک سجن نے ہمارے ایک متر کو لکھا تھا کہ ہم پاکشک، جاگرن، کی کوٹی کا ایک

1۔ ساہتیہ یوتھان۔ ادبی عروج 2۔ انشٹ کارک۔ نقصان دہ

ساہتیک یا کشک پتر پرکاشت کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے انھیں صلاح دی۔ بھائی یہ کار یہ بڑا کٹھور ہے، خوب سمجھ بوجھ کر اس کام میں ہاتھ لگائیے۔ بہت اچھے سمپادک کی ویوستھا کیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بنا اُچت پونجی ایکتر کیے، بنا اچھے سادھن جٹائے، بنا اچھا سمپادک چنے پتر نکال دیں۔ اور اَسپھل ہو کر اُسے شیگھر ہی اَکال کال کولت ہو جانا پڑے۔ اس پرکار ذرا جیرن سنتا نوتپتی کی طرح پتروں کا پرکاشن تو دیش کے دُربھاگیہ کی طرح ماتا ہندی کے سر پر کلنک کا ٹیکا لگاتا ہے پر اس ونیت نویدن سے اُن کو یشولپشا (1) میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی۔ پتر نکلا ہم نے دیکھا۔ بڑا کھید ہوا۔ ساہتیک پتر کی جگہ وہ ایک کوڑا کرکٹ پتر تھا۔ کسی بھی اچھے لیکھک کا اُس میں کوئی لیکھ نہ تھا۔ کچھ لیکھ تو ایسے تھے، جو پُرانے پتروں سے کاٹ چھانٹ کر، اپنے بنا کر چھاپ دیے گئے تھے۔ سمپادک تو ایسے تھے، جن کا نام بھی کبھی کسی ساہتیک نے نہ سنا تھا اور ان کے سمپادن کا بھی وہی حال تھا۔ ایسے اَنیک پتر اَوِچار کے کارن پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ اسی لیے یہ پرشن اُپستھت ہوتا ہے کہ یہ ساہتیہ کا اُتھان ہے یا پتن (2)۔

اَگست، 1934

1۔ یشولپسا۔ شہرت کا لالچ 2۔ پتن۔ زوال

کیا یہ لیکھیکاؤں کے ساتھ پکش پات ہے؟

ایک یوُک لیکھک نے اپنی ایک کرتی (1) کسی پتر سمپادک کے پاس چھاپنے کو بھیجی۔ سمپادک نے اُسے لوٹا دیا۔ لیکھک نے دوسرے سمپادک کے پاس بھیجی۔ اُس نے بھی اُسے لوٹا دیا۔ تب لیکھک کو ایک چال سوجھی۔ اس نے لیکھ پر ایک یوَتی کا نام ڈال دیا اور پہلے سمپادک کے پاس چلتا کیا۔ اب کی سمپادک جی نے تُرنت پہنچ سویکار کی اور اگلی ہی سَنکھیا میں لیکھ چھپ گیا۔ لیکھک نے اب سمپادک جی کی گردن ناپی۔ اُن کے اِس پکشپات (2) پورن ویوہار کا قصہ ایک دوسرے یشسوی (3) سمپادک کو سنا ڈالا اور یشسوی سمپادک نے اس پکشپاتی کو بڑے زور سے ڈانٹ بتائی اور کہا یہ ویوہار ننددھ ہے اور آپتی جنک ہے، اس لائق ہے کہ سبھی سمپادک لجّا سے سر جھکالیں۔

مگر ہم اس میں لجّا کی کوئی بات نہیں سمجھتے۔ لجّا کا کام اُس یوُک نے کیا، جس نے یوَتی کے آنچل میں اپنا منھ چھپایا۔ اس سے بڑی لجّا کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک ساہتیک یوُک اپنے اہنکار (4) کو سَنشٹ کرنے کے لیے چولی اور ساڑی پہن کر نکلے! ماتاؤں اور بہنوں کے ساتھ پرتیک پُرش کا ویوہار سدیو ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ اس جاتی کے پرتی ان کے روم روم میں جو سرڈھاو یا پت ہورہی ہے، وہ اس روپ میں پرکٹ ہوتی ہے، تو کیا برائی ہے۔ وہی کام ایک جوان کرے 'کوئی اس کی تعریف نہ کرے گا' وہی کام ایک بالک کرے اور سارے دیش میں واہ واہ مچ جائے گی۔ وہی پریکشا یوُک پاس کرے، تو سادھارن بات ہوگی۔ وہی پریکشا یوَتی پاس کرے، تو اَسادھارن بات ہوگی۔ کچھ دن پہلے تو پریکشاؤں کے اسٹینڈرڈ بھی الگ الگ تھے۔ اب بھی شاید بعضے وِشیوں میں اَنتر ہیں۔ جہاں سنسکرتی کی پردھانتا ہے، وہاں تو ناریوں کے ساتھ کچھ رِعایت ہوتی ہی ہے۔ ہاں، ٹھوس ویاپار کے چھیتر میں Chivaly کے لیے اَستھان نہیں۔ اور عورتوں کی مزدوری مَردوں سے کم ہے مگر یہ پرِستھتی بڑی تیزی سے بدل رہی ہے

1۔ کرتی۔ تخلیق 2۔ پکشپات پورن۔ متعصب 3۔ یشسوی۔ ماہر، قابل 4۔ اہنکار۔ وجود

اور ہمارا وِیاپار اور وِیوسائے، چاہے سَن رکشن کے پالنے میں ہی جھولتا رہے گا اور کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا ساہَس نہ کرے، مگر دیوِیاں اس سَن رَکشن کو بہت جلد ٹھکرانے جا رہی ہیں اور ایسے یُوکوں کو دو چار سالوں ہی میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ چال اب کام نہیں دیتی۔

اَکتوبر 1935ء

پنڈت جواہر لال جی کی نِراشا

شری پنڈت جواہر لال نے نومبر کے وشال بھارت میں ہمارا ساہتیہ شیرشک (1) دے کر ایک بڑے مزے کا ساہتیہ سمبندھی نوٹ لکھا ہے۔ آپ نے وشال بھارت کے کسی لیکھ میں کہیں پڑھا تھا کہ ہندی ساہتیہ نے اِن دنوں بہت اُنتی کر لی ہے اور اُس میں شیکسپیئر اور برنارڈ شا اُتپن (2) ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس کتھن پر وِشواس بھی کر لیا اور متروں سے کچھ پُستکیں منگوا کر پڑھ بھی ڈالی، مگر جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، آپ کو نراشا ہوئی۔ آپ کو شاید یہ سندیہہ ہوا کہ آپ کے پاس اونچے درجے کی پُستکیں نہیں بھیجی گئیں۔ اور آپ نے ہندی سنسار سے انورودھ کیا کہ وہ گت تیس پینتیس ورشوں میں لکھی گئی پرتیک وشے کی پستکوں کی ایک سوچی بنا کر پرکاشِت کریں، تا کہ ہندی ساہتیہ کے پارکھیوں کو ہندی کی پرگتی جانچنے کا اوسر ملے۔ یہ سوچی تو شاید وِشال بھارت میں چھپے یا کوئی دوسرے مہانو بھاؤ چھپا دیں، اس سے ہمیں یہاں بحث نہیں، ہمیں تو یہی آشچریہ ہے کہ پنڈت جی نے کیسے یہ وشواس کر لیا کہ ہندی میں ساہتیہ نے اِتنی اُنتی کر لی ہے جب نوین ہندی ساہتیہ کی عمر ہی ابھی پچیس تیس ورش سے زیادہ نہیں ہے اور ابھی تک وہ کیول مہیلاؤں کے پتر دیوہار کی ہی بھاشا بنی ہوئی ہے۔ جب پڑھے لکھے لوگ ہندی لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جب ہمارے نیتا ہندی ساہتیہ سے پرایہ بے خبر سے ہیں، جب ہم لوگ تھوڑی سی انگریزی لکھنے کی سامرتھ (3) ہوتے ہی ہندی کو تُچھ (4) اور گرامینوں کی بھاشا سمجھنے لگتے ہیں، تب یہ کیسے آشا کی جاسکتی ہے کہ ہندی میں اونچے درجے کے ساہتیہ کا نرمان ہو؟ ایک تو پرادھینتایوں ہی ہماری پرتبھا اور وِکاس میں چاروں اور سے بادھک ہو رہی ہے، دوسرے ہمارا شکشِت سموداے ہندی ساہتیہ سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا، تو ساہتیہ میں پرگتی اور اسپھورتی (5) کہاں سے آئے؟ اور جب جیون کے کسی چھیتر میں ہم یوروپ سے مقابلہ کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمارے لینن اور ٹراٹسکی اور نیتشے اور ہٹلر ابھی اوت رِت (6)

1۔ شیرشک۔ عنوان 2۔ اُتپن۔ پیدا، ظاہر 3۔ سامرتھ۔ اہلیت 4۔ تُچھ۔ قابل نفرت 5۔ اسپھورتی۔ متحرک
6۔ اوترت۔ نازل 7۔ تجسوتا۔ چمکیلا پن

نہیں ہوئے۔ تو ساہتیہ میں وہ تجسُوتا (1) کہاں سے آجائے گی؟ یوروپ یا امریکہ میں ایسا شاید ہی کوئی شکشت ویکتی ہوگا، جو اپنے راشٹر کے ساہتیہ اور سنسکرتی سے بھلی بھانتی پریچت (2) نہ ہو۔ ٹراٹسکی نے تو کرانتی کاری (3) ساہتیہ کے ہر ایک انگ کی وشد (4) آلوچنا کی ہے، کھوٹے، کھرے کی پرکھ کی ہے اور کم وبیش سبھی شکشتوں کے وشے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے، مگر ہندی بھاشی شکشت سماج اپنے ساہتیہ کا ترسکار (5) کرنے میں ہی اپنا گورو سمجھتا ہے۔ جس چیز کا کوئی پوچھتر نہیں، وہ اگر نہرو جی کو نراش کرتی ہے تو کوئی آشچریہ نہیں۔ اونچا ساہتیہ تبھی آئے گا جب پرتبھا سمپن لوگ تپسیا کی بھاونا لے کر ساہتیہ چھیتر میں آئیں گے، جب کسی اچھی پُستک کی رَچنا راشٹر کے لیے گورَو کی بات سمجھی جائے گی، جب اُس کی چائے کی میزوں پر چرچا ہوگی، جب اُس کے پاتروں کے گن دوش پر شکشِت مِتر منڈلیوں میں آلوچنائیں ہوں گی۔ جب وِدوان لوگ ساہتیہ میں رس لیں گے۔ جس ساہتیہ کی اُپیکشا (6) کی جاتی ہو جس سماج میں ساہتیہ کی روچی نہیں کے برابر ہو، وہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہی غنیمت ہے۔ ہمارے یہاں وہی ساہتیہ کی سیوا کرتے ہیں۔ جنھیں کوئی کام نہیں ملتا، یا جو لوگ کیول منووِنود (7) کے لیے کبھی کبھی کچھ لکھ پڑھ لیا کرتے ہیں ایسے اَرسِک (8) سماج میں اُچ کوٹی کا ساہتیہ قیامت تک نہ آئے گا۔

جنوری 1936

1۔ پریچت۔ متعارف 2۔ کرانتی کاری۔ انقلابی 3۔ وشد۔ مفصّل 4۔ ترسکار۔ توہین 5۔ اپیکشا۔ نظر انداز، توہین

6۔ منوونود۔ ذہنی تفریح 7۔ ارسک۔ لاپرواہ، آرام پسند

سوویت روس میں پرکاشن

سوویت روس میں جس طرح شکشا کا پرچار بڑھ رہا ہے اُسی طرح پُستکوں اور پتر پتریکاؤں کا پرکاشن بھی بڑے ویگ(1) سے بڑھ رہا ہے۔ پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ 1927 کی سوویت اسٹیٹ ایڈی ٹوریل آفس نے چار ہزار بھن بھن وشیوں پر سات کروڑ چالیس لاکھ کتابیں پرکاشت کی تھیں، جن پر کل لاگت تین کروڑ چالیس لاکھ روبل تھی۔ کیول میکسم گورکی کی بیس لاکھ پرتیاں نکلی تھی۔ روس کی جن سنکھیاں بارہ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس جن سنکھیا کے لیے لگ بھگ آٹھ کروڑ پُستکیں پرکاشت ہوئی اور یہ ہے پانچ سال پہلے کی سنکھیا۔ سن بتیس کے آنکڑے مل سکیں تو اوشیہ ہی اس سے اُدھک ہوں گے۔ اِدھر بھارت کا یہ حال ہے کہ ایسی برلی ہی کوئی کتاب ہوگی جس کی ہزار دو ہزار پرتیاں سال بھر میں بک سکیں۔ پتر نکلتے ہیں، پر دو چار مہینے یا دو، چار سال میں اُروچی اور شتھلتا سے پراست(2) ہوکر وِسرجت(3) ہوجاتے ہیں اُرتھابھاؤ(4) اس کا کارن ہوسکتا ہے، لیکن وہ گون ہے۔ مکھ کارن ہے جیون کے پرتی ایک پرکار کی اُداسینتا(5) جس کے لیے سنسار سے کوئی دِلچسپی نہیں۔ نگر یا دیش میں کیا ہورہا ہے، اس کی اُسے کچھ خبر نہیں اور نہ کچھ پرواہ ہی ہے۔ کوئی کام بھی تو ہم اُتساہ سے نہیں کرتے۔ ویاپار کیا تو دُکان کھول کر رام بھروسے بیٹھے رہے۔ نوکر ہے تو بس یہی فکر ہے کہ کسی طرح مہینہ پورا ہو اور ہمارا وِیتن مل جائے۔ وِدّیارتھی ہیں تو کیول پریکشا پاس کرنے کی فکر ہے۔ وہ اُتساہ، وہ جاگروکتا جو جیون کو آنند کی وستو بنادیتی ہے، ہم میں ان کا ابھاؤ ہے کچھ عجیب پست ہمتی چھائی ہوئی ہے۔ وکیل ہے، پانچ سو کی ماہوار آمدنی ہے۔ مگر پوچھو سال بھر میں آپ کے ساہتیک منورنجن کا کیا بجٹ ہے تو معلوم ہوگا صِفر۔ اگر کبھی کچھ پڑھنے کا شوق ہوا تو کسی سے پُستک مانگ لی۔ ہم نے تو ایسے ایسے سجنوں کو پُستکوں کی بھیک مانگتے دیکھا ہے جن کی آمدنی دو ہزار سے کم نہ تھی! اور باتوں کے ساتھ ہم میں آتم سمان بھی نہیں رہا۔ اُبھاؤ ہے یہ ہم جانتے ہیں۔

1۔ ویگ۔ پیمانہ 2۔ پراست۔ ہار، شکست 3۔ وسرجت۔ گھل مل جانا 4۔ ارتھابھاؤ۔ معنویت کی کمی 5۔ اداسینتا۔ مایوسی

بھارت سے زیادہ دَرِدر دیش سنسار میں نہیں ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ یہاں ساہتیہ سے تھوڑا بہت جو پریم ہے وہ انھیں کو ہے جو اُبھاؤ سے پیڑت ہے۔ جو سمپن ہے، اُبھاؤ کا بھوت جن کے سر پر سوار نہیں ہے، ان کا جیون تو اور بھی جڑوت ہے۔ اِس سے اُبھاؤ کے سر تو ہم اس اُداسینتا کو نہیں مڑھ سکتے۔اس کا کارن اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ہم جینا نہیں جانتے۔مگر یہ تو پُرانا دُکھڑ ہے۔اگر ہم میں وِرکت (1) کی یہ بھاؤنا نہ ہوتی تو آئے دن ہمارے آندولنوں کا باسی کڑھی کے اُبال کا سا حال نہ ہوتا۔سوویت روس کے پرکاشن کاریہ کی چرچا تو ہم کر چکے۔اب لگے ہاتھ بھارت سے اُس کی تُلنا کر لیجیے۔یہاں 1930 میں انگریزی میں دو ہزار تین سو بتّیس پستک اور ہندوستانی بھاشاؤں میں چودہ ہزار آٹھ سو پندرہ پُستکیں نِکلیں۔کہاں آٹھ کروڑ اور کہاں پندرہ ہزار۔ بھارت غریب ہے لیکن روس اور بھارت کی آرتھِک اَستھتی میں ایک اور دو، ایک اور چار، ایک اور پچاس کا اَنتر ہوسکتا ہے، ایک اور ہزار کا اَنتر نہیں ہوسکتا۔

فروری، 1933

1۔ورکت۔ایک خون کا ہونا

لیکھکوں کو برنارڈ شا کا اُپدیش

برنارڈ شانے حال ہی میں ایک موقعے پر لیکھکوں کو بڑے معرکے کی بات بتلائی۔آپ نے فرمایا۔ لیکھک اگر جنتا میں اپنی عزت اور کھیاتی(1) چاہتے ہیں، تو انھیں یتھا شکتی(2) جنتا کے سمکھ آنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ اکثر لیکھکوں کی بدھی ان کی دیہہ سے پرتبھا(3) وان ہوتی ہے اور ان کے وِشے میں ان کی رچنائیں پڑھ کر جنتا جو کلپنا کرتی ہے، وہ لیکھک کو پرتیکش دیکھنے سے غائب ہو جاتی ہے۔ یہ سوبھاگیہ تو بہت ہی کم لیکھکوں کو ہوتا ہے کہ ان کے وِچار جتنے گمبھیر، مولک اور اونچے ہوں، ویسی ہی ان کی دیہہ بھی سوگٹھت اور تیج وان ہو۔ رچنا کی چنتا میں پڑے پڑے بے چارے سوکھ کر چھوہارے ہو جاتے ہیں۔ اور جنتا سمجھتی ہے کہ اس پُستک کا لیکھک کوئی مہان وِیکتی ہوگا۔ بڑی اونچی پیشانی والا، بڑے موٹے پیٹ والا، بڑا روپ وان، بڑا وِچار شیل، بڑا مردُبھاشی، بڑا ابدھیمان، مگر جب لیکھک سامنے آتا ہے تو ان کا وہ کلپت(4) چتر کسی اَنش میں بھی مول سے نہیں ملتا اور لیکھک ترنت ہی جنتا کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

ہم ''شا'' مہودے کے اس پرستاؤ میں تھوڑی ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ جن لیکھکوں کو دیو نے اچھا خاصا ڈیل ڈول اور خوب صورت چہرہ اور میٹھی آواز اور آکرشک رنگ ڈھنگ دیا ہے، ان کے لیے ایسی قید نہ ہونی چاہیے، کیونکہ ان کے درشن سے ان کی رچناؤں کا مہتو کچھ بڑھ ہی جائے گا، مگر یہاں بھی ایک شنکا ہوتی ہے کسی کی رَچنا پڑھ کر جنتا رچیتا(5) تا کے وِشے میں کیا کلپنا چتر بنا لیتی ہے، اس کی کسی کو کیا خبر، سمبھو ہے جن لیکھک مہودے کی دیہہ پہلوانوں کی سی ہو، جنتا نے ان کا کلپت چتر مہاتماؤں کا سا بنایا ہو اور جن کا چہرہ خوب صورت ہے، ان کا چتر ڈھٹریل آدمی کا بنایا ہو۔ شاید اِسی لیے ''شا'' مہودے کبھی اپنی تصویر نہیں کھنچواتے، مگر پھر بھی آپ سے پلیٹ فارم پر بولے بغیر کیوں نہیں رہا جاتا۔

فروری، 1935

1۔کھیاتی۔شہرت 2۔یتھا شکتی۔حتی الامکان 3۔پرتبھاوان۔صلاحیت 4۔کلپت۔تصوراتی 5۔رچیتا۔تخلیق کار

ساہتیک سنِ پات

سہیوگی وشال بھارت نے ہندی بھاشا کی جوآدرنیہ (1) سیوائیں کی ہیں ان کے ہم پرشنسک (2) ہیں۔ اِدھر کئی مہینوں سے اُس نے ساہتیک ویدھ کا پد لے لیا ہے اور ساہتیک بیماریوں کا نیدان (3) کرر ہا ہے۔ ہم نے سنا ہے یہ بیماری سنکرامک (4) ہے اس لیے ہم سہیوگی کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ ساودھان رہے، ایسا نہ ہو کہ وہ خود اس مرض میں مبتلا ہو جائے۔ اُسے اُدارتا (5) کا ٹیکا لے لینا چاہیے!

دسمبر، 1932

1۔آدرنیہ۔عزت کے لائق 2۔ پرشنسک۔تعریف کرنے والے 3۔نیدان۔صفایا 4۔سنکرامک۔گہرا 5۔اُدارتا۔نجات

دکھی جیون

ہندو درشن (1) دکھ واد (2) ہے، بودھ درشن دکھ واد ہے اور عیسائی درشن بھی دکھ واد ہے۔ منشیہ سکھ کی کھوج میں آدی کال سے رہا ہے اور اسی کی پراپتی اُس کے جیون کا سدیو ملھیہ اُدیشیہ رہی ہے۔ دُکھ سے وہ اتنا گھبراتا ہے کہ اس جیون میں ہی نہیں آنے والے جیون کے لیے بھی ایسی ویوستھا کرنا چاہتا ہے کہ وہاں بھی سکھ کا اُپ بھوگ (3) کر سکے۔ جنت اور سورگ، موکش (4) اور نروان (5) سب اُسی آکانکشا (6) کی رچنائیں ہیں۔ سُکھ کی پراپتی کے لیے ہی ہم نے جیون کو نِس سار اور سنسار کو انتیہ کہہ کر اپنے من کو شانت کرنے کی چیشٹا کی۔ جب جیون میں کوئی سار ہی نہیں ہے اور سنسار انتیہ ہی ہے، تو پھر کیوں نہ اِن سے منہ موڑ کر بیٹھیں؟ لیکن ہم کیوں دُکھی ہوتے ہیں، وہ کون سی منوورتی (7) ہے جو ہمیں دُکھ کی اُور لے جاتی ہے۔ اس پر ہم نے وِچار نہیں کیا۔ آج ہم اِسی پرشن کی میمانسا (8) کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس اندھکار میں کہیں پرکاش بھی مل سکتا ہے یا نہیں۔

دُکھ کے دو کارن ہیں۔ ایک تو وے روڑھیاں جن میں ہم نے اپنے کو اور سماج کو جکڑ رکھا ہے اور دوسری وے ویکتگت منوورتیاں ہیں جو ہمارے من کو سنکوچت (9) رکھتی ہیں اور اُس میں باہر کی وایو اور پرکاش نہیں آنے دیتیں۔ روڑھیوں سے تو ہم اس سمے بحث نہیں کرنا چاہتے، کیونکہ ان کا سُدھار ہمارے بس کی بات نہیں، وہ سمشٹی کی جاگرتی پر نربھر ہے لیکن ویکتگت منوورتیوں کا سنسکار 10 ہمارے بس کی بات ہے اور ہم اپنا وِچار یہیں تک پریمت رکھیں گے۔

اکثر ایسے لوگ بہت دُکھی دیکھے جاتے ہیں جو اُسمے کے کارن اپنا سواستھ کھو بیٹھے ہیں، یا جن پر لکشمی کی اَکرپا ہے۔ لیکن واستو میں سُکھ کے لیے نہ دھن انیوار یہ ہے نہ سواستھ۔ کتنے ہی دھنی آدمی دکھی ہیں، کتنے ہی روگی سُکھی ہیں۔ سُکھی جیون کے لیے من کا سوستھ ہونا اتینت آوشیک ہے۔ لیکن پھر بھی سُکھی

1۔ درشن۔ فلسفہ 2۔ دکھ واد۔ تکلیف دہ 3۔ اُپ بھوگ۔ استفادہ 4۔ موکش۔ نجات 5۔ نروان۔ معرفت
6۔ آکانکشا۔ خواہش 7۔ منورتی۔ اندرونی طاقت 8۔ میمانسا۔ وضاحت 9۔ سنکوچت۔ مشکوک 10۔ سنسکار۔ تہذیب

جیون کے لیے نی روگ شریر لازم چیز ہے۔ کبھی تو رِشی نہیں ہوتے۔ بلوان اور سوستھ من بلوان اور سوستھ دیہہ میں ہی رہ سکتا ہے۔ سادھنا (1) اور تَپ اس نیم میں اَپواد اُپستھت کر سکتے ہیں، لیکن سادھارنتا سوستھ دیہہ اور سوستھ من میں کارن اور کاریہ کا سمبندھ ہے۔ یدّ پی ورتمان رہن سہن نے اِسے دُستر (2) بنا دیا ہے تتھا پی سامانیہ منشیہ اگر بدّھی سے کام لے اور پراکرتک جیون کے آدرش کی طرف سے آنکھ نہ بند کر لے، تو وہ اپنی دیہہ کو نی روگ رکھ سکتا ہے۔ دیہہ تو ایک مشین ہے۔ اِسے جس طرح کوئلے پانی کی ضرورت ہے اُسی طرح اس سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس مشین سے کام نہ لیں تو بہت تھوڑے دنوں میں اس کے پُرزوں میں مورچا لگ جائے گا۔ مزدور کے لیے یہ پرشن ہی نہیں اٹھتا۔ یہ پرشن تو کیول اُن لوگوں کے لیے ہے جو گدّی پر یا کُرسی پر بیٹھ کر کام کرتے ہیں اُنھیں کوئی نہ کوئی کسرت ضرور ہی کرنی چاہیے کرکٹ اور ٹینس کے لیے ہمارے پاس سادھن نہیں ہیں تو کیا ہم اپنے گھر میں سو پچاس ڈنڈ بیٹھک بھی نہیں لگا سکتے؟ اگر ہم سواستھ کے لیے ایک گھنٹہ بھی سے نہیں دے سکتے تو اس کا اَسپشٹ ارتھ یہی ہے کہ ہم سُکھ کو ٹھوکروں سے مار کر اپنے دوار سے بھگاتے ہیں۔

بھوجن کا پرشن بھی کچھ کم مہتو پورن نہیں ہے۔ کیا چیز کس طرح اور کتنی کھائی جائے، اس وِشے میں مورکھوں سے اَدھک شِکشِت لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اَدھک تر تو ایسے آدمی ملیں گے جو اس وشے میں کچھ جانتے ہی نہیں۔ زندگی کا سب سے بڑا کام ہے بھوجن۔ اِسی دُھری پر سنسار کا سارا چکر چلتا ہے اور اِسی کے وِشے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ بچّوں میں شیل (3) اور وِنے (4) کا تتھا بڑوں میں سنیم (5) کا پہلا پاٹھ بھوجن سے آرمبھ ہوتا ہے۔ یہ ہاسیاپدسی بات ہے پر واستو میں آتمونتی کا (6) پہلا منتر بھوجن میں پتھیا پتھیہ کا وِچار ہے۔

دُکھ کا ایک بڑا کارن ہے اپنے آپ میں ڈوبے رہنا۔ ہمیشہ اپنے ہی وشے میں سوچتے رہنا۔ ہم یوں کرتے تو یوں ہوتے، وکالت پاس کر کے اپنی مٹی خراب کی۔ اس سے کہیں اچّھا ہوتا کہ نوکری کر لی ہوتی۔ اگر نوکر ہیں تو یہ پچھتاوا ہے کہ وکالت کیوں نہ کر لی۔ لڑکے نہیں ہیں تو یہ فکر مارے ڈالتی ہے کہ لڑکے کب ہوں گے۔ لڑکے ہیں تو رو رہے ہیں کہ یہ کیوں ہوئے۔ یہ کچّے بچّے نہ ہوتے تو کتنے آرام سے زندگی کٹتی۔ کتنے ہی ایسے ہیں جو اپنے ویواہک جیون سے اَسنتُشٹ ہیں۔ کوئی ماں باپ کو کوستا ہے جنھوں نے اس کے گلے میں زبردستی جُوا ڈال دیا۔ کوئی ماما یا پھوپھا کو جنھوں نے ویواہ پکا کیا۔ اب ان کی صورت بھی اُسے پسند نہیں۔ بیوی سے آئے دن ٹھنی رہتی ہے۔ وہ سلیقہ نہیں رکھتی، میلی ہے، پھوہڑ ہے، مُردہ ہے،

1۔ سادھنا۔ ورد کرنا 2۔ دُستر۔ بے سطح 3۔ شیل۔ سنجیدگی 4۔ ونے۔ خوشی 5۔ سنیم۔ صبر 6۔ آتمونتی۔ وجود کی ترقی

یا مجرمی ہے۔ جب دیکھو منھ لٹکائے بیٹھی رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ پتی مہودے دن بھر کے بعد گھر میں آئے
ہیں، تو لپک کر اُن کے گلے سے لپٹ جائے۔ اس شرینی میں اَدھک تر لیکھک سماج اور نو شلشت یوگ
ہیں۔ وے دوسروں کی بیویوں کو دیکھ کر اپنی قسمت ٹھوکتے ہیں۔ وہ کتنی سُگھڑ ہے، کتنی ہنس مکھ، کتنی
سوروچی رکھنے والی۔ دن رات بے چارے اِسی ڈاہ میں جلا کرتے ہیں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو چاہتے
ہیں کہ ساری دُنیا اُن کی پرشنسا کرتی رہے۔ خود جب موقع پاتے ہیں اپنی تعریف شروع کر دیتے ہیں۔
وے خود کسی کے پرشنسک نہیں بنتے، کسی سے پریم نہیں کرتے۔ لیکن اِچھک ہیں کہ دنیا ان کے آگے نت
مَستک کھڑی رہے۔ ان کا گُن گان کرتی رہے۔ دُنیا ان کی قدر نہیں کرتی اس فکر میں گھلے جاتے ہیں، اس
سے ان کے سوبھاؤ اور ویوہار میں کٹوتا (1) آجاتی ہے اور ایسے لوگ تو گھر گھر ملیں گے جو ننانوے کے
پھیر میں پڑ کر جیون کو بھار بنا لیتے ہیں۔ سنچے، (2) سنچے لگاتار سنچے اِسی میں اُن کے پران بستے ہیں۔ ایسا
آدمی کیول انھیں سے پرسن رہتا ہے، جو سنچے میں اس کے سہایک ہوتے ہیں۔ اور کسی سے اُسے سروکار
نہیں۔ بیوی سے ہنسنے بولنے کا اس کے پاس سے نہیں، لڑکوں کو پیار کرنے اور دُلرانے کا اُسے بالکل
اوکاش (3) نہیں۔ گھر میں کسی سے دھیلی کا نقصان بھی ہو گیا تو اس کے سر ہو جاتا ہے۔ بیوی نے اگر ایک
آنے کی جگہ پانچ پیسے کی ترکاری منگوالی تو پتی کو رات بھر جھیکنے کا مسالہ مل گیا۔ تم گھر لُٹا دوگی، تمھیں کیا خبر
پیسے کیسے آتے ہیں، آج مر جاؤں تو بھیک مانگتی پھرو۔ ایسی ایسی دل جلانے والی باتیں کر کے آپ روتا ہے
اور دوسروں کو رُلاتا ہے۔ لڑکے سے کوئی چمنی ٹوٹ گئی، تو کچھ نہ پوچھو، بے چارے نرپرادھ (4) بالک کی
شامت آگئی۔ مارتے، مارتے اس کی کھال اُدھیڑ ڈالی۔ مانا لڑکے سے نقصان ہوا، تم غریب ہو اور
تمھارے لیے دو چار آنے کا نقصان بھی کٹھن ہے۔ لیکن لڑکے کو پیٹ کر تم نے کیا پایا؟ چمنی تو جُڑ نہیں گئی۔
ہاں اُسنیہ (5) کا بندھن ضرور ٹوٹنے، ٹوٹنے ہو گیا۔ یہ سب اپنے آپ میں ڈوبے رہنے والوں کا حال
ہے۔ ان کے لیے کیول یہی اوشدھ ہے کہ اپنے وِشے میں اِتنی چنتا نہ کریں، دوسروں میں بھی دلچسپی لینا
سیکھیں۔ چڑیاں پالنا، پھول پودے لگانا، گانا بجانا، گپ شپ کرنا، کسی آندولن میں بھاگ لینا، غرض من کو
اپنی اور سے ہٹا کر باہر کی اور لے جانا ہی ایسے چنتا شیل پرکرتی والوں کے لیے دکھ نوارک (6)
ہوسکتا ہے۔

اُداسین پرکرتی والے بھی اکثر دکھی رہتے ہیں۔ سنسار میں ان کے لیے کوئی سار وستو نہیں۔ یہ مرض

1۔ کٹوتا۔ سختی، خشکی 2۔ سنچے۔ بچت 3۔ اوکاش۔ فرصت 4۔ نرپرادھ۔ مظلوم 5۔ اُسنیہہ۔ پیار 6۔ دکھ نوارک۔
دکھ سے نجات دلانے والا

اَدِھک تر اُچ کوٹی کے وِدوانوں کو ہوتا ہے۔ انھوں نے سنسار کے تتو کو پہچان لیا ہے اور جیون میں اب ایسی کوئی وستو نہیں ملتی جس کے لیے وے جیے۔ سنسار رساتل کی اور جا رہا ہے، لوگوں سے پریم اُٹھ گیا، سہانو بھوتی کا کہیں نام نہیں، ساہتیہ کا ڈونگا ڈوب گیا، جس سے پریم کرو وہی بے وِفائی کرتا ہے، سنسار میں وشواس کس پر کیا جائے؟ یہ چیز تو اُٹھ گئی۔ اب لکھن سے بھائی اور ہنومان سے سیوک کہاں؟ یہ اُداسینتا اَدِھک تر انھیں لوگوں میں ہوتی ہے جو سمپن ہیں، جنھیں جیویکا کے لیے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ مزے سے کھاتے ہیں اور سوتے ہیں۔ کریاشیلتا کا ان میں اَبھاؤ ہوتا ہے۔ وے دُنیا میں کیول رونے کے لیے آئے ہیں کسی کا ان کی جات سے اُپکار نہیں ہوتا۔ ہر ایک چیز میں عیب نکالنا، ہر چیز سے اَسنتُشٹ رہنا، یہی اُن کا اُدھم (1) ہے۔ ایسے لوگوں کا علاج یہی ہے کہ ترنت کسی کام میں لگ جائیں۔ اور کچھ نہ ہو سکے تو تاش کھیلنا ہی شروع کر دیں۔ کوئی بھی وَیَسن ان کے رونے سے اچھا ہے۔ سنسار کب رساتل کی اور نہیں جا رہا تھا؟ جب کورو نے دروپدی کو بھری سبھا میں ننگی کرنا چاہا اور پانڈو بیٹھے ہوئے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے، کیا تب سنسار رساتل کو نہیں جا رہا تھا؟ کس یگ میں بھائی نے بھائی کا گلا نہیں کاٹا، متروں نے وشواس گھات نہیں کیا، وِتبھی چار نہیں ہوا، شراب کے دور نہیں چلے، لڑائیاں نہیں ہوئی، اَدھرم نہیں ہوا؟ مگر پرِتھوی آج بھی وہی ہے جہاں دس ہزار برس پہلے تھی۔ نہ رساتل گئی نہ پاتال۔ اور اِسی طرح اَننت کال تک رہے گی۔ سندیہہ (2) جیون کا تتوِ ہے سوستھ من میں سدِیوَسندیہہ اُٹھتے ہیں اور سنسار میں جو کچھ اُنتی ہے اس میں سَندیہ کا بہت ہاتھ ہے۔ لیکن سَندیہہ کریاشیل ہونا چاہیے، جو نت نئے آوشکار کرتا ہے، جو ساہتیہ اور درشن کی سرِشٹی کرتا ہے۔ سنسار اَنتیہ ہے تو آپ ساہتیہ اور درشن کی سرِشٹی کرتا ہے۔ سنسار اَنتیہ ہے تو آپ کو اس کی کیا چِنتا ہے؟ وشواس مانیے، آپ کے جیون میں پرلے (3) لیے نہ ہوگا۔ اور اگر پرلے بھی ہو جائے تو آپ کے چِنتا کرنے کی وجہ؟ جو سب کی گتی ہوگی، وہی آپ کی بھی ہوگی۔ گھر سے باہر نکل کر دیکھیے۔ میدان میں کتنی منوہر ہریالی ہے وِرکشیوں کا کتنا میٹھا گانا ہو رہا ہے۔ ندی میں چاند کیسا تھِرک رہا ہے۔ کیا اور درشیوں سے آپ کو ذرا بھی آنند نہیں آتا؟ کسی جھونپڑی میں جا کر دیکھیے۔ ماتا فاقہ کر رہی ہے، پر کتنے پریم سے بالک کو اپنے سوکھے آستین سے چمٹائے ہوئے ہے۔ پتنی اپنے بیمار پتی کے سرہانے بیٹھی موتی برسا رہی ہے اور ایشور سے مناتی ہے کہ پتی کی جگہ وہ خود بیمار ہو جائے۔ وشواس کیجیے، آپ سیوا اور تیاگ تتھا وشواس کے ایسے ایسے کرتب دیکھیں گے کہ آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ ہو سکے تو ان کی کچھ مدد کیجیے، پریم کرنا سیکھیے۔ اس اداسینتا کی اس مانسِک وِتبھی چار کی، یہی دوا ہے۔

1۔ اُدھم۔ محنت، کوشش 2۔ سندیہہ۔ شک 3۔ پرلیے۔ آخرت

آج کل دُکھ کی ایک نئی ٹکسال کھل گئی ہے اور وہ ہے جیون سنگرام۔ جیون سنگرام۔ جدھر دیکھیے، یہی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس سنگرام میں آپ کسی کی سہانو بھوتی کی چھما کی، پروتساہن (1) کی آشا نہیں کر سکتے۔ سبھی اپنے اپنے نکھ اور دنت نکالے شکار کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ ان کی چھد ھا پرشانت مہا ساگر سے بھی گہری ہے، کسی طرح شانت نہیں ہوتی۔ کاش، یہ دن چوبیس گھنٹوں کی جگہ اڑتالیس گھنٹوں کا ہوتا۔ اِدھر سور یہ نکلا اور اُدھر مشین چلی۔ پھر وہ دو بجے رات سے پہلے نہیں بند ہو سکتی۔ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں۔ ناشتا کھڑے کھڑے کیجیے، کھانا دوڑتے دوڑتے کھائیے، متروں سے ملنے کا سمے نہیں فالتو باتیں سننے کی فرصت نہیں۔ مطلب کی بات کہیے صاحب، چٹ پٹ سمے کا ایک ایک منٹ اَشرفی ہے، موتی ہے، اُسے ویرتھ (2) نہیں کھو سکتے۔ یہ سنگرام کی منووِرتی پچھم سے آئی ہے، اور بڑے ویگ سے بھارت میں پھیل رہی ہے۔ بڑے بڑے شہروں پر تو اس کا اُدھیکار ہو چکا ہے اب چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں بھی اس کی عمل داری ہوتی جاتی ہے۔ مَندی، تیزی، بازار کے اُتار چڑھاؤ، حصّوں کا گھٹنا بڑھنا یہی جیون ہے۔ نیند میں بھی یہی نیند تیزی کا سوپن دیکھتے ہیں۔ پُستکیں پڑھنے کی کسے فرصت۔ سنیما دیکھ لیں گے، اُپنیاس کون پڑھے، چھوٹی کہانیوں سے منورنجن کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ خبط بھی ہے کہ ہم کسی چھیتر میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ ساہتیہ اور درشن اور راج نیتی، ہر وِشے میں نئی سے نئی باتیں بھی ہم سے بچنے نہ پائیں۔ سوروچی (3) اور سروگتا کے پردرشن کے لیے نئی سے نئی پستکیں تو میز پر ہونی ہی چاہیے۔ کسی طرح ان کا خلاصہ مل جائے تو کیا کہنا، دس منٹ میں کتاب کا لُبِّ لُباب معلوم ہو جائے۔ آلو چنا پڑھ کر بھی تو کام چل سکتا ہے۔ اِسی لیے لوگ آلو چنائیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اب ہم ان گرنتھوں پر اپنی رائے دینے کے ادھِکاری ہیں۔ سماج میں کوئی ہمیں مورکھ نہیں کہہ سکتا۔ اس بھاگ دوڑ کے جیون میں آنند کے لیے کہاں استھان ہو سکتا ہے؟ جیون میں سپھلتا اوشیہ آنند کا ایک انگ ہے۔ اور بہت ہی مہتوپورن انگ۔ لیکن ہمیں اُس تیز گھوڑے کو اپنی رانوں کے نیچے رکھنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ وہ ہمیں جدھر چاہے، لیے دوڑتا پھریں۔ جیون کو سنگرام سمجھنا۔ یہ سمجھنا کہ یہ کیول پہلوان کا اَکھاڑا ہے اور ہم کیول اپنے پرتی دَوندِیوں کو پچھاڑنے کے لیے ہی سنسار میں آئے ہیں اُنماد (4) ہے۔ اس کا پرنام یہ ہوتا ہے کہ ہماری اِچّھا تو بلوان ہو جاتی ہے، لیکن وِچار اور وِویک (5) کا سروناش ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم سنتوش اور شانتی کا مولیہ سمجھیں۔ جیون کا آنند کھو کر جو سپھلتا ملے وہ ویسی ہی ہے جیسے اپنی آنکھوں کے سامنے کوئی تماشا۔ سپھلتا کا اُدّیشیہ ہے۔ آنند اگر سپھلتا سے دُکھ بڑھے اَشانتی بڑھے تو وہ واستوِک سپھلتا نہیں۔

1۔ پروتساہن۔ ہمت افزائی 2۔ ویرتھ۔ بیکار 3۔ سوروچی۔ اچھی فطرت 4۔ اُنماد 5۔ وویک۔ تصور

بھوِشیہ کی چِنتا دُکھ کا کارن ہی نہیں، پردھان کارن ہے۔ کل کہیں چل بسے تو کیا ہوگا؟ گھر کا کچھ بھی انتظام نہ کر سکے۔ مکان نہ بنوا سکے۔ پوتے کا وِواہ بھی نہ دیکھا۔ اِدھر ہم نے آنکھیں بند کی اور اُدھر ساری گرہستھی تین تیرہ ہوئی۔ لڑکا اُڑاؤ ہے، پیسے کی قدر نہیں کرتا، نہ زمانے کا رُخ دیکھتا ہے۔ اس چنتا میں اکثر رات کو نیند نہیں آتی، جس کا سواستھ پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ایسی منوورتّی نئی نئی شنکاؤں کی سرِشٹی کرنے میں نِپُن ہوتی ہے۔ دو چار دن کھانسی آئی تو ترنت تپ دق کی شنکا ہونے لگی۔ دو چار دن کا ہلکا جور آ گیا تو شنکا ہوئی، جیرن جور ہے۔ اگر جوانی میں آنکھیں بہک گئی ہیں تو اب پاپ کی بھاؤنا ہردے کو دبائے ہوئے ہے۔ یہی شنکا لگی ہوئی ہے کہ اس اپرادھ کے دنڈ سوروپ نہ جانے کیا کیا آفت آنے والی ہے۔ لڑکا بیمار ہوا اور مان منوتی ہونے لگی۔ بس وہی دنڈ ہے۔ کسی بڑے مقدمہ میں ہارے اور وہی شنکا سر پر سوار ہوئی۔ بس یہ سب اُسی کا پھل ہے۔ اپنا بوجھ لے کر بے ترنی کیسے پار ہوگی۔ نرک کی بھیشن کلپنا کھانا پینا حرام کیے دیتی ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ آدمی ہر وشے پر ٹھنڈے من سے وِچار کرے، یہاں تک کہ اُس پر اُس کے سارے پہلو روشن ہو جائے۔ تم کیوں سمجھتے ہو کہ تمھارے لڑکے تم سے زیادہ نالائق ہوں گے؟ اِسی طرح تمھارے باپ نے بھی تو تمھیں نالائق سمجھا تھا۔ پر تم تو لائق ہو گئے اور آج گرہستھی کی دیکھ بھال مزے سے کر رہے ہو۔ تمھارے بعد اِسی طرح تمھارا لڑکا بھی گھر بار سنبھال لے گا۔ ممکن ہے، وہ تم سے زیادہ چتُر نکلے اور پاپ تو کیول پنتھوں کا ڈھکوسلا ہے۔ ہمارے سموداے میں کوئی شرابی نہیں، ہم نے پی لی تو پاپ کیا۔ کیوں پاپ کیا؟ کروڑوں آدمی روز پیتے ہیں کھلے خزانے پیتے ہیں۔ وے اِسے پاپ نہیں سمجھتے بلکہ ان کی نگاہ میں جو شراب نہ پیے وہی پاپی ہے۔ ہمارے کُل میں مانس کھانا ورجت (1) ہے، ہم نے کھالیا تو کوئی پاپ نہیں کیا؟ پاپ وہی ہے جس سے اپنا اور دوسروں کا اہت (2) ہوتا ہے۔ اگر شراب پینے سے تمھارے سر میں درد ہونے لگتا ہے یا تم بہک کر گالیاں بکنے لگتے ہو، تو بے شک شراب پینا تمھارے لیے پاپ ہے۔ اگر تم شراب کے پیچھے بال بچّوں کو کھانے پینے کا کشٹ دیتے ہو، بے شک شراب پینا تمھارے لیے پاپ ہے۔ اُسے ترنت چھوڑ دو۔ اِسی طرح مانس کھانے سے اگر تمھارے پیٹ میں درد ہونے لگے تو وہ تمھارے لیے ورجت ہے۔ مانس ہی کیوں دودھ پینے سے تمھاری پاچن کریا بگڑ جائے تو دودھ بھی تمھارے لیے ورجت ہے۔ دھرم ادھرم کے متھیا وِچارو (3) ں میں پڑ کر، دیوی دنڈ کی کلپنائیں کر کے کیوں اپنے کو دُکھی کرتے ہو؟ بابا واکیہ ہے۔ چاہے کٹّر پنتھیوں میں تمھارا سمّان بڑھا دے پر ہے مورکھتا۔ سُیم وِچار کرو کہ واستو میں دشکرم (4) کیا ہے؟ اپنے کاروبار میں کائیاپن،

1۔ ورجت۔ ممنوع 2۔ اَہت۔ غیر مفید 3۔ متھیا وچار۔ چھوٹی سوچ، توہم پرست 4۔ دُشکرم۔ بدخصلت، بُرے اعمال

نوکروں سے کٹو ویوہار، بال بچوں پر اتیاچار، اپنے سہورگیوں سے ایرشیا اور دویش، پرتی دوندھیوں پر متھیا آروپ، بُری نیت، دَغا، فریب، یہ سب واستو میں دُشکرم ہیں۔ جن کی قانون میں بھی سزا نہیں۔ لیکن جن سے مانو سماج کا سروناش ہو رہا ہے۔ من میں پاپ کی کلپنا کا بیٹھ جانا ہمارے آتم سمان کو منا دیتا ہے اور جب آتم سمان چلا گیا تو سمجھ لو کہ بہت کچھ چلا گیا۔ پاپا کرانت من سدیو اِیرشیا سے جلا کرتا ہے، سَدیو دوسروں کے عیب دیکھتا رہتا ہے، سدیو دھرم کا ڈھونگ رچا کرتا ہے۔ جب تک وہ دوسروں کے پاپ کا پردا نہ کھول دے اور اپنی دھرم پراسیتا پرمانت نہ کر دے، اس کو شانتی نہیں۔

ہمارے دو ایک متر ایسے ہیں جنھیں ہمیشہ یہ فکر ستایا کرتی ہے کہ لوگ ان سے جلتے ہیں، ان کے لیکھکوں کی کوئی پرشنسا نہیں کرتا، ان کی پُستکوں کی بُری آلوچنائیں ہوتی ہیں اوشیہ ہی کچھ لوگوں نے ایک گٹ بنا کر ان کا انادر کرنا ہی اپنا دھیہ بنا لیا ہے ایسے آدمی سدیو دوسروں سے ایسے سشنک رہتے ہیں۔ مانو وے خفیہ پولس ہوں۔ بس جس نے ان کی پرشنسا نہ کی اُسے اپنا دُشمن سمجھ لیا۔ اس کا کارن اس کے سوا اور کیا ہے کہ وے اپنے کو اس سے کہیں بڑا آدمی سمجھتے ہیں۔ جتنے وے ہیں۔ سنسار کو کیا غرض پڑی ہے کہ ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائے۔ ہم اپنی رچنا کو اَمولیہ سمجھیں اس کا ہمیں ادھیکار ہے۔ لیکن دوسرے تو اُسے تبھی اَمولیہ سمجھیں گے جب وہ امولیہ ہوگی۔ یہ منو ورتّی جب بہت بڑھ جاتی ہے تب آدمی اپنے لڑکوں کو ہی اپنا بیری سمجھنے لگتا ہے۔ وہ کداچت آشا کرتا ہے کہ اس کے لڑکے اپنے لڑکوں سے زیادہ اس کا خیال رکھیں۔ یہ اَسوابھاوک ہے۔ کسی کو یہ اَدھیکار نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو چاہے وہ اُس کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو، اُسے سوابھاوک مارگ سے ہٹا کر اپنی راہ پر لگائے۔

ویش کھ 1990ء

اَبھنندن گرنتھ اور سادھارن جنتا

ادھر ایک دو سال سے ابھنندن (1) گرنتھوں کی خاصی دھوم ہے۔ گجرات میں کوی ور خبردار اور کوی ور نہا نالال دَلپت رام کو، مہاراشٹر میں شری نرسنگھ چنتامنی کیل کر کو، بنگال میں کویندر رویندر کو اور یکت پرانت میں مہامنا مالویہ جی اور آچاریہ دویدی جی کو ابھنندن گرنتھ اَرپت کیے گئے ہیں ابھی کئی ابھنندن گرنتھ گربھستھ ہیں۔ پنڈت گوری شنکر ہیرا چندر اوجھا کو بھی ابھنندن گرنتھ دیا جانے والا ہے۔ اُدھر شری دیانند کی مُکتا تما (2) کو بھی ابھی نندن گرنتھ سمرپت کرنے کا آیوجن ہورہا ہے۔ ساہتیہ اُن کرش کا یہ شُبھ لکچھن ہے۔ آدرش ساہتیہ سیوویوں کا ابھنندن ہونا ہی چاہیے۔ کنتو وچارنیہ پرشن یہ ہے کہ ان مولیہ وان ابھنندن گرنتھوں سے سادھارن جنتا کو کیا لابھ ہے؟ ایسے گرنتھوں کا مولیہ سوبھاوتا اِتنا ادِھک ہوتا ہے کہ سادھارن جنتا کسی طرح خرید نہیں سکتی۔ دھنیوں میں اُتنے ادّھین شیل اور ساہتیا (3) نوراگی تتھا گیان پپاسو دیکتی نہیں مل سکتے، جتنے نردھنوں میں پائے جاتے ہیں۔ سادھارن شرینی کے لوگوں میں بہت سے ساہتیہ مرمگ اور ودھارنوراگی پڑے ہیں۔ پر اپنی اسمرتھتا اور شوچنیہ آرتھِک استھتی کے کارن وے ساہتیہ بھنڈار کے اِن اُجول رتنوں کی کانتی سے اپنے ہردے مندر کو نہیں جگمگا سکتے۔ اس پرکار کے بہت سے لوگ سار وجنک پُستکالیوں میں بھی نہیں پہنچ پاتے۔ ہمارے غریب دیش میں اچھے پستکالیے بھی اِنے گنے ہی ہیں۔ پھر بڑے بڑے پستکالیوں میں بھی اَنیک مولیوان گرنتھ نہیں پائے جاتے۔ سادھارن استھتی کی جنتا کو یہ معلوم ہی نہیں کہ دیش دِشانتر کے مہان مَستِشکوں سے گیان راشی کا سنچے کر کے جو وِشال ابھنندن گرنتھ پرکاشِت کیے گئے ہیں ان میں کیا سامگری ہے۔ پتر پتریکاؤں میں یدی ان کا وِسترِت (4) پریچے اپنے اپنے ڈھنگ سے پرکاشِت ہو تو اس سے جنتا کی گیان بُدھی ہوسکتی ہے۔ لوگوں کا منورنجن بھی ہوگا اور بہت سمبھو ہے کہ پتر پتریکاؤں کی اور لوگوں کی اَبھی روچی بھی بڑھ جائے۔

1۔ابھنندن۔معنون 2۔مُکتا تما۔نجات یافتہ روح 3۔ساہتیانوراگی۔ادبی زہنیت کا 4۔وِسترت۔وسیع، پھیلا ہوا

کیا وے گرنتھ بڑی بڑی لائبریریوں اور دھن وانوں کی چمکیلی الماریوں کو ہی النکرت کرنے کے لیے پرکاشت ہوئے ہیں؟ کیا ان میں سادھارن استھتی کی جنتا کے گیان وردھن اور منورنجن کی کوئی سامگری نہیں ہے؟ اُوشیہ ہے اور یتھیشٹ ماترا میں ہے۔ تب کیوں نہ اس سامگری کو پتر پتریکائیں اپنے پاٹھکوں کی بھینٹ کریں؟ کیوں نہ وہ بڑے بڑے دماغوں کی گیان، سمپتی، سستے سنسکرن کے گرنتھوں دوارا سادھارن جنتا تک پہنچائی جائے؟ لوک ہت کی درشٹی سے پرتیک ابھنندن گرنتھ کا ایک سستا سنسکرن بھی اوشیہ نکلنا چاہیے۔

جولائی، 1933

سمپادن کلا ودیالیہ کی آوشیکتا

ہندی سنسار میں روز ہی نئے نئے اخبار نکل رہے ہیں۔ ہر مہینے میں دو چار نئی پتریکائیں بھی نکل آتی ہیں۔ اُدھیکانش پتر پتریکاؤں پر نئے نئے سمپادکوں کے نام دیکھنے میں آتے ہیں۔ اُتنے میں کتنے ہی نام ایسے بھی مل جاتے ہیں، جو پہلے کبھی لیکھک کے روپ میں کہیں نہیں دیکھے گئے تھے۔ کبھی کبھی نوجات پتر پتریکاؤں کا روپ رنگ اور ان کی پاٹھیہ سامگری (1) دیکھ کر کھید اور آشچریہ ہوئے بنا نہیں رہتا۔ نوجات سمپادکوں کا حوصلہ ہی من میں ایسا ہی کچھ بھاؤ پیدا کرتا ہے۔ کتنے ہی سجن، پتر سمپادک کے روپ میں ہی پہلے پہلے ہندی سنسار میں پرویش کرتے ہیں۔ اس کا پرنام پرتیکش ہے۔

کنتو ہندی کی اُنتی جس تیزی سے ہو رہی ہے اُسے دیکھتے ہوئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اب نوین پتر پتریکاؤں کی کوئی آوشیکتا نہیں ہے۔ آوشیکتا ہو یا نہ ہو، ہندی کا چھیتر جیوں جیوں وسترت ہوتا جائے گا، تیوں تیوں نوین پتریکاؤں کی سنکھیا بڑھتی جائے گی۔ ایسی دشا میں ایک سوویوستھت سمپادن کلا ودیالیہ کی آوشیکتا کا انوبھو ہونا سوابھاوک ہے۔

یدپی اُس میں شکشا گرہن کرنے کے لیے سبھی نئے سمپادک بادھیہ (2) نہیں کیے جاسکتے، تتھاپی ایسی ویوستھا کی جاسکتی ہے کہ وے سمے سمے پر کچھ اوکاش لے کر ودیالیہ کی شکشا سے لابھ اُٹھا سکیں۔

اچھا تو یہ تھا کہ اَکھل بھارت ورش ہندی سمپادک سمیلن کیول اِسی کاریہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہندی سنسار میں دن دن بڑھتی ہوئی اناڑی سمپادکوں کی سنکھیا گھٹانے کا پریتن کرتا۔ اِسی سال اُس کا اُدھیویشن (3) کاشی میں ہی ہونے والا ہے۔ کاشی ودیا اور ساہتیہ کا کیندر مانی جاتی ہے۔ یہاں سمپادن کلا ودیالیہ کے لیے سویوگیہ اُدھیاپک بھی سُوگمتا سے مل سکتے ہیں۔

جولائی 1933

1۔سامگری۔سامان 2۔بادھیہ۔ممانعت 3۔ادھیویشن۔کانفرنس

ہندی میں پُستکوں کا پرکاشن

شری مارتنڈ اپادھیائے نے جون کے، وِشال بھارت، میں ایک لیکھ لکھ کر جنتا کا دھیان اُس وستھا کی اور کھینچا ہے جو آج کل ہندی پستکوں کے پرکاشن اور ویاپار میں ہو رہی ہے۔ ایسے کتنے ہی پرکاشک نکل آئے ہیں، جو رڈی کتابیں چھاپ کر گراہکوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے خوب کمیشن دے کر بیچ دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ گراہک ہر ایک پُستک پر کمیشن مانگتا ہے اور چونکہ اچھی پُستکوں پر اُسے کمیشن نہیں ملتا، اس لیے وہ اچھی کتابیں نہ لے کر رڈی پُستکوں سے ہی سَنتشٹ ہو جاتا ہے اور اس طرح ان لوگوں کے لیے جو اچھی راتلٹی یا اچھے پرسکار پر پُستکیں لکھواتے ہیں۔ اور گراہکوں کے ہت کا وِچار کر کے پُستکوں کا دام بہت کم رکھتے ہیں، ان کے لیے اپنی ہستی قائم رکھنا کٹھن ہو گیا ہے، اور یہی حال رہا تو اچھی کتابیں بازار میں آنی ہی بند ہو جائیں گی۔ مارتنڈ جی نے یہ لیکھ لکھ کر ساہتیہ کا بڑا اُپکار (1) کیا ہے یہ نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر شیگھر ہی اِس کی کوئی روک تھام نہ کی گئی، تو ساہتیہ کو بڑی چھتی پہنچے گی پرکاشکوں کو آپس میں مل کر پرستھتی پر وِچار کرنا چاہیے اور کوئی پرکاشک سنگھ جیسی سنستھا بنا کر پُستکوں کے بازار کا نیئترن کرنا اور اپرادھیوں کو دنڈ دینے کا وِدھان سوچ نکالنا چاہیے۔ اگر ہندی ساہتیہ سمیلن اس کا بھار اپنے سر لے، تو وہ اپنے پربھاؤ اور دباؤ سے اس دَشا کو سدھار سکتا ہے۔

مگر ہمارے خیال میں ساری ذمہ داری ان غیر ذمہ دار پرکاشکوں پر ڈال کر چپ بیٹھ رہنا ٹھیک نہ ہوگا۔ ہمیں ایسا اُپائے بھی سوچ نکالنا چاہیے جس سے اچھی پستکوں کی سوچنا پاٹھکوں کو ملا کریں۔ اس کام میں جب تک پتر کار اور بک سیلر سب سہیوگ نہ دیں گے، اَکیلے پرکاشکوں کی لیگ بن جانے سے کچھ نہ ہوگا۔ یہ عام شکایت ہے کہ پتروں اور پتریکاؤں میں پُستکوں کی آلوچنا یا تو ہوتی ہی نہیں، یا سال چھ مہینے بعد ہوتی ہے اور وہ بھی نِش پکش (2) نہیں ہوتی۔ یہ پتر سمپادکوں کا ایک کرتویہ ہونا چاہیے کہ وہ جن

1۔اُپکار۔رحم 2۔نش پکش۔غیر متعصب

پستکوں کو اچھا سمجھیں، اُن کے پرچار میں پرکاشک کی مدد کریں اور وہ اِسی طرح ہوسکتا ہے کہ جلد سے جلد اس کی آلو چنا کریں یا کرادیں اور اس کے ساتھ ہی پستکوں کے وگیاپن کا ریٹ کچھ گھٹا دیں۔ ایک تو ہندی پرانت یوں ہی غریب ہے اُس پر جب پاٹھکوں کو کسی پستک کے نکلنے کی سوچنا ہی نہیں ملتی، تو وے خریدیں کیا۔ یہی سوچنا نشِ پکش روپ سے دینا سماچار پتروں کا کام ہے۔ اور آلو چنا جتنی ہی جلد نکلتی ہے، اُتنا ہی اس کا ویاپارک مہتو بڑھ جاتا ہے۔ پرکاشن کے ایک دو سپتاہ کے اندر آلو چنا ہو جانے کا جو پھل ہوگا وہ وِلمب کے انو پات ہی سے گھٹتا جائے گا۔ پتریکاؤں میں پُستکوں کا وگیاپن وِشیش در سے چھاپنا چاہیے۔ جب تک پرکاشکوں کے ساتھ رعایت نہ کی جائے گی اور انھیں پرُوتساہن نہ ملے گا۔ وے اچھی پستکیں چھاپیں گے ہی کیوں؟ پرکاشکوں کو سنگھ بنا کر پُستکوں کی نِکاسی کا پربندھ بھی کرنا چاہیے۔ الگ الگ ایجنٹ نہ بنا کر اُنھیں سنگھ دوارا کئی ہوشیار ایجنٹ رکھ لینا چاہیے۔ سبھی پاٹھکوں کو اچھی اور بُری پستکوں کا بھید معلوم ہوگا اور وے اچھی پُستکیں خریدیں گے۔ بُری چیز کو بازار سے نکالا تو نہیں جاسکتا، ہاں اچھی پُستکوں کو پرُوتساہن دے کر اور آلو چناؤں سے پاٹھکوں میں سوروچی پیدا کر کے ان کے لیے بازار بنایا اَوشیہ جاسکتا ہے۔

جون، 1936

ساہتیہ سمّیلن کا ایک مہتو پورن پرستاؤ

ساہتیہ سمّیلن نے اب کی اَکھِل بھارتی ساہتیک سبھا یا منڈل کی آیو جنا کا پرستاؤ سویکار کر کے بڑا پرشنسنیہ (1) کام کیا۔ ایسے ایک منڈل کی اس سمے بڑی ضرورت ہے۔ جب وگیان کی، اَرتھ شاستر کی، اِتہاس کی اور اَنیہ پرکار کی بھارتی سنستھائیں موجود ہیں تو بھارتی ساہتیہ کا کوئی منڈل نہ ہونا ایک بڑی کمی تھی۔ ہمیں آشا ہے یہ پرستاؤ کیول سمّیلن کی رِپورٹ کا آبھوشن نہ بن کر کاریہ روپ میں آئے گا۔ ساہتیک جاگرتی کسی راشٹر کی سجیوتا کا ایک پردھان لکچھن ہے اور راشٹریہ بھاشا تتھا ساہتیک کا وکاس تبھی ہو سکتا ہے جب بھن بھن پرانتی بھاشاؤں کے وِدوان مہارتھی اِکتر ہو کر آپ میں وِچار ونمے کریں اور ساہتیہ کی پرگتی پر آدیش دیں۔ جیون کے ساتھ ساہتیہ کی سمسیائیں دن دن جٹل ہوتی جا رہی ہیں۔ اور ان پر سمپورن راشٹر کی دِرشٹی سے وِچار کرنا ایک ایک پرانت کے لیے کٹھن ہو گیا ہے۔ سنسار کی ساہتیک پرگتی کا ہمیں انگریزی یا اَنیہ پچھمی بھاشاؤں دوارا کچھ کچھ پتا چلتا رہتا ہے، پر اس کا کتنا اَنش ہمارے راشٹر کے لیے ہتکر ہے اور کتنا تیاجیہ، اس کا نرنے کرنے کے لیے ایک ذمہ دار سنستھا کا ہونا ضروری ہے یہ کتنا ہاسیاسپد ہے کہ ہم اپنے اپنے پرانت میں کوپ (2) ہیں، منڈوک (3) بنے رہیں اور ایک ایک ویکتی اپنی کھچڑی الگ پکاتا رہے۔ پین کلب نے پرانتی لیکھکوں کا ایک بورڈ بنا کر اس کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کا پریتن کیا ہے، پر وہ ایک انتر راشٹریہ سنستھا اور ہماری راشٹریہ ضرورتوں کو نہیں پورا کر سکتی۔ اس منڈل کا یہ اُدّیشیہ بھی ہونا چاہیے کہ وہ راشٹریہ بھاشا میں ہی اپنی ساری کارروائی کرے۔ اگر ودوانوں نے اپنے اپنے وِچار انگریزی میں لکھے اور وِچار بھی انگریزی میں ہوا، تو منڈل کی اُپیوگتا بہت کچھ نشٹ ہو جائے گی۔ ہمارے راشٹر کی ساہتیک سمپتی کو راشٹر کی بھاشا میں سنسار کے سامنے آنا چاہیے اور اُسے سنسار کے ساہتیہ میں اُچت استھان ملنا چاہیے۔ اس کی ضرورت کیوں ہو کہ ہم سنسار کے سامنے جب آنے کا ساہس کریں تو انگریزی

1۔ پرشنسنیہ۔ قابل تعریف 2۔ کوپ۔ کنواں 3۔ منڈوک۔ مینڈک 4۔ ویش۔ لباس

ویش(4) میں آئیں۔ شروع میں راشٹر بھاشا کا ویوہار کٹھن ہوگا، لیکن پرانتی وِدوانوں سے یہ آشا کی جاسکتی ہے کہ وے راشٹر ہت کی دِرشٹی سے راشٹر بھاشا کو اپنائیں، تبھی وہ سمے آئے گا کہ وے راشٹر بھاشا میں بھی رچنا کرسکیں گے اور تبھی راشٹر بھاشا کا یتھارتھ راشٹری روپ بنے گا۔

مئی،1935

بہار پرانتی ساہتیہ سمّیلن ، پورنیہ

اب کی بہار کا پرانتی ساہتیہ سمّیلن 22۔23 فروری کو پورنیہ میں ہوا۔ شری بابو یشودانند جی نے جو ہندی کے ویوورِدھ (1) ساہتیہ سیوی ہیں، سبھاپتی کا آسن گرہن کیا تھا۔ اس جیرنا وستھا میں بھی انھوں نے یہ دائتو (2) سویکار کیا، یہ ان کے پَروڑھ ساہتیہ نوراگ کا پرمان ہے۔ پرانت کے ہر یک بھاگ سے پرتی نِدھی 3 آئے ہوئے تھے اور خوب اُتساہ تھا۔ مہمانوں کے آدر ستکار میں سواگ تادھیکش شری بابو رگھوونش سنگھ سے سو پر بندھ سے کوئی کمی نہیں ہوئی۔ سبھاپتی مہادیو نے اپنے بھاشن میں ہندی بھاشا، ساہتیہ، دیوناگری لیپی آدی وشیوں کا وِستار سے اُلیکھ کیا اور بہار میں ہندی کے پرچار اور پرگتی کی جو چرچا کی، وہ بہار کے لیے گوروکی وستو ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ کویتا میں کھڑی بولی کے ویوہار کی پریرنا (4) پہلے بہار میں ہوئی اور ساہتیہ سمّیلن کی کلپنا بھی بہار کی ہی رِنی ہے۔ مسلمانی شاسن کال میں ہندی کی وِردھی کیوں کر ہوئی، اس پر آپ نے نِس پکش پرکاش ڈالا۔ آپ اُردو کو کوئی سوتنتر بھاشا نہیں مانتے، بلکہ اُسے ہندی کا ہی ایک روپ کہتے ہیں۔ آپ نے کہا۔

''مسلمانی شاسن نے ہندی بھاشا کے پرسار اور پرچار کے مارگ میں بڑی سہایتا پہنچائی ہے۔ اُسی کال میں ہندی کے تین روپ ہو گئے تھے۔ ایک ناگری لیپی میں ویکت ٹھیٹھ ہندی، جسے لوگ اُدھیکانش میں، بھاشا، یا دیوناگری، یا ناگری کہتے تھے دوسری اُردو یعنی فارسی لیپی میں لکھی ہوئی فارسی، مشرِت ہندی اَرتھات، اردو اور تیسری پدیہ ہندی یعنی برج بھاشا جو ہندی آج راشٹر بھاشا کے سنہاسن پر ابھشِکت ہونے کی ادھکارنی ہے، وہ دیوناگری ہے۔ یہ اور اُردو وستوتہ ایک ہی ہے اور دلّی پرانت کی بولی ہے۔

1۔ ویوورِدھ۔ ماہر، بزرگ 2۔ دائتو۔ فریضہ 3۔ پرتی ندھی۔ نمائندہ 4۔ پریرنا۔ تحریک

ادھر بہار میں بھی سنیکت پرانت کی بھانتی یہ آیوجن کیا جارہا ہے کہ پرارمبھک درجوں میں ریڈروں کی بھاشا ہندی اور اُردو دونوں لپیوں میں ایک کردی جائے۔ کیول لپی کا انتر ہو۔ بہار میں اس پرستاؤ کا وِرودھ کیا جارہا ہے اور اَکھوری جی نے بھی اپنے بھاشن میں اُس کا وِرودھ کیا۔ آپ کے وِچار میں اس سے اُردو اور ہندی دونوں کو ہانی پہنچے گی اور جو بالک ان ریڈروں کو پڑھ کر نکلیں گے وے اپنی بھاشا میں ساہتیہ گرنتھ پڑھنے میں اَسمرتھ (1) ہوں گے۔ مگر جب یہ مانا جاتا ہے کہ اُردو کیول فارسی، مشرِت ہندی ہے اور ہندی کیول سنسکرتی مشرِت اُردو، تو اگر ہم فارسی اور سنسکرتی کو۔ یتھا سادھیہ دونوں میں سے نکال دیں، تو دونوں ایک ہوجاتی ہے، کیول لپی کا انتر رہ جاتا ہے۔ جہاں تک ہم دونوں روپوں کو ملائے رکھ سکیں، وہاں تک تو ہمیں ملائے رہنے میں کوئی آپتی نہ ہونی چاہیے۔ ہاں جہاں دونوں کا مشرن اَسمبھو ہوجائے، وہاں پرتھک (2) ہوجانے میں کوئی بادھا نہیں۔ شروع ہی سے کیوں اس پر زور دیا جائے۔ لپی کا بھید تو ہے ہی، بھاشا کے بھید کو اگر مٹایا جاسکے۔ تو ہمیں تو اس میں ہانی کے بدلے لابھ ہی نظر آتا ہے۔ چوتھے یا ساتویں درجے تک ایک ہی بھاشا رہنے سے مسلمان لڑکوں کو سنسکرتی کے اور ہندو لڑکوں کو فارسی کے سینکڑوں شبد اینوار یہ روپ سے معلوم ہوجائیں گے اور اس سے ان کے پرسپر ویوہار میں سوِدھا ہی ہوگی۔ جسے ساہتیہ پڑھنے کا شوق ہے وہ چوتھا یا مِڈل پاس کر کے ساہتیہ کی دو تین کتابیں چار مہینوں میں پڑھ کر اس کمی کو پورا کرلے گا۔ اب ہم انگریزی کے ہزاروں شبدوں کو اپنی بھاشا میں آنے سے کسی طرح نہیں روک سکتے (اور نہ روکنا چاہیے) تو سو دو سو فارسی شبدوں کے مل جانے سے ہندی کا ہاس (3) نہ ہوگا۔

اس سمیلن کے ساتھ ایک کوی سمیلن بھی ہوا تھا جس کے سبھاپتی شری پروفیسر منورنجن ایم۔ اے تھے۔ شری پروفیسر صاحب سُیم اچھے کوی ہیں اور جیون میں کویتا کا استھان کیا ہے، یہ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے بہت ٹھیک کہا ہے کہ کویتا کیول منورنجن کی وستو نہیں اور نہ گا گا کر سنانے کی چیز ہے۔ وہ تو ہمارے ہردے میں پریرناؤں کی ڈالنے والی، ہمارے اوساد گرست من میں آنند سے اُچھورتی کا سنچار کرنے والی (استرین بھاؤناؤں کی نہیں) وستو ہے۔ کویتا میں اگر جاگرتی پیدا کرنے کی شکتی نہیں ہے، تو وہ بے جان ہے آپ ہالا باندھیں، یا تنتری کے تار، یا بُلبُل اور قفس، اس میں جیون کو تڑپانے والی شکتی ہونی چاہیے۔ پریمیکاؤں کے سامنے بیٹھ کر آنسو بہانے کا یہ زمانہ نہیں ہے۔ اُس ویاپار میں ہم نے کئی صدیاں کھودی۔ وِرہ (4) کا رونا روتے روتے ہم کہیں کے نہ رہے۔ اب ہمیں ایسے کوی چاہیے جو حضرت اقبال

1۔ اسمرتھ۔ مجبور، نااہل 2۔ پرتھک۔ الگ 3۔ ہاس۔ توہین 4۔ ورہ۔ دکھ، درد

کی طرح ہماری مری ہوئی ہڈیوں میں جان ڈالیں۔ دیکھیے اس کوی نے لینن کو خدا کے سامنے لے جا کر کیا فریاد کرائی ہے اور اس کا خدا پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔

اُٹھو میری دُنیا کے غریبوں کو جگادو
کاخِ امرا کے در و دیوار ہلادو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسّر نہیں روزی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو
کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھادو

مارچ، 1936

اِندور ہندی ساہتیہ سمّیلن

شری جیبند رکمار نے اندور ساہتیہ سمیلن کی چرچا کرتے ہوئے اپنے پتر میں لکھا ہے۔

میرے خیال میں سمیلن ٹھیک ٹھیک روپ میں اب کی پہلی بار اپنے راشٹر بھاشا سمیلن کے روپ کو انو بھو کر سکا ہے جیسے اور پرانتی بھاشائیں ہیں، ہندی کو اب ویسا ہی نہیں رہنا ہے، ہندی اَکھِل راشٹر کی ہوگی۔ اس طرح سمیلن کو بھی اس کے انوروپ (1) ہونا ہوگا۔

یہ کام گاندھی جی کے سبھاپتیتو کے تلے نہ ہو تو اور کیسے ہو؟ ہندی کے ساتھ ہندوستانی شبد جوڑ کر اُس کے روپ کے سمبندھ میں سمیلن نے اپنا منتویہ اسپشٹ کیا ہے۔ لپی کے لیے ودوانوں کی علاحدہ کمیٹی بیٹھائی گئی ہے۔ لپی کے پرشن کے سمبند میں سمیلن اَنتم نرنے دینے سے بچا ہے۔ یہ ٹھیک بھی ہے۔ ودوانوں کی سمیتی دَھیریہ (2) سے اس پرشن کے سب پہلوؤں پر وِچار کر کے کچھ اِستھر کرے گی۔ انیہ پرانتی بھاشاؤں کے لیے سنگم اور نکٹ ہونے کی درشٹی سے ہندی میں جو سُدھار و پھیر پھار آوشیک ہوں گے، اس پرشن کو بھی سمیلن نے چھوڑا نہیں ہے۔ ایک اور بھی مہتو پورن بات اس سمیلن میں ہوئی ہے۔ بھِن بھِن بھاشاؤں کے مادھیم سے جو ساہتیہ پرستُت کر رہے ہیں۔ ان سب میں پَرسپَر پریچے، وِچار، ونمے بھی ضروری ہے ائیتھا راشٹر کے جیون میں اور ساہتیہ میں ایکیہ (3) کیسے آوے۔

پرانت کی بھاشاؤں کی وِودھتا اور وِششٹر تا سُرکشت رہے، پھر بھی وے سب کیوں نہ مل کر ایک سنگٹھت، بَلشٹ راشٹر بھارت کے وِکاس میں سہایک ہوں۔ یہ کام انگریزی کے مادھیم سے تو نہیں ہو سکتا۔ ہوگا تو اَدھورا ہو سکتا ہے۔ ہندی کے مادھیم اور کیندرِ کے دوارا سب بھاشائیں ایک دوسرے کے اسپرس اور پریچے میں آویں۔ اس ضرورت کو بھی سمیلن نے پہچانا اور اس آشے کا پرستاؤ سوئیکرتی کیا۔

بمبئی کے شری منشی کے سنیوجکتو میں ایک سمیتی بنی ہے۔ شری منشی سے اس سمبندھ میں میری کافی بات چیت ہوگئی۔ وہ اس بارے میں تتپر اور اُدّھم شیل ہیں اور مجھے وشواس ہے، نکٹ بھوشیہ میں ہی کچھ

1۔ انوروپ۔ مقابل 2۔ دَھریہ۔ صبر 3۔ ایکیہ۔ متحد، اتحاد

نشچت پھل سامنے آئے گا۔ ایک پرستاؤ دوارا ساہتیکوں کی انتر راشٹریہ سنستھا پی۔ ای این میں سمّلت ہونے کا انورودھ ہندی ساہتیکاروں سے کیا گیا ہے۔ یہ سب سمّیلن کے پکش میں درشٹی کونڑ (1) کے وِستار کے پرمان ہیں اور میں ان کا سواگت کرتا ہوں۔

رہا یہ پرشن ہندی کا ورتمان ساہتیہ راشٹر بھاشا ہونے کے یوگیہ ہے یا نہیں، اس وشے میں تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندی کے راشٹر بھاشا ہونے کا آدھار اُس کے اِیتد کالین ساہتیہ کی شریشٹھتا ہے ہی نہیں۔ بے شک رویندر ناتھ ٹھاکر ہندی میں نہیں ہیں، لیکن ہندی کو اس پرتِجا دھکیہ میں پست ہو جانا چاہیے۔ ہندی میں سمرتھ (2) ویکتی یدی کم ہیں، تو اور ہوں گے، یدی نہیں ہیں تو اب اُٹھیں گے۔ ہندی کے پکش میں اِسے چاہے کوئی لوگ ہینتا ہی (3) سمجھے میں تو اِسے سوبھاگیہ سمجھتا ہوں کہ وہ اُتنی سمپتی کی بھاشا نہیں، جتنی کرشک اور مزدور کی ہے۔ اُتنی تہذیب کی بھاشا نہیں، جتنی نتیہ جیون کی ہے۔ یدی ہندی کی مریادا ہے، تو یہی ہندی کا بل بھی ہے۔ آج ہندی کا لیکھک اس بات کو دیکھنے سے بچ نہیں سکتا کہ اُس کو جانچنے اور پڑھنے والا پاٹھک اُس کے آس پاس کا ہی نہیں ہے، وہ تو دور کونے کونے تک پھیلا ہے ایسی حالت میں ہندی لیکھک کے لیے یہ سبھیتا نہیں رہے گی کہ وہ اپنی بھاشا اتھوا بھاؤ میں اَتی شے پرانتی، اَتی شے سمپردایک اتھوا سنکیرن رہ سکے۔ راشٹر بھاشا کی کسوٹی اب جب روز بروز گڑھ کر صاف ہوتی جاتی ہے، تب ہندی کے لیکھک کو بربس اُونچا ہونا پڑے گا ہی، نہیں تو وہ نہیں پوچھا جائے گا۔ ساہتیہ میں اُنتی شیل دھارا کو پروتساہن (4) دینے اور اَلپ پران استھولتا (5) کو ویرتھ کرنے کا اَمودھ سادھن انایاس (6) ہی ہندی کو مل گیا ہے۔ میں دوسری بھاشا کے جاگرت پاٹھک سے نویدن کروں گا کہ وہ ہندی کے ورتمان ساہتیہ میں ترپت نہ پا کر ایک دم وِمکھ نہ ہو، تنک دھیرج دھرے اور یدی اُن جیسے پربُدھ پاٹھکوں کی سنکھیہ کافی ہو جاوے تو وے دیکھیں گے کہ ہندی میں اُن کی روچی کے یوگیہ سامگری پرسُتت کرنے والے لیکھکوں کے بھی ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ آج تو میں سویکار کرتا ہوں کہ ہندی میں استھائی کم ہے، چلتا چیز ہی زیادہ ہے۔ شریشٹھ تھوڑا ہے، اَتی ریدک سادھارن کا ہی ہے، پر کیا انیہ بھاشا بھاشی موقع نہیں دیں گے کہ کسان اور مزدور کے بل پر جو بھاشا پری پالت ہے، وہ نفاست سیکھ لے؟

یہ نرویواد (7) ہے کہ اندور سمیلن نے لیپی بھاشا اور ساہتیہ کو قومی روپ دینے کے لیے تعریف کے لائق اُدھوگ کیا ہے۔ انتر پرانتی ساہتیہ سنگھ کا آیوجن کر کے اس نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے، جو برسوں سے لوگوں کو کھٹک رہی تھی۔ اور یدی ہمارا یہ ادھوگ سپھل ہوا، تو ایک دن ہمارا ساہتیہ سچے معنوں میں راشٹر

1۔درشٹی کون۔نظریہ 2۔سمرتھ۔اہلیت 3۔ہینتا۔ہیچ 4۔پروتساہن۔ہمت افزائی 5۔استھولتا 6۔انایاس 7۔نرویواد۔بلاتردید

کی سمپتی ہوگا۔ اس کمیٹی کی اور سے بھی کنہیالال منشی نے پرانتی ساہتیہ مہارتھیوں سے پتر ویوہار شروع کر دیا ہے اور حال میں ہی ایک گشتی چٹھی بھیجی ہے۔ جس میں سنگھ کے کاریہ کرم کا روپ اِستھر کرنے کی چیشٹا کی گئی ہے۔ سمیلن کے اس پرستاؤ کا حوالہ دینے کے بعد کہا گیا ہے۔

اس کے پہلے کہ کمیٹی بھِن بھِن پرانتی بھاشاؤں کے پرتی ندھیوں کا چناؤ کر کے کام شروع کرے، یہ ضروری ہے کہ مول وِچار پر پرانتی بھاشاؤں میں اچھی طرح وِچار کیا جائے۔ اس لیے میرا آپ سے یہ نویدن ہے کہ آپ اپنی پرانتی بھاشا میں، کسی ایسے پتر دوارا، جسے اس آیوجن سے سہانو بھوتی ہو، اس کی ضرورت پر وِچار کریں۔ مجھے پُوری آشا ہے کہ ہماری پرانتی بھاشاؤں کے پرایہ سبھی راشٹر وادی پتر اس آیوجن کا سواگت کریں گے تذبذب یہ ہے کہ اس کام کے لیے یا تو موجودہ ماسک پتروں میں کسی کا اُپیوگ کیا جائے، یا کوئی نیا پتر نکالا جائے اور اس میں ہر ایک بھاشا کے لیے ایک ایک کھنڈ نیت کر دیا جائے اور پرانتی بھاشاؤں کے ساہتکار پرتی ماس اس کے لیے لیکھ لکھیں، جو ہندی میں ترجمہ ہو کر اس میں چھپے۔ لیکھ یتھا سادھیہ چھوٹے ہوں اور اُس وشے کے سروشریشٹھ ودوانوں دوارا لکھے جائیں۔

ان کے وِشے یہ ہوں:

(1) اس بھاشا کے نوین ساہتیہ کے کسی ایک انگ پر ایک لیکھ جیسے اُپنیاس، ڈرامہ، اِتہاس یا نبندھ۔

(2) اُس پرانتی بھاشا کی ماسک پرگتی پر ایک لیکھ۔

(3) (الف) کسی اُپنیاس یا ڈرامہ کا چھوٹا سا خلاصہ (ب) اس ماس کے پتروں میں چھپی ہوئی ایک یا دو کویتائیں۔

(4) اس مہینے میں چھپی ہوئی کسی سندر رچنا کی آلوچنا۔ اگر آپ ان لیکھوں کو ہندی میں انوادت کرانے کا پربندھ نہ کر سکیں تو بمبئی میں اس کا کوئی انتظام کیا جائے گا جہاں یہ سواوسر ہے کہ پرایہ سبھی بھاشاؤں کے جانکار موجود ہے۔ اس طرح ہمارے ہاتھ میں انتر پرانتی ساہتیہ کا ایک پتر ہو جائے گا۔

اَت ایو میں آپ سے انورودھ کروں گا کہ آپ ایسے ساہتیہ کاروں کا سہیوگ پراپت کریں جو آپ کی بھاشا میں اس آیوجن کو کاریہ روپ میں لانے کے اِچھُک ہو اور مجھے سوچنا دیں کہ

(1) آپ اس وِچار کو عمل میں لائیں گے اور

(2) ہر مہینے میرے پاس لیکھ بھیجیں گے۔

اُتر یتھا سادھیہ جلد دیں جس میں مہاتما جی کو شگھر ہی اس کی رِپورٹ دے سکوں۔ اس پتر میں جو کاریہ کرم رکھا گیا ہے، اگر وہ ویوہار میں لایا گیا، تو یہ راشٹر کی ایک بڑی سیوا ہوگی۔ بھارت کے

پرانتوں میں پراچین سنسکرتک ایکتا تو کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے، لیکن آشچریہ ہے کہ اس یگ میں جب کہ ایک ہی کرن کے انیک سادھن موجود ہیں، ہم سنسکرتی کے ایک مکھیہ وِبھاگ میں ایک دوسرے سے پریچت بھی نہیں ہیں۔ روس اور فرانس کا سویڈن اور پولینڈ کا جاپان اور اسپین کا، ساہتیہ ہمیں انگریزی دوارا سلبھ (1) ہے۔ ہم اس کی رچنائیں پڑھتے ہیں، ان پر بحث کرتے ہیں اور ان سے اپنی ساہتیہ چھدھا کی ترپت کرتے ہیں۔ سو بھاوتہ ہم اپنے ساہتیہ میں بھی وہی اُت کرش، وہی اوج، وہی پرتبھا دیکھنے کی کامنا کرنے لگتے ہیں اور تلنا میں جب ہم اپنے پرانتی ساہتیہ کو ہلکا پاتے ہیں، تو اس کی اور سے ہمارے من میں گلانی اور اپنی ہینتا کا بھاؤ پیدا ہوجاتا ہے مگر واستو میں ہم اپنے راشٹر کے ساہتیہ سے پریچت بھی نہیں ہیں۔ پرانت تو راشٹر نہیں ہے، راشٹر تو پرانتوں کا سموہ ہے۔

جب تک ہم پرانتی بھاشا بھید کو توڑ نہ سکیں گے، راشٹر ساہتیہ اپنے سمپورن روپ میں ہمارے سامنے کیسے آئے گا۔ ابھی جو رنگ الگ الگ لال، ہرے نیلے، پیلے نظر آرہے ہیں، جب یہ سب مل جائیں گے تبھی ان میں اجول پرکاش (2) آئے گا۔ وکتا جب شروتاؤں کا اُمڑتا ہوا سموہ اپنے سامنے دیکھتا ہے تو اس کی جھوا جیسے سرسوتی بیٹھ جاتی ہیں۔ شروتاؤں (3) کی سنکھیاں کم ہوئی، تو اسی انوپات سے اس کا اتساہ چھین ہوجاتا ہے۔ اُسی طرح لیکھک کی پرتبھا بھی جب ایک وِشال راشٹر کی بھاؤنا سے لکھتی ہے، تو اُس میں کچھ اور بات پیدا ہوجاتی ہے، اُس کوی سے پوچھیے جو کسی آل انڈیا کوی سمیلن کے لیے ایک کویتا لکھ رہا ہے۔ اس کی اِچھا یہی ہوگی کہ اپنی آتما کا سارا ویبھو اس کویتا پر لٹا دے۔ اپنے سامنے دوھورندھر کویوں کو بیٹھے دیکھنے کی کلپنا ہی مانو اس کی پرتبھا کو کوڑے لگا لگا کر بڑھاتی رہے گی۔ ذمہ داریوں کے انوپات سے ہی ہماری شکتیوں کا وِکاس ہوتا ہے۔ جب ہمارے ساہتکاروں کے سامنے کیول اپنا پرانت نہیں، ورنہ سمپورن راشٹر ہوگا، تب وہ پورن منو یوگ اور پوری تیاری اور اُتکٹ سادھن کے ساتھ ساہتیہ کی رچنا کرے گا۔ یہ بات نہیں کہ وہ اس وقت کچھ اُٹھا رکھتا ہے بلکہ چھیتر کا وِستار اُدرشیہ روپ سے اس کی بُدھی کو چمکا دے گا۔ وہ وِدوان بھی، جو پرانتی بھاشاؤں سے کافی پروت (4) ساہن نہ پا کر یا تو کچھ لکھنے کی چیشٹا ہی نہیں کرتے یا انگریزی میں لکھتے ہیں، سمبھو ہے تب راشٹر بھاشا میں لکھنا اپنی شان کے خلاف نہ سمجھے۔ ہمیں وشواس ہے ہندی کا ساہتیہ سنسار اس نئی پرگتی کا ابھیوادن کرلے گا اور ہمارے مانیہ سمپادک گن اس آیوجن کو اپنی آلوچنا اور پرامرش اور شبھ کامنا سے جیون پردان کریں گے۔

جون، 1935

1۔ سُلبھ۔ مہیا 2۔ پرکاش۔ روشنی 3۔ شروتا۔ سامعین 4۔ پروت ساہن۔ ہمت افزائی

ٹُلسا جینتی یا تلسی پنیہ تِتھی ؟

جنم دن کو جو اُتسو منایا جاتا ہے، اس کو جینتی کہتے ہیں، اُسی کو ورش گانٹھ، یا سال گرہ بھی کہتے ہیں۔ شراون شُکلا سپتمی تو گوسوامی ٹُلسی داس جی کی نِدھن تِتھی ہے، اس لیے اس دن جینتی نہیں پنیہ اسمرتی تتھی منائی جانی چاہیے۔ تلسی جینتی کی جگہ تلسی پنیہ تتھی کا ہی پریوگ اور پرچار ہونا اچھا ہے۔ جب گوسوامی جی کے جنم سنمبت کا ہی ٹھیک ٹھیک نرنے نہیں ہوسکا ہے، تب ان کے جنم دن کا ٹھیک پتا لگانا کیسے سمبھو ہوسکتا ہے؟ چونکہ وے سُیم ایک دوہے میں اپنی نِدھن تتھی انکت کر گئے ہیں، اس لیے اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسی دشا میں تلسی تتھی شبد کا ہی سروتھا اُپ یکت معلوم ہوتا ہے۔ ہندی ساہتیہ سمیلن اور کاشی ناگری پرچارنی سبھا کو چاہیے کہ تلسی جینتی، شبد کا پریوگ اور پرچار روکنے کی کوشش کریں۔ ہندی پتر سمپادکوں کو اس نینترن میں اَدھِک سپھلتا مل سکتی ہے۔ ہندی پریمیوں کو یہ بھول بجھانے کا یہی اُپ یکت اوسر ہے۔

تُلسی اسمرتی تتھی کیسے منائی جائے؟

اس مہینے (جولائی ساون) میں جگہ جگہ تلسی تتھی منائی جائے گی 29 رجولائی (شنیوار) کو اس دیش کے اَنیک نگروں اور گراموں میں وِشیش روپ سے ٹُلسی داس سمبندھی اُتسو منایا جائے گا۔ یوں تو نتیہ ہی اَسنکھیہ (1) استھانوں میں ٹُلسی داس جی کا گن گان ہوا کرتا ہے پر اُس دن اُن کے نِمِت (2) کچھ مہتو پورن کاریہ ہونا چاہیے۔

ہندی پاٹھکوں کو اسمرن ہوگا کہ مہامنا مالویہ جی نے کاشی کے تلسی گھاٹ کا جیرنو ڈّار کرنے کے لیے پتروں میں ایک اپیل چھپوائی ہے۔ اس پر یدی سال بھر میں اِسی ایک دن دھیان دیا جائے تو کچھ ہی برسوں میں اور اگر سُیوگ مل گیا تو ایک ہی سال میں تلسی گھاٹ کا جیرنو ڈّار ہو جا سکتا ہے۔

تلسی داس جی سے سمبندھ رکھنے والے انیک اَستھان کاشی میں ہیں اور سب کی دشا شوچنیہ ہے۔

1۔اسنکھیہ ۔لاتعداد 2۔نمت ۔اصولوں پر مشتمل

گوپال مندر کے احاطے میں ایک کوٹھری ہے جسے لوگ گوسوامی جی کا نواس استھان بتلاتے ہیں، وہ سال بھر میں ایک بار صرف شراون شکلا سپتمی کو کھلتی ہے۔ کیا اس اندھیری (!!!) کوٹھری کا اتنا ہی سمان پریا پت ہے؟ جس استھان میں مہینوں اور برسوں رہ کر گوسوامی جی نے ونے پتریکا کے سمان اپور و ونے گرنتھ لکھا اس استھان کی دُردشا ہندی والوں کے لیے گھور لجّا (1) پرد ہے۔

یہی حال اُسّی گھاٹ والے تُلسی مندر کا ہے جس بھاشا کے حمایتی کروڑ ہوں، اس بھاشا کے سروشریشٹھ کوی کے پرتی ایسی اُداسینتا ابھاگیہ (2) تُلسی داس کا جو ہندوستان میں ہندی کے کوی ہوئے۔

ہر سال لوگ جگہ جگہ تلسی جینتی کے نام سے تلسی تتھی مناتے ہیں، کرتے کیا ہیں؟ گاؤں والے دو چار سیر گھی آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ ہون (3) کے ساتھ ساتھ برہمن بھوجن تو چاہیے ہی؟ وہ بھی تھوڑا بہت ہو ہی جاتا ہے اس کے بعد ڈھولک جھال لے کر لوگ تلسی کرت رامائن گانے لگتے ہیں۔ چار چھ گھنٹے لوگ گلا پھاڑ کر چلّاتے ہیں۔ بس ہو گئے تُلسی داس سے اُرِن شہر والے۔ ایک نوٹس چھپوا کر بٹوا دیتے ہیں۔ لوگ نشچت استھان پر جٹتے ہیں۔ بھاشن ہوتے ہیں لیکھ پڑھے جاتے ہیں، کویتائیں سنائی جاتی ہیں، سب میں یہی کہا جاتا ہے کہ گوسوامی جی کی کویتائیں ایسی ہیں ویسی ہیں، ان کے اپکاروں کا ہم بدلا نہیں دے سکتے۔ اتیادی۔ بس ایک ہی طرح کی باتیں ہر سال۔ نیا کوئی کہے گا کہاں سے؟ کوئی ریسرچ تو کرتا نہیں اور جو کرتا ہے وہ اس اُتسو میں آتا نہیں۔ اس طرح ایک رسم سی پوری کر دی جاتی ہے یہ تو ایک طرح سے بلا ٹالنا ہے، اس سے کچھ ٹھوس کام نہیں ہو سکتا۔

اس سمے آوشیکتا اس بات کی ہے کہ جہاں جہاں تُلسی تتھی منائی جائے، وہاں تُلسی ندھی کے لیے تھوڑا گھنا، جو مل سکے ارتھ سنگرہ (4) کیا جائے اور وہ درویہ مہامنا مالویہ جی کو اس نویدن کے ساتھ بھیج دیا جائے کہ وے اِسے تُلسی داس سے سمبندھ رکھنے والے استھانوں کے جیرنودّار میں لگا دیں۔ اس طرح اگر کچھ سال بھی ہر جگہ کام ہو تو تُلسی ندھی میں یتھیشٹ (5) اِکتر ہو سکتا ہے۔ اس سے راجاپور، کاشی اور اَیودھیا میں تُلسی داس جی کے جتنے اسمرتی چِنّھ ہیں، سب کی رکشا اور پوجا پرتشٹھا کا پربندھ کیا جا سکتا ہے۔ تُلسی داس جی نے ہندو جاتی اور ہندو دھرم کا جو اُپکار کیا ہے اس کی ورنن کرنے کا یہاں استھان نہیں ہے۔ انھوں نے ہندو سبھیتا اور ہندو سنسکرتی کی بڑی رکشا کی ہے۔ ہندو سماج اور ہندو ساہتیہ ان کے اپکار بھار سے کبھی مکت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہندو جاتی کا پرتی نِدھتو (6) کرنے والی ہندو مہاسبھا کا بھی کرتویہ

1۔ لجّا پرد۔ قابل شرم 2۔ ابھاگیہ۔ غیر منقسم 3۔ ہون۔ پوجا پاٹ 4۔ ارتھ سنگرہ۔ مجموعہ کا حواشی، معنی کے ساتھ مجموعہ کلام 5۔ تھلیشٹ۔ ذخیرہ، معنویت 6۔ پرتی ندھتو۔ نمائندگی

ہے کہ وہ اس دشا میں اپنی کچھ شکتی لگا دے۔ گوسوامی جی کی رچنائیں سناتن دھرم کی ڈھال ہے، پر سناتن دھرم سبھاؤں کو دیش ہت کے مارگ میں روڑے اٹکانے سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ وے اپنے انیہ سن رکشک کی اور کچھ بھی دھیان دے۔ ویشنو مہا سمیلن بھی کیول دھارمک جھگڑوں میں ہی پھنسا رہتا ہے۔ وہ سمپن ہوکر بھی تُلسی داس جیسے انیہ ویشنو کے لیے آج تک کچھ نہ کرسکا۔ کنتو ان نرجیو سنستھاؤں سے آگے بھی وِشیش آشا نہیں ہے۔ ات ایو ہندی ساہتیہ سے پریم رکھنے والے لوگ ہی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ہندی کے اس لوک پر یہ مہا کوی کے سموچت سمان کا آیوجن کریں۔ کنتو اس آیوجن کا شری گنیش اِسی 29/جولائی کو ہونا چاہیے۔

کاشی میں اَنیتر ایک تُلسی داس جی کا مندر بھی ہے، جس کے وشے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کاشی نریش کی سہایتا سے بنا ہے۔ اس میں گوسوامی جی کی ایک شہر گرست مورتی استھاپت ہے جو ان کے اصلی چتر کو کاشی ناگری پرچارنی سبھا نے پرکاشت کیا ہے لیکن ہم نے آج تک اس مندر کی تیرتھ کا روپ نہیں دیا۔ راجاپور کی تیرتھ یاترا کے لیے ہم کبھی اُتساہت (1) نہیں ہوئے۔ اسّی گھاٹ کے تلسی مندر میں جو کھڑاؤ گوسوامی جی کی رکھی ہے اس کی اُور ہمارا دھیان کبھی نہیں گیا۔ اُسی تلسی مندر کے پاس ایک تُلسی پُستکالیہ ہے جس میں تُلسی داس سمبندھی سمست ساہتیہ کا سنگرہ کرنے کی ہماری پرورتی (2) کبھی نہیں ہوئی۔ پھر ہم تُلسی تِتھی کیوں مناتے ہیں شیکسپیئر کی جنم بھومی کو انگریزوں نے سورگ بنا ڈالا اور ہماری بھاشا کے شیکسپیئر کی جو دشا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔

تُلسی داس کے گرنتھوں سے کتنے ہی لوگ لکھ پتی ہوگئے، بہتوں نے کروڑوں روپیہ کما کر گھر میں ڈال دیے اور نہ جانے کب تک یہ کرم جاری رہے گا۔ کنتو ایسے لوگ میں کوئی ایسا مائی کا لال آج تک آگے آتا نہیں دکھائی دیا جو تُلسی داس کے نام پر ایک پرسینٹ رائلٹی کی رقم بھی خوشی سے نکال کر دیتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم میں ابھی اپنی بھاشا کے رتنوں کی پرکھ کرنے کی یوگیتا ہی نہیں ہے، ہم صرف لکیر پیٹنے میں ہی بہادر ہیں۔ کنتو صرف پُرانی لکیر پیٹ کر تُلسی داس جیسے مہا کوی کو شرندھا (3) نجلی دینے سے کوئی لابھ نہیں۔

جولائی 1933

1۔ اُتساہت۔ جذباتی 2۔ پرورتی۔ اُصول 3۔ شردھا نجلی۔ نذرانہ

ساہتیک غنڈا پن

اس ہوڑ یگ میں اَنیہ ویوسایوں کی بھانتی پتر پتریکاؤں کو بھی اپنے سوامیوں یا سنچالکوں کو نفع دینے یا اپنا استتو (1) بنائے رکھنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلنی پڑتی ہیں۔ یورپ والے تو شبد جال یا پہیلیوں یا لاٹریوں کا لٹکا نکالتے ہیں اور اپنے گراہکوں کو اپنی تقدیر آزمانے کا موقع دے کر اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ ہندی میں دھن کے اَبھاؤ سے اور ڈھنگ کی چالیں چلی جاتی ہیں پتر میں کسی طرح کا ویواد چھیڑ دیا جاتا ہے، یا کلا کے نام پر اَردھ (2) نگن چتر دیے جاتے ہیں۔ عدالتی نوٹسوں کے لیے اہلکاروں کی خوشامدیں کی جاتی ہیں۔ ان کے سامنے ناک رگڑی جاتی ہیں، بھنڈا پھوڑ کی دھمکی دے کر رقمیں سیدھی کی جاتی ہیں اور اِسے ستیودگھاٹن (3) کا مہان نام دیا جاتا ہے یا کوئی چونکانے والی چیز چھاپی جاتی ہے، جسے پڑھ کر لوگوں میں اس پتر کی خواہ مخواہ چرچا ہو۔ جہاں دو ساہتیہ کے پریمی جمع ہوں، وہیں اُسی سنسنی بھرے ہوئے لیکھ پر باتیں ہونے لگیں۔ ان کا سِدھانت ہے۔ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا، انھیں تو پتریکا کے گراہک بڑھانا چاہیے، کیونکہ ان کا سوامی نفع چاہتا ہے اور نفع نہ ہو تو بے چارے سمپادک کی جان کی کُشل نہیں، (4) ڈیرا ڈنڈا اسنبھال کر اپنے گھر کی راہ لینی پڑے گی۔ روٹی کا سوال تو بڑا ٹیڑھا ہے۔ غریب سمپادک اپنی آتما کی ہتیا کر کے سنسنی پیدا کرنے کے لیے یا تو ناستِکتا کے سمرتھک لیکھکوں کی مالا نکالنے لگتا ہے، یا کسی بھلے آدمی کی پگڑی اُچھالتا ہے۔ جان پڑتا ہے، پریاگ کی ماسک پتریکا، سرسوتی، آج کل انھی گندی چالوں سے اپنا کوش (5) بھرنے کے لیے مجبور ہے۔ اُس کے جولائی کے انک میں پنڈت بنارسی داس چترویدی پر جو آکچھیپ پورن لیکھ سنسمرن کے روپ میں نکلتا ہے اس کے لیے دوسرا کوئی عذر نہیں ہوسکتا۔ آدمی کوئی گرہت کام اُسی وقت کرتا ہے، جب اُس کا جیون سنکٹ میں پڑ جاتا ہے اور اِس درِشٹی سے وہ دیا کا پاتر ہے، لیکن یدی وہ کیول اپنی کوٹل منوورتی (6) کو سنتُشٹ کرنے کے لیے کسی کو لانچھت کرتا ہے، تو وہ دیا کا نہیں، دھتکار کا پاتر ہے ہم نہیں سمجھتے اس سنسمرن کے لیکھک، سرسوتی سمپادک ٹھاکر شری ناتھ سنگھ جی دیا کے پاتر ہیں یا دھتکار کے۔

اگست 1933

1۔ استتو۔ وجود 2۔ اردھ نگن۔ نصف ننگا 3۔ ستیودگھاٹن۔ صحیح افتتاح 4۔ کُشل۔ خیر 5۔ کوش۔ ذخیرہ، خزانہ 6۔ منورتی۔ دلی خواہش

انٹرویو کیا ہے؟

بھارت نے یورپ سے جہاں اور بہت سی اچھی بُری باتیں سیکھی ہیں، وہاں پتر پرکاشن بھی ہے، اور پتر پرکاشن میں یہاں بھی وہی نیتی مانیہ ہے، جو یورپ میں ہے۔ وہاں پرتھا ہے کہ پتروں کے سمپادک یا پرتی نِدھی وِشِشٹ ویکتیوں سے بھینٹ کر کے کسی سماجک، دھارمک، راج نیتک یا انیہ مہتو پورن سمسیا پر ان کی سمّتی (1) جنتا کے سامنے رکھتے ہیں۔ انٹرویو کا اُدّیشیہ مہتوِ پورن وشیوں پر انوبھوی مہاتماؤں کی رائے، درِشٹی کون، یا نرنے پرکاشت کر کے جنتا میں جاگرتی (2) پھیلانا یا کسی وِشیش پکش کا سمرتھن کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے پہلے ہی سے آگیا لے لی جاتی ہے۔ بہودھا انٹرویو کرنے والے پہلے ہی سے کچھ پرشن بنا لیتے ہیں۔ ان پرشنوں کا جواب وے اُکثر اش نوٹ کرتے جاتے ہیں۔ انٹرویو سماپت ہو جانے پر پورا کتھن سُنا دیا جاتا ہے اور انٹرویو دینے والے کا اس پر ہستا کشر لے لیا جاتا ہے۔ تب انٹرویو کرنے والے کو اس کتھن یا سنسمرن کو چھاپنے کا اُدھیکار ہوتا ہے۔ وہ اس کی پوری احتیاط کرتا ہے کہ کتھن میں ایک شبد یا واکیہ بھی ایسا نہ آنے پائے۔ جس سے اُس وِشِشٹ پرُش کے وشے میں کسی پکار کا بھرم اُتپن ہو سکے۔ اگر ایسا کوئی واکیہ اَساودھانی کے کارن رہ بھی جاتا ہے، تو انٹرویو دینے والا اُسی وقت اس کا سنشودھن (3) کر دیتا ہے۔

مگر یہاں کیا ہوا؟

یہاں سرسوتی سمپادک نے ایک نئے ڈھنگ کا انٹرویو لیا۔ آپ کلکتہ گئے، چترویدی جی سے ملے، ان سے اپنی بھکتی اور گھنِشٹتا (4) دیکھائی اور اُسی آتمیتا (5) کی جھونک میں، جس میں شاید اس بھکتی پردرشن نے اور مدہوش کر دیا ہو، چترویدی جی سے جو کچھ باتیں ہوئیں انھیں گھر آ کر اسمرتی سے لکھا، جو کچھ نہ یاد آیا وہ اپنی طرف سے ملا دیا، شبدوں کا ہیر پھیر تو کوئی بات ہی نہ تھی، نہ کوئی قلم پکڑنے والا تھا۔ چترویدی جی کے منھ سے جو کچھ کہلانا چاہا، اپنی قلم سے لکھ دیا۔ اتنی باتیں یاد کیسے رہتیں، کیول ان کا بھاوَ یاد

1۔ سمتی۔ اجازت، رائے 2۔ جاگرتی۔ 3۔ سنشودھن۔ ترمیم 4۔ گھنشٹا۔ قربت 5۔ آتمیتا۔ اپنا پن

رہ سکتا تھا اور بھاؤ کو اپنے شبدوں میں ملا کر بہت بڑا انرتھ (1) کیا جا سکتا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے، رام کی کویتائیں سادھارن ہوتی ہیں، اس بھاؤ کو اس طرح لکھ کر، رام کے باپ نے بھی کبھی کویتا کی تھی، وہ کویتائیں کرنی کیا جانے، اس کا روپ کتنا وِکرِت (2) کیا جا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شری ناتھ سنگھ جی یہ منصوبہ باندھ کر ہی گئے تھے کہ انٹرویو کے بہانے ان کے منھ میں ایسی ایسی باتیں رکھ دوں کہ سبھی پتر سمپادکوں اور لیکھکوں سے چترویدی جی کی لڑائی ہو جائے اور وے سب شری ناتھ سنگھ جی کو اپنا آدھارک اور حمایتی سمجھ کر اس کی پیٹھ ٹھونکنے لگیں۔ مگر ہندی کے سمپادک اِتنی آسانی سے چکمے میں آنے والے نہیں ہیں۔ بات کے ڈھنگ سے بات کرنے والے کے چرتر کا پردہ کھل جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی آکر ہم سے کہے کہ پنڈت دیوی دت جی شکل کہتے تھے کہ اب کی پریم چند پریاگ آویں گے تو ان کی وہ دُرگت کی جائے گی کہ کہانی لکھنے کا نام نہ لیں گے، تو میں وِچار کروں گا کہ کہنے والا کس ڈھنگ کا آدمی ہے، ترنت شکل جی سے لڑنے کے لیے تیار نہ ہو جاؤں گا۔ جس پرانی کا من کُتسا (3) میں بستا ہے اس کا وِشواس ہی کون کرتا ہے؟ دوسروں کی نندا کرنے والا پگڑی اُچھالنے والا، لڑائی لگانے والا، آدمی اگر سمجھے کہ لوگ اس کا آدر کریں گے تو اس کی بھول ہے۔ ایسے آدمی کو گھرنا کے سوا اور کسی بات کی آشا نہ رکھنی چاہیے۔ مانا چترویدی جی نے کہا کہ اُملتا (4) وِیکتی کو لکھنے کی تمیز نہیں یا انھوں نے اَمُک وِیکتی کو ساہتیہ چھیتر میں آگے نہ بڑھایا ہوتا، تو وہ اب تک گُم نام پڑا ہوتا یا یہ کہ مسٹر اینڈریوز اور مہاتما گاندھی ان سے متر بھاؤ رکھتے ہیں، تو کیا یہ باتیں لکھنے کی ہے۔ آدمی وارتالاپ میں سادھارنتا کچھ سترک نہیں رہتا، شبدوں کو تول کر منھ سے نہیں نکالتا، بلکہ ایسی ہی باتیں کرتا ہے جنھیں وہ سمجھتا ہے کہ سامنے بیٹھے ہوئے وِیکتی کو اچھی لگے گی۔ وہ ملنے والے کی روچی اور جھکاؤ دیکھ کر اُسی ڈھنگ کی باتیں کرتا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی شہدا ملنے آئے تو میں اُس سے ویدانت کی باتیں نہ کروں گا۔ اپنے گھر جو آدمی آتا ہے، اُس کا کچھ نہ کچھ ستکار (5) کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ شری ناتھ سنگھ جی کی جگہ اگر مسٹر اینڈریوز چترویدی جی سے ملنے گئے ہوتے، تو وہ پڑوسی بھارتیوں کا پرسنگ اُٹھاتے۔ شری ناتھ سنگھ جی وہ سارے گپوڑے لکھ کر خود اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھے میں اوندھے مُنھ گر پڑے ہیں، کیونکہ چترویدی جی نے ایسی ہی باتوں کا پاتر سمجھا۔ اگر شری ناتھ سنگھ جی ذرا اور زور لگاتے، تو چترویدی جی اپنے انترگت کا گُپت بھاگ بھی کھول دیتے۔ ایسا کون ہے، جس نے کبھی تاک جھانک نہ کی ہو۔ کبھی منچلے پن کے اسٹیج پر دو چار ابھنیے (6) نہ کیے ہوں۔ پھر چترویدی جی تو

1۔ انرتھ۔ ظلم 2۔ وکرت۔ خود ساختہ 3۔ کتسا۔ حسد 4۔ امکتا۔ غیر آزاد، پابند 5۔ ستکار۔ عزت 6۔ ابھنیے۔ کوشش، مشق

خدا کے فضل سے ابھی بڑھاپے سے بہت دور ہیں اور خدا کے قہر سے رنڈوے بھی ہیں۔

شری ناتھ سنگھ جی اگر تھوڑی سی اور چال بازی سے کام لیتے، تو چترویدی جس کے رسِک جیون کا بھنڈا پھوڑ بھی کر سکتے تھے، پر کیا یہ ساری بے ہودگی ایک پرتشٹھت پتریکا کے پرتشٹھت سمپادک کے یوگیہ ہے، اور کیا سرسوتی کے پاٹھک اِسی لیے سرسوتی خریدتے ہیں کہ انھیں اس طرح کے لیکھ پڑھائے جائیں؟ کسی کی پرائیویٹ بات چیت کو جو اس نے ہمیں اپنا متر سمجھ کر ہمارے اوپر وشواس کر کے کی ہو، پبلک میں لانے کا ہمیں کوئی اُدھیکار نہیں ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں، تو وشواس گھات کرتے ہیں۔ آخر اس انٹرویو سے کس سمسیا، کس پرشن، کس واد پر پرکاش پڑا؟ زیادہ سے زیادہ پڑھنے والا یہی سمجھے گا کہ بنارسی داس بڑا نیچ آدمی ہے، بالکل بنا ہوا، بڑا دنبھی، بڑا شوخی باز۔ اگر کسی آدمی کے پرتی جنتا میں یہی بھاؤ پھیلانے میں ہم سپھل ہوئے تو یہ کیا کوئی بڑے اونچے درجے کا کام ہے؟ کسی کی عزت بگاڑ دینا کیا کوئی بڑا پوتر اُدیشیہ ہے؟ آپس میں وِیمنسیہ پیدا کر دینا، کیا بڑی سراہنا کا کام ہے؟

شری ناتھ سنگھ جی مجھ سے مل چکے ہیں اور کتنے ہی منشیوں کے بارے میں ایسی باتیں کر چکے ہیں کہ یدی میں لکھوں تو وہ پریاگ میں بہت ہلکے ہو جائیں گے، لیکن ایسی باتیں کرنا جتنی بڑی نیچتا ہے، اس کا ذِکر کرنا، اس سے بھی بڑی نیچتا ہے۔ اس طرح کے پروپیگنڈے سے شری ناتھ سنگھ جی نہ ساہتیہ کا اپکار کر رہے ہیں، نہ سرسوتی کا نہ اپنا، ورنہ سنسار کے سامنے ہندی کے سمپادکوں کی بھد کرا رہے ہیں، انھیں کلنکت کر رہے ہیں۔ آپ کی یہ کرتی دیکھ کر اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ دُنیا کہے گی، جب سرسوتی جیسی پرتشٹھت پتریکا کا سمپادک ایسا لفنگا پن کر سکتا ہے، تو پھر شاید یہ آنواں ہی بگڑا ہوا ہے۔

اگست 1933

بھارتی ساہتیہ اور پنڈت جواہر لال نہرو

جن دنوں ہنس کے پرشٹھوں میں بھارتی ساہتیہ کے سنگٹھن اور اس اُدیشیہ کی پورتی کے لیے بھارتی ساہتیہ سنگھ استھاپت کرنے کی ضرورت پر وِچار کیا جارہا تھا، انھیں دنوں پنڈت جواہر لال جی اَلموڑا جیل میں بیٹھے ہوئے سوتنتر روپ سے اِسی وِشے پر اور اِسی دِشا میں چنتن کر رہے تھے انھیں ہمارے آیوجن کی بالکل خبر نہ تھی۔ پھر بھی آپ کے اس لیکھ سے، جو ہال میں سہیوگی، پرتاپ میں پرکاشت ہوا ہے، ان کے اور ہمارے آیوجنوں میں اَدبھت سا درشیہ ہے۔ اس سے یہ سِدھ ہوتا ہے کہ راشٹر کے وِچار دھارا سنسکرتک اِیکتا کی اور کتنے ویگ اور کتنی اِکرستا (1) کے ساتھ دوڑ رہی ہے نہرو جی راشٹر کے پران ہیں اور ان کا ہردے راشٹر کا ہردے ہے، جس میں راشٹر کی سمپورن آکانکشائیں (2) اور پرتی بمبت (3) ہوتی ہیں۔ ساہتیک اور سنسکرتک اِیکتا راشٹر کے وِکاش کا مکھیہ انگ ہے اور یہ بھوشیہ کا شُبھ لچھن ہے کہ وہ بھاونا راشٹر کے من میں پربل ہو اُٹھی ہے۔

نہرو جی نے لیکھ کے پرارمبھ میں ہندی کے نوین ساہتیہ کی دَرِدرتا کے وشے میں یتھارتھ ہی کہا ہے کہ اِتہاسِک اور بھوگولک کارنوں سے، پہلے بنگال اور اس کے بعد مہاراشٹر اور گجرات نے پچھّم سے آئی ہوئی جاگرتی کو گرہن کیا اور کچھ آگے نکل گئے۔ ہندی پرانتوں میں راج نیتک جاگرتی دیر میں ہوئی اور بھاشا بھید کے کارن ہم دوسرے پرانتوں کی جاگرتی سے جلد فائدہ نہیں اُٹھا سکے، لیکن اگر ہم غلطی نہیں کر رہے ہیں، تو بھارت کی جو بھاشائیں اُنت سمجھی جاتی ہے، وہ بھی سنسار کی اُنت بھاشاؤں کی تُلنا میں نگنیہ (4) ہیں۔ اس کا مکھیہ کارن اگر یہ ہے کہ دیش کی ساری پرتبھا (5) انگریزی کا ابھیّاس کرنے میں خرچ ہوتی رہی اور جن کے کندھوں پر راشٹر کو آگے بڑھانے کا بھار تھا، وے اپنی بھاشاؤں کو ہیٔے (6) سمجھ کر اس کی اور سے اداسین ہو گئے اور آج بھی انگریزی کے پرتی ہمارا موہ انو ماتر بھی کم نہیں ہے، تو

1۔ اکرستا۔ یک رخ ہو کر 2۔ آکانکشا۔ خواہش 3۔ پرتی بمب۔ عکس 4۔ نگینہ۔ صفر 5۔ پرتبھا۔ صلاحیت 6۔ ہیٔے۔ ہیچ

دوسرا کارن یہ بھی تھا کہ پرانتی بھاشاؤں میں آدان پردان کا کرم بند سا ہوگیا اور راشٹر کا ساہتیہ مانو الگ الگ کوٹھریوں میں بند ہوکر، مُکت وایو اور پرکاش نہ پانے کے کارن دربل اور نرجیو اور نستیز ہوتا چلا گیا۔ اَت اِیو۔

'ہمیں اس انوبھو سے لابھ اُٹھانا چاہیے اور دیش کی سب بھاشاؤں میں کسی طرح کا سمبندھ پیدا کرنا چاہیے۔ ان کے ساہتکاروں کی ایک سنستھا بنے، جس کی بیٹھک کبھی کبھی ہوا کرے۔ اس سے بجائے مقابلے اور دویش (1) کے آپس میں میل بڑھے گا۔ اور ہمارا ساہتیہ ایک دوسرے کی ترقی میں مدد کر سکے گا۔ وِچار دھارائیں دیش بھر میں تیزی سے پھیلیں گی اور ہماری ایکتا بڑھے گی۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے آرمبھ کرنے میں کچھ پریتن ہو رہا ہے، لیکن اُس کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہے۔ میں آشا کرتا ہوں، ایسا بھارتی ساہتیہ سنگھ بھارت کی سب بھاشاؤں کی دعوت کرے گا۔ ہندی اور اردو تو بہنیں نہیں ہیں، ایک ہی شریر پر دو چہرے ہیں۔ ان کا تو ہمیں قریب سے قریب سمبندھ کرنا ہے۔ بنگلہ، مراٹھی اور گجراتی، ہندی کی چھوٹی بہنیں ہیں، دَکشِن کی بھاشائیں ہمارے دیش میں سب سے پُرانی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بھارت کی چھوٹی اور بڑی بھاشاؤں کو اس سنستھا میں لینا چاہیے۔ میں تو یہ بھی سفارش کروں گا کہ انگریزی کی بھی اس میں جگہ ہو۔ ہماری بھاشا وہ نہیں ہے، لیکن پھر بھی دیش کے جیون میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ وہ ایک طرح کی سوتیلی بھاشا ہوگئی ہے۔'

ہمارا خیال ہے کہ انگریزی بھاشا ورتمان پرستھتی میں اِتنی لازمی ہوگئی ہے کہ اُسے کسی سنگھ یا سنستھا کی مدد کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ سوتیلی بھاشا نہیں۔ بلکہ پٹرانی بھاشا ہے، اور بھارت کی انیہ سبھی بھاشائیں اس کی دیا کی بھکھارنی بنی ہوئی ہیں۔ ہمارے شِکشت ورگ کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ان میں سے اُدھیکانش اپنا ماتر بھاشا میں ایک لائن بھی شُدھ نہیں لکھ سکتے۔ دُکھ تو یہ ہے کہ جو ہمارے نیتا کہلاتے ہیں، ان میں سے ادھیکانش اپنی ماتر بھاشا سے ان بھگیہ (2) ہیں اور جس سماج کے نیتا جنتا سے اِتنی دور ہٹ گئے ہوں کہ ان میں بھاشا کا سمبندھ بھی نہ ہو، اس سماج کی دشا جو ہو رہی ہے، وہ ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں اور تو اور ہم اپنی اس اَیوگیتا اور ان بھگیتا پر لجت بھی نہیں ہوتے کہ آگے کے لیے کچھ آشا بندھیں۔

ہم اَسپشٹ وادِتا کے ابھمان میں بے کھٹکے کہتے ہیں۔ ہمیں تو انگریزی لکھنے اور بولنے میں زیادہ سویدھا ہوتی ہے۔

1۔ دویش۔ نفاق 2۔ ان بھگیہ۔ ناواقف

آگے چل کر نہرو جی نے ہندی کے راشٹر بھاشا ہونے اور مراٹھی، بنگلہ، گجراتی، گورمکھی آدی کے ہندی لیپی میں لکھے جانے کے وشئے میں وہی وچار پرکٹ کیے ہیں جن پر ہندی پرچار آندولن رہا ہے اس کے بعد آپ کہتے ہیں۔

'دوسرا سوال یہ ہے کہ ہمارے ساہتکاروں کو دُنیا کے ساہتکاروں میں سمبندھ پیدا کرنا چاہیے اور انتر راشٹریہ ساہتیہ سنگھوں میں شریک ہونا چاہے۔ اس کے بغیر ہم دنیا کے اگوادیشوں میں نہیں ہو سکتے۔ ہم کو یہ ماننا ہوگا کہ اس نو یگ میں نئے وِچار یورپ اور امریکہ میں آرہے ہیں۔ ان کے بغیر سمجھے ہم آج کل کی دنیا کا سامنا نہیں کر سکتے۔ پہلی بات جو وہ نو یگ سکھاتا ہے، وہ یہ ہے کہ سنسار ایک ہے، اس کے الگ الگ ٹکڑے، ہم نہیں کر سکتے اور جو الگ ہونا چاہتے ہیں، وے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔'

یہ کتھن اکچھر شہ ستیہ ہے۔ لیکن اَنتر راشٹری سنگھوں میں شامل ہونے کے لیے بھی ہمیں ایک راشٹر بھاشا کی شرن لینی ہوگی۔ ہم پرانتی بھاشاؤں کے بل پر انتر راشٹری چھیتر میں نہیں آسکتے۔ یہ سوپن دیکھنا کہ بھارت کی سبھی پرانتی بھاشائیں سنسار کی سمنت (1) بھاشاؤں میں برابر ہو سکتی ہے، بھول ہے۔ ایک راشٹر ایک ہی بھاشا کو لے کر انتر راشٹری سنگھوں کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے۔ ہاں، پرانتی ساہتیہ کے کچھ انگریزی انوواد سنسار کے سامنے رکھے جا سکتے ہیں، پر یہ تو ویسا ہی ہوگا، جیسے کوئی آدمی مگنی کے وستر پہن کر کسی سبھا میں بیٹھنے کا ساہس کرے۔ اس انوواد سے جو سمان ملے گا، وہ ویکتی کا سمان ہوگا۔ اور پستک کی مول بھاشا کا سنسار کی درِشٹی میں کوئی غور نہ ہوگا۔ آج روسی اور سویڈش اور فرینچ گرنتھوں کا جو انتر راشٹری سمان ہے، وہ اس لیے نہیں کہ ان کے انگریزی انوواد چھپ گئے۔ بلکہ اس لیے کہ وے اپنی مول بھاشا میں پڑھی گئی اور پسند کی گئی۔ جب ان کی کھیاتی (2) ہوئی، تو انگریزی اور جرمن اور فرینچ انوواد ہونے لگے۔ اگر ہم سنسار ساہتیہ میں وہ استھان پراپت کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اپنی راشٹر بھاشا بنانی ہوگی اور اُس کے آدھار پر سنسار ساج میں بھاگ لینا پڑے گا۔ یہ آشا تو کی جا سکتی ہے کہ کسی سمے سنسار میں پینتیس کروڑ بھارتیوں کی ایک بھاشا کا سنسار میں پرچار ہو جائے لیکن یہ اَسمبھو ہے کہ بھارت کی مکھیہ بارہ بھاشائیں بھی کسی سمے سنسار کی پروڑھ بھاشاؤں سے برابری کا استھان پراپت کر لیں۔

لیکھ کے اَنتم بھاگ میں نہرو جی نے ہمیں سنسار کو اَنیہ اَنت بھاشائیں سیکھنے کا آدیش دیتے ہوئے کہا ہے۔

ہم میں سے کافی لوگوں کو ودیشی بھاشائیں بھی سیکھنی چاہیے۔ وہی ہمارے لیے دُنیا کو دیکھنے کی

1۔ سمنت۔ ترقی یافتہ 2۔ کھیاتی۔ شہرت

کھڑکیاں ہوں گی۔جن کے ذریعہ دھوپ اور تازی ہوا آئے گی۔

انگریزی تو ہم میں سے بہت لوگ جانتے ہیں۔اس سے ہم فائدہ اُٹھاویں گے، کیونکہ اس بھاشا کا پھیلاؤ بڑھتا جاتا ہے۔لیکن انگریزی کافی نہیں ہے اور صرف انگریزی جاننے کی وجہ سے ہم اکثر دھوکہ کھا چکے ہیں۔ہم ساری دُنیا کو انگریزی عینکوں سے دیکھنے لگے ہیں اور یہ نہیں محسوس کرتے کہ وہ ایک طرفی ہے۔انگریزی حکومت سے راج نیتک مقابلہ کرتے ہوئے بھی ہم وِچاروں میں بہت کچھ ان کے غلام ہو گئے۔اگر ہم فرنچ یا جرمن یا روسی کتابیں یا اخبار پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی اور چیز بھی ہے، اور انگریزوں کا اس میں اتنا بڑا حصہ نہیں ہے، جتنا ہم سمجھتے تھے۔

مگر آپ سویکار کرتے ہیں کہ ہمارے لیے بڑی تعداد میں یورپ کی انیہ بھاشائیں سیکھنا مشکل ہے، اس لیے آپ کہتے ہیں۔یہ اُچت ہوگا کہ وِدیشی بھاشاؤں میں جو پرسدھ پُستکیں ہیں، ان کا انو واد ہندی میں ہو۔یہ مجھے بہت آوشیک معلوم ہوتا ہے، اگر ہم دُنیا کی وِچار دھاراؤں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

ابھی ہم انگریزی سے جن پُستکوں کا انو واد کرتے ہیں ان کا پرچار بہت کم ہوتا ہے، کیونکہ ایسی پُستکوں کو سمجھنے والے اَدھک تر انگریزی پڑھے لوگ ہی ہیں، اور وہ ہندی انو واد نہ پڑھ کر مول انگریزی پُستک پڑھنا زیادہ پسند کرتے ہیں، پر یورپ کی دوسری بھاشاؤں کے انو وادوں کے وِشے میں یہ بات نہ رہے گی، کیونکہ انھیں مول میں پڑھنا گنے گنائے آدمیوں کے لیے ہی سُلبھ ہوگا۔

ہم آشا کرتے ہیں کہ ہمارے پاٹھک اس پرشن پر وِچار کریں گے اور وہ سجن بھی، جن کو بھرم ہے کہ ہندی کے راشٹر بھاشا ہونے سے پرانتی بھاشاؤں کو ہانی پہنچے گی، پرانتی بھاشاؤں اور ہندی کے سمبندھ کا واستوِک روپ سمجھیں گے۔یہ کام بھارتی ساہتیہ سنگھ کا ہوگا کہ وہ نشچے کرے کہ پرانتی بھاشاؤں کی کون کون سی پُستکیں ہندی میں لائی جائے اور انھیں کس طرح سنسار ساہتیہ کے سامنے رکھا جائے۔ہندی کو کوئی الگ بھاشا سمجھ کر اس سے اُداسین ہو جانا پرانتی بھاشا اور ساہتیہ کے لیے لابھ (1) پرد تو نہ ہوگا، ہاں راشٹر ساہتیہ کے لیے ہانی (2) کر البتہ ہو جائے گا۔

نومبر 1935

1۔لابھ پرد۔فائدہ مند 2۔ہانی کر۔نقصان دہ

راشٹر بھاشا کیسے سمرِدّھ ہو

ہمیں یہ دیکھ کر ہرش (1) ہوتا ہے کہ راشٹر بھاشا سے ہمارے نیتاؤں کی دلچسپی بڑھتی جارہی ہے۔ مدراس میں ہندی پر چار سپتاہ کے سمبندھ میں جناب مولوی جمال احمد، شری سی۔ وائی چنتامنی اور رانیہ مہانو بھاؤنے جو بھاشن دیے، ان میں راشٹر بھاشا کی اتّی اور پرچار سے پیدا ہونے والی سنسکرتک (2) ایکتا کا مہتو سبھی نے سویکار کیا، مگر راشٹر پتی شری راجیندر پرساد نے اس پرشن کو دوسری ہی درشٹی سے دیکھا۔

آپ نے دکشن کی ایک سبھا میں بھاشن دیتے ہوئے کہا کہ راشٹر بھاشا پرچار سے ہی سمرِدھا(3) ہوگی۔ جب وہ بھِنّ بھِنّ پرانتوں میں ویوہار میں آنے لگے گی، تب اُس میں نئے نئے شبد اور محاورے داخل ہوں گے اور ان کا بھنڈار دن دن بڑھتا جائے گا۔ ہم اس بھاشن کا ایک اَنش یہاں نقل کرتے ہیں۔

My point of veiw is that Hindi authors and readers should be requested to give up their horror of un-Hindi idioms and uses. The desire must be to absorb as many varieties of expressions as are available to them. some of the articles appearing in this magazines , by their very nature , are untranslatable in Hindi except by a use of the local idioms, In such articles such idioms have been retained with a view to make the language more effective. Hindi readers must develop catholicity of taste and an anxiety to secure enrichment of expression by an absorption of expressive idioms of other Provinces.

"میرے وِچار میں ہندی لیکھکوں اور پاٹھکوں سے یہ نویدن کرنا چاہیے کہ وے ہندی محاوروں اور ان کے ویوہاروں پر چھاتی پیٹنا چھوڑ دے۔ ان کی اِچھا یہ ہونی چاہیے کہ ابھِو یکت کے جتنے وِبھِنّ روپ مل سکیں انھیں گرہن کریں۔ اس میگزین کے کئی لیکھک کچھ اس ڈھنگ کے ہیں کہ اُن کا ہندی میں

1۔ ہرش۔ خوشی 2۔ سنسکرتک ایکتا۔ تہذیبی اتحاد 3۔ سمردھ۔ پھیلنا

اَنُو واد ہونا کٹھن ہے، اس کے سِوا کہ اَستھانی محاوروں کا ویوہار کیا جائے۔ ایسے لیکھکوں میں وہ محاورے جیوں کے تیوں رہنے دیے گئے ہیں جس میں بھاشا زیادہ سجیو ہو جائے۔ ہندی پاٹھکوں کو اپنی روچی میں اُدارتا لانی چاہیے، اور انھیں یہ آکانکشا ہونی چاہیے کہ انیہ پَرانتوں کے اَرتھ پورن محاوروں سے اپنی بھاشا کو سمردھ بنائے''۔

سجیو بھاشائیں ہمیشہ دوسری بھاشاؤں سے اپنا کوش (1) بڑھاتی رہتی ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ہندی میں ہزاروں انگریزی شبد اور محاورے آملے اور ملتے جارہے ہیں۔ خود انگریزی بھاشا سنسار ویاپی ہونے کے کارن وِدُھت (2) گتی سے بڑھ رہی ہے۔ سنسار کی ایسی کوئی بھاشا نہیں، جس سے انگریزی نے اپنا بھنڈار نہ بھرا ہو۔ آج کوئی انگریز لیکھک عرب جیون کے دِرشیہ دِکھانا چاہے، تو اُسے اُپیکت شبدوں کی کمی نہ ہوگی۔ منگولیا اور برازیل، عرب اور افریقہ، سبھی سے انگریزی کا سمپرک ہے اور اُن دیشوں کا ورتانت (3) لکھتے سَمَے انگریز لیکھکوں کو وہاں کے شبدوں اور محاوروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس سے پرچار دُوارا انگریزی بھاشا دن دھنوان ہوتی جاتی ہے۔

ہندی کا چھیتر بھارت کی اَنیہ بھاشاؤں سے بڑا ہے، لیکن جب یہ راشٹر بھاشا بن رہی ہے تو اُسے سبھی پرانتی بھاشاؤں سے مدد لینی پڑے گی، ہاں اس کا دھیان رکھنا پڑے گا کہ اپنا کوش بڑھانے کی دُھن میں وہ اپنا رُوپ ہی نہ کھو بیٹھے۔ حیدرآباد میں جس ہندستانی بھاشا کا ویوہار نہیں ہوتا ہے، وہ ہندستانی کا بگڑا ہوا روپ ہے اور ہم اُسے ہندوستانی نہ کہہ کر دکھنی کہنے کے لیے مجبور ہیں۔ اگر ہندی کی بھی وہی گتی ہوئی، تو وہ دکھنی ہندی ہو جائے گی۔

ہندی کے مَولِک (4) روپ کو قائم رکھتے ہوئے ہم اُسے جتنا سمردھ بنا سکیں، اُتنا ہی اچھا ہے۔ جس ہندی کا بمبئی اور پُونا اور میسور اور مدراس، ڈھاکہ یا اڑیسہ میں اَہندی بھاشا جنتا دُوارا ویوہار ہوتا ہے، اگر کہیں وہی ہندی لکھنے میں بھی آنے لگی تو ہندی کا اَنت ہی ہو جائے گا۔ جس طرح بھِنّ بھِنّ دیشوں میں وِیوہت ہونے پر بھی انگریزی کی ایک مریادا ہے، جس سے کوئی باہر جانے کا ساہس نہیں کر سکتا، اُسی طرح ہندی کی بھی ایک مریادا ہے، اور اُس کا چاہے کتنا ہی وِستار ہو، اس کی اس مریادا کی رکشا ہونی آوشیک ہے۔

نومبر 1935ء

1۔ کوش۔ خزانہ 2۔ وِدُھت۔ برق رفتاری 3۔ ورتانت۔ خودنوشت 4۔ مولک روپ۔ فطری شکل

'تر وینی' سے ہمارا نمر م نویدن

مدراس سے نکلنے والی انگریزی سہیوگنی 'تر وینی' نے بھارتی ساہتیہ سنگٹھن کی ہماری آیوجنا اور 'ہنس' کا سواگت کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا نوٹ لکھا ہے، جسے ہم نیچے دے رہے ہیں۔ ہماری سہیوگنی نے بھی آدی سے ہی بھارت کی سانسکرتک ایکتا کا آدرش اپنے سامنے رکھا ہے اور بڑی یوگیتا کے ساتھ اس کا پالن کیا ہے۔'ہنس' کا اُدیشیہ بھی یہی ہے۔ انتر کیول اتنا ہی ہے کہ جہاں 'تر وینی' بھارتی سنسکرتی اور ساہتیہ کو انگریزی کے مادھیم سے انتر راشٹری چھیتر میں لے جانا چاہتی ہے، وہاں 'ہنس' بھارت کے بھِن بھِن ساہتیوں میں گھنشٹتا پیدا کر کے اور سانسکرتک بھیدوں کو مٹا کر راشٹریہ سنسکرتی اور ساہتیہ کا روپ اِستھر کرنے کی پکش میں ہے۔ ہمارا وِچار ہے، جب تک ہمارا ایک ساہتیہ نہ ہو جائے اور ہماری سنسکرتی میں ایک رُوپتا نہ آ جائے، ہم اپنی ورتمان دِشا میں اپنے بھیدوں کو لے کر انتر راشٹریہ چھیتر میں کوئی سمّان کا اُستھان نہیں پا سکتے۔ جب تک ہم ساہتیہ اور سنسکرتی میں راشٹریتا کی منزل طے نہ کر لیں۔ انتر راشٹریہ کے لکشیہ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ راشٹریتا ہی اُنتر راشٹریتا کی سیڑھی ہے۔ ہم اپنے اِچھُت اُستھان تک اس درمیانی سیڑھی دُوارا ہی پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک بھارتی ساہتیوں میں پَرسپَر پَرِ تیچے نہ ہو، ان کے اُنتر راشٹریہ ساہتیہ میں اُستھان پانے کی بات تو ایسی ہی ہے کہ بھارت راشٹری سوادھینتا (1) پَراپت کیے بِنا ہی انتر راشٹریہ سماج میں ملنے کا دعویٰ کرے۔ راشٹر کے جتنے اَنگ ہیں، ان سب کو پورا کیے بغیر راشٹریتا دُرلبھ ہے اور جس دیش میں راشٹریتا کی بھاؤنا اِتنی وِشرنکھلا (2) ہو، وہ انتر راشٹری اُونچائیوں تک چڑھنے کے پَریتن میں منھ کے بل نیچے آ گرے تو آشچریہ نہیں۔ اگر بھارت میں بھِن بھِن اُپ راشٹر بنے رہیں گے اور سبھی اپنے ساہتیہ اور سنسکرتی کی پَرتھکتا کی رکشا کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے سے ملنے کی کوشش نہ کریں گے، تو راشٹریتا کا وِکاس قیامت تک نہ ہوگا۔ ہمیں اپنی پَرانتی بھکت کو کچھ نہ کچھ تیاگنا پڑے گا۔ سنسکرتک ایکتا کے بِنا راج نیتک ایکتا ہو بھی جائے، تو استھائی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہندی کی شریشٹھتا سِدھ کرنے کی غلطی کر رہے ہیں، تو اس کو چھمیہ سمجھنا چاہیے۔ جب تک اُنھیں اپنی

1۔ سوادھینتا۔ آزادی 2۔ وِشرنکھلا۔ بے ترتیب

یہ کی شریشٹتا (1) میں وِشواس نہ آئے گا۔ وے ان کے لیے اپنے سَمے اور بُدّھی کا بَلید ان کیوں کریں ۔ کسی نئے مت کی دِیکشا لینے کے بعد ہم میں کچھ اُدّ نڈتا آ ہی جاتی ہے۔ یہ سوابھاوِک ہے۔ ودوانوں کو سے بالکوں کا اُتساہ سمجھ لینا چاہیے۔ ہندی راشٹر بھاشا بننے کے لیے اُدھیر نہیں ہے۔ اگر کوئی common languag اور National language میں بھید کی کلپنا کر کے اپنے من کو سنتوش دے سکتا ہے، تو ہمیں کوئی آپتی نہیں۔ ہم ہندوستانی کو common language ہی بنانے کے اِچھک ہیں اور ہمارا اُدیشیہ کیول یہی ہے کہ It might eventually serve as a medium of communication between province and province ہندی اس لیے سامانیہ بھاشا نہیں سویکار کی گئی ہے کہ اس کا ساہتیہ تلگوں یا بنگلہ یا کنھیں اَنیہ درجنوں ساہتیوں سے سریشٹھ ہے، بلکہ کیول اس لیے کہ اُسے زیادہ سے زیادہ سمجھتے اور بولتے ہیں اور اِسی لیے ساہتیہ ایکتا پراپت کرنے کے لیے ہمیں ہندی مادھیم کی ضرورت ہے۔ ہماری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ اس آیوجن سے پرانتیہ بھاشاؤں یا ساہتیوں کو ہانی کیسے پہنچ سکتی ہے۔ کیا یہ کسی ساہتیہ کے لیے ہانی کی بات ہے کہ اس کے پاٹھکوں کا چھیتر بڑھے اور اسے انیہ ساہتیوں سے پریچت ہونے کا اَوسر ملے؟ کیا یہ تلگو یا تمِل کے کوِیوں اور سولیکھکوں کے لیے ہانی کی بات ہے کہ ان کی رچناؤں سے ایک پرانت کے بجائے سمپورن راشٹر فائدہ اٹھائے، یا ان کے پاٹھکوں کے لیے یہ اَنشٹ (2) کی بات ہے کہ انیہ ساہتیوں کی وِل کرتیوں (3) سے آنند اُٹھانے کا انھیں اَوسر ملے؟ انگریزی اور انگریزی ساہتیہ دُوارا ہمیں سنسار کے سبھی ساہتیوں سے پَرِیچے ملتا ہے۔ کیا یہ ہمارے لیے ہانی کی بات ہے؟ اگر یہ ہانی کی بات نہیں، تو کیا بھارت کے انیہ ساہتیوں سے پَریچت ہونا ہی ہانی پرد ہے، یا کیول اس لیے ہانی پرد ہے کہ وہ انگریزی دُوارا نہ ہو کر ہندی جیسی غریب بھاشا دُوارا ہوتا ہے؟ یہی اُدھوک انگریزی دُوارا ہوتا، تو کیا ہماری سہیوگنی کے لیے اَدِھک سنتوش کی بات ہوتی؟ کیا اور کسی بھاشا کے ذریعہ یہ ساہتیک ایکتا لائی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں، تو ہندی یہ اُدّھوگ کر کے کوئی بہت بڑا اپرادھ کر رہی ہے؟ انتر راشٹریہ ویوہار کے لیے ہمیں انگریزی اَوشیہ پڑھنا چاہیے، پرانتی ویوہار کے لیے ماتر بھاشا ہے ہی، مگر راشٹریہ ویوہار کے لیے اب ہمارے لیے ہندی سیکھنا لازم ہو گیا ہے۔ ابھی ہم ہندی کی اَوہیلنا (4) کر سکتے ہیں مگر شاید ایک سمے وہ آئے گا جب اس کی اَوہیلنا نہ کی جا سکے گی۔

نومبر 1935ء

1۔ شریشٹتا۔ عظمت 2۔ اَنشٹ۔ شرم 3۔ وِل کرتی۔ پیاری تخلیق 4۔ اوہیلنا۔ توہین

تروینی کا ایک چھوٹا انگریزی نوٹ نیچے دیا جا رہا ہے

*A COMMONWEALTH OF LITERATURES

We welcome the efforts that are being made by Mr. K. M. Munshi to give an all- India status to our provincial literatures.'Hansa' the Hindi magazine till now conducted by Sri Premchandji, will hereafter be edited conjointly Sjis, Munshi and Premchandji. It will publish articles about the different literatures, with personal sketches of writers and poets, and translations into Hindi of the more valuable literacy pieces. Triveni has similar aims, and since 1928, it has bestowei a great deal of attention on the literacy and cultural movements in Andhra, Maharashtra, Kranataka, and other linguistic units of India.In fact this has been a prominent feature of Triveni, and it is not quite accurace today to say that' we know the latest literacy and cultural activity in England, but not that of our neighbouring province.

While we readily recognise that it is useful to conduct a magazine in hindi for the benefit of all Indian provines. we believe that it is not less important that Indian literature should keep in touch with the literature of the world by the publication of articles on the Indian literature and translations of poems, plays and stories, in an international language like English. There are many ways in which Triveni and Hansa can co-operative with advantage. There is however, a wide spread feeling in South India that, in their zeal for the propagation of Hindi, the pracharaks are making exaggerated claims on its behalf; and referringto the literatures in Kannada, Tamil or Telugu with condescension.It is one thing to say that, as Hindi is spoken by the largest number of Indians, it might eventualy serve as a medium of communication between province. It is altogether different to exalt it to the position of a national language and impose it

on all provinces, to the detriment of the local language. We draw a distinction between a commaon language and a national language. There are several sub-natinalities in India, and to them their mother tongue is the national language and also the prime vehicle of creative self-expression. Hindi is not inherently superior to Telugu or Bengali; nor is its literature as rich and varied as the us. We respectfully warn Mr. Munshi against the subtle danger that lurks behind the Hindi movement. The 'HANSA' must steer clear of it.

ساہتیک کلبوں کی آوشیکتا

ہندی بولنے اور سمجھنے والوں کی سنکھیا بھارت میں پندرہ کروڑ سے کم نہیں ہے۔ بنگالی بولنے اور سمجھنے والے کُل پانچ کروڑ ہیں۔ پھر بھی بنگالی پُستکوں کے دیکھتے، ہندی پُستکوں اور پتّر یکاؤں کی کھپت کچھ نہیں ہے۔ یہاں اچھی سے اچھی پتریکا بھی گھاٹے ہی پر چلتی ہے اور اچھی سے اچھی پُستک بھی گودام میں پڑی سڑتی ہے۔ کوئی سجّن ایک پُستک منگا لیتے ہیں تو سارے محلّے میں لوٹ مچ جاتی ہے اور لوگ ایک دو میل سے اس کے لیے دوڑتے ہیں اکثر پُستک کے سوالی کو پُستک دیکھنے کو نہیں ملتی اور وہ ہاتھوں ہاتھ غائب ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ سوچتا ہے، کہاں سے اس بلا میں آ پڑے۔ پُستک نہیں دیتے تو بے مروّت کہلاتے ہیں۔ سوارتھی (1) کی اُپادھی ملتی ہے۔ دیتے ہیں تو لوٹ کر نہیں آتی۔ اس لیے پُستک منگائے ہی کیوں؟ یہ ہے ہمارا ساہتیہ نوراگ۔ پُستک پڑھنا تو چاہتے ہیں، پر گانٹھ کا پیسہ خرچ کر کے نہیں۔ جن کی معقول آمدنی ہے وہ بھی پُستکوں کی بھِکشا مانگنے میں نہیں شرماتے۔

اگر یہی دشا رہے تو ہم نہیں سمجھتے، ساہتیہ کی اُنّتی کیسے ہوگی۔ پرکاشک نئے اُتساہ سے میدان میں آتا ہے پر سال دو سال میں گھر کی جمع گنوا کر بیٹھ جاتا ہے۔ نئی نئی پترِیکائیں نکلتی ہیں اور دس پانچ ہزار کا خون کر کے پرستھان کر جاتی ہیں۔ اس شتھِلتا (2) کا ایک اُپائے جگہ جگہ ساہتیک کلبوں کا کھُلنا ہے۔ پرتییک قصبہ اور گاؤں میں ایسے کلب استھاپت ہونے چاہئیں۔ نگروں میں تو ہر محلّے میں ایسے کلبوں کا کھُلنا واچھنی ہے۔ اگر دو ایک اُتساہی سجّن بھی ہمّت کریں، تو انھیں دس، بیس، تیس ایسے ساہتیہ نوراگی مل جائیں گے جو اُسے چار آنے مہینے تک خوشی سے دے دیں گے۔ اگر ان کلبوں ذوارا سو روپیے وارشِک کی پُستکیں اور پتریکائیں کھپنے لگیں تو ساہتیہ کا اُدّار ہو سکتا ہے۔ سمست دیش میں اگر ایسے دس ہزار کلب بھی کھُل جائیں تو بہت کچھ کام

1۔ سوارتھی۔ خودغرض 2۔ شتھلتا۔ انجماد

چل جائے۔ اس کلب کے ممبروں کا ایک کام یہ بھی ہوگا کہ وہ ساہتیہ پریمیوں کو ایک روپیہ، دو روپیہ، چار روپیہ سالانہ کی پستکیں خریدنے کے لیے نیم بدھ کرسکیں۔ سبھیہ دیشوں میں ایسے کلبوں کی بڑی کثرت ہے اور یہی کارن ہے کہ وہاں معمولی کتابیں بھی پچاس پچاس ہزار تک بک جاتی ہے۔ ہمیں آشا ہے، ہندی سنسار اس پرستاؤ کی اور دھیان دے گا۔

جون 1931

پٹنہ کا ہندی ساہتیہ پریشد

22-21 ستمبر کو پٹنہ نے اپنے ساہتیہ پریشد کا کئی برسوں کے بعد آنے والا وارشک اتسو بڑی دھوم دھام سے منایا۔ ہندی کے شبد جادوگر شری ماکھن لال چتر ویدی سبھا پتی (1) تھے اور ساہتیہ کاروں کا اچھا جمگھٹ تھا۔ ہم تو اپنے ذربھاگیہ سے اس میں سمّلت ہونے کا گورَو نہ پا سکے۔ شُکرَوار کی سَندھیا سمے سے ہی ہمیں جوَر ہو (2) آیا اور وہ سوموار کو اُترا۔ ہم چھٹپٹا کر رہ گئے۔ روی وار کو بھی ہم یہی آشا کرتے رہے کہ آج جوَر اُتر جائے گا۔ اور ہم چلے جائیں گے۔ لیکن جوَر نے اس وقت گلا چھوڑا جب پریشد کا اُتسو سماپت ہو چکا تھا۔ پٹنے جا کر کھاٹ پر سونے سے کاشی میں کھاٹ پر پڑے رہنا زیادہ سُکھ تھا۔ اور یوں بھی بیماری کے سمے، چاہے وہ ہلکی ہی کیوں نہ ہو، بزرگوں کے متانوسار (3) اور دھرم شاستریوں کے آدیشا (4) نوسار کاشی کے سمیپ ہی رہنا زیادہ کلیان کاری ہوتا ہے۔ لوکِک اور پارلوکِک دونوں درشٹیوں سے اتا یو ہمیں آشا ہے کہ ہمارے ساہتیک بندھوؤں نے ہماری غیر حاضری معاف کر دی ہو گی۔ اس جوَر نے ایسا اچھا اُوسر ہم سے چھین لیا، اس کا بدلہ ہم اس سے اُوشیہ لیں گے، چاہے ہمیں اہنسا نیتی توڑنی کیوں نہ پڑے۔ سبھا پتی کا جو بھاشن چھپ کر باسی بھات کے روپ میں ملا ہے، وہ گرم گرم کتنا سوادِشٹ ہو گا۔ یہ سوچتا ہوں تو ہی جی چاہتا ہے کہ جوَر مہودے کہیں پھر دیکھے۔ لیکن ان کا کہیں پتا بھی نہیں۔ اس بھاشن میں جیون ہے، آدیش ہے، مارگ وِنے درشن ہے اور ساہتیہ سیویوں کے لیے آدرش ہے، مگر آپ نے پُورَوجوں کا بوجھ مستک پر لادنے کی جو بات کہی، وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم پُورَوجوں کا بوجھا ضرورت سے زیادہ لادے ہوئے ہیں اور اس کے بوجھ کے نیچے وبے جا رہے ہیں۔ ہم اَتیت (5) میں رہنے کے اِتنے عادی ہو گئے ہیں کہ ورتمان (6) اور بھوِشیہ (7) کی جیسے ہمیں چِنتا ہی نہیں رہی۔ یورپ اور پچھمی جگ اِسی لیے ہماری اُپیکشا کرتا ہے کہ وہ ہمیں پانچ ہزار سال پہلے کے جَنتو

1۔ سبھا پتی۔ صدر مجلس 2۔ جور۔ بخار 3۔ متانوسار۔ رائے کے مطابق 4۔ آدیشانوسار۔ حکم کے مطابق 5۔ اَتیت۔ ماضی 6۔ ورتمان۔ حال 7۔ بھوشیہ۔ مستقبل

سمجھتا ہے، جس کے عجائب گھروں اور پنجراؤں میں ہی استھان ہے۔ وہ ہمارے بھوج پتروں اور تعمیر لیکھکوں کو لاد لاد کر اس لیے نہیں لے جاتا کہ ان سے گیان کا ارجن کرے۔ بلکہ اس لیے کہ انھیں اپنے سنگراہالیوں میں سُرکشِت رکھ کر اپنے وجے گَرو کو تُشٹ دے۔ اُسی طرح جیسے پُرانے زمانے میں وِجے کی لوٹ کے ساتھ نَر ناریوں کی بھی لوٹ ہوتی تھی اور جلوس میں ان کا پَرَدرشن کیا جاتا تھا۔ پراچین اگر ہمیں آدرش اور مارگ دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی روڑیوں اور اندھ وشواس بھی دیتا ہے۔ چنانچہ آج رام اور کرشن رام لیلا اور راس لیلا کی وَستو بن کر رہ گئے ہیں، اور بُدھ مہاویر ایشور بنا دیے گئے ہیں۔ یہ پراچین کا بھار نہیں تو اور کیا ہے کہ آج بھی اَسنکھیہ پرانی، جس میں اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمیوں کی سنکھیا ہے، ندیوں میں نہا کر اپنا من شُدھ کر لیا کرتے ہیں؟

پراچین ان راشٹروں اور جاتیوں کے لیے گَرو کی وستو ہوگی اور ہونی چاہیے جو اپنے پُوروَجوں سے پراجے کا اَپمان اور روڑھیوں کا طوق ہی وِراثت میں ملا۔ وہ پراچین کے نام کو کیوں روئے۔ ایسے درشن کو کیا ہم لے کر چاٹیں، جس نے ہمارے پوروجوں کو اتنا اکرمنیہ (1) بنا دیا کہ جب بختیار خلجی نے بہار وجے کیا تو پتہ چلا کہ سارا نگر اور قلعہ ایک وِشال واچنالیہ تھا۔ ودّوان لوگ مزے سے راجیہ کا آشرے پاتے تھے اور اپنی کٹیا میں بیٹھے ہوئے پراچین شاستروں میں ڈوبے رہتے تھے۔ ان کے اِردگرد کیا ہو رہا ہے، دنیا کس گتی سے بڑھی جا رہی ہے، انھیں اس کی خبر نہ تھی۔ اور شاید بختیار ان ودوانوں سے مزاحم نہ ہوتا اور ان کی برتّی جیوں کی تیوں بنی رہتی، تو وہ اسی تمنیتا (2) سے اپنے شاستر پڑھے جاتے اور آدھیاتمک وِچاروں کے آنند لوٹتے رہتے اور امر جیون کی منزل ناپتے چلے جاتے۔ اُدھر پچھّم کے ناوک سمدر کے طوفان کا مقابلہ کر کے سنسار وجے کر رہے تھے اور ہمارے بابا دادا بیٹھے مکتی (3) کا مارگ ڈھونڈھ رہے تھے۔ پچھّم نے جس وستو کے لیے تپّسیا کی، اسے وہ وستو ملی، یا ملے گی۔ جس کے لیے سنسار متھیا (4) ہو اور دکھ کا گھر ہو، اس کی یدی سنسار اُپیکشا کرے تو انھیں شکایت کا کیا موقع ہے۔ ہمیں سورگ کی اور سے نشچِت رہنا چاہیے۔ وہ ہمیں ملے گا اور ضرور ملے گا۔ چترویدی جی کے شبدوں میں گرنتھوں کے بندھنوں کے عادی ہم سوامی رام کے کتھن میں بھی مکت کا گیت ڈھونڈھنے کے بجائے یدانت (5) کا بندھن ڈھونڈھنے لگے۔ اور کیوں نہ ڈھونڈھتے؟ بندھنوں کے سوا اور گرنتھوں کے سوا ہمارے پاس اور کیا تھا۔ پنڈت لوگ پڑھتے تھے اور یودھا لوگ لڑتے تھے اور ایک دوسرے کی بے عزتی کرتے تھے اور لڑائی سے فرصت ملتی تھی تو وتیچھار کرتے تھے۔ یہ ہماری ویوہارک سنسکرتی تھی۔ پستکوں میں وہ جتنی ہی اونچی اور پوتر

1۔ اکرمنیہ۔ حملہ آور 2۔ تمنیتا۔ تن دہی 3۔ مکتی۔ نجات 4۔ متھیا۔ توہم، جھوٹ 5۔ ودانت

تھی، ویوہار میں اتنی ہی نندھ اور نکرشٹ۔ آگے چل کر سبھاپتی جی نے ہماری ورتمان ساہتیہ منو ورتی کا جو چتر کھینچا ہے، اس کا ایک ایک شبد-یتھارتھ (1) ہے۔

''ہم اپنی اس عادت کو کیا کریں۔ یدی کسی کے دوش سنتا ہوں تو ترنت مان لیتا ہوں اور اس ادربیہ کو پیٹ میں لے کر پھر باہر آتا ہوں اور اپنی ساہتیک پیڑھی کو اس بندھ ندھی خیرات بانٹتا ہوں۔ سنسار کے دوشوں کا میں بنا پرمان سرل وشواسی ہوتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ میری ہی طرح میرا پاٹھک بھی میری لوک نندا پر وشواس کرے۔ کنتو یدی کسی کے گن، کسی کی مولکتا کی کسی اُپتا کی چرچا سنتا ہوں، تب میں اس کے لیے پرمان وصول کرنے کے اظہار لینا چاہتا ہوں۔''

اور بھاشن کے انتم شبد تو بڑے مرمرا سپرشی ہیں۔

ہم بڑے ہوں یا چھوٹے، ہم نے گھر گھر اور ویکتی ویکتی میں مرنے کا ڈر بو یا ہے۔ ہمارے لیے مار ڈالنا ہی گناہ نہیں، مرجانا گناہ ہو گیا...... آج کے ساہتیک چنتک پر ذمہ واری ہے کہ وہ پُروشارتھ کو دونوں ہاتھوں میں لے کر جینے کا خطرہ اور مرنے کا سوادا اپنی پیڑھی میں بوئے۔ یہ پروشارتھ (2) شاستر دھاروں سے نہیں ہوسکتا، یہ تو قلم کے دھنیوں ہی کے کرنے کا کام ہے۔

اکتوبر 1935ء

1۔ یتھارتھ۔ لائق عمل 2۔ پروشارتھ۔ جواں مردی

ہندی ساہتیہ کے ودیالیہ

دوسال پہلے ہندی ساہتیہ کے اِچھکوں کے لیے پڑھائی دیوستھا کیول نام کوتھی۔ وشارد آدی(1) پریکشاؤں میں لوگ بیٹھتے تھے،مگر خود گھر پر پڑھ کر۔ پریاگ کا ہندی ودیا پیٹھ، کاشی کا بھگوان دین ساہتیہ ودیالیہ اور بسرسا کا ہندی وڈیالیہ۔تھا(2) سادھیہ ساہتیہ کی شکشا دیتے تھے۔مگر دھن کی کمی اور شکشوں کے ابھاؤ کے کارن وے بہت تھوڑے سے چھاتروں کو لیتے تھے۔نہ پڑھائی ہی نیمت روپ سے ہوتی تھی، نہ وے چھاتروں کے رہنے کا کوئی انتظام کر سکتے تھے۔اس لیے باہر کے چھاتروں اور خاص کر دکشن بھارت والوں کو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بے چارے اِتنی دُور کی یاترا کر کے آتے تھے اور یہاں کوئی سویدھا نہ پاکر نراش لوٹ جاتے تھے۔ ہرش کی بات ہے کہ ساہتیہ پریموں کے اڈھوگ سے ادھر دو ساہتیہ ودیالیہ کھل گئے ہیں۔جنھوں نے ساہتیہ کو ہی اپنا مکھیہ چھیتر بنالیا ہے۔ان میں ایک ہے بہار پرانت کا، دیوگھر ساہتیہ وڈیالیہ، دیوگھر کا دوسرا نام ویدھ ناتھ دھام ہے، جو تیرتھ استھان بھی ہے اور اچھی جلوایو کے لیے بھی پرسدھ ہے۔ یہاں ہندی ساہتیہ سمیلن کی پریکشاؤں کی پڑھائی کا اچھا پربندھ ہے اس کے ساتھ انگریزی، سنسکرتی، شِلپ آدی کی شِکشا کی بھی وَیوستھا کی گئی ہے۔ایک چھاترا واس بھی ہے۔ جہاں کیول پانچ روپے مہینے میں چھاتروں کو اچھا بھوجن مل سکتا ہے۔ وِیایام (2) کے لیے بھی انتظام کیا گیا ہے۔اس ودیالیہ کے سنستھاپک کلکتے کے اُتساہی سجّن شری یُت مدن لال جی کیتاں ہیں۔ ودیالیہ کا پربندھ یوگیہ ویکتیوں کے ہاتھ میں ہے، جن میں شری جناردن جھا، دِوج، ایم اے اور شری یت لکشمی نارائن سنگھ، سودھانشو، ایم اے، ایل۔ ایل بی کے نام سے ہندی سنسار پریچت ہے۔ہمیں یہ جان کر وشیش سنتوش(3) ہوا کہ ودیالیہ میں چھاتروں کو لیکھن اور سمپادن کلا کی شِکشا بھی دی جاتی ہے۔

کھوپاپُور ساہتیہ وڈیالیہ کو کھلے کیول تین سال ہوئے۔ یہاں بھی ہند۔ وشیش یوگیتا اور وِشارد

1۔وشارد۔ایک طرح کی سند 2۔ویایام۔ورزش 3۔سنتوش۔قناعت

پریکشاؤں کی شکشا دی جاتی ہے۔ اس ورش میں آندھر، آسام، اُتکل، مہاراشٹر، گجرات اور پنجاب آدی اَہندی پرانتوں کے پچیس چھاتروں کو چھاترورتی دے کر شکشا دینے کی ویوستھا کی جارہی ہے۔ ساتھ ہی یہ پربندھ بھی کیا جارہا ہے کہ انگریزی کے ساتھ دیش کی دو اَنیہ پرانتی بھاشائیں بھی سکھائی جائیں۔ ودّیالیہ کے سنچالکوں نے یہ پربندھ کر کے اپنی اُدارتا کا پریچے دیا ہے، کیونکہ سنسکرتی وکاس کے لیے ہمیں دوسروں کو اپنی بھاشا دینا ہی نہیں ہے ان سے لینا بھی ہے۔ تبھی دان پرتی دان استھائی ہو سکے گا۔ جن سجنوں کو کچھ پوچھنا ہو، ہندی ساہتیہ ودیالیہ، کھوپاپور، پوسٹ دی ڈیہا (گورکھ پور) کے پتے سے پتر ویوہار کریں۔

اپریل، 1936ء

بھارتی ساہتیہ پریشد

ہم پچھلے انکوں میں ایک اَکھِل بھارتیہ ساہتیہ پریشد کی ضرورت پر اپنے وِچار لکھ چکے ہیں۔ ہمیں ہرش ہے کہ مہاراشٹر اور گجرات کے ساہتیہ پریشدوں نے بھی اس کی ضرورت تسلیم کی ہے اور اس کو کاریہ روپ میں لانے کا آندولن کر رہے ہیں۔ بھاشائیں تو ہر ایک پرانت کی الگ الگ ہیں، مگر سبھی بھاشاؤں میں سانسکرِتک اِیکتا موجود ہے اور ساہتیہ کی پَریرنائیں (1) بھی سبھی بھارتی ساہتیوں میں پرایہ ایک سی ہیں۔ پراچین اور مدھیہ کالین ساہتیہ سبھی بھاشاؤں میں یا تو بھکت پردھان ہیں یا شرنگار پردھان، مگر نئے ساہتیہ نے بھِنّ بھِنّ پرانتوں میں الگ الگ پرورتیوں (2) کو وِکست کیا ہے۔ آج کا جیون جتنا جٹِل ہو گیا ہے اور اس پرِنتیہ نئے وِچاروں، نئے وعدوں نئے درِشٹی کونٹروا کا جس طرح اثر پڑتا رہتا ہے، اُسی طرح نوِین ساہتیہ بھی جو اُسی اُدگم (3) سے نکلتا ہے، وشے، پرورتیوں، آدرشوں اور وِچاروں میں اِتنا بہورنگی ہے کہ پرانتی ساہتیوں میں مولِک ایکتا ہونے پر بھی الگ الگ دھارائیں صاف نظر آتی ہیں۔ اب سمے آگیا ہے کہ ان دھاراؤں کا سمن وے (4) کیا جائے۔ پرانے زمانے میں ساہتیہ کار کیول سماج کا ایک بھوشن ماتر ہوتا تھا، اس کا سنچالن اور لوگ کرتے تھے، مگر نئے زمانے کا ساہتیہ کار اِتنا سنتوشی نہیں ہے۔ وہ سماج کے پرشکار میں دخل دینا چاہتا ہے، راج نیتکیوں کی غلطیوں کو سدھارنا چاہتا ہے، جو کام وَیوستھاپک لوگ قانون اور دنڈ وِدھان سے کرنا چاہتے ہیں وہی کام وہ آتما کو جگا کر آنترِک آدیشوں سے پورا کرنے کا اِچھک ہوتا ہے۔ سماج میں اُس نے اپنا ایک اَستھان بنالیا ہے، اور آج کوئی اُنّت راشٹر اس کی اوہیلنا نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ بھارت کی سبھی بھاشاؤں کے ساہتیہ کاروں کا ایسا پریشد ہو، جس میں ساہتیہ اور کلا اور سنسکرتی کی سمسیاؤں پر وِچار کیا جائے اور سبھی ایک دوسرے کے انوبھوؤں اور مدھیوں سے فائدہ اُٹھاوے اور جو قدم اُٹھاوے وہ وَیوستھِت روپ سے کتنے ہی ایسے پیچیدہ سماجک اور

1۔ پریرنا۔تحریک 2۔ پرورتی۔اصول 3۔اُدگم۔مرکز 4۔سمن وے۔رائج، ملالینا

بودھک پرشن ہیں جن پر وچار ونیمے کیے بغیر ہم کوئی رائے قائم کرنے میں اَسپھل ہورہے ہیں۔ پرانتی پریشدوں میں پَرسپر کوئی آدان پردان نہ ہونے کے کارن وے ایک دوسرے کی پرگتی سے بالکل بے خبر ہیں۔ایک ہی کام کوالگ الگ سواتنتر روپ سے کرنے سے دھن اور شرم(1) کی جتنی چھتی ہوتی ہے کیا وہ سمن وے سے کم نہیں کی جاسکتی؟ ساہتیہ اب کیول بھکت اور شرنگار نہیں ہے وہ سماج شاستر بھی ہے، دھرم شاستر بھی ہے، اَرتھ شاستر بھی ہے اور سب کچھ ہے جس پر راشٹروں کا اَستِتو(2) ٹکتا ہے۔ایسے مہتو کی طرف سے ہم اتنے دنوں کیسے غافل رہے یہ نہیں سمجھ میں آتا۔ بھاشا بھید ہی اس کا کارن تھا اور اب بھی ہے، لیکن بھید کے رہتے ہوئے بھی ہم ساہتیک سنگٹھن کو ملتوی نہ کرسکیں گے۔اتِ یو وِچار کیا گیا تھا کہ 3 اور 4 اپریل کو وردھا میں بھارتی ساہتیہ سیویوں کا پریشد بلایا جائے اور اس شُبھ کار یہ کا شری گنیش (3) کردیا جائے، لیکن کئی کارنوں سے ہمیں وہ تاریخیں بدلنی پڑیں اور اب یہ طے کیا گیا کہ ناگ پور ساہتیہ سمّیلن کے اوسر پر 23۔24 اپریل کو بھارتی پریشد کی بیٹھک بھی ہو۔ جب ساہتیہ سیویوں کی انتر راشٹری سبھائیں سمے سمے پر ہوتی رہتی ہیں تو ایک ہی راشٹر کے پرانتی ساہتیہ کار ایک دوسرے سے بے گانہ بنے رہے، ایک دوسرے سے پرکاش پانے کی کوشش نہ کرے اور ساہتیہ کی پرگتی کا اُچت نیتر ن نہ کریں۔ یہ تو جیون کے لچھن نہیں۔ ہمیں آشا ہے، اس اوسر پر سبھی پرانتوں کے مہارتھی آنے کا کشٹ کریں گے۔ساہتیہ سمّیلن کیا ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کرپایا کہ اس پریشد کی وَیوستھا کرنا اس کا کرتویہ ہے؟

اپریل، 1936

1۔شرم۔محنت 2۔استتو۔وجود 3۔شری گنیش۔افتتاح، ابتدا

پرگتی شیل لیکھک سنگھ

The Indian Progressive writer's Association پر ہم کسی پچھلی سنستھا میں آلوچنا کر چکے ہیں۔ ہم نے اس سنگھ کے اُدیشہ اور کاریہ کرم کا بھی اُلیکھ کیا تھا۔ ہمیں ہرش ہے کہ سنگھ نے اُتساہ کے ساتھ کام شروع کر دیا ہے۔ اس کا مکھیہ کاریالیہ پریاگ میں ہے۔ علی گڑھ، لاہور، دہلی، امرتسر، لکھنؤ، آدی استھانوں میں اس کی شاکھائیں (1) کھل گئی ہیں۔ الٰہ آباد میں تو وہ ایک سجیو (2) ساہتیک سنستھا کا روپ دھارن کرتی جاتی ہے۔ جیسا اس کے نام سے ظاہر ہے۔ سنگھ اس ساہتیہ اور کلا پرورتی کا پوشاک ہے جو سماج میں جاگرتی اور اسپھورتی لائے، جو جیون کی یتھارتھ (3) سمسیاؤں پر پرکاش ڈالے۔ سنگھ نے لکھنؤ میں 10۔ اپریل کو اپنا سالانہ جلسہ کرنا نشچے کیا ہے۔ جن سجنوں کو سنگھ کے اُدیشوں سے ہمدردی ہو، وہ شری یت ایس ایس ظہیر، 38 کیننگ روڈ، الٰہ آباد سے پتر ویوہار کریں۔

اپریل، 1936

1۔ شاکھائیں۔ مراکز 2۔ سجیو۔ تازہ، زندہ دل 3۔ یتھارتھ۔ سچائی، حق

ہندی لیکھک سنگھ کا ایک ورش

ہندی لیکھک سنگھ کے جیون کا ایک ورش پورا ہو گیا۔ اس کے مُکھ پتر 'لیکھک ' کے جیون کے بھی چھ مہینے سماپت ہوئے اور اب سے آ گیا ہے کہ ہم اس کے کاریہ کی آلوچنا کریں۔ لیکھک سنگھ کی ہندی میں ضرورت ہے، اس میں تو شاید اب کسی کو سندیہہ (1) نہ ہو۔ اس کے اُدیش (2) اونچے ہیں، کاریہ چھیتر وسترِت (3) ہیں اور اتنے تھوڑے سمے میں اس نے جو کچھ کیا ہے، اس پر اس کے اِنے گنے کاریہ کرتاؤں کو ہم بدھائی دے سکتے ہیں ابھی تک اس کی شکتی کیول سنگٹھن اور 'لیکھک ' کے پرکاشن کی اُور ہی رہی ہے۔ اس کے ساہتیک (4) اور سانسکرتک (5) انگ کی اُور بہت کم دھیان دیا گیا ہے۔ سدسیوں کی ہمیں ضرورت ہے، مگر یدی ہر ایک پاٹھک، لیکھک، کا گراہک بن کر لیکھک سنگھ میں پروشٹ ہو جائے تو سنگ میں اور سادھارن پتروں میں انتر ہی کیا رہتا ہے۔ سنگھ تو کیول لیکھکوں کی سنستھا ہونی چاہیے اور ان کے پاس ایسے سادھن ہونے چاہیے، جن سے وہ لیکھکوں میں آدان پردان کا ساہتیہ اور سنسکرتی کی سمسیاؤں پر پرکاش ڈالنے کا لیکھکوں میں پرسپر میتری اور سدبھاو پیدا کرنے کا اُدھوگ کر سکے۔ ان کاموں کے لیے دھن اور یوگیہ وکتیوں (6) کے سہیوگ، دونوں ہی کی ضرورت ہے۔ سنگھ کے پاس کانی کوڑی بھی نہیں۔ ممبروں سے جو چندہ ملتا ہے، وہ، لیکھک، کے پرکاشن کے لیے بھی کافی نہیں ہوتا۔ یہی کارن ہے کہ سنگھ کے کاریہ کرتاؤں کی ساری شکتی اپنی ہستی بنائے رکھنے میں ہی خرچ ہو رہی ہے۔ لیکھکوں کو بہت اُپیوگی سامگری (7) دی ہے۔ پرتیک سنکھیا میں ایسی انیک باتیں رہتی ہیں، جو لیکھکوں کے لیے ضروری ہیں اور سمپادکوں نے اُسے اپیوگی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جو کبھی کھٹکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا آلوچناتمک (8) انگ بہت کمزور ہے، حالانکہ اس پتر میں اس پر خاص زور دیا جانا چاہیے کہ سنگھ آلوچکوں

1۔ سندیہہ۔ شک 2۔ اُدیش۔ مقصد 3۔ وِسترت۔ پھیلا ہوا 4۔ ساہتیک۔ ادبی 5۔ سانسکرتک۔ تہذیبی
6۔ یوگیہ ویکتی۔ قابل شخصیت 7۔ سامگری۔ سامان، مواد 8۔ آلوچناتمک۔ تنقیدی

کی ایک گوشٹھی بنا کر چھاپنے والی پستکوں پر ان کی نِشپکش سمپتی پر کاشت کیا کرے۔ اس سے لیکھکوں کا ہت بھی ہوگا اور ساہتیہ کا بھی۔ ہم ہنس کے پاٹھکوں سے انورودھ کرتے ہیں کہ وے لیکھک کے گراہک بنیں۔ جو یُووَک ہیں وہ سیکھنے کے لیے بنیں۔ جو ویوورِدّھی (1) ہیں وے سکھانے کے لیے بنیں۔ ان کی ذمہ داری اپنی کرتیاں رچ کر ہی نہیں سماپت ہو جاتیں بلکہ آنے والوں کا مارگ پردرشن کا بھار بھی انھی پر ہے۔

دسمبر 1935

1۔ وہوورِدّھی، ضعیف، بوڑھے

پُستکالیہ آندولن

حال میں کلکتے میں پُستکالیوں کو سنگھٹت کرنے اور بھارت میں ایک پُستکالیہ سنگھ اَستھاپت کرنے کے وِچار سے ایک جلسہ ہوا ہے۔ پُستکالیہ کا راشٹر کے جیون میں کیا اَستھان ہے، یہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اِتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وِدّیالیوں نے زیادہ مہاپُرش پیدا کیے یا پُستکالیوں نے، تو شاید بازی پُستکالیوں ہی کے ہاتھ رہے گی۔ آج بھی سنسار کے مہان وَیکتیوں میں اَدھیکانش وہی ہیں، جنھوں نے پستکالیوں کے ودیالیوں میں شِکشا پائی۔ بھارت میں پستکالیوں پر ابھی تک بالکل دھیان نہیں دیا گیا۔ دان ویروں کی پرورتی وِدّیالیوں ہی کی اُور رہی ہے اوراس کا نتیجہ یہ ہے کہ جنتا میں نئے نئے وِچاروں کے پرچار کے سب سے اچھے سادَھن سے ہم وَنچت رہے۔ سرکار نے، نہ استھانیہ سنستھاؤں نے اس اُور اگرسر (1) ہونے کی آوشیکتا سمجھی۔

لیکن جیسا مسٹر لیچ وِلسن نے پُستکالیہ سمّیلن کا اُدگھاٹن کرتے ہوئے کہا۔ پستکوں کا ایک استھان پر سنگرہ کر دینا ہی پُستکالیہ نہیں ہے۔ پستکیں سواتہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ جب پستکادھیکش اُنھیں چن کر ان کا ورگی کرن کر کے انھیں آکرشک روپ سے پرَدُوشت (2) کرتا ہے، تبھی پُستکالیہ کا نرمان ہوتا ہے، یہ بات ہمارے پُستکالیوں کے اَدھیکاری ابھی نہیں سمجھ سکے ہیں اور اسی لیے سماج میں پُستکادھیکشوں کا جو اَستھان ہونا چاہیے، وہ انھیں پراپت نہیں ہوا۔ اُدھیکانش پستکادھیکش تو اپنا کرتویہ یہی سمجھتے ہیں کہ پستکوں کی رکشا کرتے رہیں اور پستکوں کو جہاں تک ہو سکے کم اِشو کریں نہیں وے خراب ہو جائیں گی۔ اُنت دیشوں میں پستکادھیکش کا پد اچھے وِدّوانوں کو دیا جاتا ہے اور اس پد کو پراپت کر لینا گورَو کی بات ہے۔ بھارت میں اس پد کے لیے کوئی ایرا غیرا اُپیکت (3) سمجھا جاتا ہے۔ وہ پستک پریمیوں کو کسی طرح کی صلاح نہیں دے سکتا، نہ اپنے پد کے مہتو کو سمجھتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنا یہی سمجھتا ہے کہ آپ جو

1۔ اگرسر۔متحرک 2۔ پردوشت۔آلودہ 3۔ اُپیکت۔لائق

پستک مانگیں، اُسے نکلوا دے۔ اور جب تک اس پد پر سویوگیہ (1) ویکتیوں کو نہ رکھا جائے گا، تھوڑے بہت جو پستکالیہ موجود ہیں، ان سے بھی جنتا کو وِشیش لابھ نہ ہوگا، ہمیلن کے سوا گتا دھیکش کے شبدوں میں کتنے شوک کی بات ہے کہ ہمارے کتنے بالک ادّھیا پکوں کے آپتی جنک دُروَیوہار کے کارن پستکوں کی اَرُوچی کے ساتھ ودّیالیہ سے نکلتے ہیں اور یدی ودّیالیوں میں ہمیں یوگیہ اور پرکاشوان ادھیا پکوں کی ضرورت ہے، تو پستکالیوں میں بھی وِچارشیل اور شِشٹ مُنشیوں کی ضرورت ہے، جنھوں نے بہت کچھ پڑھا ہو، جو پاٹھکوں کے صلاح کار بن سکیں، کسی خاص وشے پر اچھی کتابوں کا چناؤ کر سکے، اور پاٹھکوں میں سوادھیائے کی پرورتی کو پُشٹ کر سکیں۔

ستمبر 1933

1۔ سویوگیہ۔ قابل، اہل

پریتوش

ہنس کے آتمہ کتھانک (1) نکلنے کے لیے پہلے سہیوگی بھارت نے ہنس کے کاریہ کرتاؤں کو پرامرش (2) دیا تھا کہ آتمہ کتھانک نکالنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، یہ تو کیول آتمہ وگیاپن (3) کا ایک بہانہ ہے۔ شبد یہ نہیں تھے، پر بھاؤ کچھ ایسا ہی تھا۔ دربھاگیہ ونش میں آتمہ کتھا کا بڑا پکشپاتی ہوں اور اُسے ساہتیہ کا مہتو پورن انگ سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے اس پرامرش سے۔ جس میں آکشیپ کی گندھ بھی تھی، مجھے چھوبھ ہوا اور میں نے اپنے بھاؤ کو کاشی سے نکلنے والے پاکشک پتر، جاگرن، میں ایک چھوٹے سے نوٹ میں پرکٹ کیا۔ جاگرن کے سمپادک مہودے کو میرا وہ لیکھ پڑھ کر آشچریہ ہوا، مگر انھوں نے اس لیکھ کو آشچریہ ہوتے ہوئے بھی چھاپنا ہی اُچت سمجھا۔ ہاں، اپنی آتمہ شدھی کے لیے اس پر ٹپنیاں لگا دیں۔ میں نے چھاپے میں اس لیکھ کو پھر دیکھا تو مجھے اس کے لکھنے کا کھید ہوا۔ اخباری دُنیا میں اس قسم کے آکشیپ ہوتے رہتے ہیں۔ مجھے چھُبد ہونے کی کوئی ایسی سخت ضرورت نہ تھی۔ بھارت کو ہمارا دوچار نہیں پسند آتا، تو یہ کوئی اسادھارن بات نہیں تھی۔ کسی اُدّھیوگ کو سبھی پسند نہیں کرتے۔ دو چار پسند کرتے ہیں۔ دو چار ناپسند کرتے ہیں۔ یہ تو دُنیا کا دستور ہے، لیکن خیر، بھول تو ہو ہی گئی، اب پچھتانے سے کیا ہوسکتا تھا۔ سمجھا تھا خیر، مجھ سے بھول ہوئی، تو بھارت ہی اِسے چھما کرے گا۔ مگر جاگرن کے تیسرے انک میں بھارت کے سمپادک پنڈت نند دُلارے باجپئی نے میرے اس لیکھ کا جواُتر دیا ہے، اُسے پڑھ کر میرا وہ کھید مٹ گیا۔ انھوں نے روڑے کا جواب پتھر سے نہیں، بم گولے سے دیا۔ اس سے مجھے سچا پریتوش (4) ہوا۔ مجھے معلوم ہوا، میں ہی چھُبد ہونا نہیں جانتا، اس کلا میں مجھ سے کہیں دھورندھر کلاوِد پڑے ہوئے ہیں۔ باجپئی جی فرماتے ہیں۔

"پریم چند جی کے اُپنیاس ان کی پروپیگنڈ ورتی کے کارن کافی بدنام ہیں اور ہندی کے بڑے سے

1۔ آتمہ کتھانک۔ خودنوشت نمبر 2۔ پرامرش۔ مشورہ 3۔ وگیاپن۔ اشتہار 4۔ پریتوش۔ قناعت

بڑے سمیکشک (1) نے اس کی شکایت کی ہے... پریم چند کے سبھی سمیکشک جانتے ہیں کہ ان کا سب سے بڑا دوش جوان کی ساہتیہ کلا کو کلوشت کرنے میں سمرتھ ہوا ہے۔ یہی پروپیگنڈا ہے۔''

یہ جلے ہوئے دل کے شبد ہیں، جو شاید بہت دن سے بھرا بیٹھا تھا اور اس اوسر کو پاکر بھرپور زور سے وار کرنا چاہتا ہے۔ اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے۔ سبھی لیکھک کوئی نہ کوئی پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ساماجک، نیتک یا بودھک اگر پروپیگنڈا نہ ہوتو سنسار میں ساہتیہ کی ضرورت نہ رہے، جو پروپیگنڈا نہیں کرسکتا وہ وِچار شونیہ ہے، اور اُسے قلم ہاتھ میں لینے کا کوئی ادھیکار نہیں۔ میں اس پروپیگنڈا کو گرو سے سویکار کرتا ہوں۔ میرا اوردھ تو اس پروپیگنڈا کے آکشیپ سے ہے، جو مان اور لیش، کیرتی اور دھن موہ کے وش کیا جاتا ہے۔ جس آدمی نے جیون میں ایک بار بھی کسی ساہتیہ سمیلن یا سبھا میں شریک ہونے کا گناہ نہ کیا ہو، جو پلیٹ فارم کو سولی کا تختہ سمجھتا ہو، اُسے اپنا ڈھنڈورا پیٹنے والا کہنا نیائے نہیں ہے۔ یوں تو یہاں کسی آرڈیننس کا بھے نہیں۔ جو آکشیپ کوئی کرنا چاہے، کرسکتا ہے۔ واجپئی جی نے منووِگیان (2) کے وِدّیارتھیوں کی حیثیت سے میرے اس لیکھ میں میری پروپیگنڈ ورتی دیکھ کر سنتوش لابھ کیا یہ میرے لیے بھی آنند کی بات ہے۔

ایک الزام تو ثابت ہوگیا۔ اب دوسرا الزام سنیے۔ فردِ جُرم کافی لمبی ہے۔ بھارت کے سمبندھ میں اتنی بُری سمپتی پڑھ کر ہمیں چھوبھ کنچت نہیں ہوا (غلط چھوبھ تو آپ کو اِتنا ہوا، جس کی مجھے سوپن میں بھی آشا نہیں تھی، کم سے کم اِسی وِچار سے کہ میں آپ سے عمر میں بہت بڑا ہوں اور ستھیانے میں کیول آٹھ سال شیش ہیں) کیونکہ اس میں بھی ہمیں پریم چند جی کی اپنیاس کلا کا ایک رہسیہ ہی دیکھ پڑا۔ اپنیاس لکھنے کا پُرانا طریقہ یہ تھا کہ ایک پکش کو پرم دھارمک ویر اور ورنیہ بنا کر دوسرے کو حد درجے تک اس کے وِپریت بنادیا جائے اور انھی دونوں وِرودھی دلوں کے سنگھرش سے کتھا کا وِکاس ہوتا رہے۔ یہ بہت پُرانا ڈھرا تھا، جس میں ستیہ کی اُور سے آنکھیں موند کر اُپنیاس کا ڈھانچہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ جسے آدھونک وِکست ساہتیہ ایک زمانے سے چھوڑ چکا ہے۔

اس کا ارتھ ہے کہ میں اُسی پُرانے ڈھرّے کے دَقیانوسی ڈھنگ کی پُرانی لکیر کا فقیر بنا ہوا ہوں اور بھارت کے یشثوی سمپادک نئے سے نئے ڈھنگ کے ساہتیہ کے اپ ٹو ڈیٹ گیاتا (3) ہیں۔ یورپ کے پریس سے اُپنیاس ساہتیہ کی پستکیں نکلتے ہی ان کے پاس چلی آتی ہے اور وہ ان کو آلوچناتمک بدّھی سے پڑھتے ہیں، اوروں کو یہ سوبھاگیہ کہاں نصیب۔ اسی بھوگتا اور اَپ ٹو ڈیٹ پن کی تو برکت ہے

1۔ سمیکشک۔ ناقد 2۔ منووگیان۔ علم نفسیات 3۔ گیاتا۔ ماہر

کہ آپ بھارت میں ایسے ساہتیک تتوں کا پرتی پادن کرتے ہیں جنھیں ہم پرانی لکیر کے فقیر سمجھ ہی نہیں سکتے۔ یہی سوچ کر چت کو شانت کر لیتے، تو چھبدھ ہونے کی نوبت کیوں آتی۔ میں اپنے متر کو سوچت کرتا ہوں کہ ستیہ اور اَستیہ کا سنگھرش رامائن اور مہابھارت کال سے لے کر بیسوی صدی تک برابر چلا آتا ہے اور جب تک ساہتیہ کی سرشٹی ہوتی رہے گی، یہ سنگھرش ساہتیہ کا مکھیہ آدھار بنا رہے گا۔ مانو ی ہردے نہیں بدلا کرتا اور نہ ساہتیہ تتو میں پری ورتن ہو سکتا ہے۔ ہاں، سطحی آنکھوں سے پڑھنے والوں کو چاہے نئے ساہتیہ میں وہ سنگھرش نہ نظر آئے کیونکہ نئے ساہتیہ سیوی پُرانی پری پاٹی کا وَیوہار کرتے ہوئے بھی، نوین آوشکار کا گورَو پراپت کرنے کے لیے دھوکے کی ٹٹی کھڑی کیا کرتے ہیں۔ اور جو اوپر ہی اوپر تیرتے ہیں انھیں ایسا بھرم ہو جائے تو آشچریہ نہیں۔ ساہتیہ کا چھیتر ہے سوندریہ (1) کی سرشٹی، اور سوندریہ سمبندھ واچک ہے۔ سندر کی کلپنا ہی بنا اُسندر کے نہیں ہو سکتی، ویسے ہی جیسے پرکاش اندھکار کے سمبندھ سے ہی ویکت ہو سکتا ہے۔ میں نے بھی اپنی سبھی رچناؤں میں اس سنگھرش کو گپت رکھنے کی چیشٹا کی ہے۔ جس میں مجھے بھی نوین آوشکار کا گورَو ملے اور اگر ہمارے متر نے کوئی اپنیاس پڑھا ہوتا تو وہ ایسی اسنگت بات نہ کہتے۔ سمبھو ہے بڑے سے بڑے سمیکشک نے ان سے یہ شکایت کی ہو، پر انھوں نے سُیم میری کوئی رچنا پڑھنے کا کشٹ نہیں اُٹھایا، یہ سدھ ہے۔ بنا کوئی چیز پڑھے، اس کی آلوچنا کرنا، آج کل کا فیشن ہے اور مجھے اس کی شکایت نہیں۔

اس کے بعد دوسرا پیراگراف، بھارت، سمپادک کو آتمہ وِرداولی سے شروع ہوتا ہے جس میں آپ نے ساتویں آسمان پر بیٹھ کر زمین پر پیر گھسیٹنے والے چُھدر پرانیوں پر دیا درشٹی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''ساہتیہ میں ہم شُدھ ساہتیک سنسکرتی چاہتے ہیں، لاگ لپیٹ کچھ بھی نہیں۔ چاہے وہ ساہتیہ کا کوئی لیکھ ہو، پُستک ہو، اتھوا سنستھا ہو۔ ہم اس کی پرکھ اپنی اسی مول بھاونا کی کسوٹی پر کرتے ہیں۔ یدی ہم ہندی ساہتیہ سمّیلن کے وِپکش میں ہیں، تو اس لیے کہ وہ واستو میں ساہتیہ سمّیلن نہیں ہے''

کتنی شُدھ ساہتیہ سُدھا وِرشٹ ہے! اہنکار کا ایک مہان کوٹل روپ ہے، الپ مت کی گورَوے (2) شرینی میں رہنا چاہے اس کی سنکھیا ایک ہی طرف پریمت ہو۔ کبھی بڑے بڑے وچار پرورتکوں نے اپنی اَکیلی آواز سے سنسار پروجے پائی ہے اور یدی ہمارے یوگیہ، بھارت، سمپادک اس گورَو کے امیدوار ہیں تو ہمیں شکایت کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم سبھی چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات کہے جو کوئی دوسرا نہ کہہ سکے، کوئی ایسا کام کر دکھاوے جو دوسرا نہ کر سکے۔ کبھی یہ اچھا سچّی ہوتی ہے، کبھی مہاتوا کانکشا سے

1۔ سوندریہ۔ خوب صورتی 2۔ گوروے۔ قابل فخر

پریرت۔ ہم اسے واجپئی جی کے بلوان ویکتتو (1) اور اجّول پرتبھا کا پرمان سمجھنے میں اس کی نظر میں ہندی کا کوئی لیکھک نہیں جنچتا، میں اِن باتوں سے نہیں چونکتا۔ آپ اس سے بھی کوئی بڑی انوکھی، نئی، ابھوت پُوروبات کہیے، میں ذرا بھی نہ چونکوں گا۔ہنکوں گا ہی نہیں۔ اِتنے مہان آوشکار کی اُپیکشا کون کرسکتا ہے، ہندی میں ایسا کوئی لیکھک نہیں، جس کی آتمہ کتھا لکھنے یوگیہ ہو۔ یہاں تو سبھی آتمہ وگیاپن کے اُپاسک (2) ہیں۔ کیول ایک اَپواد ہیں، اور وہ بھارت کے سویوگیہ سمپادک پنڈت نند دُلارے واجپئی، ایم اے۔ آشچریہ یہی ہے کہ انھوں نے بھارت، کا سمپادک ہونا کیوں سوِیکار کرلیا۔ کیونکہ سمپادکتو میں آتمہ وگیاپن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ ایسے گیانی پُرش کے لیے تو کوئی گپھا ہی زیادہ اُپیکت استھان ہوتی۔ یہاں کیسے بھول پڑے۔ بات یہ ہے کہ آپ انتر آتما چاہے سویکار کریں یا نہ کرے، لیکن 'ہم چناں دیگرے نیست' آپ کے لیکھوں، ٹِپنیوں کے ایک ایک شبد سے ٹپکا پڑتا ہے اور چوں کہ آپ اپنے لیکھَلوں کو غلطیوں سے اوپر سمجھتے ہیں، انھیں ساہتیہ کے رتن مانتے ہیں، اس لیے جب میں نے ان پر اپنا وِرودھ وِچار پرکٹ کیا، تو آپ کو اَسہیہ ہوگیا۔ اہنکار (3) نے ہم اور آپ جیسے ویکتیوں سے کہیں مہان پرشوں کو ہاسیاسپد (4) بنایا ہے۔کوئی چونکانے والی بات نہیں۔

اس کے آگے آپ سپتم آکاش سے اوپر اُڑ گئے ہیں اور ساہتیہ کے اُدّیشہ اور چھیتر کی پوِترتا پر گیان بھری باتیں کہی ہیں۔ ہم اس کا ایک ایک شبد سوِیکار کرتے ہیں۔ بے شک ساہتیہ ساتوِک جیون ہے۔ بے شک وہ کٹھن تپسیا اور مہان یگ، ہے۔ لیکن جب کوئی سوتروں میں باتیں کرلے جس کو سمجھنے کے لیے کسی دارشنِک کے پاس جانا پڑے تو پھر اس کا کیا جواب؟ بات بھی تو سمجھ آوے۔ اُداہرنارتھ ان واکیوں کو لیجیے۔

جہاں ویکتی کے ویکتتو کے کوئی سوتنتر وشے نہیں رہ جاتے، اچّ ساہتیہ کی وہ بھاوَ بھومی ہے۔ وہاں اپری گرہ کا سامراجیہ ہے، فوٹو نہیں چھاپے جاتے۔ وہاں وانی مون رہتی ہے، گاتھا گانے میں سُکھ نہیں مانتی۔ اس اُچّ سور سے جتنے کریا کلاپ ہوتے ہیں، آتمہ پریرنا سے ہوتے ہیں۔

جہاں وانی مون رہتی ہے؟ وہ ساہتیہ ہے وہ ساہتیہ نہیں، گونگا پن ہے۔ ساہتیہ کا کام بھاووں کا انت کرن میں انوبھو کرنا ہی نہیں، ان کو ویکت کرنا ہے۔ وہ منو بھاو تبھی ساہتیہ کہلاتے ہیں جب وہ ویکت ہوجاتے ہیں، وانی میں پرکٹ ہوتے ہیں۔ تُلسی داس نے رامائن دوارا اپنی آتما کو ویکت کیا ہے انیتھا آج ان کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ یہی شاید گورکھ دھندھے بھارت، کے ساہتیک لیکھَلوں کی وِشیشتائیں

1۔ ویکتتو۔شخصیت 2۔اُپاسک۔پیروکار 3۔اہنکار۔وجود 4۔ہاسیاسپد۔توہین کے لائق

ہیں، جن کا کوئی ارتھ نہیں ہوتا۔ اگر وانی مون رہنے کے سُکھ مانتی، تو آج سنسار میں ساہتیہ شبد کا استتو (1) بھی نہ ہوتا۔

ان واکیوں کا سیدھا سادہ ارتھ ہم سمجھ سکے ہیں، وہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساہتیہ کاروں کو آتمہ وگیاپن نہیں کرنا چاہیے، یہ سبھی کے لیے نندھ ہے اور ساہتیک پرانیوں کے لیے اور بھی ادھک۔ اس کے ماننے میں کسی کو آپ سے مت بھید نہیں ہو سکتا لیکن کیا آتمہ کتھا اور آتمہ وگیاپن سمان ہیں؟ تھوڑے بہت اچھے یا بُرے انوبھو سبھی پرانیوں کے جیون میں ہوا کرتے ہیں۔ جو لوگ ساہتیہ کے روکھے چھیتر میں آکر اپنا تن من کھلاتے ہیں، وہ کیول آتم وگیاپن کے بھوکے نہیں ہوتے۔ آپ اپنے دارشنک گامبھیریہ کے کارن، انھیں جتنا چاہے پتت سمجھ لے، پر ساہتیہ چھیتر میں جو کوئی بھی آتا ہے، وہ اپنی آتما کی پریرنا سے ہی آتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ پرم پد کو پراپت کر سکے یا نہ کر سکے۔ اسکول میں سبھی لڑکے تو گاندھی اور گوکھلے نہیں ہو جاتے، نہ سبھی بھارت سمپادک ہو جاتے ہیں، پر یہ کہنا کہ وے کیول وِدّیا بھیاس (2) کا سوانگ رچنے آتے ہیں، ایسی بات ہے، جس کا جواب خاموشی ہے۔ پھر ہم نے یہ دعویٰ تو نہیں کیا کہ ہنس کا آتمہ کتھانک، امر ساہتیہ بنے گا، ہم اگر ایسی حماقت کرتے بھی۔ کیونکہ ہم پروپیگنڈسٹ ہیں۔ تو بھارت سمپادک جیسے منسوی پرش کو ہمارے دعوے کی اپیکشا کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ساہتیہ کے کوڑے کرکٹ سے ہی امر ساہتیہ کی سرشٹی ہوتی ہے۔ کوئی امر ساہتیہ کے لکھنے کا ارادہ کر کے امر ساہتیہ کی رچنا نہیں کر سکتا۔ جس پر ایشور کی رکرپا ہوتی ہے وہی اس پد کو پاتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ایک معمولی مزدور کے جیون میں بھی کھوجنے سے کچھ ایسی باتیں مل جائیں گی، جو امر ساہتیہ کا وشے بن سکتی ہیں۔ کیول دیکھنے والی آنکھ اور لکھنے والا قلم چاہیے۔ آگے چل کر آپ نے اس سے بھی زیادہ معرکہ کی باتیں کہی ہیں۔

''ہمارے دیش میں آتمہ کتھا لکھنے کی پرِی پاٹی نہیں رہی۔ یہاں کی دارشنک سنسکرتی میں اس کا وِدھان نہیں ہے۔ یہاں کے سنت ہمالیہ کی کندراؤں میں گل کر وشوشکتی کی سمرِدّھ (3) کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ پراچین بھارت اپنا اِتی ورتی اور اپنی آتمہ کتھا نشٹ کر آج چرجیون کا رہسیہ بتلاتا ہے اور جنھوں نے گاتھائیں لکھیں وہ بلا گئے۔ اس یگ کے مہاپرش مہاتما گاندھی نے جو آتمہ کتھا لکھی ہے، اس کی مول بھاؤنا ہے، پرائیچت، ارتھات وہ کیول نکاراتمک (4) یوجنا ہے، پرنتو پریم چند جی کیسی آتمہ کتھائیں لکھا رہے ہیں، یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

پھر وہی شونیہ شبد اڈمبر، وہی رہسیہ بھری باتیں جو سننے میں گوڑ، پر واستو میں نِرَرتھک (5) ہیں۔

1۔ اَستتو۔ وجود 2۔ وِدّیا بھیاس۔ علم کی مشاقی 3۔ سمردھ 4۔ نکاراتمک۔ انکار کے لائق 5۔ نرِرتھک۔ بے معنی

بھارت کی دارشنک سنسکرتی میں سماچار پتروں کا وِدھان بھی تو نہیں ہیں۔ پھر آپ کیوں بھارت کا سمپادن کرتے ہیں؟ پراچین کال میں بہت سی ایسی باتیں تھیں جواب نہیں ہے اور بہت سی ایسی باتیں نہیں تھیں جواب ہیں۔ تب کوئی انگریزی کا ایم اے بھی نہیں ہوتا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ اپنے نام کے سامنے واجپئی اور ایم اے کی اپادھی کیوں لگاتے ہیں؟ کیول آتمہ وگیاپن کے لیے یا اس میں اور کوئی رہسیہ ہے؟ بھارت کے سنت ہمالیہ میں گل گئے مگر اَمر ساہتیہ کی سرِشٹی بھی کر گئے، نہیں تو آج آپ اُپنشد، وید، رامائن اور مہابھارت کے درشن کرتے؟ کالی داس اور گھاگھ اور بھاس اور وان نے ساہتیہ لکھا یا نہیں؟ یا وہ بھی گل گئے۔ ان کے نام سے آتمہ وگیاپن کے اچھک جنوں نے پستکیں لکھ ڈالیں؟ پراچین بھارت نے اپنی آتمہ کتھا نہیں نشٹ کی۔ کبھی نہیں۔ ان کی آتمہ کتھا آج بھی سوریہ کی بھانتی چمک رہی ہے۔ ہاں کیول ان کا روپ یہ نہیں تھا۔ انھوں نے اپنی آتمہ کتھا منتروں اور شلوکوں اور آتمہ نو بھاؤں کے روپ میں لکھی۔ ہم آج گدھ لیکھ میں اور ڈائرکٹلی لکھ رہے ہیں۔ ساہتیہ میں کلپنا بھی ہوتی ہے اور آتمہ انو بھو بھی۔ جہاں جتنا آتما نو بھو اَدھک ہوتا ہے، وہ ساہتیہ اُتنا ہی چرِاستھائی (1) ہوتا ہے۔ آتمہ کتھا کا آشے ہے کہ کیول آتمہ انو بھو لکھے جاویں اس میں کلپنا کا لیش بھی نہ ہو۔ بڑے بڑے لوگوں کے انو بھو بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جیون میں ایسے کتنے ہی اوسر آتے ہیں، جب چھوٹوں کے انو بھو سے ہی ہمارا کلیان ہوتا ہے۔ سوئی کی جگہ تلوار نہیں کام دے سکتی۔

آگے چل کر سہیوگی نے پھر ایک اتینت وِواد اسپد بات (2) کہی ہے سنیے، ''ساہتیہ کو کیول وانی، وِلاس ماننے والے آدمی اس کے اپیوگتاواد کی دہائی دے سکتے ہیں، جیسے شری یُت پریم چند جی نے سریندر ناتھ بنرجی وغیرہ کا نام لے کر دی ہے، پرنتو ہم تو اُسے بہت ہی سادھارن کوٹی کی دھارنا مانتے ہیں۔ لو کک اُپکار ہی ساہتیہ کی کسوٹی نہیں ہے اور نہ وہ ساہتکار کے وِکاس میں سہایک بن سکتی ہے۔ نیتی کے دوہے لکھنے کے دن گئے۔ اس سمے ہندی کے رچنا کاروں کو اپنے سنسکار اور اپنی سادھنا (3) کی آوشیکتا ہے۔ دوسروں کی بھلائی کا بیڑا اوسے آگے کبھی اُٹھاوے گا۔ پھر اس سادھارن پروپ کاری درشٹی سے بھی آتمہ کتھا لکھنے کے یوگیہ ہندی میں کتنے آدمی ہیں۔ کتنے ایسے مہاچرت ہیں جن کی جیونی ہندی جنتا کی پتھ نیامک بن سکتی ہے۔''

ان واکیوں کا کیا جواب دیا جائے؟ جب کوئی کہے جائے کہ سنسار میں سب اندھے ہی اندھے بستے ہیں۔ تو اس کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی اپنے جیون کے تتو آپ کے سامنے رکھتا ہے، اپنی

1۔ چرِاستھائی۔ جس کا کوئی ایک خاص مقام نہ ہو 2۔ وِواد اسپد۔ قابلِ اعتراض 3۔ سادھنا۔ ورد کرنا

آتما کے سنشے اور سنگھرش لکھتا ہے، آپ سے اپنی بیتی کہہ کر اپنے چت کو شانت کرنا چاہتا ہے، آپ سے اپیل کر کے اپنے اُدّھوگوں کے اوچتیہ پر رائے لینا چاہتا ہے اور آپ کہتے ہیں یہ وانی وِلاس ہے۔ وانی وِلاس آتمہ کتھا لکھنا نہیں، لطیفے کہنا ہے، نائکا کا سرنگار ورنن کرنا ہے۔ اپنے ہردے پٹ کو اپنی ٹھوکروں کو اپنی ہاروں کو پرکٹ کرنا اگر وانی ولاس ہے، تو پھر ساہتیہ وانی وِلاس ہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب رہی ساہتیہ کی اپیوگتا کی بات۔ ساہتیہ کا مول آدھار ستیہ، سندر اور شو ہے۔ ساہتیہ کی سامگری منشیہ کا جیون ہے۔ کبھی کبھی چر اور اچر جیون بھی۔ پر اس کا اُدّیش بھی تو کچھ ہوگا۔ کیوں سنسار کے مہان پُرشوں نے ساہتیہ کی رچنا کی؟ بنا کسی اُدشیہ کے ہم انھیں متھیا وادی (1) نہیں سمجھتے، کیول اپنے آتمہ کی شانتی کے لیے؟ اس کے لیے لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ساہتیہ کا جنم اپیوگیتا کی بھاؤنا کی رنی ہے۔ جو چتر کلا کار ہے وہ اُپیوگتا کو گُپت رکھنے میں سپھل ہوتا ہے، جو اتنا چتر نہیں ہے، وہ اُپدیشک بن جاتا ہے اور اپنی ہنسی اُڑواتا ہے۔ اپیوگتا، مانسک، دارشنک دویوہارک یا کیول ونوداتمک (2) ہوسکتی ہے۔ مکھیہ کر کے بھاؤ کی سنسکرتی ہی اس کا گورَو ہے۔ جس وانی پُستک یا لیکھک میں اُپیوگتا کا تتو نہیں ہے، وہ ساہتیہ نہیں کچھ بھی نہیں، گیتانجلی کو تو ساہتیہ کہیے گا؟ ٹالسٹائے نے تو ساہتیہ لکھا؟ تلسی اور سور نے بھی تو ساہتیہ رچا؟ کیا اس کی کچھ بھی اپیوگتا نہیں ہے؟ اب رہ گئی یہ بات کی ہندی میں ایسے لکھنے والے کتنے ہیں، جن کی جیونی ہندی جنتا کی پتھ نیمک (3) بن سکتی ہے۔ آپ کا خیال ہے ایک بھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے گھر کے مہتر کے جیون میں بھی کچھ ایسے رہسیہ ہیں، جن سے ہمیں پرکاش مل سکتا ہے۔ انتر یہی ہے کہ مہتر میں ساہتیک بدھی نہیں، لیکھک میں وِویچنا شکتی ہوتی ہے۔ ساہتہ کار کے وِکاس کے اور کیا سادھن ہیں؟ یا تو اپنے انوبھو یا دوسروں کے انوبھو کسی بھی مَنُش کا جیون اتنا تچّھ (4) نہیں ہے، جس میں بڑے سے بڑے مہَرتوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ وِچار کی سامگری نہ ہو۔ مہَرت (5) اِسی طرح بنتے ہیں۔ گھوڑے پر سے بھی پھول کو چُن لینا نِشدَھ نہیں کہا جاسکتا۔ ایک مہاتما سے کسی نے پوچھا تھا۔ آپ اتنے بُدھیمان کیسے ہوئے؟ اس نے جواب دیا۔ مورکھوں کی صحبت سے۔

یہاں تک تو اوپر کی باتیں تھی۔ اب تتو کی بات سنیے۔ شری یت واجپئی جی فرماتے ہیں:

''پرنتو جب ہنس کی اور سے لکھا گیا کہ آتمہ کتھا نک تو نکلے گا ہی، تب میں نے اُپیکت پٹّی لکھی تھی، جس پر بگڑ کر پریم چند جی لکھتے ہیں ہنس کو میری سمّتی کی ضرورت نہیں ہے۔ پریم چند جی یدی ساہتیک ششٹا چار کا پالن نہیں کر سکتے... تو ایسا نہ کرنے سے ان کی اَسہشنتا 6 جو اَستیہ اور اسبھیہ روپ دھارن کرتی ہے،

1۔ متھیا وادی۔ توہم پرست 2۔ ونوداتمک۔ تفریحی 3۔ پتھ نمک۔ رہنما 4۔ تچھ۔ حقیر، قابل نفرت
5۔ مہَرت۔ عظیم فطرت کا 6۔ اسہشنتا۔ نا قابل برداشت حالت

اس سے دوسروں کو نہیں، ان کو اور ان کے پتر کو ہی چھتی اٹھانی پڑے گی ایسی آشنکا ہے۔

آشچر یہ ہے جاگرن کے انود یگ شیل سمپادک مہودے کو ان پکتیوں پر کوئی ٹپّنی جمانے کی ذرا بھی ضرورت نہ معلوم ہوئی۔ آپ مجھے ایک رائے دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں مجھے آپ کی رائے کی ضرورت نہیں، میری جو اچھا ہوگی کروں گا۔ میں آپ کی رائے کا پابند نہیں ہوں۔ آپ نے آتمہ کتھا نک نکالنے کا ورودھ کیا۔ آپ ہی کے جیسے بُدھی اور وِویک رکھنے والے بہت سے بھائیوں نے آتمہ کتھا نک نکالنے کا سمرتھن کیا۔ اگر اَششٹتا نہ ہو، تو میں جاگرن کے سمپادک کو بھی سمرتھکوں میں ہی رکھ سکتا ہوں۔ میں مانتا ہوں، اتنی رُوکھائی سے مجھے وہ واکیہ نہ لکھنا چاہیے تھا۔ مجھے اس کا کھید تھا اور بہت کچھ پریتوش ہو جانے پر اب بھی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم آپ کی بات نہیں مانتے، کٹھور ہوتے ہوئے بھی اتنا کٹھور نہیں ہیں، جتنا یہ کہنا کہ تم اَستیہ ہو اور سبھیہ ہو اور اس کا خمیازہ تمھیں اٹھانا پڑے گا۔ لیکن جب اہنکار کو چوٹ لگتی ہے تو آدمی سبھیہ رہنے کا پریاس کرنے پر بھی بوکھلا ہی جاتا ہے۔ انت میں ہم شری یت نند دُلارے جی واجپئی سے نمرتا کے ساتھ نویدن کرتے ہیں کہ میری تو اچھی بری کسی طرح کٹ گئی، دھن تو ہاتھ نہ لگا۔ حالانکہ کوشش بہت کی، اور اب اس فکر میں ہوں کہ کوئی گانٹھ کا پورا رئیس پھنس جائے تو اپنی کوئی رچنا اُسے سمرپن (1) کردوں، لیکن آپ کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے، بہت کچھ سیکھنا ہے، بہت کچھ دیکھنا ہے۔ آدرش بہت اچھی چیز ہے، لیکن سنسار میں بڑے سے بڑے آدرش وادیوں کو بھی کچھ نہ کچھ جھکنا ہی پڑتا ہے۔ یہ نہ سمجھیے کہ جو کچھ آپ سمجھتے ہیں وہی ستیہ ہے، دوسرے نرے کاوَدی ہیں (2)۔ مدبھید ہونا سوابھاوک ہے، لیکن جن سے مت بھید ہو، انھیں نیچ نہ سمجھیے۔ جسے آپ نیچا سمجھیں گے وہ آپ کی پوجا نہ کرے گا۔ اب غصّہ تھوک دیجیے جیسے آپ نے بگڑ کر من کو شانت کرلیا، میں نے آپ کے بگڑنے کا آنند اُٹھا کر من کو شانت کرلیا۔ آیئے ہاتھ ملالیں۔

مارچ، 1932

1۔ سمرپن۔ نذر 2۔ گاوَدی۔ بے وقوف

پتروں کے گراہکوں کا آپتّی جنک ویوہار

بھارت ورش میں پتر پتریکاؤں کی جو دشا ہے، وہ کسی سے چھپی نہیں ہے۔ ہندی میں تو دو ایک کو چھوڑ کر اور سبھی گھاٹے پر چل رہی ہیں۔ پرشن ہوگا جب سبھی کو گھاٹا ہو رہا ہے، تو وے بند کیوں نہیں کر دی جاتی؟ جس چیز کے گراہک نہیں اُسے تیار کرنے کا فائدہ؟ لیکن کیا ہمارے اسکول یا کالج یا ودیالیہ نفع پر چل رہے ہیں؟ ان کا کام شکشا کا پرچار کرنا ہے، اپنا کام کر رہے ہیں اس پوتر اُدّیشہ کے لیے نقصان اُٹھانا بُری بات نہیں۔ پتر پتریکاؤں کا بھی یہی کام ہے۔ وے وِچاروں کا پرچار کرتی ہے اور کچھ نقصان اُٹھانے کو تیار رہتی ہیں، لیکن جس طرح اسکول یا کالج کے چھاتر ماہ وار فیس دینا بند کر دے، تو ودیالیہ نقصان اُٹھانے کے لیے تیار ہونے پر بھی نہ چل سکے گا، اُسی بھانتی پرتیک پتر کو گراہکوں پر بھی کچھ تکیہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس پرچار کے کام میں ایک طرح سے پاٹھکوں کو بھی سہیوگی بنالیتا ہے۔ پاٹھک چار روپیہ یا چھ روپیہ دے کر کیول پتریکا کے گراہک ہی نہیں ہوتے، اُس سنستھا دوارا ہونے والے پرچار کے شریہ کے بھاگی بھی ہوتے ہیں۔ یہاں کیول گراہک اور دوکان دار کا ناطہ نہیں ہے ایسی دشا میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ پاٹھک پتریکاؤں کے ساتھ اپنے کرتویہ (1) اور ذمہ داری کا بالکل وِچار نہیں کرتے، تو بڑا دُکھ ہوتا ہے۔ آپ کسی کے گراہک رہیں یا نہ رہے، یہ آپ کی خوشی پتروں کے ویوستھا (2) پک یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کے گراہک جتنے ہی زیادہ ہوں گے، اُتنا ہی ان پر آرتھک (3) بھار کم پڑے گا۔ اسی لیے وے پاٹھکوں کی خوشامد کرتے رہتے ہیں لیکن پاٹھک کو اس بات کا پورا ادھیکار ہے کہ اپنا چندہ پورا ہو جانے کے بعد وہ نئے ورش کے لیے گراہک بنے یا نہ بنے، لیکن کتنا اچھا ہو کہ وے وی پی کی سوچنا پہنچتے ہی ایک کارڈ ڈال کر اپنے انکار کی سوچنا دے دیں، لیکن انوبھو یہ ہے کہ تین تین مہینے پہلے سے سوچنا دینے اور بار بار نویدن کرنے پر بھی کہ یدی آپ کو اگلے سال پتر کا گراہک بننا سویکار نہ ہو، تو آپ ایک کارڈ دوارا اطلاع دے دیجیے، کوئی سوچنا نہیں آتی۔ مگر جب اس مون (4) کو پراچین شِشٹاچار کے انوسار انومتی کا لچھن سمجھ کر پتر وی پی سے بھیج

1۔ کرتویہ۔ فریضہ 2۔ ویوستھا پک۔ منتظم 3۔ آرتھک۔ معاشی 4۔ مون۔ خاموشی

دیا جاتا ہے تو گراہک اُسے ترنت لوٹا دیتے ہیں، ذرا بھی نہیں سوچتے کہ وی پی کے بھیجنے میں کتنا خرچ پڑا ہوگا۔ ان کے نام کی پتریکا چھاپنے میں بھی کچھ نہ کچھ خرچ پڑا ہی ہوگا اور دفتر کو جو لکھا پڑھی کرنی پڑتی ہے، وہ الگ اور کھید تو یہ ہے کہ ایسے کرپالو پاٹھکوں میں اچھے اچھے پڑے لکھے سجّن ہوتے ہیں۔ اپنے تین پیسے نہ خرچ کرکے پتروں سے آٹھ آنے خرچ کرا دینا کون سی بھل منشی یا ششٹتا ہے؟ اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ یہ بھی ہمارے چرتر کے پتن (1) کا ایک چنّھ ہے جو دیش کو غلام بنائے ہوئے ہے۔ جس دیش کے شکشت سماج میں ششٹتا (2) کا اتنا لجّا جنک ابھاؤ ہو، جہاں سوارتھ کی ماترا اتنی بڑھ گئی ہو، اس دیش کا ایشور ہی مالک ہے۔

مئی، 1933

1۔ پتن۔ زوال 2۔ ششٹتا۔ عظمت، بزرگی

جاپان میں پتروں کا پرچار

جاپان کی جن سنکھیا لگ بھگ ساڑھے چھ کروڑ ہے۔ وہاں گیارہ سوسینتیس دینک اور دوسو پچیس سپتاہک اور ماسک پتر نکلتے ہیں۔ بعض دینکوں کی گراہک سنکھیا دس سے بیس لاکھ تک ہے۔ ان پتروں کی آرتھک دشا کا انومان اس سے ہوسکتا ہے کہ اوساکا مینچی پتر کے کاریالیہ کے بنوانے میں تینتیس لاکھ روپے لگے تھے، ٹوکیونیچی کا بھون بھی قریب قریب ایسا ہی ہے۔ ''اساہی'' کمپنی نے بھی ٹوکیو میں بتیس لاکھ کی لاگت سے ایک وِشال بھون بنوایا ہے۔ ایک ایک کاریالیہ میں دو تین ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ کیول سمپاد کی وِبھاگ میں چار پانچ سو آدمی ہوتے ہیں۔ جاپان اور بھارت کی ویکتی گت (1) آے میں اِتنا بڑا انتر نہیں ہے۔ اس کی آبادی بھی یہاں کی آبادی کا ایک پانچ سے اَدِھک نہیں ہے۔ پھر بھی وہاں کے پتر کتنی اُنّت (2) دشا میں ہے۔ بھارت میں تو ایسا شاید ہی کوئی پتر ہو جس کا پرچار پچاس ہزار سے ادھک ہو۔ اس کا کارن تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں ہر ایک پرانت کی الگ بھاشا ہے۔ لیکن ہندی بھاشی پرانتوں کی جن سنکھیا تو لگ بھگ جاپان جن سنکھیا کی ڈیوڑھی ہے پر کوئی بھی ہندی دینک، جہاں تک ہمارا انومان ہے، بیس ہزار سے اَدِھک نہیں چھپتا۔ ادھیکانش تو چار پانچ ہزار کے اندر ہی رہ جاتے ہیں۔ ایسی دشا میں پتروں کی اُنتی کیوں کر ہوسکتی ہے۔

فروری، 1933

1۔ ویکتی گت آے۔ فی کس آمدنی 2۔ اُنّت دشا۔ ترقی یافتہ شکل

ایک سارودیشک ساہتیہ سنستھا کی آوشیکتا

بھارت میں وگیان (1) اور درشن (2) کی اتہاس اور گنرت کی شکشا اور راج نیتی کی آل انڈیا سنستھائیں تو ہیں، لیکن ساہتیہ کی کوئی ایسی سنستھا نہیں ہے، اس لیے سادھارن جنتا کو انیہ پرانتوں کی ساہتیک پرگتی (3) کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور نہ ساہتیہ سیویوں کو ہی آپس میں ملنے کا اوسر ملتا ہے۔

بنگال کے دو چار کلاکاروں کے نام سے تو ہم پریچت ہیں۔ لیکن گجراتی، تمل، تلگو اور ملیالم آدی بھاشاؤں کے نرماتاؤں سے ہم بالکل اپریچت ہے۔ انگریزی ساہتیہ کا تو ذکر ہی کیا۔ فرانس، جرمنی، روس، پولینڈ، سویڈن بیلجیم آدی دیشوں کے ساہتیہ سے بھی انگریزی انوواوں دوارا ہم کچھ نہ کچھ پریچت ہو گئے ہیں، لیکن بنگلہ کو چھوڑ کر بھارت کی انیہ بھاشاؤں کی پرگتی کا ہمیں بالکل گیان نہیں ہے۔ ہر ایک پرانتی بھاشا اپنا سمیلن الگ الگ کرتی ہے اور کرنا ہی چاہیے۔ ہر ایک پرانت میں لوکل کونسلیں ہیں، پرانتی ساہتیوں کی کیندریہ سنستھا کہاں ہیں؟ ہمارے خیال میں ایسی ایک سنستھا کی ضرورت ہے اور یدی ساہتیہ سمیلن اس کی استھاپنا کرے، تو وہ راشٹر اور ہندی کی بڑی سیوا کرے گا۔

ابھی تک ہندی نے جو وستار (4) پراپت کیا ہے، وہ ایک پرکار سے اپنی شکتی دوارا کیا ہے۔ ہندی ہی ایک ایسی بھاشا ہے، جو بھارت کے سبھی بڑے شہروں میں سمجھی جاتی ہے، چاہے بولی نہ جاتی ہو۔ اگر انگریزی بیچ میں نہ آ کھڑی ہوتی تو انیہ پرانتوں کے نواسی ایک دوسرے سے ہندی ہی میں باتیں کرتے اور اب بھی کرتے ہیں۔ یدپی وہی جو انگریزی سے ان بھگ (5) ہیں۔

اب وہ سمے آ گیا ہے کہ پرانتی بھاشاؤں کا سمبندھ زیادہ گھنشٹ کیا جائے اور ہمارے سنسکاروں کا ایسا سمن وے ہو جائے کہ ہم راشٹری بھاشا کا ہی نہیں، راشٹریہ ساہتیہ کا نرمان بھی کر سکیں۔ ہر ایک پرانت کے ساہتیہ کی اپنی اپنی وشیشتائیں ہیں۔ یہ آوشیہ ہے کہ ہماری راشٹر بھاشا میں ان ساری

1۔ وگیان۔ سائنس 2۔ درشن۔ فلسفہ 3۔ پرگتی۔ ترقی 4۔ وستار۔ وسعت 5۔ اَن بھگ۔ ناواقف

وِشیشتاؤں کا سامنجسیہ (1) ہو جائے اور ہمارا ساہتیہ پرانتیتا کے دائرے سے نکل کر راشٹریتا کے چھیتر میں پہنچ جائے۔ اس وشے میں ہم انیہ بھاشاؤں کے کرن دھاروں کی سہایتا اور سہیوگ سے جتنا آگے بڑھ سکتے ہیں، اُتنا اور کسی طرح نہیں بڑھ سکتے۔ یوں تو کئی بنگلہ اور مراٹھی کے وِدوان ہندی میں برابر لکھ رہے ہیں اور انومان کیا جا سکتا ہے کہ ہندی کا چھیتر سدیو پھیلتا جائے گا، لیکن ایسی ایک راشٹریہ ساہتیہ سنستھا دوارا ہم اس پرگتی کو اور تیز کر سکتے ہیں۔

ابھی ہمیں بمبئی جانے کا اوسر ملا تھا۔ وہاں ہمیں گجرات کے پرمکھ ساہتیہ سیویوں سے بات چیت کرنے کا سوبھاگیہ پراپت ہوا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ وے ایسی سنستھا کے لیے کتنے اُتسک (2) ہیں، بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ پرستاؤ اُنھیں مہانو بھاؤں کا تھا اور میں ہندی ساہتیہ سمیلن کے مان نیہ ادھیکاریوں سے انورودھ کروں گا کہ وے اس پرستاؤ کو کاریہ روپ میں پرینت کریں۔ ہندی کا پرچار سمست بھارت میں بڑھ رہا ہے۔ یدی ساہتیہ سمیلن ایسی سنستھا کا آیوجن کرے تو مجھے وِشواس ہے کہ انیہ بھاشاؤں کے لیکھک اس کا سواگت کریں گے اور ہندی کا گورَو بھی بڑھے گا اور وِستار بھی۔

یہ کون نہیں جانتا کہ بھارت میں پرانتیتا کا بھاؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کا ایک کارن یہ بھی ہے کہ ہر ایک پرانت کا ساہتیہ الگ ہے۔ یہ آدان پردان اور وِچار ونمے ہی ہے، جس کے دوارا پرانتیتا (3) کے سنگھرش کو روکا جا سکتا ہے راشٹروں کا نرمان اس کے ساہتیہ کے ہاتھ میں ہے۔ یدی ساہتیہ پرانتی ہے تو اس کے پڑھنے والوں میں بھی پرانتیتا اَدھک ہوگی۔ اگر سبھی بھارتی بھاشاؤں کے ساہتیہ سیویوں کا وارشک ادھیویشن (4) ہونے لگے، تو سنگھرش کی جگہ سوبھیہ، سہکارتا کا بھاؤ اتپنن ہوگا اور یہ نشچیے روپ سے کہا جا سکتا ہے کہ ساہتیوں کے سنگٹ ہو جانے سے پرانتوں میں بھی سامیپیہ (5) ہو جائے گا۔ جن وِدوانوں کا ابھی ہم نے نام ہی سنا ہے، انھیں ہم پرتیکش دیکھیں گے، ان کے وِچار ان کے شری مکھ سے سنیں گے اور ست سنگ سے بہت سے بھرم، بہت سی سنکیرتائیں آپ ہی آپ شانت ہو جائے گی۔ انیتر ہم پی اِی این نامک وِشو ساہتیہ سنستھا کا سنکشیپ ویورن پرکاشت کر رہے ہیں۔ جب بڑی بڑی انت بھاشاؤں کو ایسی ایک سنستھا کی ضرورت معلوم ہوتی ہے، تو کیا بھارت کی پرانتی بھاشاؤں کا ایک کیندریہ سنستھا سے سمبندھ ہو جانا آوشیک نہیں ہے؟ بھارت کی آتما، ابھویکتی (6) کے لیے اپنے ساہتیہ کاروں کی اور دیکھ

1۔ سامجسیہ۔ اشتراک، میل میلاپ 2۔ اُتسک۔ جذباتی، خواہش مند 3۔ پران تیتا۔ علاقائیت 4۔ ادھیویشن۔ کانفرنس 5۔ سامیپیہ۔ قربت۔ 6۔ اَبھویکتی۔ کچھ کہنے کی صلاحیت

رہی ہے۔ دارشنک اُس کے وِچاروں کو پرکٹ کرسکتا ہے، وگیانک اس کے گیان کی بُدھی کرسکتا ہے اس کا عزم، اس کی ویدنا، اس کا آنند، اس کی ابھلاشا، اس کی مہتوا کانکشا تو ساہتیہ ہی کی وستو ہے اور وہ مہان شکتی پرانتی سیماؤں کے اندر جکڑی پڑی ہوئی ہے۔ باہر کی تازا ہوا اور پرکاش سے وہ ونچت ہے اور یہ بندھن اس کے وِکاس اور وِردھی سے بھاوک ہورہا ہے۔ شرشٹ دھارائیں اپنے ایکانت پتھ پر چل کر سنکیرن اور پرواہ شونیہ ہوگئی ہیں۔ ان دھاراؤں کو سمنوِت کرکے ہم ان میں پرواہ اور پرگتی اتپن کر سکتے ہیں۔ اور یہ ہندی، ساہتیہ سمیلن کا ان یستر گِک کرتویہ ہے۔

فروری، 1934

ہندی لیکھک سنگھ

ہندی لیکھک سنگھ کے سنگٹھن کے وشے میں شری ستیہ جیون جی ورما جو آندولن کر رہے ہیں، ان کے وشے میں آپ نے سنگٹھن کے لیے ایک اپیل پرکاشت کی ہے اور ابھی تک کے پرستاوت وِچاروں کے آدھار پر ایک ویورن (1) پتر بھی بناڈالا ہے۔ جب سبھی چھیتروں میں اس سمے سنگٹھن ہوتا جارہا ہے، تب کوئی کارن نہیں کہ لیکھکوں کا بھی ایک سنگٹھن نہ ہو۔ آشا ہے لیکھک ورگ اِسے آوشیک سمجھے گا اور شری ستیہ جیون جی ورما کے پاس سے آویدن پتر تتھا ویورن پتر منگا کر، پرستاوت ویورن کو دیکھ کر سنگھ کا سدسیہ بن جائے گا اور اپنے سمودائے (2) کی ہت رکشا میں بھاگ لے گا۔ شری ستیہ جیونی ورما نے لیکھک سمودائے سے جو اپیل کی ہے وہ اس پرکار ہے۔

مانیورمہودے!

لیکھک سنگھ کے سنگٹھن کے پرستاو پر پتروں میں کافی چرچا ہو رہی ہے جسے آپ نے دیکھا ہوگا۔ پر ایہ سبھی لوگ اس پرستاؤ سے کسی نہ کسی روپ میں سہمت ہیں۔ یہ پرستاؤ نہیں۔ آپ نے سُیم بھی کسی نہ کسی سمے اس پرکار کی ایک سنستھا کی آوشیکتا کا انوبھو کیا ہوگا۔ پرستت (3) پرستاؤ اِسی چِروانچھت ابھلاشا کی پورتی کے لیے کیا گیا ہے۔

سنگٹھن کا یہ یگ ہے۔ سارا سنسار سنگٹھن کی اور دوڑ رہا ہے۔ سماج میں پرتیک شرینی کے لوگ اپنا اپنا سنگٹھن کر رہے ہیں۔ یہ اتینت وانچھنیہ ہے۔ اب یگ بدل گیا ہے۔ پرتیک ورگ اپنے سوتوں اور آدرشوں کی رکشا کے لیے کسی نہ کسی روپ میں بہومت کی آکانکشا کرتا ہے۔ ویکتی گت پریتنوں سے آج کل کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ جب تک ہمارا ایک لکچھیہ نہ ہوگا، ہم ایک مت نہ ہوں گے، ہم میں اپنے دھیہ کی پراپتی کی اُت کرشٹ (4) ابھلاشا نہ ہوگی۔ ہم اس کے نیمت پریتن شیل نہ ہوں گے۔ ہم کچھ نہیں

1۔ ویورن پتر۔ تفصیل نامہ 2۔ سمودائے۔ قبیلہ 3۔ پرستت۔ پیش کرنا 4۔ اُت کرشٹ۔ بہترین

کر سکتے ،اس ہیتو ہمیں سنگٹھن کی آوشیکتا ہوتی ہے۔

جب سبھی چھیتر میں سنگٹھن کی آوشیکتا پرتیت(1) ہوتی ہے۔تو ہندی ساہتیہ چھیتر اس نیم سے پرے کیسے رہ سکتا ہے؟ ہندی سیویوں کی سنکھیا میں اُتر وتر ورِدّھی(2) ہوتی جارہی ہے۔سبھی اپنی شکتی، پہنچ ،کلپنا اور آدرش کے انوسار اس کی سیوا اور چنتن میں لگے ہیں۔ یہ اتساہ آشا جنک(3) ہے، پرنتو سنگٹھت روپ سے اپنی شکتیوں کا اپیوگ نہ کر ہم کسی نشچت دھیہ (4) کی اور نہیں بڑھ رہے ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی نشچت کاریہ کرم بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے لیکھکوں کو اندھیرے میں ٹٹولنا پڑتا ہے، پرتیک ویکتی کے بوتے کی یہ بات بھی نہیں ہے کہ وہ اکیلا ساموہک کلّیان کے اُپیُکت کوئی کاریہ کرم بنا سکے۔ سارو جنک ہت کی رکشا سا موہک روپ ہی سے ہوسکتی ہے۔ اتہ ایو اتینت آوشیک ہے کہ لیکھک گن ہندی ساہتیہ کی سیوا کے نیمت سنگٹھت ہوکر اس کا بھاوی کاریہ کرم بناوے، جس میں وے سگمتا سے بھاشا، سماج، دیش اور جاتی کے یوگیہ کلیان کر ساہتیہ کی سرشٹی کر اپنا پرِشرم(5) سپھل کر سکے۔

لیکھن کاریہ بھی ایک پرکار کی کلا ہے۔ اس میں بھی وِشیش پرکار کی سپھلتا پراپت کرنے کے نیمت اپیوگی شکشا اور سہیوگ کی آوشیکتا ہوتی ہے۔ابھی تک ہندی میں کوئی ایسی سنستھا نہیں ہے، جس کے دوارا لیکھکوں کو ان کی کلا کی وِردّھی میں سہایتا دی جا سکے، اتھوا جس کے دوارا ان کی ساہتیہ وِرتّی کو پروتساہن (6) مل سکے۔لیکھک اپنی شکتی کے انوسار اکیلا ہی اپنے کاریہ چھیتر میں آگے بڑھتا ہے، پھلتہ اس کا بہت سا سمے اور شکتی مارگ ڈھونڈنے میں نشٹ ہوجاتی ہے۔ اُسے آوشیکتا ہے، ایک کیندریہ سنستھا کی جو اُسے اپنے ویوسائے میں کشل، سپھل بننے میں سہایتا پہنچا سکے، اس کی سیواؤں کا آدر کر سکے اور جو اس کے سکھ دُکھ میں سہایک بن سکے۔ دھیرے دھیرے وہ سمے بھی آرہا ہے، جب لیکھن کلا ایک پرکار کا ویوسائے سمجھا جائے گا۔ سبھی سمپن نہیں ہیں۔ روٹی کا پرشن سبھی کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے۔ اپنی آوشیکتاؤں کے نیمت سب کو کچھ نہ کچھ ارتھ کی آوشیکتا پڑتی ہے، اتہ ایو لیکھکوں کے آرتھک ہت کی رکشا کے نیمت ان کے لیے سمے کوُ سمے میں آرتھک سہایتا کا آیوجن کرنے کے لیے بھی ایک سنستھا کی آوشیکتا ہوگی، لیکھک سنگھ کی اُپیوگتا اس وشے میں بھی پرتیت ہوتی ہے۔

نوین ہندی ساہتیہ کی ابھی شیشواوستھا ہے۔ ابھی اُسے بڑے یتن (7) سے دیکھنا بھالنا اور پالن کرنا ہے۔ ورتمان ساہتیہ کی سرشٹی میں یدی سنیم (8) اور دوردرشتا(9) سے کام نہ لیا گیا، تو آگے چل کر

1۔ پرتیت۔ظاہر 2۔اُتروتر۔لگاتار 3۔آشاجنک۔پراُمید 4۔دھیہ۔صبر 5۔پرشرم۔محنت 6۔پروتساہن۔ہمت افزائی 7۔یتن۔کوشش 8۔سنیم۔صبر 9۔دُوردرشتا۔دوراندیشی

ہمیں ایک دن پچھتانا پڑے گا کہ ہماری ساری محنت ویرتھ گئی۔ آدھونِک یگ میں جہاں پرتیک کاریہ میں جیون کے لچھن درشٹی گوچر ہوتے ہیں۔ وہاں یہ ماننا پڑے گا کہ ابھی یہ ساری چیشٹائیں آدرش ہین ہی ہیں۔ بھوشیہ میں کیا ہوگا، ہم یہ نہیں کہہ سکتے، پرنتو بھوشیہ میں ہمیں کیا کرنا ہے، یہ ہم نشچے کر سکتے ہیں۔ ورتمان اور وِگت کے انوبھو ہمیں اپنا بھاری کاریہ کرم نشچے کرنے میں سہایک ہو سکتے ہیں۔ ساہتیہ کی ورتمان پرگتی اور اس کے وگت انوبھوؤں کو سامنے رکھ کر اپنے دیش جاتی کے کلیان کی کامنا کر ہمیں اپنا بھاوی کاریہ کرم بنانا پڑے گا، جس میں ہمارے لیکھک گن اس کے انوسار چل سکیں۔ ہمیں اپنے سہیوگیوں کی کٹھن مارگوں سے ساودھانتا پوروک رکشا کرنی پڑے گی۔

ہمارے سامامنک ساہتیہ کی دشا پر بھی یدی دھیان دیا جائے تو اس کی پرگتی جبھی کچھ وشرنکھل (1) سی پرتیت ہوگی۔ پتر کار اور پتروں نے نشچت دھیہ اور آدرش ابھی تک نر دشٹ نہیں کیا ہے، جس کے کارن پتروں کے پرچار تتھا ان کی اپیوگتا میں بادھا پڑ رہی ہے۔ اتہ سامنک ساہتیہ کی دیکھ ریکھ بھی ہمارا کرتویہ ہونا چاہیے۔ لیکھکوں کے ہی بھروسے سامامنک ساہتیہ کا سنچالن ہے، اتہ لیکھک سنگھ، وِشیش روپ سے سامامنک ساہتیہ کا پریچالن کر سکے گا۔

اُپ یکت ساری باتوں کو دیکھ کر آپ ہم سے پورنتہ سہمت ہوں گے کہ اب لیکھک سنگھ کا سنگٹھن شگھر ہی ہو جانا شریسکر ہوگا۔ اس کی اپیوگتا کے وشے میں آپ ہم سے ادھک سنتشٹ ہوں گے۔ ہمیں آشا ہے کہ اب آپ اپنا پورا سہیوگ دے کر اس سنگھ کی استھاپنا میں ہاتھ بٹا کر ہندی ساہتیہ کے ایک اتینت آوشیک کاریہ کے سمپادن کا شریہ لیں گے۔

ستمبر، 1934

1۔ وِشرنکھل۔ منتشر

لندن میں بھارتی ساہتیہ کاروں کی ایک نئی سَنستھا

ہمیں یہ جان کر سچا آنند ہوا کہ ہمارے سوشکشت اور وِچارشیل یُووکوں میں بھی ساہتیہ میں ایک نئی اَسپھورتی اور جاگرتی لانے کی دُھن پیدا ہوگئی ہے۔ لندن میں The Indian Progressive writers Association کی اسی اُدّیشیہ سے بنیاد ڈال دی گئی ہے اور اس نے جو اپنا مینی فیسٹو بھیجا ہے، اُسے دیکھ کر یہ آشا ہوتی ہے کہ اگر یہ سبھا اپنے اس نئے مارگ پر جمی رہی تو ساہتیہ میں نَو یُگ کا اُدے ہوگا اس مینی فیسٹو کا کچھ اَنش ہم یہاں آشے روپ میں دیتے ہیں۔

بھارتی سماج میں بڑے بڑے پَری وَرتن ہو رہے ہیں۔ پُرانے وِچاروں اور وِشواسوں کی جڑیں ہلتی جا رہی ہیں اور ایک نئے سماج کا جنم ہو رہا ہے۔ بھارتی ساہتیہ کاروں کا دھرم ہے کہ وہ بھارتی جیون میں پیدا ہونے والی کرانتی (1) کو شبد اور روپ دیں اور راشٹر کو اُنّتی کے مارگ پر چلانے میں سَہایک ہوں۔ بھارتی ساہتیہ پُرانی سبھیتا کے نَشٹ ہو جانے کے بعد سے جیون کی یتھارتھاؤں (2) سے بھاگ کر اُپاسنا (3) اور بھکتی کی شَرن میں جا چھپا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ نِستیج (4) اور نِس پَران (5) ہو گیا ہے، روپ میں بھی ارتھ میں بھی۔ اور آج ہمارے ساہتیہ میں بھکتی اور وَیراگیہ (6) کی بھرمار ہو گئی ہے۔ بھاؤکتا ہی کا پردرشن ہو رہا ہے، وِچار اور بدھی کا ایک پرکار سے بہشکار کر دیا گیا ہے۔ پچھلی دو صدیوں میں وِشیش کر اسی طرح کا ساہتیہ رچا گیا ہے، جو ہمارے اِتہاس کا لجّاسپد (7) کال ہے۔ اس سبھا کا اُدّیشہ اپنے ساہتیہ اور دوسری کلاؤں کو پجاریوں، پنڈتوں اور اَپرگتی (8) شیل ورگوں کے آدھیہ پتیہ سے نکل کر انھیں جنتا کے نکٹتم سنسرگ میں لایا جائے۔ ان میں جیون اور واستوکتا لائی جائے، جس سے ہم اپنے بھوشیہ کو اُجّول کر سکیں۔ ہم بھارتیہ سبھیتا کی پرمپراؤں کی رَکشا کرتے ہوئے اپنے دیش کی پتنونمکھی پَرورتیوں (9) کی بڑی نِردَیتا سے آلوچنا کریں گے اور آلوچناتمک تتھا رچناتمک کرتیوں سے ان سبھی باتوں کا

1۔ کرانتی۔ انقلاب 2۔ یتھارتھ۔ لائق عمل 3۔ اُپاسنا۔ پیروی 4۔ نستیج۔ جو اپنی چمک کو چکا ہو، غیر چمکیلا 5۔ نس پروان۔ بے روح 6۔ ویراگیہ۔ جنگلی زندگی 7۔ لجاسپد۔ لائق شرم 8۔ اپرگتی شیل۔ غیر ترقی پسند 9۔ پرورتی۔ اصول

سَنچے کریں گے، جس سے ہم اپنی منزل پر پہنچ سکیں ہماری دھارنا ہے کہ بھارت کے نئے ساہتیہ کو ہمارے ورتمان جیون کے مولِک تتھیوں کا سمن وے کرنا چاہیے، اور وہ ہے، ہماری روٹی کا، ہماری دَردرتا کا، ہماری سما جک اونتی کا اور ہماری راج نیتک پرادھینتا (1) کا پرشن۔ تبھی ہم ان سمسیاؤں کو سمجھ سکیں گے اور تبھی ہمیں کریاتمک شکتی (2) آئے گی۔ وہ سب کچھ جو ہمیں نِش کیرتا، اکرمنیتا اور اندھ وِشواس کی اُور لے جاتا ہے۔ ہیے ہے، وہ سب کچھ جو ہم میں سمیکشا (3) کی منوورتی لاتا ہے، جو ہمیں پریتم روڑھیوں کو بدّھی کی کسوٹی پر کسنے کے لیے پروتساہت (4) کرتا ہے، جو ہمیں کرمنیہ بناتا ہے اور ہم میں سنگٹھن کی شکتی لاتا ہے، اسی کو ہم پرگتی شیل سمجھتے ہیں۔ ان اُدّیشوں کو سامنے رکھ کر اس سبھا نے نمن لِکھت پرستاؤ سویکار کیے ہیں۔

1 بھارت کے بھِنن بھِنن بھاشا پرانتوں میں لیکھکوں کی سَنستھائیں بنانا، ان سنستھاؤں میں سمّیلنوں آدی دُوارا سہیوگ اور سَمن وَے پیدا کرنا۔ پرانتی، کندیر یہ اور لندن کی سنستھاؤں میں نِکٹ سمبندھی اَستھاپت کرنا۔

2 ان ساہتیک سنستھاؤں سے میل جول پیدا کرنا، جو اس سبھا کے اُدیشیوں کے وِرودّھ نہ ہو۔

3 پرگتی شیل ساہتیہ کی سرشٹی اور انوواد کرنا، جو کلاتمک دِرشٹی سے بھی نردوش ہو، جس سے ہم سانسکرتِک اوسادکو دور کر سکیں اور بھارتی سُوادھینتا اور سَاما جک اُتتھان کی اُور بڑھ سکیں۔

4 ہندوستان کو راشٹر بھاشا اور انڈور دمن لپی کو راشٹر لپی سویکار کرانے کا اُدّھوگ کرنا۔

5 ساہتیہ کاروں کے ہِت کی رَکشا کرنا، ان ساہتیہ کاروں کی سہایتا کرنا، جو اپنی پستکیں پرکاشِت کرانے کے لیے سہایتا چاہتے ہوں۔

6 وِچار اور رائے کو آزاد کرنے کے لیے پرَیتن کرنا۔

مینی فیسٹو پر سروشری ڈاکٹر ملک راج آنند، ڈاکٹر کے ایس بھٹ، ڈاکٹر جے سی گھوش، ڈاکٹر ایس سنہا، ایم ڈی تاسیر اور ایس ایس ظہیر کے شُبھ نام ہیں اور پتر وَیوہار کا پتا:

ڈاکٹر ایم آر آنند

32، رسیل اسکوائر

لندن

ہم اس سَنستھا کا ہردے سے سُواگت کرتے ہیں اور آشا کرتے ہیں کہ وہ چرجیوی ہو۔ ہمیں وَاستو

1۔ پرادھینتا۔ غلامی 2۔ کریاتمک شکتی۔ تخلیقی صلاحیت 3۔ سمیکشا۔ تبصرہ 4۔ پروتساہت۔ ہمت افزائی

میں ایسے ہی ساہتیہ کی ضرورت ہے اور ہم نے یہی آدرش اپنے سامنے رکھا ہے، ہنس بھی انھیں اُدّیشوں کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ ہاں ہم ابھی اِنڈ ورومن کو راشٹر لپی سُو یکار کرنے کو تیار نہیں، کیونکہ ہم ناگری لپی میں سنشودھن (1) کر کے اُسے اِتنا پُورن بنالینا چاہتے ہیں، جس سے وہ بھارت کی سبھی بھاشاؤں کے لیے سَمان رُوپ سے اُپیوگی ہو۔ ہم یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر یہ سنستھا بھارت کے اس ساہتیہ کو جو اس کے اُدّیشوں کے اَنُوکول (2) ہو، انگریزی میں انُوواد کرا کے پرکاشِت کرانے کا پرَبندھ کر سکے تو یہ ساہتیہ اور راشٹر دونوں ہی کی سچّی سیوا ہوگی۔ ہم ہندی لیکھ سنگھ کے سدَسیّوں سے نوِیدن کر دینا چاہتے ہیں کہ وے ان پرستاؤ پر وچار کریں۔ اور اس پر اپنا مت پرکٹ کریں۔ لیکھک سنگھ کے اُدّشیہ بھی بہت کچھ اس سنستھا سے ملتے ہیں اور کوئی کارن نہیں کہ دونوں میں سہیوگ نہ ہو سکے۔

جنوری، 1936

1۔ سنشودھن۔ ترمیم 2۔ انوکول۔ موافق

ساہتیہ سمیلن کے وِشے میں

پاٹھکوں کو معلوم ہی ہے کہ اس ورش ہندی ساہتیہ سمیلن کا جلسہ ایسٹر کی چھٹیوں میں ناگ پور میں ہوگا۔ تیاریاں ہورہی ہیں۔ سواگت (1) سمیتی بنائی جارہی ہے۔ پربندھ منتری جی (2) نے ہندی کے وِدّوانوں سے نبندھنوں (3) کے وِشے لکھ بھیجنے کی پرارتھنا کی ہے۔ نبندھ تو آئیں گے اور پڑھے جائیں گے، لیکن ہمارے وِچار میں سمّیلن کو اب کی کیول ہندی ساہتیہ سمّیلن نہ ہوکر آل انڈیا ساہتیہ سمّیلن بننے کی چیشٹا کرنی چاہیے۔ یدی وہ انیہ پرانتوں کے وِدوانوں کو نمنترت کر سکے اور جو لوگ مارگ (4) دیے لینا چاہیں انھیں مارگ ویے بھی دے سکیں، تو اس سے ہندی ساہتیہ کا کلا بہت کچھ اپکار ہوگا۔ ہمیں اس وقت ساہتیہ کی پرگتی کے وِشے میں بھارت کے سبھی مہارتھیوں سے پرامرش کر کے اپنی کوئی نیتی استھر کر لینی چاہیے۔ انیتر ہم لندن کی ایک ساہتیہ سبھا کا مینی فیسٹو پرکاشِت کر رہے ہیں۔ اس پر بھی سمّیلن کو وِچار کرنا چاہیے۔ سمّیلن میں وَیکتی گت روپ سے نبندھ پڑھ دینے سے ساہتیہ کی پرگتی کو کوئی دِشا نہیں مل سکتی۔ اُسے تو اس پرگتی کا سنچالن کرنے کے لیے کوئی سِدّھانت اِستھر کر لینے کی ضرورت ہے، جس سے وہ ساہتیہ پر نینترن رکھ سکے۔ پرگتی شیل اور اَپرگتی شیل ساہتیہ میں کیا انتر ہے، اس پر خوب غور کر کے اُسے اپنا نرنے دینا چاہیے کہ وہ کس پرکار کے ساہتیہ کو آشرے (5) دینا چاہتا ہے اور یہ مارگ پردرشن اسی وقت ہوسکتا ہے، جب سمپورن بھارت کے ساہتیہ مہارتھیوں کے ست پرامرش اور سہیوگ سے سمیلن اپنا کوئی مت پکّا کر لے۔

جنوری 1936

1۔سواگت سمیتی۔استقبالیہ کمیٹی 2۔پربندھ منتری۔وزیر اعظم 3۔نبندھ۔مضمون 4۔مارگ ویے۔راستے کا خرچ 5۔آشرے۔بھروسہ، سہارا، حمایت

اَکھِل بھارت ورشی پستکالیہ سنگھ

ہمارے دیش میں سنستھاؤں اور سبھاؤں کی وِشیش کمی نہیں ہے، کِنتو ان میں اُدھیکانش ایسی ہی ہیں، جو کیول پرستاؤ پاس کرنے میں ہی بہادر ہیں۔ اس کا مکھیہ کارن ہے سچّی لگن والے اتسا ہی کاریہ کرتاؤں اور سہانو بھوتی (1) شیل دھن داتاؤں کا ابھاؤ۔ دیش میں سوشکشا کا اُبھاؤ بھی سنستھاؤں اور سبھاؤں کی اتّی میں بادھک ہے۔ کِنتو شِکشا پرچار دُوارا اُوڈیا (2) کو دور کرنے کا پریتین بھی سنستھاؤں اور سبھاؤں دوارا ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے مکھیہ اُبھاؤ سچے سُیم سیووکوں اور دانیوں کا ہی ہے۔ اسی ابھاؤ کے کارن بہوتیرے سمیلن اور سنگھ نرجیو ہو رہے ہیں۔ اکِھل بھارتی پُستکالے سنگھ کی بھی یہی دشا ہے۔

ہمیں کچھ ایسا اُسمر ن (3) ہے کہ لاہور کی سوتنتر تا گھوشنی کانگریس کے سمے اُکت سنگھ کا مہا اُدھیویشن آچاریہ پرپھُلّ چندرراے کے سبھاپتتو میں ہوا تھا۔ اس میں کئی مہتو پُورن پرستاؤ پاس ہوئے تھے۔ سبھاپتی کے بھاشن میں بھی پستکالیوں کے سنگٹھن کی ایک اچھی اسکیم تھی، پرنتو پرستاؤ اور اسکیم کو کاریہ کے روپ میں پرینت کرنے کے لیے کچھ اڈیوگ ہوا یا نہیں، اس کا ہمیں پتا نہیں۔ کیوں کہ پتر پتریکاؤں میں کبھی اس کی چرچا دیکھنے میں نہیں آئی۔ پرایہ سبھا سوسائٹیوں کا یہ ڈھنگ دیکھا جاتا ہے۔ وے سال بھر چپ بیٹھی رہتی ہے اور سال کے انت میں مہادھیویشن کرنے کے لیے سبھاپتی کے چناؤ آدِی کی چرچا سے پتروں میں کچھ دھوم مچادیتی ہے۔ اب ادھر بھارتی پُستکالیہ سنگھ کی چرچا بھی چھڑ گئی ہے۔ کیونکہ آگامی (3) 1۔14 ستمبر کو کلکتے میں اس کا ایک ورہت اُدھیویشن ہونے جا رہا ہے۔ اس کے اُدھیکش ہوں گے اَنّا ملائی وشو وِدیالیہ کے پُستکادھیکش ڈاکٹر ٹامس کلکتے کی امپیریل لائبریری کے پستکادھیکش مسٹر اسد اللہ اس کے منتری کا کام کر رہے ہیں۔ پرتی نِدھی شُلک چار روپیہ نِشچت کیا گیا ہے۔ آشا ہی نہیں، وشواس بھی ہے کہ سمیلن بھولانش میں سپھل ہوگا۔ وِدوانوں کے پنڈتیہ پورن بھاشن ہوں گے۔ وِدوانوں کے اُرور (4)

1۔ سہانو بھوتی۔ ہمدردی 2۔ اوڈیا۔ جاہلیت 3۔ اُسمر ن۔ یاد 4۔ اردو۔ اُپجاؤ، زرخیر

مَستِشک سے نکلے ہوئے اُپیوگی پرستاؤ بھی پاس ہوں گے،کِنتو پَرَ تی ورش اسی طرح رسم پوری کرنے سے کوئی ٹھوس کام نہیں ہوسکتا۔ ہم سَمیلن کے سَنچالکوں سے یہ آشا کرتے ہیں کہ وے اس بار کوئی ایسا کاریہ کرم نِردھارِت کریں، جسے کِریانمک روپ دینے میں وِشیش کٹھنائی نہ ہو۔ ان کے پرِشنشینہ ادّھوگ میں سپھل ہونے کے لیے ایشور سے پرارتھنا کرتے ہوئے ہم کچھ موٹی موٹی باتیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں، جن پر دھیان دیے بنا ہمارا خیال ہے کہ سنگھ میں سجیوتا اور کاریہ چھمتا نہیں آسکتی۔ باتیں یہ ہیں۔

کسی کیندر استھان میں سنگھ کا نشچت کاریالیہ ہونا چاہیے۔ وِیوستھا ایسی کی جائے کہ کاریالیہ میں نیمت روپ سے برابر کام ہو۔ آرمبھ میں دو چار یُووک اس کے لیے اپنے جیون بھر کی سیوائیں اَرپت (1) کرنے کو تیار ہوں۔ تیاگ کے چرنوں پر لکشمی لوٹتی ہے۔ تیاگ ہی کا چھتر چھایا میں سدّھ بستی ہے۔ دو چار تیاگی یُووک ہی سارے دیش کو پُستکالیہ سمبندھی آندولن کی اُور آکرشِت (2) کر سکتے ہیں۔ کوئی ایک یُووک سَمست دیش کے پتروں میں نرنتر پستکالیہ سنگٹھن کی چرچا کرتے رہنے کا بھار اٹھالے۔ وہ پتر سمپادکوں سے بھی پریرنا کرتا رہے کہ وے اس کے کاریہ کا مہتو سمجھ کر اس کی سہایتا کریں، ٹِپّنیاں لکھا کریں، اپیلیں کیا کریں۔ وہ نیما نوکول آوشیک پتر وِیوہار کر کے ہی سنگھ کو سجیو سنستھا رکھے۔ دوسرا یُووک سال بھر سارے دیش میں بھرمن کر کے پرچار کاریہ کرے، لوگوں کی سہانوبھوتی پراپت کرنے کا پَریتن کرے، دھنکوں کا سہیوگ پراپت کرے، سبھی جگہوں کے چھوٹے بڑے پستکالیوں کا نریکشن (3) کر کے ایک رپورٹ تیار کرے۔ ہمارا انومان ہے کہ دیش بھر کے پستکالیوں کی سوچی سنگھ کے پاس تیار ہوگی۔ اس سوچی کے سہارے سب پستکالیوں کے سنچالکوں سے لکھا پڑھی کر کے انھیں سنگھ سے سمبندھ کرانے کی آوشیکتا ہے۔ سنگھ کے کاریالیہ میں دیش بھر کے پستکالیوں کی نیماولی اور وارشک کاریہ وِورنوں کا سنگرہ ہونا چاہیے۔ اب تک جو سنگھ کے ادھیویشن ہو چکے ہیں، ان کی رپورٹوں اور اسپیچوں کا بھی سنگرہ پرکاشت کرنا آوشیک ہے۔ سنگھ کی اُور سے ایک وارشک رپورٹ بھی پرکاشِت ہوا کرے، جس میں دیش بھر کے پُستکالیوں کا شنکشیپ وِیورناتمک پَرِیچے دیا جائے۔ وہ رپورٹ دیش بھر کے دَینک پتروں میں پرکاشِت کرادی جائے۔ یَدی کچھ دنوں کے بعد اِستھتی اَنُوکول ہوجائے، جس کی پوری سمبھاوَنا ہے، تو سنگھ کا ایک مکھ پتر بھی نکالا جاسکتا ہے۔

ہماری سمجھ میں یہ یوجنا اَسادھیہ (4) نہیں ہے۔ ہاں اس میں آوشیکتا نوسار سَنشودھن ہوسکتا ہے۔ ہم سنگھ کے سنچالکوں کا دھیان اِدھر آکرشِت کرنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی ہندی پتر کاروں اور پاٹھکوں

1۔ ارپت۔ نچھاور 2۔ آکرشت۔ متوجہ 3۔ نریکشن۔ معائنہ 4۔ اَسادھیہ۔ ناقابل برداشت

سے بھی ہمارا انورودھ ہے کہ وے سنگھ کی سہایتا میں یتھا شکتی ہاتھ بٹاویں۔ اس دیش میں پستکالیوں کے سنگٹھن کی بڑی آوشیکتا ہے۔ سنگٹھت ہوکر وے شکشا پرچار کے کاریہ کو بہت آگے بڑھا سکتے ہیں۔ گیان کی جیوتی کا پرسار کرنے میں پُستکالیہ آدھونک اسکول کالجوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ دیش میں گیان کا آلوک پھیلانے کے لیے پُستکالیہ ہی سَرووتّم سادھن ہے۔ پُستکالیہ کی اُپیوگتا کو کوئی بھی اَسوِیکار نہیں کر سکتا۔ یدِی سچی لگن سے اس دِشا میں کام کیا جائے تو آشا ہے کہ دیش کے دھنی مانی لوگ اَوشیہ ہی اِدھر دھیان دیں گے۔

جون 1933

شری کرشن اور بھاوی جگت

مَنُشیہ کو اَدی سے سُکھ اور شانتی کی کھوج رہی ہے اور اَنت تک رہے گی۔ مانو سَبھیتا کا اِتہاس اسی کھوج کی کتھا ہے۔ جس جاتی نے اس رَہسیہ کو جتنا اَدِھک سمجھا وہ اتنی ہی سبھیہ (1) اور جتنا ہی کم سمجھا اُتنی ہی اَسبھیہ (2) سمجھی جاتی ہے۔ لوگ بھن بھن مارگوں سے چلے۔ کسی نے یوگ کا مارگ لیا۔ کسی نے تپ کا، کسی نے بھکتی کا، کسی نے گیان کا، کِنتو تیاگ سبھی وعدوں کا استھائی لچھن تھا، نیورتی، (3) کی دُہائی سبھی دے رہے ہیں۔ سُکھ کا مول نیورتی ہے، سب نے اسی تتو کا پرتپادن کیا۔ موکشہ، (4) آوا گون کے بندھن سے چھوٹ جانا سکھ اور شانتی کی چرم سیما ہے، موکش پراپت کے بھن بھن مارگوں پر دیپک سب کے لیے ایک ہے۔ نیورتی۔

اس کا پرِنام کیا ہوا؟ جسے دھرم کا انوراگ ہوا اس نے سنسار اور سنسار کے وِیا پک سے منھ موڑ کر جنگل کی راہ لی۔ کرم بندھن ہے، کرم سے بھاگو نہیں۔ یہ بندھن پرتھوی میں باندھ دے گا۔ تپو ون آباد ہوگئے۔ آج بھی موکشارتھی اُسی دھرم تتو پر اٹل ہیں۔ بدّھ نے بھی نیورتی کو ہی پردھان رکھا، جَین مت میں بھی اِسی تتو کی پردھانتا رہی۔ بھکشوؤں کے بہار بستی سے دور بنے اور وہاں نِروان پد پراپت ہونے لگا۔ ایشیائی دھرم میں بھی یوپ کا راجاؤں پر اَدھیہ چِتیہ ہوا۔ آشرم بنے اور کلرجی لوگ بستی سے دور جنگل میں رہنے لگے۔ اسلام نے بھی یہی شکشا دی کہ دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ شنکر، رامانج، ولّبھا چاریہ سبھی نیورتی مارگ کے اُپاسک رہے اور یدی جن سادھارن اُس مارگ پر چلنے لگتے ہیں تو آج سنسار سے مانو ونش مٹ گیا ہوتا۔ کِنتو کام، کرودھ، موہ، لوبھ نے موکشا پراپتی کی نیورتی میں سَدِیو بادھا ڈالی۔ یہ گورَو بھگوان کرشن کو ہی ہے کہ انھوں نے نیورتی اور پرورتی دونوں کو سَیُکت کردیا۔ پرورتی یُکت نیورتی اور نیورتی یُکت پرورتی کے آدرش یا سِرشت کی کرم کرو، لیکن اس میں بندھو مت۔ کرم بندھن نہیں ہے، کرم سے

1۔ سبھیہ ۔ مہذب 2۔ اسبھیہ ۔ غیر مہذب 3۔ نیورتی ۔ دلی خواہش 4۔ موکشیہ ۔ نجات

پھل کی آشا رکھنا بندھن ہے۔ یتھارتھ جو کرم کیا جائے جو نشکام ہو، اس سے بندھن نہیں ہوتا۔ وہی سکھ اور شانتی کا مول ہے۔

سوچیے کتنا مہان ستیہ ہے۔ کتنا مولک آدرش نیورتی۔ مانو سوبھاؤ سے میل نہیں کھاتی۔ اس کے مارگ پر چلنے والے وِششٹ جن ہی ہوں گے۔ جن سادھارن کے لیے وہ مارگ نہیں ہے۔ پھر ان کے لیے دھرم کا کیا آدرش رہ جاتا ہے۔ ورنا شرم دھرم پر چلنا۔ یہاں اونچ نیچ کا بھید اُتپن ہو جاتا ہے۔ نیورتی مارگ کا پتھک کرم کے بندھن میں پھنسے ہوئے پرانیوں سے اپنے کو یدی اونچا نہیں تو پرتھک اوشیہ سمجھتا ہے۔ کرم منشیہ کے لیے سوابھاوِک کر یا ہے۔ آنکھیں ہیں تو دیکھے گا، پاؤں ہیں تو چلے گا، پیٹ ہے تو کھائے گا۔ کرم کے پورن وناش کی تو کلپنا بھی نہیں ہوسکتی۔ سمادھی بھی تو کرم ہے۔ مون رہنا بھی کرم ہے۔ سوچنا بھی کرم ہے، نتیہ کرم ہو یا نیمت کرم، آپ کرم کے پھندے سے نہیں نکل سکتے۔ پھر کرم سدیو بندھن ہی کیوں ہو۔ اس سے پرمارتھ (1) بھی تو کیا جا سکتا ہے، سیوا بھی تو کی جا سکتی ہے۔ تتو یہ نکلا کہ سوارتھ بھاؤ سے کوئی کرم نہ کیا جائے، ورنہ جتنے کرم ہو، یتھارتھ بھاؤ سے، نشکام (2) بھاؤ سے ہی کیے جائیں۔ یہاں کرم کا آنند تو ملتا ہے، کرم سے اُتپن ہونے والا دُکھ نہیں ملتا۔ نہ کوئی بھید ہے نہ دویش ہے کرم میں پروشارتھ (3) بھی تو ہے۔ لیکن کرم یوگ کے آدرش پر جمع رہنا چھوٹی بات نہیں ہے۔ جنگل میں سمادھی لگا کر بیٹھ جانا اتنا کٹھن نہیں ہے جتنا گر تو یہ کی ویدی پر اپنا بلیدان کرنا۔ اپنے کرموں میں ہانی یا لابھ سے اداسین رہنا ویروں کا ہی کام ہے اور ایسے کرم یوگی سنسار میں برلے ہی ہوتے ہیں۔ ممتو کے پنجے سے نکلنا سنگھ کے منھ سے نکلنا ہے۔ سَمے سَمے پر گیانی پرش اوترت (4) ہوتے رہتے ہیں اور ممتو کے بندھن کو دکھ کے مول کو توڑنے کا اڈھوگ کرتے ہیں، پر یہ بندھن جھٹکے پا کر کچھ اور درڑھ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آج اس سنسار میں ممتو (5) کا انکنٹک راجیہ ہے۔ بھارتی ممتوِ پر کچھ روک تھی۔ کچھ نگرہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنے پَرمپراگت سنسکاروں سے اپنے کو مکت نہیں کر سکتا تھا۔ بُدھ اور اشوک جیسے چرتر، جو پربھوتا کو لات مار کر گیا نار جن کے لیے نکل کھڑے ہو۔ سنسار میں مشکل ہی سے ملے گا۔

بھارت کی سنسکرتی دھرم کی بھتی پر کھڑی کی گئی تھی۔ ہمارے سماج اور راجیہ کی سمپورن ویوستھا دھرم پر اولمبیت تھی۔ لیکن پاشچاتیہ دیشوں میں دھرم کو جیون سے پرتھک رکھا گیا جس کا پھل یہ ہو کہ آج سنسار کے جیون سنگرام نے پرچنڈ روپ دھارن کر رکھا ہے اور یہ ایشور ہین سبھیتا کسی سنکرامک روگ کی بھانتی پھیلتی جا رہی ہے۔ جاتیوں اور راشٹروں میں اوشواس ہے، آپس میں سنگھرش سوامی اور مجور، امیر اور غریب میں بھیشن یدھ ہو رہا ہے۔ دھن اور پربھوتا کی ترشنا (6) ایک وکرال جنتو کی بھانتی سمست سبھیہ

1۔ پرمارتھ۔ معنویت کے مطابق 2۔ نشکام 3۔ پروشارتھ۔ جواں مردی 4۔ اوترت۔ نازل 5۔ موہ 6۔ ترشنا۔ تشنگی، پیاس

سنسار کو نگلتی چلی جا رہی ہے۔ ادار کی جو یکتیاں سوچی جاتی ہیں وہ پھلی بھوتی نہیں ہوتی۔ ہر یک راشٹر ششستر دوسرے کی گردن دبا بیٹھنے کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ نربل جاتیاں ان کے پیروں کے نیچے پڑی اَنتم سانسیں لے رہی ہیں۔ منشیہ ایک مشین بن کر رہ گیا ہے۔ جیون میں کرترمتا بڑھتی جاتی ہے۔ سمپدا کے پیچھے سنسار پاگل ہو رہا ہے اس کی پراپتی میں کسی پرکار کے بندھن نہیں۔ بلوان راشٹر نربل راشٹروں کا، بلوان وَیکتی نربل وَیکتیوں کا گلا دبا رہے ہیں۔ سنگھرش کی وَیاپک دُھونی سنائی دے رہی ہے۔ کہیں شانتی نہیں، کہیں سکھ نہیں۔ ایشور ہین اڈھوگ میں شانتی کہاں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کسی یگ میں سوارتھ کا اتنا پرابلیہ (1) تھا۔ وِچاروان لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ پریہ کا مارگ ہے، وہ سنگھرش ایک دن کی بھانتی پھیل کر سارے راشٹروں کو بھسم کر ڈالے گا۔

ایسے سمے میں سنسار کے اُدھار کا ایک ہی اُپائے ہے اور وہ ہے کرم یوگی۔ اسی تتو کو سمُکھ رکھ کر ہم ممتو، سوارتھ اور سنگھرش کے پنجے سے چھوٹ سکتے ہیں سوارتھ کا وِلپت (2) ہونا ہی پریم کا پرسار ہے، اسی بھانتی جیسے اندھکار کا ہٹنا ہی پرکاش ہے۔ ہنسا اور اُپریم سے دبا ہوا سنسار پنگو ہو رہا ہے۔ ہنسائے جن تنتر اور ہنسائے ایک تنتر میں وِشیش اَنتر نہیں ہے۔ آدھی بھوتک واد کے دھرم ہین تتو سے سنسار کا اُدھار نہ ہوگا۔ اس میں ادھیاتم واد کی اپھورتی ڈالنی پڑے گی۔ آدھی بھوتک واد یورپ کا آوِشکار نہیں۔ ہمارے یہاں چار واکِ کے سدّھانت بھی اُسی پکش کا پرتی پادن کرتے ہیں پر یورپ کا ایشور ہین سُکھ واد ہی آج سے نردوش ہے لیکن جب تک یہ سدّھ نہ ہو جائے کہ اُپکار سے کیا ابھپرائے ہے تب تک اس مت کا بھارت سمرتھن نہیں کرسکتا۔ جس طرح اُپکار شبد کا وَیوہار کیا جا رہا ہے اس سے تو یہی وِدت ہوتا ہے کہ اپکار کا آشے سوارتھ کے سوائے اور کچھ نہیں۔ یہ سوارتھ بدّھی ورتمان جگت کو سنگرام (3) کا چھیتر بنائے ہوئے ہے۔ سماج میں جو وِشمتا (4) پھیلی ہوئی ہے اس کا کارن یہی سوارتھو پاسنا ہے۔ جب تک کرم یوگ کے تتو ویوہیت نہ ہوں گے، سنسار سوارتھ کے پنجے میں دبا پڑا رہے گا۔ کرم یوگ ہی وہ تتو ہے، جو سوارتھ کو مٹا کر پرارتھ کی دھوج پھہرائے گا۔ یورپ میں کانٹ، ہیگل، شوپنہار آدِی دارشنکوں نے اڈھیاتم واد (5) کے بیج بو دیے ہیں۔ امریکہ میں ویدانت تتو کا جس اُتساہ سے سُواگت کیا جا رہا ہے، بھارت کے دھرموپ دیشکوں اور دارشنکوں کا وہاں جو سمّان ہو رہا ہے، اس سے اُنومان کیا جاسکتا ہے کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ وہی لوگ جو سُوارتھ کے سب سے بڑے اپاسک ہیں اس سے اب وِرکت سے ہوتے جا رہے ہیں۔ وِچارشیل سموداے پرتیک راشٹر میں باہیہ ویوہاروں سے پران مُکھ ہوتا جا رہا ہے، یورپ نے اپنی

1- پرابلیہ- زور 2- ولپت- غائب 3- سنگرام- جنگ، لڑائی 4- وشمتا- نابرابری 5- اڈھیاتمواد- وحدۃ الوجود

پرمپراگت سنسکرتی کے اُنو سار سوارتھ کو مٹانے کا پریتن کیا ہے اور کررہا ہے۔ سمشٹ (1) واد اور یول شیوزم اس کے وہ نئے آوشکار ہیں جن سے وہ سنسار میں یوگا منتر کردینا چاہتا ہے۔ ان کے سماج کا آدرش اس کے آگے اور جا ہی نہ سکتا تھا۔ کنتو ادھیاتمووادی بھارت اس سے سنتشٹ ہونے والا نہیں۔ وہ اپنے پرلوک کو ایک سوارتھ پر بلیدان نہیں کرسکتا۔ وہ ادھیاتمواد سے بھٹک کر دور جا پڑا تھا۔ جس کے پھل سوارو پ اُسے ایک ہزار ورش تک غلامی کرنی پڑی۔ اب کی وہ جیتے گا تو سنسار کے سکھ اور شانتی کا ایک ماتر سادھن ہے۔ اب کی اس جاگرتی (2) میں اونچ نیچ، چھوٹے بڑے کا بھید مٹ جائے گا۔ سمست سنسار میں اہنسا اور پریم کا جے گھوش سنائی دے گا اور بھگوان کرشن کرم یوگ کے جنم داتا کے روپ میں سنسار کے اُدھار (3) کرتے ہوں گے۔

1۔ سمشٹ واد۔ وحدۃ الوجود 2۔ جاگرتی۔ چوکنہ ہونا 3۔ اُدّار۔ نجات

تصویر کے دو رُخ

ہمیں بے چارے مہاشے دامودر لال کے ساتھ بڑی سہانو بھوتی ہے۔ ہم تو یہاں کے رئیسوں اور امیروں کا سدا چار (1) دیکھ کر سمجھ رہے تھے کہ وہ منچلا پن جس سے کاویہ اور مہا کاویہ بنتے تھے، بھارت سے وداہو گیا، اب کیول گھسو اور مسو آدمی رہ گئے ہیں اور اب ہمیں کسی مہا کاویہ کے پراڈر بھاؤ سے نراش ہو جانا پڑے گا۔ کیونکہ آخر پرانے زمانے کے دشینت اور ارجن اور وکرم کی کتھائیں کہاں تک چلے گی۔ اور پھر پرانے زمانے کی باتیں آپ کتنی ہی نئی بھاشامیں اور رہسیہ (2) واد کی کویتا میں لکھیے، اس میں آپ نیا پن تو نہیں لا سکتے۔ لیکن مہاشے دامودر لال جی کا خدا بھلا کرے۔ انھوں نے ایک اچھے مہا کاویہ کی سامگری (3) جٹادی اور ساہتیہ سماج کو ان کا کرتگ (4) ہونا چاہیے۔ ان کے ساتھ ہی شری متی رتن پربھا دیوی کو بھی دھنیہ واد دینا چاہیے کہ انھوں نے دامودر لال جی کے ہردے میں ایسے کلاسیکل پریم کی سرشٹی کی۔ ممتاز نے وہی پارٹ ادا کیا، مگر کتنی چھچھالیدر کے ساتھ۔ ہنسا نے وہی پارٹ ادا کیا مگر کتنی خوب صورتی کے ساتھ۔ ہم تو سمجھتے ہیں دامودر لال جی نے جس نیتک (5) ساہس کا اس اَوسر پر پرِ یچے دیا ہے اور پریم کے لیے جتنا مہان بلیدان کیا ہے۔ وہ حسن اور عشق کے اسٹیج پر بھی روز روز نہیں نظر آتا۔ اُنھیں کا انت کیا سَدِیو (6) شُبھ ہی ہوتا ہے، اگر ہنسا چتر ہے اور اس کے چتر ہونے میں کسی کافر کو ہی شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے تجربے کے پاٹھ شالا میں یہ شکشا پراپت کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا انت سکھ مے نہ ہو۔ دامودر لال نے گدی چھوڑ دی سہی۔ مگر اٹھارہ لاکھ سالانہ کی گدی کا وارث ہارے درجے بھی



لاکھ دو لاکھ پھٹکار ہی سکتا ہے اور کیا وہ گانٹھ کے پورے بھکت جنک جو ناتھ دوارے کے مہنت کو سال میں اٹھارہ لاکھ دیتے ہیں اسی مہنت کے بیٹے کے پرتی اشر دھا دکھائیں گے، اسمبھو ہے۔ پھر ہنسا نے کچھ کم تیاگ نہیں کیا، وہ وِواہ کے پہلے وشنو سمپر دائے کی دیکشا ناتھ دوارے کے مہنت سے لے چکی تھی، اور مہنت جی کی سیوا میں پانچ ہزار کی تھیلی بھینٹ کر چکی تھی۔ وہ کچی گولیاں نہیں کھیلی ہے۔ ہاں دامودر لال جی کے وشئے میں ہمیں کچھ سندیہہ ہے، لیکن ہم انھیں وشواس دلاتے ہیں کہ جس طرح آج ہم ان کی سراہنا کر رہے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی آیا تو اتنی ہی تتپرتا (1) سے ان کے ساتھ سہانو بھوتی (2) بھی پرکٹ کریں گے۔

۲۷ مارچ ۱۹۳۳ء

1۔تتپر تا۔فورا

2۔سہانو بھوتی۔ہمدردی

اَبھِوادن

جس کے سامنے بھارت کسی نہ کسی روپ میں سر جھکاتا ہے جیسے آستِک اور ناستِک، سادھو اور گرہستھ، گیانی اور بھگت، سنیاسی اور کرم یوگی سمان روپ سے پوجیہ مانتے ہیں۔ اسی کی شبھ جنم تتھی کے اُتسو میں ہم بھی درد بھرا دل اور آنسو بھری آنکھیں لیے آنند منانے آئے ہیں۔

بھگوان ہم اپنا رونا سنا کر آپ کا من وِیتھِت (2) نہ کریں گے۔ ہمارے تھال میں پھول، دھوپ، دیپ، نویدھ (3) جو کچھ ہے، وہ آپ کے چرنوں پر ارپت ہے۔ بھکتی کی اتنی مان رکشا تو کیجیے گا۔ پھر اندر لوک ہو یا چھیر ساگر، جا کر سورگ کے سکھ بھوگیے۔ جب آپ ہماری کرونا کہانی سننا نہیں چاہتے تو ہم بھی نہیں سنانا چاہتے۔ جب تک ہیں آپ کی پوجا کرتے ہیں۔ جب نہ رہیں گے تو کیا ہوگا؟ کون جانے آپ کے لیے ہمارے جیسے اسنکھیہ (4) ہیں۔ ہمارے لیے تو آپ ایک ہی ہیں۔ آپ ہمیں وسمرت (5) کردیں، ہمارے تو روم روم میں انگ انگ میں آپ وِراج ہیں ہم آپ کو کیسے بھلا دیں۔

آپ نے یوگیتا کا اُپدیش دے کر سمجھ لیا کہ اس سے اننت کال تک ہمیں جیون بل اور گیان ملتا رہے گا۔ کیا آپ نے یہ سوچنے کا بھی کشٹ اٹھایا کہ اس اُپدیش پر چلنے کی یوگیتا بھی ہم میں ہے یا نہیں؟ آپ تو انتریامی ہیں اگر وہ یوگیتا ہم میں نہ تھی، تو کیا آپ اسے پردان نہ کر سکتے تھے؟ آپ میں یہ سامرتھ نہیں ہے تو کیا ہمیں اس دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں؟ سوریہ میگھوں کی آڑ میں چھپ کر یہ کہنے کا ساہس رکھتا ہے کہ اس میں پرکاش نہیں؟ پھر کیا ہم اس یوگیتا کے ادھیکاری نہ تھے؟ بھِکشا کا ادِھیکاری بھِکشک کے سوا کوئی اور بھی ہوتا ہے بھگوان۔ لیکن کیوں گلہ کریں۔ آپ سمرتھ ہیں، آپ کو دوش دینا چھوٹے منھ بڑی بات ہے، ہمیں دُربل ہیں، ہمیں دوشی ہیں، ہمیں اَبھاگے ہیں۔ یوگیشور کو اپنے پرائے سے کیا

1۔ ابھِوادن۔ سلام، آداب
2۔ وِیتھِت۔ دکھی کرنا
3۔ نویدھ۔ چڑھاوا
4۔ اسنکھیہ۔ انگنت، لاتعداد
5۔ وسمرت۔ بھول جانا
6۔ سامرتھ۔ ہمت، صلاحیت

پریوجن (1)۔ موہ اور وات سلیہ (2) تو مانوی دربلتا ہے۔ میگھ کا کام تو برسنا ہے۔ اسے اس سے کیا مطلب کہ پرتھوی کی پیاس بجھتی ہے یا کسی ابھاگے کی مڑیا بہتی ہے۔ آپ نے امر گیان کی ورشا کر دی، ہم اسے نہیں ہر دینگم کر سکے تو آپ کا کیا دوش؟ ماتا بالک کے سامنے بھوجن رکھ دیتی ہے، وہ کھاتا ہے یا نہیں، اسے اس سے کیا مطلب، یہی تو نرمم گیان (3) ہے لیکن ایسی ماتا کتنے دنوں ماتا کہلانے کا گرو کرے گی؟ ہمارا کیا بگڑا۔ ہم تو بالو کے کنٹر تھے پھر بالو میں مل جائیں گے۔ دکھ ہے تو یہی کہ آپ کے نام کو کلنک لگے گا۔ آپ کو کچھ معلوم ہے آپ کی اس جنم بھومی میں جہاں آپ نے بال کریڑا کی تھی اور یوگ سادھن بھی کیا تھا، کیا ہو رہا ہے؟ اس کی دَشا آنکھوں سے دیکھ کر بھی کیا آپ کو چوٹ نہیں لگتی؟ آپ کی اس نسٹھرتا (4) کا رہسیہ تو یہی نہیں ہے کہ ہم آپ کی نظروں سے گر گئے۔ اور کیا اس میں سارا دوش ہمارا ہی ہے؟ تو اب آپ ہی بتایئے ہم کس کی شرن میں جائیں۔ شاید آپ نے وہ اُپدیش دے کر پرتھوی کو سورگ بنانا چاہا تھا، پر پرتھوی، پرتھوی بنی ہوئی ہے، جہاں ہنسا، سوارتھ اور اپہرن کا راجیہ ہے۔ آپ سے یہی پرارتھنا کرنے کی دھرشٹتا (5) کرتے ہیں کہ یا تو اس پرتھوی کو سورگ بنایئے، یا ہمیں اس پرتھوی پر اپنے استتو کو بنائے رکھنے کی شکتی دیجیے یا، یا.......سنسار میں ہمارا نشان ہی کیوں رہے۔؟

اگست 1933ء

---

1 ۔ پریوجن ۔ مقصد 2۔ واتسلیہ ۔ لاڈ پیار 3۔ نرمم گیان ۔ بے فائدہ تعلیم

4۔ نسٹھرتا ۔ سخت دل 5۔ دھرشٹتا ۔ ہمت

رَاہو کے شکار

سال میں دو چار بار سُورَیہ اور چندر پر راہو کے حملے ہوتے ہیں، پر جن پر حملے ہوتے ہیں، ان کا تو بال بھی نہیں بانکا ہوتا، ہاں سو دو سو آدمیوں پر ان کا کرودھ اتر جاتا ہے۔ جس پیٹ میں سوریہ اور چندر کو نگل جانے کی شکتی ہے وہ تو بھومنڈل کے نِواسیوں کو اس طرح چٹ کر سکتا ہے جیسے اونٹ کے منھ میں زیرا، سو دو سو کو ہی نگل کر وہ سنتوش (1) کر لیتا ہے۔ یہ اس کی بھل منسی ہے۔ گرہن اسنان اور سوم وتی اسنان اور لاکھوں طرح کے اسنانوں کی بَلا ہندستان کے سر سے کبھی ٹلے گی بھی یا نہیں، سمجھ میں نہیں آتا۔ آج بھی سنسار میں ایسے اندھ وشواس کی گنجائش ہے تو بھارت میں اب بھی کروڑوں آدمی یہی سمجھتے ہیں کہ سورج بھگوان اور چندر بھگوان پر سنکٹ آتا ہے اور اس سنکٹ پر گنگا اسنان کرنا پرتیک پَرانی کا دھرم ہے۔ کتنے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی اتنی آستھا (2) میں گنگا میں ڈبکیاں لگاتے ہیں مانو یہی سورگ دُوار ہو۔ لاکھوں آدمی اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی خرچ کر کے، دَھکے کھا کر پشوؤں کی بھانتی ریل میں لادے جا کر، ریلے میں جانیں گنوا کر، ندی میں ڈوب کر اسنان کرتے ہیں، کیول اندھ وشواس میں پڑ کر کتنے بچے اور استریاں کھو جاتی ہیں، کتنی غنڈوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتی ہیں، کتنوں کے گہنے نُچ جاتے ہیں، اس کا حال تو دیو ہی جانے۔ پرانے زمانے میں جب لوگ پیدل یاترا کر کے اسنان کرنے جاتے تھے تو اس یاترا کا کچھ مہتو بھی تھا۔ مارگ میں بہت کچھ انُبھو ہو جاتا تھا۔ ندیوں کے تٹ پر دَھرمو پدیش (3) سننے کا اوسر مل جاتا تھا۔ اب وہ سب تو کچھ نہ رہا، کیول پیسے گنوا کر بھانتی بھانتی کے کشٹ سہنا رہ گیا ہے۔ اگر دھنی لوگ ہی یہ پُنیہ (4) لوٹنے آتے تو کوئی بات نہ تھی۔ رونا تو یہ ہے کہ ادھک تر دریدر ہی آتے ہیں، مہاجن سے روپیے قرض لے کر یا چوری سے ریل میں بیٹھ کر نہ جانے یہ متھیا دھرم بھارت کا گلا کب چھوڑے گا۔

اگست 1933

1۔ سنتوش۔ قناعت، صبر 2۔ آستھا۔ یقین۔ اعتقاد 3۔ دھرمو پدیش۔ مذہبی پیغام 4۔ پُنیہ۔ ثواب

اجمیر میں شری دیانند نِروان اَردھ شتابدی

ایسا تو بھارت وَرش میں شاید ہی کوئی ہو جو اجمیر میں اَردھ شتابدی کے اُتسو کا وِرُودھی (1) ہو۔ ایسے اُتسووں میں راشٹر میں جاگرتی (2) اور اُتساہ اُتپن ہوتا ہے اور اپنے اُدّھارکوں (3) کی یادگاری منانا سبھیہ راشٹری جیون کا ایک اَنگ ہے۔ یوں تو ہر نگر میں آریہ سماج کے سالانہ جلسے ہوتے رہتے ہیں اور گورُوکُل کے اُتسووں میں بھی سماج کے مُکھیہ کاریہ کرتاؤں میں وِچار وِنیمے ہوتا ہی رہتا ہے۔ پر سوامی جی کے نِروان کے پچاس ورش بیت جانے پر یہ آوَشیک ہے کہ جس سنستھا کو اس مہان پُرش نے جنم دیا، اس کے پرمکھ نیتا ایک ساتھ بیٹھ کر یہ وِچار کریں کہ جس مارگ پر وے اپنی سنستھا کو لے جا رہے ہیں، وہی وَرتمان دِشا میں سب سے اچھا مارگ ہے یا اس میں کچھ ردوبدل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ضرورت ہے تو کیا ہے۔ اس اُتسو کے لیے بھانتی بھانتی کے منورنجن اور تماشوں کا پربندھ کرنا اس اَوسر کے مہتو کو گھٹا دینا ہے۔ اس کا ارتھ تو یہی ہو سکتا ہے کہ ان تماشوں کے بغیر اُتسو سپھل ہی نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں وہاں کئی ایسے خرچ ہیں جو کسی سِدھانت سے بھی اُچِت نہیں سدھ کیے جا سکتے۔ مثلاً ہمیں گیات ہوا کہ وہاں ہون (4) میں دس ہزار خرچ کرنے کا نشچے کیا گیا ہے۔ دیش میں جب ایسی آرتھک دَشا پھیلی ہوئی ہے کہ کروڑوں منشیوں کو ایک وقت سوکھا چنا بھی میسر نہیں، دس ہزار کا گھی اور سگندھ جلا ڈالنا نہ دھرم ہے، نہ نیائے۔ ہم تو کہیں گے، یہ سماج کے پرتی اَپرادھ ہے۔ کیا اس روپیہ کا اس سے اچھا کوئی خرچ نہ نکالا جا سکتا تھا؟ بے شک اتنا شاندار ہون دیش میں ایک وِلچھن (5) بات ہوگی۔ جو لوگ ہون کُنڈ کے چاروں اُور بیٹھے یگ کرتا بنے ہوئے گھی کے کُپّے کے کُپّے آگ میں جھونکیں گے، انھیں اور تماشائیوں کو ایک پرکار کی سنسنی اَوشیہ ہوگی، پر اس سنسنی کی اتنی قیمت بہت زیادہ ہے۔ دھارمکتا بھی خاص حالتوں میں آپتی جنک (6) ہو جاتی ہے۔

اکتوبر 1933

1۔ اُتسو۔ جشن، تیوہار 2۔ جاگرتی۔ واقف کار 3۔ اُدّھارکوں۔ اصلاح 4۔ ہَوَن۔ آگ کا شعلہ
5۔ وِلچھن۔ خاص اہلیت 6۔ آپتی جنک۔ قابل اعتراض

مہاتما جی کا بودھ مشنری کو جواب

اس دن مہاتما گاندھی نے اس بودھ کو بڑا اچھا جواب دیا ہے جو چین سے آیا ہے اور بھارت میں بودھ دھرم پرچار کرنا چاہتا ہے۔ مہاتما جی نے کہا ہندو دھرم میں بودھ دھرم کا بہت کچھ انش (1) ملا ہوا ہے اور بودھ کے سچے بھگت بھارت میں ہی ہیں۔ بدھ نے بھگوان کے سِدھانتوں کا پرچار کیا، ان کا پروچن (2) جتنا ہی کیا جائے اتنا ہی اچھا، شرط یہی ہے کہ بودھ دھرم کے سچے سدھانتوں کا پرچار کیا جائے، اس کے ان متھیا وشواس (3) کا نہیں جو ہر ایک دھرم کے ساتھ اسی طرح نکل آتے ہیں، جیسے باغ میں پودھوں کے ساتھ گھاس نکل آتی ہے۔ اور دھرم کے پرچار کا سادھن وہی ہے جو مہاتما گاندھی جی نے بتلایا۔ اُداہرن جیون کے سچے آدرش (4) کا پالن ہی بودھ دھرم کا پرچار ہے۔

16 اکتوبر 1933ء

1۔ انش۔ عنصر، حصّہ　　2۔ پروچن۔ پیروی
3۔ متھیا وشواس۔ فرضی یقین　　4۔ آدرش۔ اُصول

استھانی رام کرشن سیوا اشرم

کاشی کے رام کرشن سیوا اشرم (1) کے دُوار وِگت بتیس ورشوں سے دین دکھیوں کی سیوا شُوشر وشا ہو(2) رہی ہے۔ اس آشرم کے تیئسویں ورش کے کاریہ ویورن سے پرکٹ ہوتا ہے کہ اس کے اسپتال میں سولہ سو سات روگی اچھے ہونے پر اسپتال سے چلے گئے۔ کل ایک سو اٹھاسی رُوگیوں کی مرتیو ہوگئی۔ اتنی ادھک موتوں کا کارن یہ ہے کہ اسپتال میں جو رُوگی بھرتی ہوتے ہیں، وے ادھک تر بہت بوڑھے یا کمزور یا اَسادھیہ روگوں سے پیڑت ہوتے ہیں۔ اکثر تو ایسے ہی روگی بھرتی ہوتے ہیں جو مرتیو کے نکٹ ہوتے ہیں۔ اسپتال میں روگیوں کا روزانہ اوسط تعداد ایک سو اٹھارہ رہی۔ اکثر سڑکوں، گلیوں اور گھاٹوں پر ایسے روگی پائے جاتے ہیں، جن کی خبر لینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اسپتال میں دوسو سولہ روگیوں کی سیوا سوشروشا تھا ان کی سب پرکار کی سہایتا کی گئی۔ اسپتال میں بھرتی ہوئے روگیوں کے سوائے بھی بہت سے روگیوں کو آشرم کے دواخانوں کی اور سے دوائیاں دی گئیں۔ ایسے روگیوں کی سنکھیاں اکتالیس ہزار چار سو نو تھی ایسے روگیوں کا آنا اوسط تعداد دو سو اٹھانوے رہی۔ آشرم کی اُور سے غریبوں کی انیہ کئی پرکار کی سہایتا کی گئی ہے۔ گت ورش کُل آئے (3) ترسٹھ ہزار ایک سو ستہتر روپیہ اور ویے چھپن ہزار آٹھ سو چھہتر روپیہ تھا۔ اس میں آنے اور پائی کے انک چھوڑ دیے گئے ہیں۔ آشرم کے پردھان نِریکشک سوامی نروتمانند، سبھا پتی راجا سرسوتی چند، کوش اَدھیکش (4) بلدیو داس، منتری رائے گووند چندر اور استھاپنا پن سہایک منتری سوامی ستیانند ہیں۔ سمیتی کو سیوا کا چھیتر بڑھانے کے لیے بھی دھن کی آوشیکتا ہے۔ حال ہی میں آشرم کا وارشک اُتسو کو کلکتہ کے ہائی کورٹ کے جسٹس سری منمتھ ناتھ مکرجی کے سبھاپتتو میں ہوا تھا۔ اس اُوسر پر ہوڑا کے ایک سجّن نے ایک ہزار روپے کا گُپت دان اور ہگلی ضلع کی شری متی کالی داسی دت نے

1۔ سیوا اشرم۔ عبادت کی جگہ　2۔ سوشرُ تا۔ دوسروں کی مدد　3۔ آے۔ آمدنی
4۔ کوش ادھیکش۔ خزانچی

پانچ سو روپیے کا دان کیا تھا۔ یہ سنستھا دین دکھیا کی واستوِک سیوا کر رہی ہیں۔ آشا ہے کہ جنتا اس کی پوری سہایتا کرے گی، جس سے یہ اور ادھک سیوا کاریہ کرنے میں سمرتھ ہو سکے۔ ایشور پوجا کا سرودت کرشٹ 5 مارگ دین دکھیوں اور آشرے ہین (1) روگیوں کی سیوا سوشروشا ہے اور یہ رام کرشن سیوا آشرم کے دوارا اُچِت روپ (2) سے ہو سکتا ہے۔

20 نومبر 1933

1۔ سرودت کرشٹ۔ سب سے عمدہ 2۔ آشرے ہین۔ بے گھر 3۔ اُچِت روپ۔ مناسب طریقہ

وِدیش یاترا اور پرائشچت

ایک زمانہ تھا کہ بھارت کے بِھکشوؤں نے ودیش یاترا کر کے اپنے دیش اور دھرم کا گورو(1) بڑھایا تھا۔ پھر پاکھنڈ کا یہ چکر چلا کہ ودیش جانا پاپ ہوگیا۔ اور آج بھی ایسے اداہرن آئے دن ملتے رہتے ہیں کہ لوگ ودیش سے لوٹ کر پرائشچت (2) کرنے کے لیے کاشی دوڑتے ہیں۔ اس بیسوی صدی میں ایسا ڈھکوسلا بھارت جیسے پاکھنڈ پردھان دیش کے سوائے اور کہاں ہوسکتا ہے اور بھارت ادھیاتمواد(3) کا کیندر ہے۔ آج بھی یہاں کے ادھیاتموادی لوگ ودیش جانا پاپ سمجھتے ہیں اور اس کے پرائشچت سوا روپ گوبر کھاتے ہیں، سر مڑاتے ہیں اور بھوج دیتے ہیں۔ اس دھرمماندھتا(4) اور پاکھنڈ لپسا(5) پر آنسو بہانے کی اِچھا ہوتی ہے۔ اسی وشے پر ''دوِج'' جی نے سہیوگی، آج، میں ایک بڑے مزے کا نوٹ لکھا ہے۔ آپ پرائشچت کی ویاکھیا کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

''آپ اگر سمجھتے ہیں کہ ودیش یاترا کوئی پاپ نہیں، تو آپ کا یہ کرتویہ ہوجاتا ہے کہ آپ میں پاکھنڈ کے وِرودھ یُدھ کرنے کی شکتی کا ابھاؤ نہیں ہے اور اگر آپ ایسا نہیں کرسکتے، یا سُیم بھی اس پرکار کے پاکھنڈ میں وشواس رکھتے ہیں، تو پھر آپ کا یہ کرتویہ ہوجاتا ہے کہ اس کے لیے پرائشچت کا دباؤ ڈلنے والوں کو آپ نربھیکتا (6) کے ساتھ دکھادیں، کہ آپ میں پاکھنڈ کے وِرودھ یُدھ کرنے کی شکتی کا ابھاؤ نہیں ہے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرسکتے، یا سُیم بھی اس پرکار کے پاکھنڈ میں وشواس رکھتے ہیں، تو پھر آپ کا یہ کرتویہ ہوجاتا ہے کہ آپ وِدیش جانے کے پاپ سے ہی اپنے کو بچائے رہیں۔

اسی پاکھنڈ نے اور انھیں پاکھنڈیوں نے بھارت کو چوپٹ کیا اور آج بھی ان کا ویسا ہی پاکھنڈ راج ہے۔

جنوری 1934

1۔ گورو۔ فخر 2۔ پرائشچت۔ تخلیہ 3۔ ادھیاتمواد۔ وحت الوجود 4۔ دھرم آندھتا۔ مذہب کے پیچھے اندھا 5۔ پاکھنڈ لپسا۔ گھناؤنا لالچ 6۔ نربھیکتا۔ بلاخوف

اچھی اور بری سامپردائکتا

انڈین سوشل رفارمر انگریزی کا سماج سدھارک پتر ہے اور اپنی وِچاروں کی اُدارتا کے لیے مشہور ہے۔ڈاکٹر عالم کے اینٹی کمیونل لیگ کی آلوچنا کرتے ہوئے اس نے کہا کہ سمپر دائکتا اچھی بھی ہے اور بری بھی۔بری سامپردائکتا کو اکھاڑنا چاہیے مگر اچھی سامپردائکتا وہ ہے، جو اپنے چھیتر میں بڑا اُپیوگی کام کرسکتی ہے،اس کی کیوں اوہیلنا(1) کی جائے۔اگر سامپردائکتا اچھی ہوسکتی ہے تو پرادِھینتا (2) بھی اچھی ہوسکتی ہے،مکاری بھی اچھی ہوسکتی ہے۔جھوٹ بھی اچھا ہوسکتا ہے۔کیونکہ پرادھینتا میں ذمہ داری سے بچت ہوتی ہے،مکاری سے اپنا الوسیدھا کیا جاتا ہے اور جھوٹ سے دنیا کو ٹھگا جاتا ہے۔ہم تو سامپردائکتا کو سماج کا کوڑھ سمجھتے ہیں، جو ہر ایک سنستھا میں دل بندی کراتی ہے اور اپنا چھوٹا سا دائرہ بنا کر سبھی کو اس سے باہر نکال دیتی ہے۔

جنوری 1934

1۔اوہیلنا۔نظر انداز کرنا 2۔پرادھینتا۔غلامی

جاتی بھید مٹانے کی ایک آلوچنا

بمبئی کے مسٹر بی یادو نے ورتمان بھید بھاؤ کو مٹانے کے لیے یہ پرستاؤ(1) کیا ہے کہ سبھی ہندو اُپ جاتیوں کو براہمن کہا جائے اور ہندو شبد کو اڑا دیا جائے، جس سے بھید بھاؤ کا بودھ ہوتا ہے۔ پرستاؤ بڑے مزے کا ہے۔ ہم اس دن کو بھارت کے اِتہاس میں مبارک سمجھیں گے جب ہریجن سبھی براہمن کہلائیں گے۔ مگر مسٹر یادو کا پرستاؤ چلے یا نہ چلے (چلنے کی دور بھوشیہ میں بھی آشا نہیں) لیکن ہوا کا رخ کہہ رہا ہے کہ دس بیس سال میں وہ ساری جاتیاں جنھیں شودر کہا جاتا ہے، براہمن نہیں تو چھتری اوشیہ بن چکی ہوں گی۔ اور چھتری سے براہمن بننا کیول اس کے ایک دم اچھلنے کا کام ہے۔ سرکار بھید مٹانے میں سہایتا کیا دے گی، اسے تو اس کے استھائی رکھنے میں جیسے کوئی وِشیش آنند آتا ہے، اسکول میں لڑکے کا نام لکھانے جائیں۔ ترنت اس کی جات لکھانی پڑے گی۔ جہاں ہندو نام آیا، وہاں اس کی جات انیواریہ روپ سے آجاتی ہے۔ جَن گڑنا میں تو ہمارے بڑے بڑے سیویلین سماج شاستر کے پنڈت جاتیوں میں نئی نئی کھوج کر کے اوران کی چھپی جاتیوں کا آوشکار کر کے اپنا کام امر کر لیتے ہیں۔ ہندو خود جاتی بھید کا جتنا بھکت ہے، سرکار اس بات میں اس سے کوس بھر آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اور ہمارا تو کہنا ہی کیا ہم تو پہلے کائستھ یا براہمن یا ویش ہیں، پیچھے آدمی۔ کسی سے ملتے ہی ہم پہلا سوال یہی کرتے ہیں کہ آپ کون صاحب ہیں۔ گرامینوں میں بھی یہی پرشن پوچھا جاتا ہے۔ کون ٹھاکر؟ اگر وہ اپنی جاتی ہوا، تو اس کے لیے چلم بھی ہے، تمباکو بھی ہے، ورنہ اس میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں رہتی اور ہم کتنے گرو سے اپنے کو شرما، ورما، تیواری، چترویدی لکھتے ہیں کہ کیا پوچھنا؟ یہ اس کے سوا کیا ہے کہ بھید بھاؤ ہمارے رکت میں سن گیا ہے اور ہم میں جو پکے راشٹروادی(3) ہیں وے بھی اپنی سامپردایکتا(4) کا بگل بجا کر پھولے نہیں سماتے، ورنہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ہم اپنے کو چترویدی یا ترویدی کہیں۔ خاص کر اس دِشا میں کہ ہم نے وِید کی صورت بھی نہیں دیکھی اور اس میں بھی سندیہہ(5) ہے کہ ہمارے پوروجوں نے بھی کبھی وِیدوں کے درشن کیے تھے۔

فروری 1934ء

1۔ پرستاؤ۔ اپیل، سوجھاؤ 2۔ انیواریہ۔ ضروری 3۔ راشٹروادی۔ قوم پرور 4۔ سامپردایکتا۔ فرقہ پرست
5۔ سندیہہ۔ شک، شبہ

روس میں دھرم وِرودھی آندولن

روس میں ان دنوں ایشورڈرُوہی(1) سوویت سرکار نے پھر زوروں سے ایشور کے وِرُودھ پرچار کرنا شروع کیا ہے۔ادھراس کے انیشوَر وادی(2) پروپیگنڈہ میں کچھ سستی آچلی تھی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جوگرجے بند کردیے گئے تھے وہ پھر کھل گئے۔اور جنتا میں دھرم چرچا پھر بڑھ گئی۔دنیا میں اس پرچا ہے جتنا غل مچے،مگر ہم تو یہی کہیں گے کہ اس کی ذمہ داری سوویت سرکار پر نہیں۔ان دھرم موپ جیوویوں (3) پر ہے،جنھوں نے دھرم کے نام پر نانا پرکار کے پاکھنڈ پھیلا رکھے ہیں۔ایشور من کی ایک بھاؤنا ہے۔اس کے لیے مندروں،مسجدوں یا گرجا گھروں کی ضرورت نہیں۔

وہ گھٹ گھٹ ویاپی(4) ہے،ایک ایک اڑو میں اس کی جیوتی ہے۔وہ پرجا کی کمائی پر چین کرنے والا راجا نہیں کہ اسے اس کی چنتا ہو کہ لوگ اس کے وِمُکھ نہ ہو جائے۔جولوگ ایشور بھکتی کی دھن میں بڑے بڑے محل بنواتے ہیں کہ ایشور اس میں رہے گا،وے اسیم(5) کو چار دیواری میں بند کرکے ویاپک ایشور کا اپمان کرتے ہیں اور جولوگ اس کی پرتیما بنا کراس کا سِر نگار کرتے ہیں،بھوگ لگاتے ہیں،اس کا وِواہ کرتے ہیں اوراس کے نام کی مالا جپتے ہیں وے تو ایشور کو کھلونا بنا کر ایسا پاپ کرتے ہیں جس کا کوئی پرائشچت نہیں۔ایشور کی اُپاسنا کا کیول ایک مارگ ہے اور وہ ہے من وچن اور کرم کی شدھتا،اگر ایشور اس شُدھتا کی پراپتی میں سہایک ہے تو شوق سے اس کا دھیان کیجیے،لیکن اس کے نام پر جو ہر ایک دھرم میں سوانگ ہو رہا ہے،اس کی جڑ کھودنا کسی طرح ایشور کی سب سے بڑی سیوا ہے۔اور سوویت سرکار اسی پاکھنڈ کا انت کرنا چاہتی ہے۔سروشکتی مان ایشور سے آدمی کیا دُروہ(6) کرے گا؟ گنگا کو اس کی کیا پرواہ کہ کوئی اسے پھول چڑھاتا ہے یا کوڑے۔وہ دونوں ہی کو سمان روپ سے وہاں لے جاتی ہے۔

مارچ 1934ء

1۔ایشورڈروہی۔خدا کا منکر 2۔وَروادی۔جو کسی خدا کو نہ مانے لیکن کسی شکتی کو مانتا ہے 3۔موپ جیوی۔منحصر رہنا 4۔گھٹ گھٹ ویاپی۔ہر چیز میں موجود 5۔دُروہ۔مخالفت

ہندوسماج کے وبھتس درشیہ۔1

لاش کی درگتی۔ سماج میں کچھ برائیاں ایسی ہیں جن کے سدھار کے لیے شاستروں کے پرمان کھوجنے پڑتے ہیں، کچھ ایسی جن کے لیے قانون میں سنشودھن(1) کرانے کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں ہی باتیں کشٹ سادھیہ (2) ہیں، لیکن کچھ ایسی برائیاں بھی ہیں جن کے سدھار کے لیے شاستری پرمانوں کی ضرورت ہے، نہ قانون کی، کیول جنتا میں ایک پرکار کے سدبھاؤ(3) اور سُوروچی(4) کی اور ہندو لاشوں کی دُرگتی انھیں میں ایک ہے۔ ایسا جان پڑتا ہے کہ کسی ہندو کے مرتے ہی اس کے سگے سمبندھیوں کو اس سے لیش ماتر(5) بھی ممتا نہیں جاتی، چٹ چٹ بانس کا ٹھاٹھ بنا، شو کو رسی سے کس کر باندھ، لوگ کسی ندی یا مرگھٹ کی اُور بھاگ چلتے ہیں۔ اگر کسی امیر کی لاش ہے، تو اس پر ریشمی یا شال کا کفن ہے، غریب کی ہے، تو معمولی نین سکھ کا، اور اناتھ ہے تو چیتھڑے ہی اس کے کفن کے لیے کافی ہیں، مگر بانس کا ٹھاٹھ اور رسیوں کا بندھن اوشیہ رہنا چاہیے اور لاش کو لے کر لوگ کتنی تیز قدمی دکھاتے ہیں کہ اس کے جھونکے میں لاش گردن ہلاتی، ہاتھ مٹکاتی اور پاؤں اچھالتی چلتی ہے، اگر اتنی مضبوطی سے نہ بندھی ہو تو اوشیہ ہی نیچے گر پڑے۔ لاش کو بے شک گھر میں دیر تک نہ رہنا چاہیے، لیکن یہ کیا کہ جس کو جیتے اتنے پیار کرتے تھے، مرنے کے بعد اس کے ساتھ ذرا بھی مروت، ذرا بھی سوجنیہ نہیں دکھا سکتے، کیا وہ سوارتھ(6) کا ہی سمبندھ تھا؟ اب اس سمبندھ کو نبھانے کی کوئی ضرورت نہیں رہی؟ کہا تو جاتا ہے کہ مرنے پر بھی آتما دیہہ کے پاس منڈراتی رہتی ہے، لیکن سوارتھی ہندو سماج اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا۔

اور راستے میں رام نام ستیہ ہے، کا وہ شور مچتا ہے کہ کچھ نہ پوچھیے اگر رات کا سمے ہو تو سارے محلے کی نیند کھل جاتی ہے۔ کیا شور اس لیے مچایا جاتا ہے کہ جنتا کو جیون کی چھنڑ بھگرُتا(7) کی یاد دلادی جائے۔ یہ آدمی مر گیا اسی طرح ایک دن تم بھی اور تمھارے اپنے بھی رام نام ستیہ ہو جائیں گے۔ مرتیو

1۔سنشودھن۔ترمیم 2۔کشٹ سادھیہ۔نقصان دہ 3۔سدبھاؤ۔آپسی میل ملاپ 4۔سوروچی۔اچھی خواہش 5۔لیش ماتر۔بالکل تھوڑا 6۔سوارتھ۔خودغرضی 7۔چھنڑ بھگرُتا۔جلد ختم ہونے والا

ایک ایسا کٹھور ستیہ (1) ہے جس کو بار بار یاد دلانے کی ضرورت نہیں سب جانتے ہیں ہم ایک دن مریں گے۔ ہندو سماج میں موت کا بھے اور بھی ادھک ہے۔ اگر کوئی موت کو بھول گیا ہے تو وہ بڑا بھاگیہ وان ہے۔ کیوں شور مچا کر اس کو موت کی یاد دلا رہے ہو۔ اس شور غل سے ہماری دھار مکتا کا نہیں، ہماری ہردے (2) شونیتا کا بودھ ہوتا ہے۔ یہ سمے اتنا گمبھیر اور یہ لیلا اتنی مرم اسپرشی (3) ہوتی ہے کہ چت (4) کو کم سے کم کچھ دیر کے لیے اَنتر مکھی ہو جانا چاہیے۔ جس سمے موک (5) وِیدنا اور گہرے آتما چنتن اور مرتا تمک کے پرتی سچی شبھ کامنا اور مرتیو کے رعب اور آتنک تتھا انت کی کلپنا سے ہمارے من کو درو ی بھوت (6) ہو جانا چاہیے، ہم اس طرح بھاگتے اور چلاتے ہیں مانو ہمیں شوق کم اور سوارتھ مے بھے ادھک ہے، عیسائیوں اور مسلمانوں کو دیکھیے ان کی انتیشٹ (7) کریا کتنی شانت گمبھیر کومل اور سوجھیہ پورن ہوتی ہے۔ باس کی ٹکٹھی کی جگہ یا تو لکڑی کا تابوت ہوتا ہے یا پلنگ، شَو اس پر بہت دھیرے سے لٹا دیا جاتا ہے اور تابوت لے جانے والے سر جھکائے بہت ہی آہستہ آہستہ قبرستان کی طرف جاتے ہیں۔ ماتم کرنے والے بھی اسی شانتی سے جنازے کے پیچھے چلتے ہیں۔ اس درشیہ کا دیکھنے والوں پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ راہ چلتے لوگ ذرا ٹھٹھک جاتے ہیں۔ مرت پرانی کے پرتی ان لوگوں کا یہ سمان اور اسمیہ دیکھ کر چت پرسنّ ہو جاتا ہے۔ اس کے وِپریت ہندو شو کی کتنی چھیچھالیدر ہوتی ہے کہ اسے وِبھتس (8) کہہ سکتے ہیں۔

یہ تو ہوئی راستے کی بات، شمشان کا دِرشیہ تو اور بھی گھر نو تپادک ہوتا ہے وہ لکڑی کی چتا، شو کا اس پر لٹا یا جانا، آگ کا لگنا، وہ چرانده، وہ ننگ دھڑ نگ لوگوں کا ڈنڈا لیے چتا کی لکڑیوں کا اکسانا اور شو کو الٹنا پلٹنا، وہ کپال کریا، وہ آنتوں کا پھوٹ کر باہر نکلنا، اتنا رومانچکاری دِرشیہ ہے کہ جو اس کے ابھیست (9) نہیں ہیں انھیں کئی دن تک گلانی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر شو کی کیا دُردشا ہو سکتی ہے؟ یہ سانست دیکھ کر سادھارن آدمی مرتیو سے بھے بھیت ہو اٹھے تو کیا آشچریہ ہے، اگر مرتیو نئے جنم کا دُوار ہے، تو اتنا اسندر، اتنا امانشی کیوں؟ مرتیو کو اتنے نگن، اتنے وِبھتس روپ میں دکھا کر ہم اپنی آتما کو دُربل کرتے ہیں۔ کیوں شَو داہ کا کوئی ایسا وِدھان نہیں سوچا جاتا ہے، جس سے مرتیو ہمارے سامنے اتنے امنگل روپ میں نہ آوے، ہم اس کا پیشا چک (10) تانڈو نہ دیکھ کر اس کا شانت ویبھو دیکھ سکیں۔ اپنے ہی پیاروں کو

1۔ کٹھور ستیہ۔ سخت حقیقت　2۔ ہردے شونیتا۔ دوسرے کے تئیں کوئی محبت نہ ہونا
3۔ مرم اسپرشی۔ دلکش۔ دل چھونے والا　4۔ چت۔ جی، من　5۔ موک ویدنا۔ چھپا ہوا درد
6۔ درو ِبھوت۔ دہشت یادکھ　7۔ انیشٹ۔ براحادثہ　8۔ وِبھتس۔ خطرناک
9۔ ابھیست۔ تجربہ، مشق، عادت　10۔ پیشا چک۔ شیطان وحیوان

آنکھوں کے سامنے اس دشا میں دیکھ کر چت میں وِراگ (1) اور جیون سے اُداسینتا اُتپن ہونا سوابھاوک ہے۔

جس ماتا کے اتپن میں ہم پلے، جن انگوں کے اسپرش (2) میں ہم نے اَپار سکھ کا انوبھو کیا، جس بالک کو ہم نے گود میں کھلایا اور جن متروں کے گلے لپٹ کر ہم نے سکھ کے دن کاٹے، انھیں کو یول جلتے، چٹکتے پھٹتے دیکھنا، ہردے کو کومل بھاؤناؤں سے شونیہ کر دیتا ہے اور شاید یہی کارن ہے کہ جیون میں ہماری چاہے جتنی دُردشا ہو، کتنا ہی اپمان سہنا پڑے ہم سب کچھ، شیر مادر کی طرح پی جاتے ہیں۔ کیا اپنے پِرِی جنو کی دُردشا کرنا بھی شاستروں میں لکھا ہوا ہے؟ کیوں ایسی وِبھتس لیلا دیکھ کر بھی ہم میں اس کے پرتی گھرنا نہیں اُتپن ہوتی، رواج شاستروں سے بھی زیادہ دیرگھایو (3) ہوتے ہیں یہ ستیہ ہے، لیکن یہ بھی ستیہ ہے کہ سمے کے پرواہ کے سامنے رواجوں کو ہمیشہ پراست (4) ہونا پڑا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس وشے میں بھی سدھار کیا جائے۔ یوروپ میں بھی کبھی کبھی شوداہ کی کریا ہوتی ہے، لیکن ہنتر وں کی مدد سے یہ لیلا اتنی جلد اور اتنے پُرشکرِت (5) روپ سے ساپت ہو جاتی ہے کہ آتما کی طرح دیہہ بھیشن ماتر (6) میں ادرشیہ ہو جاتی ہے۔

اس دُردشا کے بعد تب آتما کی شانتی کا کھڑاگ شروع ہوتا ہے اور تیرہویں دن برہمیہ بھوجن سے اس کی ساپتی ہوتی ہے۔ دھرم کے نام پر کیسے کیسے پاکھنڈ کیے جاتے ہیں، وہ پنڈ ادان (7) اور وہ مہاپاتروں کے نخرے اور وہ برادری والوں کا مونچھوں پر تاؤ دے کر دعوتیں اڑانا، ساری لیلا ہندو سنسکرتی کا بودھ ہوتا ہے انیہ دھرم یا جاتی والے ہمارے درشن گرنتھوں کو اور اپنشدوں کو پڑھنے نہیں آتے وے تو ہمارے رہن سہن کو ہی دیکھ کر ہماری وشے میں دھارن بنا لیتے ہیں شاید شوداہ کی درگتی دیکھ کر ہی چھتریوں اور سمادھیوں کا رواج پڑا ہوگا اس سمے جو پرتھا چلت ہے، اس میں سدھار اور سوروچی کی بڑی آوشیکتا ہے۔

مارچ 1934

1۔ وراگ۔ بیزاری 2۔ اسپرش 3۔ دیرگھایو۔ معمر۔ بزرگ۔ لمبی عمر کا 4۔ پراست۔ زیر، ہار، شکست
5۔ پُرشکرت۔ انعام یافتہ 6۔ بھیش ماتر۔ جسمانی شکل 7۔ پنڈ ادان۔ مرنے کے بعد کی رسم۔ روح کی بھلائی کے لیے

ہندو سماج کے وبھتس درشیہ۔2

اندھ وشواس۔ ہندو سماج کے پوجنے کے لیے کیول ایک لنگوٹی باندھ لینے اور دیہہ میں راکھ مل لینے کی ضرورت ہے، اگر گانجا اور چرس اڑانے کا ابھیاس بھی ہو جائے تو اور بھی اتم۔ یہ سوانگ بھر لینے کے بعد پھر بابا جی دیوتا بن جاتے ہیں۔ مورکھ ہے دھورت (1) ہیں، نیچ ہیں پر اس سے کوئی پریوجنا (2) نہیں۔ وہ بابا ہیں۔ بابا نے سنسار کو تیاگ دیا، مایا پر لات مار دی اور کیا چاہیے، اب وہ گیان کے بھنڈار ہیں، پہنچے ہوئے فقیر، ہم ان کے پاگل پن کی باتوں میں من مانی باریکیاں ڈھونڈتے ہیں، ان کو صدیوں کا آگار (3) سمجھتے ہیں۔ پھر کیا ہے بابا جی کے پاس مراد مانگنے والوں کی بھیڑ جمع ہونے لگتی ہے۔ سیٹھ ساہوکار، عملے پھیلے، بڑے بڑے گھروں کی دیویاں ان کے درشنوں کو آنے لگتی ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا ہے کہ ایک مورکھ دُراچاری، لمپٹ آدمی کیوں کر لنگوٹی لگانے سے سدھ ہو سکتا ہے۔ سدھی کیا اتنی آسان چیز ہے۔ ہم میں مستشک سے کام لینے کی مانوشکتی ہی نہیں رہی۔ دماغ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ بھیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ کنویں میں گریں یا خندق میں، اس کا غم نہیں جس سماج میں وچار مندتا کا ایسا پرکوپ ہو، اس کو سنبھلتے بہت دن لگیں گے۔

ہمارے اس اندھ وِشواس سے اپنا مطلب نکالنے والوں کے بڑے بڑے جتھے بن گئے ہیں۔ ایسی کئی جاتیاں پیدا ہو گئی ہیں، جن کا پیشہ ہی ہے اس طرح سوارتھ سے بھولے بھالے بھکشوں کو ٹھگنا۔ یہ لوگ روپ بھرنا خوب جانتے ہیں، باباؤں کی پیٹنٹ شیلی میں بات چیت کرنے کا اور نئے نئے ہتھکنڈے کا انھیں خوب ابھیاس ہوتا ہے۔ ایک سدھ بن جاتا ہے۔ کئی اس کے چیلے بن جاتے ہیں اور کسی اجاڑ استھان پر ڈیرا ڈال دیتے ہیں، مانو آدمیوں کے ساتھ سے بھی بھاگنا چاہتے ہیں. بھوگ ولاس میں لپت منشیوں سے کسی طرح کا سن (4) سرگ نہیں رکھنا چاہتے کسی طرح یہ افواہ اڑادی جاتی ہے کہ بابا جی

1۔ دھورت۔ چالاک 2۔ پریوجنا۔ مقابلہ۔ منصوبہ 3۔ آگار۔ اگوا۔ رہنما 4۔ سن سرگ۔ میل ملاپ

پھو ہاری ہیں، کیول ایک بار تو لا بھر دودھ پی لیتے ہیں، ایک دن، دو دن، یہ منڈلی نشکام (1) بھاؤ سے اجڑ میں گھات لگائے پڑی رہتی ہے۔ بس بھکتوں کا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ باباجی سنسار متھیا (2) ہے کا اپدیش دینے لگتے ہیں، ادھر گھی شکر اور آٹے کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ لکڑیوں کے کندے گرنے لگتے ہیں، کچھ بھکت لوگ ان تیاگیوں کے لیے کٹی بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور مرد بھکتوں سے کہیں ادھک سنکھیا استری بھکتوں کی ہوتی ہے۔ کوئی لڑکے کی مراد لے کر آتی ہے، کوئی اپنے پتی کو کسی سوتن کے روپ میں پھانس میں سے چھڑانے کے لیے۔ جن لفنگوں کو دو آنے روز کی مزدوری بھی نہ لگتی، وے ہی ہندوؤں کے اس اندھ وشواس کے کارن خوب تر مال اڑاتے ہیں، خوب نشہ پیتے ہیں، اور خوب موج کرتے ہیں اور چلتے وقت سو پچاس روپیہ کوئی برہمہ بھوج کرانے یا بھنڈار چلانے کے لیے وصول کر لیتے ہیں۔ سماج سیوا کا کوئی نہ کوئی آدھار یہ لوگ ضرور کھڑا کر لیتے ہیں، کوئی مندر بنوانے کا وَرت ٹھانے بیٹھا ہے، کوئی تالاب کھدوانے کا، کوئی پاٹھ شالا کھولنے کا، اور کچھ نہ ہوا تو تیرتھ یاترا تو ہے ہی۔ اتنی مورتیاں رامیش ورم کی یاترا کرنے جا رہی ہیں۔ ہندو ماتر کا کرتویہ ہے کہ انھیں رامیش ورم پہنچائے۔ بنا پھٹکری کے مال چوکھا کرنے کا یہ ویوسائے اتنا عام ہو گیا ہے کہ آج ہر پچیس آدمیوں میں ایک سادھو ہے۔ اور ایسے بھکشوں کی تو گنتی ہی نہیں، جو خیرات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ زیادہ نہیں تو پچیس کروڑ میں پانچ کروڑ تو ایسے لوگ ہوں گے ہی، جس سماج پر اتنے مفت خوروں کا بھار لدا ہوا ہے وہ کیسے پنپ سکتا ہے، کیسے جاگ سکتا ہے = یہ لوگ بار بار یہی پریتن کرتے رہتے ہیں کہ سماج اندھ وشواس کے گرت میں مور چھت پڑا رہے، چیتنے نہ پاوے، ہمیں خوب چکا چک مال کھلاؤ، سورگ میں تمھیں اس سے بھی بڑھیا مال ملے گا، اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔ سورگ کا روپ بھی کتنا موہک کھینچ رکھا ہے کہ ان لوگوں کی کلپنا شکتی کے قربان جایئے۔ مرتیہ لوک میں جو کچھ درلبھ ہیں، وہ سب یہاں گلی گلی مارا مارا پھرتا ہے ایسے سکھ کے لیے کسی بھکشک کو تھوڑا سا بھوجن کرا دینا، یا کسی دیوتا کو جل چڑھا دینا یا کسی ندی میں ایک ڈبکی لگا دینا کون خوشی سے سویکار نہ کرے گا۔ جب اتنی آسانی سے موکش مل سکتا ہے تو کسی سادھنا کی، گیان کی، سدویوہار کی ضرورت؟ اور آج بڑی بڑی زمینداریوں کے مالک کتنے ہی مہنت ہیں۔ ان کی لین دین کی کوٹھیاں چلتی ہیں، طرح طرح کے ویوسائے ہوتے ہیں اور بہودھا انھیں دانیوں کی سنتانیں، جنھوں نے جائداد مہنتوں کو دان دی تھی۔ آج انھیں مہنتوں سے قرض لیتی ہیں۔ ان کا بھوگ وِلاس اور ایشوریہ ہمارے راجاؤں کو بھی لجت کر سکتا ہے۔ اس جائداد کا اپیوگ اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مستنڈ کھائے، ڈنڈ پیلے اور ویبھا چار (3) کریں۔ راشٹر کے اُتھان یا جاگرتی میں وے بھی ایک بہت بڑی بادھا ہیں۔ اندھ وشواسی جنتا اب بھی ان پر

1۔ نشکام۔ بلاخواہش 2۔ متھیا۔ جھوٹ۔ توہم 3۔ ویبھا چار۔ غلط خیال

شردھا رکھتی ہے۔ وے اسے ایک چٹکی راکھ سے سورگ میں داخل کر سکتے ہیں۔ ایسی وبھوتی (1) اور کس کے پاس ہے؟ ان مہنتوں کے دُراچار، عیاشی اور پیشا چکتاؤں (2) کی خبریں کبھی کبھی پرکاش میں آجاتی ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کتنا پتن ہوگیا ہے۔ لیکن مرادیوں کو ان پر وہی شردھا ہے۔ ہم اتنے اکرمنیہ (3) ہوگئے ہیں، اتنے پروشارتھ ہین (4) کہ ہمیں اپنے پروشارتھ (5) سے زیادہ بھروسہ آشرواد پر ہے۔ ایک پرکار سے ہماری وچار شکتی لُپت ہوگئی ہے۔ ہمارے استھان کیا ہیں؟ ٹھگوں کے اڈے اور پاکھنڈوں کے اکھاڑے۔ جدھر دیکھیے دھرم کے ڈھونگ کا بازار گرم ہے۔ گلی گلی مندر گلی گلی پجاری اور بھکشک، پورے نگر کے نگر انھیں جیون سے آباد ہے، جن کا اس کے سوا کوئی ادھم (6) نہیں کہ دھرم کا ڈھونگ رچ کر بےوقوف بھکتوں کو ٹھگیں؟ جب جنتا خود ٹھگی جانا چاہتی ہے، تو ٹھگنے والے بھی ضرور پیدا ہوں گے، ضرورت ہی تو آوشکار کی ماں ہے۔

کیوں نہ دیش کنگال ہو۔ جس سماج پر ایک کروڑ کو تل موصل چندوں (7) کے بھرن پوشن کا بھار ہو، وہ نہ کنگال رہے تو دوسرا کون رہے۔ غریبوں پر بھی دھرم کا جتنا بڑا ٹیکس ہے اتنا شاید سرکار کا بھی نہ ہو کوئی گرہن لگا اور جنتا تیرتھ استھانوں کی اُور دوڑی۔ جو کچھ تن پیٹ کاٹ کر بچایا جاتا تھا، وہ سب اندھ وشواس کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اور آج سوراج بھی مل جائے اور یہ بھی مان لے کہ اس وقت کسانوں سے لگان کم لیا جائے گا اور ٹیکسوں کا بھار کم ہو جائے گا، پھر بھی اندھ وشواس کے سموہن (8) میں اُچیت جنتا اس سے زیادہ سکھی نہ ہوگی۔ تب اس کا پرلوک پریم اور بھی بڑھے گا اور وہ اور بھی آسانی سے پاکھنڈیوں کا شکار ہو جائے گی۔ اور اس آرتھک دَردرتا سے بڑھ کر اس اندھ وشواس کا پھل جنتا کی بودھک دُربلتا ہے، جو اس کی ساماجک اپیوگتا میں بادھک ہوتی ہے۔ اسے ندی میں غوطہ مار لینا یا شولنگ پر جل چڑھا دینا، کسی بھائی سے سہانو بھوتی رکھنے یا اپنے ویوہاروں میں سچائی کا پالن کرنے کی اپیکشا زیادہ پھل دا ایک معلوم ہوتا۔ اس نے اصلی دھرم کو چھوڑ کر، جس کا مول تتو ہی سماج کی اپیوگتا، دھرم کے ڈھونگ کو دھرم مان لیا ہے۔ جب تک وہ دھرم کا یہ اصلی روپ نہ گرہن کرے گا، اس کے اُدّھار (9) کے آشا نہیں۔ شکشت سماج کے سامنے جتنی سمسیائیں ہیں، ان میں شاید سب سے کٹھن یہی سمسّیا ہے۔ یہاں اسے اَندھ وِشواس کی پوشک (10) پربل شکتیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جو اننت کال سے جنتا کی وچار شکتی پر قبضہ جمائے ہوئے

1۔ وبھوتی۔ بڑی چیز، قابلیت 2۔ پیشا چکتاؤں۔ شیطانوں 3۔ اکرمنیہ۔ حملہ آور 4۔ پروشارتھ ہین۔ نامردی 5۔ پروشارتھ۔ جواں مردی 6۔ ادھم۔ کام دھندہ 7۔ تل مسل۔ 8۔ سموہن۔ کسی کو ماتحت کرلیا 9۔ اُدّھار۔ اصلاح 10۔ پوشک پربل۔ طاقت ور

ہے۔ کتنا وِبھتس (1) ہے وہ درشیہ کہ ایک موٹا سا جٹا دھاری جیو دھوتی جلائے بیٹھا ہوا ہے اور ایک درجن منشیہ اس کے پاس بیٹھے چرس کے دم لگا کر اپنے جیون کو سپھل کرر ہے ہیں۔ جنتا کی منورتی جب تک ایسی ہے، کیول راج نیتک ادھیکاروں سے اس کا کلیان نہیں ہوسکتا۔

سو بھاگیہ سے اب دیش میں ایسے سچے سنیاسیوں کا ایک دل نکل آیا ہے، جو سماج سیوا کی اور راشٹری جاگرتی کو اپنے جیون کا دھیہ بنائے ہوئے ہیں، لیکن ابھی تک اس نے نکمے سادھوؤں میں جاگرتی اتپن کرنے کے جتنے پریتن کیے ہیں، وے سپھل نہیں ہوئے۔ نہ جانے کب وہ شبھ اوسر آئے گا کہ ہمارا سادھو سماج اپنے کرتویہ کو سمجھ جائے گا اور یہ سمجھ جائے گا کہ اس کے ہاتھوں میں دیش کو جگانے کی کتنی بڑی شکتی ہے۔

26مارچ1934ء

1۔ وِبھتس۔خراب۔گھناونا

ہندو سماج کے وِبھتس درشیہ۔3

مندروں پر ایک درشٹی

ہندو سماج کا پرم پوتر تتھا مانیہ مندروں کی اُور درِشٹی (1) پات کرنے سے ہردے کانپ اٹھتا ہے۔ وہاں کی دشا دینیہ ہی نہیں، چنتا جنک بھی ہے۔ جہاں بھکتی کی گیان کی آتم سادھن کی تتھا تپسیا کی نرمل دھارا بہا کر لوگوں کے جیون دُوش کرتیوں (2) کا کیندر دیکھ کر آتما رو اٹھتی ہے۔ انھیں دیکھ کر ایک زوردار پرشن اٹھتا ہے، کہ کیا یہی مندر ہیں؟ کیا یہی بھگوان کا نواس ہے؟

یہ بات اب تک کسی سے چھپی نہیں ہے کہ ان مندروں کی آڑ میں آج بڑے بڑے لجا جنک کرتیہ ہو رہے ہیں۔ پجاریوں کا، مہنتوں کا اور دھرم گروؤں کا، جیون بھیانک ولاستا (3) سے بھرا ہوا ہے۔ وہ مندروں کی آڑ میں جگھنیہ (4) سے جگھنیہ کرم کرتے نہیں شرماتے۔ ایشور کو گانا سنا کر خوش رکھنے کے لیے انھیں ویشیائیں چاہیے۔ اس بہانے وے اپنی راکشسی (5) کامنا کو پورن کرتے اور اپنے جیون کو وِلاس واسنا اور پتن کے گہرے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ تس پر بھی، ہندو سماج کے لیے وے پوجیہ ہے، مانیہ ہیں اور دیوتا تیہ ہیں، کیونکہ وے پجاری ہیں، مہنت ہیں اور دھرم گرو ہیں، پرتی دن انیک بھولی بھالی تتھا دھرم بھیرو یوتیاں پنیہ کمانے کے لیے مندروں میں پہنچتی ہیں اور وے ان ایشور کے پرتی نِدھیوں کے دُوارا یا ان کے سنکیت ماتر سے غائب کر دی جاتی ہیں۔ اور ان کی کام واسنا کی شکار بن جاتی ہیں۔ ہندو سماج کو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ پرتی دن اس کی آنکھوں کے سامنے ایسے دِرشیہ آتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر، زبان پر تالا لگا کر چپ ہیں، کیونکہ آخر وے لوگ دھرم کے ٹھیکے دار ہیں۔

جہاں ان پجاریوں تتھا دھرم گروؤں کا جیون سیدھا سادا، پوتر اور تیاگ تپسیا سے پورن رہنا چاہیے، وہاں آج وے ان سب باتوں کے وِپریت سدگڑ دوں کے بھنڈار بنے ہوئے ہیں۔ ان کے وِشے میں کیا کیا جائے، دکھلانے کے لیے وے بڑے سنیمی (6) ہیں اور تپ تتھا بھکتی کے ساکشات اوتار ہیں، لیکن

1۔درشٹی پات۔توجہ،نظر کرنا 2۔کرتی۔تخلیق 3۔ولاستا۔ضرورت سے زیادہ کام
4۔جگھنیہ۔سخت، گہرا 5۔راکشسی کامنا۔راکشسوں جیسی خواہش 6۔سیمی۔سیدھا۔سادا سامی

اچھی طرح دیکھنے پر ہی ان کا اصلی روپ پرکٹ ہوتا ہے۔ ان میں ٹھونگ، چھل اور کپٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ان کا چرِتر ادبھُت ہے۔ مانس، مچھلی، شراب، گانجا، بھنگ، افیم، آدی چیزوں کے بنا ان کا کام نہیں چل سکتا۔

اب دیش کے پرتی ان کے ویوہار پر بھی درشٹی پات کیجیے۔ وے کھدر کے کپڑوں کو سوپن میں بھی دیکھنا پاپ سمجھتے ہیں، دیشی ملوں کا بڑھیاں کپڑا ان کے کومل شریر پر چبھتا ہے۔ گڑتا ہے اور اس سے ان کا شریر چھل جاتا ہے ان کے لیے تو خاص مانچسٹر کا بنا ہوا، مہین سے مہین ململ چاہیے۔ دیشی اور ودیشی کا پرشن ان کے لیے ایک بیوقوفی کا پرشن ہے۔ ان کو دیشی سے کیا مطلب، انھیں دیش سے کیا سروکار؟ وے تو دیش کے دھرم گرو ہیں مہنت ہیں پجاری ہیں۔ اس لیے وے جن سماج کے لیے پوجیہ ہیں۔ ان کی باتوں میں ان کے کاریوں میں کسی کو ہستکشیپ (1) کرنے کا کیا ادھیکار۔ ان کے آنند میں کسی کو وِگھن ڈالنے کا، بادھا ڈالنے کا کیا حق؟

اور جب دیش میں کوئی اچھی بات ہوتی ہے، کوُپرتھاؤں کے وِرودھ آواز اٹھائی جاتی ہے۔ پرچار کیا جاتا ہے پرانی اور لجاجنک روڑھیوں کو مٹا ڈالنے کا پرشن کیا جاتا ہے، یا کوئی دیش ہتکاری نیم یا بل پاس ہوتا ہے تو یہ دھرم کے ٹھیکیدار، سمے کو نہ دیکھتے ہوئے، اپنے نیچ سوارتھ سادھن کے لیے ایسے کاریہ کے وِرودھ اپنی پوری طاقت لگا دیتے ہیں۔ جنتا دوارا کیے ہوئے روپیوں کو جنتا کے ہی وِرودھی کاریوں میں وِیے کرتے ہیں۔ روپیوں کو پانی کی طرح بہا کر وے ایسے کاریوں کے وِرودھ آواز اٹھاتے ہیں، اور دیش ہت وِرودھی پرچار کرنے کا پریتن کرتے ہیں۔ جنتا کا روپیہ جنتا کے وِرودھ ہی میں خرچ کرتے انھیں ذرا بھی سنکوچ نہیں ہوتا۔ سنسار کے بیچ ان کا یہ کاریہ انوکھا ہے اور کرتگھنتا (2) کا ایک جولنت اداہرن ہے، پر وے اپنی پوری شکتی لگا کر بھی دیش کو ست پتھ (3) پر جانے سے نہیں روک سکتے، کیونکہ ان میں کوئی بل نہیں ہے، شریرک، مانسک، آتمک تتھا نیتک بل کے بھیشن ابھاؤ ہی نے انھیں پتن کے گہرے گرت میں گرا دیا ہے۔ ان کی بدھی کو اگیان کے کالے بادلوں نے گھیر رکھا ہے اسی کارن وے اپنے اَہت کی بات ہت کی اور ہت کی بات اہت کی سمجھ رہے ہیں۔ بھلا گرا ہوا اور نہ ہ شکت (4) منشیہ سمے کی شکتی شالی لہر کو کیسے روک سکتا ہے؟

مندروں کے یہ وِدھاتا گن نئے یگ کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ نئے زمانے کی زوردار لہر کے وِرودھ کھڑے ہونے میں انھیں سکھ ملتا ہے، پر یہ نشچت ہے کہ یدی انھوں نے یہی کرم رکھا، یدی ان کا یہی

1۔ ہستکشیپ۔ مداخلت 2۔ کرتگھنتا۔ احسان فراموشی 3۔ ست پتھ۔ سچائی کی راہ 4۔ نہ ہ شکست۔ کمزور

حال رہا تو وہ دن بھی دور نہیں ہے جب کہ نوین یگ کی پر چنڈ شکتی (1) ان کے استتو کو ہی مٹا دے گی۔ یدی انھیں اس بات پر ذرا بھی سندیہہ ہو، تو وے انیہ دیشوں کی اور درشٹی پات کریں۔ وے یہ دھیان سے دیکھیں کہ نئے زمانے کی لہر سے دوررہ کر روس کے پجاریوں، مہنتوں اور دھرم گرووں نے کیا پھل پایا۔ یہ بات پرانی نہیں ہے کل کی ہے۔ یہ بات انھیں ایک بھاری سنکٹ (2) کی سوچنا دے رہی ہیں اور انھیں کر رہی ہیں۔ تس پر بھی یدی وے نہیں چیتے، تو جوان کے بھاگیہ میں لکھا ہے، سو تو ہوگا ہی، کنتو پھر ان کے لیے کوئی اوسر نہ (3) رہے گا۔ سب سے اچھا تو یہ ہو، کہ وے اپنے کو سدھاریں، نوین یگ کے انوکول (4) بنائیں۔ اسی میں ان کا ہت ہے، کلیان ہے سمے کی لہر بہت بلوان ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی شکتی دُوارا بھی نہیں روکی جا سکتی۔ دیش کی دَشا کو بھلی بھانتی دیکھتے ہوئے دھرم کے آڈمبروں، (5) اس کی روڑھیوں (6) اور راکششی نیموں سے مکت (7) کر کے ہی وے اپنا، اپنے دھرم کا، اپنے سماج تتھا اپنے دیش کا سب سے بڑا ہت (8) کر سکیں گے اور جنتا کے ہردیوں میں اونچا استھان پراپت کر سکیں گے۔

اپریل 1934ء

1۔ ہر چنڈ شکتی۔ بڑی طاقت 2۔ سنکٹ۔ مصیبت 3۔ اوسر۔ موقع 4۔ انوکول۔ موافق

5۔ آڈمبر۔ دکھاوا۔ نمائش 6۔ روڑھی۔ غلط روایتی 7۔ مکت۔ رہا، آزاد 8۔ ہت کر۔ فائدہ مند

سودیشی کی آڑ میں لوٹ

سودیشی وستوؤں کا دن دونا پر چار دیکھ کر جہاں ہمیں ہرش (1) ہوتا ہے، وہاں یہ دیکھ کر کھید (2) بھی ہوتا ہے کہ گراہک کے تیاگ کے بھاؤ کا ویاپاری سماج کتنا انوچت لابھ اٹھا رہا ہے۔ کوئی سودیشی چیز خریدیے، وہ اسی دام کی ودیشی چیز سے یا تو مہنگی ہوگی، یا اگر ایک دام ہوئے تو مال گھٹیا ہوگا۔ نئے ویوسایوں کے وشے میں تو کچھ کہنا نہیں، لیکن جو مال آج پچاس سال سے بنتا آتا ہے وہ کیوں ودیشی مال سے گھٹیا یا مہنگا ہو۔ اگر گراہک سے تیاگ کی آشا کی جاتی ہے تو مل کے کروڑ پتی مالکوں کو کیوں کچھ تیاگ کرنے کی پریرنا نہیں ہوتی۔ یہ تو سراسر زبردستی ہے کہ غریب گراہک تو ایک کی جگہ سوا خرچ کریں اور دھن وان مل آنر دونوں ہاتھوں سے اپنا گھر بھر لیں۔ اس بیکاری کے زمانے میں آدمی کو ایک ایک پیسے کی تنگی ہے۔ مزدوری بھی سستی ہوگئی ہے، کچا مال بھی سستا ہوگیا ہے۔ پر کپڑے کا دام جیوں کا تیوں ہے۔ گراہک یدی ایک کا سوا دیتا ہے تو یہ نشچت (3) ہے کہ وہ اپنا کوئی دوسرا ضروری خرچ کم کر دیتا ہے۔ دوسرا خرچ یہاں پیٹ کے سوا اور ہے ہی کیا۔ ہم پیٹ کاٹ کر مہنگا سوادیشی مال خریدتے ہیں۔ ادھر مل مالک اسی طرح شان سے جیون کے سکھ بھوگ رہا ہے۔ اس کے ولاس میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی۔ وہ تو یہی چاہتا ہے کہ بھارت میں اور کہیں کا مال نہ آنے پاوے اور وہ اپنی چیزوں کے منھ مانگے دام کھڑے کرے، لیکن یہی نیتی بہت دن نہیں چل سکتی، نہ جنتا کو ہمیشہ مغالطے میں رکھا جاسکتا ہے۔ اگر مل مالکوں کی لولپتایوں (4) ہی بڑھتی رہی، تو جن مت کی دھارا اپلٹ جائے گی اور پھر پرستھتی (5) کو سنبھالنا کٹھن ہوجائے گا۔ سودیشی، راشٹر کے پرتی ورت (6) ہے اور اس وقت کا پالن دونوں اُور سے ہونا چاہیے۔ مل مالکوں کا کرتویہ ہے کہ وے اپنے مال کو اسی تیاگ بھاؤ سے ستا بیچنے کا ادھوگ کریں۔ جس تیاگ بھاؤ سے گراہک ان کا مال خریدتا ہے۔

19 / اکتوبر 1932

1۔ ہرش۔ خوشی 2۔ کھید۔ دُکھ 3۔ نشچت۔ یقینی 4۔ لولپتا۔ شامل ہونا۔ لالچ 5۔ پرستھتی۔ حالت 6۔ وَرت۔ تیاگ

پریاگ کی سودیشی پردرشنی

بُدھوار کو پریاگ میں سودیشی پردَرشنی کھل گئی۔ گت ورش آنند بھون میں پردَرشنی (1) ہوئی تھی۔ اس ورش آنند بھون پر پولیس کا قبضہ ہے۔ اس لیے اسوتھر کی کوٹھی میں پردرشنی ہورہی ہے۔ اب کی قریب دوسو دکانیں آئی ہیں، جن میں مرشد آباد، جیسور، پنجاب، آدی دور دور کی دکانیں ہیں۔ دکانوں کی روشنی اور صفائی سراہنی (2) ہے۔ ہم شری یت موہن لال جی نہرو اور ان کے سہکاریوں کو اس سپھل ادھوگ پر بدھائی دیتے ہیں۔ زندگی میں جن چتروں کی سادھارنتا ہر گرہستھ کو ضرورت پڑتی ہے پرایہ سبھی یہاں مل سکتی ہیں۔ اگر ہم ایک بار سودیشی کا ورت لے لیں۔ تو ہمیں بہت کم چیزوں کے لیے باہر والوں کا منھ دیکھنا پڑے گا۔ کھادی کے لیے پرتھک پربندھ کیا گیا ہے۔ ہمیں ایک دکان پر بھن بھن پرکار کی کھاد دیکھ کر بڑی پرسنتا (3) ہوئی۔ آلو کے لیے، اوکھ کے لیے، پھولوں کے لیے الگ الگ کھادیں تیار کی گئی ہیں۔ کسانوں کی ضرورت کی یہ ایک چیز ہمیں نظر پڑی۔ اس کے سوا سبھی چیزیں شکشت سماج کی ہی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ کسی نے کرشی وشیک (4) کوئی چیز نہیں بھیجی۔ شاید آسویدھا کے کارن ایسی چیزوں کا پربندھ نہ کیا جاسکا ہو۔ بدھوار کو پریاگ کا کوئی ابھاگا ہی آدمی ہوگا، جو پردرشنی میں نہ پہنچا ہو۔ سودیشی پریم کی یہ لہر دیکھ کر کس کا ہردے آنند اور گرو سے نہ پھول اٹھے گا۔ لیکن جہاں جنتا کے ہردے میں سودیشی وستوؤں کے ویوہار اور پرچار میں اتنی لگن ہے، وہاں ان چیزوں کے ویوسائیوں (5) میں چیزوں کو چھوڑ کر اور سب چیزوں میں جنتا کو تیاگ کرنے کی ضرورت ہے کنتو تیاگ کے آدھار پر کوئی ویوسائے بہت دنوں تک سپھل نہیں ہوسکتا ہے۔ اسے تو ویوپار کے نیموں کا پالن کرنے ہی سے استھائتو (6) پراپت ہوگا۔

31/ اکتوبر 1932ء

1۔ پردرشنی۔ نمائش، میلہ 2۔ سراہنی۔ قابل تعریف 3۔ پرسنتا۔ خوشی 4۔ کرشی وشیک۔ کھیتی سے متعلق
5۔ ویوسائے۔ ذریعہ روزگار 6۔ استھائتو۔ ایک جگہ قائم رہنا

سودیشی پر مالویہ جی

گت 21 ر اگست کو کلکتہ میں سودیشی کمرشیل میوزیم، کا ادگھاٹن کرتے ہوئے پنڈت مدن موہن مالویہ نے سودیشی کے سمبندھ میں نمن لکھت مہتو پورن اُدگار (1) پرکٹ کیے تھے۔ ''بھارت کے سمست مہان نیتا، جیسے تلک، سی آرداس، مہاتما گاندھی، سودیشی پرچار پر بہت ادھک زور دیتے آئے ہیں۔ سروپرتھم جنگ بھنگ سے اس آندولن کو وشیش روپ سے اتیجنا ملی۔ اس کے بعد پچیس ورش سے ہم اس کو اتیہ ادھک مہتو پردان کرتے رہے ہیں۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ اب یہ آندولن (2) بہت شکتی شالی ہو چکا ہے تو بھی بڑی لجا کا وشے ہے کہ اب بھی اس سمبندھ میں بہت سا کاریہ کرنے کو شیش ہے۔''

'جیون نرواہ کے لیے کپڑا ایک بڑا ضروری وستو ہے۔ بھارتی ملیں اور کرگھے ابھی تک اس آوشیکتا کی پورتی نہیں کر سکے ہیں۔ یہ بڑے ہی آشچریہ (3) کا وشے ہے کہ باہر والے بھارت کے بازار سے روئی خرید کر، اسے جہاز پر لاد کر اپنے دیش میں لے جاتے ہیں اور وہاں سے اس کا کپڑا بنا کر پھر اس دیش میں بھیجتے ہیں پھر بھی وہ کپڑا دیش کی ملوں کے کپڑے سے سستا پڑتا ہے۔ جاپان کی اس سمے بھارتی بازار میں پردھانتا ہے اور اس نے اس وِشے میں لنکا شائر کو بھی مات کر دیا ہے۔ پر ہمارے لیے جاپان اور لنکا شائر دونوں وِدیشی ہیں۔ اور اس لیے ہم کو ان دونوں کے مال کا اُپیوگ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم کو ایک ماتر یہ وِچار کرنا چاہیے کہ ہم بھارت میں بنی چیزوں سے کس پرکار اپنی آوشیکتاؤں کی پورتی کر سکتے ہیں؟ انگلینڈ اب تک مکت دوار واڑ جیہ (4) کی نیتی پر گرو کیا کرتا تھا اور وانجیہ نیتی کا پوشک تھا۔ اب اس نے مکت دوار واڑ جیہ نیتی کو دھتا (5) بتا دی ہے اور سمست گریٹ برٹین میں، انگریزی مال خریدو، کا آندولن بڑے شور سے ہو رہا ہے۔ اس سے بھی سنتشٹ نہ ہو کر اس نے اوٹاوا میں سامراجیہ ویاپی سودیشی آندولن کو جنم دیا ہے۔ جب انگلینڈ جیسے دیش کو جواب تک ویوسائک جگت میں سروچ استھان پر اَدھشٹھت تھا، اپنے دیش کی بنی چیزوں کو ویوہار میں لانے کا آندولن کرنا پڑ رہا ہے، تو بھارت ورش کے لیے سودیشی پرچار کے آندولن میں شکتی لگانے کی کتنی ادھک آوشیکتا ہے، یہ سمجھنا کٹھن نہیں ہے۔

31/ اکتوبر 1932ء

1۔ اُدگار۔ نکلنا 2۔ آندولن۔ تحریک 3۔ آشچریہ۔ تعجب خیز 4۔ وانجیہ۔ تجارت 5۔ دھتا۔ نظر انداز کرنا اہمیت نہ دینا

بھارتیہ چینی کے کارخانوں کا انیائے

سودیشی چیزوں کو پروتساہن (1) دینا ہر یک ہندستانی کا دھرم ہے، لیکن کارخانوں کے سوامیوں کا بھی جنتا کے پرتی کچھ کرتویہ ہے اسے وے بھول جاتے ہیں۔ ایک ہی دام کی دیشی اور وِدیشی چیز لیجیے۔ دیشی چیز آپ کو گھٹیا ملے گی۔ چینی کا بھی وہی حال ہے۔ ودیشی چینی کا جب سے بہشکار (2) ہوا ہے، یہ ویوسائے بڑی اُنتی کر رہا ہے مگر چینی کے کارخانوں کے مالک انیہ سودیشی ویاپاریوں کی ہی بھانتی گھٹیا سے گھٹیا مال گراہکوں کے ہاتھ بیچ کر اپنا الوسیدھا کرنا ہی اچت سمجھتے ہیں۔ ابھی حال میں چینی کے ایک وشیشگیہ (3) نے بھارتی چینی کے ویوسائے پر آلوچنا کرتے ہوئے کہا تھا کہ ودیشی چینی میں برائے نام میل رہتا ہے۔ لیکن بھارت کی چینی میں بہت زیادہ میل رہتا ہے۔ ہمیں آشا ہے، ہمارے چینی کے کارخانے دار اس چیتاؤنی پر وِشیش روپ سے دھیان دیں گے۔ ودیشی چینی پر سرکار نے کر لگا کر دیشی چینی کی رکشا کی ہے، لیکن یدی کارخانے دار اس رکشا کا دروپیوگ (4) کریں گے، تو وے جنتا کا سہیوگ اور سہانوبھوتی (5) کھودیں گے اور ان کی ارتھ لولپتا کے ہاتھوں ایک بڑھتے ہوئے ویوسائے کو دھکا پہنچنے کی سمبھاؤنا ہے۔ بھارتی کرشکوں (6) کے ہاتھ میں اب لے دے کر یہی اوکھ کی کھیتی رہ گئی ہے۔ اگر کارخانے دار جنتا کو میلی چینی کھلا کر اپنی جیب گرم کرتے ہیں تو لوگ وِوش (7) ہو کر ودیشی چینی کھانے لگیں گے۔ اور چینی کے کارخانوں کا دیوالیہ ہو ہی جائے گا۔ بیچارے کسان مفت میں مارے جائیں گے۔ اور میلی چینی کا سواستھ پر کیا اثر پڑتا ہے اس کی کھوج تو کوئی ڈاکٹر ہی کر سکتا ہے، پر اتنا تو سبھی جانتے ہیں کہ میل شریر کے اندر پہنچ کر کوئی لابھ نہیں پہنچاتا۔

7ر نومبر 1932ء

1۔ پروتساہن۔ ہمت افزائی 2۔ بہشکار۔ مخالفت 3۔ وشیشگیہ۔ ماہرفن 4۔ دُروپیوگ۔ بے جا استعمال

5۔ سہانوبھوتی۔ ہمدردی 6۔ کرشک۔ کسان 7۔ وِوش۔ مجبور

اصلی اور نقلی سودیشی چیزیں

کئی دن ہوئے پروفیسر رام داس جی گوڑ نے ''آج'' میں ایک پتر لکھ کر بتلایا تھا کہ آج کل جن فاؤنٹن پنوں کو ہم سودیشی کہتے ہیں۔ وے سروتھا(1) وِدیشی ہیں، ان میں کوئی بھاگ سودیشی نہیں، سبھی چیزیں ودیش سے منگا کر یہاں جوڑ لی گئی ہیں۔ یہی قلمیں دھڑلے سے بازار میں سودیشی کے نام سے بک رہی ہیں اور جنتا کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔ مگر ان قلموں کے اتیرکت اور بھی کتنی ودیشی چیزیں سودیشی کے نام سے بک رہی ہیں اور جنتا کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔ کتنی ہی سوگندھ،(2) کتنی ہی اونی اور ریشمی چیزیں، کتنے ہی شیشے اور چینی کے سامان، کتنے ہی طرح کے کاغذ یہاں سودیشی کے روپ میں بک رہے ہیں، حالانکہ لیبل کے سوا ان میں کچھ بھی سودیشی نہیں ہے۔ ایسے دھوکے باز ویاپاری اس سودیشی کی ہوا میں جتنا لوٹنا چاہیں لوٹ لیں۔ مگر ایک دن ان کا پردہ فاش ہو جائے گا۔ اور اس دھوکے بازی کا پھل انھیں بھوگنا پڑے گا۔ سودیشی میلے کے ویوستھا(3) پکوں سے ہمارا یہی انورودھ ہے کہ وہ بنا اچھی طرح جانچ پڑتال کیے ویاپاریوں کو اسٹال نہ دیا کریں۔ دھوکے بازوں کے گھس آنے سے یہی نہیں ہوتا ہے کہ ودیشی مال کی کھپت ہوتی ہے، بلکہ سچی سودیشی وستو کو ابھرنے کا اوسر ہی نہیں ملتا۔

14 رنومبر 1932

1۔ سروتھا۔ پہلے پہل　　2۔ سوگندھ۔ خوش بو　　3۔ ویوستھا۔ انتظام

شکر ملوں کی دھوم

آج کل شکر ملوں کی دھوم ہے جن علاقوں میں اوکھ پیدا ہوتی ہے، وہاں آئے دن نئی ملیں کھلتی جارہی ہیں۔ سنتے ہیں، جاوا چینی پر آیات کر لگ جانے کے کارن یہاں کے کارخانوں کو خوب نفع ہو رہا ہے۔ کسی کسی مل کو تو ساڑھے تین روپیہ من کا نفع ہو رہا ہے۔ بھلا ایسا نفع دیکھ کر ویاپاری سماج کی لار کیوں نہ ٹپک پڑے۔ لیکن ویاپاری سماج کو ان ملوں سے فائدہ ہوجائے، کسانوں کو سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ مل کے مقابلے میں وہ شکر تیار نہیں کر سکتے اور گڑ کی، شکر کے مقابلے میں کھپت نہیں۔ ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں رہ جاتا ہے کہ اوکھ لاکر مل میں پٹک دے اور جو کچھ ہاتھ لگے اسے بھاگتے بھوت کی لنگوٹی سمجھ کر اپنی تقدیر ٹھوکتے ہوئے گھر کی راہ لیں۔ ابھی تو وہ اگہن سے ہی اوکھ کی پیرائی میں لگا رہتا ہے اور پھاگن تک یہ کرم جاری رہتا ہے۔ اتنے دنوں اسے روز تھوڑا بہت رس پینے کو مل جاتا تھا، کچھ گڑ یا کھانڈ سال بھر کھانے کو رکھ لیتا تھا اور اوکھ کے اگولے اور جوٹھن اس کے جانور کھاتے تھے۔ اور یہ اگہن، پوس، ماگھ، پھاگن چار مہینے جو کسانوں کے لیے بڑے ٹھالے کے دن ہوتے ہیں۔ رس، گڑ اور تھوڑے سے اناج کے سہارے کٹ جاتے تھے۔ کھانڈ، راب یا گڑ کا خرچ اس کے یہاں سال بھر رہتا ہے۔ یہی اس کا ناشتہ ہے، یہی اس کے مہمانوں کی خاطر داری کا مان ہے۔ گڑ کے بغیر اس کا وواہ نہیں ہوسکتا، لیکن مل کا یہ بھوت اس کا رَکت چوس لیتا ہے۔ اسی طرح جیسے لنکا شائر ملوں نے اس کے جلاہوں اور کوریوں کا خون چوس لیا۔ مل والے گنتی میں تھوڑے ہیں۔ وہ جب چاہیں آپس میں سنگھٹن (1) کر کے اوکھ کی درآمدی کر سکتے ہیں اور واستو میں ایسا ہو بھی رہا ہے، کسان آپس میں سنگھٹت نہیں ہو سکتے۔ لاکھوں کروڑ کا سنگھٹت ہونا اسمبھو (2) سا ہی ہے۔ اس لیے وے مل والوں کی دیا پر پڑنے کے لیے مجبور ہیں۔ بے چارے اپنی یا بھاڑے کی گاڑی پر اوکھ لاد کر لاتے ہیں، جاڑے پالے میں کئی کئی دن مل کے احاطے

1۔ سنگھٹن۔ تنظیم 2۔ اسمبھو۔ ناممکن

میں کسی پیڑ کے نیچے پڑے رہتے ہیں اور مل کے دلالوں کو خاصی رشوت دے کر تب اپنی اوکھ تلوا پاتے ہیں۔ اور ملیں دنا دن کھل رہی ہیں۔ اور دیش میں اُنتی ہو رہی ہے۔ جو دھن لاکھوں کروڑوں کے ہاتھ میں جاتا تھا، وہ اب تھوڑے سے ویوسائیوں کے ہاتھوں میں جمع ہو رہا ہے۔ مگر اس کی دوا کسی کے پاس نہیں۔ بھارت والے مل نہ کھولیں گے تو انگریز آ کر کھولیں گے۔ کسانوں کے لیے کہیں شرن (1) نہیں ہے۔ ان میں ادھک تر تو مل والوں سے پیشگی روپیہ لے کر اپنی غلامی کا پٹا لکھا لیتے ہیں۔ اس کا علاج کچھ نہیں۔ ویوسائے کا یہ یُگ ہے اور ہم چاہیں یا نہ چاہیں اس کے چکر سے بچ نہیں سکتے۔

27/مارچ 1933

1۔ شرن۔ پناہ

سودیشی

داستا تھا (1) دردرتا (2) سے دونوں ہی مہان کشٹ دا یک (3) تھا ایمان جنک روگوں سے، رکشا کا ایک ماتر اُپائے سودیشی کو اپنانا ہے۔ من سے، وَچن سے، کرم سے، سودیشی، ہو جانا، ایک کچا دھا گا بھی ولائتی نہ خریدنا، یہی ایک مہامنتر ہے، جس کو جپ کر برٹین نے آدھی دنیا اپنے ادھیکار میں کر لی، امریکا سورن بھومی بن گیا اور جاپان ایشیا کا برٹین بنا ہوا ہے۔ اسی ایک منتر کا پاٹھ پہلے بھارت کرتا تھا۔ چین کرتا تھا، اور دونوں ابھیودے (4) کے اونچے پد پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس دن سے بھارتی بازاروں میں ولائتی مال بھر گیا، بھارت کا گورولٹ گیا۔ جس دن سے چین نے، جس نے سُیم کاغذ بنانے کا طریقہ دنیا کو سکھلایا تھا، ولائتی کاغذ تک اپنی دکانوں میں بھر لیا، اسی دن چین کی سوادھینتا کی مرتیو کا گھنٹہ ولائتی گرجا گھروں میں بجنے لگا۔

سودیشی کی مہانتا شبدوں میں نہیں سمجھائی جا سکتی ہے۔ جب ہم اپنے شریر پر اپنے کمرے میں، اپنے پاس ایک تنکا بھی ولائتی رکھتے ہیں، جبکہ ہم اس کے استھان پر دیشی تنکا رکھ سکتے ہیں، تو یہ اَسپشٹ ہو جاتا ہے کہ ہم اس تنکے کے برابر اپنا رَکت سُیم چوس رہے ہیں، اپنے بھائی کے سامنے کی تھالی اٹھا کر دوسروں کو دے رہے ہیں۔ سودیشی کی پوجا سمراٹ سے رنک (5) تک کرتے ہیں۔ برٹش سمراٹ پنجم جارج نے ایک کسی سرکاری کاریالیہ کا نرکشن (6) کیا، وہاں برٹین کے بنے ٹائپ رائٹر کے بجائے امریکن ٹائپ رائٹر کا اپیوگ ہوتے دیکھ کر انھیں بڑا دکھ ہوا۔ آج بھارت میں لاکھوں یوروپین رہتے ہیں، آپ ذرا ان کے ساتھ باہر چلے جائیے۔ جرمن جرمنی کا بنا سامان خریدتا ہے، برٹش برٹین کا بنا ہوا۔ ہمارے یہاں کتنے ایسے دیشی نریش ہیں جن کے دفتروں میں دیش کی بنی چیزیں کام میں آتی ہیں، یا جو ولایت جا کر یہ پوچھتے ہیں کہ "آپ کے یہاں امک وستو (7) بھارت کی بنی ہوئی ملتی ہے۔"

1۔داستا۔غلامی 2۔دردرتا۔غریبی 3۔کشٹ دایک۔نقصان دہ 4۔ابھیودے۔جاگنا۔اٹھنا۔ترقی کرنا
5۔رَنک۔غریب 6۔نرکشن۔حفاظت 7امک وستو۔کوئی چیز

سودیشی کو نہ اپنانا ایک راشٹری دُرگن (1) ہے۔ سودیشی سامان مہنگا پڑسکتا ہے، پر اپنے گھر کا مال مہنگا پڑنے پر بھی خریدا جاتا ہے۔ سودیشی مال خراب ہوسکتا ہے، پر اپنی بھول کے لیے اپنے ہی منھ میں چپت کتنے آدمی مارتے ہیں؟ اپنا اپرادھ سب سے پہلے کشمیہ (2) ہوتا ہے۔ ٹھیک یہی دشا سودیشی کی بھی ہے۔

سودیشی میں سب سے پہلے کپڑے کا استھان ہے۔ ولائتی کپڑا پہننا واستو میں دیش کے پرتی انیائے ہے۔ ایشور کے پرتی انیائے ہے۔ اپنا دیش جب اپنا مال بناتا ہے تو پھر باہری مال کیوں خریدا جائے۔ ہم، بہشکار، کا پاٹھ نہیں پڑھا رہے ہیں۔ کسی کے پرتی بھید بھاؤ نہیں پھیلا رہے ہیں۔ دھرنا دینے کی صلاح نہیں دے رہے ہیں۔ ہم کیول پرتیک ویکتی کا الگ الگ کرتویہ بتلا رہے ہیں۔ سودیشی ایک دھرم ہے، ایک کرتویہ ہے۔ بھارت میں راج نیتک آندولن کا پراولیہ (3) ہوتے ہوئے بھی ودیشی مال ودیشی کپڑا دنوں دن ادھکتا سے آرہا ہے۔ اس وشے میں، فری پریس جنرل، میں جو آنکڑے چھپے ہیں انھیں دیکھ کر آشچریہ ہوتا ہے۔ یہاں پر پاٹھکوں کا دھیان ہم انھیں آنکڑوں کی اور آکرشٹ کرنا چاہتے ہیں۔ پتر لکھتا ہے۔

''سودیشی کے پرتی دھیان بڑھتے تتھا آرتھک مندی ہونے پر بھی بھارت میں ولائتی کپڑے کا آیات (4) انومان (5) سے ادھک ماترا میں بڑھتا جارہا ہے۔ بمبئی کے مل مالک سنگھ کی جو سب سے تازی وگیاپتی پرکاشت ہوئی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ 1931-1932- تتھا 32-1933 کے آرتھک ورشوں (مارچ سے مارچ) کے ولائتی روئی کے سوت کا آیات انچاس پرتی شت اور تیار تھانوں کا آیات اٹھاون پرتی شت بڑھ گیا ہے۔ اس ورش کے پچھلے تین مہینوں سے ولائتی کپڑے کا آیات کیول جاپانی سستا مال ہی نہیں۔ بہت بڑھ گیا ہے۔ برٹش خاکی کپڑا ایک ورش میں 83.3 پرتی شت ادھک آیا۔ جاپانی خاکی کپڑا 32.5 پرتی شت ادھک آیا۔ 31 مارچ 1933 تک کل ولائتی سوت جو باہر سے آیا' 45.10 پونڈ تھا۔ پچھلے سال 31.60 لاکھ گز مال آیا تھا برٹش سوت کا آیات 11.90 لاکھ گز سے بڑھ کر 13.40 لاکھ گز ہوگیا' جاپانی سوت 6.20 لاکھ گز پچھلے سال 775.60 گز ولائتی کپڑا آیا تھا' اس سال 1.225.30 لاکھ گز۔ ستمبر 1932ء کے بعد سب سے اَدھک مال 1933ء کی مارچ میں آیا۔ ولائتی مال بمبئی' مدراس' بنگال' سندھ اور برما سب جگہ قریب قریب برابر ہی آیا ہے۔ بھارتیو، ساودھان۔ سموچی راج نیتی ایک اُور اور سودیشی ایک اور، سودیشی پر چارکوں کو سَترک ہو جانا چاہیے۔

12 جون 1933ء

1۔ دُرگن۔ عیب 2۔ کشمیہ۔ نقصان دہ 3۔ پراولیہ۔ مضبوطی 4۔ آیات۔ آمدنی 5۔ انومان۔ اندازہ 6۔ سَترک۔ چوکنا

بھارتی کپڑا اور بھارتی روئی

جاپانی کپڑا وِدیشی ہوکر بھی بھارت کی روئی کام میں لاتا ہے۔ بھارتی کپڑا سودیشی ہوکر بھی وِدیشی روئی استعمال کرتا ہے۔ تو کیا بھارتی کپڑا کیول اس لیے سودیشی کہا جائے کہ وہ بھارت میں بنا ہے؟ کپڑے میں مکھیہ چیز روئی ہے۔ موٹا کپڑا بنانے کا خرچ پیسے دو پیسے گز سے ادھک نہیں۔ جس کپڑے میں بہت چھوٹی سی رقم بھارتی مزدوروں کے ہاتھ لگتی ہے اور بڑی رقم سودیشی روئی کی بھینٹ (1) کردی جاتی ہے۔ اسے کس دلیل سے سودیشی کہا جائے؟ تب تو امریکہ کا تمبا کو بھی بھارت میں سگریٹ بن کر سودیشی ہوجاتا ہے۔ جاوا کا گڑ بھی بھارت میں چینی بن کر سودیشی شکر ہوسکتی ہے۔ اس سودیشی روئی کے بنے ہوئے کپڑے سے کہیں زیادہ سودیشی تو جاپانی کپڑا ہے کیونکہ وہ بھارت کی روئی سے بنتا ہے۔ لیکن جنتا سے اس وِدیشی روئی سے بنے کپڑے کو سودیشی سمجھنے کی آشا کی جاتی ہے اور سودیشی روئی سے بنے کپڑے وِدیشی۔ ہمارے مل مالک بھارتی روئی نہیں خرید سکتے۔ جاپان اسی روئی سے اچھے سے اچھے کپڑے بنا کر بھارت بھیجتا ہے۔ پر یہاں کے ملوں کے لیے وہی روئی ہیہ (2) ہے۔ انھیں تھوڑی سی بھارتی روئی کیول ملاوٹ کے لیے چاہیے۔ شیش (3) روئی ودیش سے ہی آوے گی۔ ہمارے مل مالکوں میں کیوں اتنا سودیشی پریم نہیں ہے کہ وے دیشی روئی خریدیں اور اس کا ویوہار کریں۔ ان میں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ وے دیشی روئی سے کام لینا سیکھیں اور نہ وہ یہ ودیا دوسروں سے سیکھنا چاہتے ہیں۔ وے تو سن رکشن (4) چاہتے ہیں اور نفع چاہتے ہیں۔ کسان مرے یا جیے ان کی بلا سے۔ کسانوں کے پاس اس کی ایک ہی دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ وے اپنی روئی کا سوت کاتیں اور اپنا کپڑا بنائیں۔ اور اس وِدیشی روئی کے کپڑے کو وِدیشی سمجھ کر اس کا بہشکار کریں۔ اگر جاپانی گانٹھوں کو ٹھکرایا جاتا ہے تو یہاں کے مل والوں کو بھارتی روئی خریدنا چاہیے، انیتھا ان کے کپڑے کا بہشکار ہونا چاہیے جسے ہم سودیشی کپڑا کہتے ہیں۔ وہ وِدیشی روئی سے بنا ہے اور وِدیشی ہے اور ہمارے کسان اب سمجھنے لگے ہیں۔

3 جولائی 1933ء

1۔ بھینٹ۔ نذرانہ، قربانی 2۔ ہیہ۔ ہیچ، بے واقعت 3۔ شیش۔ باقی 4۔ سن رکشن۔ حفاظت

شکر پر ایکسائز ڈیوٹی

شکر پر ایک روپیہ کی ہنڈریڈ رویٹ کی جو ڈیوٹی لگ گئی ہے، اس پر سنا جاتا ہے کہ کئی شکر مل کے مالکوں نے گورنمنٹ سے کہا ہے کہ آپ ہمارے مل کو لے کر خود چلایئے اور ہمیں سات یا آٹھ سیکڑا نفع دے دیجیے۔ سرکار تک ہماری رسائی ہوتی تو ہم یہی کہتے کہ آپ اس پرستاؤ(1) کو سویکار(2) کر لیجیے اور ان کو سات فی صدی نفع دے کر ٹرخا دیجیے۔ کیا سات آٹھ سیکڑوں کے لیے دنا دن شکر مل کھلتے جا رہے ہیں؟ ان چار ورشوں میں کئی ملوں کی پوری لاگت نکل آئی ہے اور اب بھی ان کو پندرہ سیکڑے سے کم نفع نہیں ہے۔ یہ شور غل اس لیے مچایا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ اوکھ کا دام نہ بڑھنے پائے۔ کسانوں کو دیتے تو مال کے ساتھ لیش(3) پاتے۔ اب کر بھی دینا پڑے گا اور دھونس بھی سہنی پڑے گی۔ ہاں، سرکار کا بھی یہ دھرم ہے کہ اس کر سے آئی ہوئی رقم کو اس طرح خرچ کرے کہ پیداوار اچھی ہو، اس میں مال زیادہ پڑے اور اس طرح کسانوں کا اُپکار(4) ہو۔

3 جولائی 1933ء

1۔ پرستاؤ۔ منصوبہ 2۔ سویکار۔ قبول 3۔ لیش۔ طاقت 4۔ اُپکار۔ رحم و کرم

سن رَکشن کیوں رکھا جائے؟

اس ویاپار ئیگ میں گا ہک کا کوئی مولیہ (1) نہیں، جو کچھ ہے وہ وِیاپاری ہے۔ گا ہک کا اَستتو (2) کیول اس لیے ہے کہ وہ وِیاپاریوں کی تھیلیاں بھرے۔ وِیاپاری کو ادھیکار ہے کہ جتنے دام چاہے لے، اس کے لیے کوئی روک نہیں کوئی کھید نہیں۔ وہ سو فی صدی دو سو فی صدی پانچ سو فی صدی، جتنا نفع لے سکے لے، کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ مہاجن زیادہ سود لے تو عدالت اسے ناجائز ٹھہرا دے گی۔ آج کل بھی ایسی تجویزیں ہو رہی ہیں کہ سود کا کڑا نینتر ن (3) کر دیا جائے، پر ہمارا وِیاپاری خود مختار ہے۔ اس کے نفع پر کوئی آنکھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں، جب کوئی باہر کا ویاپاری آ کر سستا مال بیچتا ہے، تو ہمارا یہ وِیاپاری راشٹری اُدھوگ کے سن رکشن کا سوانگ بھر کر سرکار سے اس نئے پرتی دَوندی (4) پر کڑی ڈیوٹی لگانے کا آگرہ کرتا ہے اور سرکار بڑی خوشی سے اس کا آدیش (5) مان لیتی ہے۔ اس کا اس میں کیا بگڑتا ہے اگر ڈیوٹی میں کچھ کمی ہوئی تو وِیاپاریوں کے انکم ٹیکس سے پوری کر لی گئی۔ وِیاپاریوں کے شردھا (6) پاتر مفت میں بن گئے، مگر اس طرح کا سن رکشن دینا جنتا کے ساتھ سراسر انیائے ہے۔ وِیاپاریوں کے ہت کے لیے جنتا سے کروڑوں کا ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے۔ تھوڑے سے پونجی پتیوں کے لابھ کے لیے راشٹر پر کر بڑھا دیا جاتا ہے اور راشٹر کسی سے اس کی فریاد نہیں کر سکتا۔

جو بھوکوں مر رہا ہے اسے روپیہ کے چیز سوا روپے میں خریدنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے، کیول اس لیے کہ مل مالک کو پرتا نہیں پڑ رہا ہے۔ تو اگر پونجی پتی اپنا حق سمجھتا ہے کہ وہ اپنے گھاٹے کو جنتا پر کر لگا کر پورا کرے، تو کیا پانچ یا چھ فی صدی سے اِدھک نفع لینے پر غبن یا خیانت کے اَبھی یوگ میں جیل کی ہوا کھلا سکے؟ نیائے تو یہی کہتا ہے، پر اس وِیاپاری ئیگ میں گا ہکوں کی کون سنتا ہے۔

16/اکتوبر 1933

1۔ مولیہ۔ قیمت 2۔ استتو۔ وجود 3۔ نینتر ن۔ توازن 4۔ پرتی دوندی۔ مخالف
5۔ آدیش۔ حکم 6۔ شردھا پاتر۔ چاہت کے لائق

گراہکوں کا بلیدان مل مالکوں کے لیے

بمبئی کے مل مالکوں نے لنکا شائر سے سمجھوتا کر کے اپنا کام نکال لیا۔ کسانوں کی روئی کہاں جائے گی، اس سے انھیں کوئی مطلب نہیں، نہ لنکا شائر روئی خریدنے کا ذمہ لیتا ہے، نہ یہاں کے مل والے ہی یہ ذمہ لیتے ہیں۔ ان کی منشا تو کسی طرح جاپان کے سستے کپڑے کو تو بھارت سے نکال باہر کرنا ہے۔ ولائتی کپڑے پر جو پچیس سیکڑے کا کر تھا، اسے گھٹا کر بیس پرتی سیکڑے کر دیا ہے۔ مسٹر مودی نے مل والوں کے فائدے کی بات تو سوچ نکالی، گراہکوں کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا، جنھیں وہ مہنگا کپڑا خریدنے کے لیے مجبور کر رہے ہیں۔ لنکا شائر بھی مہنگا کپڑا بیچے، یہاں والے بھی مہنگا کپڑا بیچیں، غریب پرجا تو ان کا پیٹ بھرنے کے لیے مرتی ہی ہے۔ اسی وشے پر بھاشن کرتے ہوئے پریاگ وشوودیالیہ کے ارتھ شاستر (1) کے پروفیسر مسٹر تھامپسن نے گراہکوں کے درشٹی کون (2) کو ان شبدوں میں ویکت (3) کیا ہے۔

''ارتھ شاستر کے گیاتاؤں (4) کے جیون کا ادیشیہ (5) یہی ہے کہ بھارت ادھک سمپن ہو جائے جس کا آشے ہے کہ جنتا کے جیون کا ڈھنگ اونچا ہو جائے اور اس کا ارتھ یہی ہے کہ لوگوں کو بھوجن اور وستر پُرچُر ماترا میں ملے۔ یدی جاپان سے سستا کپڑا آتا ہے تو غریبوں کو ادھک وستر مل جاتا ہے۔ موٹے طور پر پچھلے ورش جاپانی کپڑے کے آیات سے یہاں کپڑے کی کھپت لگ بھگ اسی لاکھ پریواروں میں دگنی ہو گئی۔ اس طرح بھارت ادھک وستر پا کر دھنی ہوا۔ اب رہا بھوجن، جاپان نے کپڑے میں جتنا دھن بھارت سے لیا، وہ اس سے کہیں کم ہے جو اس نے روئی خرید کر دیا۔''

6 دسمبر 1933ء

1۔ ارتھ شاستر۔ علم معاشیات 2۔ درشٹی کون۔ نقطہ نظر 3۔ ویکت۔ ظاہر، اظہار 4۔ گیاتا۔ جانکار 5۔ ادیشیہ۔ مقصد 6۔ آشے

مسٹر مودی کی اُدارتا

بمبئی کے مل والوں نے لنکا شائر کے ساتھ جو پانچ فی صدی کی رعایت کی ہے اس سے آشا (1) ہے کہ سامراجیہ کے سارے بڑے بڑے بازاروں میں بمبئی کے مال کی دھوم مچ جائے گی اور یہاں کے بھرے ہوئے گودام چٹ پٹ خالی ہو جائیں گے۔ ہندستان کے بازار کی گنتی ہی کیا ہے۔ یہاں کے بُھکّڑ کسان کیا کپڑے خریدیں گے۔ شاید بمبئی والے سمجھتے ہوں گے بھارت میں سودیشی کی بھاؤنا (2) اتنی بل وتی (3) ہے کہ بمبئی کتنا ہی مہنگا کپڑا بیچے، بازار اس کے ہاتھ سے نہیں جا سکتا۔ مگر اسے اپنی غلطی بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔

13 نومبر 1933

1۔ آشا۔ اُمید 2۔ بھاؤنا۔ احساس 3۔ بل وتی۔ طاقت ور

سن رکشنوں کی دھوم

جسے دیکھیے، سن رکشن کی مانگ کر رہا ہے۔ وائسرائے سے لے کر ویاپاری اور زمین دار تک سن رکشن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کے ہاتھوں میں شکتی ہے وہ تو آپ ہی اپنی مرضی سے قانون بنا کر سن رکشن پراپت کر لیتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں وہ شکتی نہیں ہے، وہ سرکار سے سن رکشن مانگتا ہے۔ کپڑے کو سن رکشن مل گیا۔ موزے اور اور بنیائن والے، ریشم والے، کھلونے والے، غرض سبھی وستوؤں کے ویوسائی سن رکشن کی مانگ کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ باہر سے آنے والے مال کے مقابلے میں وے ٹھہر نہیں سکتے۔ جنتا کی جیب سے کیسے زیادہ سے زیادہ پیسے کھینچ لیے جائیں، یہی فکر سب کو پڑی ہوئی ہے۔ چیزوں کو سستا بنا کر باہر کے مال کو نہ آنے دینے کا سامرتھ (1) کسی میں نہیں اور جنتا بے بس ہے، بھارتی ویوسائیوں کے جمع خرچ میں دخل دینے کا اسے کوئی ادھیکار ہی نہیں، ویوسائی جتنی فضول خرچی چاہے کرے، جنتا کو پربندھ چاہے کرے، کوئی اس سے بول نہیں سکتا۔

اسے من مانا نفع کرنے کی بھی آزادی ہے۔ وہ نہ محنت کرے گا۔ نہ کفایت سے کام لے گا، نہ سوپربندھ کو اپنے یہاں گھسنے دیں گے۔ اس نے تو آسان لٹکا پایا ہے کہ ہمیں سن رکشن چاہیے۔ باہر کا ویوسائی جو چیز آٹھ آنے میں دیتا ہے اسی کو وہ ایک روپیہ میں دے گا اور جنتا مجبور ہے کسانوں کو تو سن رکشن کی ضرورت ہے، کیونکہ اس سے ایک بہوسنکھیک (2) سماج کا ہت ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ ہم جانتے ہیں کسانوں کی دَشا بہت ہی خراب ہے، لیکن یہاں تو انھیں بھی سن رکشن چاہیے جو لاکھوں اڑاتے ہیں اور کیول اپنی چھوٹی سی جماعت کے لیے ساری جنتا کو مہنگی چیز خریدنے کے لیے وِوَش کرتے ہیں مگر یہ ویوسائیوں کا ڈیگ ہے کہ ان کے سامنے کس کی چلتی ہے۔

12 فروری 1934

1۔ سامرتھ۔ ہمت، حیثیت 2۔ بہوسنکھیک۔ کثیر تعداد، اکثریت

آل انڈیا سودیشی سنگھ

گت دسمبر میں بمبئی آل انڈیا سودیشی کاریہ کرتاؤں کی جو سبھا (1) ہوئی تھی۔ اس میں سودیشی وستروں کے پرچار کے لیے کئی پرستاؤ کے ساتھ ایک پرستاؤ اس آشے کا بھی سویکرت (2) ہوا کہ سودیشی ویوسائیوں نے سن رکشنوں اور جنتا کی سودیشی بھاؤناؤں کے بل پر خراب چیزیں مہنگے داموں میں بیچ کر جنتا کی جو لوٹ مچا رکھی ہے، اس کی نندا کی جائے اور ویوسائیوں سے اپیل کی جائے کہ وے سن رکشنوں کے لابھ میں گراہکوں کو بھی شریک کرے، ارتھات سستا مال بیچے۔ اس کے ساتھ ہی مزدوروں کے ساتھ اچت (3) ویوہار کریں۔

جب تک سودیش سنگھ (4) کے پاس ایسا کوئی اَدھیکار نہیں ہے کہ وہ سودیشی ویوسائیوں کی آمدنی اور خرچ کی جانچ کر سکے تب تک یہ ویوسائی یوں ہی اندھیر مچاتے رہیں گے۔ جسے دیکھیے سن رکشن کا غل مچا رہا ہے اس کا آشے (5) کداپی (6) نہیں ہوسکتا ہے کہ ہمارے یہاں مزدوری کی در زیادہ ہے یا اچھا مال بیچنا ہے پھر سن رکشن کیوں۔

12 مارچ 1934

1۔ سبھا۔ محفل 2۔ سویکرت۔ قابل قبول 3۔ اُچت۔ مناسب 4۔ سنگھ۔ تنظیم 5۔ آشے 6۔ کداپی۔ قطعی، بالکل

کوڑھ پر کھاج

بمبئی اور احمد آباد کے مل مالکوں کو سن رکشن مل گیا جاپانی کپڑے پر پچھتر فی صدی محصول بڑھ گیا۔ اب ان کی چاندی ہے۔ کپڑے خوب مہنگے داموں بیچیں اور خوب نفع اٹھائیں۔ خوب موٹریں خریدیں، خوب بہار کریں۔ ویاپاریوں کا راج ہے۔ خریدار تو کسی گنتی میں نہیں ہے اس کا جنم تو اسی لیے ہوا ہے کہ وِیاپاری منڈل (1) سن رکشن کی شرن لیتا ہے۔ جنتا کی کون سنے گا؟ سماچار پتر وِیاپاریوں کے شاسن وِیوستھا ویوپاریوں کی، جن مت (2) ویاپاریوں کے ہاتھ میں، پروپیگنڈہ کرنے کی کلا میں کون ان کی برابری کر سکتا ہے۔ وِدھا 3 اور پرتبھا (4) سب کچھ تو ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کو تیار ہے۔ اس بے کاری اور مندی میں کم سے کم اتنا تھا کہ، کپڑے سستے مل جاتے تھے، پر ہمارا کروڑ پتی مل مالک جنتا کا اتنا آرام بھی نہیں دیکھ سکتا۔

جاپان کے کپڑے بھارت میں اتنے سستے بکتے ہیں کہ یہاں کے مل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ اگر آپ میں عقل نہیں ہے، اگر آپ کو مال کفایت سے بنانا نہیں آتا تو جاپانیوں کے چرنوں میں بیٹھ کر ان سے سیکھیے، ان کی شاگردی کیجیے، آپ کی حماقت بے وقوفی اور فضول خرچی کا تاوان جنتا کیوں دے؟ انگلینڈ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کے یہاں مزدوری کی در بڑھی ہوئی ہے اور وے اپنے مزدوروں کے جیون کا آدرش نیچا کرنا نہیں چاہتے، لیکن کیا بھارت میں بھی مزدوری کی در بڑھی ہوئی ہے۔ کیا ویاپاری لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھارت کے مزدور جاپان کے مزدور سے سکھی ہیں؟ کہنے کو تو شاید وہ یہ بھی کہہ دے۔ دھن کے منہ سے جو کچھ نکلے وہ ستیہ (5) ہو، لیکن اس پر وشواس دھن والے کریں گے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ جاپانی مزدور کتنی ہی بری دشا میں کیوں نہ ہو، بھارت کے مزدوروں سے اچھی دشا (6) میں ہے۔ پھر بھی جاپان بھارت کے بازار میں آکر بھارت کے کپڑے کا بازار بند کر دیتا ہے۔ اور ہمارے عقل مند مل مالک سن رکشن کا رونا رونے لگتے ہیں۔ یہ تو کھیل میں دانت کاٹنا ہے۔ اور کچھ نہیں نس سہائے جنتا کو لوٹنا ہے۔ اس کو اور کوئی نام ہی نہیں دیا جا سکتا۔

اب کہا جاتا ہے کہ جاپانیوں نے بھارتی روئی کے بہشکار کرنے کی جو دھمکی دی ہے، یہ کیول بندر گھڑکی ہے۔ ارتھ شاستر کے بڑے بڑے ویاپاری پنڈت گلا پھاڑ پھاڑ چیخ رہے ہیں اخباروں میں بیان

1۔ ویاپاری منڈل۔ تاجروں کا گروہ 2۔ جنمت۔ عوام کی رائے 3۔ وِدھا۔ قانون

4۔ پرتبھا۔ شخصیت، عزت 5۔ ستیہ۔ سچائی 6۔ دَشا۔ حالت

پرکاشت (1) کرا رہے ہیں کہ جاپان بھارت کی روئی کے بغیر نباہ نہیں کرسکتا، لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب بھارت جاپان کا کپڑا نہ لے گا تو جاپان اس کی روئی لے کر کیا ایندھن بنائے گا۔ یا ہولی جلائے گا۔ جاپان کا کپڑا بھارت میں کھپتا تھا۔ اس لیے وہ یہاں کی سستی روئی لے کر اس سے مال تیار کرتا تھا۔ اور کم سے کم نفع لے کر وہی مال، انھیں غریب کسانوں کے ہاتھ بیچ دیتا تھا۔ جب کپڑے کا سب سے بڑا بازار اس کے ہاتھ سے نکل گیا، تو ہم نہیں سمجھتے کہ وہ بھارت کی روئی لے کر کیا کرے گا۔ اپنے دیش کی کھپت کے لیے وہ منچوریہ میں کافی روئی پیدا کرسکتا ہے۔ کیا بھارت کے مالک اس بات کا ذمہ لیتے ہیں، چھاتی ٹھوک کر یہ کہنے کا ساہس (2) رکھتے ہیں کہ اگر جاپان کی گھڑکی بندر گھڑکی نہ سدھ ہوئی تو وے بھارت کی ساری روئی خرید لیں گے؟ اور اسی داموں، جن داموں جاپان خریدتا تھا۔ ہم نے تو مل کبیروں کے بیانات بڑے غور سے پڑھے ہیں۔ پر کسی نے بھی ایسا کہنے کا ساہس نہیں دکھایا۔ انھیں بھارت کے کسانوں سے کیا پریوجن؟ (3) بھارتی کسان مرے جیے، ان کے کپڑے خرید لیے جائیں اور ان کی جیب گرم کیے جائیں۔ ان کے ہاتھ میں شاسن ہے ہی، وے کوئی ایسا قانون بھی پاس کرا سکتے ہیں کہ پرتیک بھارت واسی کو پرتی ورش اتنے مولیہ کا کپڑا خریدنا ہوگا۔ اور ہم انھیں وشواس دلاتے ہیں کہ انگریزی سرکار ان کے اس پرستاؤ کو بڑے ہرش سے سویکار کرے گی۔ اس کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔ لنکا شائر کا مال کچھ نہ کچھ زیادہ کھپنے لگے گا۔ پرستاؤ ہونے کی دیر ہے۔

اگر مل مالکوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان کے مہنگے کپڑے لے گا کون؟ کرشک ہی تو ان کے سب سے بڑے خریدار ہیں، کرشک کے پاس آمدنی کا کیا سادھن رہ گیا۔ گیہوں جاتا نہیں، تلہن کوئی پوچھتا نہیں، پاٹ مارا مارا پھر رہا ہے، شکر کا ویوسائے بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ تو اب کھڑی اوکھ بیچ کر، روپے کی جگہ چونی پاکر اپنے بھاگیہ کو ٹھونکتا ہوا گھر چلا جاتا ہے۔ تھوڑا بہت دھن اسے اسی کپاس سے مل جاتا تھا، وہ سادھن بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا، تو وہ کہاں سے روپے لائے گا، مہنگے کپڑے خریدنے کے لیے؟ اپج تو لگان اور پیٹ کو کافی نہیں ہوتی، اس پر آپ یہ اپج بھی اس کے ہاتھ سے چھینے لیتے ہیں۔ وہ سنگھٹت نہیں ہے۔ کہیں اس کی آواز نہیں ہے۔ اس پر چاہے جو آگھات (4) کیجیے، پر ہمیں وشواس ہے، اس نرکشن سے بھارتی کپڑے کی نکاسی میں ذرا بھی وردھی (5) نہ ہوگی۔ جو چیز ایک روپے میں مل رہی ہو، اسے ڈیڑھ روپے میں خریدنے کے لیے اس مندی اور بے کاری کے سمے بھارت کی جنتا تیار نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے جاپان نے اپنے بین کے درگرا دیے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اسی بین سے تو جاپانی ویاپاری، بھارت میں روئی خریدتے ہیں، یا خریدتے وقت وہ کوئی دوسرا بین بنا لیتے ہیں؟ اس کے جاپانی درشٹی کون سے یہ ارتھ ہے کہ روئی مہنگی ہے۔ یہ مہنگی روئی لے کر اگر وہ سستا کپڑا بیچتا ہے تو یہاں کے مل والوں کا کرتویہ 6 ہے کہ

1۔ پرکاشت۔ شائع شدہ 2۔ ساہس۔ ہمّت 3۔ پریوجن۔ مقصد 4۔ آگھات۔ نقصان 5۔ وردھی۔ اضافہ
6۔ کرتویہ۔ کردار، عمل، فریضہ

وے جاپان جا کر دیکھیں کہ وہ کس جادو منتر سے اتنا ستا مال بناتا ہے اور وے خود اس وشے میں اس کی نقل کیوں نہ کریں۔ یہ نہیں کہ مزے سے بھارت کی دردر جنتا پر ٹیکس لگا کر اپنی اَیوگیتا (1) کی کمی پوری کرلی۔ سستی چیز کو مہنگے داموں بیچنا اور سستی چیز کو بازار سے نکال ڈالنا، ٹیکس لگانا نہیں تو اور کیا ہے۔

اچھا تو اگر جاپان نے ین کی درگرا کر یہ پھلتا پراپت کی ہے اور کرینسی کی درگرانے سے ہی ساری سمسیائیں حل ہو جاتی ہیں، تو آپ بھی کیوں بھارتی کرینسی کی دَرگرانے کے لیے زور نہیں لگاتے، کیا یہاں آپ کی دال نہیں گلتی؟ کیوں نہیں گلتی کیوں آپ سرکار پر ایسا دباؤ نہیں ڈالتے کہ جو وِیوستھا جاپان کے لیے رام بان بن گئی ہے وہ آپ کو بھی ملے۔ اس کے لیے آندولن کیجیے۔ یا سب سے آسان لٹکا آپ کو یہی ملا ہے کہ جاپانی کپڑے کو بھارت سے نکال کر جنتا کو اپنا مہنگا کپڑا خریدنے کے لیے مجبوراً ادھک دام دینا پڑے۔

اس سن رکشن سے سنسار تنگ آ گیا ہے۔ سب یہی چاہتے ہیں کہ اس کا مال ساری دنیا خرید لے اور وہ کسی کا مال نہ خریدے۔ ساری دنیا کی دولت اس کی تھیلی میں آ جائے اور اس کی تھیلی سے ایک پائی بھی باہر نہ نکلے۔ اور یہ اَسمبھو ہے سَن رَکشن جتنے ہی بڑھ رہے ہیں اتنا ہی وَیاپاری گھٹ رہا ہے اور اب سنسار کا وَیاپار آج کے پانچ سال پہلے کے وَیاپار کا کیول ایک تہائی رہ گیا ہے پھر بھی، سن رکشن کا شور مچا ہوا ہے۔ اگر جاپان نے بھارت کی روئی بند کر دی (اور وہ اس دھمکی کو وَیوہار میں لانے کے لیے مجبور ہے) تو کپڑے کی کھپت اور بھی کم ہو جائے گی اور کپڑے کی یہی کھپت نہیں، اس کا اَوسر اور سبھی چیزوں پر ہوگا۔ ابھی بغلیں بجا لیجیے، مگر بہت جلد ہاتھ ملنا پڑے گا۔ جنتا میں سنگٹھن نہیں ہے۔ لیکن سو سنگٹھن کا ایک سنگٹھن تو ان کی دن دونی رات چوگنی بڑھتی ہوئی دِردرتا (2) ہے۔ ہم جاپانی کپڑے کے وکیل نہیں ہیں، پر جنتا کے وکیل اَوشیہ ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ کرترم (3) سادھنوں میں اس کا گلا نہ گھونٹا جائے۔ سن رکشن میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وِیاپاری کو پرتی یوگیتا سے نشچنت ہو کر اپنے گھر کی سُوویوستھا وستھا کرنے کے لیے کوئی انکش (4) نہیں رہ جاتا۔ یہ وہ شیشے کی کوٹھری ہے، جس میں بیٹھ کر آپ بہت دن شانت نہیں رہ سکتے۔ کسی وَیوسائے کی بالیہ وستھا (5) میں تو سن رکشن کا کوئی ارتھ (6) ہو سکتا ہے، لیکن جو جوان اپنے پیروں کو کھڑا نہیں ہو سکتا، اس سے ہمیں کوئی آشا نہیں ہو سکتی۔

19/جون 1935ء

1۔ اَیوگیتا۔ نااہلیت 2۔ دردرتا۔ غریبی 3۔ کرترم۔ مصنوعی 4۔ سوویوستھا۔ اچھا انتظام
5۔ انکش۔ روک 6۔ بالیہ وستھا۔ بچپنہ 7۔ ارتھ۔ معنی

شکشا سنسکرتی

گروکل کانگڑی میں تین دن

پچھلے آشاڑھ میں مجھے گروکل کانگڑی کے درشنوں کا اَوسر ملا۔ اِچھا تو بہت دنوں سے تھی، مگر یہ سوچ کر کہ اس وِیدوِدانگوں (1) کے کیندر میں مجھ جیسے دَھرم شُونیہ وَیکتی (2) کا کہاں گزر، کبھی جانے کی ہمّت نہ ہوئی۔ سَوبھاگیہ (3) سے ساہتیہ پرِیشد نے انھیں دنوں اپنا وارشِک اُتسو کرنے کی ٹھانی اور مجھے نیوِتا ملا۔ ایسا اَوسر پا کر بھلا کیسے چوکتا۔ دلی مراد پوری ہوئی۔ رات کو لکھنؤ سے، چل کر پَراتہ کال (4) ہری دُوار جا پہنچا۔ وہاں دو بَرہمچاری (5) میری راہ دیکھ رہے تھے۔ گُروکل کی سِدّھانت وادِتا 6 کا کچھ تھوڑا سا پریچے مجھے اسٹیشن پر ہی ملا۔ ایک تانگہ کرنے کی ٹھہری۔ تانگہ والے نے شاید یہ سمجھ کر کہ دو نئے یاتری ہیں، کنکھل کے آٹھ آنے مانگے۔ اِدھر سے چھ آنے کہا گیا۔ تانگے والے نے شاید کہا، آٹھ آنے سے کم نہ ہوں گے، برہمچاریوں نے واجب کرایہ دیا تھا۔ تانگے والے سے ٹھائیں ٹھائیں کرنا ان کی شان کے خلاف تھا۔ آدھ میل چل کر دوسرا تانگہ انھی داموں پر لائے۔ پہلا تانگہ والا انھیں داموں پر چلنے کو تیار تھا، اَپنا اَپرادھ چھما کرتا تھا، اپنی بھول سُوِیکار کرتا تھا، پر بَرہمچاریوں کو اس پر دَیا نہ آئی۔ اس نے یاترِیوں کو ٹھگنا چاہا تھا۔ اس کا دَنڈ اسے دینا ضروری تھا۔ اور نیتی کی دِرشٹی میں دَیا کا کوئی مُولیہ نہیں۔

تانگہ آدھ گھنٹے میں کنکھل آ پہنچا۔ ہم لوگ اتر کر گھاٹ پر پہنچے۔ سامنے کی پہاڑیاں ہرے ہرے آبھوشن پہنے کھڑی تھیں، نیچے گنگا پہاڑیوں کی گود سے نکل کر اچھلتی کودتی چلی جاتی تھی۔ یہاں کئی دھارائیں ہیں، جو وَرشا (7) کال میں مل کر کانگڑی کے نیچے تک چلی جاتی ہیں، میں نے سمجھا کسی کشتی پر ندی پار کرنی پڑے گی، مگر کشتی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ یہاں پانی کا توڑا اتنا تیز ہے، نیچے کا پیٹا اتنا پتھریلا ہے کہ تھوڑی دور کے بعد کشتی آگے جا ہی نہیں سکتی۔ ٹیمروں پر بیٹھ کر لوگ آتے جاتے ہیں۔ یہ ایک پَرکار کی گھنٹی ہے، جس میں مٹی کے مٹکوں کی جگہ ٹین کے کنَستر ہوتے ہیں کئی کنَستروں کو لمبے لمبے رکھ کر رسی اور بانسوں

1۔ ویدودانگ۔ وید جاننے والا 2۔ شونیہ ویکتی۔ بلا مقصد آدمی 3۔ سوبھاگیہ۔ اچھی قسمت 4۔ پراتہ کال۔ صبح سویرے 5۔ برہمچاری۔ پرہیزگار 6۔ سدھانت وادتا۔ اصول کا پکا 7۔ ورشا کال۔ بارش کا زمانہ

سے باندھ دیتے ہیں۔ تیمڑ ا بیچ میں چوڑا اور دونوں سِروں پر پتلا ہوتا ہے۔ جنھیں اس پر پہلی بار بیٹھنا پڑے انھیں من میں کچھ سَنشے (1) ہونے لگتا ہے کہ یہ ڈونگا پار لگے گا یا بیچ ہی میں لے ڈوبے گا۔ مگر تھوڑی ہی دور چل کر یہ سَنشے دور ہو جاتا ہے یہ ڈونگی ڈوب نہیں سکتی۔ پانی کا بہاؤ کتنا ہی تیز ہو، بھنور کتنے ہی بھینکر ہوں۔ وایو کتنی ہی پرچنڈ (2) ہو، لہریں اُچھل کر اس کے اوپر ہی کیوں نہ آجاتی ہوں پر اسے پَراست (3) نہیں کرسکتی۔ آدمی اگر اس پر ذرا سنبھل کر بیٹھ رہے، تو چاہے اَنت تک پہنچ جائے، ڈوب نہیں سکتا۔ اس مُتکش سی وَستو کو وَراد اور پرچنڈ جَل پَرواہ کا اتنی وِیرتا سے سامنا کرتے دیکھ کر ایسا جان پڑتا تھا مانو کوئی اکیلی آتما پَران ساگر کی لہروں کو ٹھکراتی، وِدھن بادھاؤں کو کچلتی پَرم دھام کی اُور چلی جارہی ہو۔

ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ گھٹا چھا گئی اور وَرشا ہونے لگی۔ سارے کپڑے بھیگ گئے، ہوا بھی چلنے لگی۔ لہریں اچھلتی ہی نہ تھیں۔ چھلانگیں بھرتی تھیں۔ کئی بار تیمر نیچے کو چٹان سے ٹکرایا اور ہم گرتے گرتے بچے۔ دس بجتے بجتے ہم کانگڑی پہنچ گئے۔

گُروکُل کی عمارتیں دیکھ کر بے اِختیار منھ سے نکل گیا۔ نام بڑے دَرشن تھوڑے۔ ایک ہی عمارت ہے جسے عمارت کہہ سکتے ہیں۔ پر سادھارَن ہائی اسکول کی عمارت بھی اس سے اچھی ہوتی ہے۔ تین سال پہلے یہاں کئی اور عمارتیں تھیں۔ پر سن 1924ء کی باڑھ میں کئی عمارتیں بہہ گئیں اور ہرا بھرا باغ بالو سے بھر گیا۔ گرے ہوئے بھَونوں کے کھنڈر ابھی تک نظر آتے ہیں۔ ہم لوگ ایک چھوٹے سے پکّے گھر میں ٹھہرے۔ جسے یہاں پکّا دھرم شالہ کہتے ہیں۔ شَردھیہ پنڈِت پدم سنگھ جی شرما بھی آگئے تھے۔ ہم دونوں اسی کمرے میں ٹھہرے۔ اَسنان کیا۔ اتنے میں بھوجن آگیا۔ کھانے بیٹھ گئے۔ پیڑے بہت سُوادِشٹ تھے۔ اَتِتھی سَنسکار (4) یہاں کی وِشیشتا ہے۔ بھَسمک (5) رُوگی بھی یہاں سے تُرپت (6) ہوئے بنا نہیں جاسکتا۔ سب سے بڑا آنند مجھے یہاں کے بَرہمچاریوں کو دیکھ کر ہوا۔ ایسے سَرل ہِردے، سیوا شِیل یُووَک ہمارے انگریزی کالجوں میں بہت کم ہیں۔ وہ پَنڈ تائی وا تاوَرن، جو کاشی کی کسی سَنسکرتی پاٹھ شالا میں نظر آتا ہے، یہاں نام کو بھی نہ تھا۔ یہاں وِدیالیہ کا مہمان پَرتییک بَرہمچاری کا مہمان ہے، وہ اس کی چارپائی بچھا دے گا۔ یہ وِدیالیہ نہیں، کسی رِشی کا آشرم معلوم ہوتا ہے۔ ایسے اُتسا ہی یُووَک میں نے نہیں دیکھا۔ جو کام کرتے ہیں اس میں تَن مَن سے لپٹ جاتے ہیں۔ پَرماد (7) کی ماترا ان میں بہت ہی کم ہے۔ کچھ سیکھنے کے لیے، کچھ جاننے کے لیے یہ لوگ سَدِیوا اُتسک رہتے ہیں۔

1۔ سنشے۔شبہ 2۔ پرچنڈ۔طاقت ور 3۔ پراست۔زیر 4۔سنسکار۔خاندانی طور طریقہ

5۔بھسمک۔ختم ہونے والا 6۔ترپت۔من بھرنا 7 پرماد

ساہتیہ پَرِیشد کا اُتسوسَندھیا سَمے ہوا۔ آچاریہ جی کا وِیاکھیان ہوا۔ بَرہمچاریوں نے اپنی اپنی رَچنائیں سنائیں۔ کچھ ساہتیک لِیکھ تھے، دو چار غزلیں تھیں ایک دو لیکھ اِتہاسِک تھے۔ ان رَچناؤں کو کسی اونچے آدرش سے تولنا اَنیائے ہوگا۔ یہ پَرَوڑھ لیکھ کوئی کرتیاں نہ تھیں، پر کسی وِدیالیہ کے شِشیوں کو ان پر گَرو ہوسکتا ہے۔ ہاں، یہاں جو سَنگیت سننے میں آیا، اس سے کچھ نِراشا ہوئی۔ گُروکُل میں سَنگیت شِکشا کا کوئی پَربندھ نہیں۔ شاید سَنگیت بَرَہمچریہ کے لیے بادھک سمجھا جاتا ہو۔ مگر مجھے تو ایسی دھارمِک سَنکیرنتا (1) یہاں کہیں نہ دکھائی دی۔ سب سے بڑا آشچریہ مجھے بَرہمچاریوں میں وِچار سَوتنتر (2) پر ہوا۔ ان کے راج نیک، سَماجک، دَھارمِک وِچاروں میں مجھے سَنکیرنتا کا کوئی چِنھ نہیں ملا۔

دوسرے دن پرَتیں بھوج تھا۔ بھوجن گرہ میں سبھی بَرہمچاری اور آچاریہ فرش پر بیٹھ کر تھالیوں میں بھوجن کر رہے تھے۔ ہمارے انگریزی وِدیالیوں میں کرسیوں اور میزوں کا وَیوہار ہوتا ہے۔ یہاں ابھی تک انگریزیت کی وہ ہوا نہیں آئی۔ ہماری جاتی رِیتی، نیتی، آچار، وِچار کی رَکشا ہوسکتی ہے تو ایسی ہی سَنستھاؤں میں ہوسکتی ہے۔ مگر شاید اب اس کی رَکشا کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی۔ آج کل وہی پکّا آریہ ہے، جو چاہے اور سبھی باتوں میں وِدیشیوں کا غلام ہو، کیوَل اَنیہ دَھرماولمبیوں (3) کو گالی دیتا جائے۔

آج سَندھیا سَمے ایک کوی سَمّیلن تھا۔ پنڈت پدم سنگھ جی سَبھاپتی تھے۔ بَرہمچاریوں نے اپنی اپنی رَچنائیں سنائیں۔ اُدھیکانش کِویتائیں ہاسیہ (4) پَد تھیں۔ مگر میں برہمچاریوں کے ساہَس کی تعریف کروں گا کہ انھیں اپنی اَنڈبَنڈ رَچنائیں سنانے میں لیش ماتر بھی سَنکوچ نہ ہوتا تھا۔ کسی حد تک تو یہ بالوچت (5) ساہَس سَراہنیہ (6) ہے۔ ہم نے ایسے بالک بھی دیکھے ہیں جو کسی سبھا میں کھڑے کردئے جائیں تو ان کی گھگی بَندھ جائے گی۔ اس جھجھک کو دیکھتے تو یہ گھرِشٹا (7) پھر بھی اچھی ہے۔ پر رسِک جنوں کے سامنے ایسی رَچنائیں نہ سنانا ہی اچھا جنھیں سن کر ہنسی آوے۔ رَچناؤں کے سَماپت ہوجانے کے بعد شرماجی نے وِچار پُورن وِکرتادی (8) اور برہمچاریوں کو خوب ہنسایا۔ شرماجی جتنے وِدوان ہیں، اتنے ہی سَرل اور اُدار ہیں۔ اور مہمان نوازی تو ان کا جوہر ہے۔

تیسرے دن ہم نے مکھیادھشٹھاتا جی کے گھر بھوجن کیا۔ اس کا سُواد ابھی تک بھولا نہیں۔ رام دیو جی ان سجنوں میں ہیں جن کی باتوں سے جی نہیں بھرتا۔ جیسے جیسے باتیں معلوم ہوتی ہیں اور مَنورَنجن بھی ہوتا

1۔ سَنکیرنتا۔ سمٹا ہو 2۔ سوتنتر۔ آزاد 3۔ دھرماولمبی ۔ ہاسیہ پد۔ مزاحیہ نظم 5 ۔ بالوچت۔ بچوں کے لیے مناسب
6۔ سراہنیہ ۔ قابل تعریف 7۔ دھرشتا۔ ہمّت 8۔ وکرتی۔ خرابی

ہے۔ آپ انگریزی ساہتیہ کے اچھے گیاتا ہیں اور بھارتیہ اِتہاس کے تو آپ پورے ماہر ہیں۔ ہر برَہمچاری کوان پراسیم شَردھا ہے۔ گروکل اگر کچھ نہ کرے تو بھی اتنے یُووکوں کے سُمکھ سَرَل (1) جیوَن اور اُنچ وِچار کا آدرش رکھنا ہی اس کے جیوت رہنے کے لیے کافی ہے۔ انگریزی کالجوں میں تو آوَشیکتاؤں کی غلامی سکھائی جاتی ہے اور اَدھیاپک لوگ ہی اس وِدیا کے سب سے بڑے شِکشک ہوتے ہیں۔ زندگی کی دوڑ میں وہ یُووک کیا پیش پا سکتے ہیں جن کے پیروں میں ضرورتوں کی بھاری بیڑیاں پڑی ہوں۔ سرکاری وِبھاگوں میں چاہے وہ اچھے پَد پا جائیں پر سرکاری نوکریوں سے تو راشٹر نہیں بنتے۔ گروکل نے اپنے جیون کے تھوڑے سے سالوں میں راشٹر یہ کے جتنے سیوَک پیدا کیے ہیں۔ اتنے اور کسی وِدیالیہ نے نہ کیے ہوں گے۔ ڈگریاں لے کرپَد پراپت کرنا راشٹر کی سیوا نہیں۔ پَرچار اور اُدّھار کے کاموں کو سنبھالنا ہی راشٹر سیوا ہے۔ اب تک گُروکل نے ایک سَو اِکتالیس اَسناتک نکالے ہیں ان میں سار وَجنِک (2) جیون میں بھاگ لینے والوں کی سَنکھیا ستاسی ہے۔ یہ کہنے میں ذرا بھی اُتیلیکت نہیں ہے کہ ہندی بھاشا کو جتنا پَروتساہن (3) گروکل سے ملا ہے، اتنا شاید ہی کسی وِدیالیہ سے ملا ہو۔

گروکل کی اُپیوگتا کے وِشے میں پہلے جَنتا میں بڑا سَندیہہ (4) پھیلا ہوا تھا پَر گُروکل سے نکلے ہوئے اَسناتکوں کا سانسارِک جیون دیکھ کر اس وِشے کی سبھی شنکائیں شانت ہو جاتی ہیں۔ ایک سو اِکتالیس اَسناتکوں میں اُنتیس تو گروکلوں میں کام کر رہے ہیں، نو ساہتیہ سیوا میں لگے ہوئے ہیں۔ تیئیس آریہ سماج کے اُپدیشک (5) ہیں، پانچ سپھل وید ہیں، اٹھارہ وِیاپار میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سات وِدیش میں شِکشا پَراپت کر رہے ہیں۔ ان میں سے دو اُتیرن (6) ہو کر لوٹ آئے ہیں۔ ڈاکٹر پران ناتھ حال ہی میں انگلینڈ سے ڈاکٹر ہو کر لوٹے ہیں، ایک اور مَہاشے بیرسٹر ہو آئے ہیں۔ پچھلے سال چار برہمچاری Senionr Cambridge پَریکشا میں سَملت ہوئے اور تین پاس ہو گئے۔ اس سے یہ سدّھ ہو جاتا ہے کہ برہمچاریوں کو انگریزی میں بھی کافی اَبھیاس ہو جاتا ہے۔ مہاشے سَتیہ وَرت جی سِدّھانتالنکار نے حال ہی میں برہمچاریہ پر انگریزی میں ایک گرنتھ لکھا ہے۔ جس کی شَیلی اور بھاشا دونوں ہی پَرِیمارجت ہیں۔ کسی یونیورسٹی کے وِدیارتھی کے لیے ایسی پُستک لکھنا گرو کا کارن ہو سکتا ہے۔

گروکل وِدیالیہ میں ایک آیُوروید وِدیالیہ بھی ہے۔ یہاں بَرَہمچاریوں کو جڑی بوٹیوں تَتھا رسوں کا بھی گیان ہو جاتا ہے۔ شَریر وِگیان کی شِکشا بھی ان وِیدوں کو دی جاتی ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ یہاں کے پڑھے ہوئے وِیدوں دُوارا آیورویدوں کا اُدّھار (7) ہو گا وِے کیول پُرانی لکیر کے فقیر نہیں ہوتے، بلکہ

1۔ سمکھ۔ سامنے 2۔ سار وجنک۔ عامیانہ 3۔ پروتساہن۔ ہمت افزائی 4۔ سندیہہ۔ شک، شبہ
5۔ اپدیشک۔ پیغام 6۔ اُتیرن۔ کامیاب 7۔ اُدّار۔ اصلاح

مانوشریر کے تتوؤں کو جانتے ہیں اور شلیہ (1) چکتسا میں بھی دخل رکھتے ہیں۔

گروکل کی پراکرتک سوبھاؤ کا تو کہنا ہی کیا۔ بلوان چرتر ایسے ہی جلوایو میں وکست ہوتے ہیں۔ سامنے گنگا کی جل دھارا بہہ رہی ہے، پیچھے پروتوں کا موہن سنگیت۔ داہنے بائیں میلوں تک شیشم اور کتھے کے ورکش۔ ایسی صاف، چھنی ہوئی، وِمل وایو میں سانس لینا سیم آتمہ شدھ (2) کی ایک کریا ہے۔ نہ شہروں کا دودھ، گھی، نہ یہاں کی سوکش وایو برہمچاری گنگا ماتا کی گود میں کلیلیں کرتے ہیں اور بڑی دور تک تیرتے چلے جاتے ہیں۔ نگروں کی دوشت (3) جلوایوں میں یہ گن کہاں۔ مگر پچھلی باڑھ نے ودیالیہ کو جو چھتی پہنچائی ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب ودیالیہ کا استھان بدل دینے کا پرشن آوشیک ہو گیا ہے۔ اس کا پربندھ بھی ہو رہا ہے۔

مادھوری۔ اپریل 1928ء

1۔ شلیہ چکتسا۔ سرجری 2۔ آتمہ شدھ۔ روح کی پاکی 3۔ دوشت۔ آلودہ

راشٹریہ کاریوں میں غلامی

ہمیں یہ دیکھ کر مہان دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے راشٹریہ کاریوں میں اب بھی انگریزی کا وہی پرادھانیہ ہے اور مہاتما گاندھی نے کانگریس کاریہ کرتاؤں کو ہندی کے وِشے میں جو اُپدیش دیا تھا اس پر کان نہیں دیا گیا۔ انیہ پرانت (1) والے اگر ہمارے پرانت میں انگریزی کا آشرے لیں تو کسی حد تک چھما کے پاتر ہیں، مگر طرّہ تو یہ ہے کہ اسی پرانت کے کانگریس کاریہ کرتا انگریزی میں پتر ویوہار کرنا، انگریزی میں رپورٹ لکھنا، انگریزی میں نوٹس پرکاشت کرنا، اپنے لیے شان سمجھتے ہیں، جب راشٹریہ نیتاؤں کے ہاتھوں راشٹر بھاشا کا یہ انادر ہو، تو کس سے شکایت کی جائے، شاید بھاشا میں لکھنا پڑھنا ہمارے کانگریسی نیتاؤں کو بھی اپنی مریادا کے وِرُودھ جان پڑتا ہے۔ اگر ان کی یہ منوورتی (2) ہے اور اس کے سوا ہو ہی کیا سکتی ہے، تو ایسے سجن دیا کے پاتر ہیں کیونکہ وہ خود اپنی مانسک پرادِھینتا کی ڈونڈی پیٹ رہے ہیں۔ اس میں بہت سے اچھی انگریزی یوگیتا رکھتے ہیں وہ دل میں سوچتے ہوں گے۔ اگر ہم نے ہندی میں لکھا پڑھا تو ہماری انگریزی پڑھنے کا کیا پھل؟ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انھیں ہندی میں لکھنے کا شعور نہ ہو۔

یدی ایسا ہے تو جنتا کو چاہیے ایسے غلام طبیعت کے لوگوں کا ترِسکار (3) کریں۔ کانگریس جو کچھ اَنیہ دیشوں میں پرچار کے لیے کرتی ہے، اس کا انگریزی میں ہونا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ اَنیہ پرانتوں میں پتر ویوہار کرنے کے لیے بھی ابھی کچھ دن انگریزی کا منھ تاکنا پڑے گا۔ لیکن جو باتیں اسی پرانت تک رہ جاتی ہیں، ان کے لیے انگریزی کے دامن میں منھ چھپانا لجّاسپد (4) اور راشٹریہ آدرشوں کے سروتھا پرتیکول (5) ہے۔ کم سے کم اس پرانت میں جو لوگ ہندی اِتنی سرلتا (6) سے نہیں لکھ سکتے، جتنی سرلتا سے وہ انگریزی لکھ لیتے ہیں، انھیں اپنے اوپر لجت ہونا چاہیے۔

اپریل 1931ء

1۔ پرانت۔ علاقہ 2۔ منوورتی۔ دلی خواہش 3۔ ترسکار۔ توہین 4۔ لجّاسپد۔ شرم 5۔ پرتیکول۔ مخالف 6۔ سرلتا۔ آسانی

انگریزی بھاشا کا روگ

ہم 'ہنس، کے پاٹھکوں کا دھیان اس وِشے کی اُور پہلے بھی آکرشِت (1) کر چکے ہیں، ہمیں یہ لکھتے دکھ ہوتا ہے کہ ہمارے راشٹریہ کاریہ کرتا بھی اس روگ میں اتنے ہی گرست (2) ہیں جتنے سرکار کے کرمچاری یا وکیل یا کالجوں کے ادھیاپک۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ وے کھدر پہننے لگے ہیں، پر ان کے منو بھاؤ (3) میں لیش ماتر بھی سنسکرتی نہیں آئی۔ کسی کمیٹی کی بیٹھک میں چلے جائیے، آپ کھدر دھاری مہاشیوں کو فراٹے سے انگریزی جھاڑتے ہوئے پائیں گے۔ وہ شبد اور واکیہ جو انھوں نے دینک پتروں یا انگریزی پتروں میں پڑھے ہیں۔ باہر نکلنے کے لیے اکولاتے رہتے ہیں اور اوسر پاتے ہی پھوٹ نکلتے ہیں۔ ہنسی تو تب آتی ہے جب یہ حضرت انگریزی نہ جاننے والی مہیلاؤں کے سامنے بھی اپنے واگ ولاس سے باز نہیں آتے۔ انگریزی بھاشا کا یہ جادو کب تک ہمارے سروں پر رہے گا؟ کب تک ہم انگریزی کے غلام بنے رہیں گے۔ اس سے تو یہی ٹپکتا ہے کہ راشٹریتا ابھی ہردے کی گہرائی تک نہیں پہنچنے پائی۔ مہاتما گاندھی کے سوائے ہم کسی نیتا کو ہندی بھاشا کے پرچار پر زور دیتے نہیں دیکھتے۔ یہ وِدت (4) رہے کہ جب تک ہماری راشٹر بھاشا کا نرمان نہ ہوگا بھارتی راشٹر کا نرمان خواب اور خیال ہے، جاپانی، جاپانی میں اپنے بھاؤ (5) کو پرکٹ (6) کرتا ہے، چینی، چینی بھاشا میں، ایرانی، فارسی میں، لیکن بھارت کی شِکشِت جنتا انگریزی پڑھنے اور بولنے میں اپنا گورو سمجھتی ہے۔ کتنے ہی سجن تو یہ کہنے میں سنکوچ (7) نہیں کرتے کہ ہندی لکھنے یا بولنے میں انھیں اسوِیدھا ہوتی ہے۔ یہ سیدھی سادی مانسک داستا ہے۔ بڑے سے بڑا ہندستانی بھی ایک گورے سے بات کرتا ہے تو انگریزی میں۔ وہ یہ بھول کر بھی نہیں سوچتا کہ انگریز ہندستانی میں کیوں نہ بات کرے۔ خیر انگریزوں سے انگریزی میں بات کرنے کو کسی حد تک چھمیہ بھی مان لیا جا سکتا ہے لیکن آپس میں انگریزی میں بات چیت کرنے کے لیے تو کوئی دلیل ہی نہیں۔

ستمبر 1931ء

1۔ آکرشت۔ متوجہ 2۔ گرست۔ ملوّث 3۔ منو بھاؤ۔ من کا بھاؤ 4۔ وِدت۔ جانکاری میں اضافہ
5۔ بھاؤ۔ احساس 6۔ پرکٹ۔ ظاہر 7۔ داستا۔ غلامی

فوجی کالج کی آیوجنا

فوجوں کو بھارتی بنانے کے لیےفوجی افسروں کی ضرورت ہے اور افسروں کی فوجی تعلیم کے لیے ایک کالج ہونا چاہیے۔ ویسے ہی ایک کالج بنانے کی اسکیم تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی، جس کے سبھاپتی (1) بھارت کے فوجی لاٹ تھے۔ اس کمیٹی نے اب اپنی رپورٹ پرکاشت کردی ہے۔ اسے دیکھ کر ہمیں نراشا (2) ہوئی۔ لاٹ صاحب ساٹھ افسر پرتی ورش اس ودیالیہ سے نکالنا چاہتے ہیں۔ کمیٹی کے غیر سرکاری سَدَسیہ اس سنکھیا کو ایک سوبیس تک لے جاتے ہیں۔ بھارت میں چار ہزار فوجی افسر ہیں۔ اس حساب سے یَدِی بیچ میں کوئی انگریز افسر نہ لیا جائے تو اتنے افسروں کے تیار کرنے میں پینتس ورش لگ جائیں گے۔ اور لاٹ صاحب کی سنکھیہ کے حساب سے ستر ورش۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سرکار اپنے فوجی اِدھیہ پتیہ (3) کی اَودِھی کو ادِھک سے ادِھک بڑھانا چاہتی ہے۔ جن دنوں میں یورپ میں لڑائی ہو رہی تھی، یووکوں کو چند ہفتے قواعد سکھا کر کام پر بھیج دیا جاتا تھا، اور وہاں وے افسر بڑی یوگیتا سے اپنا کام کرتے تھے۔ کم سے کم ان کے وِرُودھ کوئی شکایت نہیں سنی گئی۔ پر بھارت میں چار ہزار فوجی افسر تیار کرنے میں پینتس سے ستر ورش لگتے ہیں۔ اس سے سرکار کی نیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں، ہمیں چار ہزار افسروں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب ہماری دیش رکشا کا بھار ہمارے اوپر ہوگا، تو ہم نشچے کرلیں گے کہ ہمیں اس سے کم افسروں کی ضرورت ہے یا زیادہ۔ اتنے ہی خرچ میں ہم ایسے ایسے دو ودیالیہ کھول سکتے ہیں۔ اور پینتیس ورش میں جو کام ہوگا اسے سترہ ورشوں میں پورا کر سکتے ہیں۔ ہمارا تو خیال ہے کہ فوجی کالج کے الگ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ودیالیوں میں جیسے سائنس کا پربندھ ہے، ویسے ہی فوجی تعلیم کا بھی پربندھ ہوسکتا ہے۔ پہاڑ کھود کر چوہیا نکالنا ہماری سرکار کی پرانی نیتی ہے۔ خیر ہمیں یہی خوشی ہے کہ کئی کمیشنوں اور کمیٹیوں کے بعد یہ نوبت تو آئی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس رپورٹ کو کاریہ روپ میں لانے میں کتنا سمے لگتا ہے۔ رپورٹ میں 1932ء سے کالج کھول دینے کی بات کہی گئی ہے۔ دیکھیے۔

ستمبر 1931ء

1۔ سبھاپتی۔ صدر 2۔ نراشا۔ ناامیدی 3۔ اِدھیہ پتیہ۔ اختیار، ملکیت

نوین اور پراچین

پورب اور پچھم کی پراچین سنسکرتی (1) میں وشیش انتر نہ تھا۔ ہاں چونکہ نئی سنسکرتی کا بڑا بھاگ پچھم سے آیا ہے، اس لیے اسے پچھمی کی اُپادھی مل گئی ہے۔ پچھمی سنسکرتی ہمیں بہت دنوں تک چکا چوندھ میں ڈالے رکھا۔ اس کی چنک مٹک دیکھ کر ہم ایسے متوالے ہوئے کہ جو کچھ سُندر اور سرل بھی ہمارے یہاں تھا، وہ بھی ہماری نظروں سے گر گیا۔ وقت کی پابندی ہی لیجیے۔ ہمارے یہاں پرانی سبھیہ تا یہ (2) تھی کہ کوئی پریچت یا متر جس وقت چاہے ہمارے پاس بے روک ٹوک آسکتا تھا۔ ہم اس سے باتیں کر کے خوش ہوتے تھے۔ اس وقت ہمیں یہ وچار کبھی نہ ستاتا کہ، اس منشیہ کے آجانے سے ہمارا سمے نشٹ ہو رہا ہے، ایک متر کی دل جوئی ہماری نگاہ میں روپے پیسے سے کہیں زیادہ مولیہ وان تھی۔ لیکن اب ہم ہر یک چیز کو روپے کے کانٹوں پر تولتے ہیں، اس لیے کسی ایسے آدمی کا آنا، جس سے ہمارا کوئی سوارتھ نہ سدھ ہوتا ہو، ہمیں زہر سا لگتا ہے۔ ایک آدمی آپ کو اپنا ہتیشی (3) سمجھ کر اپنا دکھ رونے، یا کیول ونود (4) کے لیے آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اس کے پاس ایک منٹ بیٹھنا بھی بھار سمجھتے ہیں کیونکہ اب سمے کا مولیہ روپے سے نکالا جاتا ہے۔ منشیہ تا سہانو بھوتی، دل جوئی کسی سے پریوجن نہیں ہے۔ بس جو کچھ ہے روپیہ ہے، اب ہمارے بڑے آدمیوں کے دُوار پر بھی بھیتر اور باہر کا لیبل لگا رہتا ہے۔ جس سے سوارتھ ہے اس کے لیے بھیتر ہے۔ جس سے کوئی پریوجن (5) نہیں، اس کے لیے باہر ہے۔ اور ہم اس سنسکرتی کا بکھان کرتے نہیں تھکتے، پچھم آدمیت کا گلا گھونٹ کر سُوارتھ کی مشین بن گیا ہے۔ وہی ہمیں یہ سکھا رہا ہے۔

پوربی سبھیتا تا اَتتھیوں کے آجانے سے پھول اُٹھتی تھی، اسے اپنا اہو بھاگیہ سمجھتی تھی کہ کوئی مہمان آیا، وہ آدھی رات کو آئے یا پچھلی رات کو، اس کی خاطر داری میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی۔ وہ گھر میں سب سے اچھی جگہ پاتا تھا، سب سے اچھا بھوجن کھاتا تھا اور سارا گھر اس کی سیوا ستکار (6) میں لگا رہتا تھا۔ اب

1۔ سنسکرتی۔ تمدن 2۔ سبھیہ تا۔ تہذیب 3۔ ہتیشی۔ دوستی 4۔ ونود۔ تفریح 5۔ پریوجن۔ مقصد 6۔ ستکار۔ عزت

پچھم کی سبھیتا نے ہمیں روٹی چور بنانا سکھا دیا ہے۔ مہمان آیا اور ہمارے پرَان پکھیرو اڑ گئے، کہاں سے یہ بلا سر پڑی، اب منا رہے ہیں کہ وہ جلد سے جلد رفع ہو جائے۔ گرہ سوامی کا منھ اترا ہوا ہے۔ سوامنی کی بھویں چڑھی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اَمنگل (1) اپنی اندھیری چھایا ڈالے ہوئے ہے۔ بابو صاحب اپنا کمرہ نہیں چھوڑ سکتے، مہمان باہر برآمدے میں لٹکا دیا جاتا ہے، سوامی زمانے بھر کی لونڈی نہیں ہے کہ جو چاہے دَندناتا چلا آئے اور وہ سب کے لیے بھوجن بنانے بیٹھے، اسے تو اپنے گھر والوں کے لیے بھوجن بنانا پہاڑ ہو رہا ہے۔ تب تک یہ جم دوت (2) نہ جانے کہاں سے پھٹ پڑے۔ اور اندھیر تو دیکھو، پہلے سے سُوچنا بھی نہ دی، نہیں تو کوئی بہانا کر لیتے کہ بیمار ہیں یا کہیں باہر جا رہے ہیں۔ جس دن مہمان بدا ہوتا ہے گھر میں جیسے نیا دن ہوتا ہے۔ ہم اتنے سوارتھی، سنکیرن (3) ہو گئے ہیں کہ نہ سوارتھ بھاؤ سے کوئی کام کر سکتے، اگر اتتھی کوئی مقدمہ لایا ہو، یا اس سے کسی موٹے مریض کے پھنسنے کی آشا ہو، یا اس کے ذریعہ کوئی بڑا آڈر ملنے کی سمبھاونا ہو، تو پھر پرستھی بدل جاتی ہے۔ اس اتتھی کی خوب خاطر ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سارا گھر اس پر پران دے رہا ہے۔ یہاں بھی وہی روپیے، وہی ہائے ہائے اور جو جن نئے رنگ میں جتنے رنگے ہیں ان میں یہ سنکیرتا اتنی ہی ادھک ہے۔ دیہاتیوں میں، مزدوروں میں، ویشیوں میں یہ پرورتی ابھی اتنی تیور نہیں ہے جتنی شِکشِت اور سبھیہ سماج میں، اپنے لیے جو کچھ ہو اپنے لیے۔ یہی ان کا جیون تتو ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس نئی سنسکرتی میں اور اس پرانی اتتھی سیوا (4) میں سب برائیاں ہی برائیاں یا خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ پرانے اتتھی میں بہودھا بےفکرے اور نکمے مہمان سر پر سوار ہو جاتے تھے۔ لیکن بےفکرے یا نکمے آدمیوں کی ستکار میں بھی تو کچھ اُدارتا تھی۔ اس نئی سنکیرتا میں تو کورا سوارتھ ہے کوری خودغرضی۔

پچھم نے ہمیں سب سے زیادہ زہریلا جو پاٹھ پڑھایا ہے وہ یہی خودغرضی ہے سمست (5) سنسار کو سوارتھ کے پیروں تلے روند کر وہ اب سوارتھ کا پشاچ (6) ہو گیا۔ اس میں نہ ہردے ہے نہ کوملتا ہے، نہ درد ہے بس سر سے پیر تک، بھیتر سے باہر تک سوارتھ بھرا ہوا ہے۔ ہنسنا، بولنا، رونا، گانا ایک بھی سُوارتھ سے خالی نہیں۔ پراچین سنسکرتی میں چکتسک کے لیے کسی مریض سے فیس لینا حرام تھا۔ ویدھ جی یا حکیم صاحب کو جس وقت کسی مریض کا بلاوا مل جائے، اسی وقت گھر سے چل پڑنا انیوار یہ تھا، اس میں کوئی رعایت نہ تھی۔ حکیم جی اکثر دوا بھی خود ہی دیتے تھے، یا کوئی نسخہ لکھتے تھے، تو اس میں دوا کے بہانے فیس

1۔ اَمنگل۔ اداسی 2۔ جم دوت۔ موت کا فرشتہ 3۔ سنکیرن۔ سکڑاؤ، چھوٹا دماغ 4۔ اتتھی سیوا۔ مہمان نوازی
5۔ سمست۔ سارا کا سارا 6۔ پشاچ۔ شیطان

گورو سمجھتے تھے، پر آج جو کچھ ہوتا ہے، وہ ہم روز ہی دیکھتے ہیں۔ ہاں اس پر یوار کا ایک چنھ ابھی باقی ہے۔ کتنے ہی ویدھ یا ڈاکٹر گھر پر مریضوں سے فیس نہیں لیتے، ہاں دوا میں کچھ اس کی گنجائش نکال لی جاتی ہے۔ یہی وہ آتمونتی (2) ہے جو پچھم کے ان ڈیڑھ سو سالوں نے ہمیں دی ہے، وکیل پرانے زمانے میں بھی ہوتے تھے، ادھیا پکوں سے بھی پراچین یگ خالی نہ تھا۔ پر وکیل سرکار سے ویتن پاتا تھا۔ اور ادھیا پک بھکشا مانگ کر ودیا (3) دان دیتا تھا۔ منشیہ سوارتھ (4) کا پتلا ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر اس میں پرتھا (5) ہے تو سنسار کا اس سے کوئی اُپکار نہیں ہو سکتا۔ وہ جائداد پیدا کرے گا۔ پہاڑوں پر جائے گا ہوا میں اڑے گا، شرابیں اڑائے گا، مفت میں کیوں کسی کی سیوا کرے۔ اس کے پچھمی گرو نے اسے یہ نیا پاٹھ پڑھایا ہے۔ اب تو ہمارے مہاتما لوگ بنا پیسے کے آشیرواد بھی نہیں دے سکتے۔ پہلے بُدھی یا سدھی کی سپھلتا سیوا اور اُپکار میں تھی، اب سُوارتھ سِدھ میں۔ مریض کے ہونٹوں پر پران لگے ہوں، ڈاکٹر صاحب بنا فیس لیے نہیں جا سکتے۔ یہ تو دونی چوگنی فیس وصول کرنے کا موقع ہے۔ ایسے شکار کیا روز پھنستے ہیں۔ جب سبھی سوارتھ کے اپاسک (6) ہیں، کنویں میں بھنگ پڑ گئی ہے تو ہمارے ادھیا پک جی نے کیا اپرادھ کیا ہے وہ بھی یوروپ جائیں گے، وہاں سے لوٹ کر لمبا ویتن لیں گے۔ کیریر بنانا ہی تو جیون کا اُدّیشیہ (7) ہے۔ واہ پچھم! تیری لیلا ایشور کی لیلا سے بھی وِچتر (8) ہے۔ کیا وے دن پھر کبھی آئیں گے جب ہماری پرانی سنسکرتی کا ابھیودے (9) ہوگا۔ اس سنسکرتی کا جس میں غریبی کلنک نہ تھی۔ کیا آشا ہے۔

نومبر 1931ء

1۔کلپنا۔خیال 2۔آتمونتی۔اپنی ترقی 3۔وِدّیادان۔تعلیم دینا 4۔سوارتھ۔خودغرضی 5۔پرتھا۔وقار
6۔اُپاسک۔پجاری 7۔اُدّیشیہ۔مقصد 8۔وِچتر۔حیرت انگیز 9۔ابھیودے۔اٹھنا،ترقی کرنا

سَنیکت پرَانت کے دوکنوو کیشن

یونیورسٹی تو بھارت میں کوئی ہے نہیں، ہاں گریجوٹ بنانے کے کئی کارخانے ہیں۔ اس لحاظ سے سنیکت (1) پرانت بھارت کا لنکا شائر یا بمبئی ہے۔ یہاں ایسے ایسے پانچ بڑے بڑے کارخانے ہیں، جہاں یووکوں کو دورویَس (2) اور فضول خرچی اور ولاستا (3) اور جھوٹے ابھیمان (4) کی شکشادی جاتی ہے۔ بی۔ اے پاس ہونے کا ارتھ ویوہارک روپ سے یہی ہے کہ اَمُک (5) یووک ان درگنوں میں پاس ہو چکا ہے، وہ سوائے دفتروں میں قلم گھسیٹنے کے اور کسی کام کا نہیں۔ اس غریب کا کوئی دوش نہیں، وہ تو خود اس مشین میں بنا ہے۔ آخر اس نے جو کچھ دیکھا، جو کچھ سنا ہے، جو کچھ پڑھا ہے وہی آدرش تو اس کے سامنے ہیں۔ کسی یونیورسٹی میں چلے جایئے، وہاں آپ کو بھارتیتا کی کہیں گندھ بھی نہ ملے گی۔ وہاں انگریزی بھاشا انگریزی ویش کا، انگریزی آچار کا ہی ادھہ پتیہ ہے، تیاگ اور پریم کے آدرش کا ایک سرے سے بہشکار کر دیا گیا ہے۔ وہاں وہی ودوان ہے، جو انگلینڈ سے کوئی بڑی سی اپادھی (6) لایا ہے۔ وہاں جو کچھ اُپادھی ہے۔ ان ودیالیوں نے بھارت میں فیشنیبل سمودائے (7) کی سرشٹی کرنے میں جو کام کر دکھایا ہے، وہ اور کسی نے نہیں کیا۔ جو اس کی چاردیواری کے اندر رہ آیا، اس پر وہاں کا جادو ایسا چڑھا کہ عمر بھر نہیں اترتا۔ بھارت کی ویکتی گت آئے ادھک سے ادھک تین روپیہ مہینہ ہے۔ پر ہمارا اُپادھی دھاری یووک ساٹھ روپیے سے کم میں گذر ہی نہیں کر سکتا۔ وہ اکیلا بیس آدمیوں کا حصہ چٹ کر جاتا ہے اور اس کے ادھیاپک کم سے کم دوسو ویکتیوں کے۔ بھارت جیسے غریب دیش میں ہی یہ اندھیر ہوسکتا ہے کہ یہاں کے راج پد بھوگیوں کا ویتن سنسار کے دھن وان دیشوں سے کئی گنا بڑھا ہوا ہے۔ وہی اندھیر ہمارے ودیالیہ میں بھی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی دفتری شاسن کا ایک انگ ہے۔ ہمارے وائس چانسلر صاحب کو مہینے میں تین ہزار چاہیے جس ودیالیہ کا مکھیادھسٹھاتا ودیارتھیوں کے سامنے یہ آدرش رکھ رہا ہے،

1۔ سَنیکت ۔مخلوط 2۔ درویسن ۔ بری عادت 3۔ ولاستا۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنا 4۔ ابھیمان ۔شان
5۔ اَمُک ۔کوئی 6۔ اُپادھی ۔انعام، خطاب 7۔ سمودائے ۔گروہ

اس ودیالیہ میں چھاتر اگر دھن کے اُپاسک (1) ہوں تو کیا آشچر یہ ہے۔ کہا جائے گا انگلینڈ میں بھی تو پروفیسروں کے ویتن کم نہیں ہیں، لیکن کہاں انگلینڈ اور کہاں بھارت۔

خیراب کی اُپادھی بٹائی کے اوسر پر الہ آباد کے کارخانے میں سر رمن کا بھاشن ہوا، اور لکھنؤ کے کارخانے میں سر رادھا کرشن کا۔ سر رمن چوٹی کے وگیانک ہیں اور سر رادھا کرشن چوٹی کے فلاسفر، پر ان دونوں بھاشنوں میں بڑا انتر ہے۔ سر رمن نے تو پریاگ کے کارخانے میں بھوری بھوری (2) پرشنسا کی ہے اور اسے آدرش ودیالیہ کہا ہے، حالانکہ اسی پریاگ کے کارخانے میں جب کچھ کفایت کا پرشن اٹھا تو کارخانے کی پربندھ کرترنی کمیٹی (3) نے یہ نشچے کیا کہ ہوسٹل کے چھاتروں کی فیس بڑھا دی جائے، کیونکہ ادھیاپکوں کے ویتن میں تو کسی طرح کمی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ ہے اس وبھاگ کا حال، جس پر ہمارا سوراجیہ ہے۔ رمن صاحب نے تو پریاگ وشو ودیالیہ کی تلنا ہارورڈ سے کرنے میں بھی سنکوچ نہ کیا۔ جس ودیالیہ میں ہمارے یُووکوں کے چرتر کا نرمان ہوتا ہے، وہاں سوارتھ پرتھا اپنے ننگ روپ میں کھڑی ہو، یہ ہمارے لیے دُربھاگیہ کی بات ہے۔ اور وِبھاگوں سے تو ہمیں شکایت نہیں، ان کا اَستِتو بل (4) پر ہے۔ وہ پشو بل سے جتنا چاہتے ہیں ہم سے وصول کرتے ہیں، جیسے چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ ہم وِوَش ہیں۔ لیکن ودیالیہ تو ہماری سبھیتا کی آدرش ہیں، سر رمن کے شبدوں میں ہم ایک مہان سبھیتا کے اتر اَدھیکاری ہیں، جب وہاں سوارتھ کا پرکوپ اتنا ویاپت ہو رہا ہے تو ہم اپنے بھوشیہ کی اور سے نراش ہو جاتے ہیں۔ ہم اپنے ودیالیوں سے یہ آشا کرتے ہیں کہ اس دھنا بھاؤ کے اوسر پر سُیم اپنا خرچ کم کر دیتے، شاید انیہ سرکاری وبھاگ کی آنکھیں کھلتیں۔ کم سے کم ہمیں اپنے ودیالیوں پر گرو کرنے کا منھ ہوتا، لیکن اس نیتی سے کام لے کر انھوں نے سِدھ کر دیا کہ وے بھی سوارتھ اُپاسنا (5) میں دوسرے وبھاگوں سے جو بھر بھی کم نہیں ہیں، ہم ایسے ودیالیوں کو اپنی مہان سبھیتا کا اترادھیکاری نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کے لیے کلنک سمجھتے ہیں، ہمارے ودیالیوں کا آدرش اور تھا، وہ اب بھی کچھ چھوٹے روپ میں گروکلوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سب سے اچّھے کی جو بات سر رمن نے کہی وہ یہ تھی۔

'ہندستان کے ودیالیوں کا یہ دھرم نہیں کہ اس کرانتی اور پری ورتن کی گتی کو اور بھی تیز بناؤ بلکہ ان کا واستوک دھرم ہے کہ وہ جاتیہ وکاس کی اس درت گتی کے لیے ایک بریک، رکاوٹ کا کام دے، بھارت میں اس سے جو کرانتی ویاپت ہو رہی ہے، اس کا تتو ہماری سمجھ میں سر رمن نے نہیں سمجھا۔ بھارت کی

1۔ اُپاسک۔ پجاری 2۔ بھوری بھوری۔ دل کھول کر 3۔ پربندھ کرترنی کمیٹی۔ انتظامیہ کمیٹی 4۔ اَستِتو۔ وجود
5۔ سوارتھ اُپاسنا۔ اپنے پوجا کا مطلبی

کرانتی، کیول اپنی آتما کو پا جانے کی اِچھا ہے۔ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کی سوادھینتا (1) اور کرتمتا (2) اور ہردے ہینتا (3) بھارت کو گرست کرتی چلی جاتی ہے۔ ہمارے ودیالیوں کی استھاپنا اسی اُدیشیہ سے سرکار دوارا ہوئی تھی اور سرکار کو اپنی اُدھوگ میں پوری سپھلتا ہوئی۔ ہماری کرانتی اپنی کھوئی ہوئی آتما کو اپنے تیاگ اور سرلتا اور آدرش واد کو پھر واپس لانا چاہتی ہے اور اس پچھمی سنگھرش اور سوارتھواد کو مٹا کر اس کی جگہ سہیوگ اور سہردیتا کو آسین دیکھنے کی اِچھک ہیں۔ اس کی گتی میں بریک لگانے کا ارتھ یہی ہوسکتا ہے کہ بھارت اس پتن کو چپ چاپ دیکھتا رہے۔ گھر میں آگ لگ جانے پر اسے جلد بجھانا چاہیے کیونکہ وِلمب سے سَرو ناش کی ہی سمبھاوَنا ہے۔

لکھنؤ وشوودیالیہ میں سر رادھا کرشن کا بھاشن اپنی نربھیکتا اور راشٹریہ بھاووں کے اعتبار سے اس پرکار کے بھاشنوں میں اَدواتی (4) ہے۔ سر رادھا کرشن نے ادھیکاریوں کی خوشی یا ناراضگی کی بالکل پرواہ نہ کر کے سچی اور بے لاگ باتیں کہہ سنائی ہیں، اس آندولن کال میں ودیالیوں کا کیا دھرم ہے اور یووک چھاتروں سے کیا آشائیں کی جانی چاہیے، اس کا انھوں نے ایک سچے دیش بھکت کی بھانتی وِوِیچن کیا ہے۔ ہم ہمیشہ سنتے آئے ہیں کہ فلاسفروں کو اپنے بال کی کھال نکالنے کے سوا اور کسی بات کی چنتا ہی نہیں ہوتی۔ فلاسفروں کے سمبندھ میں کتنی ہی ہاسیاسپد (5) کتھائیں پرچلت ہیں، پر سر رادھا کرشن کے اس بھاشن نے سدھ کر دیا کہ وہ فلاسفر ہوتے ہوئے بھی راشٹر کے دکھ سے دکھی ہیں اور شکشت سموادائے کا اس سمے کیا دھرم ہے، اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں، وچاروں کی پروڑھتا اور اُدارتا میں ہم نے کسی کنووکیشن میں ایسا بھاشن نہیں سنا۔ اس کا ایک ایک واکیہ دل پر اثر کرنے والا ہے۔ آپ نے کہا۔

'بدھی مان آدمی کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ ہر یک وِشے میں وہ کوئی نہ کوئی رائے دے سکتا ہے، نہ وہ کسی لیکھک کا سارا ایک واکیہ اور کسی سنسکرتی کا تتو ایک وِینگیہ (6) میں پرکٹ کرتا ہے۔ بدھی مان منشیہ میں درشٹی کا وِستار، وچار کی سوادھینتا اور نِوینتا اور انیہ منو بھاوَں کو سمجھنے کی شکتی ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ ان وچاروں سے سہانو بھوتی رکھنے کو تیار رہتا ہے، جن سے اسے مت بھید ہے۔'

آگے چل کر آپ نے ان واکیوں میں ودیالیوں کے پرانے آدرشوں پر پرکاش ڈالا۔ "پراچین میں ودیالیوں کے سنسکار کی اُپما (7) ایک مثال سے دی جاتی تھی، جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ اور ایک یگ سے دوسرے یگ تک چلتی رہتی تھی۔ یہ مثال ایک بھینکر وستو ہے، اس نے کتنے ہی آندولنوں کو

1۔ سوادھینتا۔ آزادی 2۔ کرتمتا۔ مصنوعی 3۔ ہردے ہینتا۔ بے جذبہ 4۔ ادوئی تہیہ۔ اچھی صلاحیت
5۔ ہاسیاسپد۔ 6۔ وینگیہ۔ طنز 7۔ اُپما۔ علامت، تشبیہ

اٹھایا ہے کتنی ہی ہل چل جگائی ہے۔ یہ کرانتی بھاؤنا کی بودھک ہے۔ وہ آگ ہے جو گھاس پھوس اور گندگی کو جلا کر صاف کر دیتی ہے۔ اگر ہم ان ساماجک، آرتھک اور راج نیتک آندولنوں سے بھے بھیت ہو جائیں جو اس آگ کے پھیلنے سے پیدا ہوتے ہیں، تو ہمیں ودیالیوں سے دور ہی رہنا چاہیے۔'' آپ نے آگے چل کر کہا کہ، ودیالیہ میں یواوستھا کا جوش اور بجیوتا ہونی چاہیے۔ اگر ودیالیہ ایسے منشیہ پیدا کرتا ہے جو دل کے بودے ہیں، جو اپنی جان کی خیریت مناتے ہیں جو عیش و آرام کے بندے ہیں، جو حکم سے بچتے ہیں تو وہ ودیالیہ اپنے دھرم کا پالن نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اُتساہ اور پوروش سے بھرے ہوئے یوؤکوں کو لے کر انھیں بودے، سوارتھی اور پرتھاؤں (1) کا غلام بنا دیتا ہے۔ اگر وہ اس کے وچاروں کو کٹھور کر دیتا ہے اور ان کی آگے بڑھنے کی شکتی کو نرجیو (2) کر دیتا ہے تو وہ اپنے دھرم سے دور چلا گیا ہے۔

یہ بھاشن آدی سے انت تک اتنا اوجسوی (3)، اتنی وِدوَتا (4) سے بھرا ہوا ہے کہ ہم میں سے ہر یک کو اسے بار بار پڑھنا چاہیے۔

دسمبر 1931ء

1۔ پرتھا۔ رسم 2۔ نرجیو۔ مردہ 3۔ اوجسوی۔ پرجوش، جواں مردی 4۔ وِدوَتا۔ ماہر، قابلیت

سوامی شردھانند اور بھارتی شِکشا پَرنالی

یوں تو سوامی جی آریہ آدرشوں کے پُورن رُوپ سے پَرورتک (1) تھے، پر میرے وِچار میں راشٹریہ شِکشا کے پُنرتھان (2) میں انھوں نے جو کام کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ایسے یُگ میں جب اَنیہ بازاری چیزوں کی طرح وِدیا بکتی ہے، یہ سوامی جی ہی کا دماغ تھا جس نے پَراچین گرُوکُل پَرتھا میں بھارت کے اُدھار کا تَتو سمجھا۔ لڑکا جیسی شِکشا پاتا ہے ویسا ہی مَنُشیہ بنتا ہے۔ ہمارے وِدیالیہ ہی راشٹریہ کی سَنسکرتی کے سب سے بڑے رَکشک ہیں۔ وِدیالیہ پُورن سَوتَنتر ہونا چاہیے۔ چاہے سَوراجیہ ہو یا پَرراجیہ۔ راجیہ سے کسی پَرکار کی سَہایتا لینا مانو شِکشا کا گلا گھونٹنا ہے۔ اور جب شِکشا کے پیروں میں بیڑیاں پڑ گئی تو اس شِکشا کی گود میں پلے ہوئے چھاتر بھی غلام مَنوَرتی کے مَنُشیہ ہو تو کوئی آشچریہ نہیں۔ راجیہ پَریورتن ہوتے رہتے ہیں۔ راشٹریہ کے آدرشوں میں کوئی پَریورتن نہیں ہوتا۔ اگر اس کے آدرش بدل جائے تو اس کی پَرمپرا نَشٹ (3) ہو جائے اور وہ راشٹر اپنے وَیکتِتو (4) کو کھو بیٹھے۔ بودھ کال تک گرُوکُل پَرتھا جیوِت رہی۔ مسلم یُگ میں وہ پَرتھا نَشٹ ہو گئی اور اس کے نَشٹ ہوتے ہی راشٹر نو کا لنگر اُکھڑ گیا۔ جیون کے کسی وِبھاگ پر نِینتَرن نہ ہو سکا۔ وَرَن اور آشرم، جو آریہ سَنسکرتی کے اَستمبھ تھے، اپنا اصلی روپ کھو کر جات پات کے روپ میں آ گئے۔ اور گیروے وستر دھاری، اَکرَمنیہ، پیٹ کے بندو نے سَنیاس اور وَان پَرستھ (5) کا اَستھان چھین لیا۔ انگریزی راجیہ میں نئے نئے وِدّیالیہ کھلے۔ مگر ان کا آدرش اور اُدّیشیہ کچھ اور تھا۔ وہ دفتری شاسن کا ایک وِبھاگ ماتر تھا۔ جسکا اُدّیشیہ سَتیہ کی کھوج اور سَنسکرتی کا وِکاس نہیں، دَفتروں کے لیے کرمچاریوں کا نرمان تھا۔ وہاں کی پُستکوں پر، شِکشا وِدھی (6) پر، انگریزی راج کی چھاپ تھی۔ چھاتروں کے آتمہ سَمان کو کچلا جاتا تھا۔ کوئی دکانداری تھی جہاں یُگ یُگ

1۔ پَوَرتک۔ پجاری، پیروکار 2۔ پنرتھان۔ نئے سرے سے ترقی، احیا 3۔ نشٹ۔ برباد 4۔ وِیکتِتو۔ شخصیت
5۔ وان پرستھ۔ رہبانیت۔ جنگلی زندگی 6۔ شکشا وِدھی۔ تعلیمی پالیسی

پر چھاتروں سے کچھ نہ کچھ وصول کرنے کی فکر رہتی تھی۔ جُرمانوں کا بھاؤ گرم ہے۔ حاضر نہ ہوسکو تو جرمانہ دو، دیر میں آؤ تو جُرمانہ، شرارت کرو تو جُرمانہ، سبق یاد نہ کرو تو جرمانہ، درجنوں طرح کی فیس۔ پڑھائی کی فیس، پُستکالیہ کی فیس، سائنس کی فیس، امتحان کی فیس، روشنائی کی فیس۔ ایسی سَنستھاؤں کے چھاتروں سے یہ آشا کرنا کہ وہ راشٹر کی کوئی سیوا کریں دُراشامات (1) ہے ان کی تو آتما کچلی جا چکی ہے۔

بھارت کے پُراچین آدرش کی اس پچھمی آدرش سے ذرا تلنا کیجیے۔ یہاں ہمارے وائس چانسلر صاحب ساڑھے تین ہزار روپیہ وِیتن پاتے ہیں۔ کتنا شاندار آپ کا بنگلہ ہے، کتنی اچھی اچھی موٹریں ہیں، کتنے اِسٹائل میں رہتے ہیں۔ پرِنسپل صاحب کا وِیتن بھی لگ بھگ دو ہزار ہے۔ اتنا شاندار بنگلہ تو آپ کا نہیں ہے، پر آپ سگار زیادہ قیمتی پیتے ہیں۔ لیڈروں میں آپ کی زیادہ پہنچ ہے۔ گھڑ دوڑ کے شوقین ہیں ہی۔ پروفیسر، رِیڈر، لیکچرر، ڈین، ٹیوٹر، ڈمانسٹریٹر، غرض اوپر سے نیچے تک وہی شان وہی نمونہ، وہی ٹھاٹ۔ اس واتاورَن میں چرِتر کا ذکر ہی کیا۔ کسی پرانے ستیاسی کو لا کر بٹھائیں تو وہ بھی وِلائتی فیشن اور پیسے کا غلام ہو جائے، کومل ہردے یُووکوں کا پوچھنا ہی کیا۔ جیوَن کے وہ تکلف اور اَسپردھا (2) اور مِتھیا بھوگ کے دِرشیہ دیکھ دیکھ کر یُووَک بھی وہی رنگ پکڑتا ہے۔ سگار اور لے وِینڈر، بَہوسَنکھیک سوٹ اور خدا جانے کیا کیا بلائیں اس کے پیچھے پڑ جاتی ہیں، بلکہ اس کے سر پر سوار ہو جاتی ہیں۔ ان وِیسنوں کو پورا کرنے کے لیے وہ جھوٹ، چھل، بہانے بازی سبھی کچھ کرتا ہے، یہاں تک کہ آتمہ سمان تک کھو بیٹھتا ہے۔ وہ سَنکٹوں کا ذرا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسے کسی نہ کسی کے آشرے کی ضرورت ہے۔ اپنے بَل پر تو کھڑا ہی نہیں رہ سکتا۔ جو ایک وقت چائے نہ ملنے سے بدحواس ہو جائے، ایک وقت سگار نہ ملے تو پاگل ہو جائے، وہ جیون سَنگرام کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس پَرستھی میں بھی کبھی رَتن نکل آتے ہیں۔ لیکن وہ اَپواد ہے۔

پُراچین پَرتھا کی طرف آنکھیں اٹھایئے۔ کُلپتی ہے، وہ گیان کی مورتی، وِدیا کا بھنڈار، زمین کا سرد گرم چکھے ہوئے اور سَنسار کے پَرلوبھنوں سے اونچا اٹھا ہوا۔ اَدھیاپک بھی اسی سانچے میں ڈھلے ہوئے، کہیں اَڈمبر نہیں، کہیں مِتھیا بھیمان (3) نہیں۔ وہاں شان اس میں نہیں کون کتنا وِیسنی (4) ہے، کس کے پاس کتنے اچھے کتّے ہیں، یا کون سنیما زیادہ دیکھتا ہے۔ بلکہ اس بات میں کہ کس میں زیادہ لاگ ہے، کس میں زیادہ بھکت یا وِدّتا ہے، کون زیادہ سَواولَمبی (5) ہے، کس میں سیوا اور سہایتا کا بھاؤ اَدھک

1۔ دُراشامات۔ نااُمیدی کے لائق 2۔ اَسپَردھا۔ مقابلہ 3۔ مِتھیا بھیمان۔ جھوٹی شان 4۔ وِیسنی۔ عادت، لت
5۔ سواولمبی۔ خودکفیل

ہے۔ دونوں آدرشوں میں کتنا انتر ہے۔

سُوامی شَردھانند جی بھارتی نے آدرش کو زندہ کر دکھایا۔ سَمے ان کے اَنُوکول نہ تھا۔ وِردھیوں کا پوچھنا ہی کیا، چاروں طرف بادھائیں۔ پر جتنے آدرش وادی تھے، اتنے ہی ہمت کے دھنی تھے۔ کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گروکلوں کی اَستھاپنا کر دی۔ یدؔ پی زمانے نے گروکُل پر بھی اپنا کچھ کچھ اَثر جمالیا۔ گروکُل سے نکلے اَسناتکوں کو جس دنیا میں آنا پڑا وہ ایک اور ہی دنیا تھی اور اس میں سمّان پُوروَک (1) رہنے کے لیے انھیں اپنے جِیوَن میں کچھ کچھ ردّو بدل کرنی پڑی اور وہ آدرش، بَجیو اور سُندر، اپنے پَراچین گَورَو سے تجسوی،(2) بناوٹ اور مَتھیا کو حقارت نہیں، دَیا کی آنکھوں سے دیکھتا ہوا پَرتکوُل پَرَستھیتیوں(3) سے کچھ چِنتِت(4) کھڑا ہے۔ اچھے دنوں کے انتظار میں۔

شدؔھ سَماچار، شرؔدھانند۔ بَلیدان اَنک،

جنوری۔ فروری 1932ء

1۔ سمّان پُوروک۔ عزت کے ساتھ 2۔ تجسوی۔ قابل، ماہر 3۔ پَرستھماتی۔ حالت 4۔ چنِتت۔ فکرمند

سواک فِلموں کے دن گنے ہوئے ہیں

ایسا جان پڑتا ہے کہ سواک (1) فلموں کی ہوا بہت جلد اکھڑ جائے گی۔ مُوک (2) فلم ایک سال تک بھومنڈل میں پرَچلِت (3) ہو جاتی ہیں۔ چارلی کے مَسترےپَن کا آنند آسٹریلیا، روس اور چین سبھی اٹھا سکتے تھے۔ سُواک فلموں کا چھیتر بہت تنگ ہو گیا ہے۔ کیونکہ انگریزی فلموں کا آنند وہی اٹھا سکتے ہیں جو انگریزی کے گیاتا ہوں۔ کسی دیش کی سادھارَن جَنتا وِدیش کی بھاشاؤں میں اتنی کُشل (4) نہیں ہوتی کہ وِدیشی بول چال سمجھ کر اس کا آنند اٹھا سکے۔ اَت ایو، سواک فلم بنانے والوں کو برابر گھاٹا ہو رہا ہے اور یہ اَوَستھا بہت دن نہیں رہ سکتی۔ مُوک چِتروں کے دن پھر لوٹیں گے، ایسی آشا ہے۔

29 اگست 1932ء

1۔سُواک۔ بولتا ہوا 2۔موک۔خاموش 3۔پرَچلِت۔رائج 4۔کُشل۔خوش

جاگرتی ۔ 1

جیوَن کے لیے جاگنا جتنا ضروری ہے اتنی ہی ضروری سونا ہے۔ دونوں کریائیں ایک دوسرے کے سہارے پر ہیں۔ نیند کا نہ آنا بھی ایک بیماری ہے جس سے اَنیک پرکار کی بادھائیں آسکتی ہیں۔ اور جو پرانی رات دن سوتا ہی رہے، وہ تو مرا ہے ہی۔ یدی دونوں کریائیں ایک دوسرے کی سہایتا کرتی رہیں۔ آدمی جاگے کرم کرنے کے لیے، سوئے وِشرام کرنے کے لیے۔ تو جیوَن سُکھی ہوتا ہے۔ لیکن جاگنا جیوَن کا مُکھیہ لچھن ہے۔ سونا اَرتھات وِشرام تو کیوَل اس کا سہایک ہے، اس لیے جاگرتی (1) جیوَن اور اَبھیودے (2) کا چِنھ ہے اور نِدرا پتَن تتھا ہَراس کا۔ جاگرتی رَج پَردھان (3) کریا ہے، نِدرا میں تم (4) کی پَردھانتا ہوتی ہے۔ کم سے کم سونے کے لیے اَنیک اُپائے اور سادھن بتائے گئے ہیں۔ اَدھک سے اَدھک سونے کے لیے آج تک کسی نے کوئی اُپائے نہیں بتایا۔ اسی طرح جیسے سُوستھ رہنے کے لیے طرح طرح کے پریَتن کیے جاتے ہیں، پر بیماری کے لیے بھی کسی نے کوئی پریَتن (5) کیا ہے، ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا۔ واستو میں سُواستھ کا نہ ہونا ہی بیماری ہے۔ اسی طرح جیسے پرکاش کا نہ ہونا ہی اَندھکار ہے۔ آدمی جتنا ہی کم سوئے، اتنا ہی جاگرُوک ہے، یہاں تک کہ کئی وِدْوانوں کا مَت ہے کہ سونا کوئی آوَشیک کریا نہیں۔ سمبھو ہے تپسیوں کے لیے سونا آوَشیک نہ ہو۔ ان کی پرکرتی میں رَج (6) اور سَت (7) ہی رہ جاتا ہو تم کی سروتھا ہانی ہو جاتی ہے، پر سادھارَن پرانیوں کے لیے بھی یہی نیَم لاگو ہے کہ ماترا سے اَدھک سونے میں ہانی ہے، اَت ایو جب ہم کسی راشٹر کے وِشے میں جاگرتی کی کامنا کرتے ہیں تو اس کا بودھ یہ ہوتا ہے کہ وہ راشٹر ماترا سے اَدھک تموگنی (8) ہو گیا اور اس میں جیوَن کی ماترا ضرورت سے کم ہے۔ ہم اسی اَوستھا میں ہیں۔ اور اس سے نکلنے کا پریَتن کر رہے ہیں۔ ہم اس تتو کو مانتے ہیں کہ ہمارے لیے جاگرتی کی بہت ضرورت ہے، لیکن اس جاگرتی کا، اس اَبھیودے کا روپ کیا ہو، اس وِشے میں ابھی ہم میں تھوڑا مَت بھید ہے۔ اَنیک وِچارک، اَنیک سدّھانت بتاتے ہیں۔ ہم

1۔ جاگرتی۔ واقف کار 2۔ ابھیودے۔ ترقی کرنا 3۔ رَج پردھان 4۔ تَم۔ اندھیرا 5۔ پریَتن۔ کوشش
6۔ رَج 7۔ سَت۔ سچائی 8۔ تموگنی

میں جاگرن کے دو چار اُنگوں میں اسی وِشے کی وویچنا کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں ہمارے جیون کا ادیشیہ کیا ہے۔ جب تک ہم اس کا نشچے نہ کرلیں ہم جاگرتی کا روپ استھر نہیں کرسکتے، جیسے پرانیوں میں پرکرتی بھید ہوتا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو وستو ایک آدمی کے لیے امرت ہے وہی دوسرے آدمی کے لیے گھاتک وش ہے، ویسے ہی جاتیوں میں پرکرتی بھید ہوتا ہے۔ اس کے انیک کارن ہو سکتے ہیں۔ ودیش کی پراکرتی اوستھا جلوایو کی وبھنتا، پرمپرا کی وِشیشتا آدی۔ یدی ہم ان پرستھیتیوں کو اپنا دیپک نہ بنائیں گے، اپنا مارگ ایسا نہ بنائیں گے جو ان حالتوں کے اُنکول ہو تو بہت سمبھو ہے کہ ہم اپنے لکشیہ کی پراپتی کے بدلے دن دن اس سے دور ہوتے جائیں۔ ہماری سنسکرتی، جو سناتن سے چلی آتی ہے اسی کے ادھار پر ہمیں چلنا ہوگا کیونکہ سنسکرتی کیول انھیں پرستھتیوں کا سمنوے (1) ماتر ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ سنسکرتی کا جو کچھ روپ ہے، وہ انھیں پرستھیتیوں کا بنایا ہوا ہے۔ جب ہم اس سنسکرتی پر دچار کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ کرتویہ پردھان، پرمارتھ پردھان، (2) اہنسا پردھان، وَرت اور نیم پردھان سنسکرتی ہے۔ اس میں ویکتی اور سمشٹ کے سامنجسیہ کا ایسا ودھان ہے کہ ایک دوسرے کا شترو نہ ہو کر سہایک بنی رہے۔ ویکتی کے لیے دھن اور شوریہ پراپت کرنے کی پوری سوادھینتا ہے، پر اس کا اپیوگ سماج اور راشٹر کے ہت کے لیے ہونا چاہیے۔ بھوگ ولاس اتھوا نربلوں پر پربھتو جمانے کے لیے نہیں، اہنسا پرمودھرم، (3) اور وسودھیو کٹمب (4) کم، یہ دو سوتر ہماری سنسکرتی کے مول تو ہیں اور اس ادھووستھا میں ہم انھیں اپنائے ہوئے ہیں۔ یدپی انیک کارنوں سے اس سنسکرتی کا روپ وکرت (5) ہو گیا ہے، اس میں اسنکھیہ برائیاں گھس گئی ہیں۔ یہاں تک کہ اب اس کا روپ پہنچانا نہیں جاسکتا، پھر بھی یہ تتو پرکاش اشمبھو کی بھانتی اب بھی پرتکول دشاؤں کا سامنا کرتے ہوئے کھڑے ہیں۔ بہت کچھ کھو چکنے پر بھی اب تک ہماری نوکا نہ جانے کب کی بھنور میں پڑ کر ڈوب چکی ہوتی۔ اس کٹھن سے ہم اس نشکرش پر پہنچے کہ ہمارے جیون کا ادیشیہ پربھتو (6) کی پراپتی نہیں، بلکہ پرمارتھ سنچے ہے۔ ہمارے جیون کا آدرش سوارتھی کی اندھی اپاسنا نہیں، سنسار کی ندھی کو سمیٹ کر اپنی تھیلی میں بھر لینا نہیں اور نہ سنسار میں اس طرح رہنا ہے کہ ہم سے کسی کو ہانی نہ ہو، کسی کو کشٹ نہ ہو، کسی کا گلا نہ دبے، ہمارے آدرش چرترنے نپولین جیسے نہیں، جو سنسار پر ادھیکار پراپت کرنا چاہتا تھا نہ کلائب یا کرام بیل جیسے، لینن یا مسولینی جیسے۔ ہمارے آدرش چرتر کرشن اور رام اور اشوک جیسے راجہ ارجن اور بھیشم جیسے

1۔ سمنوے۔ ہم آہنگی 2۔ پرمارتھ۔ مدد 3۔ پرمودھرم۔ اعلا مذہب 4۔ وسودھیو۔ کائنات 5۔ وِکرت۔ 6۔ پربھتو۔ اختیار، ملکیت

یودھا اور گاندھی جیسے گرہستھ ہیں۔ ہمارا وشواس سنگھرش میں نہیں، سہیوگ میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سدھانت روپ سے سبھی سنسکرتیاں ایک سی ہیں۔ پورب پچھم میں کوئی انتر نہیں۔ وہی اہنسا اور پریم اور سیوا جو ہماری سنسکرتی کا مول تتو ہے، پچھمی سنسکرتی کا بھی مولا دھار ہے۔ جو کچھ انتر ہے وہ نئی اور پرانی سنسکرتی میں ہے۔ پچھم کی پرانی سنسکرتی میں۔ پچھم کی پرانی سنسکرتی ہماری سنسکرتی سے ابھن تھی۔ جب سے پچھم میں کلبوں کا یگ آرمبھ ہوا، تبھی سے وہاں کی سنسکرتی میں سُوارتھ اور سنگھرش کی پردھانتا ہوئی۔ یدپی یہ کتھن بالکل سارہین (1) نہیں ہے پھر بھی پچھمی سنسکرتی کا جواُدگم استھان ہے، یعنی یونان اور روم، وہ سنگھرش پردھان راشٹر تھا۔ عیسائی دھرم جو مول میں بودھ دھرم اور بہت انشوں میں ہندو دھرم کا ہی روپانتر ہے پچھم میں اس پودھے کے سمان تھا جو کہیں ودیش سے لاکر آروپت کیا گیا ہو۔ کچھ دنوں تک تو اس نے اپنے بھیتر کی شکتی سے باہر کی پرتکول شکتیوگ کا سامنا کیا۔ پھر وہ نشٹ ہوگئی۔ ودیشی پودھا اس پرتکول جلوایو میں پھل پھول نہ سکا۔ آج پچھمی عیسائی کہلاتے ہوئے بھی، عیسائیت سے کوسوں دور ہیں۔ عیسائیت کی دیا اور اہنسا کا وہاں کہیں نام بھی نہیں۔ رُوم اور یونان کے کوی، دَارشنک، یوڈھا تو پَرسِدھ ہیں، پر کوئی تیاگی مہاتما تھا، اس میں سَندیہہ ہے۔ وہ بھوگ پردھان سَنسکرتی تھی اور راشٹر کے سبھی اَنگ اُدِھک بھوگنے کے لیے لالایت رہتے تھے جس کا پَرینام آپس کے سَنگھرش سوا اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔

بھارت میں ہمیں پَراچین کال میں ایسے سَنگھرش کا پتہ نہیں ملتا۔ اس کا کارَن یا تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں شکتی شالیوں نے دُربلوں کو اِتنا کچل ڈالا تھا کہ ان میں فریاد کرنے کی سامَرتھ نہیں۔ یا یہ کی تیاگ اور سیوا بھاؤ کا اتنا پَرسار تھا کہ سَنگھرش کو پنپنے کے لیے کوئی اَوسر ہی نہ ملتا تھا۔ دیوتاؤں اور اَسرُوں کی لڑائیوں کی کتھائیں ملتی ہیں، لیکن وہ سُوارتھ کا سَنگھرش نہ تھا، بلکہ سِدّھانت تھا۔ اَسرُ بھُوگ وادی تھے، دیوتا تیاگ وادی۔ دیوتا جب لڑتے آتم رَکشا کے لیے، اَسروں کو پَراست کرکے ان پر رعب جمانے کا بھاؤ کبھی ان کے من میں نہ آیا۔ یوروپ میں اس کے پَرتکول سُوارتھ کا سَنگھرش تھا۔ غریبوں اور امیروں کی، شاسکوں اور شاستوں کی لڑائی تھی۔ اسی سَنگھرش کی چھاپ پچھمی سَنسکرتی کے ہر اَنگ پر لگی ہوئی ہے۔ عیسائی دھرم نے کئی صدیوں تک اس سُوابھاوِک مَنووَرتی کو دبائے رکھا۔ اَنت میں وہ بھی پَراست ہوگئی ات اَیو یوروپ کے جیوَن میں آج جو سُوارتھ کا اُنماد (2) ہے، یہ اس کی سُوابھاوِک اور سَناتن مَنووَرتی ہے۔ بار بار گرانتی کا ہونا اسی سُوارتھ (3) کے سَنگھرش کا پَرینام تھا۔ اگلے سپتاہ میں ہم پھر اس پَرشن پر وِچار کریں گے۔

5 ستمبر 1932ء

1۔ سارہین۔ بے معنی بے مقصد 2۔ اُنماد۔ پاگلپن 3۔ سُوارتھ۔ خودغرضی

جاگرتی۔ 2

پچھلے اُنک میں ہم نے یورپ کے سَنگھرش اور بھارت کے اَہنسا اور پَریم کی چرچا کی تھی۔ ہماری سَنسکرتی کا مول تتوا(1) ہنسا ہے، پچھم کی سَنسکرتی کا مول تتو سَنگھرش ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ پچھم میں اَہنسا بھاؤ کا اَستِتو نہیں، یا بھارت میں سَنگھرش کوئی انوکھی بات ہے، لیکن ہمیں یہاں اُپوادوں سے بحث نہیں۔ پچھمی جیوَن کی نس نس میں، انو، انو میں سَنگھرش بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح بھارتی جیوَن کے اَنگ اَنگ میں اَہنسا اور دَھرم بسا ہوا ہے۔ سَنسار کی وِبھوتیوں (2) پر اَدِھیکار پانے کے لیے اور انھیں بھوگنے کے لیے سَنگھرش اور سَنگرام اَنِیوارِیہ ہے۔ اَہنسا سے تو کیول سَنتوش اور تیاگ اور نِورَتی (3) کا ہی وِکاس ہوتا ہے۔ یورپ کا وِجیتا کسی سَنگرام میں وِجے پراپت کرنے کے بعد اس وجہ سے اَدِھک لابھ اٹھانے کا پَریتن کرتا ہے۔ یہاں اَرجن وِجے پَراپت کر کے گلانی (4) اور وِراگ (5) میں ڈوب جاتے ہیں، اشوک پربھوتا کے شِکھر پر پہنچ کر بِھکشُو بن جاتا ہے اور دھرم کے پرچار میں اپنا جیون سارتھک کرتا ہے۔ سَنگھرش میں گول بندی ہوتی ہے۔ اَتیتھا ایک وَرگ دوسرے وَرگ کو چٹ کر جائے، اس لیے پَرتیک وَرگ اپنا سَنگٹھن کرتا ہے۔ اور اپنے سوارتھوں کی رکشا کرنے کے لیے برابر پَریتن کرتا رہتا ہے۔ بھارت میں اس طرح کی گٹ بندی کا پَرمان نہیں ملتا۔ کسی وَرگ کو دوسرے سے اتنا بھے نہ تھا کہ وہ اپنا سَنگٹھن کرتا۔ پَرتیک وَرگ کا کاریہ چھیتر نیت (6) تھا۔ اس چھیتر کے اندر وہ اپنا جیوَن وِتیت کرتا تھا۔ بَرہمن سماج اور راشٹر کا نیتا تھا، اس لیے نہیں کہ اس میں دھن بل تھا، یا باہو بل تھا۔ اس لیے کہ اس میں گیان بل تھا۔ وَیش کماتا تھا۔ پر اس دھن کو جنہت میں خرچ کرتا تھا۔ مَنُو ورتیاں کچھ اس طرح کی ہوگئی تھیں کہ لوگ

1۔ مول تتو۔ خاص عنصر، اہم نکتہ   2۔ وبھوتی۔ قابلیت۔ قابلیت، قابل   3۔ نِورتی۔ تجات حاصل کرنا
4۔ گلانی۔ براخیال   5۔ وِراگ۔ بے لگاؤ   6۔ نیت۔ معین

ادھیکاروں کی اُپیکشا اپنے کرتویہ کا زیادہ وِچار رکھتے تھے۔ اس وقت کا راجا کیول سنہاسن کی شوبھا نہ بڑھاتا تھا۔ بلکہ اسے رات دن پرجا کے ہت کی چنتا رہتی تھی۔ وہ نتیہ اپنے سمے کا کچھ نہ کچھ بھاگ پرجا کا دکھ درد سننے میں وَتیت (1) کرتا تھا، جس سے پرجا میں اس کے پرتی بھکت اور شردھا (2) کا بھاؤ اُتپن ہوتا تھا۔ زمیندار کیول کسان سے لگان وصول کر کے چین نہ کرتا تھا، بلکہ پرجا کے ہت کی رکشا کرتا تھا۔ کنواں اور تالاب کھدوانا، اکال اور دُربھکش (3) کے سمے پرجا کے لیے اپنا سَروسوارپن (4) کر دینا، اس کا دھرم تھا۔ اَوشیہ ہی لوبھی (5) زمیندار بھی ہوں گے، لیکن سماج میں وہ بدنام رہتے تھے اور اس لیے انھیں پرجا پر اَتیاچار کرنے کا ساہس نہ ہوتا تھا۔

اس کے وِپریت پچھم میں سُوارتھ اور لوبھ کا راج ہے۔ کلوں کے آوِشکار نے ویوسائیکتا کی ایک بدحواسی پھیلا دی ہے۔ یہ ویوسائیکتا پچھمی سبھیتا کا کلنک ہے۔ سنسار کا جتنا اَہت اس ویوسائے واد سے ہوا ہے، اور آگے ہوگا، وہ ابھوت پُورو ہے۔ اسی کا یہ کوپرینام ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنا کام کرتے تھے، وہ اب مِلوں میں آ کر غلامی کرنے پر مجبور ہیں۔ مل کا سُوامی ان سے اَدھک سے اَدھک کام لے کر کم سے کم مزدوری دینا چاہتا ہے، اور یہ سنگھرش یہاں تک زور پکڑ گیا کہ یورپ کے پرتیک دیش میں اسے اکھاڑ پھینکنے کا پریتن روز روز ہو رہا ہے۔ روس نے تو اسے اکھاڑ ہی دیا، پرانیہ دیشوں میں بھی کم یا زیادہ سنگھرش چھڑا ہوا ہے۔ مِلوں میں تھوڑے سے مزدور بہت سے آدمیوں کا کام کر لیتے ہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ بے کار رہتے ہیں۔ اس بے کاری کو دور کرنے کے لیے ملوں میں زیادہ مال بنانا پڑتا ہے اور اس مال کی کھپت کے لیے بازار کھوجے جاتے ہیں۔ وَیوسائے وَاد اور سامراجیہ واد اس طرح ایک اَستھان پر آ کر مل جاتے ہیں۔ وَیاپاریوں کو مال کی کھپت کے لیے ایسا بازار چاہیے جہاں ان کا مال بے روک ٹوک بک سکے، اس لیے کچھ دیشوں کو اپنے اَدھین رکھنا ان کے لیے اَنیواریہ ہو جاتا ہے۔ ان کا سُوارتھ اسی میں ہوتا ہے کہ اس دیش میں وانجیہ وَیوسائے کی اُنّتی نہ ہو۔ اَنیتھا ان کے مال کی بکری میں بادھا ہوگی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وَرتمان شاسن وَیاپاریوں کے ہی ہاتھ میں ہے۔ سرکار انھی کے بل پر چلتی ہے۔ انھی کے سوارتھ رکشا کے لیے بڑی بڑی سینائیں رکھی جاتی ہیں۔ اُتاوہ سمّیلن اس کے سوا اور کیا ہے اس وَیوسایک سنسکرتی نے کل پردھان راشٹروں کے لیے لازم کر دیا ہے کہ ان کے اَدھیکار میں پرادھین راشٹروں کی اَدھک سے اَدھک سنکھیا ہو۔

1۔وَتیت۔بیت جانا 2۔شردھا۔شوق 3۔دربھکش۔بھوک مری 4۔سروسوارپن۔سب کچھ نچھاور کرنا 5۔لوبھی۔لالچی

اس سنگھرش کا سب سے اچھا اُداہرن ورتمان پارٹی گورنمنٹ ہے۔ راشٹر کی راج نیتک دلوں میں وبھاجت (1) ہو جاتا ہے اور جس دل کے پرتی ندھی سنکھیا میں ہوتے ہیں اسی کے ہاتھ میں شاسن آ جاتا ہے، اس میں اس راشٹر کے تہائی، چوتھائی یا اس سے بھی کم آدمی ہوتے ہیں۔ وہاں کی سنگھرش مے منو ورتی (2) کسی ایسی شاسن ودھی کی کلپنا ہی نہیں کر سکتی، جس میں سارا راشٹر سمّلت ہو۔ کہنے کو تو بہومت کا شاسن ہوتا، پر وہ بہومت واستو میں الپ سنکھیا پچیس ہی تک رہ جائے، تو جس دل کی سنکھیا چھتیس ہوگی وہ اُدھیکاری ہوگا۔ شیش ساتوں دل اس کا ورودھ کر کے اکھاڑ پھینکنے کی چیشٹا (3) کرتے رہیں گے۔ مزا یہ ہے کہ آٹھوں دل اپنے بھن بھن سدھانتوں کے آدھار پر کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے ہی سدھانتوں کو دیش کے کلیان کے لیے اُپیوگی سمجھتے ہیں۔ سب کے اپنے اپنے دیش سدھانتوں کے پروگرام ہیں۔ ایک مریض کے آٹھ چکتسک (4) ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آٹھوں آپس میں صلاح کر کے روگی کا علاج کرتے۔ لیکن وہاں پرتیک ویدھ اپنے علاج سے روگی کی چکتسا کرتا ہے۔ ایک ویدھ بھی اسے سویکار نہیں کرتا کہ اس کے سوا روگی کی چکتسا کوئی دوسرا کر سکتا ہے۔ مریض اس پریکشا میں مرے، یا جیے، یہ اس کی تقدیر ہے۔ ایک دل کہتا ہے۔ اُویدھ ویاپار سے دیش کا کلیان ہوگا۔ دوسرا کہتا ہے۔ بالکل غلط، اس سے دیش رساتل (5) کو چلا جائے گا۔ باہر سے آنے والی وستوؤں پر کر لگانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ دو ملوں میں ایک اوشیہ بھرم مولک ہے۔ دو پرسپر ورودھی چیزیں سمان پھل نہیں پیدا کر سکتیں، لیکن پارٹی شاسن میں یہ طاقت ہے کہ وہ وش کو بھی امرت بنا دیتا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب راشٹر پر کوئی سنکٹ (6) آپڑتا ہے تو دلوں کی عقل گم ہو جاتی ہے اور تھوڑے دنوں کے لیے دل بندی استھگت (7) کر دی جاتی ہے۔ یورپی مہابھارت کے سمے انگلینڈ میں کسی ایک دل کا شاسن نہ ہو کر سنیکت راشٹر کا شاسن تھا۔ اس نے لڑائی جیت لی۔ آج کل بھی کسی ایک دل کا شاسن نہیں۔ راشٹر کے سبھی دلوں کا سمّلت (8) شاسن ہے۔ اس اوسر پر سمّلت شاسن کو وہی سپھلتا ہوگی یا نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا پر ان مہانو بھاؤ کے دھیان میں یہ بات کبھی نہیں آتی کہ جب سمّلت شاسن سے ہم سنکٹوں پر وجے پانے میں سپھل ہو جاتے ہیں تو کیا سادھارن اوستھاؤں میں اس سے وشیش اُپکار نہیں ہوگا، لیکن جن لوگوں کی پرکرتی ہی جھگڑالو ہو، سنگھرش جن کی گھٹی میں پڑ گیا ہو انھیں ستیہ کو سویکار کرنے کا ساہس کہاں سے آئے۔

ستمبر 1932ء

1۔ وبھاجت۔ منقسم 2۔ منو ورتی۔ فطرتی خواہش، دل کی چاہت 3۔ چیشٹا۔ ہمت 4۔ چکتسک۔ حکیم، طبیب
5۔ رساتل۔ زیر و زمین 6۔ سنکٹ۔ پریشانی 7۔ استھگت۔ ردّ 8۔ سمّلت۔ مشترکہ

دہلی کے جامعہ ملیہ کی رپورٹ

دہلی کے جامعہ ملیہ ان مسلم سَنستھاؤں میں ہے، جس نے راشٹر کے سَمکھ (1) سچّی سیوا کا آدرش (2) رکھا ہے۔ پہلے یہ جامعہ (وِدیا پیٹھ) سُوَرگیہ اجمل خان صاحب کے اُدھوگ سے علی گڑھ میں اُستھاپت (3) تھا، پر انیس سو بائیس اَسہیوگ آندولن کے بعد جنتا کے نیروتساہ (4) سے اسے دھکا پہنچا۔ اور اسے علی گڑھ سے ہٹا کر دہلی لے جانا پڑا۔ وہاں کچھ اُستھانیہ سَنستھاؤں اور کچھ ریاستوں اور اَدِھکتر جنتا کی سَہایتا سے وہ اپنا کام کرتا رہا، پر اس بار آندولن شروع ہونے کے بعد ریاستوں سے ملنے والی امداد تو بند ہوگئی اور اسے کیول جنتا کی سَہایتا اور اپنے کرمچاریوں کے سَہیوگ اور تیاگ کا آشرے رہ گیا۔ اس پَرَستھتی میں بھی اَدھیاپک گَن نے کتنی ہی لگن اور اُتساہ سے کام کیا، کہ بہت تھوڑے سے گزارے پر رہ کر بھی برابر سیوا کاریہ میں لگے رہے۔ ان میں سبھی اتنے سُویُوگیہ ہیں کہ ان کے لیے کسی سَنستھا میں اُستھان مل سکتا تھا، پر انھوں نے جامعہ ملیہ کا دامن نہ چھوڑا اور ہر طرح کا کشٹ اٹھاتے ہوئے پرسنّ مکھ اور آدمیہ اُتساہ (5) سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب کٹھنائیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس اپنی کئی عمارتیں ہیں، پُستکالیہ ہے اور پرکاشن وِبھاگ ہے۔ اب جامعہ نے دہلی سے سات میل پر اوکھلا میں دوسو پچاس ایکڑ زمین بھی پراپت کرلی ہے، جہاں وِدیالیہ کی نئی عمارتیں بننے لگی ہیں۔ یہ ہے مِشنری سَے لگنتا سے کام کرنے کی وِبھوتی۔ مسلمانوں میں سرکار کا منھ تاکنے کی جو ایک پَرَورتی ہے اس کا یہاں نام بھی نہیں۔ یہ آتم وِشواس سواوَلمبن اور راشٹر پریم کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

نومبر 1932ء

1۔ سَمکھ ۔ سامنے 2۔ آدرش ۔ عزت 3۔ اُستھاپت ۔ قائم 4۔ نیروتساہ ۔ پست خیال 5۔ آتمیہ اُتساہ ۔ خودی تحریک

سر پی۔سی۔رائے کا یووکوں کو آدیش

سر پی سی رائے نے لاہور میں وِشوودیالیہ کے چھاتروں کو اُپدیش دیتے ہوئے ان کی وِلاس پورن (1) مَنوورتی (2) کی کڑے شبدوں میں آلوچنا (3) کی اور بتایا کہ وہ اپنے شوق کی چیزوں کے غلام بن کر اپنا اور راشٹر کا کتنا اَہت (4) کر رہے ہیں۔ ان چھاتروں کو یہ اُپدیش کڑوا تو لگا ہوگا، کِنتو وہ وِچار کریں گے تو انھیں گیات ہوگا کہ وہ جس راستہ پر جا رہے ہیں وہ کلیان کا مارگ نہیں ہے، وہ زمانہ لَد گیا، جب وِدیالیہ سے نکلتے ہی اکثر ان کا سُواگت کیا کرتا تھا۔ اب تو حال یہ ہے کہ شاید اس کا اَوسر آواہن (5) کرنے میں انھیں برسوں لگ جائے پھر بھی اس کے درشن نہ ہوں۔ اب تو اسی یُووک کی وجے ہوگی، جو اپنی ضرورتوں کو کم سے کم رکھ سکتا ہے۔ ابھی تمھارے ماتا پِتا تمھارا اُدلار کر رہے ہیں، لیکن وہ سَمے بھی آئے گا جب وہ تم سے کچھ سیوا کی آشا رکھیں گے، جب تمھارے اوپر گرہستی کا بوجھ پڑے گا۔ اگر تُم یوں ہی اپنی اَندریوں کے غلام بنے رہے تو اس وقت تمھیں کشٹ ہوگا۔ ہم مانتے ہیں یہ تمھارے کھانے پینے اور کھیلنے کے دن ہیں لیکن اس کے ساتھ تمھیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہی سَمے آنے والے سَنگرام کی تیاریوں کا ہے۔ اگر تم نے کفایت کی عادتیں پیدا کر لی ہیں، اگر تم اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرنے میں سَنکوچ نہیں کرتے، اگر تم سِگریٹ اور سکندھ اور ٹائی کالر اور فلیکس کے غلام نہیں ہو، تو میدان تمھارے ہاتھ رہے گا۔ تم تھوڑے میں بھی سکھی رہوگے اور اپنی اُنّتی کے لیے پرتین کرتے رہوگے۔ لیکن اگر تم نے خرچیلی عادتیں پیدا کر لی ہیں تو نِسند یہہ تمھارا جیون سَنکٹ مے ہو جائے گا۔ تم جیون کے سچے سُکھ کا اَنوبھو نہ کر سکوگے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہمارے وِشودیالیوں میں چھاتروں کے سامنے جو آدرش ہوتے ہیں، ان سے کفایتی عادتوں کو پروتساہن (6) نہیں ملتا۔ اَدھیاپکوں ہی پر چھاتروں کی دِرِشٹی رہتی ہے۔ وہ انھیں مہانوبھاؤں کے

1۔ وِلاس پورن۔ بہت زیادہ موج مستی 2۔ مَنورتی 3۔ آلوچنا۔ تنقید 4۔ اَہت کر۔ غیر مفید 5۔ آواہن۔ جمع کرنا، بلانا 6۔ پروتساہن۔ ہمّت افزائی

آچار وِچار، ریتی وَیوہار کی نقل کرتے ہیں۔ اور ہمارے اُدھیا پک مہانو بھاؤں ایک سے ایک بڑھ کر صاحب بنے رہتے ہیں۔ ان کے سوٹ بوٹ دیکھ کر دیکھتے ہی رہ جائیے۔ مانو ان میں ہوڑ لگی ہوئی ہے کہ دیکھیں فیشن ایبل پن میں کون بازی لے جاتا ہے۔ وہ سوچتے ہوں گے ہم نے بڑی بڑی اُپادھیاں (1) کس لیے پَراپت کیں؟ اگر موٹا جھوٹا کھانا پہننا تھا تو وِلایت جانے اور پَرِشرم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر وہ کسی سے کچھ مانگنے تو نہیں جاتے، اپنا کماتے ہیں اور شان سے رہتے ہیں۔ اس کا انھیں پورا اُدھیکار ہے۔

کسی کو ان کی بنی باتوں میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ انھوں نے بیج بویا تو پھل کیوں نہ کھائیں؟ بالکل درست، اس میں کسی کافر کو ہی کلام ہوسکتا ہے۔ یُووکوں کے لیے اور کہیں ٹھکانا ہی نہیں۔ وہ جھک مار کر وِدیالیہ میں آویں گے، جھک مار کر فیس دیں گے اور جھک مار کر پڑھیں گے۔ ان کے حلوے انڈے میں کوئی رخنہ پڑنے کی سَمبھاوَنا (2) نہیں۔ پھر کیا ہے، موج کیے جائیے اور لیکچر دیے جائیے۔ چھاتروں پر آپ کی فیشن پرستی کا کیا اثر پڑتا ہے، اس کی چِنتا کیے بنا بھی آپ آنند سے رہ سکتے ہیں۔

نومبر 1932ء

1۔ اُپادھی۔ انعام 2۔ سمبھاوَنا۔ اُمید

الہ آباد یونیورسٹی کے نئے وائس چانسلر

ہمیں وِشواس ہے۔ سَمست پَرانت (1) شری پنڈت اقبال نارائن گرٹو کے سَر وَسَمتی (2) سے وائس چانسلر چنے جانے پر ہرش پَرگٹ (3) کرے گا۔ ووٹروں نے وہی کیا جس کی آشا کی جاتی تھی۔ ہم کاشی والوں کو پنڈت جی کی کاریہ پٹوتا (4) سے اس نازک موقع پر وَنچت (5) ہونا پڑ رہا ہے۔ جب کاشی میونسپلٹی پر اپنے دِرڑ ویکتیوں کی چھاپ لگادی تھی اور آشا تھی کہ یَدی آپ سال دوسال یہاں رہ جاتے ،تو میونسپلٹی کا بہت کچھ سدھار ہو جاتا۔ ہمیں آپ سے پَرتھک 6 ہونے کا کھید ہے۔ پر اس کے ساتھ یہ سَنتوش بھی ہے کہ آپ اسی چھیتر میں کام کرنے جارہے ہیں۔ جس پر آپ نے اپنا جیون ہی اَرپت کر دیا ہے اور جہاں اس سَمے اصلاح کی کچھ کم ضرورت نہیں ہے۔ اب تک ہماری یونیورسٹیوں نے اپنا جو کاریہ کرَم رکھا تھا وہ اب سَمے سے اَنوکول نہیں رہا۔ یونیورسٹی کیوَل گریجوٹ بنانے کی مشین نہیں اور نہ جنتا کا دھن کیول ممتحنوں کے پُرسکار اور اَدھیاپکوں کے وِیتن کے لیے ہے۔ راشٹر اب یونیورسٹیوں سے اونچے آدرشوں کی آشا رکھتا ہے جہاں رتائی اپنی سیما کے اندر رہے اور چھاتروں کے چَرِتر نرمان ان کا دھیے بنے۔

نومبر 1932

1۔ سمست پرانت۔ پورا علاقہ 2۔ سروسَمتی۔ کلی رائے 3۔ ہرش پرکٹ۔ خوشی کا اظہار 4۔ پٹوتا۔ صفائی
5۔ ونچت۔ آزاد، الگ 6۔ پرتھک۔ الگ

اسکولوں میں سواستھیہ پَرِیکشا

ہمارے اسکولوں میں کئی سال سے لڑکوں کی ڈاکٹری پَرِیکشا ہوتی ہے۔ مہینے میں ایک دن ڈاکٹر صاحب ہوا کے گھوڑے پر سوار آتے ہیں، کلاس کے لڑکے میدان میں ایک قطار میں کھڑے کر دیے جاتے ہیں اور ڈاکٹر پانچ منٹ میں سب کا معائنہ کر ڈالتے ہیں۔ آدھ گھنٹے میں اسکول بھر کی پَرِیکشا سَماپت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کسی کی دانتوں کی، کسی کی آنکھوں کی بیماری بتا کر اپنی راہ لیتے ہیں۔ ایسے معائنوں سے لڑکوں کو فائدہ تو کچھ نہیں ہوتا، ہاں ایک ضابطہ کی خانہ پُری ہو جاتی ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے نئی پَرتھا(1) نکلی ہے۔ لڑکوں کے اَبھی بھاوکوں کو نِیوتا دے کر بلایا جاتا ہے اور ڈاکٹر صاحب انھیں ایک چھوٹا سا وکھیان دے(2) کر وِدا کرتے ہیں۔ اس سَمیلن کی رپورٹ دوسرے دن دَینک پتروں میں چھپ جاتی ہے منشا پوری ہو جاتی ہے۔ یہ کیول پروپیگنڈا ہے اس میں کوئی تتو نہیں۔ ہماری سمجھ میں لڑکوں کے سُواستھ کی پَرِیکشا وہی کر سکتا ہے جس پر لڑکوں کو وِشواس ہو جس سے وہ اپنی بیماریاں نِسنکوچ(3) ہو کر کہہ سکیں۔ ٹریننگ کالجوں میں جہاں اور بہت سے وِشے پڑھائے جاتے ہیں۔ وہاں شَریر وگیان بھی ایک پَردھان وِشے ہونا چاہیے۔ پروگریس رپورٹ اور نوٹ یہ سب کیول تماشے ہیں۔ جن کا کوئی مُولیہ نہیں۔ موکھیہ چیز ہے لڑکوں کا سُواستھ، مانسِک بھی اور شاریرک بھی۔ اس کے لیے مہینوں میں ایک سکنڈ کی پَرِیکشا پَرشن ماتر ہے اس پر سچیت دھیان رکھنا چاہیے اور یہ اَدھیاپک ہی کر سکتا ہے۔

دسمبر 1932

1۔نئی پرتھا۔نئی رسم 2۔وکھیان۔تقریر 3۔نسنکوچ۔بلاخوف، بلاشبہ

گورکھپور میں شکشا سمّیلن

گورکھپور میں نان گریجویٹ اُدھیاپک سبھا کے اُدھیویشن میں مسٹر ڈی این مکھر جی نے سبھاپتی(1) کے آسن(2) سے بہت وِچارپورن بھاشن دیا۔ آپ نے وَرتمان پَریکشا پَرنالی(3) کی آلوچنا کرتے ہوئے بتایا کہ انگلینڈ میں اس سَمبندھ کی ایک شِکشا کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ پَریکشا جہاں تک ہو سکے کم لی جائے اور پرائمری کورس میں کیول انگریزی اور حساب کی پَریکشا لی جایا کرے۔ کمیٹی کی رائے میں ان دو وِشیوں کی پَریکشا سے لڑکوں کی مانسِک اُنتی کا پتا لگ جائے گا۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ لڑکوں کی ساری محنت پَریکشاؤں کی اُور لگی رہتی ہے۔ اسکاؤٹنگ، کسرت، کھیل کود، واد وِواد، کلبے ماڈلنگ آدی وِشے، جن سے لڑکوں کا دِیہک اور مانسِک وِکاس وِشیش روپ سے ہوتا ہے، امتحان کی دیوی پر چڑھا دیے جاتے ہیں۔ لڑکوں کا مُکھیہ اُدّیشیہ امتحان پاس کرنا ہے اور اُدھیاپک کا پَرم کرتویہ امتحان پاس کرانا ہے۔ اور سب کچھ گو(4) ہے۔ یہ پریکشا مَنووِرتی (5) شِکشا کا سروناش کر رہی ہے۔ اور کتھن میں ذرا بھی اَتی شیوکت(6) نہیں ہے کہ شکشت سماج کی شریرِک دُربلتاؤں کا یہی مکھیہ کارَن ہے۔ ہمارے شِکشک پرانی لکیر پیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ چھاتروں پر ان کی اس اُدوردَرشتا کا کیا اثر ہو رہا ہے ان کی بینائی کتنی کمزور ہو رہی ہے، ان میں رکت ہینتا کا کتنا پَرکوپ ہے، یہ سب آنکھوں سے دیکھ کر بھی وہ نہیں دیکھتے۔ لڑکوں کے مَنورَنجن اور وِنود کے لیے جو وِشے چنے جاتے ہیں ان کی پریکشا بھی لی جاتی ہے اور اس طرح پریکشاؤں کی سنکھیا بڑھتی جاتی ہے۔ ایک تو انگریزی بھاشا، اس پر پریکشاؤں کا یہ آتنک۔ ان دونوں چکّی کے پاٹوں کے بیچ میں چھاتروں کا سَروناش ہوا جا رہا ہے۔ ہرش کی بات ہے کہ اب شِکشک سَموُدائے کا دھیان ان برائیوں کی اُور آکرشِت ہوا ہے۔ اور سمبھو ہے کہ شِکشا پرنالی میں کچھ سدھار کر سکے۔ مگر ہمارے شِکشک سُیم اتنے کوپ(7) منڈوک ہیں کہ وہ ایسے وِشے میں اگرسر ہوں گے، اس کی آشا نہیں

1۔ سبھاپتی۔ صدر 2۔ آسن۔ کسی خاص حالت میں بیٹھنا 3۔ پریکشا پرنالی۔ امتحانی پالیسی 4۔ گوڑ۔ کم اہم 5۔ منوورتی 6۔ اتی شیوکت۔ مبالغہ 7۔ کوپ منڈوک۔ کنویں کا مینڈک

ہوتی۔ انگریزی کا بھوت ان کے سر پر بھی سوار ہے۔ یہی بھاشن انگریزی میں دیا گیا۔ پروفیسر ڈی این مکھر جی بنگالی ہیں لیکن ان کے شُروتا سب بنگالی نہ تھے۔ وہ ہندی میں اپنا بھاشن دے سکتے تھے۔ اور یدی ہمارے شِکشکوں میں اتنی یوگیتا نہیں کہ وہ جنتا کی بھاشا میں اپنے وِچار پرکٹ کر سکیں تو ان کو شِکشک بننے کا نیتِک (1) اَدھیکار نہیں ہے۔

جنوری 1933

1۔ نیتک۔ اخلاقی

سَمپادک سَمّیلن

گت 26۔ 27۔ 28فروری سے اندور میں بڑے سَماروہ کے ساتھ سَمپادک(1) سَمّیلن (2) کا اَدِھیویشن (3) سَمپادن کلا کے اَنوبھوی، تیاگی شری اِندر ودیاواچسپتی کی اَدھیکشتا میں منایا جائے گا۔ ابھی تک اس دِشا میں جو کچھ کاریہ ہوا ہے وہ نِررتھک (4) سا ہی پرمانت ہوتا رہا ہے۔ کیول سَمّیلن ہوا۔ بھاشن ہوا اور کچھ نہیں۔ پرپھل کچھ نہ نکلا۔ آج ہندی کے سَمپادکوں، بیکار سَمپادکوں، لیکھکوں، پترکاروں کی جو دُوردَشا ہے وہ وَرناتیت ہے۔ پرکاشکوں یا پتر مالکوں کے لیے تو سمپادک کرائے کا ٹٹو ہے۔ جسے جب جی میں آیا کان پکڑ کر نکالا جا سکتا ہے۔ ایک سَمپادک سُیم دوسرے سمپادک کی قدر نہیں کرتا۔ ایک لیکھک دوسرے لیکھک کا اَپمان کرنا اپنا گوَرو سمجھتا ہے۔ پُرسکار کے نام پر اپمانت ماترا میں کچھ روپیے پا کر لیکھ لکھنے والے، یا ہاڑ مانس ایک کر، بڑے گھاٹے سے پتر چلانے والے سمپادک سَنچالک (5) دونوں کی دَشا دَینیہ (6) ہے۔ اس سے اَدِھک اچھا اَوسَر نہیں ہو سکتا جب کہ سَمپادک سَمّیلن ان سَمسیاؤں پر وِچار کرے۔

فروری 1933

1۔سمپادک۔مدیر 2۔سمّیلن۔اجلاس 3۔ادھیویشن۔اجلاس 4۔نِررتھک۔بے معنی
5۔سنچالک۔جاری کرنے والا 6۔دینیہ۔بُری

سن یکت پرانت میں شِکشا کا پرچار

1931 میں جو گننا ہوئی تھی، اس کی رپورٹ میں شِکشا سمبندھی جو آنکڑے دیے گئے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ سن 1911 میں ساکشر مَنشیوں(1) کا اوسط چونتیس پرتی وَرگ میل تھا۔ 1921 میں سینتیس وَرگ میل اور 1931 میں سیتالیس پرتی وَرگ میل۔

سنکھیا لیجیے تو سن 1911 میں ساکشر تا مَنشیہ سولہ لاکھ بیس ہزار، سن 1921 میں سولہ لاکھ اٹھاسی ہزار اور سن 1931 میں بائیس لاکھ ساٹھ ہزار۔ ارتھات پانچ آدمی فی سیکڑا پڑھے ہوئے ہیں۔

اب لِنگ بھید کے حساب سے دیکھیے تو۔

1911 میں ساکشر تا پُرش 1505945 یا 61 پرتی وَرگ میل تھے۔

" " اِستریاں 112520 یا 5 " " تھیں۔

1921 میں " " پُرش 1556626 یا 65 " " تھے۔

" " اِستریاں 132246 یا 6 " " تھیں۔

" " اِستریاں 216228 یا 10 " " تھیں۔

1931 میں --- پُرش 2043410 یا 80 " " تھے۔

یدّپی گت شتابدی میں اُنتی اچھی ہوئی ہے، پھر بھی انیہ راشٹروں کی تُلنا میں بہت کم ہے۔

بھِنّ پرانتوں کے ساکشر سنکھیا کا اوسط پرتی وَرگ میل یہ ہے۔

بنارس 192 نینی تال 159 کانپور 139 دہرہ دون 190

جالون 145 جھانسی 137 گڑھوال 173 آگرہ 143

فتح پور 118 الموڑہ 167 متھورا 140 علی گڑھ 115

1۔ ساکشر۔ تعلیم یافتہ

لکھنؤ 123 پریاگ 118 میرٹھ 109 بلیا 124

استری شکشا کی درشٹی سے دہرہ دون کا پرتھم استھان ہے، ارتھات ۔ 54۔

اس کے بعد کرمشہ: لکھنؤ، آگرہ، بنارس، نینی تال، الہ آباد، میرٹھ، متھرا، فرخ آباد، جھانسی اور بجنور ہیں۔

ان آنکڑوں سے پتا چلتا ہے کہ ساکشر پرشوں کا اوسط کاشی میں سب سے زیادہ اونچا ہے اور ساکشر استریوں کا دہرہ دون میں۔

اب متوں کی درشٹی سے دیکھیے۔

دھرم	پرش 1921	پرش 1931	استری 1921	استری 1931
آریہ	293	337	93	84
ہندو (سناتن)	74	94	7	14
جین	568	590	77	128
سکھ	327	375	56	37
مسلم	74	97	8	16
عیسائی	318	327	309	314

سب سے ساکشر جین مت والے ہیں، اس کے بعد آریہ اور تب عیسائی ہیں۔ ہندو اور مسلمان سب سے پیچھے ہیں۔ استریوں میں عیسائی سب سے ساکشر ہیں اور آریہ ان کے بعد، ہندو اور مسلمان دونوں ہی نگنیہ ہیں۔

مئی 1933

دکشن کا شانتی نکیتن

کویندر رویندر کے پرشرم تتھا1 دان کے کارن اتر بھارت میں، شانتی نکیتن ایک آدرش شکشن سنستھا2 مانی جاتی ہے۔ اسے یہ پد ویرتھ (3) ہی نہیں پراپت ہوا ہے، نسندیہہ (4) وہ سرکاری پاٹھ شالاؤں تتھا وشو ودیالیوں سے کہیں اچھی طرح نیمت پرِیچالت سنستھا ہے۔ شانتی نکیتن کاشی ودیا پیٹھ، پریم مہاودیالیہ ایسی سُوتنتر شکشن سنستھائیں اتر بھارت کے لیے گروکی وستو ہیں۔ پر دکشن بھارت میں ایسی سنستھاؤں کا نِتانت (5) ابھاؤ تھا۔ ہرش کا وِشے ہے کہ شانتی نکیتن کے ہی آدھار پر دکشن میں بھی ایک مہان سنستھا کاریہ کرنے لگی ہے۔ بیس ورش پُور پرسدھ شکشا پریمی مسٹر ارنسٹ اُڈنے مدن پلے میں، مدن پلے ودیالیہ کی استھاپنا کی تھی۔ اس کے بعد وے ولایت چلے گئے تھے۔ اس بیچ میں یہ سنستھا مدراس وشوودیالیہ کے آدھار پر شکشا دیتی رہی۔ کنتو اب مسٹر اڈ پونہہ بھارت آگئے ہیں۔ انھوں نے سپت نیک اپنا شیش جیون اس ودیالیہ کی سیوا میں بتانے کا نشچے کیا ہے، ان کے اتی رِکت پرسدھ شکشک، وشو پریٹک تتھا سادھن پورن ڈاکٹر جے ایچ کزنس نے اس ودیالیہ کے لیے اپنا تن من دھن ارپن کرنے کا نشچے کرلیا ہے۔ نئے اتساہ سے کاریہ پرارمبھ ہورہا ہے۔ نئے منتر سے دکشا دی جائے گی۔ ودیالیہ کا اُدیش ہوگا۔ سنسکرتی سہچار (6) کے بھاؤ کا پرچار کرتے ہوئے سرو ویاپی شکشا (7) دینا۔ پہلی ککشا سے چوتھی تک سنگیت کی شکشا انیواریہ ہوگی، کھیل کود تتھا ویایام (8) کی شکشا ایک وشیشگ کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں ہی وِشے انیواریہ ہیں۔ جو بنا ڈاکٹری سارٹی فیکٹ کے کھیل کود یا ویایام سے غیر حاضر رہے گا اس کی اسکول کی حاضری کاٹ لی جائے گی۔

ودیالیہ تتھا پاٹھ شالا بھون ساٹھ ہزار اسکوائر فٹ میں بنا ہوا ہے اور پچھتر ایکڑ بھومی میں پھیلا ہوا

1۔ پرشرم۔ کوشش 2۔ شکشن سنستھا۔ تعلیمی ادارہ 3۔ ویرتھ۔ بے کار 4۔ نسندیہہ۔ بلاشبہ 5۔ نِتانت۔ بالکل 6۔ سہچار۔ ساتھ 7۔ سرو ویاپی۔ ہر جگہ موجود 8۔ ویایام۔ کسرت

ہے۔ مدن پلّے نگر سے اسے بہودا، ندی پرتھک کرتی ہے۔کھیل کے لیے انیک اچھے میدان ہیں۔ چھاتراواس میں ایک سو تو ے چھاتروں کے رہنے کے لیے استھان ہے ،کنیاؤں کے لیے الگ چھاتراواس بنا ہوا ہے۔

ودیالیہ تین جولائی سے کھلے گا، پاٹھ شالا چودہ جون سے کھل گئی۔ہم اس پرَیتن کا،اس سنستھا کا سواگت کرتے ہیں،تتھا مسٹراُڈ پلے اور قلیجنس کی سپھلتا کی شبھ کامنا پرکٹ(1) کرتے ہیں۔

1933ء

1۔شبھ کامنا پرکٹ کرنا۔خوش دلی کا اظہار کرنا

فیل ہونے والے لڑکے

کچھ عجیب دل لگی ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں جب کوئی لڑکا فیل ہوجاتا ہے تو اسے اس کی سزا دی جاتی ہے کہ اسکول سے نکال دیا جاتا ہے اور جب اپنے اسکول نے نردیتا (1) سے نکال دیا تو ایسے نکالے ہوئے لڑکوں کو دوسرا اسکول کیوں لینے لگا۔ اس پرکار لڑکے کے لیے شکشا کے دُوار چاروں اور سے بند ہوجاتے ہیں۔ کتنی دینیہ پرستھتی ہے مگر ادھر دوسری سمسیا یہ ہے کہ یدی ان لڑکوں کو بھی تو آخر اوسر ملنا ہی چاہیے۔ بات یہ ہے کہ یہ تینتس لڑکوں والی قید ہی نررتھک (2) ہے یا تو ہمیں اتنے اسکول چاہیے کہ سبھی لڑکے پڑھ سکیں یا موجودہ اسکولوں سے اس قید کو اٹھا کر اور جگہیں نکالنی چاہیے، یا پھر سب سے اُتم ہے کہ امتحانوں کو اور سرل کردیا جائے، جس میں ادھک سے ادھک لڑکے پاس ہوسکیں۔ جب اسکول یا کالج کی سند نوکری کے لیے بےکار ہوگئی ہے، تو کیوں لڑکوں پر اتنی قید لگائی جائے۔ پھر کیا لڑکے کے فیل ہوجانے میں کیول لڑکے ہی کی خطا ہے؟ اسکول کے ادھیاپکوں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں آتی؟ مانا، ادھیاپک گھول پلا نہیں سکتا، لیکن یہ نرِوواد ہے کہ لڑکوں کی سپھلتا یا اسپھلتا بہت کچھ ادھیاپک کے ویکتتو، (3) ادھیوسائے، (4) پرُوتساہن پر نربھر ہے۔ پھر کس منھ سے فیل ہونے والے لڑکوں کو نکال دیا جاتا ہے۔

جولائی 1933ء

1۔نردیتا۔بےدردی 2۔نررتھک۔بےمعنی 3۔ویکتتو۔شخصیت 4۔ادھیوسائے۔کوشش

کاشی میں شکشا منتری کا شبھا گمن

شکشا منتری کے آگمن سے کاشی میں دو تین دن خاصی چہل پہل رہی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیم گورنر صاحب یا وائسرائے صاحب پدھارے ہیں کیونکہ انھیں مہانو بھاؤں کے شبھا گمن (1) کے اوسر پر سڑکوں پر پولیس کی لائن کھڑی کی جاتی ہے۔ اب منسٹر صاحبوں کو بھی شاید وہ مہان سمان پراپت ہو گیا۔ دیکھیے نئے سُوراجیہ ودھان (2) کے آتے آتے کیا کیا خاطر داریاں ہوتی ہیں۔

اگست 1933ء

1۔ شبھا گمن۔ خوش آمدید

2۔ ودھان۔ نیم، اصول

لکھنؤ وشوودیالیہ

اس سال لکھنؤ وشودیالیہ نے قانون کے ودیارتھیوں کی سالانہ فیس میں پچیس روپیہ کی ورڈھی (1) کردی ہے۔

قانونی کلاس سے پہلے بھی کافی بچت ہوجاتی تھی، پر وہ بچت کافی نہیں سمجھی گئی۔ مگر ایک طرح سے اس وشوودیالیہ نے اچھا ہی کیا۔ قانون میں اب نئے وکیلوں کو جگہ نہیں ہے۔ کچھ تو اس باڑھ کو روکنے کے لیے کرنا ہی چاہیے۔ ہماری رائے میں یدی سو روپے سال کی ورڈھی کردی جاتی تو کچھ نتیجہ نکلتا۔ پچیس روپے تو وِدیارتھی کہیں نہ کہیں سے لاکر دے ہی دیں گے۔ اور سب چیزیں مدّی (2) ہو رہی ہیں۔ کوئی چیز تو تیز رہے، شکشا کو تیز کردینا ہے۔ بڑی سگم نیتی ہے لکھنؤ وشوودیالیہ کو چاہیے کہ سبھی وبھاگوں میں فیس دگنی کردے۔ اس سے اس کی آمدنی بہت کچھ بڑھ جائے گی۔ سرکار بھی تو خرچ کم نہ کرکے بڑھانے کے فکر میں رہتی ہے۔ ودیالیہ اسی سرکار کا ایک انگ تو ہے۔

اگست 1933ء

1۔ ورڈھی۔ اضافہ 2۔ مدّی

بھارت میں لال ساہتیہ

بھارت سرکار یہ نہیں چاہتی کہ بھارت میں لال پرچوں کا، لال ساہتیہ کا ارتھات سشستر (1) کرانتی کی سیکھ دینے والے ورگ وادی (2) ساہتیہ کا، سنگچھیپ میں روسی بول شیوی (3) ساہتیہ کا پرچار ہو۔ لال کرانتی کو ہم بھی نہیں چاہتے، پر لال ساہتیہ کسے کہتے ہیں۔ تتھا کسے پڑھنے سے ہمارا دماغ پھر سکتا ہے۔ یہ ہم نہیں جانتے ہیں۔ یہی بات بھارت کے پرمکھ پُستک (4) وکریتا شری ایس، بی تاراپوروالا اینڈ سنس بھی نہیں جانتے۔ اسی لیے انھوں نے بھارت سرکار کو ایک پتر لکھ کر پوچھا تھا کہ وہ کون سی پُستکوں کو، لال، سمجھتی ہے تاکہ وے ان پُستکوں کی سوچنا ساچار پتروں دوارا ہمیں جنتا کو دے سکیں۔ پر بھارت سرکار کی اور سے جو اُتر دیا گیا ہے اس سے تو یہی اسپشٹ ہے کہ وہ سُیم اس وشے میں کوئی نشچے نہیں (5) کر سکی ہے۔ اسے سُیم کوئی نیتی نردھارت کرنے میں کٹھنائی ہے۔ بھارت سرکار تو یہ کہہ کر اتر دے سکتی ہے، پر بھارت کے پتر کار تتھا پُستک وکریتا کیا کریں۔ وہ نئے قانون کے انوسار ہر یک پتر میں کسی ایسی پُستک کا انش (6) چھاپنے کے لیے جو ابھی تک بازار میں بک رہی تھی۔ تتھا سب لوگ پڑھ رہے تھے ضمانت طلب کر سکتی ہے۔ وہ اس انش کو اس پُستک کو ہی غیر قانونی یا اتجیک سمجھ سکتی ہے۔ پُستک وکریتا بھی اتجیک ساہتیہ رکھنے کا اپرادھی ہو سکتا ہے۔ یہ بڑی وشم سمسیا (7) ہے جس کے وشے میں سرکار کو اپنی نیتی اسپشٹ کر دینی چاہیے۔

اگست 1933ء

1۔ سشستر کرانتی۔ اسلحاتی تحریک 2۔ ورگ وادی۔ طبقہ پسند 3۔ بول شیوی۔ روسی تحریک 1917

4۔ پُستک وکریتا۔ کتب فروش 5۔ نشچے۔ تہیہ، یقینی 6۔ وشم سمیا۔ پیچیدہ مسئلہ

فلم سنسار میں ایک نئی یوُجنا

فلم ہمارے جیون میں آگے چل کر چاہے جتنا اپیوگی (1) ہو اور شکشا تتھا آروگیہ اس کے دُوار کتنا ہی سُلبھ (2) بنایا جا سکے، پر اس کی ورتمان پرگتی تو کسی طرح بھی آشا جنک نہیں کہی جا سکتی۔ ہاں، اگر یووکوں اور یووتیوں کے نرلج چُمبن اور آلنگن اور ہتیا تتھا اپرادھ کے درشیوں پر ہی سماج کی جاگرتی اور اُنتی کا دارومدار ہے، تو نسندیہہ ہم اندھی کی چال سے اُنتی کی اُور بڑھے جا رہے ہیں۔ یورپ کا ولاس تو اپنی ساری برائیوں کے ساتھ آڈٹا، پر یورپ کا ادھیوسائے اور ساہس اور اتسرگ اور انیہ ہزاروں خوبیاں جو اس ولاستا کا پردا اٹھا سکتی ہیں، یہاں کہیں نظر نہیں آتی۔ کہا جاتا ہے، ایک بڑا بھاری ادھوگ آروپت (3) ہو گیا ہے جس کی سمبھاؤناؤں کا کہیں انت نہیں ہے۔ بے شک اس نیا اس دھن کو باہر جانے سے روک دیا ہے جو باہر کے فلم بنانے میں ہمیں دینا پڑتا تھا۔ پر کھید یہی ہے کہ وہ ایسے پونجی پتیوں کے ہاتھوں میں ہے جو بڑی نِردیتا سے جنتا کو ساماجک اناچار (4) کی اُور لیے جا رہے ہیں۔ انھیں اپنے نفع سے مطلب ہے۔ دیش دوزخ میں جائے یا بہشت میں، ہم سینما کے وِرُودھی نہیں۔ اس کا جو دُرپیوگ کیا جا رہا ہے اس کے ورودھی اوشیہ ہیں۔ جنتا کا منورنجن ہونا آوشیک ہے۔ یدپی ایسے درِدر دیش میں منورنجن سے کہیں ضروری بھوجن ہے لیکن منورنجن کا ارتھ یہ تو نہیں کہ ہماری کُت سِت (5) بھاؤناؤں کو اور چابک لگایا جائے۔ سچّا منورنجن تو ہمیں سد بھاؤناؤں (6) کی اُور لے جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مدراس کے فلم سینسر بورڈ نے اس بات کی جانچ کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی ہے کہ فلموں کا لڑکوں کے من پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس کمیٹی نے ایک پرشناولی بنا کر ماتا پتاؤں سے انورُودھ (7) کیا ہے کہ وے اپنی اِچھانوسار ان کے جواب لکھ کر کمیٹی کے پاس بھیج دیں اور جو کچھ صلاح دینا چاہیں وہ بھی دے دیں۔ ان میں سے کچھ پرشن یہ ہیں۔

1۔ اُپیوگی۔ کارآمد 2۔ سُلبھ۔ موجود 3۔ آروپت۔ مجرم 4۔ اناچار۔ خراب عادت 5۔ کُت سِت۔ بہت خراب 6۔ سد بھاؤنا۔ اچھی بھاؤنا 7۔ انورودھ۔ گزارش

کیا لڑکوں کے سینما میں جانے سے ان کی پڑھائی میں کوئی بادھا پڑھتی ہے، لڑکوں کو اکثر سینما دیکھنا چاہیے یا کبھی کبھی؟ لڑکے سینما گھروں سے کیا منو بھاؤ لے کر گھر آتے ہیں؟ گھر پر وے ان کا کیسے ذکر کرتے ہیں؟ کیا وے سینما میں دیکھے ہوئے کرتیوں اور واکیوں کو دہراتے ہیں؟ کیا وے کسی خاص ایکٹر یا ایکٹریس کی پرشنسا کرتے ہیں؟ کیا وے ان کی پرشنسا کرتے ہیں یا ویسے ہی جیون بتانے کی اچھا پرکٹ کرتے ہیں، لڑکے اور یووک سینما کے اچھے پر بھاؤ گرہن کرتے ہیں یا برے؟ سینما چرتر گٹھن کی شکشا کرتو یہ گیان، دائتو (1) پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیا سینما سے چرتر پتن کے کارنوں کی شنکا ہو سکتی ہے جو جیون کا وِکرت روپ لڑکوں کے سامنے رکھتا ہو۔ اتھوا ڈراچرن (2) کی اُور اتیجت کرتا ہو؟ اس کے پرمان میں اداہرن دیجیے۔ آپ لڑکوں کے لیے کس طرح کے فلموں کو انوکول سمجھتے ہیں۔ اتہاسک، سانسکرتک، نائکی، ہاسیہ (3) جنک یا شکشا (4) یوگی؟ لڑکے اپنی اوستھا کے انوسار کس طرح کے فلم زیادہ پسند کرتے ہیں؟

ہمیں آشا ہے کہ کمیٹی اس وشے میں اتروں کا وچار کرنے پر اپنی سمّتی (5) پرکٹ کرے گی۔ جس کی ہم بڑی اُتکنٹھا (6) سے پرتکشا (7) کریں گے۔

ستمبر 1933ء

1۔ دائتو۔ فریضہ 2۔ ڈراچرن۔ بری فطرت 3۔ ہاسیہ جنک۔ مزاحیہ 4۔ تکشوپ یوگی۔
5۔ سمّتی۔ رائے 6۔ اُتکنٹھا۔ لالسا، خواہش 7۔ پرتکشا۔ انتظار

براڈ کاسٹنگ دیہاتوں میں

انگلینڈ سے ایک مہاشے یہاں اس بات کی جانچ کرنے آئے ہیں کہ یہاں براڈ کاسٹنگ کے لیے کیسے میدان تیار کیا جاسکتا ہے۔ سب کی نگاہ دیہاتوں پر ہے۔ گاؤں گاؤں براڈ کاسٹنگ کا پرچار ہوجائے، بس کروڑوں کا وارا نیارا ہے۔ براڈ کاسٹنگ سے پرچار کا بہت کچھ اُپکار (1) ہوسکتا ہے، اس میں سندیہہ (2) نہیں۔ یہی ایک سادھن ہے جس سے انھیں سنسار کی آتما (3) سے ملایا جاسکتا ہے۔ بڑے بڑے وِدّوانوں کے بھاشن، بڑے بڑے سنگیتا چاریوں کے گانے، سبھی کچھ منٹوں میں دیہاتیوں تک پہنچا سکتے ہیں لیکن یہ کمپنی کوئی پروپ کاری (4) سنستھا تو نہیں ہے، جو اپنے پروگرام پرجا کے ہت کو سامنے رکھ کر بنائے گی۔ اس کا ادیشیہ تو اپنی جیب بھرنا ہوگا اور اس ویوسائے کے یگ میں جیسے اور ہزاروں چیزیں فائدے کی جگہ نقصان پہنچانے والی ہورہی ہیں۔ اسی طرح اس کا بھی درپیوگ کیا جائے تو کیا تعجب ہے۔

ستمبر 1933ء

1۔اُپکار۔کرم 2۔سندیہہ۔شک 3۔آتما۔روح 4۔پروپ کاری۔دوسروں کی مدد کرنے والا

پریاگ میں رام لیلا

ہمیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ پریاگ میں تیرہ سال کے بعد اس سال پھر رام لیلا کا اُتسو (1) بنا کسی روک ٹوک کے منایا جائے گا۔ پریاگ کے حاکم ضلع نے اس تتو کو سویکار کر کے اپنی نیائے (2) پرتا کا پرتیچے (3) دیا ہے کہ پرتیک سماج کو اپنے دھرموتسو منانے کا ادھیکار ہے۔

ستمبر 1933ء

1۔ اُتسو۔ جشن، تیوہار 2۔ نیائے پرتا۔ انصاف پسند 3۔ پرتیچے۔ تعارف، ثبوت

ایک اُچت پرامرش

سہیوگی لیڈر کے کل کے انک میں ایک سجن نے شکشا ادھیکش مسٹر میکنجی سے درخواست کی ہے، کہ
ہر یک اسکول میں شنیوار کا آدھا دن پاٹھ کرم (1) کے باہر کے وِشیوں کے لیے سرکاری طور پر الگ کر دیا
جانا چاہیے۔ واد ویواد، ڈرامہ، اسکاوَٹنگ تتکال چکتسا آدی وِشیوں کو اسکولوں کے کرمچاری اتنا مہتو نہیں
دیتے، جتنا دینا چاہیے۔ چونکہ ادھیا پکوں کی کارگزاری لڑکوں کے پاس ہونے پر منحصر ہے۔ اس لیے لازم
طور پر ادھیا پک گن ان وشیوں کو فالتو سمجھتے ہیں کیونکہ ان سے لڑکوں کی پریکشا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ شکشا
وبھاگ یہ تو چاہتا ہے کہ یہ اپیوگی وشے لڑکوں کو سکھائے جائیں۔ پر وہ اسے ہیڈ ماسٹروں کی سویکشا (2) پر
چھوڑ دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں ہیڈ ماسٹر پرانے ڈھنگ کا ہوا، وہاں ان وشیوں پر کوئی دھیان نہیں
دیا جاتا۔ یدی شکشا وبھاگ کے ادھیکش کی اُور سے اس آشا کا کوئی حکم نکل جائے کہ اسکولوں کے کرمچاری
کو کم سے کم ایک سپتاہ میں ایک دن ان اُپیوگی باتوں میں لگانا چاہیے، تو یہ پرشن ویکتی گت نہ رہ جائے۔ یہ
کہنے کی ضرورت نہیں کہ لڑکوں کے مانسک وکاس میں ان وشیوں کا جو استھان ہے وہ کسی طرح گرنت یا
بھوگول سے کم نہیں۔ بلکہ کئی انشوں میں کچھ زیادہ ہی ہے۔ ایک رکاوٹ یہ اوشیہ ہے کہ ابھی ان وشیوں
کے اچھے شکشک نہیں ملتے اور یہ کام ایسے ادھیا پکوں کو سونپا جاتا ہے جنھیں اس سے کوئی پریچے نہیں ہوتا۔
یہ بھی ان کی اُداسینتا (3) کا ایک کارن ہے ہم جس کام میں ابھیَست (4) ہوتے ہیں، اسی کو دل لگا کر
کرتے ہیں۔ جب ادھیا پک میں ہی اُتساہ نہیں ہے تو لڑکوں کو اس وشے سے روچی کیوں ہونے لگی۔
جہاں کہیں ان وشیوں پر دھیان بھی دیا جاتا ہے، وہاں بھی کیول بے گار کی جاتی ہے اور بے گار کے کام
میں لڑکوں کو اُتساہ نہیں ہو سکتا۔ شکشا وِبھاگ کے ادھیکاری معائنوں میں باہری باتوں کو کچھ دیکھ لیا کریں۔
اور انھیں بھی ادھیا پکوں کی کارگزاری میں شامل کر لیں۔ اور اس کے ساتھ اس کا سمے بھی نشچت کر دیں تو
ہمیں وشواس ہے یہ اپیوگی شکشا اتنی اُپیکت نہ رہے۔

ستمبر 1933ء

1۔ پاٹھ کرم۔ درس و تدریس 2۔ سویکشا۔ اپنی خواہش 3۔ اُداسینتا۔ دکھی
4۔ ابھیست۔ معروف

شکشا کا نیا آدرش

اب تک سنسار کے سامنے شکشا کا جو آدرش (1) تھا وہ پرمپراگت سماج ویوستھا کی ہی پورتی کرتا تھا۔ سماج پر اب تک ویکتی (2) وادکی پرمکھتا (3) رہی ہے۔ اور ہماری شکشا پرنالی بھی ویکتی کا ہی سمرتھن کرتی تھی۔ بچپن ہی سے ویکتی کا وکاس ہونے لگتا ہے اور یونیورسٹی میں جا کر پورا ہو جاتا ہے۔ اس سانچے میں ڈھل کر یُووک آتم سیوی، (4) گھور سوارتھی، مترتا میں بھی سوارتھ کی رکشا کرنے والا۔ پکا اپیو گتا وادی اور گھمنڈی ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہماری شکشا ہماری ساماجک چیتنا کو نہیں جگاتی، اس کا ادیشیہ اپنے فائدہ کے لیے سماج سے کام نکالنا ہے۔ سماج کیول اس لیے ہیں کہ اسے بڑھنے اور سنچے (5) کرنے کا اوسر دے۔ وہی منشیہ سپھل سمجھا جاتا ہے جو سماج کو خوب اچھی طرح ایکس پلائٹ کر سکے۔ ویوستھا ہی کچھ ایسی ہے کہ ویکتی کو مجبور ہو کر اسی لیک پر چلنا پڑتا ہے، دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔

لیکن سماج ویوستھا میں بڑے ویگ سے کرانتی ہو رہی ہے کمیونزم کا پرچار ہو یا نہ ہو سماج کا آدرش بدل گیا ہے۔ بھارت جیسے روڑھیوں کے غلام دیش دس بیس سال اور پرلوک چنتن میں پڑے رہے لیکن سنسار سمشٹ کی اُور جا رہا ہے اور سچ پوچھو تو سمشٹ (6) وادکی انیشورتا، (7) جو ہر آدمی کے لیے سمان اوسر کی ویوستھا کرتی ہے جو کسی کا جنم سدھ یا پرمپراگت وِشیش ادِھیکار نہیں مانتی، ایشورتا کے کہیں نکٹ ہے۔ ایکاتمواد (8) کا پرکٹ روپ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا۔ مانو سبھیتا کا اور دھرم کا سب سے اونچا آدرش سنسار ویاپی بھائی چارا رہا ہے۔ آدمی سے ہم اسی اور جانے کی چیشٹا کر رہے ہیں اور وہی ہمارا لکھشیہ ہے۔ لیکن یا تو اس لیے کہ ہمیں اتنے مہان تتو کی یتھارتھتا (9) پر کبھی وشواس ہی نہیں ہوا یا اس لیے کہ اسے دھرم کی آخری سیڑھی مان کر ہم نے سوچ لیا کہ اس کے آگے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا، ہم آج بھی اس آدرش سے اتنے ہی دور ہیں جتنے کئی ہزار سال پہلے تھے۔ لیکن سماج کے سامنے اس سے اونچا آدرش کی سرشٹی نہیں ہوئی۔ اور آج بھی بھومنڈل کی آتمہ اسی انت بھوشیہ کی اور آنکھیں اٹھائے دیکھ رہی ہے۔ اب دھیرے دھیرے وچاروانوں کا متیکیہ ہوتا جاتا ہے کہ اس آدرش کو پراپت کرنے کے لیے ہمیں ایک نئی سرشٹی رچنی پڑے گی۔ ارتھات بالک کے لالن پالن اور شکشا دکشا کو ایک سرے سے بدلنا پڑے گا، جس

1۔ آدرش۔ عزت 2۔ ویکتی واد۔ انفرادیت پسند 3۔ پرمکھتا۔ اہمیت 4۔ آتم سیوی۔ خود غرض، اپنی فکر کرنے والا 5۔ سنچے۔ انتخاب 6۔ شمسٹ واد۔ سوشلزم 7۔ انیشورتا۔ منکر خدا 8۔ ایکاتمواد۔ خودی 9۔ یتھارتھتا۔ حقیقی

سے سماج میں سنگھرش کی جگہ سہیوگ (1) کی پرورتی جاگے۔ لوگ ایک دوسرے سے سشکتی (2) رہنے کے بدلے وشواس کریں اور شکتی کا سنچے اس لیے نہ کریں کہ اس سے دوسروں پر آتنک (3) جمائیں گے۔ بلکہ اس لیے کہ دوسروں کی سہایتا کریں گے۔ سنسار میں اس سمے جس شکشا پرنالی کا ویوہار ہو رہا ہے وہ منشیہ میں ایرشیا، بھے، گھرنا، سوارتھ، انودارتا (4) اور کائرتا آدی دُرگنوں ہی کی پشٹی کرتی ہے۔ اور وہ کریا شیشو کی اوستھا سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ سمپن ماتا پتا اپنے بالک کا ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار کر کے اور بڑے ہونے پر اس کو دوسرے لڑکوں سے اچھی دشا میں رکھنے کی چیشٹا کر کے اسے اتنا نکما بنا دیتے ہیں، اور اس کی بدھی کو اتنا پری ورتت کر دیتے ہیں کہ وہ سماج کا خون چوسنے کے سوا اور کسی کام کا رہ ہی نہیں جاتا۔ اس لحاظ سے ہمارے گروکل آج کل کے اِیٹن یا ہیرو یا راج کمار کالجوں سے کہیں اتم تھے۔ جہاں سبھی چھاتر سمان تھے اس سے ان میں سارو جنکتا کا بھاؤ پیدا ہوتا تھا۔ اب پچھم کے وچارکوں کو بھی یہ دکھائی دینے لگا ہے کہ جس شکشا پرنالی کو وے صدیوں سے گلے لگائے ہوئے ہیں، وہ چرتر کو دُربل بنا دیتی ہے۔ اور منشیہ کی سماجک بھاؤناؤں کو پربل کر کے سماج میں امنگل اور پرتھکتا (5) کا بیج بوتی ہے۔ یہ سامراجیہ واد اور ویوسائے واد اور راشٹروں میں سنگھرش اسی کی شکشا کے پھل ہیں۔ جس نے ویکتی کو پردھانتا دے کر اسے سماج کا ہنسک جنتو بنا دیا ہے۔ شکشا کے آدرش میں جو سب سے بڑی کرانتی ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ شیشو (6) کے پہلے پانچ سال منشیہ کو جیسا بنا دیتے ہیں ویسا ہی وہ بن جاتا ہے اس شیشو اوستھا میں اس کا چرتر جیسا بن جاتا ہے وہ بعد کو پھر کسی طرح نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ سادھارنتہ اب تک ہم بالیہ وستھا کو زیادہ مہتو نہیں دیتے تھے۔ پر اسی اوستھا میں ہم اپنے اگیان کے کارن بالکوں کا بھوشیہ سدا کے لیے بگاڑ دیتے ہیں۔ اسی عمر میں بچے ہمارے اگیان کے کارن جھوٹ بولنا، جھوٹے بہانے کرنا اور چوری کرنا سیکھتے ہیں۔ اسی عمر میں آلسیہ کی، اور اُروگیہ کے سدھانتوں کے وِرُودھ آچرن کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ اسی عمر میں وے ضدی سُوارتھی اور کائر ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے ماں باپ پر بالک کے چرتر کے وشے میں پہلے سے کہیں بڑی ذمہ داری آ پڑتی ہے۔ کتنے ہی وچاروانوں کا تو یہ کہنا ہے کہ بچہ پہلے ہی سال میں بہت سی اچھی یا بری عادتیں سیکھ لیتا ہے۔ اور چونکہ اس عمر میں کوئی بچہ پاٹھ شالا نہیں بھیجا جا سکتا ہے اس لیے ماں باپ کا یہ کرتویہ ہو جاتا ہے کہ وے ماں باپ بننے کے پہلے شیشو پالن کے سدّھانتوں سے اچھی طرح پریچت ہو جائیں۔ یہ سویکار کیا جانے لگا کہ ادھیکانش (7) بالکوں میں ایک سی پَرورتیاں ہوتی ہیں اور ان پرورتیوں کا روپ یا دُرپیوگ (8) انھیں اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔

ستمبر 1933ء

1۔ سہیوگ۔ مدد 2۔ سشکتی۔ طاقت ور 3۔ آتنک۔ دہشت 4۔ انودارتا۔ منفی فکر کا 5۔ پرتھکتا۔ الگ ہونا 6۔ شیشو۔ بچہ 7۔ ادھیکانش۔ زیادہ تر 8۔ دُرپیوگ۔ بے جگہ استعمال

بھارت میں پریس

بھارت میں سماچار پتروں کی دشا، پر وکھیان دیتے ہوئے سرسی ' وی' رمن نے بہت ٹھیک کہا کہ پتروں کا سمپادن (1) ایک تنی ہوئی رسی پر چلنے کے سمان ہے اور سمپادک کو سدیو سچیت (2) رہنا پڑتا ہے۔ ورنہ ذرا بھی اس کا بیلنس ادھر یا ادھر ہوا تو ایک اُور وہ پریس ایکٹ کے گڑھے میں گر پڑتا ہے دوسری اُور ہتک (3) کے الزام کے منھ میں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ویوسائے میں بھی جہاں ہر وقت سر پر تلوار لٹکتی رہتی ہے آرتھک کٹھنائیوں کے کارن دشا اور بھی خراب ہو جاتی ہے اور اس کا کارن کیول یہی ہے کہ یہاں لوگ دام دے کر پتر پڑھنا نہیں چاہتے ہیں۔ کسی ٹرین میں سفر کرتے وقت جب ایک سجن کوئی اخبار مول لیتے ہیں تو کتنی اتسک (4) آنکھیں لالسا سے بھری ہوئی پتر کی اُور لگ جاتی ہیں اور کتنی نرلجتا سے لوگ اخبار مانگنے لگتے ہیں۔ یہ ہم روز آنکھوں دیکھتے ہیں غریبی کا یہاں پرشن نہیں ہے۔ مزدوروں سے، یا فاقہ کرنے والے کسانوں سے کوئی آشا نہیں کرتا کہ وے اخبار پڑھیں گے۔ مگر جب پڑھے لکھے آدمی جو روز دس پانچ آنے پان سگریٹ میں اڑا دیتے ہیں۔ منگنی مانگ کر پتر پڑھنے کی سادھ مٹا لیتے ہیں تو سماچار پتر کیسے چلے، اور دیش میں ان کا کیسے وہ پربھاؤ ہو جو انیہ دیشوں میں پتروں کا ہے۔ ادھیکانش پتر وگیاپنوں کے بل پر چلتے ہیں، اور سبھی طرح کے وگیاپن چھاپنے کے لیے ان کے کالم کھلے رہتے ہیں۔ جن ودیشی چیزوں کے بہشکار کے لیے سمپادک کالم کے کالم کالے کرتا ہے انھیں ودیشی چیزوں کی تعریفوں کے پل وہ وگیاپنوں میں باندھتا ہے۔ مگر وہ مجبور ہے، اگر ایسا نہ کرے تو اس کا پتر ایک دن نہ چلے۔ انیہ دیشوں میں ہزاروں سوشکشت (5) یووک سماچار پتروں میں کام کر کے نام اور لیش دونوں کماتے ہیں۔ یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

اکتوبر 1933ء

1۔ سمپادن۔ ادارت 2۔ سدیو۔ ہمیشہ 3۔ ہتک۔ بے عزتی 4۔ اُتسک۔ خواہش مند 5۔ سوشکشت۔ تعلیم یافتہ

پریاگ کی رام لیلا بند

پچھلے انک میں ہم نے اس بات پر اپنی خوشی ظاہر کی تھی کہ نو سال کے بعد پھر رام لیلا ہو رہی ہے۔ ہے اور حاکم ضلع نے بنا کسی شرط کے رام لیلا کا جلوس نکالنے کی انومتی (1) دے دی ہے پر جس وقت مسٹر بشپ نے یہ حکم دیا تھا، پریاگ کے پولیس ادھیکش نینی تال گئے تھے۔ بعد کو وہ آئے اور ترنت رام لیلا کی چاروں کمیٹیوں کو سوچنا دے دی کہ شام ہونے کے پہلے سب جلوس کو رام لیلا کے میدان میں پہنچ جانا پڑے گا۔ اسپشٹ روپ سے تو یہ نہیں کہا گیا ہے۔ پر اس سوچنا کا ابھیپر ائے یہی ہے کہ شام کی نماز کے پہلے جلوس نکل جائے، ورنہ شانتی بھنگ ہو جانے کی ذمہ داری وہ نہیں لے سکتے۔ رام لیلا کمیٹیوں نے اس شرط کو نہیں سویکار کیا اور رام لیلا پھر استگھت ہو گئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ پولیس سپریٹنڈنٹ نے پریاگ کے مسلمانوں سے اس وِشے میں صلاح کر کے یہ نتیجہ نکالا، یا انھیں شانتی بھنگ ہونے کا سُیم وچار اُتپن ہو گیا۔ جہاں ہمیں معلوم ہے، مسلمانوں کی طرف سے کسی طرح کی آپتی (2) نہ تھی، اور ہم یہ بھی مان لیں کہ کچھ متعصب مسلمانوں کو آپتی ہو بھی تو ان کے لیے ایک پورے سماج کا دھرموتسو کیوں بند کر دیا جائے۔ آخر سرکار کس لیے ہے۔ اس کا کام یہ نہیں کہ سماج کے ہر ایک انگ کو، اس کے جائز کاموں میں مدد دے۔ اس ذمہ داری سے وہ کیوں کر بچ سکتی ہے۔

اکتوبر 1933ء

1۔ انومتی۔ اجازت　　2۔ آپتی۔ اعتراض

جسٹس ینگ کے دورے

جسٹس ینگ نے تھوڑے ہی دنوں میں اپنی نربھیک (1) نیائے پریتا (2) سے دیش کا سمان اور پریم پراپت کرلیا ہے اور ہرش کی بات ہے کہ وہ اپنی سیوا کے چھیتر کو بڑھانے جا رہے ہیں۔ ادھر وہ کتنے ہی ضلعوں میں دورے کر کے اسکاؤٹ آندولن کا بڑا اُپکار کر رہے ہیں۔ مگر بے ڈین پاوَیل اسکاؤٹوں کی سنستھا میں سیوا سمتی (3) اسکاؤٹ کیوں ملا دیا جائے، کیوں نہ بے ڈین پاوَیل کی سنستھا سیوا سمتی اسکاؤٹوں میں ملا دی جائے۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

سیوا سمیتی سنستھا راشٹریہ سنستھا ہے، یعنی ورتمان دشا میں جتنی راشٹریہ ہو سکتی ہے۔ بے ڈین پاویل کی سنستھا ودیش سنستھا ہے، جس کی آتما میں ودیشتا (4) بھری ہوئی ہے۔ جب دونوں سنستھائیں ہر بات میں سمان ہیں تو نیائے یہی کہتا ہے کہ بے ڈین پاویل اسکاؤٹ دل توڑ کر سیوا سمیتی میں ملا دیا جائے۔ جسٹس ینگ ایسا نہیں کرتے تو ہم انھیں صلاح دیں گے کہ وہ اپنی سیواؤں کو ہائی کورٹ تک ہی سیمت (5) رکھیں، جہاں وہ بڑی یوگیتا کا پریچے دے رہے ہیں۔

اکتوبر 1933ء

1۔ نربھیک۔ نڈر　2۔ نیائے پریتا۔ انصاف پسند　3۔ سیوا سمیتی۔ مدد کرنے والی کمیٹی
4۔ ودیشتا۔ غیر ملکی محبت　5۔ سیمت۔ محدود

ہندی ساہتیہ کے ایشور کی چھیچھالیدر

سرسوتی کے نومبر کے انک میں شری پنڈت نرائن تیواری نے اُکت وشے (1) پر ایک بہت ہی وچار پورن (2) اور وچار اُتیجک (3) لیکھ لکھ کر ہندی کی ساہتیک اور سادھارن جنتا کا دھیان ساہتیہ کے اس انگ کی اُور آکرشٹ (4) کیا ہے جو بھگت رس کے نام سے پرسدھ ہے۔ اور جس میں سرنگار کے بڑے نگن اور اشلیل (5) بھاؤں کا چترن (6) کیا ہے۔ برج بھاشا کے کویوں نے تو کنہیا اور رادھا اور گوپیوں کے پریم رہسیہ (7) اور وِرہ (8) وِیوگ میں اپنی عمر ختم کر دی۔ بالکل ٹھیک، لیکن جب آپ اس معاملے میں ہندو جاتی کو ہی گنہگار ٹھہراتے ہیں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساہتیہ کو ان بھاؤں سے مکت (9) بتاتے ہیں، تو یہ ہندوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ سختی کر بیٹھتے ہیں۔ صوفی کویوں نے حضرت محمد اور خدا میں عشق کی کویتائیں لکھی ہیں اور حضرت کی زلف، نرگسی آنکھوں اور مسری جیسی میٹھی باتوں کا اُلیکھ کیا ہے۔ عیسائیوں میں تو آج بھی مریم کی بیٹیاں ہوتی ہیں، جو اپنا سارا جیون عیسی کی اُپاسنا (10) میں وِیتت کرتی ہیں۔ آپ کو خبر نہیں کہ اودھ میں ایک نواب صاحب سکھی دھرم کے پکے انویائی (11) تھے۔ مہینے میں تین دن گھر میں بند رہتے تھے کسی سے ملتے جلتے نہ تھے۔ آج بھی ایسے مسلمان سکھی بھاؤ والے فقیر نظر آتے ہیں۔ جو ناک میں نتھنیا، کانوں میں بالے اور پیروں میں کڑے چھڑے پہنے اور رنگین اوڑھنی اوڑھے بازاروں میں نکلتے ہیں۔ مسلم جنتا ان سکھی بھاؤ والے فقیروں کی خوب خدمت اور عزت کرتی ہے۔ اس لیے ہندو ساہتیہ سیوویوں اور کویوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی، بلکہ منشیہ ماتر میں جو ایشور کو منشیہ روپ میں دیکھنے کی بھاؤنا ہے اسی کا یہ پرتی بمب (12) ہے۔ جب آپ ایشور کو کرشن کے روپ میں دیکھتے ہیں تو یہ کیسے سمجھو ہے کہ پرانی ماترا انھیں ایک ہی روپ میں دیکھیں۔ اپنی اپنی روچی اور منورتیوں (13) اور بھاؤناؤں کے انُوسار ہی تو وہ ایشور کی کلپنا کریں گے۔

1۔ اُکت وشے۔ مذکورہ کورس 2۔ وچار پورن۔ فکرمند 3۔ وچرا تیجک۔ اکسائٹڈ 4۔ آکرشٹ۔ متوجہ
5۔ اشلیل۔ ننگا 6۔ چترن۔ تفصیلی بیان 7۔ رہسیہ۔ راز 8۔ وِرہ ویوگ۔ دردِ غریب الوطنی 9۔ مکت۔ آزاد
10۔ اُپاسنا۔ پرارتھنا 11۔ انویائی۔ پیروکار 12۔ پرتی بمب۔ عکس 13۔ منورتی۔

کوئی اسے شِو کے روپ میں دیکھتا ہے، کوئی رام کے روپ میں، کوئی وِشنو کے روپ میں، کوئی کرشن کے روپ میں، جن میں دھرم بھاؤنا پردھان ہے وہ رام کی اُپاسنا کرتے ہیں۔ جن میں سرنگار بھاؤنا پردھان ہے وہ کرشن کی اور، جن میں وِشے واسنا (1) بلواتی ہے، وہ پنچھم کاری (2) ہوجاتے ہیں اور بھیروی چکر کی اپاسنا کرتے ہیں۔ یہ رام اور کرشن اور شکتی کیول ہمارے بھِن بھِن ایشور بھاؤنا کے ہی کھلونے ہیں۔ ساکار اُپاسنا کو آپ ان برائیوں سے کسی طرح نہیں بچا سکتے۔ یہی ساکارتا سارے اناچار (3) کی جڑ ہے۔ اسی کی وِبھوتی ہے کہ ہمارے لاکھوں آدمی شِو بھکت بن کر گانجے اور چرس کے دم لگاتے ہیں، لاکھوں دیوی کی ویدی پر بلی چڑھاتے ہیں۔ لاکھوں کرشن کے سامنے ناچتے گاتے ہیں۔ ایشور کو ایک بار ساکار مان کر آپ اسے منشیتو (4) سے نِش کلنک (5) نہیں رکھ سکتے۔ آپ دُھن کے اِچھک ہیں، تو ایشور آپ کو دھنوپار جن میں کیوں نہ سہایتا دے؟ ایشور کے نام پر بڑے بڑے مندر بنتے ہیں، جن میں وہ وشرام کرتا ہے۔ اس کے جنم دواہ آدی سنسکاروں کے اتسو منانے جاتے ہیں، چور ایشور کو منا کر چوری کرتا ہے، سیٹھ جی ایشور کو منا کر سود کھاتے ہیں۔ اور توند بڑھاتے ہیں، اس کے نام سے زمین داریاں خریدی جاتی ہیں، لین دین کیا جاتا ہے، مقدمے بازی کی جاتی ہے۔ اور جو بےچارے غریب اور دکھی ہیں، وے اس کی شرن میں جا کر اپنی وِپتی کو بھول جاتے ہیں اور یہ کچھ ہندو دھرم میں ہی نہیں ہے، عیسائی، مسلمان، بودھ، سبھی اس علت میں گرفتار ہیں۔ حالانکہ مسلمان ساکار ایشور کو مانتے ہی نہیں اور بودھوں کے یہاں ایشور کا کہیں پتا نہیں ہے۔ تو جب ایک بار آپ نے ایشور کو مَنُشیہ مان لیا تو مَنُشیہ ذاتی کی ویوہارکتا سے آپ اسے نہیں بچا سکتے۔ وہ کھائے گا، سوئے گا، ویوہار کرے گا، بچے پیدا کرے گا، سکھ میں ہنسے گا روئے گا، موقع پڑنے پر جھوٹ بھی بولے گا۔ بےایمانی بھی کرے گا اور چونکہ وہ ایشور منشیہ ہے اس لیے اس کی ساری مانوی کریائیں ایشور تتو کے رنگ میں رنگی ہوئی، ادھک مہان، ادھک ویاپک ہوں گی۔ آپ پاؤ آدھ سیر میں سنتشٹ ہوجاتے ہیں۔ تو ایشور کا من دو من بھی نہ کھائے، آپ دو چار آدمیوں کو جیت سکتے ہیں تو کیا ایشور دو چار ہزار استریوں سے بھوگ نہ کرے، آپ کی ایشور کلپنا ہی دوشت ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ نے ایشور کی سرشٹی کر کے ہی یہ ساری برائیاں پیدا کرلیں۔

اور پھر آج پاپ اور پنیہ، دھرم اور ادھرم، اشلیل میں بھید ہی کہاں رہا؟ جب آج کے بڑے بڑے ودوان کام شِکشا کے پرچار پر زور دے رہے ہیں۔ جب وواہ سنستھا ہی اُمانش کہی جارہی ہے، جب یہ مانا جارہا ہے کہ ہم جسے پاپ اور ادھرم کہہ رہے ہیں، وہ کیول ساماجک انیائے کا ہی پھل ہے، اور سماج کا

1۔ وِشے واسنا۔ فطری خواہش 2۔ پنچھم کاری۔ 3۔ اناچار۔ خراب عادت 4۔ منشیتو۔ آدمیت
5۔ نِش کلنک۔ بےداغ

جیسا سنگٹھن ہے، اس میں اس کے سوا کوئی دوسرا پھل ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر آپ کو یوں سے کیول یہ آشا رکھتے ہیں کہ وے پوتر تا اور پر مارتھ میں غوطے لگائے۔ جب ہم گنگا نہا کر پاپوں سے مکت ہو جاتے ہیں، تو کوی کیوں نہ پتت پاوَنی گنگا کی مہما گائے۔ وہ جو کچھ لکھتا ہے منشیوں کے لیے لکھتا ہے خود بھی اسی سنسکار میں پلا ہے، اس سے آپ کیسے یہ آشا رکھتے ہیں کہ وہ اپنے سنسکاروں سے اوپر اٹھ جائے۔

مگر نہیں، آج ہندی کوی ان بھاوَناؤں سے اوپر اٹھ رہا ہے، اس کے لیے گوپیوں کے ہاس ولاس میں، شیام کی راس لیلا ماکھن چوری میں کوئی آکرشن نہیں رہا۔ وہ گنگا کی استوتی بھی نہیں کرتا اور سورگ کی اپسراؤں اور مدھو ساگروں کی مہما نہیں گاتا۔ وہ نینوں کے کٹاکش (1) اور چت کی چوری اور نو پر سنگیت اور رتی رہسیہ جیسے کامودد یپک (2) پرسنگوں سے اپنی کویتا کو النکرت نہیں کرتا۔ اس کا وِشے منشیہ کا ہردے اور اس کی بھاوَنائیں ہیں اور وہ پرکرتی کے سوندریہ کا ہی اُپاسک ہیں۔ اس کے یہاں کامیوں کا چمبن نہیں، بھکت کی شردھا اور الاّس ہے وہ ساکار کا اُپاسک نہیں، اننت اور انادی (3) کی دھن میں مست ہے۔ اس کے لیے پھول کی پنکھڑی اوشا کی لالی، پکشیوں کا گان، اناتھ کے آنسو کسی بالا کا روپ لالتیہ یا کسی غریب کسان کی کٹیاں یا جنگل میں بھٹکتا ہوا پتھک، سبھی سمان روپ سے سندر نوین اور آکرشٹ ہے، وہ سمست بھومنڈل کو سوندریہ کا آگار سمجھتا ہے۔

پگ پگ پر اس کے لیے مستی کے سامان بکھرے پڑے ہوئے ہیں، وہ پھول کی پیالی میں اوس کی ایک بوند پی کر نشے میں چور ہو جاتا ہے وہ ساہتیہ میں ایک نیا سندیش، نیا جیون، نئی بھاوَنائیں لے کر آیا ہے، جس میں واسنا (4) کا عمل دخل نہیں، کوی کی سچی ابھلاشہ اور سچا پریم چھلک رہا ہے وہ سماج کو پوتر تا اور مانوتا کی اور لے جا رہا ہے، کیوں کہ اس نے ساکار ایشور کے پنجے سے اپنا گلا چھڑا لیا ہے۔

نومبر 1933ء

1۔ کٹاکش۔ 2۔ کامودد یپک پرسنگ۔ جنسی خواہش بڑھانے والا 3۔ انادی۔ ازلی

4۔ واسنا۔ خواہش

کارمائکل لائبریری کی ہیرک جینتی

کارمائکل لائبریری کی استھاپنا سن 1872ء میں ہوئی تھی۔ اس پرکار اس کی استھاپنا (1) ہوئے ساٹھ برس سے اوپر ہو گئے۔ اس کی ہیرک جینتی منانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ سنگیت پرانت کے شکشا منتری مانیہ شری جے پی شری واستو نے پُستکالیہ کے اس مہوتسو (2) کا سبھاپتی ہونا سویکار کرلیا ہے۔ یہ پُستکالیہ اس پرانت کے پرانے پُستکالیوں میں نہیں، بلکہ بڑے پُستکالیوں میں بھی ہے۔ سورگی رائے سنگٹھ پرساد نے اس نگر کے پرمکھ ناگریکوں کے سہیوگ سے اس پُستکالیہ کی استھاپنا تھا اس کا سنگٹھن کیا تھا۔ ناگرکوں اور سرکاری کرمچاریوں کی سہایتا سے پُستکالیہ کی دھیرے دھیرے انتی ہوتی رہی۔ پہلے یہ پُستکالیہ ٹھٹھری بازار کے پاس چوک سے نیچی باغ جانے والی سڑک پر تھا۔ پیچھے اس کا اپنا ورتمان بھون بنا اور 1873ء میں اسی میں کھلنے لگا۔ گت ورش ویورن سے اس کی ورتمان دشا کا کچھ پریچے مل سکتا ہے۔ پُستکالیہ کے ہال میں جو اس سے بانوے فٹ لمبا اور اکیس فٹ چوڑا ہے، پاٹھکوں کے پڑھنے کے لیے 126 سامائیک پتر رکھے جاتے تھے، ان میں 23 دینک پتر اور 43 ماسک پتر تھے۔ پُستکوں کی کل سنکھیا 1759 تھی جن میں انگریزی کی، 7,595، ہندی کی 3,595، اردو کی 2,883، سنسکرت کی 2,383، بنگلہ کی 939، گجراتی کی 178 اور مراٹھی کی 76 رہی۔ سدسیوں کی سنکھیا 218 تھی۔ آیے 10,572، روپیے اور ویے 11,807 روپیے تھا۔ اس ویورن سے اس پُستکالیہ کا مہتو پرکٹ ہو جاتا ہے بنارس میونسپلیٹی کے بھوت پوروا ایگزیکیٹو افسر رائے بہادر جگن ناتھ پرساد مہتا کے پتا آرمبھک (3) ورشوں میں پُستکالیہ کے پُستکادھیکش تھے۔ اس لیے مہتا جی ان کی اسمرتی میں دو ہزار روپیہ لگا کر پُستکالیہ کے لیے کمرہ بنوا رہے ہیں۔ آشا ہے کہ شکشا پریمی اس پُستکالیہ کے سمبندھ میں دلچسپی لیں گے، اس کی پریاپت سہایتا کریں گے۔ تتھا اس کے پربندھ میں سدھار کریں گے، جس سے اس کے دوارا اور

1۔ استھاپنا۔ قیام　2۔ مہوتسو۔ بڑا جشن　3۔ آرمبھک۔ شروعات

ادھک شکشا پر وچار ہو سکے۔ پُستکالیہ کے دوارا واستوک (1) سیوا تبھی ہو سکتی ہے، جب اس میں اتم پُستکوں کے سنگرہ کا برابر پربندھ (2) ہو تتھا پُستکوں کی سوویہ وستھت (3) سوچی (4) ہو۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات پر بھی دھیان دینا چاہیے کہ پُستکالیہ کی پُستکوں سے ادھک سے ادھک سجن لابھ اٹھائیں۔ جس پُستکالیہ میں چنی ہوئی نئی اور پرانی پُستکوں کا اچھا سنگرہ ہے، تتھا انھیں پڑھنے والوں کی سنکھیا (5) بہت ادھک ہے، وہی بہت بڑا پُستکالیہ ہے۔

20 نومبر 1933

1۔ واستوک۔ حقیقی 2۔ پربندھ۔ انتظام 3۔ سوویہ وستھت۔ منظم طریقے سے 4۔ سوچی۔ فہرست
5۔ سنکھیا۔ تعداد

سنیما اور یووک

سنیما چتروں میں پرایہ جس طرح کے درشیہ (1) دکھائے جاتے ہیں، ان کا یوُکوں کے چرتر پر برا پرینام (2) دیکھ کر یورپ میں کئی دیشوں نے 16 ورش سے کم عمر کے کماروں کو سنیما دیکھنے کا قانون نشیدھ (3) کر دیا ہے۔ ہتیا اور ڈاکے کے جو کانڈ اتنے بجیو روپ میں دکھائے جاتے ہیں شکشا اپیوگی (4) ان کا کسی کے چرتر پر بھی اچھا اثر پڑ سکتا ہے؟ کماروں کے کومل ہردے پر تو اس کا اثر اتنا خراب ہوتا ہے کہ کتنوں ہی نے اسے کا. یہ روپ میں لانے کی چیشٹا کی ہے اور آج جیل خانوں میں چکی پیس رہے ہیں۔ چتروں سے البتہ یوُوکوں کا بہت بہت کچھ اپکار ہونے کی آشا کی جاتی ہے، بھوگول اتہاس آروگیہ آدی وشیوں کی شکشا چتروں دوارا بہت ہی سرل اور منورنجک ہوگئی ہے، پر شکشا سدھانت کے مرمگیوں (5) کو یہ شکشا وشیک چترپٹ بھی دوش سے خالی نہیں دیکھتے۔ ان کا اثر اتنا خراب تو نہیں ہوتا کہ کو کرتیوں کی اُور لے جائے، پر بودھک وکاس میں اس سے بڑی بادھا پڑتی ہے لڑکوں میں جو جگیا ساوِرتی ہوتی ہے اسے شانت کرنے کا یہاں کوئی سادھن نہیں۔ وہ کیول آنکھوں سے دیکھتے ہیں، بدھی اور تلنا شکتی سے کام لینے کا انھیں کوئی اوسر نہیں ملتا۔ اس طرح ان کا من ولاس پریہ ہو جاتا ہے۔ اور اس میں وچار کی شکتی شتھل (6) ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا کہنا ہے کہ بہو تیرے یووکوں کی مانسک شتھلتا اتنی بڑھ گئی کہ وے جو درشیہ دیکھتے ہیں، ان کی باریکیوں کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ بالکوں میں جو کریاتمک اور نئی نئی باتیں کھوج نکالنے کی پرورتی ہے وہ یہاں بالکل دب جاتی ہے۔ مگر سینما کا پرچار دن دن بڑھتا جارہا ہے۔ اور اچھے فلم کھوجنے سے بھی نہیں ملتے جب تک یہ ویوسائے سوشکشت اور وچارشیل (7) تھا چرتروان (8) ویکتیوں کے ہاتھ میں نہ جائے گا اس کے سدھرنے کی کوئی آشا نہیں۔

11 دسمبر 1933ء

1۔ درشیہ۔ منظر　2۔ پرینام۔ نتیجہ　3۔ نشیدھ۔ روک تھام　4۔ شکشا اپیوگی۔ لائق تعلیم
5۔ مرمگیہ　6۔ شتھل　7۔ وچارشیل۔ مفکر　8۔ چرتروان۔ اچھی خصلت

سر پی ،سی ،رائے کا دیکشانت بھاشن

سر پی سی رائے نے کاشی وشوودیالیہ کے دیکشانت بھاشن میں کئی بڑے مہتو (1) کے پرشن اٹھائے ،جن پر گمبھیرتا سے منن 2 کرنے کی ضرورت ہے۔مثلاً آپ کے وچار میں وشوودیالیہ میں لیکچروں کا ہونا آوشیک نہ ہونا چاہیے، بلکہ چھاتروں میں سُیم پُستکاؤلوکن کی لگن پیدا ہونی چاہیے۔ ودیالیہ چھاتروں کو پاٹھیہ کرم کے جھمیلوں میں پھنسا کران کی بودھک مولکتا(3) کونشٹ کردیتا ہے۔اس میں سندیہہ نہیں کہ پریکشاؤں اور لیکچروں کا بندھن چھاتروں کے سُوادھیائے میں بادھک ہوتا ہے اور آج بھی ایسے ہی کتنے ہی مہان پرش موجود ہیں جنھوں نے کسی ودیالیہ کا منہ نہیں دیکھا۔مگر ہمارے خیال میں بی۔اے تک ، کے چھاتروں کو وشوودیالیہ کا چھاتر سمجھا ہی کیوں نہ جائے۔ ہمارے یہاں جو سکنڈری شکشا کہلاتی ہے وہ میٹری کولیشن تک سماپت ہوجاتی ہے۔ پر اس وقت ادھیکانش چھاتروں کی عمر پندرہ سے اٹھارہ ورش کی ہوتی ہے، اور ان میں پروڑھ وچار کا وکاس نہیں ہوا رہتا۔ واستو میں بی۔اے تک اسی پروڑھ (4) شکشا کی کمی پوری ہوتی ہے۔اس کے اوپر تین سال کا سمے وشوودیالیہ کا ہونا چاہیے۔جس میں چھاتروں کو لیکچر سننا لازمی نہ ہو اور وے سوادھیائے(5) اور کھوج میں ابھیت (6) ہوسکیں۔ بی۔اے تک کی شکشا تو جہاں تک سستی ہو سکے ادھک سے ادھک چھاتروں کو ملنی چاہیے۔مگر آشچر یہ یہی ہے کہ اس مندی کے زمانے میں جہاں لوگوں کی آمدنیاں گھٹ گئی ہیں، ودیالیہ کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ وہی دفتری حکومت جوانیہ وبھاگوں میں راجیہ کررہی ہے۔ ودیالیہ پر بھی آسن جمائے ہوئے ہیں۔ وہی لمبی لمبی تنخواہیں ہیں، وہی پریکشا کی فیس ہے، وہاں چھاتروں پر آتنک جمانے کی دھن ہے۔ ہمارے سادھارن ادھیاپک کسی تھانے داریا ڈپٹی مجسٹریٹ سے کم رعب نہیں جماتے۔خیر یہ تو وِوادگرست (7) وِشے ہے۔

1۔مہتو۔اہم 2۔منن۔فکر 3۔مولکتا۔اصلیت 4۔پروڑھ شکشا۔ایڈلٹ ایجوکیشن

5۔سوادھیائے۔اپنے سے پڑھنا 6۔ابھیت۔سیکھاہوا 7۔وِوادگرست۔قابل اعتراض،اعتراض میں ملوث

اس کے پکش اور وِپکش دونوں ہی کے سر تھک مل جائیں گے۔ مگر ماتر بھاشا کے مادھیم دُوارا شکشا کا جو آدرش آپ نے دیا، اس میں تو شاید کسی کو آپتی ہو ہی نہیں سکتی۔ حیدرآباد میں اردو دُوارا اونچی سے اونچی شکشا دی جارہی ہے۔ جو بات اردو دُوارا ہوسکتی ہے وہ انیہ بھاشاؤں دُوارا بھی ہوسکتی ہے۔ مگر یہاں کٹھنائی یہ پڑتی ہے کہ ہر ایک پرانت کی بھاشا الگ ہے۔ مکھیہ بھاشاؤں کی سنکھیا بھی ایک درجن سے کم نہ ہوگی۔ اگر ہر ایک پرانت میں پرانتی بھاشا ہی شکشا کا مادھیم بنادی گئی تو راشٹر پتا کو کتنا بڑا دھکا پہنچے گا۔ اس کا انو دان (1) نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے چھاتر کوپ منڈوپ (2) ہوکر رہ جائیں گے۔ اس لیے ضرورت یہ ہے کہ ماتر بھاشا کو شکشا کا مادھیم نہ بناکر راشٹر بھاشا کو مادھیم بنایا جائے۔ اور یہ طے ہوچکا ہے کہ ہندی کے سوا کوئی دوسری بھاشا راشٹر بھاشا بننے لائق نہیں ہے۔ یدی بنگال اس پرستاؤ کو سویکار کرے تو ہمارا وشواس ہے کہ انیہ پرانت والے بھی اوشیہ سویکار کرلیں گے۔ یدی راشٹر بھاشا دُوارا شکشا ملنے لگے تو انٹرمیڈیٹ کا کورس سرلتا سے میٹری کولیشن میں پورا کیا جاسکتا ہے اور تب آشا ہے چھاتروں میں وہ ابھیمان (3) بھی نہ پیدا ہو، جو انگریزی پڑھ کر ان میں آجاتا ہے اور انھیں کرشی یا ویاپار کے ایوگیہ بنادیتا ہے، مگر ایک پچھمی بھاشا کی ضرورت تو ہر حالت میں رہے گی۔ اس کے بنا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ سنسار کی پرگتی (4) سے ملے رہنے کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

18 دسمبر 1933ء

1۔انودان۔نپٹارہ 2۔کوپ منڈوپ۔کنوے کا مینڈک 3۔ابھیمان۔شان،فخر 4۔پرگتی۔ترقی

سر تیج بہادر سپرو کا بھاشن

الہ آباد یونیورسٹی کے دیکشانت بھاشن میں سر تیج بہادر نے پاٹھیہ کرم میں ایسا پریورتن (1) کرنے کے لیے آگرہ کیا، (2) جس سے چھاتروں کی روٹی کا سوال حل ہو سکے، کیونکہ روٹی کا سوال سنسکرتی کے سوال سے کہیں آوشیک ہے۔ آپ نے بہت بار فرمایا ہے کہ ہزاروں یوُوک اپنے قانون اور آرٹ اور وِگیان کا ڈپلومہ لیے مارے مارے گھوم رہے ہیں۔ آپ نے ویوسائک اور بھوگولک (3) شکشا پر زور دیا ہے، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اودھوگک (4) ڈپلوما والوں کے لیے بھی کہاں استھان ہے؟ روڑھکی اور انیہ ٹیکنیکل اسکولوں کو جانے دیجیے، چماروں، لوہاروں، اور بڑھیوں کے لیے بھی تو کام کی افراط نہیں ہے۔ اگر ان کی سنکھیا اور بڑھ جائے تو ان میں بھی بے کاری بڑھ جائے گی۔ پھر کون سا ادھوگ سیکھیں جہاں روٹی کا سوال حل ہو سکے۔

مگر یہاں تو صرف روٹی ہی کا سوال نہیں ہے۔ سمان کا سوال ہے، بنگلے کا سوال ہے، کار کا سوال ہے، فرسٹ کلاس میں سفر کرنے کا سوال ہے اوروں میں جو مہاتوا (5) کانکشا ہے کیا یوُوکوں میں اس کا ہونا ورجت ہے؟ بڑھئی یا چمار کو کسی نے شان سے بنگلے میں رہتے نہیں دیکھا۔ وہ بہت سپھل ہوا تو اپنی بیوی کے لیے کچھ گہنے بنوا دے گا یا اپنے کچے مکان کو پکا کروا لے گا۔ شان سے وہی لوگ جیون کا نِروَاہ (6) کر رہے ہیں، جنھوں نے قانون پڑھا ہے، جنھوں نے آرٹ اور وگیان کی ڈگریاں لی ہیں۔ اسی راستے پر ہمارا یووک بھی چل رہا ہے۔ اسے کسی طرح سنتوش نہیں ہوتا کہ اسے پرکرتی نے کیول جوتے گانٹھنے کے لیے پیدا کیا ہے اور اونچی شکشا اس کے لیے ہانی کارک ہوگی۔ وہ اپنے سمیپ (7) جو کچھ دیکھتا ہے، اسی کا رنگ اس پر اثر کرتا ہے جو لوگ اسے پڑھاتے ہیں، جو لوگ اسے اُپدیش دیتے ہیں،

1۔ پریورتن۔تبدیلی 2۔ آگرہ۔گزارش، اپیل 3۔بھوگولک۔جغرافیائی 4۔اَودھوگک۔روزگار سے متعلق
5۔مہاتوا کانکشا۔اونچی خواہش 6۔نِروَاہ۔گزارا 7سمیپ۔قریب

جولوگ اس کی گیان وردھی کرتے ہیں، جوجیون کے سچے آدرش بن کر اس کے سمکھ کھڑے ہوتے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ ان کا پربھاؤ اس پر نہ پڑے۔ ایسے لوگ جب اس سے اودھوگک شکشا کا انورودھ کرتے ہیں، تو وہ اپنے اندر ہی کڑھتا ہے اور سوچتا ہے کہ آپ لوگ تو زندگی کے مزے اڑا رہے ہیں۔ ہمیں مزدوری کرنے کا اُپدیش دیتے ہیں۔ یہی کارن ہے کہ آج ہزاورں یووک نراش (1) ہونے پر بھی ودیالیوں کی اور دوڑے چلے آتے ہیں، کیا ہرج ہے۔ چوٹی کے دو چھاتروں کے لیے ہی کچھ آشا ہے، شیش کے لیے آشا نہیں۔ کون جانے اسی کی تقدیر بڑھ جائے اور وہ ان دو آدمیوں میں ایک ہو۔ کچھ بھی ہو وہ پہلے سے ہی ہمت ہار کر نہ بیٹھے گا۔ ایک دو، تین بار اپنی قسمت آزمائے گا، اپنی آنکھیں پھوڑ کر سواستھ (2) کھو کر، گھر کو برباد کر وہ یہ پریکشا کرے گا اور جب اسپھل ہو جائے گا تو اسے یہ ڈھارس ہو جائے گا کہ اس نے یتھا شکتی (3) ادھوگ کر لیا۔ چھیتر سے بھاگ کر اپنے کو اُیوگیہ سمجھ لینے پر اس کا یووک اور منشوی آتمہ (4) کبھی تیار نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ سماج کا جیسا کچھ سنگٹھن ہے، اس میں ایسی استھتی کا پیدا ہونا انیوار یہ تھا اور وہ ہوئی۔ جب تک تھوڑے سے آدمی مستشک (5) کے بل سے اپنے سوارتھوں کی اُنّتی کرتے رہیں گے، جب تک گنے گنائے آدمیوں کو بھی ایسے اوسر ملتے رہیں گے کہ وے ڈپلومہ کا پاس پورٹ لے کر سماّن اور ایشوریہ کے پردیش میں وچر (6) سکیں۔ اس وقت تک ودیالیوں میں چھاتروں کا یوں ہی ریل پیل رہے گا چاہے ودیالیہ ان کی آکانشاؤں کی سمادھی ہی کیوں نہ بنتا رہے۔ یہ استھتی کچھ بھارت میں ہی نہیں ہوئی ہے امریکہ، یوروپ کے انت دیشوں میں بھی جہاں کہیں ویکتی کی پردھانتا ہے، یہی دَشا ہو رہی ہے۔ جب تک راشٹر سمشٹ کا روپ دھارن نہ کرے گا، جب تک تھوڑے سے چتُر ویکتی لکشمی کے کرپاپاتر (7) بنتے رہیں گے جب تک ہر یک کو اپنی اپنی پڑی رہے گی۔ جب تک راشٹر اس اُتر دائتو (8) کو سویکار نہ کرے گا کہ راشٹر کے پرتیک ویکتی کو سمان روپ سے جیوت رہنے اور اُنّتی کرنے کا ادھیکار ہے، اس وقت تک پڑھے لکھوں کی یہ بھینکر بے کاری دن دن بڑھتی جائے گی۔ یہ ستیہ ہے کہ آج بڑے بڑے راشٹروں کے ودھاتا وے لوگ ہیں جنھوں نے ودیالیوں کا منھ تک نہیں دیکھا۔ لیکن مسولینی، ہٹلر، اور اسٹالن سماج کی لیک پر چل کر اس پد پر نہیں پہنچے ہیں، وے کرانتی مارگ (9) سے اپنے اُچ استھان پر پہنچے ہیں۔ اور

1۔ نراش۔ نااُمید 2۔ سواستھ۔ صحت 3۔ یتھاشکتی۔ جہاں تک ممکن ہو 4۔ منشوی آتمہ۔ انسانی روح
5۔ مستشک۔ دماغ 6۔ وچر۔ گزارہ، رہن سہن 7۔ کرپاپاتر۔ قابل رحم 8۔ اُتر دائتو۔ جواب دہ
9۔ کرانتی مارگ۔ انقلابی راہ

کرانتی بچوں کا کھیل نہیں ہے ہم اپنے یُووکوں کے مستشک میں یہ خیال نہیں جمنے دینا چاہتے ہیں کہ اُنتی کے دُوار، ان کے لیے بند ہیں اور سماج اور راشٹر سے وِدرُوہ کر کے ہی وے اپنے لیے استھان نکال سکتے ہیں۔ دیش کے لیے وہ برا دن ہوگا اگر یووکوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اس کے لیے یہ پرماوشیک (1) ہے کہ راشٹر اس سدھانت کو سویکار کر لے کہ ڈپلومہ سمپتی اور ادھیکار کے خزانے کی کنجی نہیں ہے، تبھی شکشا کا واستوک (2) مہتو پرکٹ ہوگا۔ ابھی تو شکشا بھی ایک ویوسائے ہے اور جو ادھک سے ادھک دھن خرچ کر سکتا ہے وہ بڑی سے بڑی ڈگریاں لے سکتا ہے، بشرطیکہ وہ نرا کوڑھ مغز نہ ہو۔ راشٹر کے بھاوی کلیان کے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ سماج اور راشٹر کی ویوستھا جس میں تھوڑے سے ویکتی سنسار کی وبھوتیوں (3) پر آدھپتیہ (4) جمائے اسنتوش (5) اور سنگھرش کی جوالا پھیلا رہے ہیں، بدل دی جائے اور ہماری مہانتا کی کسوٹی ہماری شان اور ولاستا نہ ہو، بلکہ ہماری سیوا اور تیاگ سے جیون ہی اس کی کسوٹی ہو۔

25دسمبر1933ء

1۔ پرماوشیک۔نہایت ضروری 2۔واستوک مہتو۔حقیقی اہمیت 3۔وبھوتی۔قابلیت 4۔آدھپتیہ۔اختیار، ملکیت 5۔اسنتوش۔بےصبری

ڈاکٹر ٹیگور بمبئی میں

پبلک سے چندہ وصول کرنا بھی ایک کلا ہے اور اس کے کلاوِد(1) بھارت میں دو ہیں۔ ایک مہا مہم مالویہ جی، دوسرے مہاتما گاندھی۔ کون اوّل ہے، کون دوم اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ دونوں مہانو بھاؤں کو ایک ہی بریکٹ میں رکھنا چاہیے۔ مالویہ جی نے تیزی کے دنوں میں لاکھوں وصول کیے، مہاتما جی اس مندی اور بیکاری کے دنوں میں کیول دو پرانتوں میں ڈھائی تین لاکھ روپیہ وصول کر چکے۔ سنا ہے مالویہ جی بھی نکلنے والے ہیں، تو بات یہ ہے کہ یہ مہانو بھاؤں اس کلا میں سدھ ہست(2) ہو گئے۔ پچاس پچاس سال سے ابھیاس(3) جو کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹیگور وشو کوی ہیں اور بہت بڑے کلا کار ہیں، لیکن بھکشن کلا میں انھیں دونوں پوجیہ(4) بھکشکوں سے کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ابھی حال میں اس چھیتر میں آئے ہیں۔ مالویہ جی اتینت گوروگان(5) اور اپنے وانی چمتکار(6) سے لیتے ہیں۔ مہاتما جی چندا بھی لیتے ہیں اور ڈانٹتے بھی ہیں۔ ان کے کلا میں یہی وشیشتا ہے۔ ڈاکٹر ٹیگور نے ٹکٹ لگا کر شانتی نکیتن کے بالکوں بالیکاؤں سے ابھینے کرایا، خود بھی پارٹ کیا۔ لیکن سنتے ہیں اچھی رقم ہاتھ نہ لگی۔ بات یہ ہے کہ جس سنستھا کے لیے چندہ مانگا جائے، اس سنستھا سے جنتا میں روچی اور اُتساہ ہوئے بنا چندہ کیسے ملے۔ شانتی نکیتن نے ابھی جنتا کے دل میں گھر نہیں کیا، جب تک وہ سیوا اور تیاگ کا ریکارڈ جنتا کے سامنے نہ رکھے، اسے دس پانچ بڑے بڑے لوگ چاہے کیول بڑی رقم دان دیں۔ جنتا سے ملنا مشکل ہے۔ مگر ہمیں تو ڈاکٹر ٹیگور جیسے مہان رشی کا پارٹ کچھ گورو پورن نہ جان پڑا۔ یدی شانتی نکیتن سے ایسے چھاتر نکلیں جو جیون سنگرام میں کچھ کر دکھائیں تو دیش آج اس کو بھی اسی طرح پیار کرے گا جیسے گروکلوں کو۔

جنوری 1934ء

1۔ کلاوِد۔ ہنر 2۔ سدھ ہست۔ ماہر 3۔ ابھیاس۔ مشق، تجربہ 4۔ پوجیہ۔ لائق پرستش، قابل لحاظ
5۔ گوروگان۔ فکر کے گیت 6۔ وانی۔ آواز، بولی

سامپردائکتا اور سنسکرتی

سامپردائکتا (1) سدیو سنسکرتی (2) کی دہائی دیا کرتی ہے۔ اسے اپنے اصلی روپ میں نکلتے شاید لجا آتی ہے، اس لیے وہ گدھے کی بھانتی جو سنگھ کی کھال اوڑھ کر جنگل کے جانوروں پر رعب جماتا پھرتا تھا، سنسکرتی کا خول اوڑھ کر آتی ہے۔ ہندو اپنی سنسکرتی کو قیامت تک سورکشت رکھنا چاہتا ہے، مسلمان اپنی سنسکرتی کو، دونوں ہی ابھی تک اپنی اپنی سنسکرتی کو اچھوتی سمجھ رہے ہیں۔ یہ بھول گئے ہیں کہ اب یہ کہیں مسلم سنسکرتی ہے نہ کہیں ہندو سنسکرتی، نہ کوئی انیہ سنسکرتی، اب سنسار میں کیول ایک سنسکرتی ہے، اور وہ ہے آرتھک 3 سنسکرتی، مگر ہم آج بھی ہندو اور مسلم سنسکرتی کا رونا روئے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ سنسکرتی کا دھرم سے کوئی سمبندھ نہیں۔ آریہ سنسکرتی ہے، ایرانی سنسکرتی ہے، عرب سنسکرتی ہے، لیکن عیسائی سنسکرتی اور مسلم یا ہندو سنسکرتی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہندو مورتی پوجک ہے تو کیا مسلمان قبر پوجک اور استھان پوجک نہیں ہے، تعزیہ کو شربت اور شرینی کون چڑھاتا ہے، مسجد کو خدا کا گھر کون سمجھتا ہے۔ اگر مسلمان میں ایک سمپردائے (4) ایسا ہے جو بڑے سے بڑے پیغمبروں کے سامنے سر جھکانا بھی کفر سمجھتا ہے تو ہندوؤں میں ایک سمپردائے ایسا ہے جو دیوتاؤں کو پتھر کے ٹکڑے اور ندیوں کو پانی کی دھارا اور دھرم گرنتھوں کو گپوڑے (5) سمجھتا ہے۔ یہاں تو ہمیں دونوں سنسکرتیوں میں کوئی انتر نہیں دکھتا۔

تو کیا بھاشا کا انتر ہے؟ بالکل نہیں مسلمان اردو کو اپنی ملی بھاشا کہہ لیں مگر مدراسی مسلمان کے لیے اردو ویسی ہی اپریچت (6) وستو ہے جیسے مدراسی ہندو کے لیے سنسکرت۔ ہندو یا مسلمان جس پرانت میں رہتے ہیں، سروسادھارن کی بھاشا بولتے ہیں، چاہے وہ اردو ہو یا ہندی، بنگلہ ہو یا مراٹھی۔ بنگالی مسلمان اسی طرح اردو نہیں بول سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے، جس طرح بنگالی ہندو ہندی۔ دونوں ایک ہی بھاشا بولتے

1۔ سامپرادائکتا۔ فرقہ واریت 2۔ سنسکرتی۔ تہذیب وتمدن 3۔ آرتھک۔ معاشی 4۔ سمپردائے۔ فرقہ، قوم
5۔ گپ بازی 6۔ اپریچت۔ اجنبی

ہیں۔ سیما پرانت کا ہندو اسی طرح پشتو بولتا ہے جیسے وہاں کا مسلمان۔ پھر کیا پہناوے میں انتر ہے؟ سیما پرانت کے ہندو اور مسلمان آپ کے سامنے کھڑے کر دیے جائیں کوئی تمیز نہیں، ہندو استری پرش بھی مسلمانوں کے سے شلوار پہنتے ہیں۔ ہندو استریاں مسلمان استریوں کی ہی طرح کرتا اور اوڑھنی پہنتی اوڑھتی ہیں۔ ہندو پرش بھی مسلمانوں کی طرح کلاہ اور پگڑی باندھتا ہے۔ اکثر دونوں ہی داڑھی بھی رکھتے ہیں۔ بنگال میں جائیے، وہاں ہندو اور مسلمان استریاں دونوں ساڑی پہنتی ہیں، ہندو اور مسلمان پرش دونوں ہی کرتا اور دھوتی پہنتے ہیں۔ تہبند کی پرتھا بہت حال میں چلی ہے۔ جب سے سامپر دائکتا نے زور پکڑا ہے۔

کھان پان کو لیجیے، اگر مسلمان ماس کھاتے ہیں تو ہندو بھی اسی فی صد ماس کھاتے ہیں۔ اونچے درجے کے ہندو بھی شراب پیتے ہیں، اونچے درجے کے مسلمان بھی۔ مدھیہ ورگ (1) کے ہندو یا تو بہت کم شراب پیتے ہیں یا بھنگ کے گولے چڑھاتے ہیں جس کا نیتا ہمارا پنڈا پجاری کلاس ہے۔ مدھیہ ورگ کے مسلمان بھی بہت کم شراب پیتے ہیں، ہاں کچھ لوگ افیم کی پیک اوشیہ لیتے ہیں، مگر اس پیک بازی میں ہندو بھائی مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ ہاں مسلمان گائے کی قربانی کرتے ہیں اور ان کا ماس کھاتے ہیں لیکن ہندوؤں میں ابھی ایسی جاتیاں موجود ہیں جو گائے کا ماس کھاتی ہیں۔ ہاں یہاں تک کہ مرتک ماس بھی نہیں چھوڑتی، حالانکہ بدھک (2) اور مرتک ماس میں وشیشانتر نہیں ہے۔ سنسار میں ہندو ہی ایک ایسی جاتی ہے جو گو ماس کو اکھاد (3) یا اپوتر سمجھتی ہے تو کیا اس لیے ہندوؤں کو سمست سنسار سے دھرم سنگرام چھیڑ دینا چاہیے۔

سنگیت اور چتر کلا بھی سَنسکِرتی کا ایک اَنگ ہے۔ لیکن یہاں بھی ہم کوئی سانسکرِتک بھید نہیں پاتے۔ وہی راگ راگنیاں دونوں گاتے ہیں، اور مُغل کال کی چتر کلا سے بھی ہم پرِیچت ہیں۔ ناٹیہ کلا پہلے مسلمانوں میں نہ رہی ہو، لیکن آج اس صیغہ میں بھی ہم مسلمانوں کو اُسی طرح پاتے ہیں جیسے ہندوؤں کو۔

پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سی سَنسکرتی ہے جس کی رَکشا کے لیے سامپَر دائکتا اتنا زور باندھ رہی ہے۔ واستو میں سَنسکرتی کی پکار کیوں ڈھونگ ہے، نرا پاکھنڈ اور اس کے جنم داتا بھی وہی لوگ ہیں جو سامپَر دائکتا کی شِیتل (4) چھایا میں بیٹھے بہار کرتے ہیں۔ یہ سیدھے سادے آدمیوں کو سامپَر دائکتا کی اُور گھسیٹ لانے کا کیوَل ایک مَنتر ہے اور کچھ نہیں۔ ہندو اور مُسلم سَنسکرتی کے رَکشک وہی مہانو بھاؤ ہیں اور وہی سَمُودائے ہیں جن کو اپنے اوپر، اپنے دیشواسیوں کے اوپر اور سَتیہ کے اوپر کوئی

1۔ مدھیہ ورگ۔ متوسط طبقہ 2۔ بدھک۔ ذبح کیا ہوا 3۔ اکھادیہ۔ جو کھانے کے لائق نہ ہو 4۔ شیتل۔ ٹھنڈا

بھروسہ نہیں ،اس لیے انت تک ایک ایسی شکتی کی ضرورت سمجھتے ہیں جو ان کے جھگڑوں میں سَرپنچ کا کام کرتی رہے ان سنستھاؤں کو جنتا کے دکھ سکھ سے کوئی مطلب نہیں ، ان کے پاس ایسا کوئی سماجک یا راجنیتک کاریہ کرم نہیں ہے، جسے راشٹریہ کے سامنے رکھ سکیں۔ان کا کام کیول ایک دوسرے کا وِرودھ کر کے سرکار کے سامنے فریاد کرنا ہے اور اس طرح ودیشی شاسن کو استھائی بنانا ہے۔انھیں کسی ہندو یا کسی مسلم شاسن کی اُپیکشا (1) ودیشی شاسن کہیں سہے (2) ہے۔وہ عہدوں اور ریاستوں کے لیے ایک دوسرے سے چڑھا اوپری کر کے جنتا پر شاسن کرنے میں شاسک کے سہایک بننے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے۔ مسلمان اگر شاسکوں کا دامن پکڑ کر کچھ رعایتیں پا گئے ہیں،تو ہندو کیوں نہ سرکار کا دامن پکڑیں اور کیوں نہ مسلمانوں ہی کی بھانتی سُرخرو بن جائیں۔یہی ان کی مَنو وَرتی (3) ہے۔کوئی ایسا کام سوچ نکالنا جس سے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہو کر راشٹر کا اُدھار کر سکیں۔ان کی وچار شکتی (4) سے باہر ہے۔دونوں ہی سامپر دائک سنستھائیں مدھیہ وَرگ کے لیے دھنکوں، زمینداروں، عہدیداروں اور پدلوپوں کی ہیں۔ان کا کاریہ چھیتر اپنے سمودائے کے لیے ایسے اوسر پراپت کرنا ہے، جس سے وہ جنتا پر شاسن کر سکیں۔ جنتا پر آرتھک اور ویوسائک پربھتو (5) جما سکے۔سادھارن جنتا کے سکھ دکھ سے انھیں کوئی پر یوجن نہیں۔اگر سرکار کی کسی نیتی سے جنتا کو کچھ لابھ ہونے کی آشا ہے اور ان سمودایوں کو کچھ چھتی پہنچنے کا بھی ہے۔تو وہ فوراً اس کا وِرودھ کرنے کو تیار ہو جائیں گی۔اگر اور زیادہ گہرائی تک جائیں تو ہمیں ان سنستھاؤں میں اَدھیکانش ایسے سجن ملیں گے جن کا کوئی نہ کوئی نجی ہت لگا ہوا ہے۔اور کچھ نہ سہی تو حکام کے بنگلوں پر ان کی رسائی ہی سرل ہو جاتی ہے۔ایک وِچتر بات ہے کہ ان سجنوں کی افسروں کی نگاہ میں بڑی عزت ہے، ان کی وہ بڑی خاطر کرتے ہیں۔اس کا کارن اس کے سوا اور کیا ہے کہ وے سمجھتے ہیں عیشوں پر ہی ان کا پربھتو ٹکا ہوا ہے۔آپس میں خوب لڑے جاؤ، خوب ایک دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔ان کے پاس فریاد لے جاؤ، پھر انھیں کس کا غم ہے۔وہ امر ہیں۔مزا یہ ہے کہ بعضوں نے یہ پاکھنڈ پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ہندو اپنے بل بوتے پر سوراجیہ پراپت کر سکتے ہیں۔اتہاس سے اس کے اُداہرن بھی دئے جاتے ہیں۔اس طرح کی غلط فہمیاں پھیلا کر اس کے سوا کہ مسلمانوں میں اور زیادہ بدگمانی پھیلے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔اگر کوئی زمانہ تھا، جب مسلمانوں کے عروج کال میں ہندوؤں نے سُوادھینتا (4) پائی تھی،تو کوئی ایسا کال بھی تھا جب ہندوؤں کے زمانے میں مسلمانوں نے اپنا سامراجیہ استھاپت کیا تھا،

1۔مَنو ورتی۔دلی خواہش 2۔وچار شکتی۔سوچنے کی طاقت 3۔پربھتو۔اختیار،ملکیت 4۔سُوادھینتا۔آزادی

ان زمانوں کو بھول جائیے۔ وہ مبارک دن ہوگا جب ہماری شالاؤں (1) سے اِتہاس اٹھا دیا جائے گا۔ یہ زمانہ سامپر دائک اِبھیودے (2) کا نہیں یہ آرتھک یگ ہے۔ اور آج وہی نیتی سپھل ہوگی۔ جس سے جنتا اپنی آرتھک سمسیاؤں کو حل کر سکے۔ جس سے یہ اَندھ وِشواس، (3) یہ دَھرم کے نام پر کیا گیا پاکھنڈ، یہ نیتی کے نام پر غریبوں کو دَہنے کی کرپا منائی جا سکے۔ جنتا کو آج سنسکرتیوں کی رَکشا کرنے کا نہ اَوکاش (4) نہ ضرورت۔ سنسکرت، امیروں کا، پیٹ بھروں کا، بےفکروں کا دیوسن (5) ہے۔ دَرِدروں کے لیے پَران رَکشا ہی سب سے بڑی سمسیا ہے۔ اس سے سنسکرتی میں تھا ہی کیا۔ جس کی وہ رَکشا کرے۔ جب جنتا مُورچھت تھی، (6) تب اس پر دَھرم اور سنسکرتی کا مونہہ چھایا ہوا تھا۔ جیوں جیوں اس کی چیتنا (7) جاگرت ہوتی جاتی ہے۔ وہ دیکھنے لگی ہے کہ یہ سنسکرتی کیول لٹیروں کی سنسکرتی تھی جو راجا بن کر، وِدوان بن کر، جگت سیٹھ بن کر جنتا کو لوٹتی تھی اسے آج اپنے جیوَن کی رَکشا کی زیادہ چنتا ہے، جو سنسکرتی کی رَکشا سے کہیں آوشیک ہے۔ اس پرانی سنسکرتی میں اس کے لیے مونہہ کا کوئی کارَن نہیں ہے اور سامپر دائکتا اس کی آرتھک سمسیاؤں کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ایسے کاریہ کرَم پر چل رہی ہے جس سے اس کی پَرادھینتا (8) چِر استھائی (9) بنی رہے گی۔

15 جنوری 1934ء

1۔ شالاؤں۔ درس گاہوں 2۔ ابھیودے۔ احیا 3۔ اندھ وشواس۔ توہم پرستی 4۔ اوکاش۔ فرصت، وقت 5۔ دیوسن۔ تلت 6۔ مورچھت۔ پریشان، بےچین 7۔ چیتنا۔ خواہش 8۔ پرادھینتا۔ غلامی 9۔ چر استھا۔ بد اعتقاد

ہوا کا رُخ

کسی پتر کے انگلینڈ کے ایک سنوادداتا نے لکھا ہے کہ پچیس سال پہلے کیمبرج میں ساہتیہ اور کوِیتا ہی چھاتروں کے وِچار وِنیمے (1) کا وِشے تھا۔ راج نیتی سے کسی کو ذرا سی دلچسپی نہ تھی۔ اسی کیمبرج میں آج کمیونزم کا سب سے زیادہ اثر ہے۔ مگر وہ مہاشے یہ بھول گئے ہیں کہ پچیس ورش پہلے کمیونزم کی صورت ہی کس نے دیکھی تھی۔ وِگیان نے مشین گن اور بے تار (2) بنائے تو کیا راج نیتی جوں کی توں بیٹھی رہتی۔ اُدار اور پرمپرا وادی (3) دلوں میں یُوکوں کے آدرش واد کے لیے کیا آکرشن ہو سکتا ہے۔ کمیونزم ارتھات سامیہ واد کا وِرُودھ وہی تو کرتا ہے جو دوسروں سے زیادہ سکھ بھوگنا چاہتا ہے۔ جو دوسروں کو اپنے اَدھین (5) رکھنا چاہتا ہے جو اپنے کو بھی دوسروں کے برابر ہی سمجھتا ہے جو اپنے میں کوئی سُرخاب کا پر لگا ہوا نہیں دیکھتا، جو سمدرشی (6) ہے، اسے سامیہ واد سے کیوں ورودھ ہونے لگا۔ پھر یُوَک تو آدرش وادی ہوتے ہی ہیں۔ بھارت میں ہی دیکھیے۔ باپ تو سامپردایکتا کے اُپاسک ہیں اور بیٹے اس کے کٹر ورودھی۔ یُوَک کیا نہیں دیکھتے کے وَرتمان سماجِک اور راج نیتک سنگٹھن ہی ان کی اُدار، اونچی اور پوِتر بھاوناؤں کو کچل کر انھیں سوارتھی اور سنکیرن اور ہردے شونیہ (7) بنا دیتی ہے۔ پھر وہ کیوں نہ اس وَیوَستھا کے دشمن ہو جائیں جو ان کی مانوتا کو پیسے ڈال رہی ہے اور ان میں پریم کی جگہ سنگھرش کے بھاؤ جگا رہی ہے۔ اسی سمواد داتا (8) کے شبدوں میں، ایسا مشکل سے کوئی سمجھدار آدمی ملے گا، جس میں ذرا بھی وِچار شکتی ہے جو وَرتمان پرستھتی کا سامیہ وادی وِشلیشن (9) نہ سُویکار کرتا ہو۔

29 جنوری 1934 ء

1۔ ونیمے۔ فکر وخیال 2۔ بے تار۔ بغیر تار کا 3۔ پرمپرا وادی۔ روایت پرست 4۔ سامیہ واد۔ شہنشاہیت
5۔ اَدھین۔ ماتحت 6۔ سمدرسی۔ تماشائی 7۔ ہردے شونیہ۔ سخت دل 8۔ سمواداتا۔ نامہ نگار، مخبر
9۔ وِشلیشن۔ تفصیلی اظہار

جرمنی میں ناچ پر بندِش

ہٹلر کی سرکار نے حال میں ایسا فرمان جاری کیا ہے کہ اٹھارہ وَرش سے کم عمر کے کِشور، یُو وَک، یُو وتیاں گندے ناچ میں نہ جائیں۔ ہاں اگر ان کے ساتھ کوئی تجربہ کار آدمی ہو تو جا سکتے ہیں۔ جرمنی کے رِسک اور منچلے یُو وَکوں نے اس فرمان کا وِرُودھ کیا ہے، لیکن جرمنی سرکار ایسے وِرودھ کی پرواہ نہیں کرتی۔ یورپ میں نگن وِلاستا زوروں (1) سے بڑھ رہی ہے، اور وہی لوگ جو استریوں کے آدر کا غل مچاتے ہیں بالیکاؤں کو نگن وِیش (2) میں دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ترپت (3) کرتے ہیں۔ ہم تو ان یُو وکوں سے کہیں گے کہ اس حکم کا وِرُودھ نہ کرنے کے بدلے اس کا سُواگت کرو۔ اور وہی سمے جو تم ننگا ناچ دیکھنے میں خرچ کرتے تھے، مردانہ کھیل کھیلنے میں لگاؤ۔

12 فروری 1934ء

1۔ نگن ولاستا۔ برہنگی کی پیاس　2۔ نگن ویش۔ ننگا لباس، ننگی حالت　3۔ ترپت۔ آسودہ

سوامی ستیہ دیو پاٹھ شالا

پاٹھکوں کو یہ جان کر ہرش ہوگا کہ ہندی کے وکھیات لیکھک اور راشٹریہ کاریہ کرتا سوامی ستیہ دیو جی پری وا جک نے کاشی کو اپنے کاریہ چھیتر کا کیندر بنایا ہے۔ اور اب یہیں نو اس کریں گے۔ آپ اپنے لیکھوں سے ہندی کی سیوا تو کرتے ہی رہیں گے، اب آپ نے ایک پاٹھ شالا بھی استھاپت کردی ہے۔ کاشی ایسے ودیالیہ کے لیے اُپ یُکت (1) استھان ہے۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سے ودیالیہ کا کیندر رہا ہے۔ اس ودیالیہ میں وہ بھی وشے پڑھائیں گے، جو منشیہ کو سواولمبی، سوتنتر وچار، کرم (2) یوگی، اُدار 3 اور وچار شیل بناتے ہیں۔ سوامی جی نے دنیا دیکھی ہے اور راشٹروں کے اتھان (4) اور پتن (5) کا ادھین کیا ہے۔ وہ جھوٹے ویراگیہ (6) کے اپاسک نہیں ہیں۔ جو جیون کو انتیہ (7) اور سنسار کو دکھ کا مول سمجھتا ہے۔ انھوں نے سنسار کے مکھیہ دھرموں کی تلناتمک وویچنا کیا ہے۔ ات ایو، آپ کی ادھیکشتا میں کس ڈھنگ کی شکشا ملے گی اس کا انومان کیا جاسکتا ہے۔ یہاں یورپ کا اتہاس، پاشچاتیہ (8) شکشا کے وکاس کا اتہاس پورو اور پچھم کی سنسکرتیوں کا وچار پورن ادھین، آدی وشیوں پر وکھیان دیئے جائیں گے۔ کاشی میں یہ پاٹھ شالا اپنے ڈھنگ کی اَدوئی تیہ ہوگی، جس میں پورو اور پچھم کی سبھی اچھی اچھی باتوں کا سامنجیہ (9) ہوگا۔ ہم نہیں کہہ سکتے، کاشی جیسے کٹر پنتھی استھان میں ایسی پاٹھ شالا کہاں تک سپھل ہوگی، پر کاشی جہاں پراچین ہے، وہاں اس نے سدیو نئے پرکاش کا سواگت کیا ہے اور ہم آشا کرتے ہیں کہ سوامی جی اپنے شبھ ادیشیہ میں سپھل ہوں گے۔

19 فروری 1934ء

1۔ اُپ یُکت۔ مناسب 2۔ کرم یوگی۔ باعمل 3۔ اُدار۔ اصلاح 4۔ اُتھان۔ عروج 5۔ پتن۔ زوال
6۔ ویراگیہ۔ بے راگ، بے مزہ گیت، راگ 7۔ انتیہ۔ فانی، ختم ہونے والا 8۔ پاشچاتیہ۔ گزرا ہوا، ماضی کا
9۔ سامنجیہ۔ میل ملاپ

بھارتیہ کلا کی آتما

ہز ایکسیلنسی سَر مالکم ہیلی نے لکھنؤ اسکول آف آرٹ کی وارشک پردرشنی کے اوسر پر بھارتیہ کلا کی بڑی سندر وِویچنا کی۔(1) آپ نے فرمایا کہ پراچین بھارتیہ کلا کچھ دھارمک، پورانک(2) اور دارشنک 3 وچاروں کی ابھیویکتی تھی، جو وشیش روپ سے بھارتیہ تھے۔ آپ کے وچار میں یہی بھارت کی جاتیہ کلا کی آتما تھی۔ بے شک تھی۔ مگر اس دھرماندھتا(4) کے یگ میں سنسار کی کس جاتی کی کلا اس سے بھِن تھی؟ پھر جب سنسار میں کہیں کلا کا یہ نیا روپ نہ تھا، تو بھارت میں کیوں ہوتا۔ یہاں بھی کلا کاروں نے اپنی بدھی کرشن کی راس لیلاؤں اور دیوتاؤں کے پورانک گاتھاؤں کے چترت کرنے میں لگائی۔ اسی طرح جیسے بودھ کلا کاروں نے کئی صدیوں پہلے بدھ جیون کو چترت کرنے میں لگائی تھی یا جیسے بعد کو اٹلی کے مہان چتر کاروں اور مورتی کاروں نے عیسیٰ اور انیہ دھرم سمبندھی وشیوں میں خرچ کی۔ بھارت کی آتما ہی کلا کار کی آتما ہے، اور اب صدیوں کی دھارمک اور سامپردائک غلامی سے مکت ہو کر، زیادہ سُوادھین چھیتر میں آنا چاہتی ہے اور وہی کلا کار آج کا راشٹری کلا کار ہوگا، جو اس بھاؤنا کو رنگوں اور پتھروں میں درشائے۔ دیوی دیوتا اور راجا رانی کے چتر اب کیول پرشنسا کے لیے رہ گئے ہیں۔ راشٹریہ بھاؤنا کو ان سے کوئی آشا نہیں ملتا۔ آج بھی ہمارے یہاں ایسے آلوچکوں(5) کی کمی نہیں ہے، جو کرشن کی دو ہی لیلا کے چتر دیکھ کر گدگد ہو جاتے ہیں اور ان کی پرشنسا میں پوتھیاں نرمان کر ڈالتے ہیں۔ لیکن ایسے چتروں میں گورو یا آنند کا انوبھو کرنے والے وہی سکھی اور سُپت (6) جیو ہیں، جو آج کے واستوک جیون میں نہیں پڑے اور نہ پرستھی تیوں کے کارن پڑ سکتے ہیں۔

26 فروری 1934ء

1۔ وِویچنا۔ تبصرہ 2۔ پورانک۔ پوران کی تعلیم سے متعلق 3۔ دارشنک۔ دانشور

4۔ دھرماندھتا۔ مذہبی معاملے میں سخت 5۔ آلوچک۔ ناقد 6۔ سُپت۔ خوش، لاپرواہ

پتر کاروں کے لیے سنتوش کی بات

بھارت کے پتر کاروں کی آج جو دشا ہے وہ کسی سے چھپی نہیں۔ اس سے کہیں زیادہ محنت صرف گذارا لے کر شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ بہتوں کو تو گذارا بھی نہیں ملتا۔ جائداد ہے تو اسے بیچتے ہیں، نہیں تو ٹیوشن کر کے پیٹ پالتے ہیں اور پتر نکالتے ہیں۔ جیسے ہاتھ پاؤں جوڑ کر ودیشوں سے کچھ وگیاپن اور کچہریوں سے کچھ نوٹس مل گئے وہ تو چاہے شام کو روٹی دال کھالیتا ہو، پر جو اتنے بھاگیوان نہیں ہیں وہ تو زندہ درگور ہیں۔ کیا ستم ہے کہ بے چارے سودیشی سودیش چلاّ کر کے کالم کے کالم کالے کرتے ہیں، مگر انھیں ودیشوں کے وگیاپن (1) چھاپ کر اپنی روٹیاں چلاتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح غریب کو اپنا پتر تو چلانا ہی ہے۔ اس لیے پتر کاروں کو یہ سن کر خوشی ہوگی۔ کم سے کم ایک بات میں وہ دوسروں سے بازی مارے ہوئے ہیں، یعنی وے پاگل کم ہوتے ہیں، بمبئی پرانت کے پاگل خانوں کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے سال جہاں پانچ ہزار آدمی پاگل ہوئے، وہاں ان میں صرف ایک پتر کار تھا، مگر ہمارا تو خیال ہے کہ پتر کار اول سے آخر تک سبھی پاگل ہوتے ہیں۔ جس کے پاس ہوش حواس ہی نہیں وہ کیا پاگل ہوگا۔ جس کے پاس کرتا ہی نہیں ہے وہ دامن کہاں سے لائے۔ یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے بھوکوں مر رہے ہیں۔ بال بچے اس کے نام کو رو رہے ہیں اور وہ حضرت پتر نکال رہے ہیں۔ بچے کی میٹھی میٹھی توتلی باتیں سننے کی اسے فرصت نہیں۔ وہ سرہیلی یا سرہیگ یا سرمتر کا اسمبلی والا بھاشن پڑھنے اور اس پر وچار کرنے میں گرگ (2) ہیں۔ پوچھیے، دکھن افریقہ کے ہندوستانی قلی وہاں سے نکال دیئے گیے تو تم کیوں پاجامے سے باہر ہوئے جار ہے ہو اور تو کوئی نہیں بولتا۔ وکیل ہے، وہ اطمینان سے بحث کر رہا ہے۔ مہاجن ہے وہ اطمینان سے بیٹھا روپیہ کی اشرفیاں بنا رہا ہے۔ زمیندار ہے، وہ اطمینان سے اسامیوں سے نذرانے وصول کر رہا ہے۔ اور ہمارے یہاں پاگل سمپادک ان ابھاگے قلیوں کے دکھ میں خون کے آنسو بہا رہا

1۔ وگیاپن۔ اشتہار　　2۔ گرگ۔ ماہر

ہے۔ ہٹلر نے، یا مسولینی نے، یا چرچل نے یا روویٹ نے ایک بات کہہ دی، بس یہاں پتر کار صاحب کو مالیخولیہ 1 ہو گیا۔ کہیں ڈاکا پڑ گیا اور انھیں ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے انگرکھنگر اڑا گیا۔ کہیں پولیس نے گولی چلا دی، اور ان کے سینے میں گولی لگ گئی۔ یہ سب پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔ پاگل کیا پاگل ہوگا۔ ہمارا تو خیال ہے پتر نکالنا ہی پاگل پن ہے، دیوانگی ہے جنون ہے۔

30 اپریل 1934ء

1۔ مالیخولیہ۔ مرض، پاگل پن

تیوہاروں میں دنگے

دیش کی دَشا کچھ ایسی بگڑ گئی ہے کہ کوئی ایسا تیوہار نہیں جاتا جس میں دس پانچ جگہ دنگے فساد نہ ہوں اور کچھ لوگوں کی جانیں نہ جائیں۔ محرم ہو یا عید، ہولی ہو یا دشہرہ دنگے ہو ہی جاتے ہیں۔ ان تیوہاروں کے آنے سے آنند کی جگہ ایک چنتا اور بھے کا سامنا ہوتا ہے اور اگر تیوہار خیرت سے بیت جائے تو ہم خوشی کا سانس لیتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تیوہاروں میں دنگوں کا ہونا اَچرج کی بات نہیں، نہ ہونا اچرج کی بات ہے، اور دنگے ہوتے ہیں ایسی ایسی بے بنیاد باتوں پر کہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔

مانو تیوہاروں کے آتے ہی لوگوں کے سر پر کوئی بھوت سوار ہو جاتا ہو۔ کہیں اس لیے لڑائی ہو جاتی ہے کہ ایک ہندو لڑکے کی پچکاری سے کسی مسلمان کے کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئیں اور اس کے دین میں داغ لگ گئے۔ کہیں اس لیے کہ تعزیہ ایک خاص راستے سے جائے گا، یا فلاں تعزیہ سے آگے جائے گا۔ ایسی ایسی باتوں پر لاٹھیاں چھریاں چل جاتی ہیں اور دین کی جھوٹی حمایت میں بے گناہوں کا خون بہا دیا جاتا ہے۔ اور پشتوں سے بھائی چارہ چلا آ رہا ہے اس کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ آگے کے لیے دشمنی کا بیج بو دیا جاتا ہے۔ مزا یہ ہے کہ ایسے اوسروں پر پڑھے لوگ نیتا گیری کرنے کے لیے نکل آتے ہیں۔ چاہے زندگی میں ایک بار بھی نماز نہ پڑھی ہو یا مندر میں نہ گئے ہوں۔ نہ اپنے سوجاتیوں سے کوئی ہمدردی کی ہو، ایسے موقع پر شہادت کا یش (1) لوٹنے کے لیے وے کود پڑتے ہیں۔

اس سے تو کہیں اچھا ہوتا کہ تیوہار بند ہی ہو جاتے، تیوہار آتے ہیں اس لیے کہ لوگ ایک دو دن خوشی منا کر روز آنے والی کلفتوں کو بھول جائیں اور آپس میں پریم سے گلے ملیں۔ یہاں تیوہاروں میں خون بہایا جاتا ہے۔ نہ جانے کب تک دیش کی یہ دَشا (2) رہے گی۔ جب تک چھوت چھات اور بھید بھاؤ اور دھارمک پاکھنڈ چل رہا ہے۔ دشا کے سدھرنے کا کوئی موقع نہیں۔

30 اپریل 1934ء

1۔ یش۔ طاقت　　2۔ دَشا۔ حالت

بھارت میں گرو پرتھا

یوں تو سنسار بھر میں پرتھا(1) بھن بھن ناموں سے پرچلت (2) ہے۔ مگر بھارت کو تو اس نے اپنا اڈّہ ہی بنا لیا ہے۔ اس وِشے پر حال میں لکھنؤ وشوودیالیہ کے وائس چانسلر ڈاکٹر پرانجپے نے ایک اتینت گیان (3) وردھک بھاشن دیا۔ آپ نے اندھ (4) بھکتی اور بدھی (5) کی تلنا کرتے ہوئے بتلایا کہ پراچین ہندو گرنتھوں میں گرو کی مہما (6) اتنے مبالغہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ گرو کو ایشور سے بھی دو ہاتھ اونچا اٹھا دیا گیا ہے۔ گرو جو کچھ کہے اسے آنکھ بند کر کے شرودھاریہ (7) کرنا ہوگا۔ کہیں کہیں تو یہ پنتھ اتنا زور پکڑ گیا ہے کہ جب کوئی نو وِواہت بہو آتی ہے تو سب سے پہلے گرو جی کے چرنوں میں ارپت کی جاتی ہے۔ گرو جی ایکانت (8) میں اسے کیا آشرواد دیتے ہیں، وہ استری کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جانتا بھی ہے تو وہ گرو جی کی لمپٹتا نہیں (9) ان کی کرپا درشٹی سمجھی جاتی ہے۔ گرو بننے کے لیے یہ آوشیک نہیں ہے کہ وہ تیاگی ہو۔ بہت سے گرو تو راج سی ٹھاٹ واٹ سے رہتے ہیں، لیکن یدی گرو تیاگی ہو، سماج اور شِشٹتا (10) کے بندھنوں کو توڑ کر پھینک چکا ہو اور کیول ایک دو انگل کی لنگوٹی لگائے ہوئے گھومتا ہو، تو اس کا جادو لوگوں پر بہت جلد اثر کر جاتا ہے۔ یہ گرو جی مایا کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیتے، پیسے کو ہاتھ سے نہیں چھوتے۔ پیروں سے ٹھکرا دیتے ہیں اور ان کے اوپر مایا کی ورشا ہونے لگتی ہے۔ پھر وہ چاہے دونوں ہاتھوں سے سمیٹیں، لیکن ہاں تیاگ کا ڈھونگ بنائے رکھتے ہیں۔ مانو وہ کیول اپنے شِشیوں کی خاطر سے ان کی بھینٹ سویکار کرتے ہیں۔ انھیں تو مایا سے بیر ہے۔ یہ گرو جی چٹ پٹ ایک نئے پنتھ کی رچنا کر ڈالتے ہیں، جس کے دُوارا بھکت لوگ سیدھے سورگ بیچ کر آواگن سے مکت ہو جاتے ہیں جو بھارتیہ کی جیون کا مکھیہ ادیشیہ ہے۔ اس پنتھ کے لیے ایک نئے قسمت کا تلک ایک نئے طرز کی اپاسنا (11) سوچ نکالی جاتی ہے جس کا آدرش (12) اتنا

1۔ پرتھا۔ رسم 2۔ پرَچلت۔ رائج 3۔ گیان وردھک۔ معلوم افزا 4۔ اندھ بھکتی۔ عبادت میں اندھا 5۔ بدھی۔ عقل 6۔ فہما۔ کرم 7۔ شرودھاریہ 8۔ ایکانت۔ تنہائی 9۔ لمپٹتا 10۔ شِشٹتا۔ اخلاق 11۔ اُپاسنا۔ عبادت گزاری 12۔ آدرش

اونچا ہوتا ہے کہ کیول ڈھونگ بن کررہ جاتا ہے، اس پنتھ میں وہ سب کچھ اُستوتیہ بن جاتا ہے جس پر سادھارن دشا میں آدمی کو گھرنا آتی ہے، گروؤں کے ادھیکار کبھی کبھی اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ ششیوں کو اپنی آمدنی کا ایک بھاگ نیمت روپ (1) سے گروجی کو چھڑانا پڑتا ہے۔گروجی کے کسی کام کی آلوچنا نہیں کی جاسکتی اور مزا یہ ہے کہ ان پنتھوں (2) میں کیول مورکھ ہی نہیں آتے۔ بڑے بڑے وددوان عقل کو طاق پر رکھ کر، وچار کو دریا میں ڈال کر پنتھ کی گپت کریاؤں (3) کو سمپورن اندھ شردھا (4) سے کرتے ہیں اوران کا وشواس ہوتا ہے کہ انھیں آتما کا جو سکھ مل رہا ہے،اس سے انیہ بھی ابھاگے پرانی ونچت ہیں۔ سیکڑوں باران گروؤں کا بھنڈا پھوٹ چکا ہے، روز ہی کسی نہ کسی گرو کی قلعی کھلتی ہے پر جنتا پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور وہ نئے گروجی کا اسی اندھ شردھا سے سواگت کرنے کو تیار رہتی ہیں، گروجی پہیلیوں میں باتیں کرتے ہیں جس کے من مانے ارتھ لگائے جاسکتے ہیں۔اگران کی بات سچ نکل گئی تو پوچھنا ہی کیا۔ان کی چمتکار شکتی کی دھوم مچ جاتی ہے۔متھیا ہوگئی،تو وہ بھی اتنی ہی آسانی سے ستیہ مان لی جاتی ہے۔گروجی میں کچھ انوکھا پن ہونا پر ماوشیک ہے۔اگر وہ کیول دودھ پی کر یا کیلے کھا کر یا راکھ پھانک کررہ سکے تو وہ دیوتا ہوگئے، کہیں کہیں پوہاری (5) گرو بھی پائے جاتے ہیں، جو کیول ہوا پی کر رہتے ہیں، اور اگر گروجی انگریزی بول سکتے ہیں اور کچھ منچلے بھی ہیں، تو وہ یوروپ اور امریکہ جا کر اور بھی دھن اور یش (6) کما سکتے ہیں۔معلوم نہیں ایسے گروؤں کا کبھی انت بھی ہوگا یا نہیں۔

اکتوبر 4(3)19ء

1۔نیمت روپ۔مسلمہ اصول　　2۔پنتھ۔مرید، پیروکار　　3۔گپت کریا۔پوشیدہ عمل

4۔اندھ شردھا۔اندھی عقیدت، توہم پرستی　　5 ۔ پوہاری۔ہواخور　　6۔یش۔طاقت

سُواستھیہ اور شکشا

یوں تو ہمارا شکشا کرم (1) دوشوں سے بھرا ہوا ہے، لیکن ہمارے وچار میں اس میں سب سے بڑا دوش جو ہے وہ اس کی سواستھیہ کی اُور سے اداسینتا (2) ہے۔ آدمی کے لیے دنیا زندہ رہنے اور کام کرنے کے لیے جیا میٹری اور اتہاس اور سیکڑوں فالتو وشیوں کی اتنی ضرورت نہیں، جتنی اس بات کی کہ ہم کیسے سوستھ رہ سکیں۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم اپنے مستشک کا کوش تو بھر لیتے ہیں لیکن سواستھیہ کی اُور سے دیوالیہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ادھک تر شکشت لوگ چلتے پھرتے روگ ہیں۔ کسی کو اجیرن (3) کا روگ ہے، کسی کو دھڑکن کا اور ڈابٹیز تو اتنا ویاپک ہو گیا ہے کہ کچھ نہ پوچھیے۔ اس کا کارن ہی ہے کہ بچپن میں ہم کو سواستھیہ کا مہتو نہیں سمجھا گیا اور ہمیں ایسی عادتیں ڈالنے کی چیشٹا نہیں کی گئی کہ ہم اپنی صحت کی رکشا کر سکتے۔ اور جوان یا ادھیڑ ہونے پر جب صحت اور تندرستی کا مہتو سمجھ میں آیا تو سوکھے دھان میں پانی ڈالنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ اب لاکھ اوکاسا (4) کھائیے یا پیچھے لاکھ وٹامنوں کے پیچھے دوڑیے۔ صحت ہاتھ نہیں آتی۔ ہمارے بچپن میں مڈل اسکولوں میں طریقۂ تندرستی نام کی ایک کتاب پڑھائی جاتی تھی، جس میں ہوا پانی روشنی آدی پر چھوٹے چھوٹے پاٹھ دیے گئے تھے۔ اور آج بھی ہماری پرائمری ریڈروں میں صحت سمبندھی پاٹھ دیے جاتے ہیں۔ لیکن بچوں کو وہ سبق اسی طرح پڑھائے جاتے ہیں جیسے ویاکرن یا اتہاس۔ بلکہ ویاکرن اور اتہاس پر زیادہ زور دیا جاتا ہے کیونکہ ان وشیوں میں فیل ہو جانے سے لڑکے فیل ہو جاتے ہیں۔ صحت کے پاٹھ کیول بھاشا کی درشٹی سے پڑھائے جاتے ہیں اور ان کا جو مکھیہ ادیشیہ ہے اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ کچھ تو پریکشاؤں کا سلسلہ اتنا گھاتک ہے کہ چھاتروں کو دم مارنے کی فرصت نہیں ملتی اور کچھ ہماری اداسینتا ہے، جس کے کارن جنتا میں اس آندولن کو زوروں سے اٹھانے کی سوجھتی ہی نہیں۔ ہمارا لڑکا ایم۔ اے کی ڈگری لائے۔ پھر چاہے وہ آنکھوں کی جیوتی کیوں نہ کھو بیٹھے اور

1۔شکشا کرم۔درس وتدریس 2۔اداسینتا۔اعتدال پسند 3۔اجیرن۔ناگوار، بارِ خاطر 4۔اوکاسا

منداگنی(1) کاروگ کیوں نہ پال لے۔ یہ ہماری منورتی(2) ہے۔

یہ وِچار عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ شریر پر اور صحت کو بلوان بنانے کے لیے گھی، دودھ، مکھن اور میوے کا ہونا لازمی ہے۔ ہمارے کتنے ہی یووک اپنی آرتھک کٹھنائیوں سے اتنے نراش اور آشاہین ہوجاتے ہیں کہ کسی پرکار کے ویایام(3) سے انھیں روچی نہیں رہتی۔ کسرت سے کیا فائدہ، جب پشٹ کارک بھوجن نہیں ملتا؟ کسرت تو سب کرلیں جب پراتہ کال(4) بادام کا حلوا اور دودھ ملے اور میوے ملے۔ کھانے میں گھی، ملائی اور مانس بھرپور ملے۔ لیکن انھیں خبر نہیں۔ اب دن دنوں گیان دُوارا یہ ثابت ہوتا جارہا ہے کہ معمولی سادے کھانے میں اور معمولی ساگ بھاجی میں شریر کے پوشن کرنے کی شکتی کسی طرح بھی گھی، دودھ، یا میووں سے کم نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم ان کا ٹھیک طور سے ویوہار کرنا جانیں، اگر ہم اگیان ونش ان پدارتھوں کا مفید حصہ پھینک دیں تو یہ ہمارا دوش ہے۔ ان چیزوں کا دوش نہیں۔ خوشی تو یہ دیکھ کر ہوتی کہ وگیان بھی ہمیں اسی طرف لے جارہا ہے، جدھر ہم پہلے سے چل رہے ہیں۔ ہم نے نئی شکشا پاکر گوری جاتیوں کی نقل میں ان چیزوں کا ویوہار کرنا چھوڑ دیا، جو ہماری بھوجن سامگری کو پشٹ(5) کر بناتی تھی۔ نئی نئی سامگریوں کے پھیر میں پڑ گئے تھے۔ جنھیں یوروپ کے ویاپاری لمبے چوڑے وگیاپن دے دے کر ہمارے سامنے لاتے تھے، یہ اوولٹین ہے، یہ کویکر اوٹ، یہ مالٹیڈ ملک ہے۔ بس ساری دنیا کی پوشٹک شکتی ان میں بھری ہوئی ہے۔ جس یووک کو دیکھیے انھیں اشتہاری چیزوں کے پھیر میں پڑا ہوا ہے، لیکن اب سدھ ہورہا ہے کہ ہمارے مولی گاجر اور پالک بتھوے میں جو پوشٹک پدارتھ موجود ہیں وہ ان بہو پرشانست(6) سامگریوں میں ہو ہی نہیں سکتی۔ کچھ امیری کا ابھیمان اور اپنی روچی کی نفاست بھی ہمیں پتھ بھرشٹ کرتی ہے۔ ہم گڑ نہیں کھاسکتے، جس میں پشٹ کرتتو بھرے پڑے ہیں۔ ہمیں تو شکر چاہیے جتنی صاف ہو اتنی اچھی۔ یہ بھرم پھیلا دیا گیا ہے کہ گڑ یا کھاڑ کھانے سے پھوڑے نکلتے ہیں۔ نیا چاول بھی ہم نہیں کھاتے۔ ہم اسے جتنا ہی پرانا کرکے کھائیں، اتنی ہی ہماری کلپنا(7) پرسنّ ہوتی ہے۔ وہ ایسا بکھرا ہوا ہونا چاہیے جیسے بیلے کا پھول۔ یہ ہم بھول جاتے ہیں کہ وہ جتنا ہی پرانا ہوتا جاتا ہے اور جتنا ہی اس کا پالش کیا جاتا ہے اتنا ہی نس ستو(8) ہوتا جاتا ہے۔ گیہوں کے وشے میں بھی ہمیں کچھ ایسے ہی بھرم ہیں۔ ہم مہین سے مہین میدا کھانا امیروں کی شان سمجھتے ہیں۔ موٹا آٹا کھانا گنوار پن ہے اور اس کا چوکر تو کوئی پچا ہی نہیں سکتا۔ بھلا چوکر بھی کھانے کی چیز ہے۔ جو ہم پھینک دیتے ہیں۔ داتون کی، برش اور

1۔ منداگنی۔ پیٹ کی گرمی 2۔ منورتی۔ فطری عادت، خصلت 3۔ ویایام۔ کسرت 4۔ پراتہ کال۔ صبح سویرے
5۔ پُشٹ کر۔ مقوی 6۔ پرشانست۔ قابل تعریف، تعریف کیا گیا 7۔ کلپنا۔ خیال 8۔ نس ستو۔ غلط

ٹوتھ پیسٹ پر بہت پہلے جیت ہو چکی ہے۔ مگر ہم ابھی تک اس بھرم میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس سے ہمارے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔

مگر سب سے بڑا اَنرتھ (1) تو اس اگیان سے ہوتا ہے جو ہمیں اپنی اندریوں کے سوَابھاوک ویوہار کے وشے میں ہے۔ کشوراوستھا میں جب یووک کا وکاس ہونے لگتا ہے، ہمارے کتنے ہی بالک اگیان کے کارن اپنی اندریوں کا دروپیوگ کر کے اپنی صحت اور دہیہ دونوں ہی کا سروناش کر بیٹھتے ہیں۔ انھیں بالکل خبر نہیں ہوتی کہ وہ دریسنوں (2) میں پڑ کر اپنے جیون کی کس نردیتا سے جڑ کھود رہے ہیں۔ ہماری سبھی کرمیندریاں (3) اپنے اپنے وشیش کام کے لیے ہیں۔ یدی منھ کا کام ہاتھ سے لیا جائے اور ہاتھ کا کام پاؤں سے تو زندہ رہنا کٹھن ہو جائے۔ مگر یہی اندھکار ہے جس پر پرکاش ڈالنے کا کوئی پرشن نہیں کیا جاتا۔ اگر ہمارے ہائی اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں یوگیہ وشیشگوں سے اس وشے پر بھاشن کرائے جائیں تو نشچے ہمارے ودیالیوں میں جو گپت روپ سے دُراچرن ہوتا ہے وہ بہت کچھ کم ہو جائے۔ ضرورت ہے کہ کوئی شریر شاستر کا وِدوَان اس وِشے پر یووکوں کے لیے سچی شکشا سے بھری ہوئی پُستک لکھ کر سدھتا کا مہتو سمجھائے۔ انھیں بتلائے کہ تم اگیان کے کارن اپنے ساتھ کتنا اتیاچار کر رہے ہو، اگر ماتا پتا سمے اپنے بالکوں کو یہ گیان دے سکتے تو اور بھی اچھا ہوتا، لیکن سماج جن روڑھیوں میں بندھا ہوا ہے ان کو توڑ ڈالنا آسان نہیں ہے اور بہت سے لوگ اچھا ہونے پر اس چھوٹے سنکوچ کو نہیں توڑ سکتے۔ ہمارے یہاں کام شاستر سمبندھی جو پُستکیں پرکاشت ہوئی ہیں، وہ اس درشٹی سے نہیں لکھی گئی ہیں ان کے پرکاشکوں نے سماج ہت کے لیے نہیں، دھن کمانے کے لیے انھیں پرکاشت کیا ہے۔ اور ایسی پرایہ سبھی پُستکوں میں سیدھی راہ دکھانے کی اتنی چیشٹا نہیں کی گئی ہے، جتنی یووکوں کی گپت بھاؤناؤں میں گدگدی پیدا کر دینے کی۔ یہ کام کویوں اَور ساہتیکوں کا نہیں، ڈاکٹروں اور برہمچاریوں کا ہے۔ ادھر کچھ یوروپ کے وِدوانوں نے اس مہان گمبھیر وشے کے ساتھ کھلواڑ کرنا شروع کیا ہے اور طرح طرح کی لچر بھرشٹ اور گمراہ کرنے والی دھارناؤں کا پرچار کرنے لگے ہیں۔ اس لیے اور بھی ضرورت ہے کہ اس وشے پر پرمانِت پوِتر ساہتیہ چھاپا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ودیالیوں کا بھی یہ کرتویہ ہونا چاہیے کہ وے اپنے بالکوں کے مستشک کو پاٹنا ہی کرتویہ کی اِتشری (4) نہ سمجھیں، ان کی آتما، ان کے سواستھیہ اور ان کے جیون کا کلیان بھی اپنا کرتویہ سمجھیں۔

مارچ 1935ء

1۔ اَنرتھ۔ ظلم 2۔ دریسنوں۔ بُرا کام 3۔ کرمیندریاں۔ کام کرنے والے اعضا 4۔ اِتشری۔ آلہ، اوزار

مہاتما جی کی جینتی

یہاں ہمارے لیے پرم سوبھاگیہ (1) کی بات ہے کہ ہم راشٹر ساہتیہ کے چھیتر میں اس شبھ اوسر پر آرہے ہیں، جب سمپورن دیش میں راشٹر اتما مہاتما گاندھی کی پنیہ جینتی منائی جارہی ہے۔ ہم بھی اس کے ابھینندن (2) میں اپنی شردھانجلی ارپن کرتے ہیں۔ راشٹر کے وچاروں میں مہاتما گاندھی کے ویکتتو (3) نے جو جاگرتی پیدا کردی ہے اسے ہم کرانتی کہہ سکتے ہیں، اور جیون کا سچا آدرش جیسا آپ نے راشٹر کے سامنے رکھا۔ اس نے تو مانوتا (4) کو دیوتو سے بھی اونچا اٹھا دیا۔ جو ہماری آدرش مانوتا کی سرُ وچ (5) کلپنا ہے اور ساہتیہ ہماری جاگرتی کے اسپندن (6) کے سوا اور کیا ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہمیں گاندھی یگ کے پہلے اور اس کے بعد کے ساہتیہ میں اسپشٹ انتر دکھائی دے گا۔ گاندھی یگ نے جس ساہتیہ کی سرشٹی کی ہے، اس میں کرمانیہ تا (7) ہے وچاروں کی سوتنترتا ہے، جیون کی سرلتا ہے نربھیکتا (8) ہے اور سدھانتوں اور آدرشوں کے لیے بلیدان کا اُتساہ ہے، (کلا کلا کے لیے) کی جو انرگل (9) چرچا چل رہی تھی اور آج بھی چل رہی ہے اور جو کلا کی اپیوگتا کو ہاسیاسپد (10) سمجھتی ہے، اس کی زبان پر ستیم (11) کی موہر لگ گئی۔ مہاتما جی نے ساہتیہ اور کلا میں اپیوگتا کے آدرش پر زور دے کر اسے بھاؤ کتا (12) کے گرت سے نکال لیا۔ ہمارا تو خیال ہے کہ کسی وستو کا سندر ہونا ہی اس کی اپیوگتا کی دلیل ہے اگر وہ اپیوگتا نہ ہوتی تو سندر نہ ہوتی اور اسی لیے ستیہ بھی نہ ہوتی۔ ہندی بھاشا کو راشٹر بھاشا کے استھان پر پہنچا کر آپ نے جس راج نیتک دور درشتا (13) کا پریچے دیا وہ آپ ہی کے یوگیہ ہے۔ آج ہم بھارتیہ ساہتیہ کے ایکی کرن کا جو سوپن دیکھ رہے ہیں وہ بھی آپ ہی کے پنیہ آدیش کی برکت ہے۔ اس میں دو رائے نہیں ہوسکتی کہ ہندوستانی بھاشا کو آپ کے شبھ ادھوگ سے جیون، جو پرگتی، جو گورو پراپت ہوا ہے وہ ابھوت پوروہے۔ آپ نے راشٹر کو بھاشا دے دی ہے اور یدی ہم نے آپ کے اس مہادان کا سدپیوگ (14) کیا تو وہ دن دور نہیں جب بھارت کی راشٹریہ ساہتک اور سانسکرت سامنجسیہ (15) دُوارا ایک پران ہوجائے گی۔

اکتوبر 1935

1۔ پرم سوبھاگیہ۔ خوش نصیبی 2۔ ابھنندن۔ خوشی 3۔ ویکتتو۔ شخصیت 4۔ مانوتا۔ انسانیت 5۔ دیوتو۔ دیوکی خصلت 6۔ سرُ وچ کلپنا۔ اونچا خیال 7۔ اسپندن۔ کودنا۔ دھڑکن 8۔ کرمانیہ تا۔ 9۔ نربھیکتا۔ نڈر، بے خوف 10۔ انرگل۔ بے مطلب کی بات چیت 11۔ ہاسیاسپد۔ مضحکہ خیز 12۔ ستیم۔ میں سچ پر ہوں 13۔ بھاؤ کتا۔ خیال 14۔ دور شتا۔ دور اندیش 15۔ سدُ پیوگ۔ صحیح استعمال 16۔ سامنجسیہ۔ میل ملاپ

پریاگ مہیلا وِدیا پیٹھ کی ساہتیک پرگتی

پریاگ مہیلا ودیا پیٹھ نے اپنے جیون کے ان تھوڑے دنوں میں جو اُنتی کی ہے اسے ہم بہت سنتوش (1) جنک کہہ سکتے ہیں۔اب اس نے اپنی زمین خرید لی ہے، اپنا بھون بنوانا شروع کر دیا ہے اور کچھ بنوا بھی لیا ہے۔اس کا سالانہ خرچ بتیس ہزار کے اوپر ہے اور سنستھا پک (2) مہودے کی کفایت شعاری کی بدولت اس خرچ کا بڑا بھاگ کیول چھاتراؤں کی فیس سے ہی پورا ہو جاتا ہے۔ میونسپلٹی یا گورنمنٹ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو کچھ کمی پڑتی ہے وہ چندے سے پوری ہو جاتی ہے۔اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ چھاتراؤں سے کیول آٹھ روپیہ ماہوار لیا جاتا ہے اور اسی میں ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا انتظام ہو جاتا ہے، بلکہ کچھ ایسی بالیکاؤں کی پَرورِش بھی ہو جاتی ہے، جو فیس دینے میں اَسمرتھ (3) ہیں، تو ہمیں مہاشے سنگم لال جی کی پَربندھ کلا کا قائل ہونا پڑتا ہے۔وِدّیا پیٹھ نے کم سے کم خرچ میں اچھی سے اچھی شِکشا دینے کا آدرش اپنے سامنے رکھا ہے۔وہ بالیکاؤں کو کیول تین سال میں وَرناکیولر فائنل کی پَریکشا کے لیے تیار کر دیتا ہے۔ان کے ساتھ ہی پاک کلا، سَنگیت، وَیایام کا بھی پَربَندھ کر دیا گیا ہے۔ہمیں یہ دیکھ کر ہَرش ہوا کہ یہاں آسام، مدراس، آدی پرانتوں کی کئی بالیکائیں بھی شِکشا پا رہی ہیں۔اس سے زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ یہاں کی وِدیشیاں تتلیاں بن کر نہیں، گرہ دیویاں بن کر نکلتی ہیں، جو جیوَن کے کسی چھیتر میں اپنے گرہ وِگیان کوشل سے اپنے لیے اَستھان بنا سکتی ہے، دوسروں پر بھار نہ ہو کر ان کا اُبار کر سکتی ہیں۔ جب سے شری مَتی مہادیوی وَرما نے اس سَنستھا کا سَنچالَن (4) بھار لے لیا ہے۔ اس کی پَرگتی اور بھی تیز ہو گئی ہے اور وِدیالیہ کی مصروفیت میں ساہتیہ کا پَرویش بھی ہونے لگا ہے۔ ہندی میں پہلا مَہیلا گلپ سَمّیلن 26 جنوری کو وَدیا پیٹھ میں ہی ہوا۔شری متی شورانی دیوی اس کی سبھانیتری تھی۔ پتر پتریکاؤں میں مہیلاؤں کی کہانیاں اکثر نکلتی رہتی ہیں۔ یہاں بھی

1۔سنتوش جنک۔اطمنان بخش 2۔سنستھا پک۔بانی، قائم کرنے والا 3۔اَسمرتھ۔مجبور 4۔سنچالن۔چلانا، آگے بڑھانا

مہیلاؤں نے کئی اچھی کہانیاں پڑھی۔ جن میں شری متی کملا چودھری اور کملا دیوی شرما کی کہانیاں بہت سندر تھی۔ چودھرانی کی شیلی گمبھیر ہے۔ کملا شرما کی رَچنا آتم کتھا تھی اور اس کا ایک ایک شبد بالوچت وِنود میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایسے سَمیلنوں میں بہت گمبھیر ساہتیک کہانیاں پسند نہیں کی جاتی، یہاں تو بھاشا اور بھاؤ اور شیلی ایسی ہونی چاہیے جس میں کچھ چہل ہو، کچھ پَر پھلتا ہو، اور اس کے ساتھ ہی پڑھنے کا ڈھنگ بھی آکرشک ہونا چاہیے یعنی اس میں سَنبھاشن (1) کا سا پرواہ اور بھاوَ بھنگی (2) ہونا ضروری ہے۔ سبھانیتری جن کے بھاشن پر ہم اگلے انک میں وچار کریں گے۔

فروری 1936ء

1۔ سنبھاشن۔ اچھی تقریر 2۔ بھاوَ بھنگی۔ خیال کا رخ موڑنے والا

پَریاگ مہیلا وِدیا پیٹھ کی نئی یوجنائیں

پچھلے مہینے میں ہم نے پریاگ مہیلا ودیا پیٹھ کی ایک اپیل پَر کاشِت کی تھی۔ ہمیں آشا ہے۔ سہردے سجنوں نے اس پر دھیان دیا ہوگا۔ ایسی سَنستھا جو مہیلاؤں اور بالیکاؤں کی شکشا کے پرشن کو پرستھتیوں (1) کے انوکول (2) ڈھنگ سے حل کر رہی ہے۔ پیسوں کے لیے محتاج ہو تو کھید کی بات ہے۔ کئی کارنوں سے انگریزی اسکولوں اور کالجوں کی پرنالی ہماری بالیکاؤں کے لیے سُوستھ کر نہیں ثابت ہو رہی ہے اور ہتکر (3) ہو بھی تو وہ اتنی مہنگی ہے کہ سادھارن گرستھ اس سے لابھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ تو سمپّن لوگوں کی ہی چیز ہے۔ مہیلا ودیا پیٹھ بہت تھوڑے خرچ میں بالیکاؤں کو ایسی شکشا دیتا ہے جس سے ان میں کیول جاگرتی نہیں آجاتی، وہ گھر کے کام دھندے میں بھی ہوشیار ہو جاتی ہیں۔ اس ماس اس نے ایک ایسی یوجنا نکالی ہے جس سے ہندی مڈل پاس لڑکیاں کیول تین سال میں ایڈمیشن کی پَریکشا پاس کر لیں گی اور نارمل ٹریننگ، وِدوشی (4) تتھا وشارد پریکشا (5) پاس لڑکیاں کیول دو سال میں۔ ودیا پیٹھ کا سدیو سے یہ اڈیشہ رہا ہے کہ استریوں اور کنیاؤں کو کم سے کم سمے میں ادھک سے ادھک گیان ملے اور یہ دونوں یوجنائیں اسی ادیشیہ کو پورا کر رہی ہیں۔ اس وقت ایڈمیشن پاس کرنے میں لڑکیوں کو وشارد یا مڈل پاس کرنے کے بعد پانچ سال لگتے ہیں۔ پانچ سال کا کام جو ودیالیہ دو ہی سال میں کر دے، وہ لڑکیوں کی شکشا کو کتنا سَرَل اور سو سادھیہ (6) بنا رہا ہے۔ یہ اسپشٹ ہے اور ماہوار خرچ کل 15 روپیہ جس میں پڑھائی، ہاسٹل، بھوجن آدی سب شامل ہے۔ ابھی صرف 15-15 لڑکیوں کے لیے یہ خاص انتظام کیا گیا ہے جو ماتا پِتا اس اوسر سے لابھ اٹھانا چاہتے ہوں۔ وہ ودیا پیٹھ کے رجسٹرار سے پتر ویوہار کر کے اپنی لڑکیوں کے لیے جگہ ریزرو کر لے۔

اپریل 1936ء

1۔ پرستھی تیوں۔ حالتوں 2۔ انوکول۔ موافق 3۔ ہتکر۔ فائدہ مند 4۔ وِدوشی۔ عالم۔ فاضل 5۔ وشارد۔ ایک سند 6۔ سو سادھیہ۔ خوش فکری

مسٹر ہرولاس شاردا کا نیا قانون

سماجک پرشنوں میں ہم سرکاری ہست کشیپ (1) کے پکش پاتی نہیں اور ہمارے وچار میں وواہ کی اوستھا کا قانون جاری کرا کے ہم نے وہ کام قانون سے کیا، جو جنتا کے وچاروں کے سدھار سے ہی ہو سکتا ہے مگر ودھواؤں کو اپنے سورگاروہی (2) پتی کی جائداد پر ادھیکار دلانے کا جو بل مسٹر شاردا پیش کرنے جا رہے ہیں۔ اس سے ایک بڑے بھاری سماجک انیائے کا پری شودھ (3) ہوگا۔ ہندو سماج نے اپنی دیویوں کے ساتھ بہت دنوں ظلم کیا اور اب اُسے اس ظلم کی جڑ کھودنے میں ولمب (4) نہ کرنا چاہیے۔ ہمیں آشا ہے، مسٹر شاردا کے اس بل کا دیش سواگت کرے گا۔

جنوری 1931ء

1۔ ہستکشیپ۔ دخل اندازی 2۔ سورگاروہی۔ جنتی 3۔ پری شودھ۔ اصلاح 4۔ ولمب۔ دیر، تاخیر

ناری جاتی کے ادھیکار

یوں تو بھارتیہ ناری سدیوکل دیوی سمجھی گئی ہے اور اُسے سماج میں پرشوں سے اونچا پد پراپت ہے۔ کنتو انیاینیہ کارنوں سے جن کی وِویچنا کرنے کا یہ اوسر نہیں ہے۔ اس کا استھان گوڑ ہو گیا تھا۔ وہ مند بدّھتا (1) جس نے ایک اور پرادھینتا کی بیڑی پاؤں میں ڈالی، دوسری اور ناری جاتی پر من مانے اتیاچار کرتی گئی۔ اونچ، نیچ کا ایسا سنکرامک (2) روگ پھیلا کہ اس نے سماج کو ہی چھنّ بھنّ کر دیا۔ بلکہ استری پرش میں بھی بھید ڈال دیا۔ پرشوں نے ناری جاتی کے سوتوں کا اپہرن کرنا شروع کیا۔ لیکن راشٹریتا اور سَدبُدّھی (3) کی لہر اس سمے آئی ہوئی ہے وہ ان تمام بھیدوں کو مٹا دے گی اور ایک بار پھر ہماری ماتائیں اسی اونچے پد پر اُروڑھ ہوں گی جو ان کا حق ہے۔ بھارت اپنی ماتاؤں کا سدیو بھکت رہا ہے۔ ماتر پوجا اس کے دھرم کا ایک مکھیہ انگ ہے۔ کیا آج اپنی ماتاؤں دوارا اوجے ہو کر وہ ناری جاتی کے سوتوں کو سویکار نہ کرے گا؟ بھارت کے پتن کال میں جب پرشوں کو اپنے ہی اوپر وشواس نہ تھا وہ استریوں پر کیا وشواس کرتے، پر اس ایک ورش کے ستیہ گرہ سنگرام نے سدّھ کر دیا کہ بھارت کی دیویاں اب بھی دھرم اور کرتویہ کی ویدوں پر اپنے کو ہوم (4) کر سکتی ہیں۔ یدی پرشوں کو اب بھی ان پر شاسن کرنے کا انماد ہو تو اُسے شیگھر سے دور کر دینا چاہیے۔ کیونکہ وہ چاہے دیں یا نہ دیں، دیویاں اپنے سوتوں کو لے کر ہی رہے گی۔ انھیں ہر ایک وشے میں پرشوں کے سمان ادھیکار ہونا چاہیے اور اس کا نرنے دیویوں ہی پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وے اپنے ہتارتھ جو سوتو چاہے لے لیں۔ ہمارے وِچار میں نمن لکھت وشیوں پر ناریوں کو اسنتوش ہے اور اس اسنتوش کو دیویوں کے اِچھانوسار ہی شمن (5) کرنا پڑے گا۔

1 ایک وِواہ کا نیم استری پرش دونوں ہی کے لیے سمان روپ سے لاگو ہو۔ کوئی پرش پتنی کے جیون کال میں دوسرا اوِواہ نہ کر سکے۔

1۔ مند بدھتا۔ ناعقلی 2۔ سنکرامک۔ حملہ آور 3۔ سدبُدھی۔ اچھی عقل 4۔ ہوم۔ آراستہ، تیار 5۔ شمن۔ قبول

2 پرش کی سمپتی پر پتنی کا پورا ادھیکار ہو، وہ اُسے رہن بیع جو کچھ چاہے کر سکے۔

3 پتا کی سمپتی پر پتروں اور پتریوں کا سمان ادھیکار ہو۔

4 طلاق کا قانون جاری کیا جائے اور وہ استری پرش دونوں ہی کے لیے سمان ہو۔

5 طلاق کے سمے استری پرش کی آدھی سمپتی پائے اور یدی موروثی جائداد ہو تو اس کا ایک اَنش۔

فروری 1931ء

طلاقوں کی سنکھیا کیوں بڑھتی جاتی ہے؟

یوروپ کے ایک ودوان نے طلاقوں کی میمانسا(1) کرتے ہوئے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیوں جیوں کرترم (2) اپایوں سے سنتان نگرہ(3) کی پرتھا بڑھتی جارہی ہے، طلاقوں کا رواج بھی بڑھتا جاتا ہے۔ سنتانوں کے لالن پالن میں ماتا پتا کے بیچ میں اُسنیہہ کی ایک کڑی بنی رہتی تھی۔ وِلاستا کی اُور ان کی روچی ادھک نہ ہوتی تھی۔ اپنی سنتان کے لیے دونوں ادھک سے ادھک سنیم (4) اور تیاگ کرتے تھے۔ سنتانوں کا نرودھ کر کے اب استری پرش دونوں ہی وِلاستا میں ڈوبے جارہے ہیں اور وِلاستا سہشنوں(5) نہیں ہوتی۔ ہردے کی کٹھورتا اس کے لیے انیوار یہ ہے۔ دنیا چولھے میں جائے، ہماری تو چین سے کٹتی ہے، جب تک یہ منو بھاؤ نہ ہو آدمی ولاس میں رت ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر ماترتو میں ماتا کی شریرک اور مانسک شکتی کا بڑا بھاگ خرچ ہو جاتا تھا۔ پرش کو بھی بادھیہ ہو کر اس اُتردایتو کا کچھ نہ کچھ بھار لینا ہی پڑتا تھا۔ اب تو استری پُرش دونوں اس چنتا سے مکت ہو کر ولاس میں ڈوب گئے ہیں۔ ولاستا کا پوشن نوینتا ہی سے ہوتا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ ایسی دشا میں طلاقوں کی سنکھیا نہ بڑھے تو کیا ہو۔

اگست 1932ء

1۔ میمانسا۔ تذکرہ، تنقید، ذکر 2۔ کرترم۔ مصنوعی 3۔ سنتان نگرہ۔ بچے کی روک تھام 4۔ سنیم۔ انحصار
5۔ سہنشنوں۔ قابل برداشت

سنیما اسٹاروں کے اَردھ نگن چتر

انگلینڈ کے ایک انگریزی پتر نے ایک دوسرے انگریزی پتر کو اس لیے زور کی پھٹکار بتائی ہے کہ اس نے ایک سنیما اسٹار سے اس کے جیون کا انو بھو لکھوا کر پرکاشت کیا ہے، اور اسے لجّاسپد کہا ہے۔ بھارت میں بھی انگریزی پتروں کی دیکھا دیکھی اس طرح کی منوورتی بڑھتی جاتی ہے۔ جن استریوں کا جیون اتنا گھرناسپد ہے کہ کوئی بھلا آدمی اپنی لڑکی کو ان کے ساتھ ایک منٹ کے لیے بھی چھوڑنا پسند نہ کرے گا۔ وہی استری سنیما میں ایکٹریس بنتے ہی دیوی بنادی جاتی ہے اور ہر ایک پتر میں اس کے چتر چھپتے ہیں۔ اس کی پرشنسا کی جاتی ہے اور یدی وہ اپنے جیون کے سنسنی پیدا کرنے والے ورتانت (1) لکھے، تو اُسے بڑے ہرش سے پرکاشت کیا جاتا ہے۔ ہمارے وچار میں سماچار پتروں کا کرتویہ کیول جنتا میں سنسنی پیدا کرنا اور ان کی منوورتیوں کو وِشاکت (2) کرنا نہیں بلکہ ان میں سوستھ، نش کلنک سوروچی اتپن کرنا ہے۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ ہمیں گن کا آدر کرنا چاہیے چاہے وہ کبیر کے شبدوں میں کتنے ہی اپاون ٹھور میں کیوں نہ ملے، لیکن ادھ نگن استریوں کا نرلجتا پورن چتر کھینچ کر جنتا میں کُت ست (3) بھاوناؤں کو اتیجت کرنا۔ اتھوا ان کے لجّاسپد چرتر ورنن کر کے پاٹھکوں میں کوواسنا (4) کو جگانا، بھارتیہ آدرش کے وِرودّھ ہے۔

اگست 1932ء

1۔ ورتانت۔ خودنوشت 2۔ وِشاکت۔ زہریلا 3۔ کُت ست۔ ہیچ 4۔ کوواسنا۔ بری عبادت

غازی پور کے کوآپریٹیو سمّیلن میں سنتان۔نگرہ

اب کی سترہ مارچ کو غازی پور میں پرانتی کوآپریٹیو سمیلن ہوا تھا۔ اس کی رپورٹ حال میں پرکاشت ہوئی ہے۔ سویکرت (1) پرستاؤں میں ایک سنتان نگرہ کے وشے میں بھی تھا۔ کوآپریٹیو میں ایسے وشے بھی شامل ہیں۔ یہ ایک نئی بات ہے شاید اس پرستاؤ کا منشا یہ ہو کہ دیش کی انّتی کے لیے برہمچریہ پالن کرنا آوشیک ہے۔ پر پرستاؤ مہودے کو شاید معلوم نہیں کہ سنتان نگرہ اور برہمچریہ پالن دو بھنّ چیزیں ہیں۔ برہمچریہ شکتی بڑھانے والی سادھنا ہے، پر سنتان نگرہ دربل کرنے والے کرترم سادھنوں سے سنتانوتپتّی کو روکنا ہے۔ اس کرترم سنتان نگرہ سے کیول بھوگ لپسا ہی کی ورِدھی ہوتی ہے۔ یورپ میں سنتان نگرہ کا خوب پرچار ہو رہا ہے لیکن اس کا پھل ولاستا کی بدّھی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ سنتان بدّھی اور وہ بھی درڈر دیش میں وڈمبنا (2) ہے، لیکن اس کے پرتی بندھ کے لیے کرترم سادھنوں کا پرچار اور بھی بڑی وڈمبنا ہے۔ اس کا منگلمے اپائے کیول برہمچریہ ہے۔

اکتوبر 1932ء

1۔ سویکرت۔ قابلِ قبول، قبول شدہ

2۔ وڈمبنا۔ مضحکہ خیز

مہیلا سبھاؤں میں سنتان نِگرہ کا پرستاؤ

سنتان نِگرہ کا ارتھ ہے کرترم سادھنوں سے سنتان کی اتپتّی (1) کو روکنا۔ اس کے سوا بھاوک سادھن بھی ہے پر یہ شبد اس ارتھ میں پریکت نہیں کیا جاتا۔ ابھی سال دو سال پہلے یہ کیول ایک دارشنک پرشن (2) تھا۔ پر اتنے ہی دنوں میں اس نے ایک سارو جنک سمسیا کا روپ دھارن کرلیا ہے اور چونکہ سنتان کا پالن پوشن مہیلاؤں ہی کو کرنا پڑتا ہے اور سنتانوپتی کی دُسہہ (3) ویدنائیں مہیلاؤں ہی کے حصے پڑتی ہے۔ اس لیے اس کے پرچار کی اپیل پرایہ: ہر ایک مہیلا سمّیلن میں اپستھت ہونے لگی ہے۔ اگر ہم بھول نہیں رہے ہیں تو حال میں ہونے والے کراچی اور پنجاب مہیلا سمّیلنوں میں یہ پرستاؤ پیش ہو کر سویئیکرت ہوا ہے اس کے پہلے سکنڈری ادھیا پک سمّیلنوں میں بھی یہ پرستاؤ سویکرتی ہو چکا ہے۔

ایک سمے تھا جب سنتان کو سنسار کی سب سے بڑی وبھوتی سمجھا جاتا تھا۔ سنتان کے لیے نانا سادھنائیں (4) کی جاتی تھیں اور آج سنتان مانو یہ جیون کی وپتّی (5) سمجھی جا رہی ہے۔ اس کا کارن ہے ورتمان ادھک سنگرام۔ جو پریوار کچھ دن پہلے پچاس روپیہ میں سُکھ کا انوبھو کرتا تھا۔ اس کے لیے اب دو سو روپیے کی ضرورت ہے۔ اب ہم یہ دینیہ درشیہ نہیں دیکھ سکتے کہ چاہے ہم ایک بچے کا پالن پوشن اچھی طرح نہیں کرسکیں، پر دوسرے کے لیے دیوی دیوتاؤں کے منوتیاں کرتے رہے۔ استری چاہے اپنی جان سے مر رہی ہو۔ پر بچوں سے اپنا رکت چساتی رہے۔ یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اس نِگرہ کی آڑ میں اگر نِردوند وشے (6) بھوک کی پیاس چھپی ہوئی ہے، تو سماج کے لیے نِگرہ اُلٹے اور ہانی کارک ہو جائے گا۔ جہاں سنتان نِگرہ کا بہت پرچار ہے وہاں طلاقوں کی بھی بھرمار ہے اور سماج شاستر کے پنڈتوں کا مت ہے کہ دونوں میں گھنشٹ سمبندھ ہے اگر اس کے نِگرہ کا پھل یہ ہوتا ہے کہ ہم اویدھ روپ سے وشے بھوگ میں پڑ جاویں تو یہ سماج کے لیے آشرواد کی جگہ شاپ (7) سدّھ ہوگا۔

نومبر 1932ء

1۔ اتپتّی۔ پیداوار 2۔ دارشنک۔ دانشور 3۔ دُسہہ ویدنا۔ پریشان کن درد 4۔ سادھنا۔ اختیار کرنا
5۔ وپتّی۔ اعتراض 6۔ نِردوند۔ بغیر لڑائی کے 7۔ شاپ۔ عذاب

مِس۔ میو کی آتما ایک پارسی مہیلا کے ویش میں

مس کارنیلیا سہراب جی بارایٹ لا ایک پارسی مہیلا ہیں۔ جن کے وشے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مِس مِیو کی کلنکت رچنا، مدر انڈیا، کے لیے سامگری (1) دے کر بھارت ماتا کی سیوا کی تھی۔ اب ہمیں یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ انھیں مس سہراب جی نے انگلینڈ میں بھارتیہ مہیلاؤں کے وِرُدّھ پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ پچھلے دنوں لندن میں ایک عام جلسے میں آپ نے بھارتیہ مہیلاؤں کا اتنے لجّاسپد شبدوں میں مذاق اڑایا کہ کداچت (2) مس میو کو بھی اتنا ساہس نہ ہوتا۔ مس سہراب بھی اونچے درجے کی شکشا پراپت مہیلا ہیں، ہم یہ مانتے ہیں۔ لیکن شاید انھیں بھارتیہ دیویوں سے میل جول کا کبھی اوسر نہیں ملا اور ان کا گیان سنی سنائی باتوں پر ہے۔ سمبھو ہے ان کے ودیشی رہن سہن اور اچار وچار کے کارن ہی بھارتیہ گھروں میں ان کا پرویش نہ ہوا ہو۔ یا ہوا بھی ہو، تو انھیں لوگوں میں جو سیم بھارت کی استریوں میں بُرائیاں بھری ہوئی ہیں تو ان کا دھرم تھا کہ وہ بھارت میں آ کر اپنی بہنوں کا سدھار کرتیں پر آپ کو زہر اگلنے ہی میں مزا آتا ہے مگر وہاں بھی ایسی سچی آتمائیں موجود تھیں جن سے یہ اپہاس (3) نہ سنا گیا اور دو انگریز مہیلاؤں نے وہیں کھڑے ہو کر مس سہراب جی کو ایسی کھری کھری باتیں سنائیں کہ شاید انھیں اب کسی سماج کی نندا کرنے کا ساہس نہ ہو۔ بڑپن نندا کرنے میں نہیں ہے۔ اس سے نہ کسی کا مان ہی ہوتا ہے نہ آدر ہی۔ جن کو پرشن کرنے کے لیے مس سہراب جی یہ کیچڑ اچھال رہی تھی۔ انھوں نے آپس میں بیٹھ کر ان کے اس ویوہار کی آلوچنا کی ہوگی۔ بھارت کو پچھمی جیون اور سبھیتا کا اب تھوڑا بہت انوبھو ہو گیا ہے اور اب وہ کسی ایسے استری یا پرش کا نیتر تو تو سویکار نہیں کر سکتا۔ جس نے پچھمی سبھیتا اختیار کر لی ہو اور سمجھتا ہو کہ اب اُسے سارے زمانے کو نیچا سمجھنے کا ادھیکار ہے۔

نومبر 1932ء

1۔ سبھاپتی۔ صدر 2۔ نراشا۔ ناامیدی 3۔ اِدھیہ پتیہ۔ اختیار، ملکیت

بھارتیہ مہیلاؤں میں نوین جاگرتی

بھارتیہ مہیلاؤں نے اپنے کاریہ کرم سے سدّھ کردیا ہے کہ وے سماج کے چھیتر میں پرشوں سے کتنی آگے نکل گئی ہیں۔ وشیش کر جن بندھنوں سے پرشوں نے انھیں جکڑ رکھا تھا اور ان پر شاسن کرتے تھے۔ ان بیڑیوں کو توڑ پھینکنے کے لیے وہ بہت وِچھل ہو رہی ہیں۔ شاردا بِل سے مسلمانوں کی ایک بڑی سنکھیا کو تو آپتی ہے ہی، ہندوؤں میں بھی کچھ ایسے پرش ہیں جو ان کا وِرودھ کرتے ہیں، پر استریوں نے جن میں مسلمان استریاں بھی شامل ہیں، ایک سور سے اس بِل کا سواگت کیا ہے۔ طلاق کا بل ابھی قانون کا روپ نہیں دھارن کرسکتا، اور ہندو پرشوں میں ابھی اس سمسیا پر بہت مت بھید ہے۔ پر ہندو مہیلائیں اُس پر ہر ایک مہیلا سمیلن میں زور دیتی ہیں۔ راج نیتک چھیتر میں بھی مہیلاؤں نے اپنے پرشکرت (1) سدوچار (2) کا پریچے دیا ہے۔ وے سارو جنک نرواچن ادھیکار (3) چاہتی ہیں۔ جائداد یا شکشا کی کوئی قید انھیں پسند نہیں اور راشٹریہ ایکتا کو تو جتنے زوروں سے استریوں نے ہر ایک اوسر پر سمرتھن کیا ہے۔ اس پر بہومت سے ہندو اور مسلمان پرشوں کو لجّت ہونا پڑے گا۔ جن مہانو بھاؤں کو ہماری دیویوں کی وچار شیلتا (4) پر سندیہہ (5) تھا۔ انھیں اب اپنے وچاروں میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ بھارتیہ مہیلاؤں نے گھر کی چہار دیواری کے اندر جس طرح اپنی دکشتا پرمانت کی ہے اُسی طرح راشٹر کے وسترت چھیتر میں وے پرشوں سے آگے رہیں گی۔

دسمبر 1932ء

1۔ پرشکرت۔ انعام یافتہ 2۔ سدوچار۔ اچھی سوچ 3۔ نرواچن ادھیکار۔ حق رائے دہی
4۔ وچار شیلتا۔ فکرمندی 5۔ سندیہہ۔ شک 6۔ دکشتا۔ تعلیم دینا

بالیکاؤں کا سُو کاریہ

گت گیارہ دسمبر رَوِیوار کو استھانیہ دیانند ہائی اسکول میں آریہ کنیا ودیالیہ مندر بڑودا کی کنیاؤں کا گدا، لیجھم، پھرکی، تلوار، چھرے آشن تتھا انیہ ویایام دیکھ کر ہمیں بڑی پرسنتا ہوئی۔ بالیکائیں سبھی پھرتیلی، چپل، شکشت تتھا دکش (1) تھیں۔ ان کے چہرے سے پوترتا، سچرترتا تتھا لگن پرکٹ ہو رہا تھا۔ ان کا گربا ناچ، سنسکرت میں کٹھنو پ کٹھن، دو لڑکیوں کا ویاکھیان ان کی شکشا کو ویکت کرتا تھا۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ویایام کے ساتھ مانسک شکشا بھی کافی دی جاتی ہے۔ چھ ورش کی عمر کی لڑکی کالج میں بھرتی کی جاتی ہے اور وہ سولہ ورش کی عمر میں وِدوشی، (2) سوستھ تتھا آتمہ رکشا کے یوگیہ ہو کر کالج سے نکلتی ہے۔ وے بھی کچھ نہیں، کیول بارہ روپے ماسک پڑتا تھا۔ سماج کا ایک انگ بہت ہی دربل ہونے کے کارن ہی ہم اتنی ہین (3) دشا میں ہیں۔ ہمارے یہاں کی پُرانے زمانے کی چھترانیاں رن چھیتر میں شترو (4) کا سامنا کرتی تھیں پر آج کل کی لڑکیاں اپنے سواستھے کی رکشا نہیں کر سکتی۔ ان کی سنتان بھی کا پوروش اور دربل پیدا ہوتی ہیں۔ اس بہت بڑی کمی کو یہ ودیالیہ پورا کر رہا ہے اور اسی ادیشیہ کے پرچارارتھ (5) کچھ لڑکیوں کو لے کر وے بھارت بھرمن کے لیے نکلے ہیں۔ ہم اس منڈل کے سدو دیوگ (6) میں پورن سپھلتا کی کامنا کرتے ہیں۔

دسمبر 1932ء

1۔ دکش۔ تعلیم یافتہ 2۔ وِدوشی۔ عالمہ، فاضلہ 3۔ ہین دَشا۔ بری حالت 4۔ شترو۔ دشمن
5۔ پرچارارتھ۔ مشتہر کرنا۔ معنویت عام کرنا 6۔ سدو دیوگ۔ اچھا استعمال

انگلینڈ کا نیتک پتن

شری متی گونتھ پھوڈن نے مرہٹھا میں انگلینڈ کی جس سماجک دشا کا چتر کھینچا ہے اُسے دیکھ کر ہم اواک (1) رہ جاتے ہیں۔ اب تک ہر ایک بات میں انگلینڈ ہمارا آدرش تھا اور اب بھی ہے۔ ہم اپنی ریتی نیتی میں اُسی کا انوسرن (2) کر رہے ہیں۔ ہماری راج نیتک اور سماجک سنستھائیں انگلینڈ کی سنستھاؤں کے نمونے پر ہی نرمان کی جا رہی ہیں۔ اور باتوں میں چاہے ہم میں اُکت بھید (3) ہو لیکن چرتر کے وشے میں ہم انگلینڈ کے پوری طرح قائل ہیں۔ لیکن اکت مہیلا نے جو چتر کھینچا ہے وہ بڑا ہی رومانچ کاری ہے اور ہمیں چیتاونی دیتا ہے کہ پاشچاتیہ (4) کی نقل کرنے میں ہمیں بہت وویک سے کام لینا ہوگا۔ آپ لکھتی ہیں۔

"آج کل ہوٹلوں میں اور وشرام گرہوں میں حد درجے کی بے ایمانی اور دھوکے بازی دیکھی جاتی ہے۔ روز ایسی خبریں آتی ہیں کہ آج فلاں ہوٹل کے منیجر کو چرکا دیا گیا کل اُس ہوٹل کے مالک کو۔ اکثر دھوکے باز ہوٹلوں میں آتے ہیں۔ کئی دن ٹھہرتے ہیں اور نقلی چیک دے کر بھاگ جاتے ہیں"۔ وہاں کے دردروں کی دشا کا ورنن بڑا ہی کرونا جنک ہے آپ لکھتی ہیں، لیکن چھدھا پیڑتوں کی دشا میں نے ان غریبوں کا جو فاقہ کرتے کرتے ادھر ہو گئے تھے۔ پر درشن دیکھا تھا جو انگلینڈ کے ہر ایک بھاگ سے سمّلت ہونے آئے تھے،

ان بھوک مروں کے جلوس کو دیکھنے کے لیے کتنی ہی مہیلائیں موٹروں پر بیٹھ کر آئی تھیں۔ انھیں ان کی دشا پر آشچریہ تھا پر دیا نہ تھی۔ وے اسے تماشہ سمجھتی تھیں۔ وے ان دردروں کو اپنا سمپتی (5) ویبھو دکھا کر ان کی آنکھوں میں چکاچوندھ ڈالنے کے لیے ہی شاید اپنی بھڑکیلی موٹروں پر چڑھ کر تتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ اوہ یہ امیر کہلانے والے ولاس پریہ لوگ کتنے کروڑ ہو سکتے ہیں۔ منشیہ کا منشیہ کے پرتی یہ دیوہار، کلپنا میں بھی نہیں آ سکتا۔ ایسی دشا میں اگر امیروں کے پرتی دویش (6) کی آگ جلے تو کیا آشچریہ ہے۔

دسمبر 1932ء

1۔ اواک۔ حیرت زدہ، دنگ　2۔ انوسرن۔ رائج　3۔ اُکت بھید۔ مذکورہ راز　4۔ پاشچاتیہ۔ ماضی
5۔ سمپتی ویبھو۔ شان وشوکت　6۔ دویش۔ نفرت

کائستھ کانفرنس

اب کی پریاگ میں کائستھ کانفرنس ہوئی۔ کچھ لوگ ادھر ادھر سے آ گئے کچھ ویاکھیان (1) ہوئے، کچھ پرستاؤ پاس کیے گئے اور کانفرنس کا کام سماپت ہو گیا۔ کائستھوں کو اس طرح جلسے کرتے لگ بھگ چالیس سال ہو گیا۔ لیکن کائستھ سماج آج بھی وہیں ہے جہاں چالیس سال پہلے تھا۔ بلکہ اس کی دشا اور بھی خراب ہو گئی ہے۔ جہیز یا قرارداد کی برائی سب کرتے ہیں مگر وہی سجن جو سبھا میں سب سے زیادہ چلاتے ہیں، سب سے زیادہ قرارداد کرتے ہیں۔ اور سب سے لمبی رقمیں ڈکارتے ہیں ایسے آدرش ہیں۔ کرتو یہ ہیں کھیاؤں کا سماج پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اگر آپ کو اس سال اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے تو آپ سبھا میں شریک ہو کر قرارداد کا رونا روئیں گے۔ لیکن کل جب آپ کے بیٹے کے وِواہ کا اوسر آئے گا تو آپ شائی لاک کے اوتار بن جائیں گے۔ ایسا ہردے ہین سماج جس کے کرم اور بچن میں کوئی میل نہیں جو سوارتھ پر اپنی آتما بیچ ڈالنا بھی پاپ نہیں سمجھتا کبھی نہیں اٹھ سکتا۔ اس کا دن، دن آدھا پتن ہوتا جائے گا اور ایک دن کوئی اس کا نام بھی نہ لے گا۔ قرارداد کو روکنے کے لیے جو ودھان (2) سوچے گئے، جیسے بہشکار، پیکے ٹنگ یا لڑکوں کی اور سے وِواہ سے انکار، ان میں سے ایک بھی سپھل نہ ہوگا۔ اگر یووکوں میں اتنا آتمہ سمان ہوتا تو رونا کاہے کا تھا۔ یہاں تو ور اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے ہے۔ موٹر کا تقاضہ وہی کرتا ہے۔ انگلینڈ جانے کے لیے خرچ کی مانگ ور ہی کرتا ہے۔ جس سماج میں ایسے نرلجہ، پروشارتھ ہین یووک ہو، وہ بہت دن جیوِت نہیں رہ سکتا۔ ہمیں تو آج کائستھ سماج میں ایک بھی اداہرن نہیں ملا جہاں لین دین کا گھرنت (3) ویاپار نہ ہوا ہو۔ کہیں راہ خرچ کے روپ میں، کہیں شکشا کے خرچ کے روپ میں، کہیں مریادا (4) رکشا کے بہانے سے روپیے اینٹھے جاتے ہیں۔ بے چارہ ور کا پتا اپنے سمبندھیوں کے دباؤ سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کی بالکل خطا نہیں۔ وہ تو خود قرارداد سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن مجبور ہے۔ اس کے بہنوئی

1۔ ویاکھیان۔ تفصیل، ذکر 2۔ ودھان۔ قانون، اصول 3۔ گھرنت۔ قابل نفرت 4۔ مریادا۔ عزت

اور پھوپھا اور ماما نہیں مانتے۔ آخر وہ ایسے نکٹ والوں کی اپیکشا کیسے کریں۔ جس سماج میں ایسے ایسے دھورت ہیں اس کا رساتل کے سوا اور کہیں ٹھکانا نہیں ہے، اور وہ بڑے ویگ سے اس اور جارہا ہے۔ پہلے چار پانچ سو روپیے اوسط درجے کا جہیز تھا۔ اب وہ چار پانچ ہزار تک پہنچا ہے۔ جس گھر میں دو، تین کنّیائیں آ گئی ہیں بس سمجھ لو اس کا سروناش (1) ہو گیا۔ ماتا پتا کے لیے اب اس کے سوا اور کوئی تران نہیں ہے کہ وے اپنا پیٹ کاٹیں، تن کاٹیں، دھوکا دھڑی سے روپیے لادیں۔ ان کا سارا جیون نارکیہ (2) ہو جاتا ہے مگر سماج کے مکھیا رقمیں ڈکارتیں جاتے ہیں اور کبھی کبھی سبھا میں آکر روتے گاتے ہیں۔ اب تو اس انیتی کی کوئی دوا ہے تو یہی کہ بالیکائیں سیم اپنا بھاگیہ اپنے ہاتھ میں لے لیں اور وواہ کے بندھن میں اس وقت تک نہ پڑیں جب تک کوئی ایسا ور نہ ملے جو پریم بھاؤ سے ان کے سامنے ماتھا نہ ٹیکے۔ لڑکوں اور لڑکوں کے باپوں کو ہم نے بہت دیکھا اور ان سے آشا کرنا چھوڑ دیا۔

جنوری 1933ء

1۔ سروناش۔ برباد 2۔ نارکیہ۔ دوزخی

ایک اُپ یوگی پرستاؤ

پڑھی لکھی جاتیوں میں اگرگنیہ (1) ہوئی ہوئی بھی کائستھ جاتی بہت ہی پچھڑی ہوئی ہے۔اس جاتی کے لگ بھگ نوّے پرتی شت لوگ نوکری پیشہ اور قلم کی سیوا کر کے پیٹ پالتے ہیں۔اسی کارن جاتی ماتر دردر اور اوروں کے نوکری کے امیدواروں کے دولیش کا کارن بنی ہوئی ہے۔ایسی حالت میں شاید ہی کسی جاتی کو اودھوگک شکشا تتھا ادھوگ جیوی ہونے کی اتنی ضرورت ہو جتنی کائستھوں کو۔پُشت در پُشت نوکری پیشہ ہونے کے کارن ان کی نسوں میں غلامی جم گئی ہے۔اس لیے آج بےکاری کے زمانے میں بھی نوکری کے لیے یہ مارے مارے پھرتے ہیں۔اس پر بھی طرّہ یہ کہ جو لوگ ویاپاری ہیں جو کائستھ ویاپار کی اور لگ گئے ہیں انھیں نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

کائستھوں کے سنگٹھن کی ایک ہی رچناتمک (2) سنستھا ہے۔کائستھ پاٹھ شالا، وہ بھی کیول نوکری کے امیدوار گریجویٹ ہی تیار کرتی جاتی ہے۔یدّ پی، ادھر تین ورش سے منشی ہرنندن پرشاد اس کے چیرمین ہوئے ہیں، اودھوگن شکشا کا بہت پربندھ ہوا ہے۔پاٹھ شالا نے کافی انّتی کی ہے۔پھر بھی پریتن نری بال اوستھا میں ہے۔اس استھی میں ہمیں ایک میمورنڈم پراپت ہوتا ہے۔اس کی لیکھک ہیں بلاس پور (مدھیہ پرانت) کے سمانت ناگرک۔تتھا ویاپارک منشی رام چندلال ورما، ان کا پرستاؤ ہے کہ یدی بھارت کے دوسو پچھتر لاکھ کائستھ کیول ایک روپیہ ایک بار چندہ بھی دے دیں تو دوسو پچھتر لاکھ روپیے ہو جاویں اور اس روپیے سے اتنے ادھک کارخانے کھولے جاسکتے ہیں کہ دوسو پچھتر لاکھ کائستھ کل نوکریاں چھوڑ کر اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں۔وے سواؤلمبی ہی نہیں۔کنتُو بہت ہی انّت (3) ہو جاویں گے۔اس پریتن (4) کو پرارمبھ کرنے کے لیے وے اپنی جیب سے ڈھائی ہزار روپیے دینے کے لیے بتا رہے ہیں۔پرستاؤ بڑا اُپیوگی ہے تتھا وچار کرنے یوگیہ ہے۔آشا ہے لوگ اس کو اپناویں گے اور پرستاوک کو سہایتا دیں گے۔

جنوری1933ء

1۔اگرگنیہ۔آگے آگے چلنے والا 2۔رچناتمک۔تخلیقی 3۔انّت۔ترقی یافتہ 4۔پریتن۔کوشش

سر ہری سنگھ گوڑ کا طلاق بل

ابھی بہت دن نہیں ہوئے کہ طلاق کا نام سن کر ہندو سماج کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور اُ۔سے یورپ کی نقل سمجھ کر ترسکرت (1) کر دیا جاتا تھا۔ پر ان کئی ورشوں میں بہت بڑا سماجک پریورتن ہو گیا ہے اور سماج کی نیائے چیتنا (2) بہت کچھ جاگرت ہو گئی ہے۔ اب یہ سویکار کیا جانے لگا ہے کہ استری اور پرش دونوں کے ادھیکار سمان ہونے چاہیے۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ پرش میں چاہے کتنے ہی دوش ہوں، چاہے کتنا ہی لمپٹ (3) ہو، اس کے ساتھ کتنا ہی اتیاچار کرے عورت کے لیے کہیں تران (4) نہیں۔ وہ اس کی خبر لینا چھوڑ دے، اپنی دوسری شادی کرے، کنتو استری پر اس کا ادھیکار جیوں کا تیوں بنا رہتا ہے۔

استری میں روپ نہ ہو، وہ پھوہڑ ہو اس کے سنتان نہ ہوتی ہو یا کسی کارن وش اس سے اسنتشٹ ہو تو اس کے لیے راستہ صاف ہے۔ لیکن پرش میں کتنی ہی بُرائیاں ہوں استری کے لیے کہیں شرن نہیں۔ یہ ایک طرفی نیتی بہت دن چلی، لیکن اب نہیں چل سکتی۔ اب تو نیائے کا تقاضہ ہے کہ استری کو بھی وہی ادھیکار پراپت ہو۔ سر ہری سنگھ نے طلاق کے لیے تین کارنوں کا نردیش کیا ہے۔

1 جب کہ پرش ویپاویو تھتی چت ہو۔

2 جب کہ پرش کو کوڑھ کی بیماری ہو۔

3 جب کہ وہ نپنسک ہو۔

استری پرش میں منو مالنیہ (5) کے اور بہت سے کارن ہو سکتے ہیں۔ ان کا اس بل میں کوئی ذکر نہیں ہے ہم نہیں سمجھتے، ورتمان روپ میں کسی کو اس سے کیا آپتی ہو سکتی ہے۔ ہندو وِواہ کا آدرش بہت اونچا ہے۔ ہندو، وواہ اور طلاق دو پرسپر وروّدھ باتیں ہیں۔ لیکن اس آدرش کا مولیہ بہت کم ہو جاتا ہے، جب اس کے پالن کا بھار کیول استریوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ وشیش کر جب ہندو دیویاں خود اس بل کی مانگ

1۔ترسکرت۔تردید۔ردّ کرنا 2۔ چیتنا۔خواہش، احساس 3۔لمپٹ۔ بیوقوف، احمق، نادان 4۔تران۔ پناہ
5۔منو مالنیہ۔نفسانی خواہشات سے مبرّا

پیش کررہی ہیں تو پرشوں کو اُسے سویکار کرنے کے سوا اور کوئی مارگ نہیں رہ جاتا۔ جب تک دیویاں چپ چاپ، بنا کسی طرح کا اسنتوش (1) پرکٹ کیے اپنے کشٹوں کو سہن کرتی جاتی تھی۔ پرشوں کے پاس اپنے کو دھوکہ دینے کا ایک بہانہ تھا۔

وہ کہہ سکتے تھے ہماری دیویاں پتی ورت (2) پر اتنی جان دینے والی ہیں کہ چاہے پرش کتنا ہی ظلم کرلے ان کے من میں کوئی دربھاؤنا آ ہی نہیں سکتی۔ اب بھی ہماری ادھیکانش بہنوں کی یہی منوورتی ہے، لیکن جیوں جیوں ان میں شکشا کا پرچار ہورہا ہے، ان میں اپنی ورتمان ادھوگتی سے وِدروہ اتپن ہورہا ہے اور طلاق کی مانگ اُسی وِدروہ کا سوچک (3) ہے۔ پرشوں کو اب ان سے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ ان کی شکایتوں کی اوہیلنا (4) کرکے اب وے اپنے پروشتو کو (5) کلنک سے نہیں بچاسکتے۔ یہ ستیہ ہے کہ طلاق پرتھا کا دُرپیوگ کیا جاسکتا ہے۔ پچھمی دیشوں میں اس کی جو چھیچھالیدر ہورہی ہے۔ وہ ہم نتیہ اخباروں میں دیکھتے ہیں۔ بھارت میں بھی طلاق نے مقدمے ادھیکانش عیسائی اور اینگلو انڈیا دمپتیوں کی اور سے دائر کیے جاتے ہیں۔ لیکن ورتمان ہندو وِواہ میں تو ایسی برائیاں آگئی ہیں۔ نہیں طلاق بل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہاں اس بل کے ساتھ اس بات کا بھی وچار کرنا آوشیک ہے کہ پرش کی جائداد میں استریوں کا کچھ ادھیکار رہے۔ انیتھا ایسا ہوسکتا ہے کہ نت نئے پھولوں کا رس لینے والی منوورتیاں طلاق کو ایک بہانہ بنالیں۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ پڑھے لکھے سماج کا ایک الپ بھاگ ہی اس بل کے پکش میں ہے۔ اس لیے ورتمان میں اگر سو میں دو چار شادیاں دُکھ سے ہوتی ہیں، تو ان دو چار کے لیے سارے سماج کو کیوں بھرشٹ کرنے کی چیشٹا کرتے ہو۔ انھیں ہمارا یہی اتر ہے کہ یہ بل انھیں دکھ سے دمپتیوں (6) کے لیے بنایا جارہا ہے۔ سکھی دمپتیوں کے لیے اس بل کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے۔ ودھوا، وِواہ کا بل پاس ہوجانے سے سبھی ودھوائیں وِواہ تو نہیں کرنے لگیں۔

شاردا قانون نے بھی بال وِواہ نہیں بند کردیا، ہاں اس میں کچھ رکاوٹ اوشیہ ڈال دی۔ سب سے بڑا قانون جن مت ہے۔ لیکن پھر بھی ایسے قانونوں کا ہمیں سواگت کرنا چاہیے۔ جن کا ادیشہ سماجک اتیاچاروں کو دور کرنا ہو۔

مارچ 1933ء

1۔ اسنتوش۔ بے صبری 2۔ پتی ورت۔ شوہر کی خدمت گذار 3۔ سوچک۔ علامت 4۔ اوہیلنا۔ توہین 5۔ پروشتو۔ مرد کی حکمرانی، فخر، شان 6۔ دمپتی۔ شریک حیات

لکھنؤ کی ویشیاؤں میں نئی جاگرتی

آخر فلم ایکٹریسوں کی دن دونی رات چوگنی بڑھتی دیکھ کر ویشیاؤں کی آنکھیں بھی کھل ہی گئیں۔ یہ بے چاری دس، دس سال تک ریاض کریں، پھر بھی سماج میں ان کا کہیں استھان نہیں۔ شہروں سے نکالی جاتی ہیں۔ کوئی بھلا آدمی بنا اپنی عزت میں بٹہ لگائے ان سے بول نہیں سکتا۔ لوگ ان کے سائے سے بھی بچتے ہیں۔ کچھ زمیندار، تعلقے دار ضرور ان کے قدردانوں میں تھے۔ اور اکثر سیٹھ ساہوکاروں کی محفلوں میں منگلامکھیوں (1) کا آدر ہوتا تھا۔ پر اس مندی نے دونوں ہی کا قافیہ تنگ کر دیا ہے۔ اب ان غریبوں کا بھار کون سنبھالے۔ سرکاری نوکروں میں تو اتنی جان ہی نہیں رہتی۔ ہاں تھانے دار اور ڈپٹی مجسٹریٹ ضرور انھیں سرفراز کیا کرتے ہیں، مگر یہ لوگ سب سے بےگار میں کام لیتے ہیں۔ ویشیاؤں کو ان سے کیا فیض پہنچ سکتا ہے۔

ادھر فلم کی ایکٹریس ہیں کہ گانے میں تھوڑا شدبُد آ گیا، بس اسٹار بن بیٹھی۔ پتریکاؤں میں ان کے چتر نکلنے لگے۔ پوسٹروں میں ان کے چتروں پر لوگوں کی آنکھیں جمنے لگیں۔ اچھے اچھے سماچار پتروں میں ان کی ایکٹنگ کی تعریفوں کے پل باندھے جانے لگے۔ یوں سمجھو کہ اچھوت مانو عیسائی ہو گیا۔ اب اُسے کون اچھوت کہہ سکتا ہے۔ اب وہ صاحب ہیں اور لوگ اُسے صاحب کہتے ہیں۔ تو اب منگلامکھیوں نے سنیما پر دھاوا بول دینے کا نشچے کیا ہے اور رسکوں کے شہر لکھنؤ کی ویشیاؤں نے ایک سنستھا کی سرشٹھی بھی کر ڈالی ہے جس کا کام ہوگا کہ وہ ویشیاؤں کو سنیما تھیٹر میں لائیں۔ جب سبھی جاتیوں میں جاگرتی پھیل رہی ہے تو ویشیاؤں میں کیوں نہ پھیلتی؟ اور لکھنؤ کی ویشیاؤں میں جو ورتمان یگ میں ویشاؤں کا کیپٹل ہے ایک بار وہ سنیما میں گھس جائے۔ پھر وہی لوگ جو ان کے کوٹھوں کی اور تاکنا عیب سمجھتے ہیں، تب انھیں نمسترت (2) کر اپنے کو دھنیہ سمجھیں گے۔ ان کی تصویریں دیوان خانوں کی شوبھا بڑھائیں گی۔ جہاں تھوڑے سے رسکوں تک ہی ان کی کیرتی سمیت رہتی تھی، وہاں ایک ہی وقت لاکھوں آدمی ان کے کلا کوشل (3) پر مگدھ (4) ہوں گے۔

اپریل 1933ء

1۔ منگلامکھی۔ حسینہ 2۔ نمسترت۔ مدعو 3۔ کلاکوشل۔ کشیدہ کاری 4۔ مگدھ۔ مسرور، خوشی

ایک دُکھی باپ

ایک سجّن جن کا نام بتانا ہم مناسب نہیں سمجھتے، ہمارے پاس ایک پتر لکھا ہے، جس سے وِدِت (1) ہوتا ہے کہ آج کل اپنی کنیاؤں کا وِواہ کرنے میں پتاؤں کو کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُکت سجّن نے ہم سے اس مصیبت کا علاج پوچھا ہے۔ ہم اس وشے میں اتنے ہی نس سہائے ہیں، جتنے سیم وہ ہیں ہمیں تو اس کا ایک ہی علاج نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ لڑکیوں کو اچھی شکشا دی جائے اور انھیں سنسار میں اپنا راستہ آپ بنانے کے لیے چھوڑ دیا جائے، اُسی طرح جیسے ہم اپنے لڑکوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کو وِواہت دیکھنے کا موہ ہمیں چھوڑ دینا چاہیے اور جیسے یووکوں کے وشے میں ہم ان کے پتھ بھرشٹ (2) ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے، اُسی پرکار ہمیں لڑکیوں پر بھی وشواس کرنا چاہیے۔ تب یدی وہ گرہنی (3) جیون بسر کرنا چاہے گی، تو اپنی اچھا نوسار اپنا وِواہ کر لے گی۔ انیتھا اوواہت رہے گی۔ اور سچ پوچھو تو یہی مناسب بھی ہے، ہمیں کوئی ادھیکار نہیں ہے کہ لڑکیوں کی اچھا کے وِرودّھ کیول روڑھیوں (4) کے غلام بن کر کیول اس بھے سے کہ خاندان کی ناک نہ کٹ جاوے، لڑکیوں کو کسی نہ کسی کے گلے مڑھ دے۔ ہمیں وشواس رکھنا چاہیے کہ لڑکے اپنی رکشا کر سکتے ہیں تو لڑکیاں بھی اپنی رکشا کر لیں گی۔ اس پتر کا ایک انش ہم دیتے ہیں، اور یدّپی ہمیں وشواش نہیں کہ اُسے پڑھ کر کسی کو کچھ اکھر (5) ہوگی، لیکن کم سے کم وہ سنتوش تو ہو جائے گا۔ جو اپنا دُکھ دوسروں کو سنا کر ہوتا ہے۔

میں آج کل ایک فکر میں مبتلا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ علاج آپ کے دوارا ہو سکتا ہے۔ مجھے اپنی سویوگیہ کنیا کی شادی کی فکر ہے، جہاں کہیں بھی بات چیت کرتا ہوں۔ وہیں سے روپیوں کی بڑی تعداد کی مانگ ہوتی ہے۔ آپ کے شہر میں ہی ایک پرسدّھ رئیس بابو رٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ انھوں نے مجھ سے پانچ ہزار نقد، علاوہ سمان، جہیز کے مانگیں۔ آپ وچار کریں کہ نقد پانچ ہزار کے اوپر لگ بھگ چار ہزار کا

1۔ وِدت۔ علم، جانکاری 2۔ پتھ بھرشٹ۔ بے راہ 3۔ گرہنی۔ گھریلو 4۔ روڑھی، روایت 5۔ اکھر۔ اختلاف، اعتراض

سامان اور اتنا ہی اوپر چاہیے۔ اگر کسی گھر میں تین لڑکیاں ہوئیں تو آدھے لاکھ روپیے ان کے وِواہ کے لیے رکھ لینا ضروری ہے۔ آپ وچار کیجیے کہ کائستھوں کے پاس جو نوکری کر کے گزر کرتے ہیں اتنے روپے کہاں سے دے سکتے ہیں اور پھر ایمان داری کے ساتھ کام کر کے کوئی بھی نوکری کر کے اتنے روپیہ پیدا نہیں کر سکتا۔ میں قرارداد کے تحت خلاف ہوں۔ میں نے اپنے لڑکے کی شادی میں قرارداد مطلق نہیں کیا جسے ہر شخص جانتا ہے۔ اگر قرارداد کرتا تو مجھے بھی کافی روپے مل سکتے تھے۔ لیکن لڑکی کی شادی میں قرار داد کرنے کو تیار ہوں کیونکہ مجبوری ہے۔ اس لیے مہربانی کر کے کوئی ایسا لڑکا جو تعلیم یافتہ تندرست ہو اور جس کے ماں باپ کے وچار اچھے ہوں مجھے بتائیے۔

یہ لالہ صاحب رٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کے پاس گئے ہی کیوں؟ اس لیے کہ وہ بھی عہدہ اور دولت دیکھتے ہیں۔ ایسوں کے پاس تو بھول کر بھی نہ جائیے۔ ایسے لڑکوں کو لیجیے جن کے ماں باپ سدھار چکے ہیں۔ ان کی سہایتا دے کر آگے بڑھائیے اور دو چار ہزار جو آپ دے سکیں۔ کنیا کے نام سے بنک میں جمع کر کے لڑکی کو پاس بک دے دیجیے۔ ان جائدادوالوں کے دروازے پر تھوکنے بھی نہ جائیے چھوڑ دیجیے۔ کنیا کو سمپن (1) اور سمانت (2) کل میں وِواہنے کے موہ کو ایسے کلوں میں لڑکیاں کبھی سکھی نہیں رہتیں۔ وِدیالیوں میں بہت سے ایسے یووک ملیں گے جو چرتروان ہیں وِچارشیل ہیں، مہتو کانکشی (3) ہیں۔ پر کوئی ان کی سہایتا کرنے والا نہیں ہے۔ ایسے یووکوں میں چھانٹ لیجیے اور اس کے ساتھ کنیا کا پانی گرہن کر دیجیے۔

اپریل1933ء

1۔ سمپن۔ خوش حال 2۔ سمانت کل۔ عزت دار خاندان 3۔ مہتو کانکشی۔ اونچے خیال کا، بلند پرواز، بڑا بننے کا شوق رکھنے والا

عورتوں کا کرتے وِکرتے

سہیوگی، نیشنل کال کواس کے کان پُور کے سنوادداتا نے ایک ایسے دل کے پکڑے جانے کی خبر دی ہے جوعورتوں کا دیاپار کرتا ہے۔اس دل میں کئی عورتیں بھی ملیں۔ یہ لوگ آس پاس کے جلسوں سے عورتوں کو بہکا کریا اٹھا کرلاتے ہیں،اور مرادآباد،شاہ جہاں پور آدی جلسوں میں بیچ دیتے ہیں۔اس دل میں سبھی نیچے درجے کے آدمی ہیں،لیکن نہ جانے کب سے یہ گھرنت دیاپار اتنی ہوشیاری سے کرتے چلے آتے ہیں کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ یہ سب ہمارے چرتر پتن (1) کے لچھن ہیں۔ہم اتنے گر گئے ہیں کہ دھنوپار جن (2) کے لجاسپد طریقے نکالتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے بیچنے میں بھی سنکوچ نہیں کرتے۔اس طرح کی برائیوں کا مکھیہ کارن آرتھک کشٹ ہی ہے۔ بیکاری دن بہ دن بڑھتی جاتی ہے۔مزدوروں کی مزدوری نہیں لگتی،کسان تباہ ہوئے جارہے ہیں۔ پڑھے لکھے آدمی بھوکوں مر رہے ہیں، دیاپاریوں کا دوالا نکلا جارہا ہے۔ پھر ایسی وارداتیں کیوں نہ ہوں اور کیوں نہ چکلے آباد ہوں۔

گھر والوں کا دُرویوہار (3) بھی بہودھا استریوں کے پتن کا کارن ہوا کرتا ہے۔ بلکہ اکثر تو عورتوں کا سروناش کرنے والے ان کے گھر کے پرانی ہوتے ہیں، جو پہلے تو ان کو ویبھچار کا سادھن بناتے ہیں اور پیچھے سے بدنامی کے بھے سے ان کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور وہ ابلائے انھیں دشٹوں کے ہاتھوں پڑ جاتی ہیں۔دردرتا اور مورکھتا کی بلیہاری (4) ہے۔

مئی 1933ء

1۔چرتر پتن۔اخلاقی گراوٹ 2۔دھنوپارجن۔کمانا،مزدوری کرنا 3۔دُرویوہار۔ناروا سلوک

4۔بلیہاری۔قربان جانا، نچھاور ہونا

ویشیاورِتّی

مسٹر ای احمد شاہ یکت (1) پرانتی کونسل کے ان بدنام ممبروں میں سے ہیں، جو سدیو پرجا پکش (2) کے وِرودھ ہی کرتے رہے ہیں۔ کونسل کے وگت ادھیویشن (3) کے اوسر پروے شویت (4) پتر کے لمبے سمرتھک تھے۔ اسی کارن ان کے کسی بھی کاریہ میں جنتا کو یہ اشنکا رہتی ہے کہ وہ واستو میں پرجا کے ہت میں ہے یا ورودھ میں۔ پر یہ آوشیک نہیں ہے کہ مسٹر شاہ جو کچھ کرتے ہیں وہ جنتا کے وِرودھ میں ہی ہوتا ہے اداہیرا(5) نارتھ ویشیاورِتی نوارن تھا(6) استریوں کی خرید بکری روکنے کے لیے جو بل انھوں نے پیش کیا ہے، تھا اسی نینی تال کے ادھیویشن میں جو سلیکٹ کمیٹی کے سپُرد بھی ہو گیا ہو، واستو میں بڑا اپیوگی اور آوشیک بل ہے۔ راشٹر پریشد نے بھی ٹریفک ان ویمن، سمبندھی اسی پرکار کے نیم بنائے ہیں، پر نہ جانے کیوں مسٹر چنتامنی ایسے ویکتی بھی اس بل کا وِرودھ کررہے ہیں اس ورودھ میں کوری دَل بندی تو نہیں ہے؟ مسٹر چنتامنی نے اس بل کے ورودھ میں جو وکھیان دیا تھا وہ تتھیہ ہین تھا۔ اس میں کیول نئے ہوم ممبر کی پرشنسا تھی (جس پرشنسا کو ہوم ممبر نے سہرش، لوٹا یا، تھا) اور تھی مسٹر شاہ کی خلّی۔ ہماری سمجھ میں مسٹر چنتامنی اَدِی کا وِرُودھ کیول دَل بندی کا پھل ہے اور یدی یہ بل نہ پاس ہو سکا تو اس میں دوش ان کا تتھا ان کے سمرتھکوں کا ہوگا۔

جولائی 1933ء

1۔ یکت۔ مذکورہ 2۔ پرجا پکش۔ عوام کی حمایت 3۔ ادھیویشن۔ اجلاس 4۔ شویت پتر۔ سفید کاغذ، انصاف نامہ 5۔ اداہیرانارتھ۔ اس معنی کی مثال میں 6۔ نوارن۔ ممانعت، روک تھام 7۔ تتھیہ ہین۔ بے معنی

ابھاگنی وِدھوا

کئی دن ہوئے دہلی میں ایک ہندو وِدھوا نے ریل کی لائن پر لیٹ کر جان دینا چاہا۔سنیوگ (1) سے ڈرائیور نے دیکھ لیا اور انجن کو روک دیا۔جب عورت کو انجن کے نیچے سے نکالا گیا، تو اس نے یہ کرونا (2) میں ڈوبے ہوئے شبد کہے۔ میں بال ودھوا ہوں، میں اپنی زندگی سے تنگ آ چکی ہوں۔اس دنیا میں نہیں رہنا چاہتی۔تم لوگ مجھے کیوں تنگ کرتے ہو، مجھے مرجانے دو۔

اور اس وِدھوا پر اب آتم ہتیا کے اپرادھ میں ابھیوگ (3) چل رہا ہے۔

جولائی 1933ء

1۔سنیوگ۔اتفاق 2۔کرونا۔رحم 3۔ابھیوگ۔مقدمہ

مہلا ودیالیوں میں بہاری ست سئی

پنجاب کے پتروں میں کچھ دنوں سے یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ بہاری ست سی (1) کو مہلا ودیالیوں سے کیوں نہ اٹھا دیا جائے۔ جن پستکوں میں سرنگار کانگن (2) اور نرلجّ روپ دکھایا گیا ہو انھیں لڑکیوں سے ہی کیوں لڑکوں سے بھی اُٹھا دینا چاہیے۔ ہمارے پُرانے برج بھاشا کے امر کوی، جن کی شاعری کا ادیشیہ ہی اپنے آشرے داتاؤں کی لولپ (3) ولاستا اور کامُکتا (4) کو اکسانا اور ابھارنا تھا، سرنگار جیسے پوتر وشے کو اتنا گندہ اور گھنونا بنا گئے ہیں کہ آج ان کویوں پر دیا آتی ہے جو اپنی سُروچی (5) کی ہتیا کرنے کے لیے مجبور تھے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بہاری کو اسکولوں سے بالکل اٹھا دیا جائے۔ بہاری نے کویتا کے آکاش میں ایسی اونچی اڑان لی ہے اور ایسے ایسے اچھوتے اور نازک خیال پیدا کیے ہیں کہ ان سے ونچت رہنا ساہتیہ کے ایک بڑے آنند سے ونچت رہنا ہے۔ لیکن اسکولوں کے لیے بہاری کا ایک سُدّھ ایڈیشن ہونا چاہیے جس میں کُروچی پورن دوہے نکال لیے جائیں چاہے کوی نے ان کی رچنا میں قلم ہی کیوں نہ توڑ دی ہو۔ دیو اور متی رام اور پدّھکر آدی کی رچناؤں کے بھی اسکولی ایڈیشن نکلنے چاہیے۔ ہم نہیں سمجھتے کوئی ادھیاپک یا ادھیاپیکا یووکوں یا یووتیوں کے سامنے ان دوہوں یا کُوتسوں (6) کی ویاکھیا کیسے کرسکتی ہے۔ جن میں کوٹ کوٹ کر رتی رہسیہ (7) بھرا ہوا ہے۔ انگلینڈ میں کچھ دارشنکوں (8) کا پرستاؤ ہے کہ یووکوں اور یووتیوں کے لیے رتی شکشک اسکول کھولے جائیں ان سرنگاری کویوں کو ایسے اسکولوں میں وشیش سے استھان ملنا چاہیے۔

ستمبر 1933ء

1۔مہلا۔خاتون 2۔سرنگار کانگن۔جسم کی سجاوٹ،ساخت 3۔لولپ۔بھڑکتا ہوا،شعلہ کی طرح

4۔کامُکتا۔جنسی خواہش 5۔سروچی۔فطری دلچسپی 6۔کوتسوں۔برائیوں 7۔رتی رہسیہ۔روایتی بھید

8۔دارشنک۔دانشور

پریاگ میں مہلا ودیایام مندر

پریاگ مہیلا ودیا پیٹھ نے مہیلا ودیایام مندر کھول کر بڑا سماجک اپکار کیا ہے۔ ہمارے گرتے ہوئے سواستھ کی روک تھام جتنا مہلائیں کرسکتی ہیں اور کوئی شکتی نہیں کرسکتی۔ اس ودیایام مندر سے یہ آشا تو نہیں کی جاسکتی کہ پریاگ مہلاؤں کی کوئی بڑی سنکھیا اس سے لابھ اٹھا سکے گی۔ اس کا کام تو کیول مہلاؤں کے سامنے ایک نمونہ رکھ دینا اور کبھی کبھی پردرشن کر کے ان کے مند ہونے والے اتساہ (1) کو ابھارنا ہوگا۔ مہلاؤں کے دل میں اگر یہ بات بیٹھائی جاسکے کہ اپنے پریوار کے لیے پشٹی کر بھوجن کی ویوستھا کرنا، آبھوشنوں (2) سے کہیں زیادہ مہتو (3) کی بات ہے اور اپنے بچوں میں ویایام کی عادت ڈال کر وے اس کے ساتھ سب سے بڑا اپکار کرسکتی ہیں، تو راشٹر کے لیے بڑے منگل (4) کی بات ہے۔

ستمبر 1933ء

1۔ اُتساہ۔امنگ، خوشی 2۔ آبھوشن، لباس 3۔ مہتو۔اہمیت 4۔ منگل۔خوشی

ودھواؤں کے گزارے کا بل

شری ہری ولاس شاردا نے اپنی سماجک سیوا سے بھارت کے اتہاس میں امر پد پراپت کرلیا ہے۔ اب انھوں نے ہندو ودھواؤں کے گزارے کا بل اسمبلی میں پیش کر کے سماج کی جو سیوا کی ہے اس کے لیے سماج کو ان کا کرتگیہ ہونا چاہیے۔ ہندو سماج کے پتن کا مکھیہ کارن اگر جاتی بھید ہے تو ودھواؤں کی دردشا (1) بھی اس کا خاص سبب ہے۔ وہی استری جو پتی کے جیون کال میں گھر کی سوامنی (2) تھی اور جس نے اس گرہستھی کے نرمان میں پتی کے ساتھ ساری کٹھنائیاں جھیلیں، پتی کے مرتے ہی اناتھ ہو جاتی ہے۔ اُسی کی گود کے لڑکے اس سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ اور اس کی جو درگتی ہوتی ہے وہ ہم نتیہ اپنی آنکھوں دیکھتے ہیں۔ اُسے کیول اپنے لڑکوں یا پتی کے بندھوؤں کی دیا کا اولمبن (3) رہ جاتا ہے۔ پتی کی چھوڑی ہوئی سمپتی پر اس کا کوئی ادھیکار نہیں رہ جاتا۔ اگر سملت پریوار ہے تب تو اس کی دشا اور بھی شوچنیہ (4) ہو جاتی ہے۔ وہ سوامنی سے لونڈی ہو جاتی ہے اور سارے گھر کی سیوا کر کے اپنے جیون کے دن کاٹتی ہے اس دشا میں کتنی ہی گھر سے نکل جاتی ہیں۔ کتنی اپمان اور کٹھنائیوں سے تنگ آ کر پتی تا ہو جاتی ہیں۔ یہ بل ودھواؤں کو اپنے پتی کی سمپتی میں قانونی ادھیکار دینے کے لیے بنایا گیا ہے۔ آج ہماری سمجھ میں ایسا شاید ہی کوئی شکشت ویکتی ہو جو اس بل کا وِرودھ کرے لیکن کٹر سمپر دائے کے مہانو بھاؤں سے ہمیں شنکا ہے، جن کی سنکھیا اسمبلی میں کم نہیں ہے۔ ورنہ اچھوتوں کا مندر پرویش بل اب تک کب کا پاس ہو چکا ہوتا۔ شاید ان کی اور سے اس آدھار پر وِرودھ کیا جائے کہ وِدھوا سمپتی پا کر اُسے اپنے میکے والوں کو دے دے گی۔ یا کوئی الجھن پیدا کی جا سکتی ہے پر ان مہانو بھاؤں سے ہمارا یہی نویدن (5) ہے کہ یدی آپ ہندو سماج کے ہت چنتک ہیں تو اس بل میں روڑے نہ اٹکائیں۔ اگر پرش

1۔دُردشا۔بری حالت 2۔سوامنی۔مالکن 3۔اولمبن۔خیال، احساس 4۔شوچنیہ۔حیرت انگیز، فکر کے لائق
5۔نویدن۔گزارش

اپنی سمپتی کا جس طرح چاہے اپیوگ کر سکتا ہے تو استری کو کیوں ادھکار سے ونچت کیا جائے۔ جب سمپتی پر اس کا قانونی ادھکار ہو جائے گا تو اس کے لڑکے اتھوا بندھو سبھی ان کا آدر کریں گے اور کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کا ساہس نہ ہوگا۔ عورت میکے کی اُور تب بھاگتی ہے جب سسرال سے کوئی بات نہیں پوچھتا۔ جب سسرال میں اُسے آدر اور رکشا ملے گی تو وہ میکے کیوں جانے لگی۔ جو کچھ بھی ہو، اس سے ہمارا سماجک دھرم یہ ہے کہ شاستروں اور اسمرتیوں کی شرن لے کر اس بل کو رد کرانے کی چیشٹا نہ کریں۔ ودھواؤں کے ساتھ سماج نے بڑا انیائے کیا ہے اور انیائے کو پال کر کوئی سماج سرسبز نہیں ہو سکتا۔

اکتوبر 1933ء

مہلا سمّیلنوں میں سنتان نگرہ

ابھی حال میں پریاگ میں پرانتیہ مہلا سمّیلن ہوا۔ اس میں اور کئی مہتو کے پرستاؤ کے ساتھ سنتان نگرہ کا پرستاؤ بھی سویکرت ہوا اور میونسپلٹی اور سرکاروں سے اس کی ودھی سکھانے کا پربندھ کرنے کا آدیش کیا گیا۔ یوجنک (1) شاستر یہ کہتا ہے کہ دیش میں ایوگیہ استری پرشوں کو نیوٹرلائز کر دینا چاہیے۔ ارتھات انھیں جن شکتی سے ونچت کر دینا چاہیے اور دیش میں سنتان اتپن کرنے کا ادھکار ایسے پرانیوں کو ملنا چاہیے جو دل، دماغ اور دیہہ تینوں سے مضبوط ہو اور اس کے ساتھ ہی خوش حال بھی ہوں۔ مزدوروں اور ارتھ شکشت (2) استری پرشوں کو سنتا نوپتی کا ادھکار نہ ہونا چاہیے۔ ات ایو دیش میں جو ودوان، پرتبھا شالی تجسوی (3) استری پرش ہیں۔ انھیں پر دیش میں یوگیہ سنتان پیدا کرنے کی ذمہ داری آتی ہے۔ ات ایو اس سمیلن کی ودوشی، منسوی سوابھیمانی (4) دیویوں کو جہاں یہ پرچار کرنے کی ضرورت ہے کہ ایوگیہ استری پرش سنتان اتپن نہ کریں وہاں اپنی یوگیہ بہنوں کو سو یوگیہ سنتان اتپن کرنے کی پریرنا کرنی چاہیے۔ پڑھی لکھی وچارشیل دیویاں اور انّت وچار والے پرش سنتان نگرہ نہیں کر سکتے اور نہ راشٹر انھیں اس ذمہ داری سے آزاد کر سکتا ہے۔ انھیں تو سنتان اتپن کر کے اس کا پالن کرنا ہی پڑے گا۔ انیتھا دیش میں ایوگیہ سنتان بھر جائے گی۔ دیش نے غریبوں کا روپیہ لے کر آپ کو پڑھایا۔ لکھایا اور آپ کو اس پد پر پہنچایا۔ آپ کی جات سے دیش کو کیا فائدہ پہنچا۔

ادھر بڑے بڑے وگیان شاستری اس یتن (5) میں ہے کہ لیبوریٹری میں جس طرح کی سنتان چاہے پیدا کر سکیں۔ ایک ودوان نے تو یہاں تک بھوشیہ وانی کی ہے کہ دو ہزار تینتیس تک اس وشے میں بہت جانچ کھوج ہو چکی ہوگی اور سمبھو ہی نہیں نشچت ہے کہ دو ہزار ایک سو تینتیس تک وگیان دوارا اتپن

1۔ یوجنک شاستر۔ منصوبہ جاتی علم 2۔ ارتھ شکشت۔ ماہر معاشیات 3۔ تجسّوی۔ 4۔ سوابھیمان۔ گھمنڈ کے ساتھ، گھمنڈی 5۔ یتن۔ کوشش

استری پرش سنسار میں ہل چل مچا رہے ہوں گے۔ اس لیے ہمارے انت سماج کو یہ بے گار تھوڑے ہی دنوں تک جھیلنی پڑے گی۔ پھر وگیان انھیں اس ذمہ داری سے مکت کر دے گا۔ تب تک بھوجن کی سمسیا بھی حل ہو چکے گی۔ ایک گولی کھا کر ہماری سنتان اتنا ہی پوشن پراپت کر سکے گی جتنا آج کل دودھ، گھی، مانس، مچھلی بھر پیٹ کھا کر بھی نہیں مل سکتا۔ بس سارے دن سیر اور گانا اور وہار ہوگا۔ افسوس اس زمانے میں ہم نہ ہوں گے۔

نومبر 1933ء

کماری شکشا کا آدرش

شکشا وبھاگ کے ادھیکش مسٹر میکنجی نے مراد آباد کی ایک کنیا پاٹھ شالا میں کماریوں کی شکشا کا جو آدرش اپستھت کیا، اس پر ہماری دیویاں ان سے خوش ہوں گی یا ناراض، یہ ہم نہیں جانتے۔ آپ کے وچار میں کماروں اور کماریوں کی شکشا میں وہی انتر (1) ہونا چاہیے، جو ان کے جیون میں ہے سمیکرن اور وایو (2) وگیان سے ان کے جیون کا کوئی اپکار نہیں ہوتا۔ ورتمان شکشا پرنالی انھیں ماتا اور گرہنی بننے کے یوگیہ نہیں بناتی۔ مشکل تو یہ ہے کہ پرشوں نے مہیلاؤں کو اِتنا ستایا ہے کہ اب وے ماتائیں اور گرہنی نہ بن کر اپنی آرتھک سوادھینتا (3) پراپت کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ اگر پرش بچے پالنا اور بھوجن پکانا نہیں جانتے تو استری کیوں سیکھے۔ جو ودّیا پڑھ کر پرش روٹی کماتا ہے اور اس لیے عورتوں کو اپنی لونڈی سمجھتا ہے وہی ودیا استریاں بھی سیکھنا چاہتی ہیں۔ وہ کھانا کیوں پکائے، وکالت کیوں نہ کریں۔ ادھیاپکا کیوں نہ بنے؟ اس کا فیصلہ ہماری دیویوں کو ہی کرنا چاہیے کہ ان کی کنیائیں کیسی شکشا پائیں، سوارتھی پرشوں کا فیصلہ وہ کیوں منظور کرنے لگی۔

جنوری 1934ء

1۔ انتر۔ فرق 2۔ وایووگیان۔ علم ماحولیات 3۔ سوادھینتا۔ آزادی

مہلاؤں کی شکشا پر پنڈت جواہر لال نہرو

کسی پچھلی سنکھیا میں ہم نے مسٹر میکنجی کے استری شکشا سمبندھی وچار کی آلوچنا کی تھی۔ مسٹر میکنجی مہیلاؤں کو ماتا اور گرہنی بننے کی شکشا دینا چاہتے ہیں اور اناوشیک (1) وشیوں کو ان کے دماغ میں ٹھوس کر وہی غلطی نہیں کرنا چاہتے، جو لڑکوں کی شکشا میں کی گئی۔ لڑکوں کو دفتروں کے لیے کلرک بنانا ابھیشٹ (2) تھا۔

لڑکیوں کے سامنے وہ یہ آدرش نہیں رکھنا چاہتے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے مہلا ودیا پیٹھ کے دیکشانت بھاشن میں اس کے وپریت مت پرکٹ کیا۔ آپ کا خیال ہے کہ مہلاؤں کو کیول ویواہک جیون کے لیے کیوں تیار کیا جائے۔ انھیں جب تک آرتھک سوتنترتا نہ پراپت ہوگی اس وقت تک پتی پتنی میں سامیہ (3) واد نہ اُتپن ہوگا۔ اگر سامیہ کا ایک ماتر آدھار آرتھک ہی ہو جائے تب بھی کمی بیشی کا جھنجھٹ رہے گا ہی۔ اگر دیوی جی ایک سو روپے لاتی ہیں اور دیوتا جی ایک سو بیس روپے تو اوشیہ ہی کچھ تھوڑی سی اسمتا (4) آجائے گی۔ اسی طرح دیوی جی زیادہ کماتی ہیں تب بھی اسمتا پیدا ہوگی۔ دونوں برابر لائیں تبھی میزان ٹھیک بیٹھے گی۔ اس کا ارتھ یہ ہوگا کہ مشکل سے سو میں پانچ دمپتی سکھی ہوں گے۔

بات یہ ہے کہ دیوتاؤں میں پردھانتا کی جو بھاؤنا اتپن ہوگئی ہے۔ یہ کیول ان کی مورکھتا کے کارن۔ وہ سمجھتے ہیں وے باہر سے دھن کما کر لاتے ہیں اس لیے ان کا مہتو ادھک ہے۔ انھیں وہ بھول جاتا ہے کہ استری گھر میں جو کام کرتی ہے وہ ان کی کمائی سے کئی گنا زیادہ مہتو کی چیز ہے۔

جہاں پرش بالکل گدھے نہیں ہیں۔ وہاں پرادھینتا (5) اور سوادھینتا (6) کی گندھ تک نہیں ہے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے سمان روپ سے پرادھین ہے۔ پرشوں کے درشٹی کون میں پریورتن ہو جانے سے یہ سارا وِواد مٹ سکتا ہے اور پریوارک وِچھید کے لجّاسپد درشیوں سے سماج کی رکشا ہو سکتی ہے۔

جنوری 1934ء

1۔ اناوشیک۔ غیر ضروری 2۔ ابھیشٹ۔ عزیز، پیارا 3۔ سامیہ واد۔ اتحاد 4۔ اسمتا۔ نامساوات
5۔ پرادھینتا۔ غلامی 6۔ سوادھینتا۔ آزادی

روس کا نیتک اُتھان

روس کو بدنام کرنے والے انگریزی اخباروں میں برابر وہی لکھا جاتا ہے کہ روس میں وِواہ پرتھا پرایہ اٹھ سی گئی ہے۔ پریوارک سنگٹھن نشٹ ہوگیا ہے۔ استری پرش سوئچھا(1) سے سہایتا کرتے رہتے ہیں، اَدِی۔ لیکن ادھر دوایک بھارتیہ سجنوں نے وہاں کا جو آنکھوں دیکھا ورتانت(2) لکھا ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ روس نے اور کسی وِبھاگ میں چاہے پرگتی کی ہو یا نہیں، لیکن نیتک درشٹی سے تو وہ پچھّم کی انیہ سبھی انت جاتیوں سے آگے نکل گیا ہے۔ وہاں بازاروں میں ویشیائیں اپنے شکار کی تلاش میں چکر لگاتی نہیں نظر آتیں۔ نہ ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں عورتوں کے ننگے چتر ہی لٹکتے نظر آتے ہیں۔ جیسے یورپ اور امریکہ میں پرایا سبھی دیشوں میں دیکھا جاتا ہے۔ یہی نہیں سوزاک(3) اور اپدنش اَدِی(4) بیماریاں یورپ میں دن دن بڑھ رہی ہیں۔ روس میں بہت کم ہوگئی ہیں اور وہاں کے ڈاکٹروں کو آشا ہے کہ کچھ دنوں میں یہ فرنگی بیماریاں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ ویشیاورتّی کا مول کارن آرتھک سنکٹ ہے، جو بعد کو مانسک دربلتا کا روپ دھارن کرلیتا ہے۔ جہاں دھن تھوڑے، سے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں لازمی ہے کہ دھن وان لوگ اپنی ولاستا کو ترپت(5) کرنے کے لیے پرلوبھنوں سے کام لیں۔ اُسی سے بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ جب کسی کے پاس اتنا ہی نہ رہے کہ وہ اُسے ولاستا میں اڑا سکے، تو ویشیاورتی آپ ہی آپ پست ہو جائے گی۔ پھر جب استریوں کے لیے جیون کے کسی وبھاگ میں کوئی رکاوٹ نہیں تو وہ کیوں اس لجاسپد ورتّی کا آشرے لیں۔ دھن کے لیے روپ کو بیچنا کوئی پسند نہیں کرتی۔ وہ تو پریم کے لیے ہی آتم سمرپن کرنا چاہتی ہے۔ یدی وہ پرشرم سے اپنے جیون کو سکھی بنا سکتی ہے، تو وہ یہ گھرنت آشرے(6) کبھی نہ لے گی۔

فروری 1934ء

1۔ سوئچھا۔ اپنی خواہش 2۔ ورتانت۔ خبر 3۔ سوزاک۔ (مرض)
4۔ اپدنش۔ روپ بدلنا، بداخلاقی 5۔ ترپت۔ پورا کرنا 6۔ آشرے۔ بھروسہ، مدد

ویواہک لین دین اور قانون

''چاند'' کے اپریل کے انک (1) میں شری کیشو انندور ما نے جہیز کنیا وکرے (2) اَدِی کو پرتھاؤں کو قانون دوارا بند کرانے کا پرستاؤ کیا ہے۔ ایسی پرتھاؤں کو قانون دوارا تو کیا، یہ راج دوارا بھی بند کرایا جا سکے، تو ہمیں آپتی نہیں۔ لیکن ہمیں بھے ہے کہ یہاں قانون ہماری کچھ سہایتا نہیں کر سکتا۔ جو بات ابھی کھلم کھلا ہوتی ہے تب گپت روپ سے ہوں گی اور کسی کو خبر تک نہ ہوگی۔ جو آدمی وواہ کا اچھک ہے وہ اپنا سب کچھ بیچ کر لڑکی خریدے گا، اُسے آپ کسی طرح نہیں روک سکتے۔ اسی طرح لڑکی کا باپ بھی ور کو خریدنے کے لیے اپنا گھر تک بیچ دیتا ہے۔ قانون تو تب بیچ میں آ سکتا ہے کہ کوئی فریاد کرے؟ ہاں وواہ کے بعد کسر نکالی جا سکتی ہے اور لینے والوں کو بڑا گھر دکھایا جا سکتا ہے، لیکن تب تو وہی لینے والے اپنے ہو جاتے ہیں۔ کون اپنی پتنی کے پیارے پتا یا اپنے داماد پر مقدمہ چلائے گا نہیں صاحب یہ بیل منڈیر چڑھنے کی نہیں۔

ہاں سرکاری قانون اگر اتنا کر دے کہ ورودھو (3) کے جوڑے بنا دے اور زبردستی یا رضامندی سے ان کا وِواہ کرا دے، تب شاید کچھ اپکار ہو سکے۔ مگر تب وہ رقم ور یا کنیا کے پتا کی جیب میں نہ جا کر پولس کی جیب میں جائے گی۔ شاید اس سے زیادہ سمسیا ٹیڑھی ہے۔ جب تک لین دین سماج میں گھرنا کی درشٹی سے نہ دیکھا جائے گا اور جمت اُسے جگھنیہ (4) نہ سمجھنے لگے گا۔ تب تک یہی دشا رہے گی۔ ہمیں اپنی ساری شکتی یہ جن مت تیار کرنے میں لگانی ہوگی۔ مشکل یہ ہے کہ وہی آدمی جو آج کنیا کے وواہ میں رِفارمر بنتا ہے اور جہیز کو لعنت کرتا ہے کل پُتر کے وواہ میں لمبی رقم ڈکار جاتا ہے۔ کیسے کام چلے۔

اپریل 1934ء

1۔ انک۔ عدد، شمارہ 2۔ وکرے۔ فروخت 3۔ ورودھو۔ دولہا دُلہن 4۔ جگھنیہ۔ بہت بُرا

کیا استریوں کا پاجامہ پہننا جرم ہے؟

یوں تو کالے گورے کا بھید اس سنسار میں سبھی جگہ موجود ہے، یہاں تک کہ انگلینڈ اور فرانس تک میں بھی قانون کا اپمان ہوتا رہتا ہے، لیکن یہ مرض دکشن افریقہ میں بڑے زوروں پر ہے، اور شاید بڑھتا جارہا ہے۔ خبر ہے کہ کسی ہندوستانی استری کو گوری عورتوں کی دیکھا دیکھی پاجامہ پہننے کا شوق چرایا لیکن کالی عورت گوری عورتوں کی نقل کرنے کا ساہس کرے۔ یہ بات وہاں کے مجسٹریٹ صاحب کو ناگوار گزری۔ اس استری پر مقدمہ چلایا گیا اور اُسے جرمانے کی سزا دی گئی۔ یہاں دیہاتوں کے بعض گنوار ٹھاکر کسی شُودر کو کُرتا ٹوپی پہنتے دیکھ کر جامے سے باہر ہوجاتے ہیں اور اُس کی اچھی طرح مرمت کرتے ہیں۔ مگر یہ بے چارے ٹھاکر مورکھ ہیں۔ وہاں شکشت مجسٹریٹ ایک مہلا کو میموں کی نقل کرنے کے جرم میں سزا دیتا ہے۔ کیا وہ بھی اتنا ہی اجڈ نہیں ہے؟ ہمیں تو اس کالی دیوی کی کوروچی (1) پر دیا آتی ہے، جو ساری ایسی لوچ دار چیز کو چھوڑ کر پاجامہ پہننے چلی۔ جب سے ہٹلر کے جرمنی میں آریتو کی اور اپنی سنسکرتی کو وِشُدھ (2) رکھنے کی نئی نیتی نکالی ہے تب سے کالے گورے کا بھید شاید اور بھینکر ہوگیا ہے۔

مئی 1934ء

1۔ کُورُوچی۔ بدذوقی   2۔ وِشُدھ۔ سچ، حقیقت

سنتان نِگرہ اور پرا کرتک نیم

برہمچر یہ (1) کے مہتو کو ہندو شاستر کاروں نے جتنا سمجھا تھا، اتنا شاید اور کہیں نہ سمجھا گیا ہو۔ لیکن اس کا ادیشہ سنتان نِگرہ نہیں۔ بلکہ منشیہ کے بل بدّھی کی رکشا کرنا تھا۔ اتم سنتان کے لیے بھی بل بدّھی کی رکشا آوشیک تھی۔ لیکن ہم اس آدرش سے گرتے گرتے یہاں تک گرے کہ بال وِواہ کی بھرمار ہونے لگی اور اُسے روکنے کے لیے قانون بنانا پڑا۔ پراچین آدرش ہرشٹ پُشسٹ (2) سنتانوں سے بھرا پورا گھر تھا۔ اس یگ میں آبادی کی ضرورت تھی اور روٹی کا پرشن اتنا چٹل نہ تھا۔ اب زمانہ بدل رہا ہے اور سنسار میں ضرورت سے زیادہ آدمی ہو گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے پالن پوشن کا بھار بھی بڑھ گیا ہے۔ ہم اپنے بالکوں کو پشٹ کارک (3) بھوجن اور اچھی شکشا دینا چاہتے ہیں۔ اور بہت سے بچوں کا بوجھ سر پر لاد کر اپنی زندگی نہیں تلخ کرنا چاہتے۔ سادھارن وت کے آدمی کو اگر سات آٹھ لڑکوں لڑکیوں کا خرچ اٹھانا پڑے تو سمجھ لو کہ اس کی اور اس کے بچوں کی شامت ہے۔ اپنی بھی سانست (4) اور بچوں کی بھی سانست۔ اسی ضرورت نے سنتان نگرہ کے وچار کو جنم دیا۔ اس میں تو کسی کو آپتی نہیں ہے کہ سنتان نگرہ آوشیک وستو ہے۔ مت بھید اسی میں ہے کہ وہ ادیشیہ برہمچر یہ دوارا پورا کیا جائے یا کرترم اپایوں سے۔ اگر برہمچر یہ دوارا ہو سکے تو سب سے اتم لیکن وہ نہ ہو سکے، تو ہم کرتم سادھنوں کی بھی بُرا نہیں سمجھتے۔ کچھ ودانوں کا کتھن ہے کہ ہمیں پراکرتک وِدّان میں بادھک (5) نہ ہونا چاہیے کیوں کہ اس کا پرینام بھیشن (6) ہوتا ہے۔ مگر مانو سنسکرتی تو پراکرتک وِدّان کے وِرودھ کا ہی نام ہے۔ اگر ہم پراکرتک مارگ پر ہی چلتے تو آج بھی کندراؤں میں رہتے اور شکار پر زندگی بسر کرتے ہوتے۔ پراکرتی پر وجے پانا تو مانو یہ سبھیتہ کا لکھیہ ہی ہے۔ ہاں سنتان نگرہ کے وِرودّھ جو سب سے وچارنیہ یوگیہ بات ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے استری پرش کی

1۔ برہچریہ۔ غیر شادی شُدہ 2۔ ہرشٹ پُشسٹ۔ مسرور، بہت زیادہ خوشی 3۔ پُشٹ کارک۔ مقوی، طقت پہنچانے والا 4۔ سانست۔ مصیبت 5۔ بادھک۔ رکاوٹ 6۔ بھیشن۔ بُرا، گہرا

بھوگ لالسا بڑھ جاتی ہے اور ولاس پرورتی پر انکش رکھنے کے لیے جس تیاگ اور بلیدان کی ضرورت ہے۔ اس کے سہل ہو جانے کے کارن استری پرش میں پریم بندھن ڈھیلا ہو جاتا ہے اور وہ گرہ کلہ اور اسنتوش کے روپ میں پرکٹ ہوتا ہے۔ اس کے سوا کچھ بیماریاں پیدا ہو جانے کی شنکا بھی رہتی ہے، اتایو ہمارے وچار میں دمپتی (1) کو اپنی ضرورت، آرتھک، سواستھیہ آدی کا وِچار کر کے ہی اس وشے میں نشچے کرنا چاہیے۔ اس کے لیے کوئی ویاپک (2) نیم بنایا جا سکتا۔

مئی 1934ء

1۔ دمپتی۔ شریکِ حیات   2۔ ویاپک۔ خاص

ناریوں کے ساتھ انیائے کیوں؟

اب تک سمست سنسار میں یہ قاعدہ تھا کہ ناری کو ایک ہی کام کے لیے پرشوں سے کم مزدوری ملتی تھی۔ پرش چار آنے پاتا ہے تو ناری کو تین آنے ہی دیے جاتے ہیں۔ شاید یہ دھارنا (1) ہو کہ ناری پرش کے برابر کام نہیں کر سکتی یا یہ کہ پرش کو ایک پریوار کا پالن کرنا پڑتا ہے اور ناری جو کچھ پاتی ہے سب اپنے ہی اوپر خرچ کرتی ہے۔ لیکن سے بدل رہا ہے یا بدل گیا ہے اور اب ناریوں نے سِدّھ کر دیا ہے کہ بہت سے کاموں میں وہ پرشوں کے برابر ہی نہیں، پرشوں سے زیادہ کام کرتی ہے۔ رہا پریوار کا سوال تو اب یہ ضروری نہیں رہ گیا ہے کہ ناری پریوار ہین (2) ہو۔ ان بے کاری کے زمانے میں کتنے ہی پرش اپنی پتنیوں کی کمائی پر گزر بسر کرتے ہیں۔ اور اب تو اوِواہت استری بھی پچکاریوں دوارا سنتان وتی ہو سکتی ہے۔ پھر کس قاعدے سے اس کو کم ویتن دیا جائے؟ ہاں ناریوں سے ہمارا نمر نویدن (3) ہے کہ اب وے ایکانت بھوگ کی بان چھوڑیں اور اپنے بیکار پرشوں کی اسی طرح ناز برداری کریں۔ جیسے پرش اب تک اپنی بے کار استریوں کی کرتا رہا ہے۔

مئی 1934ء

1۔ دھارنا۔ احساس، خیال　2۔ پریوار ہین۔ بے اولاد　3۔ نمر نویدن۔ گزارش

بھارت کی راشٹر بھاشا

''انگریزی بولو'' سنگھ (1) میں بھاشن دیتے ہوئے بھارت کے بُھوت پُورو وائس رائے لارڈ ریڈنگ نے اس بات پر بڑا اسنتوش، ہرش تتھا گَروپرکٹ کیا کہ گول میز میں آئے ہوئے پرتی نِدھیوں (2) میں کچھ تو بڑے ہی قابل ہیں کیونکہ وے بڑی اچھی انگریزی بولتے ہیں۔ جب لارڈ مہودے بھارت میں تھے، انھیں یہ دیکھ کر بڑا ہرش ہوا کہ یہاں پر انگریزی بھاشا کا بڑا پرچار ہوا۔ آپ کہتے ہیں، انگریزی بھارت کی راشٹریہ بھاشا ہے۔ انگریزی بھاشا شانتی اور وِدیوتتھا کی بھاشا ہے۔ بھارتیہ راشٹر بھاشا کیا ہے۔ یہ ابھی تک بڑے دِگج بھی نہیں طے کر پائے ہیں۔ بہت سوچ سمجھ کر ''ہندستانی'' کو ہی یہاں کی راشٹر بھاشا نِردھارِت (3) کیا ہے۔ بہت بڑے انگریزی داں بھی کبھی انگریزی کو یہاں کی راشٹر بھاشا نہیں مانتے۔ ہماری سمجھ میں لارڈ مہودے نے بڑی جلدی یہاں کی راشٹر بھاشا طے کردی۔ رہ گیا سَدسّیوں کی یوگیتا کا ثبوت۔ وہ ہر ایک غلام دیش اپنے سوامی کی بھاشا کو اپنی بھاشا بنا ہی لیتا ہے۔ یدی بنگالی کوئی طوطا پالتا ہے تو اس کی راشٹر بھاشا بنگلا ہوتی ہے۔ اسی طوطے کی سنتان کسی ہندی بولنے والے کے یہاں پل کر ہندی کو ہی اپنی مادری زبان بنا لیتے ہیں۔ بعض طوطے تو اپنی اصلی بھاشا یہاں تک بھول جاتے ہیں کہ '' ٹے ٹے'' بھی کبھی نہیں کہتے۔ ٹھیک اسی پرکار کچھ نئے رنگ کے بھارتی ہندی اتنی بھول جاتے ہیں کہ اپنے ماں باپ کو بھی وے انگریزی میں ہی خط لکھا کرتے ہیں۔ ولایت سے لوٹ کر ''تم'' کی جگہ ''ٹم'' کہنا معمولی بات ہے۔ ہم بھارتی بھاشا کے وِچار میں بھی انگریزی کے اتنے داس ہو گئے ہیں کہ انیہ اتی دھنی تتھا سندر بھاشاؤں کا ہمیں کبھی دھیان نہیں آتا۔ اداہرنارتھ، یہ تو ستیہ ہی ہے کہ فرنچ انگریزی سے کہیں اِدھک پریہ، مدھر تتھا وَیاپک (4) بھاشا ہے۔ یورپ میں ہی نہیں دنیا کے ادھیکانش بھاگوں میں اس کا اِدھک پرچار ہے۔ اس کا پتا ہمیں تب لگتا ہے جب ہم انگلینڈ چھوڑ کر اور کہیں جاتے

1۔سنگھ۔تنظیم 2۔پَرتی نِدھی۔نمائندہ 3۔نِردھارت۔طے شدہ، متعین 4۔ویاپک۔خاص

ہیں اور وہاں انگریزی جاننے کے کارن ہمیں بے وقوف بننا پڑتا ہے۔ انگریزی بڑی دھنی بھاشا ہے۔ پر جتنا تتھا جس درشٹی سے ہم اسے آدر دیتے ہیں، وہ ہمارے لیے گرو کی بات نہیں ہے۔

رہ گئی ''شانتی تتھا ویوستھا'' کی بھاشا، اس کا ثبوت تو ہمیں آئے دن ملتا ہے۔ ولایتی سماچار پتر ڈیلی ٹیلی گراف یا ڈیلی مرر یا ڈیلی نیوز (تینوں ہی لندن کے ہیں تتھا انودار دل (1) کے پر مکھ پتر ہیں) جو انگریزی میں ہی چھپتے ہیں، پر انگلینڈ کی راج نیتی کے ادھیکانش سُوتر (2) پرایہ انھیں کے ہاتھ میں ہیں اور ان کی بھاشا پرایہ سب سے ادھک کٹو، (3) دُشٹ، (4) زہریلی اور نندیہ (5) ہوتا ہے۔

5 دسمبر 1932ء

1۔ انودار دَل۔ کٹر گروہ 2۔ سُوتر۔ ضابطہ، اصول 3۔ کٹو۔ سخت 4۔ دُشٹ۔ بُرا 5۔ نندیہ۔ ملامت کے لائق

بڑودہ راجیہ میں ہندی

بڑودہ ہندستان کی ان ریاستوں میں ہے جسے بہت ہی اُنت تھا سُوشاسِت (1) کہا جا سکتا ہے۔ کچھ سمے سے تو بڑودہ دیشی ریاستوں کا ہی نہیں، کنتو سموچے برٹش بھارت کا بھی سماجک سدھاروں میں اگوا رہا ہے۔ شکشا انیوار یہ کر دینا شِکشا نِشلک (2) کر دینا تھا بال وِواہ نشیدھ (3) اس کے اَنیک سُدھاروں میں سے ہیں۔ بڑودہ کا سب سے نیا سُدھار تھا، اپنے راجیہ بھر کے مندروں میں اچھوتوں کا پرویش اَنیوار یہ کر دینا۔ اس سدھار سے کچھ سماجک کپٹانز و بے حد دکھی ہیں۔ اس کا پر بھاؤ سدوروَرتی (4) اور ہت کر ہے۔ اب اس ریاست کا تازہ مہان کار یہ ہے ہندی کو راجیہ بھاشا سویکار کر لینا۔ برٹش پرانتوں میں سب سے پہلے یہ سدھار مدھیہ پرانت میں ہی ہوا تھا کہ ہندی کو ہی عدالتی بھاشا سویکار کیا گیا تھا۔ اس کے بعد شاید بڑودہ ہی پہلا ایسا استھان ہے جہاں ہندی کا اب سامراجیہ ہوگا۔ بڑودہ ایک مراٹھا راجیہ ہے، جس کے ادھیکانش نِواسی گجراتی ہیں۔ اس لیے اس راجیہ کے اس سدھار کا اور بھی مہتو ہے۔ کیا ہم آشا کریں کہ اَلور، بیکانیر، اُودے پور ایسی غیر مراٹھا ریاستیں بھی اردو کے استھان پر ہندی کو سرؤ وچ آسن دیں گی۔

بڑودہ سرکار نے ادھر کئی بھولیں بھی کی ہیں جن میں سب سے بڑی بھول بوڑھے عباس طیب جی کی پنشن بند کرنا تھا۔ بھارتی سول سروس کے رٹائرڈ پنشن والے کرمچاری بھارت کے خلاف آندولن میں نِربھے ہو کر بھاگ لے سکتے ہیں۔ پھر بھارت کی سیوا کرنے والا ایک بھارتی ریاست سے پنشن نہ پاوے، یہ کہاں کی بُدھیمانی ہے۔

5 دسمبر 1932ء

1۔ سُوشاسِت۔ اچھی حکومت 2۔ نِشلک۔ مفت 3۔ نشیدھ۔ رکاوٹ 4۔ سدوروَرتی۔ دوررس

ہندو وِشو دیالیہ میں ہندی واد وِواد

گت رَوِی وار کو کاشی وشو وِدیالیہ میں ہندی وَاد، وِوَاد (1) ہوا۔ اَستھانی ودیالیہ کے اَتی رِکت کئی چھاتر جبل پور، پٹنہ، گروکل، کانگڑی آدی سے بھی آئے تھے۔ وِشے تھا ہندی بھاشا ہی راشٹر نرمان کا ایک ماتر سادھن ہے۔ پرانتی کونسل کے سبھاپتی سریتا رام مُکھیہ وِچارَک تھے۔ اَستھانی کالجوں کی چار چھاترائیں بھی سمّلت ہوئی تھی۔ اُپستھِتی اچھی تھی۔ لگ بھگ پچیس چھاتروں نے بھاگ لیا۔ ادھیکانش چھاتروں کے کتھن سے یہی سِدھ ہوتا تھا کہ وے کیول اپنی کوئی رَچنا سنا رہے ہیں، اُتّر اور پرتیتّر (2) میں جس کے کارن ہی وَاد وِوَاد میں آکرشن ہوتا ہے۔ ادھر گنے گنائے چھاتروں ہی نے دھیان دیا۔ راشٹریتا کے اُتپادنوں (3) میں جاتی، دھرم اور راج نیتک تتھا بھوگولِک پرستتھی، سنسکرتی اور بھاشا، ان پانچوں ہی انگوں کا ہونا آوَشیک ہے، لیکن ہمارے وِچار میں ایک بھاشا کا ہونا مُکھیہ ہے۔ راشٹر بھاشا کے بنا راشٹر کا بودھ ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں راشٹر ہے، وہاں راشٹر بھاشا کا ہونا لازم ہے۔ اگر سمپُورن بھارت کو ایک راشٹر بنانا ہے تو اسے ایک بھاشا کا آدھار لینا پڑے گا۔ انگریزی بھاشا کا پرچار آپدّھرم ہے۔ اسے ہم راشٹر بھاشا کا پَد نہیں دے سکتے۔ بھاشا ہی راشٹر، ساہتیہ اور سنسکرتی کا نرمان کرتی ہے، آدرشوں کی سرِشٹی کرتی ہے۔ ندیوں اور پہاڑوں سے راشٹریتا کے وِکاس میں جو بادھا پڑتی تھی اسے ریل اور ہوائی جہازوں نے مٹانا شروع کردیا۔ اگر ایک سنسکرتی رہتے ہوئے بھی ایک راشٹر بھاشا کا آدھار نہ رہے تو ایسا راشٹر اَستھائی نہیں ہوسکتا۔ ایک بھاشا بولنے والوں میں کبھی کبھی وِرُودھ اُتپن ہوجاتے ہیں اور ان کے پرِتھک (4) راشٹر بن جاتے ہیں۔ سنئیکت امریکہ اس کا اُداہرن ہے۔ کنتو اس کی کیول ایک مثال ہے۔ اس کے پرتکول (5) ایک نسل، ایک سنسکرتی اور دھرم کے اَنتر گت بھِنّ بھِنّ

1۔ وَاد وِوَاد۔ بحث ومباحثہ 2۔ پرتیتّر۔ جواب دہ 3۔ اتپادن۔ پیداوار 4۔ پرتھک۔ الگ
5۔ پرتکول۔ مخالف

راشٹروں کے انیک اُداہرن ہیں، اس سے یہی سِدّھ ہوتا ہے کہ راشٹر نرمان میں بھاشا کا اُتھان سب سے مہتو کا ہے۔ جرمن فلاسفر فِشے نے بھی بھاشا ہی کو مُکھیہ اَستھان دیا ہے۔ اس وِوَاد میں گُروکُل کانگڑی کے دونوں چھاتروں کے کتھن سب سے اچھے رہے اور ٹرافی انھیں پردان کی گئی۔ ہم ان چھاتروں اور چھاتراؤں کو جنھیں پدک ملے ان کی سپھلتا پر بدھائی دیتے ہیں۔

26 دسمبر 1932ء

ہندی دُوارا اُچّ شِکشا

مہامنا پنڈت مدن موہن مالویہ نے کاشی وِشو وِدیالیہ میں اُپادھی وِترن (1) کے شُبھ اُوسر پر ہندی مادِھیم (2) دُوارا شِکشا کا سمرتھن (3) کیا اور کہا کہ شیگھر ہی وِدّیالیہ میں انٹرمیڈیٹ شِکشا تک ہندی دُوارا شِکشا دی جائے گی۔ ہندو وِشو وِدیالیہ کو اس وِشے میں اگرسرَ ہونا چاہیے تھا اور ہمیں ہرش ہے کہ اس سے جو آشا کی جاتی تھی وہ پوری ہوئی۔ انگریزی دُوارا شِکشا لے کر ہمارے وِدیالیوں میں چھاتروں کا کتنا سمے نَشٹ ہوتا ہے۔ اس کا تھوڑا بہت اَنوبھو ہم سبھی کو ہے۔ چھاتروں کو مجبور ہو کر اِتہاس اور بُھوگول تک رٹنا پڑتا ہے اور ان کی ساری شکتی بھاشا تک ہی رہ جاتی ہے۔ وِشے کی اُور دھیان دینے کا انھیں اُوسر ہی نہیں ملتا۔ ہندی مادھیم سے یہ دوش مٹ جائے گا۔ سمبھو ہے، اس سدھار سے چھاتروں کا انگریزی پر اتنا اَدِھیکار نہ رہ سکے۔ وے تو اتنی اچھی انگریزی لکھ یا بول نہ سکیں۔ ہمارے رئیسوں میں کتنے ہی تو انگریزی کے اتنے بڑے بھکت ہیں کہ وے اپنے لڑکوں کو انگریزوں کے اسکول میں پڑھاتے ہیں۔ ان لوگوں کو شاید یہ سدھار اچھا نہ لگے، لیکن جب یہ سِدھ ہوتا جا رہا ہے کہ اب شِکشا کا آرتھک مہتو بہت کم رہ گیا ہے، تو کیول بھاشا کے پیچھے کیوں چھاتروں کی زندگی برباد کی جائے۔ پھر جرمنی، فرانس جاپان آدی دیشوں میں راشٹر بھاشا میں ہی شِکشا دی جاتی ہے۔ تو کیا وہاں انگریزی بولنے اور سمجھنے والے لوگ نہیں نکلتے؟

26 دسمبر 1932ء

1۔ اُپادھی وِترن۔ انعام کی تقسیم 2۔ مادھیم۔ ذریعہ 3۔ سمرتھن۔ حمایت

پرانی اردو

انشا کی ''کیتکی کی کہانی'' سے تو ہندی سنسار پریچت ہی ہے۔ انشا اٹھارھویں شتابدی میں ہوئے۔ اردو کی بنیاد ان سے بہت پہلے پڑ چکی تھی۔ سب سے پہلی اردو رَچنا دکھن کے قطب شاہ کے سمے میں ہوئی، جو سترہویں صدی کے آدِی کال میں گول کنڈا کا بادشاہ تھا۔ یہ وِچتر (1) بات ہے کہ اردو کا جنم چاہے اُتری بھارت میں ہوا ہو، لیکن سب سے پراچین اردو رَچنا دکھن میں ہوئی۔ اس سمے کی اردو کا ایک نمونہ دیکھیے۔

شہنشہ مجالس کیے ایک رات،
وَزیراں کے فرزند تے (2) سب سنگات
ہراک خوبصورت ہراک خوش تھا
سو ہر ایک دل کش، ہراک دل ربا۔
صراحی پیالے لے ہاتاں منے، (3)
ندیماں تے مشغول باتاں منے۔
جو مطرب (4) وہ صحرا میں اس دھات (5) گائے،
تو پھران کو اس شوق تے حال آئے۔
لگے مطرباں گانے یو ساز سوں
کہ دھرتی ہلے مست آواز سوں
جو گاون وہ شہ کو کماتے اَتھے۔ (6)
سو اراگاں پہ راگاں جماتے اتھے۔
شراب ہور صراحی، نقل ہور (79 جام،

1۔ وِچتر۔ حیرت انگیز 2۔ تے۔ سے 3۔ منے۔ میں 4۔ مطرب۔ گویّا 5۔ دھات۔ طرح 6۔ اتھے۔ تھے 7 ہور۔ اور

ہوئے مست مجلس کے لوگاں تمام

قطب شاہ کے پہلے محمد قلی قطب شاہ نے (1581۔1611) اردو میں ایک مثنوی لکھی تھی۔ یہ شاید پہلا آدمی ہے۔ جس نے اردو میں پدھ رَچنا(1) کی۔اس کا ایک نمونہ دیکھیے۔

ننھی سانولی پر کیا ہے نظر،
خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر۔
تیرا قد سرو نکلے جب چھند سوں(2)
دسن(3) جوت منجکوں(4) دسن جیوں(5) قمر۔
چھند چترائی، سوں سے دسن دکھائی دینا۔
غضب ناک ہوں جیوں انگے دل ہوئے،
کلیجے پہاڑوں کے پھٹ جل ہوئے،
اک ایک جان اک کوہ یا برج جیوں،
نے ہاتھاں سے فتنے مرے گرز جیوں
کیے قصد لڑنے کو وہ دھیر تھے،
زمانہ ہوا تل اوپر سیر تھے۔
ہوا غل جدھر کا ادھر مار مار
قیامت زمیں پر ہوا آشکار

بھاوارتھ:۔ جب سینائیں کرودھ میں آئیں تو پہاڑوں کے کلیجے پھٹ کر پانی ہو گئے۔ایک ایک پہلوان ایک ایک پہاڑ کے سمان تھا، جو ہاتھوں میں گھاتک (6) گدا لیے ہوئے تھا۔جب وے ویر لڑنے چلے، تو سنسار پیروں کے نیچے آ گیا اور سر اوپر تھے۔

جو دریا لہو کا ابلنے لگا،
گگن اس پے کشتی ہو چلنے لگا۔

اس سے گگن بھی اردو میں پریکت (7) تھا۔

دسمبر 1932ء

1۔پدھ رچنا۔شاعری 2۔چھند سوں۔اس طرح 3۔دسن۔دیکھنا 4۔منجکوں۔مجھ کو 5۔جیوں۔طرح، جیسا 6۔گھاتک۔جان لیوا 7۔پَریکت۔مستعمل

دَکشن میں ہندی پرچار

مدراس اور آندھرا پرانت میں ہندی پرچار کا کام جتنے سنگھٹت اور سُو چارو روپ سے ہو رہا ہے، وہ سَر وتھا پَرشنسنی (1) ہے۔ وہاں اس سے قریب تین سو ہندی پرچارک بھن بھن کیندروں میں اَستھائی روپ سے کام کر رہے ہیں۔ پرچارک منڈل سے "ہندی پرچارک" نام کا ایک اُپیوگی ماسِک (2) پتر نکلتا ہے، پرتی ورش ان کا، پرچارک سمیلن ہوتا ہے۔ اور سمیلن دُوارا پراتھمِک، ومدھیمہ، اور راشٹر بھاشا، تین پریکشائیں ہوتی ہیں۔ جن کی سرو (3) پریتا کا انومان پریکشارتھیوں کی سنکھیا سے کیا جا سکتا ہے۔ اس ورش پراتھمک میں دو ہزار پانچ سو چار امیدوار تھے۔ جن میں دو ہزار ایک سو انسٹھ پریکشا میں بیٹھے اور ایک ہزار آٹھ سو سولہ پاس ہوئے۔ مدھیمہ میں ایک ہزار ایک سو انچاس بیٹھے اور سات سو کتالیس پاس ہوئے۔ راشٹر بھاشا پریکشا میں پانچ سو اُنیاسی بیٹھے اور تین سو بیالیس پاس ہوئے۔ امیدواروں کی کل سنکھیا چار ہزار سے اوپر تھی۔ پریکشا کیندوروں کی سنکھیا دو سو اکیاسی تھی۔ جن میں ایک سو چھپتر کیول آندھرا پرانت میں تھے۔ انیس تمل ناڈو میں، باون کیرل میں، چونتیس کرناٹک میں اور ایک بمبئی میں۔ پرچار کی گنتی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ گت اکتوبر کے امیدواروں کی سنکھیا اس کے سال پہلے کی سنکھیا سے دگنی تھی۔ اور اس اُدھوگ میں پرانت کے پربھاوَشالی، گنیہ مانیہ (4) سجن بھی شریک ہیں۔ ان میں سری۔ پی۔ رام سوامی، دیوان بہادر وی ایس سبرھ منیم ایر، جسٹس اے۔ ویکنٹ راوَ آدِی ہیں۔ ہندی پریمی منڈل کے کاریہ کرم کی جو ویوستھا تیار کی گئی ہے، اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اُدیشیہ کتنے اونچے اور چھیتر کتنا وِسترت (6) ہے۔

(1) سبھائیں اور جلسوں کا آیوجن

1۔ پرشنسنی۔ تعریف کے لائق
2۔ ماسک۔ ماہنامہ
3۔ سَر وپریتا۔ مقبولیت
4۔ گنیہ مانیہ۔ ماہر فن
5۔ وِسترت۔ پھیلا ہوا

(2) ہندی لکشاؤں کی شکشا

(3) پرچار سبھا کی پریکشاؤں کے لیے ودیارتھی تیار کرنا۔

(4) استھانی اسکولوں اور کالجوں میں ہندی کا پرچار کرنا۔

(5) ہندی ڈرامے کھیل کر جنتا میں ہندی کے پرتی پریم بڑھانا۔

ہم مدراس کے ہندی پریمیوں کو ان کے اتساہ اور لگن پر ہردے سے بدھائی دیتے ہیں۔ بھارت کی راشٹریتا ایک راشٹر بھاشا پر نربھر ہے۔ اور دکشن کے ہندی پریمی راشٹر بھاشا کا پرچار کر کے راشٹر کا نرمان کر رہے ہیں۔ راشٹر بھاشا کے بنا راشٹر کا بودھ ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں راشٹر ہے وہاں راشٹر بھاشا کا ہونا لازم ہے۔ اگر سمپورن بھارت کو ایک راشٹر بنانا ہے تو اسے ایک بھاشا کا آدھار لینا پڑے گا۔ انگریزی بھاشا کا ویوہار آپ دھرم ہے۔ اسے ہم راشٹر بھاشا کا پد نہیں دے سکتے۔ بھاشا ہی راشٹر، ساہتیہ اور سنسکرتی کا نرمان کرتی ہے، آدرشوں کی سرِشٹی کرتی ہے، سنسکرتی میں ایک رُوپتا ہوتے ہوئے بھی، ایک راشٹر بھاشا کا آدھار نہ رہے، تو راشٹر اَستھائی نہیں ہو سکتا۔

دسمبر 1932ء

ترتیہ دکشن بھارت ہندی پرچارک سمّیلن

راشٹریہ ایکتا کے لیے ایک راشٹر بھاشا چاہے سب سے مہتو پورن انگ نہ ہو، پرمہتو پورن اوشیہ ہے، اور یہ بھی نشچت ہے کہ ہندی کے سوا اور کوئی پرانتی بھاشا بھارت کی راشٹر بھاشا بننے کا دعوا نہیں کرسکتی۔ آت ایو، دکشن بھارت میں ہندی پرچار کا کام راشٹر سنگٹھن کے لحاظ سے بہت بڑا کام ہے۔ ہندی پرچار سبھا کا اپنا ودِیالیہ ہے، اپنی پتریکا ہے، وہ ہندی کی کئی پریکشاؤں کی یوجنا کرتی ہے، اور پاس ہونے والے ودِیارتھیوں کو اُپادھی دیتی ہے۔ اس کا وارشک سمیلن بھی ہوتا ہے۔ اوراب کی اس کا ترتیہ سمیلن تھا، جس کے سبھاپتی تھے شری دیوداس گاندھی۔

آپ نے اس اوسر پر جو بھاشن دیا وہ بہت ہی وچارنیہ، اُتساہ وَردھک اور سارگربھت (1) ہے۔ آپ نے سبھا کے کام کا سہاؤلوکن (2) کرتے ہوئے کہا۔ ان چودہ ورشوں میں آپ کو جو سپھلتا ملی ہے، اس کے لیے میں آپ کو بدھائی دیے بنا نہیں رہ سکتا۔ اس پرانت میں آپ پچپن لاکھ لوگوں کے پاس پہنچ سکے ہیں جن میں سے چار لاکھ آدمیوں نے ہندی کا کام چلاؤ گیان پراپت کرلیا ہے اور تئیس ہزار آدمی آپ کی پریکشاؤں میں بیٹھے ہیں۔ دوسرے بڑے معرکہ کی بات یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا کام شہروں تک ہی سیمت نہیں ہے، بلکہ دیہاتوں میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ گت اکتوبر کی پریکشاؤں کے دوسو پچاس کیندروں میں دوسو سے ادھک گرام ہیں۔

دیوداس جی کا یہ پرستاؤ سروتھا (3) سمرتھنیہ (4) ہے کہ دکشن بھارت کے ہندی پریمی اِستری پرُش اتر بھارت کا دورہ کیا کریں۔ اس پرانت میں دو تین ماس رہ جانے سے کیول آپس میں پریم اور گھنشٹھتا ہی نہیں بڑھے گی، بلکہ ہندی بھاشا کا وہ اَبھیاس ہو جائے گا، جو برسوں ہندی پُستکیں پڑھنے سے نہیں پراپت ہوسکتا۔ یکت پرانت کے مزدور سال چھ مہینے کلکتے میں رہ کر پھر بنگلہ بولنے لگتے ہیں۔ انگریزی

1۔سارگربھت۔جامع 2۔سہاؤلوکن۔اچھی نظر 3۔سروتھا۔بالکل 4۔سمرتھنیہ۔حمایت کے لائق

بولنے کا ویسا ابھیاس انگلینڈ میں ہو جاتا ہے، ویسا بھارت میں نہیں ہو سکتا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ دکشن کی ہندی پرچار سبھا کے اس کام میں پریاگ کا ساہتیہ سملن، یا ناگری پرچارنی سبھا بھی ہاتھ بٹائے اور ہر سال اپنے خرچ سے دس بیس ہندی سیوں کو دکشن بھیجے۔

حکومت سے ہندی پرچار کے وشے میں کسی پرکار کی آشا رکھنا اس پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرنا ہے، لیکن کھید ہے کہ پرانتی وِدّوان اور نیتاؤں نے اب تک اس وِشے میں اُداسینتا (1) سے کام لیا ہے۔ ہم یہ دعوا نہیں کرتے کہ ہندی بھاشا سَمُنّت (2) ہے۔

اس کا پراچین ساہتیہ تو کسی بھی پراچین پرانتی ساہتیہ سے برابری کا دعوا کر سکتا ہے۔ لیکن نوین ساہتیہ میں ابھی ہندی کئی پرانتی بھاشاؤں سے پیچھے ہے۔ لیکن ہندی کا دعوا اس کے ساہتیہ کے بل پر نہیں، اس کی وِیا پکتا (3) اور سُو بودھتا (4) کے بل پر ہے۔ اور اس بات میں کوئی بھی پرانتی بھاشا اس کا سامنا نہیں کر سکتی ہے۔ اگر انیہ پرانتوں میں بھی اسے وہی پروتساہن ملا ہے، تو اب تک ہندی کا بہت زیادہ ویوہار ہو گیا ہوتا۔ یدی انیہ پرانتوں میں ہندی کا پرچار اسکولوں میں انیواریہ روپ سے ہونے لگے، تو راشٹر بھاشا کی سمسیا آسانی سے حل ہو جائے۔

''ہندی بھاشا کا بھوشیہ کتنا اُجول ہے اور ان کے پرچار سے راشٹر بھاؤنا کتنی بلوان ہو جائے گی، اس کی چرچا آپ نے ان بہومولیہ شبدوں میں کیا۔

ہندی سے بھارت ورش کے ہر پرکار کے شترو کو سچا بھے ہے جس کو سندیہہ ہو وہ دکشن بھارت کے ہندی کاریہ کا نریکشن کر کے اپنا سندیہہ مٹا سکتا ہے۔ جہاں جہاں ہندی کی چھتر چھایا ہے وہاں وہاں برہمن، آبرہمن، شکشت آشکشت، ناگرک، گرامین، چھوٹے بڑے کے بھید ٹوٹ پڑے ہیں۔

بھاشا کے پرچار کے ساتھ ہی ساتھ ایک دم سچا اِیکیہ (5) استھاپت ہونے لگا ہے۔ آشچریہ تو یہ ہے کہ ایک بھاشا کا آندولن اتنی دیر لگا کر کیوں شروع کیا گیا۔ کنتو شردھاوان بھوت کال پر افسوس نہیں کرتا۔ اس کا تو وَرتمان سے ہی سمبندھ ہے۔ آپ وِشواس رکھیں، بھوِشیہ اُجول ہے۔''

جنوری 1933ء

1۔ اداسینتا۔ سستی، کاہلی 2۔ سَمُنّت۔ ترقی یافتہ 3۔ وِیا پکتا۔ وسعت 4۔ سُو بودھتا۔ اچھی سمجھ 5۔ اِیکیہ۔ ایک ہونا

ہندی گیان یاتری منڈل کی ہندی بھاشیوں سے اپیل

ہم اس اپیل کو بڑے ہرش سے پرکاشت کرتے ہیں اور ہندی پریمیوں سے اُنورُودھ کرتے ہیں کہ وہ ہندی گیان یاتری منڈل کو پروتساہن دے۔

لگ بھگ پندرہ ورش ہوئے، دکشن بھارت میں ہندی پرچار آندولن کا شری گنیش ہوا تھا۔ اس سمے کوئی چار سو ہندی کیندر ہیں جن میں اب تک چھ لاکھ سے بھی ادھک اِستری پُرش ہندی کا اَدھیّین کر چکے ہیں۔ اس آندولن کی سپھلتا کا سارا شریہ (1) پوجیہ مہاتما گاندھی جی کو ہے۔ سمبھو ہے یہ کاریہ پرارمبھک پرچار کی درشٹی سے سنتوش جنک پرتیت ہو، پرنتو راشٹر بھاشا کو یتھارتھ (2) میں راشٹر جیون کا پران سمجھنے والے ہندی پریمی گن شاید ہی اس سے ترپت (3) ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندی پرچار آندولن کے پردھان دو پہلو ہیں۔ راشٹریہ اور ساہتک۔ دکشن میں اس سمے جو ہندی پرچار ہو رہا ہے۔ وہ راشٹریہ دِرشٹی سے گڑنیہ (4) ہے۔ ساہتک پہلو پر اب تک کوئی دھیان نہیں دیا گیا ہے۔ یہی کارن ہے، اس پندرہ ورش کی لمبی اَودِھی میں دکشن بھارتیوں کی ہندی اوج پورن، (5) پرواہ مے (6) یا محاورے دار نہیں بن سکی۔ ساہتک پہلو پر دھیان دینے کے لیے یہاں تدنوکول (7) سنستھا یا وِیکتیوں کا نِتانت (8) ابھاوَ ہے۔ اس سمے دکشن بھارت میں ہندی کی سیوا کرنے والے تین سو پرچارکوں میں اتر بھارتیوں کی سنکھیا دس بارہ سے ادھک نہیں اور شیش پرچارکوں میں ہندی کی اُچ یوگیتا رکھنے والوں کی سنکھیا بھی انگلیوں پر گننے یوگیہ ہے۔ سب سے بڑے کھید کی بات یہ ہے کہ، نہ اُتر بھارت کے شکشت اِیوَم اتساہی نَویوکیوں نے اس اُور دھیان دیا اور نہ گیان ویوورودھ ساہتیہ سیویوں نے ہی دکشنیوں پر کرپا درشٹی رکھی۔ ہندی بھاشیوں کو راشٹر بھاشا کے پرچار کی اَبھلاشہ سے ہی نہیں اَپِتو اپنی ''ماتر بھاشا'' کی مولکتا کو اَکشُن بنائے

1۔شریہ۔سہرا، کارکردگی 2۔یتھارتھ۔عمل 3۔ترپت۔تشنہ، پیاس کھانا 4۔گڑنیہ۔شمار کے لائق 5۔اوج پورن۔رزمیہ 6۔پرواہ مے۔فکرمند 7۔تدنوکول۔ہمیشہ کی طرح 8۔نتانت۔بالکل

رکھنے کے وِچار سے بھی دکشنیوں کا ساتھ دینا آوشیک ہے۔ ''کرانتی'' کے اس یگ میں انھیں تٹستھ (1) رہ کر اپنی ماتر بھاشا کی سمبھابیہ (2) بھوشیت کی گتی وِدھی پر کریاتمک وِچار نہ کرنا دیش کے لیے بڑا ہانی کارک ہے۔

''الپارمبھ (3) چھیتر کر'' اس آریوکتی (4) کے انوسار نینوتا کو یتھا شکتی (5) دور کرنے کی دِرڑ پرتگیہ سے یہاں 1931 عیسوی کو ''ہندی گیان یاتری منڈل'' نامک گیانارتھیوں کی ایک سنستھا استھاپت کی گئی۔ ہندی پرچارک وِدیالیہ، مدراس کے پرنسپل پنڈت ہشی کیش شرما جی مہودے اس سنستھا کے اَدھیکش چنے گئے، جو آدھاپی اس استھان کی شُوبھا بڑھا رہے ہیں۔ آپ دکشن میں ہندی ساہتیہ کے بڑے پکش پاتی ہیں اور آپ کی کرپا پورن پروتساہن سے ہی پرتی ورش کچھ ہندی پریمی ہندی ساہتیہ سمّلن کی پریکشائیں دے رہے ہیں۔ آپ کے دُوارا منڈل کو بہت سے ہندی ساہتیہ سیوِیوں کی پرشنسنی اُدارتا کا پریچے ملا ہے۔ پوجیہ اچاریہ دوئی ویدی جی مہاراج نے ہماری اس آیوجنا کو بڑا ہی شلاگھنی (6) ایوم سمُوچت 7 بتلانے کی کرپا کی ہے۔ ہندی ساہتیہ سمّیلن پریاگ تتھا ایکا نگھ انیہ ہندی سنستھائیں بھی ہمیں یتوچت سہایتا دینے والی ہیں۔ کاشی کی ناگری پرچارنی سبھا نے اپنے آدھین کچھ دکشنیہ وِدیارتھیوں کو وشیش روپ سے پڑھانے کا وِچار کیا ہے۔ اس کے اَتی رِکت سروشری بابو شیام سندر داس جی، بابو پریم چند جی، شری ناتھ سنگھ جی، پنڈت ہری بھاؤ اُپدھیائے جی، پنڈت رام نریش ترپاٹھی جی، پروفیسر رام داس جی گوڑھ، پنڈت ہری شنکر جی شرما، پروفیسر اندر جی، شری موہن لال، ''مہتو وِیوگی'' پنڈت ماکھن لال جی چترویدی آدِی مہانو بھاؤ نے منڈل کے اُدیشیوں کی پورتی میں سہایک بننے کا وَچن دیا ہے۔ وشیش ہرش کی بات ہے کہ بابو سنگم لال جی اگروال، ایم۔اے۔بی۔ایل کی کرپا سے ''پریاگ مہیلا ودیاپیٹھ'' میں دکشن بھارت کی دیویوں کے لیے کچھ وشیش چھاترورتیاں پراپت ہوئی ہیں۔ ہم اُکت مہانو بھاؤں تتھا سنستھاؤں کے سنچالکوں کو ان کی سمیوچت اُدارتا کے لیے اپنا ہارِدک دھنیواد اَرپن کرتے ہیں۔ ہمیں پرتی ورش کم سے کم دو مدراسی یووکوں کو نشلک شکشن، بھوجن تتھا نواس کے روپ میں آشرے دینے والے ہندی بھکتوں تتھا ہندی سنستھاؤں کی اِتیادھک آوشیکتا ہے۔ کیونکہ اس سمے یہاں سینکڑوں ہونہار کِنتو نردھن ہندی پریمی ہیں جو بہت دنوں سے اتر بھارت میں ہی رہ کر ہندی کی اُچ شکشا پراپت کرنا چاہتے ہیں۔ ہندی پرچار آندولن کا بھوشیہ بڑا اُجول ہے اور اس کی سپھلتا کے لیے دل و جان سے کام کرنے والوں کی سنکھیا بھی کافی ہے، پرنتو ان سچے راشٹر سیوکوں کو گیان دان دینے والوں کی سنکھیا ابھی سنتوش جنک نہیں ہے۔ اتیہ شکشت ہندی بھاشیوں سے ہمارا انورُودھ ہے کہ آپ لوگ دکشن میں ہندی بھاشا کے ''ساہتک پرچار'' کو آگے بڑھانے والے اس آندولن کی سہایتا کریں۔

3 اپریل 1933ء

1۔ تٹستھ۔الگ 2۔ سمبھابیہ بھوشت 3۔ الپارمبھ۔ہلکی شروعات 4۔ آریوکتی۔طریقہ 5۔ یتھا شکتی۔حتی الامکان 6۔ شلاگھنی۔میل کا پتھر 7۔ سمُوچت۔مناسب

ہندستانی اکادمی

ہماری سنستھاؤں میں جہاں روپے پیسے کی بات آجاتی ہے وہیں کاریہ کرتاؤں میں ماتھا پھٹوّل ہونے لگتا ہے۔ ایک دل چاہتا ہے کہ یہ سارے روپیے ہمارے متروں اور سہیوگیوں کو مل جائے۔ دوسرا دل اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جس دَل کی ہار ہو جاتی ہے وہ غل گپاڑہ مچانا شروع کرتا ہے۔ اور اس سنستھا میں اور اس کے ذمہ دار کار کرتاؤں نے نانا پرکار کے یتھارتھ اور کالپنک دوش نکالنے لگتا ہے، اگر وہ خود وجئ ہوتا ہے اور ذرا بھی کان پونچھ نہ ہلاتا ہے۔ تب سنستھا پورنتہ نردوش ہوتی۔ مگر چونکہ ریوڑیاں بانٹنے کا ادھیکار اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، اس لیے اسے اس استھان میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ ہندستانی اکادمی بھی اسی طرح کی سنستھا ہے جو کام آج تک کوئی نہ کرسکا اور وہ ہر ایک کو خوش رکھنا ہے، وہ اکادمی کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتی۔ ہم نے اس وِشے کا رائے صاحب شیام سندر داس کا پتر اور شری یت تاراچند منتری دُوارا دیا گیا جواب دونوں دھیان سے پڑھے اور ہمیں یہی جان پڑا کہ رائے صاحب کی آلوچنا کچھ اسی طرح ہے جیسی ہر ایک سنستھا کے وشے میں کی جاسکتی ہے۔ جس سنستھا کے رائے صاحب خود کرتا دھرتا ہیں اور جسے وہ آدرش سنستھا سمجھتے ہوں گے اس کے وِشے میں اس سے کہیں کڑی آلوچنا کی جاسکتی ہے۔ ہاں، یدی رائے صاحب نے ایسے اداہرن دیے ہوتے کہ اکیڈمی کی کاریہ کارنی کمیٹی نے ساہتیہ کمیٹی کی سمتی کے وِرُودھ سرمک (1) لیکھ کو پرسکار دیا، شرمک واہیات کتاب چھپوائی، شرمک وِیرتھ کا وکھیان دلوایا تو ایک بات ہوتی، پر ان کی آلوچنا میں ایسا کوئی اُداہرن نہیں ملتا۔ رہی یہ بات کہ اکیڈمی سرو پر (2) یہ نہیں ہے کہ اس کی پستکوں کی اور پتریکاؤں کی اچھی بکری نہیں ہوتی، یہ ضرور بجا شکایت ہے۔

1۔ شرمک لیکھ۔ محنت سے لکھا مضمون۔ مقالہ 2۔ سروپریہ۔ عزیز، پیارا

یہ بھی ایک سرکاری یا اردھ سرکاری سنستھا ہونے کے ناتے اکادمی کو یہ سرو پریتا تو پراپت نہیں ہو سکتی، جو دوسری ساہتک سنستھاؤں کو پراپت ہے۔ پھر بھی ہمارا خیال ہے کہ اکیڈمی اگر اُدھوگ کرلے اور اپنے اپھل پوزیشن سے کام لے تو اس کی پرکاشت وستوؤں کی کھپت زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر گمبھیر وِشے کی پستکیں کہاں گرم جلیبیوں کی طرح بکتی ہیں اور کون سی گمبھیر پتریکا نفع پر چلتی ہے؟ اگر نفع کا خیال کیا جائے تو آج سو میں اسّی پتریکائیں بند کر دینی پڑیں گی۔ اور اکادمی کوئی دکان نہیں ہے۔

10 اپریل 1933ء

تِماہی یا ترِیماسک

گت رِوی وار کو ہندوستانی اکادمی کے جلسے میں تماہی شبد پر بڑی منورنجک بحثیں ہوئیں۔ بابو شیام سندر داس کا پکش تھا ''تماہی پتریکا'' گنگا اور مدار کا جوڑ ہے۔ ایک مسلمان صاحب ''تماہی'' شبد کو ہی ٹکسال باہر بتلا رہے تھے اور اس کی جگہ ''سہ ماہی،، رکھنا چاہتے تھے۔ ان مہانو بھاؤں کو ابھی تک یہ نہیں معلوم کہ ہندوستانی اکادمی ہندی یا اردو اکادمی نہیں ہے۔ اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ اسے سنسکرتی یا فارسی سے وشیش پریم نہیں ہے۔ اس کا ایک ادیشیہ راشٹر بھاشا کا نرمان ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہم ہندی اور فارسی کا موہ چھوڑ کر کھلے من سے ہر ایک بھاشا کے پرچلت شبدوں کو اپناویں۔ ہندی کے لیے ناگری پرچارنی سبھا اور اردو کے لیے انجمن ترقی اردو ہے۔ ''ترِوت سماچار'' اور واشپ یان'' پنڈتوں کو مبارک ہو، جنتا کو تو اپنا'' تار'' اور ریل گاڑی ہی پسند ہے۔

13 نومبر 1933ء

ایک ہندی ساہتیہ وِدیالیہ کی ضرورت

جب سے مدراس پرانت میں ہندی کا پرچار بڑھنے لگا، وہاں سے سیکڑوں یووک ہندی ساہتیہ کا گیان بڑھانے کے لیے الٰہ آباد اور کاشی میں آنے لگے ہیں، لیکن یہاں ایسی کوئی سنستھا نہیں ہے، جو انھیں آشرے دے سکے۔ کاشی میں دین ساہتیہ ودیالیہ ہے پر کسی طرف سے کوئی سہایتا نہ پانے کے کارن اس کی دَشا سُویوستھت (1) نہیں ہے۔ اس کے سنچالک یتھا اَوکاش (2) اپنا کچھ سمے دیتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وہ بھی غنیمت ہے۔ ہندی پرچار کا ٹھیکا کچھ انھوں نے تو لیا ہی نہیں ہے کہ سارا دائتو (3) انھیں پر رکھ دیا جائے۔ الٰہ آباد کا ہندی ودیاپیٹھ بھی کچھ اسی دَشا میں ہے۔ یونیورسیٹیوں میں ساہتیہ شکشا کا پربندھ ہے۔ پر اس سے ایسے وِدیارتھی کیا لابھ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ تو یونیورسیٹی کے چھاتروں ہی کے لیے ہے۔ ضرورت ایسے وِدیالیوں کی ہے جس میں نیمت روپ سے شکشا دی جائے، ہندی کے وِدّوان ادھیاپک ہوں اور چھاتروں کے رہنے کا بھی پربندھ ہو۔ دس پانچ چھاتر وِرتیاں بھی ہوں تو اور بھی اچھا۔ ہمارے یہاں آئے دن ہائی اسکول کھلتے رہتے ہیں۔ جن کی اب نہ کوئی ضرورت ہے، نہ کوئی اپیوگتا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ کسی ودھادانی کا دھیان ادھر آکرشٹ ہو جائے۔ اگر دہلی ساہتیہ سمّیلن میں یہ پرشن اٹھایا جائے اور ایسے وِدیالیوں کی ضرورت دکھائی جائے تو سمجھو ہے دھنکوں کو دھیان ہو۔ اگر اس طرح کا کوئی وِدیالیہ ہندو وشوودیالیہ میں کھولا جائے تو ایک بہت بڑی کمی پوری ہو جائے گی۔ کیا یہ لجّا کی بات نہیں ہے کہ ہندی کے پردھان کیندر میں ایک بھی ایسا ہندی ودیالیہ نہ ہو، جہاں بھاشا بنانا چاہتے ہیں۔ انیہ پرانتوں سے وہ ٹھنڈی پڑ گئی تو پھر راشٹر بھاشا کا سوپن بہت دنوں کے لیے بھنگ ہو جائے گا۔

25 دسمبر 1933ء

1۔ سُویوستھت۔ منظم 2۔ یتھا اوکاش۔ فرصت کے وقت 3۔ دائتو۔ ذمہ داری، فریضہ

لیڈی عبدالقادر کا راشٹر بھاشا پریم

خدا بھلا کرے لیڈی عبدالقادر کا جنھوں نے کلکتہ میں مہیلا سمیلن کا نیمن (1) کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ بھارت میں راشٹر بھاشا کا پرچار ہونا چاہیے۔ ہم آپ کے اس کتھن سے پوری طرح سہمت ہیں کہ ہر ایک پرانت میں راشٹر بھاشا ارتھات ہندستانی بھی پاٹھیہ کرم (2) میں آوشیک بنا دی جائے۔ آپ نے اپنے بھاشن اردو میں لکھا تھا۔ پر وہاں اردو سمجھنے والی بہت کم مہیلا تھی۔ اسی لیے آپ کو اس کا انوواد کرنا پڑا۔ بھارت کے اَدھیکانش بھاگوں میں ہندستانی بولی اور سمجھی جاتی ہے، اردو میں بھی لکھی جائے یا ہندی میں۔ مدراس میں اس کا پرچار ہو رہا ہے۔ میسور میں شروع ہو گیا ہے، بنگال کے کئی ودوان ہندی کے پرسدھ ودوان اور لیکھک ہیں۔ ''مایا'' نام کی پتریکا کے سمپادک بنگالی سجن ہیں۔ کئی بنگالی دیویاں بھی ہندی کی کشل لیکھیکائیں ہیں۔ ان میں شری متی اوشا متر کا نام اُلیکھنیہ (3) ہے۔ ان کے گلپ چوٹی کی پتریکاؤں کی شوبھا بڑھاتے ہیں۔ جب تک ایک راشٹر بھاشا نہیں بن جاتی، تب تک ایک راشٹر کیسے بنے۔

1 جنوری 1934ء

1۔ نیمن۔ نمائندگی، آغاز 2۔ پاٹھیہ کرم۔ تعلیم وتدریس 3۔ الیکھنیہ۔ قابل ذکر

کاشمیر کی اسمبلی میں اردو

کشمیر سے نئی ویوستھاپکا(1) کی جو یوجنا(2) پرکاشت ہوئی ہے، اس میں زمینداروں اور مہاجنوں کے لیے وشیش نرواچن 3 نہیں رکھا گیا اور یہاں انگریزی سرکار زمینداروں کی رکشا کے لیے ایک دُوتیہ سبھا آوشیک سمجھ رہی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا ہے کہ نرواچن میں ادھک تر زمیندار اور دھنوان (4) ہی کامیاب ہوتے ہیں، اس لیے ان سموداییوں کے لیے وشیش نرواچن کی وِیوستھا وَاستو میں انھیں دہرا نرواچن دینا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر دربار نے بہومت کا آدر کر کے وہاں کی ویوستھاپکا سبھا کی ساری کاروائی اردو میں کرنے کا نشچے کیا ہے۔ اسمبلی کے ممبروں کے لیے اردو کا گیان آوشیک رکھا گیا ہے۔ اردو کشمیر کے مسلمانوں کی بھاشا ہو یا نہ ہو، لیکن انھیں اردو سے پریم ہے۔ اَت اِیو سرکار نے ان کے بھاؤں کا آدر کر کے وہی کیا ہے، جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ ہماری ویوستھاپکا سبھاؤں میں کیوں بہومت کی بھاشا کا پرچار نہیں کیا جاتا؟ یہاں کیوں ساری کاروائی انگریزی میں کی جاتی ہے؟

29 جنوری 1934ء

1۔ ویوستھاپکا۔ منتظمہ 2۔ یوجنا۔ منصوبہ 3۔ نرواچن۔ انتخاب 4۔ دھنوان۔ سرمایہ دار

تئیسویں ہندی ساہتیہ سمیلن پر ایک درشٹی پات

اُتھان پتن کی راجدھانی دلی نگر کا بہوگیا پت (1) سمّیلن ، پرتی ورش کے سمان سانند (2) سماپت ہوگیا۔ ایک آتژ اور پینی درشٹی 3 والا درشک سمیلن کے چار دیوسوں کی کاریہ واہی کو دیکھ کر سہسا (4) یہ کہنا چاہتا، کہ نراکار (5) پرماتما جب ساکار ہوتے ہیں،، تب شاید سنسار کے ایشورتھیوں (6) کو ایسی ہی نراشا ہوا کرتی ہے۔ سمیلن میں شاستری درِشٹی سے اس ٹپّنی میں اتنا لکھ دینا ٹھیک ہوگا۔ آگے کی پنکتیاں اس کی پرکاشت کاریہ واہی کی چریتارتھتا (7) پر لکھی جائے گی، کیونکہ سمیلن کے لیے ہندی سنسار کے ہردے میں پہلے ہی سے بہوتیری دھارنائیں تھیں، جو یوں تو ہاسیاسپد معلوم ہوتی تھی، پرنتو آج جب پٹودی ہاؤس پرتی ندھیوں کی ہاہاہی ہی سے شونیہ اور دھیرے دھیرے رِکت ہو رہا ہے، تب بکھیری جاتی پردرشنی کی پستکوں سے ان کی وے آشنکائیں بولتی سی پرتیت ہو رہی ہیں۔ جو کچھ بھی ہو سمیلن ہوگیا، بہوتیرے پرستاؤ سوئیکرت کر لیے گئے۔ پریشدیں ہوگئیں۔ یعنی بلِے چمک گئے۔ اتنا تو آوشیہ ہے، کہ اس ورش سمیلن کی آتما کی بھوک نایک نائیکاؤں کے روپ کی بھوک نہ تھی۔ اس کی چھدھا (8) میں لڑکھڑا کر اٹھتے ہوئے راشٹر کو جاگرتی کرتی ہوئی آشا تھی۔ سمیلن کا پرتیک پرتی ندھی، جو اس یگ میں رہتا ہے، چاہتا تھا کہ جلدی ہندی سارے بھارت کی بھاشا بن جائے۔ سمیلن نے چار دن تک گیس جلا کر، پھول برسا کر اور منگل گان گا کر ہمیں یہ سمجھانے کی چیشٹا کی، کہ شیگھر سے شیگھر ہندی کی اُنتی کرلیں، پرتیک بھارت واسی کے ہردے من مستشک کی ابھیویجنا (9) کا پربھاؤشالی مادھیم بن جائے۔ استو سمیلن کی پرتی دوس کے وستِرت ورنن سماچار پتروں میں پرکاشت ہو رہے ہیں، پرنتو ''جاگرتی'' کے پاٹھکوں کو آنکھوں دیکھا اَتی وِرت اور وہ بھی شانتی سے لکھا ہوا۔ ادھک رُچے گا (10)۔

2 اپریل 1934ء

1۔ بہوگیاپت۔ ماہر، بہت جانکار 2۔ سانند۔ خوشی کے ساتھ 3۔ پینی درشٹی۔ غائرانہ نظر 4۔ سہسا۔ یکا یک، اچانک 5۔ نراکار۔ جس کی کوئی شکل نہ ہو 6۔ ایشورتھی۔ خدا کو ماننے والا 7۔ چری تارتھتا۔ فطری معنویت 8۔ چھدھا۔ بھوک پیاس 9۔ ابھیویجنا۔ خیالات ظاہر کرنا۔ 10۔ رُچے گا۔ خوب صورت لگے گا۔

پہلا دن

تھکے ہوئے پرتی ندھیوں اور گنیہ مانیہ(1) گنوں کے ساتھ سوچنا نوسار جلوس نکلا۔ جیسا کہ پردھان منتری شری پتولال جی کا کتھن تھا، جلوس کا ادیشیہ نگر کی مکھیہ سڑکوں پر گھوم گھام کر پردرشنی کے ادگھاٹن سماروہ کو پورن(2) بنانا تھا۔ کوی ورا یودھیا سنگھ جی اپادھیائے، ہری اودھ، نے پردرشنی کا اُدگھاٹن کیا۔ اُدگھاٹن کے پوروان کے بھاشن نے جہاں منورنجن کیا، وہاں ایک طرح سے لوگوں کے من میں ادھک اُپدیش کی بھاوَنائیں بھی پیدا کردیں۔ پردرشنی نہ تو ہیلر کا بک اسٹال ہی تھی، نہ ہندی پستک ایجنسی کی دکان ہی۔ وہ ایک چھوٹا موٹا سنگرہالیہ(3) سا تھا، جس نے اندھے ہندی سنسار کی آنکھیں اتنی نہ کھولیں، جتنا اس نے پستک پرکاشکوں کا وگیان اور لیکھکوں کے من کی گوروپورن پرشنسا کا جاگرن کیا۔ بھوجنتو تر،(4) وشے نرواچنی کی بیٹھک ہوئی۔ اس بیٹھک میں وہ جوش دکھتا تھا، جو بھوجنوپرانت کسی پرستاوَ کو بنانے میں پرکٹ ہوتا ہے۔ پرستاؤں کے نرمان اور ان کی سوئیکرتی کے بعد مکھیہ سمیلن میں ادھیویشن پرارمبھ ہوا۔ کیسے سمبھو ہے کہ کیسریے رنگ سے رنگی ہوئی ساڑیاں پہنے ہوئے بالیکاؤں کا منگل گان ان سُیم سیوکوں کو نہ موہ سکا ہو، جو پاس دیکھنے میں اتنا ہی اتساہ دکھا رہے تھے، جتنا اتساہ ایک سارجنٹ وارنٹ دکھانے میں پرکٹ کرتا ہے۔ پنڈال میں لگی ہوئی وِگت سبھاپتیوں کی تصویریں موٹے موٹے اکشروں میں لکھے ہوئے آدرش واکیہ اور پرتی ندھیوں، وششٹ ویکتیوں کے کرتوں کوٹوں پر لگے ہوئے لال آسمانی پھول سب کوئی مانو مگدھ سا ہوا تھے۔ ایک نراشاوادی(5) درشک کی اُپستھی دیکھ کر یہ بھلے ہی پرتیت ہو، کہ مکھیہ ادھیویشن(6) پرانتی ادھیویشنوں سے بھی گیابیتا(7) دیکھتا تھا، پرنتو سبھاپتی، سواگ(8) تادھیکش آدِی کے سندیشواہک(9) بھاشن یہ بتا رہے تھے کہ سمیلن بھارت کی ایک لمبی اور ریگاتیت(10) اِچھا کو

1۔گنیہ مانیہ۔قابل اعتبار 2۔سماروہ۔پروگرام 3۔سنگرہالیہ۔چھوٹا گھر 4۔بھوجنتوتر۔کھانے کے بعد 5۔نراشاوادی۔منفی فکر والے 6۔ادھیویشن۔کانفرنس 7۔گیابیتا۔گزرے ہوئے 8۔سواگ تادھیکش۔صدر استقبالیہ 9۔سندیشواہک۔معلوم افزا 10۔ریگاتیت۔عہد ماضی

پرکٹ کررہا ہے،شری مان بڑودا نریش کا ایک لیپی کے پریوگ کا نردیش،شری مان گھن شیام داس بڑلا کا ہندی کو ویا پک بنانے کا اُپدیش، پریکشا و بھاگ کی بھی وِردھی کے ساتھ ساتھ سمیلن کی کایاوِردھی کے سماچار دھیان دینے یوگیہ تھے۔شام کو بھی دوپہر کی بھانتی وِشے نِرواچنی کی بیٹھک ہوئی۔رات کے گیارہ بجے تک پرستاؤ کا نِرمان ہوتا اور ان کی سوئیکرتی ہوتی رہی۔

2اپریل1934ء

دوسرا دن

پراتہ کال ڈیڑھ گھنٹہ دیر کر ساہتیہ پریشد کا ادھیویشن ہوا۔ سبھا پتی شری ماکھن لال جی چترویدی کے بھاشن نے ساہتیہ اور راشٹری جیون کے انیونیہ (1) اتر داتیو (2) کو جتاتے ہوئے ساہتیہ کی واستوِک شکتی کو سامنے رکھا۔ ان کے بھاشن کی کچھ پنکتیاں وَرتمان ساہتیہ کے لیے پریرنا کا کاریہ کرتی ہیں۔ اس کے بعد پریم چند جی، نوین جی آدِی کے بھاشن ہوئے۔ ان بھاشنوں نے ساہتیہ کو جنتا کے جیون کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بتایا اور ہندی ساہتیہ میں وِیا پکتا پورن (3) راشٹریتا کو لانے کے لیے آوشیکتا بتائی۔ مدھیاہن کو وِشے نرواچنی کی بیٹھک ہوئی۔ اور چار بجے سے مکھیہ سمیلن کا ادھیویشن پرارمبھ ہوا۔ شری یُت جے چند وِدّیالنکار کو وِدھی پورک منگلا پرساد پاری توشک (4) دینے کی گھوشنا کی گئی۔ راتری کو اتہاس پریشد کی بیٹھک ہوئی۔ جس میں مہا مہوپادھیائے گوری شنکر ہیرا چند اوجھا، شری یُت جے چند ودھالنکار آدی کے بھاشن ہوئے۔

2اپریل1934ء

1۔انیونیہ۔مختلف 2۔اتر داتیو۔جواب دہی، ذمہ داری 3۔ویا پکتا پورن۔وسعت 4۔پاری توشک۔انعام کا نام

تیسرا دن

پراتہ کال شری پُت گری دھر شرما چترویدی کے سبھاپتی میں درشن پریشد کی بیٹھک ہوئی۔ آپ کے لمبے، سارگر بھت (2) بھاشن کے بعد انیہ وِدوانوں نے بھاشن دیے۔ درشن پریشد نے ایک سوُر سے درشن شاستر کے ادھین کی سفارش کرتے ہوئے یہ نردھارت کیا کہ ساہتیہ سمیلن درشن شاستر پر پستکیں لکھوائے اور پرکاشت کرے۔ مدّھیاہن کو وِشے نرواچنی کی بیٹھک ہوئی، اور شام کو چار بجے مکھیہ ادھیویشن پرارمبھ ہوا۔ ودیارتھیوں کو اُپادھی پتر دیے گئے، پرستاوَ پاس کیے گئے۔ جس میں بھاشا کے وِیاکرن کی ترُوٹیوں (3) پر وِویچنا کرتے ہوئے ٹنڈن جی نے بھاشا سدھار پر زور دیا۔ راتری کو وگیان پریشد کی بیٹھک ہوئی، جس میں سبھاپتی شری رام داس جی گوڑ کے سندر مارمک بھاشن (4) کے اُپرانت ڈاکٹر گورکھ پرساد جی، شری پُت دیناناتھ چٹیل آدِی وِدوانوں کے ''ویدکال نرنیے،، آدِی وِشیوں پر بھاشن ہوئے۔

2اپریل1934ء

1۔سارگر بھت۔ مختصراور جامع 2۔ترُوٹی۔کمی 3۔مارمک۔معلوم افزا، گہرا

چوتھا دن

پراتہ کال گلپ (1) سمیلن اور سمپادک سمیلن کی بیٹھک ہوئی، سمپادک سمیلن میں کئی ایک مہتو پورن پرستاؤ سوئیکرت ہوئے۔ گلپ سمیلن میں شریمتی کملا بائی کیبے نے سبھانیتری کی حیثیت سے بہت ہی منورنجک انوبھو پورن بھاشن دیا۔ پریم چند جی، شری ناتھ سنگھ، جینندر کمار، ماکھن لال چترویدی آدی کے بھاشن بھی ہوئے۔ گلپ سمیلن میں شری متی رتن کماری دیوی کا سندیش نا مک گلپ کے اُتیرکت (2) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساہتک پہلوان کو خالی اکھاڑہ مل گیا ہو۔ مدھیاہن کو سرودانو (3) سار وِشے نرواچنی کی بیٹھک ہوئی۔ شام کو مکھیہ ادھیویشن میں پرستاؤ کی سوئیکرتی کے ساتھ ساتھ سکھدیو بہاری مشر چترسین شاستری آدی کے شاستری اور بجیو بھاشن ہوئے۔ پانچ لاکھ کے فنڈ کی یوجنا کا مہتو پورن پرستاؤ سوئیکرت ہوا، اور اندور کا آمنترن بھی سویکار کیا گیا۔ راتری کو شری مہادیو جی ورما، ایم۔اے۔ کے سبھانیتر (4) تو میں کوی سمیلن ہوا۔ کوی سمیلن میں انیک کوی تھے اور پرایہ تین چار ہزار جنتا اُپستھت تھی۔ شری یُت بچپن، لاڈلی پرساد سیٹھی (اندور) راج کماری چوہان آدی کی کویتائیں سندر تھیں۔ باقی جو کوی آئے، جنتا کے دُوارا اچھی طرح ''ہٹ'' کیے گئے۔ رات کے ڈیڑھ بجے تک کوی سمیلن ہوتا رہا۔

اس پرکار سمیلن سانند سماپت ہوا۔ سواگت کارنی کے پربندھ کرتاؤں (5) کا پربندھ پرشنسایت (6) تھا۔ سمیلن کی تیاریاں بھی ٹھیک تھیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ پاس ہی کے رائل سینما میں ادھک بھیڑ رہتی تھی۔ ہندی پریمی یاتری دَل کی اُپستھتی سے دلی سمیلن کے آڈینس کی مہتا گھٹتی نہیں۔ ورن بہت بڑھ جاتی ہے۔

2اپریل 1934ء

1۔گلپ۔فکشن 2۔اُتیرکت۔علاوہ، زیادہ 3۔سرودانوسار۔معمول کے مطابق 4۔سبھانیتر تو۔مجلس صدارت 5۔پربندھ کرتا۔منتظمین 6۔پرشنسایت۔قابل تعریف

بے راشٹر بھاشا کا راشٹر

کوئی سمے تھا، جب دھرم کی ایکتا ہی منشیوں کے ایکی کرن (1) کا مکھیہ سادھن تھی اور ایک دھرم کے ماننے والے بہودھا سماجک اور سانسکرتک باتوں میں بھی ایک ہو جاتے تھے۔ سماج اور سنکرتی، جیون اور درشٹی کون سبھی کا اُدگم دھرم (2) تھا۔ لیکن نئی جاگرتی (3) نے دھرم کو اس اونچے استھان سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ پر جن دیوستھاؤں کو بٹھایا، ان میں بھاشا اگر مکھیہ نہیں ہے تو کسی سے گوڑ (4) بھی نہیں ہے۔ آج ہر ایک قوم کی اپنی ایک بھاشا ہے۔ امریکا کی قومی زبان رکھنے پر بھی دو قومیں ہیں۔ دکھن امریکا میں کئی قومیں اسپینی اور پرتگالی بھاشا بولتی ہیں، پھر بھی وہ الگ الگ راشٹر ہیں۔ راشٹروں کے نرمان میں بھوگولک پرستھتیاں ہی مکھیہ ہوگئی ہیں، مگر بھاشا بھیانھیں بھوگولک پرستھی تیوں سے بنتی ہے۔ ایک خاص علاقے کے رہنے والے ایک خاص زبان بنا لیتے ہیں یا یوں کہو کہ کچھ پراکرتک شکتیاں آپ ہی آپ ان کی ایک خاص زبان بنا دیتی ہیں۔ اس لحاظ سے کبھی کبھی دس دس پانچ پانچ کوس میں بولی بدل جاتی ہے، لیکن تھوڑا بہت انتر ہوتے ہوئے بھی ان بولیوں میں کچھ سمانتا رہتی ہے، اور وہی سمانتا ایک ایسی بھاشا کے روپ میں سنگھٹت ہو جاتی ہے۔ جس میں ساہتیہ کی رچنا ہونے لگتی ہے۔ اور وہی سمے پاکر اس پرانت یا دیش کی قومی زبان بن جاتی ہے۔ آج بہار، سنیکت پردیش پنجاب، الموڑا، سی۔ پی، راج پوتانا آدی پرانتوں کی بولیوں میں کافی انتر ہوتے ہوئے بھی ہندی اپنی سارو بھومکتا (5) کے کارن ان پرانتوں کی مادھیم بنی ہوئی ہے۔ ہم اپنے خاص علاقے کے باہر والوں سے بات چیت یا پتر ویوہار کرنے میں ہندی کا ہی ویوہار کرتے ہیں۔ اگر اردو کو بھی ہندی میں ملا لیا جائے کیونکہ جہاں تک بولی کا سمبندھ ہے ان دونوں بھاشاؤں میں کوئی انتر نہیں۔ تو ہندی بولنے والوں کی سنکھیا پندرہ کروڑ سے کم نہیں ہے اور سمجھنے والوں کی

1۔ ایکی کرن۔ ایک ہونا 2۔ اُدگم۔ ماخذ، مرکز 3۔ جاگرتی۔ واقف کار 4۔ گوڑ۔ پیچیدہ
5۔ سارو بھومکتا۔ ہر جگہ موجودگی

سنکھیا تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ آشچر یہ ہے کہ ابھی تک وہ کیوں قومی زبان نہیں بن گئی۔ کچھ دن پہلے تک انیہ پرانتی بھاشا کے اپنے اُنت ساہتیہ کے بل پر یہ استھان لینے کا دعوا کرتی تھی، لیکن اُنو بھو نے اب یہ سدھ کر دیا ہے کہ ہندی ہی میں یہ چھمتا ہے کہ وہ قومی زبان بن سکے۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک ہم نے اس وِشے کی اُور دھیان نہیں دیا۔ دکشن بھارت میں ہندی پرچار کا کام زوروں سے ہو رہا ہے۔ اگر اور پرانتوں میں بھی پرچار کیا جا سکتا تو اب تک منزل ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی، لیکن اب تک ہماری کوشش پریکشاؤں تک ہی بند رہی۔ اس چھیتر میں جو سنستھائیں کام کر رہی ہیں، انھوں نے ساہتیہ نرمان کا کام ہاتھ میں لے لیا، جس میں انھیں بالکل سپھلتا نہیں ہوئی، کیونکہ وے ساہتیہ سنستھائیں نہیں بنایا کرتیں، یا پرانے کویوں کے گرنتھوں کے کھوجنے میں سمے اور شکتی کا دروپیوگ کیا، کیونکہ جس طرح کا ساہتیہ وہ قبروں سے نکال سکے، وہ آج کل کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا۔ ہندی اردو کا وِیرتھ (1) کا جھگڑا البتہ کھڑا کر دیا گیا۔ ضرورت تھی کہ جس طرح دکشن میں ہندی پرچار کا کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح انیہ پرانتوں میں بھی ہوتا ہے اور سب سے بڑی ضرورت اس بات کی تھی کہ ہمارا راشٹر بھاشا پریشد ہوتا، جس کی ہر ایک پرانت میں شاخیں ہوتیں۔ اس پریشد میں ہم پرتیک پرانت کے ساہتک مہارتھیوں کو نمنترت کر سکتے اور ساہتیہ کا نرمان بھی کر سکتے، اور ان کی صلاح اور سہیوگ سے راشٹر بھاشا کا پرچار ہی نہ بڑھاتے بلکہ راشٹر ساہتیہ کا نرمان بھی کر سکتے۔ راشٹر کے لیے راشٹر بھاشا جتنی ضروری ہے، اتنی ہی ضروری راشٹر ساہتیہ بھی ہے۔ اردو ساہتیہ سنسکرتی کا ایک پردھان انگ ہے۔ پہلے اس طرح کی پریشد کی ضرورت نہ سمجھی جا رہی ہو۔ لیکن آج لوگوں کو یہ خیال پیدا ہونے لگا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ آنے لگا ہے کہ جب تک ہم انیہ بھاشاؤں کے سریشٹھاؤں کو ہندی میں آنے کا نمنترن نہ دیں گے۔ اور ہمارے یہاں ایسے سمیلن نہ ہوں گے۔ جس میں سبھی بھاشاؤں کے لیکھک اور وِدوان اِکتر (2) ہوں اور اپنے اُنو بھو اور پرتبھا سے ایک دوسرے کو پربھاوِت کریں، ہم راشٹر کا نرمان نہ کر سکیں گے۔ ابھی تک ہمارے یہاں جو کچھ ہے وہ پرانتی ہے، اس پر راشٹر کی چھاپ نہیں ہے۔ اس عیب کو دور کرنے کے لیے ہمیں شیگھر ہی ایسا آیوجن کرنا ہوگا کہ بھارت کی ساہتیک پرتبھا کو ایکترت کر سکیں۔ ہمیں وشواس ہے کہ بھارت کے ساہتیہ کار خوشی سے ہم سے سہیوگ کریں گے، کیونکہ راشٹر بھاشا میں وہ اپنے وچار چھیتر کو کہیں زیادہ پھیلا سکیں گے۔ جب ہماری راشٹر بھاشا ہوگی، ہمارا راشٹر ساہتیہ ہوگا، تبھی اُنتر راشٹریہ بھاشاؤں کی مجلس میں ہمیں استھان مل سکے گا۔ مدراس کے دوئی ماسک پتر ''متروینی' میں ایک بنگالی وِدوان نے اس وِشے پر اپنے

1۔ وِیرتھ۔ بیکار، رائگاں 2۔ اِکتر۔ متحد، جمع

وِچاروں کو پرکٹ کرتے ہوئے کہا ہے۔

''پرانتی بھاشائیں اپنی اپنی وِشیش رچنا شیلی پر چلتی ہیں۔ اس میں کوئی ہانی بھی نہیں۔ لیکن ہم کبھی سچی راشٹر سنسکرتی نہ اتپن کرسکیں گے، جو پرانتی سنسکرتی سے بھِنّ ہو، جب ہمیں دیش کے چنے ہوئے ساہتک رچناؤں کی صلاح دائتو (1) اور پرکاشن نہ ملے۔ وہی لوگ کلا کے اونچے آدرش ہمارے سامنے رکھ سکتے ہیں''۔

مہاراجہ صاحب بڑودا نے اپنے بھاشن میں آدِی سے انت تک اسی بات پر زور دیا کہ ہندی کو کیوں اور کیسے راشٹر بھاشا بننا چاہیے۔ مہاراجہ صاحب نے ہندی کو اپنے راجیہ کی سرکاری بھاشا کا اَستھان دیا ہے، اس لیے ان کا کَتھن اور بھی مہتو رکھتا ہے۔ لیکن ہم آپ کے اس خیال سے سہمت نہیں ہیں کہ ہندی کیول سامانیہ بھاشا کے روپ میں ہی راشٹر بھاشا ہوسکتی ہے۔ وِدوان لیکھک اپنی پَرانتی بھاشا کو چھوڑ کر ہندی میں لکھنا نہ پسند کریں گے۔ لیکن جس میں لکھنے کی پرتبھا (2) ہے اس کے لیے بھاشا کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی ہے۔ ہندی جیسی سرل بھاشا کو اپنا لینا وِدوَانوں کے لیے کیول دِنوں کی بات ہے۔ جب انھیں ہندی دُوارا وستیرن (3) چھیتر ملے گا، تو وے پرانتی بھاشاؤں میں لکھنے پر بھی اپنی اچھی سے اچھی رچنائیں ہندی میں بھی کرلیں گے، جس طرح یورپ میں پرویش پانے کے لیے کسی رچنا کا انگریزی یا فرنچ میں آنا آوشیک ہے، اسی طرح بھارت کی جنتا کے سامنے آنے کے لیے تب ہندی میں لکھنا آوشیک ہوجائے گا، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیں کہ ساہتیہ کاروں کو اپنی بھاشا کا موہ ہندی میں نہ لکھنے دیں گے، تو بھی ان وِدوانوں کے سَتسَنگ (4) اور پَرامرش (5) سے لابھ تو اٹھایا ہی جاسکتا ہے۔ ایسے سمیلنوں سے پرتیکش (6) لابھ جتنا ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ اَپرتیکش لابھ ہوتا ہے، جس سے وِچاروں میں پرگتی آجاتی ہے، درشٹی کونٹر بدل جاتا ہے، اور ایسے سمبندھ پیدا ہوجاتے ہیں، جن کے سامنے پرانتی دُربھاوَنائیں آپ ہی آپ مٹ جاتی ہیں۔

شاید سنسار میں بھارت ہی ایک دیش ہے جس کی اپنی قومی زبان نہیں ہے۔ آج ایک بلوان کیندریہ شاسن کے سوا ہمیں ایکتا باندھنے والی کیا چیز ہے؟ دھرم میں شکتی نہیں، وہ چیز راشٹر بھاشا ہی ہوسکتی ہے۔

9 اپریل 1934ء

1۔ دائتو۔ فریضہ، ذمہ داری 2۔ پرتبھا۔ اقدار، صلاحیت 3۔ وستیرن۔ پھیلا ہوا 4۔ ستسنگ۔ صحبت
5۔ پَرامرش۔ وعدہ، عہد 6۔ پرتیکش۔ بہ نسبت

ہندی کا دعوا

کسی راشٹر کو بنانے کے لیے سنسکرتی کی سمانتا ضروری ہوتی ہے۔ بھاشا اور ساہتیہ سنسکرتی کا مکھیہ انگ ہے۔ جب تک ایک بھاشا اور ایک ساہتیہ نہ ہو، ایک راشٹر کی کلپنا نہیں کی جا سکتی۔ جب تک قوم میں اپنے وچاروں کے پھیلانے کی کوئی ایک بھاشا نہ ہو، وہ قوم نہیں کہلا سکتی۔ بھارت میں کئی سمّیلن پرانتیہ (1) بھاشاؤں کے ہوتے ہوئے ہم جو ہندی کو راشٹر بھاشا کا استھان دینا چاہتے ہیں، وہ اس لیے کہ وہ بھارت میں اَدِھک تر سمجھی جاتی ہے۔ اور کسی پرانت میں اس کو آسانی سے سکھایا جا سکتا ہے۔ بنگلہ بہت سمپن بھاشا ہے لیکن بنگال کے ماہر اسے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ یہی حال مراٹھی، گجراتی اور اَنیہ بھاشاؤں کا ہے۔ ہندی ہی ایک ایسی بھاشا ہے، جو سارے بھارت میں پھیلی ہوئی ہے۔ دَکشن میں بے شک اس کی پہنچ نہیں تھی، لیکن اب ہندی پرچار آندولن (2) نے وہاں بھی اس کے سمجھنے اور بولنے والے لاکھوں کی تعداد میں پیدا کر لیے ہیں۔ اس میں سندیہہ (3) نہیں کہ راشٹر بھاشا ہندی ہماری اس پرانتیہ ہندی کے روپ سے بہت کچھ بھنّ ہوگی۔ اس میں سبھی پرانتیہ بھاشاؤں کے شبد اور محاورے ملے ہوں گے اور وہ ہندی ویاکرن کے نیموں کو بھی کبھی کبھی توڑ دیا کرے گی۔ اس دشا میں اس کا روپ کچھ کچھ میرٹھ اور دلّی پرچلت (4) بھاشا سے ملتا ہوگا۔ اسے ہندی کہو یا اردو، اَنتر بولنے میں بہت کم، کیول لکھنے میں ہوگا۔ اس وِشے میں سہیوگی ارجن کہتا ہے۔

”اس کے وِشے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اردو اور ہندی بھاشا کے روپ لگ بھگ سمان ہیں، لپی کا بھید اوشیہ ہے، پرنتو لپی (5) کا نرنے (6) تو سیکھنے والے کی سہولیت سے ہی ہوگا۔ جو لپی بھارت کے ادھک تر پرانتوں میں آسانی سے سیکھی جا سکے گی، وہی راشٹر لِپی بن جائے گی۔ کچھ سمے کے لیے دونوں ہی لپیاں ساتھ ساتھ بھی رہ سکتی ہیں۔ یہی کارن ہے کہ ہندی کے حمایتی کبھی یہ مانگ پیش نہیں کرتے کہ کسی استھان سے اردو کو نِرواست (7) کر کے ہندی کو استھان دیا جائے۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جہاں بھی ہندی کو استھان نہیں ملا، وہاں اس کا مارگ کھول دیا جائے۔

23 اپریل 1934ء

1۔ پرانتیہ بھاشا۔ علاقائی زبان 2۔ آندولن۔ تحریک 3۔ سندیہہ۔ شک 4۔ پرچلت۔ رائج 5۔ لپی۔ رسم خط 6۔ نرنے۔ فیصلہ، تہیّہ 7۔ نرواست۔ نکال باہر، بے گھر

اُپ بھاشاؤں کا اُدّھار

ہمیں یہ دیکھ کر آشچر یہ بھی ہوا اور کھید بھی کہ کہیں کہیں پرانتوں کی اُپ بھاشاؤں (1) میں جان ڈالنے کا پریتن کیا جا رہا ہے۔ اودھی، برج بھاشا، بندیل کھنڈی اور بھوج پوری یہی پرایہ ہندی میں شامل سمجھی جاتی ہیں اور ان چاروں کے پاس اپنا اپنا ساہتیہ موجود ہے۔ اودھی اور برج بھاشاؤں کا تو کیا کہنا۔ ہندی ساہتیہ میں جو کچھ ہے وہ انھیں دونوں اُپ بھاشاؤں میں ہے۔ تو کیا یہ منشا ہے کہ بولیوں کو ساہتیہ کا روپ دیا جائے؟ بولیوں میں جو کچھ ساہتیہ ہے، وہ گرام گیتوں میں سُورَکشِت ہے اور گرام گیت ایکتر کرنے سے اگر ان بولیوں کی رکشا ہو سکتی ہے، تو ہم اس آندولن کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ خیال پھیلانا کہ بھوج پوری، ترہُتی اور پرانت کی ایک سوا ایک بولیوں کی ساہتیہ کی رچنا کی جائے اور اس کے پتر نکلیں، شکتی کے اَپ وَے (2) کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پندرہ کروڑ آدمی جس بھاشا کو بولتے، سمجھتے اور لکھتے ہیں، وہ تو ابھی ساہتیہ نہیں بنا سکی، اُپ بھاشائیں وہ چمتکار کیسے کر دکھائیں گی، جن کے بولنے اور سمجھنے والے لاکھوں ہی تک رہ جاتے ہیں۔

23 اپریل 1934ء

1۔ اُپ بھاشا۔ علاقائی بولیاں　　2۔ اَپ وے۔ خرچ، صرفہ

ہندی، اردو اور ہندستانی

اوپر دیے ہوئے نام سے پریاگ کی ہندستانی اکادمی نے سورگیہ پنڈت پدم سنگھ جی شرما کا یہ بھاشن پستک روپ میں پرکاشت کیا ہے، جو انھوں نے مارچ 23 میں اکادمی میں دیا تھا۔ شرما جی ہندی اور سنسکرت کے ہی نہیں، فارسی اور اردو کے بھی پرکانڈ (1) پنڈت تھے اور ان کا بھاشن جتنے کھوج اور پرشرم سے لکھا گیا ہے، اتنا ہی منورنجک بھی ہے۔ آپ نے پہلے بھاگ میں یہ دکھایا ہے کہ ہماری بھاشا کا پرانا نام ہندی تھا اور امیر خسرو کے وقت تک ''اردو'' کا پریوگ ہی نہ ہوا تھا۔ امیر خسرو نے، خالق باری، میں بار بار ہندی یا ہندوی، شبد کا پریوگ کیا ہے۔ کوی میر کے زمانے میں ریختہ شبد کا ویوہار شروع ہوا۔ اردو شبد کا ویوہار اٹھارہویں صدی سے پہلے کہیں نہیں پایا جاتا۔ شاید اس کا کارن یہ ہے کہ اس وقت ہندی میں فارسی اور عربی کے شبد اتنی کثرت سے نہ آئے تھے۔ اب فارسی اور عربی کے شبد کی خوب بھرمار ہوگئی، تو ہندی کے دو بھن بھن روپ ہو گئے اور اب تک وہی نام چلا آتا ہے۔ ہندستانی شبد کا ویوہار انگریزی راج کال میں شروع ہوا ہے اب یہ اس ملی جلی بھاشا کا پریائے ہے، (2) جو جن سادھارن کی بھاشا اور جس میں فارسی عربی کے وہ سبھی شبد دھڑلے سے پریکت ہوتے جاتے ہیں، جو عام طور پر بولے جاتے ہیں۔ اس کا سب سے نیا نام راشٹر بھاشا ہو گیا ہے۔

فارسی لپی کا پرچار تو اسی وقت سے ہو گیا جب مسلمانوں کا بھارت پر ادھیکار ہوا۔ شاہی فرمان پتر ویوہار آدی اور سارا عدالتی کام فارسی لپی میں ہوتا تھا۔ پڑھے لکھے ہندوؤں کو بھی فارسی سیکھنی پڑتی تھی اور جس طرح آج بھی انگریزی پڑھے لوگ بہودھا انگریزی میں ہی نجی پتر ویوہار کرتے ہیں، کیونکہ انگریزی لکھنا انھیں ہندی لکھنے سے آسان معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اس وقت بھی نج کے کاموں میں فارسی لپی کا ویوہار ہونے لگا۔

1۔ پرکانڈ۔ بڑا　　2۔پریائے۔بدل۔حاصل

اردو اور ہندی ویا کرن میں دھیرے دھیرے بھید بڑھتا جا رہا ہے۔ مولوی لوگ وِیا کرن کو فارسی کی طرف کھینچتے ہیں اور پنڈت ورند (1) سنسکرت کی اُور۔ شرما جی نے راجہ شیو پرساد اور مولوی عبدالحق کے لیکھوں سے پرَمان دے کر یہ دکھایا ہے کہ اردو ہندی کے وِیا کرن میں جو بھید ہے وہ ان دونوں کو الگ الگ راستوں پر چلنے کے لیے مجبور کر رہا ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں۔ ''ہمارے یہاں اب تک جو پستکیں بیا کرن کی پرچلت ہیں، ان میں عربی بیا کرن کا اَنوسرن (2) کیا گیا ہے۔ اردو خالص ہندی زبان ہے اس کا سمبندھ سیدھا آریہ بھاشاؤں سے ہے۔ اس کے وِرُودھ عربی بھاشا کا تعلق سیمٹک (3) بھاشاؤں کے پریوار سے ہے، اس لیے اردو کا وِیا کرن لکھنے میں عربی زبان کا اَنوکرن کسی طرح جائز نہیں، دونوں زبانوں کی وشیشتائیں پرتھک (4) پرتھک ہیں جو وِچارنے سے سپشٹ پرتیت ہو جائیں گی۔''

اس اُداہرن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان وِدوان ہندی اردو کے بیا کرن بھید کو کتنا دوشِت (5) سمجھتے ہیں اور کسی طرح اس بھید کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے مسلمان مولانا وحیدالدین سلیم کا کتھن بھی وِچار کرنے یُوگیہ ہے۔

''ہمارے بعض دوست اردو کے غیر آریائی ہونے کا ثبوت عجیب طرح دیتے ہیں۔ وہ اردو زبان کی کسی کتاب کو اٹھا کر اس میں تھوڑی سی عبارت کہیں سے انتخاب کر لیتے ہیں اور اس عبارت کے الفاظ گن کر بتاتے ہیں کہ دیکھو، اس میں عربی کے الفاظ بمقابلہ فارسی اور ہندی سے زیادہ ہیں۔''

مگر فرہنگ آصفیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری زبان میں ہندی کے الفاظ تمام زبانوں سے زیادہ ہیں۔ اور جو حضرات ہماری زبان کو کھینچ تان کر عربی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، وہ ایک ایسی غلطی کرتے ہیں کہ جس سے اس زبان کی پرکرتی (6) بگڑ جائے گی۔

لپی بھید آج کل ہماری ایک بڑی جٹل سمسیا ہے۔ اسے ہم نے دھارمک اور راجنیتک مہتو دے ڈالا ہے۔ یہ تو کچھ کچھ سمجھو جان پڑتا ہے کہ فارسی عربی کے اور سنسکرتی کے شبد کا ویوہار کم ہو جائے اور ہندستانی بھاشا عام طور پر ویوہار میں آنے لگے، لیکن لپی بھید کے مٹانے کی سمبھاؤنا دور بھوشیہ میں بھی نظر نہیں آتی۔ فارسی لپی میں اگر بھرامکتا (7) اور اَشدھتا (8) کا دوش ہے، تو ایک بڑا گُن بھی ہے اور وہ اس کی گتی (9) ہے۔ فارسی لپی ایک طرح شارٹ ہینڈ ہے اور اس میں سمے اور استھان کی بچت ہوتی ہے، اور ہمارے خیال میں اس کی یہ خوبی ہی اس کی رکشا کر رہی ہے۔ مگر سنسار میں جہاں کہیں سیمٹک بھاشاؤں کا ویوہار

1۔ ورند۔ ماہر، عالم 2۔ انوسرن۔ لاگو، رائج کرنا 3۔ سیمتک۔ عربی زبان کی بنیاد 4۔ پرتھک۔ الگ 5۔ دَوشِت۔ آلودہ 6۔ پرکرتی۔ ساخت، فطرت 7۔ بھرامکتا۔ تذبذب 8۔ اَشدھتا۔ غلطیاں 9۔ گتی۔ حرکت

ہے، وہاں ان کے سدھار کی یوجنا کی جارہی ہے۔ اردو میں بھی کئی وِدوانوں نے لپی کو سرل بنانے کی اُور دھیان دیا ہے اور وہ نئے نئے چنھ بنا کر ان سوروں کو لکھنا چاہتے ہیں، جن کے لیے فارسی لپی میں کوئی ورن (1) ہی نہیں، مگر یہ تدبیر شاید ہی کارگر ہو سکے۔ دکھن میں مالابار، مدراس، آندھرا، میسور، آدی پرانتوں کے مسلمان وہیں کی بھاشا کا ویوہار کرتے ہیں۔ سندھ، گجرات، مہاراشٹر تتھا بنگال۔ کے مسلمان بھی وہاں کی پرانتیہ لپی ہی کا ویوہار کرتے ہیں۔ بہار میں بھی سادھارن مسلمان کیتھی (2) لپی ہی کام میں لاتے ہیں۔ فارسی لپی کا ویوہار اُتر بھارت اور پنجاب کے مسلمان ہی کرتے ہیں۔ اگر ہمارے مدرسوں میں ہر ایک چھاتر کے لیے اردو اور ہندی دونوں ہی بھاشاؤں کا لکھنا پڑھنا دسویں درجے تک لازمی کر دیا جائے تو ہمارے خیال میں کچھ دنوں کے بعد شِکشِت سماج دونوں ہی لپیوں میں ابھیست (3) ہو جائے گا۔ اور اسے جو لپی ادھک پرشکرِت اور سُگم اور سُوبودھ (4) جان پڑے گی اس کا ویوہار کرے گا۔

اس پرشن پر دو مسلمان وِدوان کے وِچار دیے جا چکے ہیں۔ انیہ کئی وِدوانوں نے بھی کچھ اسی سے ملتی جلتی سمتیاں (5) لکھی ہیں، ان میں جو وِچار شیل ہیں، وہ اردو وِیاکرن شیلی، پنگل آدی بھید کو مٹانے کے پکش میں ہیں اور پرایہ سبھی چاہتے ہیں کہ اردو میں فارسی اور عربی کے شبد اتنی کثرت سے نہ لائے جائیں۔ ایک صاحب کا تو کتھن ہے کہ۔

''اردو پر اَدھیکار حاصل کرنے کے لیے صرف دلی یا لکھنؤ کی زبان کا اُنوکرن (6) کافی نہیں ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ عربی اور فارسی میں اوسط درجے کی لیاقت اور ہندی بھاشا کی اچھی یوگیہ تا پراپت کی جائے۔ اردو زبان کی بنیاد جیسا کہ معلوم ہے، ہندی بھاشا پر رکھی گئی ہے۔ اس کے کریا پد کارک چنہہ (7) اور سنکیا پد (8) ہندی سے لکھے گئے ہیں.......پس اردو زبان کا شاید جو ہندی بھاشا کو مطلق نہیں جانتا اور محض عربی فارسی کی گاڑی چلاتا ہے، وہ مانو اپنی گاڑی کو بے پہیوں کے ٹھکانے تک پہنچانا چاہتا ہے''۔

اسی سے ملتی جلتی رائے مولانا سلیم پانی پتی کی ہے۔ انھوں نے اردو زبان کو ترقی دینے اور صحیح معنوں میں ہندستانی بنانے کی ترکیب یہ بیان کی ہے'' کہ ہندو مذہب، ہندو دیو مالائی، ہندو اتہاس اور ہندو ساہتیہ کے درشٹانت (9) کا اضافہ کریں، تو اس سے ہمارے مذہب اور عقل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور نہ کوئی چیز ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ان چیزوں کے وزد پر ہم یقین کریں، بلکہ اس اضافے سے ہمیں نمن

1۔ ورن۔ طبقہ 2۔ کیھتی لپی۔ کیھتی رسم خط 3۔ ابھیست۔ مصروف، تجربہ، مشق 4۔ سُوبودھ۔ اچھی جانکاری
5۔ سمتیاں۔ عام رائے 6۔ انوکرن۔ قابل عمل، رائج کرنا 7۔ کریا پد کارک چنہہ۔ عملی علامت
8۔ سنکیا پد۔ اسم معرفہ 9۔ درشٹانت۔ آخری نشانہ، ہدف

لِکھت لابھ ہوں گے۔

(1) ہم بھنّ بھنّ پرکار کے وِچاروں کو پرکٹ کرنے میں زیادہ سمرتھ ہو جائیں گے۔

(2) یہ الزام ہم پر سے دور ہو جائے گا کہ ہم کیول دھارمِک گھرنا کے کارن ہندو ساہتیہ سے دور بھاگتے ہیں۔

(3) ہندو ہمارے ساہتیہ سے زیادہ پریچت ہو جائیں گے۔

(4) ہماری زبان صحیح معنوں میں ہندستانی زبان کہلانے یوگیہ ہوگی۔

(5) ہندو مسلمان کے ایکیہ کی بنیاد مضبوط ہوگی۔

آگے چل کر شرما جی نے ہندی کے پرتی پرانے مسلمانوں کے انوراگ 1 کا ورنن کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

اردو کے ہی نہیں، بلکہ پہلے فارسی کے بڑے بڑے مسلمان کویوں نے ہندی میں کویتا کی ہے۔ ہندوستانی یا کھڑی بولی کے آدم کوی امیر خسرو مانے جاتے ہیں۔ بعد کے بھی انیک مسلمان وِدوانوں نے، جن میں ملک جائسی، رحیم، مکھیہ ہیں، ہندی میں کویتا کی ہے۔ میر غلام علی آزاد ہندی کویتا کے اچھے پارکھی تھے۔ سید رحمت اللہ بھی اچھے کاوّیہ (2) مرمگیہ تھے۔ سید غلام نبی، رسلین، نے نایکا ورنن پر ایک پستک اردو رباعیوں میں لکھی ہے۔ رسلین کے اَتی رِکت مدھونایک رسکھان، ذوقی، جلیل، مبارک آدی نامی کوی ہوئے ہیں۔ اردو کے موجودہ شاعر حضرت حسرت موہانی نے بھی پوروی ہندی میں پد بنائے ہیں، جن کا ایک نمونہ یہ ہے۔

کہاں گئے موہی باوری بنائی کے؟
باوری بنائی کے جھلکیاں دکھائی کے، کہاں گئے
من موہن شیام نین لاگ۔
نِس دن سلگ رہی تن آگ
ورہ کی رین نپٹ اندھیاری
روت دھوت کٹت جاگ جاگ۔
پریم کا روگ لگائی کے حسرت،
راگ رنگ سب دنیہہ تیاگ

1۔ انوراگ۔ محبت، عبادت 2۔ کاوّیہ مرمگیہ۔ معنویت سے بھرپور شاعری کرنے والا

انت میں شرما جی نے ہندو مسلمان دونوں ہی سے اپیل کی ہے۔

ہندی اردو کا بھنڈار دونوں ذاتیوں کے پرِشرم کا پھل ہے۔ اپنی اپنی جگہ بھاشا کی ان دونوں شاکھاؤں کا وِشیش مہتو ہے۔ دونوں ہی کے ساہتیہ بھنڈار میں بہومولیہ رتن سنچت ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ہندی والے اردو ساہتیہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اردو والے ہندی کے خزانے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یدی دونوں پکش ایک دوسرے کے نکٹ پہنچ جائیں اور بھید بُدھی کو چھوڑ کر یدی بھائی بھائی کی طرح آپس میں مل جائیں تو وہ غلط فہمیاں اپنے آپ ہی دور ہو جائیں، جو ایک کو دوسرے سے دور کیے ہوئے ہیں۔ ایسا ہونا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ صرف مضبوط ارادے اور ہمت کی ضرورت ہے۔ بنا اِیکتا کے بھاشا اور جاتی کا کلیان نہیں۔

اپریل 1934

سرحدی صوبے میں ہندی اور گرومکھی کا بہشکار

نئے شاسن وِدھان میں کسی طرح کا سوراجیہ اور پراونسل اٹانومی (1) ملنے والی ہے۔ اس کا نمونہ ہماری سرکار نے دکھا دیا ہے کہ اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں کہ سبھیہ سنسار میں الپ مت والوں کے کچھ حق مان لیے گئے ہیں۔ اور ان میں بھاشا، دھرم اور سنسکرتی کی رکشا کا مکھیہ ستھان ہے، مگر سبھیہ سنسار سے اسے کیا مطلب؟ اسے تو سوراجیہ ملا ہے اور وہ ایک نئی نیتی نئے ودھان کا آوشکار کرے گی۔ اور دنیا کو دکھا دے گی کہ بہومت اپنے الپ مت والوں کے ساتھ کتنی اُدارتا کا برتاؤ کرتا ہے۔ اور اس لیے اسے کیوں نہ ڈومینین سٹیٹس ملے۔ ہمارا خیال ہے، اگر اَلپ مت اور بہومت میں اس طرح کے ویوہار کا سرکار کو وِشواس دلا دیا جائے، تو وہ ڈومینین (2) سٹیٹس نہیں، پورن سُوراجیہ (3) بھی بڑی خوشی سے دے دے گی۔

سرحدی صوبے کے شِکشا منتری مسلمان سجّن ہیں، جن کی نیتِکتا اور دکشتا کی ہم بہت پرشنسا سن چکے ہیں۔ سرکار کے شُبھ چنتکوں میں ان کا اونچا ستھان ہے۔ منسٹری کے لیے ابھی تک تو جس لیاقت کی سب سے زیادہ ضرورت سمجھی گئی ہے، وہ یہی ہے، اگر شِکشا وِبھاگ کے ڈائرکٹر کوئی یوروپین صاحب ہوتے تب تو منسٹر صاحب کے سر سے ساری ذمہ داری اٹھ جاتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بے چارا منسٹر محض کاٹھ کی پتلی ہے اور اس کی رسی دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اگر وہ ذرا بھی اپنی سجیوتا (4) کا پریچیہ دے تو اسے منسٹری کی گدی چھوڑنا پڑے اور ساہسی تو برلے ہی ہوتے ہیں، جو سدھانت کے لیے سوارتھ کا تیاگ کر سکیں، اس لیے اگر ڈائرکٹر کوئی انگریز سجّن ہوتے تو ہم منسٹر صاحب کو دیا کا پاتر سمجھ کر چپ ہو جاتے، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل شِکشا وِبھاگ کے ڈائرکٹر ایک مسلمان سجّن ہیں اور ہندی تتھا گرومکھی کے بہشکار کا سرکلر ان کی شبھ کیرتی (5) ہے تو یہی نہیں کہ منسٹر اس ذمے داری سے نہیں بچتے بلکہ ساری ذمہ داری انھیں پر آ جاتی ہے۔ یہ تو ہماری سمجھ میں خوب آتا ہے کہ ہندستانی منسٹر ایک یوروپین ڈائرکٹر کے

1۔ پرانسل اٹانومی۔ صوبائی اٹانومی 2۔ ڈومینین سٹیٹس۔ ترقی یافتہ ریاست 3۔ سُوراجیہ۔ اپنی حکومت، خودمختاری
4۔ سجیوتا۔ متحرک 5۔ شبھ کیرتی۔ اچھا کلام

سامنے چوں نہیں کرسکتا، اور چوں کرے تو اس کی خیریت نہیں، لیکن یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ہندوستانی منسٹر ہندستانی ڈائرکٹر کے سامنے بھی چوں نہیں کرسکتا؟ اپنی اچھا کے وِرُودھ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ بھشکار (1) دونوں سجنوں کے سنگیت (2) وِچار کا پھل ہے، مگر ذمے داری منسٹری صاحب کے سر ہے، کیونکہ وہ اس پد پر اس لیے ہیں کہ پرجا کے حقوق کی رکشا کریں، وشیش کر الپ مت کے۔ بہومت اپنی رکشا آپ کرسکتی ہے۔ مگر یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جو الپ مت کا رکشک سمجھا جاتا تھا، وہی اس کا بھکشک ہو رہا ہے، اور اس سے بھی زیادہ شوک اور لجّا کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ بھی مونّ (3) ہیں، جنھیں اس وِشے میں اَلپ مت کی اُور سے لڑنا چاہیے تھا۔ ہمارے مسلم لیڈروں میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے، ابھی تک کسی نے بھی اس اَنیائے پورن اَپمان جنک اراشٹریہ سنکیرن (4) نیتی کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ اس کا اَرتھ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ منسٹر صاحب نے جو نیتی پرچالت کی ہے اسے پسند کیا جارہا ہے، یا کم سے کم اسے اتنا مہتو نہیں دیا جاتا کہ اس پر نیائے پکش سے کچھ کہا یا لکھا جائے۔ مسلمانوں نے اَنیہ ذاتیوں پر صدیوں تک جس نشپکشتا اور نیائے کے ساتھ شاسن کیا، اس کا اِتہاس میں کوئی جواب نہیں ملتا۔ اور آج اسی جاتی کا ایک وِیکتی پرجا کے مانے ہوئے اَدھیکار چھینے لیتا ہے، اور اسی جاتی کے نیتا شانتی سے بیٹھے ہیں۔

اور یہ چنگاری اس وقت پھینکی گئی ہے، جب دویش وشواس (5) اور وِرُودھ کی بارود چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور دیش وِیاپی وِچھوٹ کا بھے ہے۔ ایک طرف تو یہ پریتن کیا جارہا ہے کہ ہندی اور اردو میں ایک رُوپتا (6) پیدا کر ان میں جو بھید ہے اس کو مٹا دیا جائے اور ان میں ایسا سمنویہ (7) کر دیا جائے کہ وے یتھارتھ میں دیش کی راشٹر بھاشا بن جائیں۔ دوسری اُور اس کھائی کو اور چوڑا کرنے کا پرتین کیا جارہا ہے، کیا ہم دوسرے پرانتوں کے مسلمان متروں سے یہ یاچنا (8) نہیں کرسکتے کہ دوسرے کے ساتھ وہی وِیوہار کرو، جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کریں، کہ سنہلے سِدھانت کے اَنوسار وہ اس اَوسر پر سرحدی صوبے کے اَلپ متوں کے حقوق کی حمایت کریں؟ گول میز سبھا میں مسلم اَلپ مت نے یہ بالکل جائز مانگ پیش کی تھی اور وہ ایک سور سے سویکار بھی کر لی گئی تھی کہ ان کا دھرم، بھاشا اور سنسکرتی کی رکشا، وِدھان کی مولک دھاراؤں دُوارا کر دی جائے، جس میں بہومت کی اُور سے انھیں کسی پرکار کا بھے نہ رہے۔ ایسے پرتیبندھ ہر ایک جن (9) ستاتمک وِدھان کے مکھیہ سِتمبھ ہیں، جو سبھیہ سنسار میں

1۔ بھشکار۔ مخالفت 2۔ سنگیت۔ ملا جلا مخلوط 3۔ مون۔ خاموشی 4۔ سنکیرن۔ چھوٹا، تنگ دل 5۔ دویش وشواس۔ دو ہونے پر یقین 6۔ ایک روپتا۔ ہم شکل ہونا 7۔ سمنویہ۔ ایکتا 8۔ یاچنا۔ منت کرنا 9۔ جن ستاتمک۔ جمہوریت

سرومانیہ سمجھے جاتے ہیں، مگر سرحدی صوبے میں وہی مسلم بہومت ہندو اور سکھ اَلپ مت کے سانسکرتک سوتوں پر دھاوا کر رہا ہے، کتنے آشچر یہ کی بات ہے۔ منورتیاں بدلتی رہتی ہیں یہ ہم مانتے ہیں، لیکن اتنی نہیں کہ اَلپ مت میں کچھ اور ہو اور بہومت میں بالکل اس کے وِرودھ۔ کیا سرحدی صوبے کے مسلم بہومت نے اس پکش پات پورن نیتی سے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ ہندوسبھا کو وہاں آئینی شاسن کی استھاپنا سے جو وِرودھ تھا وہ سروتھا سادھار تھا۔ اور جب اس دشا میں کہ اَدھیکار بہت ہی تھوڑے ملے ہیں، بہومت اتنی دست اندازی کر رہا ہے تو اس وقت الپ مت کی کیا گتی ہوگی، جب اَدھیکاروں کا چھیتر بڑھ جائے گا؟ دو سال پہلے ہندی کے حمایتوں نے پنجاب سرکار سے یہ بالکل جائز مطالبہ کیا تھا۔ پتروں پر ہندی میں پتے لکھے جانے کا جو نشیدھ ہے وہ اٹھالیا جائے اور ہندی پتر نشٹ نہ کیے جایا کریں، کیونکہ وہاں ہندوؤں کی ایک بڑی سنکھیا ہندی میں ہی پتر دیوہار کرتی ہے، تو اس پر چاروں طرف واویلا مچ گیا تھا کہ اردو کو مٹایا جا رہا ہے، اس کی جڑ کھودی جا رہی ہے۔ حالانکہ مطالبہ سروتھا (1) نِراپدنِر یہہ تھا۔ کچھ ہندی سرناموں سے اردو کے پرچار یا وکاس میں کوئی بادھا نہ پڑسکتی تھی۔ آج سارے دیش میں اردو سرنامے لکھے جانے لگیں، تو اس سے اردو کو کوئی بڑا فیض نہ پہنچ جائے گا اور نہ ہندی پتے لکھے جانے سے ہندی ہی مالال مالال ہوئی جاتی ہے۔ کیول ان ہندی پریمیوں کے مَنو بھاؤں کے آدر کا پرشن تھا۔ جو دُربھاگیہ وِش اردو نہیں پڑھ سکتے وہ مانگ ٹھکرا دی گئی، حالانکہ ہندی پریمیوں کی سنکھیا پنجاب میں بھی بیس فیصدی سے کم نہ ہوگی، لیکن وہی لوگ جنھوں نے ہندی کا یہاں وِرودھ کیا، یہ ہرگز نہ برداشت کریں گے، کہ دکشن بھارت میں مسلمانوں کی تعداد شاید دس فی صدی سے زیادہ نہ ہوگی، اردو سرنامے والے پتر پھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور برداشت کرنا بھی نہیں چاہیے۔ اردو کیول پرانتیہ بھاشا نہیں ہے مگر اسی طرح ہندی کیول پرانتیہ بھاشا نہیں ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی مٹایا نہیں جا سکتا، ان کی اُنتی پرتھک رہ کر بھی سہیوگ میں ہے۔ دونوں کو اپنے اپنے وِکاس اور پھیلاؤ اور سمپنتا (2) کا سمان اَوسر ملنا چاہیے۔ کیا اردو پریمیوں میں کلپنا کا اتنا اُبھاؤ ہے کہ وہ خود جس حق پر جان دیتے ہیں، وہی دوسروں سے چھین لینا چاہتے ہیں اور اس دکھ اور نراشا اور منستاپ (3) کی کلپنا نہیں کر سکتے، جو ایسی دَشا میں انھیں خود ہوتا ہے؟ یہ تو بالکل انگریزی رِیتی ہے کہ جو چیز انگلینڈ کے لیے سدھار سمجھی جائے، وہ ہندستان کے لیے وِش۔

ذرا اس اُدیشیہ پر وِچار کرنا چاہیے جسے پورا کرنے کے لیے اس نیتی کا آوشکار کیا گیا ہے۔ سرحدی صوبہ اپنے بالکوں اور بالیکاؤں کو پرانت کی وِیاپک بھاشا میں شکشا دینا چاہتا ہے، جس سے وہ ہندستان

1۔ سروتھا نِراپدنِر یہہ۔ بالکل کمزور 2۔ سمپنتا۔ خوش حالی 3۔ منستاپ۔ انسانی بے چینی

میں اپنا اُچت ستھان پراپت کرسکیں۔ اور اس کے لیے بھن بھن بھاشاؤں میں شکشا دینا اُہت کر ہے۔ سرحدی صوبے میں عام زبان اردو ہے، اس لیے سب کو اردو میں ہی شکشا ملنی چاہیے اور انگریزی کا تو پربھتو (1) ہے ہی، اگر ہر ایک پرانت اسی نیتی کا اُنوسرن کرنے لگے تو دیش میں ہاہا کار مچ جائے۔ ہندستان کے اکثر صوبوں میں اردو جاننے والوں کی سنکھیا نگنئے ہے پھر بھی اردو پڑھانے کا سبھی جگہ کافی انتظام ہے۔ اور ہونا چاہیے۔ بہار میں تو جہاں کہیں چھ لڑکے بھی اردو پڑھنے کے اِچھک ہوں، وہاں ان کے لیے شکشا کا پربندھ ہوسکتا ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ بعض حالتوں میں اَلپ مت کو بہومت میں ملا دینے کے لیے اور اس پرکار آپس کے بھید بھاؤ کی جڑ کاٹ ڈالنے کے وِچار سے جبراً ایسی نیتی کا آشریہ لینا پڑتا ہے، لیکن یہ اسی حالت میں ممکن ہے، جب اَلپ مت کے پاس اپنی کوئی بھاشا کوئی ساہتیہ یا سنسکرتی نہ ہو۔ سرحدی پرانتوں کے ہندو اس شَرینی میں نہیں آسکتے۔ ان کے پاس وہ سب کچھ کافی موجود ہے، جس سے ان کی پرتھک ساماجک ستامانی جانی چاہیے۔ کئی باتوں میں تو وہ بہومت سے بڑھے ہوئے ہیں۔ شکشا ہی کو لے لیجیے۔ صوبے بھر کے اکتیس میڈل اسکولوں میں انتیس ہندوؤں اور سکھوں کے پربندھ میں ہیں۔ ہندو لڑکیوں کی سنکھیا مسلم بالیکاؤں سے کہیں زیادہ ہے، مڈل کی پرکشا میں چھ سات اردو لڑکیوں کے مقابلے میں ہندو اور سکھ کنیاؤں کی سنکھیا ایک سو انسٹھ تھی۔ ہندو سرکار کو انکم ٹیکس بھی اپنی سنکھیا کے اَنوپات سے کہیں زیادہ ادا کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں انھیں بہومت میں ملا لینے کی کوئی کوشش بے کار ہے۔ اسی طرح جیسے ہندو بہومت مسلمانوں کو اپنے میں پچا لینا چاہیے، تو یہ اس کی حماقت ہوگی، یدَپی ہم وِشیش اَدھیکاروں کے پکش میں نہیں ہیں۔ لیکن جس نیتی پر آج کل بھارت چل رہا ہے اس لحاظ سے تو سرحدی صوبے کے ہندوؤں کو اور سکھوں کو وِشیش اَدھیکار ملنے چاہیے۔

ان ساری پرِستھیتیوں پر وِچار کر کے ہم اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس نئی نیتی کی پریرنا چاہے اور جن کارنوں سے ہوئی ہو، راشٹر ہت کی سدبھاؤنا (2) ان میں نہیں ہے۔ آرتھک درشٹی بے شک اس نیتی کے لیے ایک عذر پیش کیا جاسکتا ہے، مگر جب تک سرحد کی ہندی جنتا صوبے کا وِششٹ (3) انگ ہے تو اس کے سوتوں کو کسی آرتھک نیتی پر ہوم نہیں کیا جانا چاہیے یہ کہنا کہ یہ قدم نیک نیت سے اٹھایا گیا ہے کسی کو دھوکے میں نہیں ڈال سکتا۔

ہماری دشا کتنے اُپہاس (4) کتنی لجّا اور کتنی دیا کے یوگیہ ہے۔ ہم تھوڑا سا اَدھیکار پا کر بھی اس کا

1۔ پربھتو۔ بول بالا، شہرت، سبقت 2۔ سدبھاونا۔ خوش فکری 3۔ وششٹ۔ خاص 4۔ اُپہاس۔ مضحکہ خیز

سد یوگ نہیں کر سکتے۔ وہی ہم جو دوسروں کے پیروں کے نیچے پڑے سسک رہے ہیں۔ اپنی تنگ دلی اور اپنی دور درشتا سے ان لوگوں کو کچلنے سے باز نہیں آتے، جن پر ہمارا قابو ہے، جب تک ہم اس منورتی سے اپنے کو مکت نہ کر لیں گے اور ہم میں ایک دوسرے کے پرتی سد بھاؤنا نہ جائے گی، ہمیں چاہے سوراجیہ ملے، چاہے سورگ، ہمیں غلامی سے نجات نہ ملے گی۔ ہمارے بھاگیہ کے ودھاتا ہماری اس نوچ کھسوٹ پر جتنے خوش ہوں اور اچھلیں اور کودیں اور شادیانے بجائیں وہ کم ہے۔ کاش، ہم ان کا وہ سن بھاشن سن سکتے، جو پیالوں کے دور کے ساتھ کلب میں ہماری ان کرتیوں پر ہوتے ہیں۔ کیا ہم آشا کریں کہ سرحد کا شکشا وبھاگ اپنی غلطی تسلیم کرے گا، جو مہاتما کا سب سے بڑا اپمان ہے اور اس پالیسی کو زمین کے اندر دفن کر دے گا۔ مسلم نیتاؤں سے بھی ہماری یہی پرارتھنا ہے کہ وے اپنے پربھاؤ اور اپنی اُدارتا اور راشٹر ہت کامنا سے کام لے کر قوم کو اس اَنرتھ سے بچائیں۔

دسمبر 1935ء

ہندستان کی قومی زبان

کانپور کے سہیوگی ،زمانہ، میں مسٹرسلیم جعفر نے اُکت وِشے پر ایک ساہس پورن لیکھ لکھتے ہوئے اَنت میں کہا ہے۔

''اگر ایک زبان کا پیدا کرنا ضروری ہے تو اور نہیں تو ہندو اور مسلمان اسی پر رضامند ہو جائیں کہ دونوں اپنے اپنے بچوں کو ہندی اور اردو دونوں زبانیں مدرسوں میں پڑھوائیں گے ،اور جومہتو آج انگریزی کو حاصل ہے، اس کی جڑ کاٹ دیں گے، دفتروں کی زبان بدلوادیں گے، عدالتوں میں فیصلے ملکی زبانوں میں لکھے جائیں گے اور وکیل ملکی زبانوں میں بحث کریں گے، کیونکہ ان باتوں کے بغیر انگریزی کے پربھتو (1) پر آنچ نہیں آسکتی۔

ہندو تو آج بھی لاکھوں کی سنکھیا میں اردو پڑھتے ہیں، لکھتے ہیں اور اس کو اپنی ماتر بھاشا سمجھتے ہیں، مسلمانوں نے شروع میں ہندی کو اپنایا تھا، مگر وہ ہندی کا اکشر دیکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔کیا ہمارے مسلمان دوست اس بات پر راضی ہوں گے کہ ہندی ہائی اسکول تک لازمی قرار دے دی جائے۔ ہمارا یقین ہے ہندوؤں کو ہائی اسکول تک اردو کے لازمی بنائے جانے میں اعتراض نہ ہوگا۔اگر دونوں زبانیں ہائی اسکول تک لازمی ہو جائیں تو دونوں زبانوں کا وِکاس اس ڈھنگ سے ہوگا کہ وہ دن دن ایک دوسرے کے سَمیپ (2) آتی جائیں گی اور ایک دن دونوں بھاشائیں ایک ہو جائیں گی۔اگر مسلمان اسے منظور کرلیں تو ملکی زبان بھی یہی ہو جائے گی، فیصلے بھی اسی زبان میں لکھے جائیں گے اور وکیل بھی اسی زبان میں بحث کریں گے، جب تک دونوں بھاشاؤں کو سَمیپ نہ لایا جائے گا، انگریزی کا پربھتو بنا رہے گا۔د

ستمبر 1935

1۔پربھتو۔سبقت، شہرت، مقبولیت 2۔سمیپ۔نزدیک

ہندوستانی اکادمی کا سالانہ جلسہ

ہندستانی اکادمی پریاگ کا سالانہ جلسہ جنوری کے پہلے سپتاہ میں ہونا نشچت ہوا ہے۔اس اُوسر پر پرانت کے سولیکھک (1) اور وِدوان اِیکتر ہوکر ساہتیہ اور سنسکرتی کے اَنیک وِشوؤں پر وِشواس کریں گے اور لیکھ پڑھیں گے۔ اکادمی نے اب کی اردو وِبھاگ کی صدارت کے لیے دکشن کے دیوورِدھ (2) اَنوبھوی اور کرم یوگی مولانا عبدالحق کو نمنترت (3) کیا ہے۔ ہندی وِبھاگ کے سبھاپتی مانیہ ڈاکٹر گنگا ناتھ جھا ہوں گے۔ بہار کے یشوی لیکھک، راج نتی وِشارد (4) اور وَکتا شری (5) سچد انند سنگھ جلسے کے سبھاپتی چنے گئے ہیں۔ اس طرح اکادمی نے اپنی اَنتر پرانتیتا کا پریچیہ دے دیا ہے۔ ہمارے دیش میں ساہتیہ کی پرانتیہ سنستھائیں تو اَنیک ہیں، پر ابھی تک ایسی کوئی سنستھا نہیں ہے، جو انتر پرانتیہ ساہتیہ سرشٹاؤں کو نمنترت کر کے آدان پردان کا سمبندھ پیدا کرے۔ ہندستانی بھاشا بھارت ورش کی عام بھاشا ہے، اور ہم اکادمی سے شونیہ اَنورودھ کرتے ہیں کہ وہ اس اوسر پر اَنیہ پرانتوں کے ساہتیہ سویوں کو بھی نمنترت کیا کرے۔ اس سے یہی نہیں کہ اکادمی کا یہ اُتسو زیادہ آکرشک ہوجائے گا بلکہ ہندستانی بھاشا اور ساہتیہ کو پرگتی ملے گی، ہندستانی بھاشا کا پربھاؤ بڑھے گا، ہمارا ساہتک دِرشٹی کون پھیلے گا اور ہماری اَنوبھوتیوں کا بھنڈار سمپن ہوگا۔ ساہتیہ کے ایسے کتنے ہی پرشن ہیں جن پر ابھی تک ہم نے کیول وِیکتی گت روپ سے وچار کیا ہے۔ ان پر پرسپر (6) کے سنبھاشنوں سے پرکاش پڑے گا اور ہم اپنی بھرانیتوں (7) کا سدھار اور اپنی دھارناؤں (8) کی پُشٹی کر سکیں گے۔

دسمبر 1935

1۔سُولیکھک۔اچھے قلم کار 2۔دیوورِدھ انوبھوی۔ہرفن مولا 3۔نمنترت۔مدعو 4۔وشارد۔سند ایک طرح کی 5۔وکتا۔مقرر 6۔پرسپر۔لگاتار 7۔بھرانیتوں۔تزلزل انتشار 8۔دھارناؤں۔سوچوں، تفکرات

راشٹر لپی

راشٹر لپی سمیتی کی سوچنائیں سمے سمے پر پتروں میں چھپتی رہتی ہیں اوران سے پاٹھکوں کو اس کی پرگتی کی جانکاری ہوتی رہتی ہے۔'ہنس' کے پچھلے انک میں ہم نے شری کا کا کالیلکر کا اس وِشے پر ایک رچناتمک لیکھ بھی پرکاشت کیا تھا، دسمبر کی مادھوری میں اسی وِشے پر شری ونکٹ راؤ نے ایک مہتو پورن لیکھ چھپوایا ہے، جس میں انھوں نے یہ دکھایا ہے کہ ناگری لپی میں تھوڑے بہت پری ورتن کردینے سے سوراشٹر لپی کا اُدیشیہ پورا نہ ہوگا۔اس کے لیے تو ایک سروتھا(1) نئی لپی کی ضرورت ہے، جو کم سے کم سمے میں سیکھی، لکھی اور چھپی جا سکے، انھوں نے ناگری لپی کی جگہ ایک نئی لپی کا آوشکار بھی کیا ہے اور کوئی نئی لپی کا سویکار کرنے کے وِرودھ جو یُکتیاں(2) دی جاسکتی ہیں، ان کا جواب بھی دیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ونکٹ راؤ جی کا یہ اُدھوگ تعریف کے لائق ہے، لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ناگری لپی میں تھوڑے ہی پھیر پھار سے وہ بنگلہ، گجراتی، اڑیا، گرومکھی آدی لپیوں کے نکٹ آجاتی ہے۔اوران پرانتوں میں اگر چھ سات فی صدی آبادی بھی ساکشر مان لی جائے تو بھی لگ بھگ دو کروڑ آدمیوں کا پرشن آجاتا ہے۔جنھیں نئی لپی سیکھنی پڑے گی۔چونکہ تمل تیلگو آدی کا ادگم(3) بھی براہمی لپی ہے، اس لیے ناگری کو ہم براہمی لپی کے جتنا ہی سمیپ لے جائیں اتنی ہی بھارتیہ لپیوں میں نکٹتا آجائے گی۔اس وشے میں کچھ پرچار اور پروپیگنڈہ ہو بھی چکا ہے۔اور لپی سدھار سمیتی کی کوششوں سے اس میں جو کچائیاں تھیں ان کے دور ہوجانے کی بھی آشا ہے۔ایسی دشا میں ہم تو کسی نئے آوشکار کا سمرتھن نہیں کر سکتے۔ہمیں تو سمپورن راشٹر کو اپنے ساتھ لے چلنا ہے۔لپی سدھار سمیتی نے سنیکت اکشروں(4) کے لیے کچھ نئی وِیوَستھا کر کے چھاپے کی کٹھنائیاں بھی دور کرنے کی چیشٹا کی ہے، اور شری ہری جی گوول سے ہمیں یہ جان کر ہرش ہوا کہ وہ جو نئے ٹائپ بنوا رہے ہیں ان کی سنکھیا موجودہ پانچ سو کی جگہ ڈیڑھ سو سے زیادہ نہ ہوگی۔چھاپے میں کتنی سووِدھا ہوجائے گی اس کے ساتھ ہی ان نئے پری ورتنوں کے لیے کسی شکشا کی ضرورت نہیں۔تھوڑے سے اُبھیاس سے ہماری آنکھیں ان کے نئے روپ سے ابھیست(5) ہوجائیں گی۔

جنوری 1936ء

1۔سروتھا۔پہلے پہل 2۔یکتیاں۔مثالیں 3۔ادگم۔ماخذ،مرکز 4۔سنیکت اکشروں۔مرکب حروف
5۔ابھیست۔مصروف،متعارف،آشنا،تجربہ

ہندستانی اکادمی کا وارشک سمّیلن

چار سال کے بعد اب کی بارہ، تیرہ، چودہ، جنوری کو ہندوستانی اکادمی الٰہ آباد نے پھر اپنا سالانہ جلسہ کیا۔ اس کے سبھا پتی بہار کے پرسِدھ نیتا ساہتکار اور ہندستان ''ریویو'' کے یشسوی (1) سمپادک شری سچد انند سنگھ تھے۔ ساہتہ کاروں کا اچھا سمّیلن تھا۔ انھیں اردو اور ہندی دو وِبھاگوں میں کر دیا گیا تھا۔ اردو وِبھاگ کے صدر مولانا عبدالحق صاحب تھے اور ہندی وِبھاگ کے صدر ڈاکٹر گنگا ناتھ جھا تھے۔ دونوں وِبھاگوں میں کئی اچھے اچھے وِدوتا (2) اور گویشنا (3) اور کھوج سے بھرے ہوئے لیکھ پڑھے گئے، مگر دونوں سمّیلنوں کے الگ الگ ہونے کے کارن شُروتاؤں کو سارے نبندھوں (4) کو سننے کا اوسر نہ ملا۔ نمسترت سجنوں کے ایک جگہ رہنے کا کوئی انتظام ہوسکتا تو آپس میں وِچار وِنمیہ کے اوسر ملتے اور اس سمیلن کی اُپیوگتا کہیں زیادہ بڑھ جاتی۔ نہیں، سندھیا ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے ڈیروں کی راہ لیتے تھے۔ اور دوسرے دن پھر اسی وقت آتے تھے جب جلسہ شروع ہونے والا ہوتا تھا۔ اردو اور ہندی وِبھاگ کو الگ الگ کر دینے سے ایک اور ہانی یہ ہوئی کہ اردو اور ہندی کے بیچ میں جو دیوار کھڑی ہوتی جارہی ہے، وہ اور بھی اونچی ہوگئی۔ اگر دونوں سموداے مل نہیں سکتے تو نہ ملیں، اپنی ڈفلی الگ بجانا چاہتے ہیں، تو بجاتے جائیں، لیکن کیا اس میں بھی کوئی برائی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی سن بھی نہیں سکتے۔ اگر نبندھوں کی چنی ہوئی سنکھیا سمّیلت روپ سے پڑھی جاتی، تو پرتھکتا کا بھاؤ تو کچھ نہ کچھ کم ہو ہی جاتا۔ ہمیں تو ان سارے نبندھوں میں مولانا عبدالحق صاحب کا خطبہ ہی سب سے زیادہ وچار پورن جان پڑا۔ ان کے بھاشن میں زور تھا، سپھورتی (5) تھی اور یقین پیدا کرنے والی شکتی تھی۔ آپ نے بہت ٹھیک کہا کہ ابھی تک ساہتیہ اور بھاشا کی اُنتی کے لیے کتنے پریاس کیے گیے، اور کئے جارہے ہیں، ان میں کوئی سامنجس (6) نہیں ہے۔

1۔ یشسوی۔ ماہر، قابل، قدرت والا 2۔ وِدوتا۔ جانکاری، معلوم افزا 3۔ گویشنا۔ جستجو سے بھرا، تحقیق شدہ
4۔ نبندھ۔ مضمون، انشائیہ 5۔ سپھورتی۔ تیزی 6۔ سامنجس۔ ملا ہوا

ہر ایک اپنے اپنے ڈھنگ سے اپنا اپنا کام کرتا ہے، دوسرے کی انوبھوتیوں اور غلطیوں سے لابھ اٹھانے کی چیشٹا نہیں کی جاتی، جو کام ایک کرتا ہے وہی کام دوسرا کرتا ہے۔ اور اس طرح بہت ساری پری شرم اور دھن وِیرتھ ہو جاتا ہے۔

سبھا پتی مہودے نے اکادمی کے کیے ہوئے کاموں پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے یہ اِچھا پرکٹ کی کہ ایسے سمیلن پرتی ورش ہونا چاہیے۔ اور اس میں بھارت کے انیہ بھاشاؤں کے وِدوانوں کو بھی نمنترت کرنا چاہیے آپ نے ہندی اردو وِواد پر پرکاش ڈالا اور دونوں بہنوں کو سمیپ آنے اور گلے مل جانے کا انورودھ کیا۔ آپ کے شبد یہ ہیں۔

آنریبل رائے راجیشور بلی نے سر ولیم میرس (گورنر سنیکت پرانت) کو ہندستانی اکادمی کو قائم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے اپنے بھاشن میں کہا تھا کہ اکادمی ایک ایسی زبان کو ترقی دینے کی کوشش کرے گی، جسے پڑھے لکھے لوگوں کے علاوہ سب سمجھ سکیں گے۔ مجھے اس درِشٹکون سے پوری سہانوبھوتی ہے۔

سر ولیم میرس نے شکشا منتری کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ ہر ہندی لکھنے والے کا اُدیشیہ یہ ہونا چاہیے کہ مانو وہ مسلمانوں کے پڑھنے کے لیے لکھ رہا ہے، اور اسی طرح ہر اردو لکھنے والے کو یہ خیال رکھنا چاہیے، مانو وہ ہندوؤں کے پڑھنے کے لیے لکھ رہا ہے۔

اُتر بھارت میں یہ وشے ساہتیہ اور بھاشا دونوں ہی اعتبار سے بہت مہتو پورن ہے اور سبھا پتی نے اپنے بھاشن میں اسی سمسیا کو حل کرنے کی چیشٹا کی، لیکن پارتھکیہ وادِیوں (1) کو ان کا یہ پریتن کچھ رُچی کر نہ لگا اور جلسہ سماپت ہو جانے کے بعد پتروں میں پرتھکتا کے سمرتھن میں بار بار لیکھ لکھے جا رہے ہیں اور یہ سدھ کیا جا رہا ہے کہ اردو اور ہندی اب الگ الگ راستے پر چل کر ایک دوسرے سے اتنی دور نکل گئی ہیں کہ ان کا سمیپ آنا اَسمبھو ہے۔ اور یہ کہ ان کو ملانے کی کوشش دونوں ہی بھاشاؤں کو مٹیا میٹ کر دے گی۔ ایکتا وادیوں کو بار بار چنوتی دی جا رہی ہے کہ وہ کوئی ایسی رچنا کر کے دکھا دیں، جس میں اِیکتا کا آدرش نبھایا گیا ہو اور وہ قصے کہانی کی پستک نہ ہو، بلکہ کوئی اِتہاسک یا وِگیانک یا دارشنک (2) یا آلوچناتمک (3) کیرتی (4) ہو۔ ہم اپنے پرتھکتا وادی بھائیوں سے بڑے ادب کے ساتھ پوچھیں گے کہ اگر ایسی کوئی زبان موجود ہوتی تو اس سنستھا کی ضرورت ہی کیوں پڑتی۔ شری سچیدانند سنگھ نے جن

1۔ پارتھیہ وادی۔ تنہائی پسند 2۔ دارشنک۔ دانشور 3۔ آلوچناتمک۔ تنقیدی 4۔ کیرتی۔ کلام، تخلیق

بھاشنوں کا حوالہ دیا ہے۔ انھیں بھاشنوں سے اب یہ بات کھوج نکالی گئی ہے کہ اکیڈمی کے سنستھا پکوں کی منشا کوئی نئی بھاشا نرمان کرنا نہیں، بلکہ اردو اور ہندی کو پرتھک پرتھک ترقی دینا تھا۔ اور اس سنستھا کا نام، ہندوستانی اکاڈمی، کیول اس لیے رکھ دیا گیا تھا کہ اردو ہندی اکاڈمی کچھ سننے یا لکھنے میں بھلا نہ لگتا تھا۔ ہمارے متروں نے جس پرشرم سے یہ کھوج کی ہے اس کے لیے وہ بدھائی کے پاتر ہیں، لیکن سر ولیم میرس آنریبل راجیشور بلی کے ان بھاؤں میں جو ان کے من میں تھے، ہندستانی اکادمی کے وِشے میں کسی طرح کی دُوِدَھا نہیں معلوم ہوتی۔ وہ دونوں بھاشاؤں کی اس پرگتی سے اَسنتشٹ تھے، اور اس کا سدھار کرنے کے لیے ہی اکادمی کی ستھاپنا ہوئی تھی۔ اردو اور ہندی کو پرتھک پرتھک اپنے راستے پر چلانے کے لیے کسی طرح کے سرکاری سہارے کی ضرورت نہ تھی، دونوں بھاشائیں اس کی مدد کے بغیر اُنتی کر رہی ہیں۔

مگر ہم پوچھتے ہیں، اگر سر ولیم میرس اور رائے راجیشور بلی نے اردو ہندی کو پرتھک رکھنے ہی کے لیے اکادمی کی۔ ستھاپنا کی، تو اب ہمارا کرتویہ کیا ہے؟ پرتھکتا کو بڑھانا یا گھٹانا؟ اگر بڑھانے کا نشچیہ کر لیا جائے تو وہ ساہتیہ اور راشٹر دونوں ہی کے لیے اَہت کر ہوگا۔ ہمارا آدرش پرتھکتا نہیں، اِیکتا ہونا چاہیے۔ اسے مان کر ہمیں آگے اپنے کرتویہ کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور ملانے کی سب سے پر اثر تدبیر یہ ہے کہ ورنا کیولر فائنل اور ہائی اسکول پرکشا تک اردو اور ہندی دونوں لازمی وِشے بنا دیے جائیں، تب آنے والی پیڑھی جس بھاؤ یا وچار کو ویکت کرنے کے لیے جو شبد اُپیوکت سمجھے گی، اس کا ویوہار کرے گی۔ اور ایسے تو ہزاروں شبد ہیں جن کا آج بھی ہم وِیوہار کر سکتے ہیں، پر بھاشا چاتُری (1) دکھانے کی ہوس ہمیں ان شبدوں کا ویوہار نہیں کرنے دیتی۔ ڈاکٹر تاراچند نے ہندستانی میں جو بھاشن دیا تھا، اس پر بعض لوگوں نے خوب قہقہے مارے تھے، لیکن کاش انھیں کسی ایسے پبلک جلسے میں بولنے کا اوسر ملتا، جس میں ان پڑھ یا کم پڑھ ہندو مسلمان دونوں ہی ہوتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ وہی جنتا کی بھاشا ہے۔

فروری 1936ء

1۔ بھاشا چاتُری۔ زبان کی چالاکی، مہارت

دلی میں ہندستانی سبھا

ہندوستان میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ آٹھ مارچ کو دہلی کی جامعہ ملیہ میں دہلی کے اردو اور ہندی کے ادیبوں اور ساہتیہ کاروں نے مل کر ایک ہندستانی سبھا کی بنیاد ڈالی، جس کا اُدیشیہ یہ ہوگا کہ وہ دونوں ساہتیوں کو ایک دوسرے کے سمیپ (1) لائے، ان کے ادیبوں میں محبت، ہمدردی، اور اِیکتا پیدا کرے، انھیں ایک دوسرے کے وچاروں اور بھاؤں کو جاننے اور سمجھنے کا موقع دے اور ہندستانی بھاشا کے وِکاس کا آیوجن کرے۔ ایک سمے تھا جب علم اور فن کی اتنی اُنتی اور راج نیتی میں اتنی جاگرتی نہ ہونے پر بھی آپس میں بہت کچھ محبت تھی اور ساہتیہ کے چھیتر میں تو کوئی بھید ہی نہیں تھا۔ مگر زمانے نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ ہندی ہندوؤں کی زبان ہوگئی اور اردو مسلمانوں کی۔ ہندوؤں نے اردو سے منھ موڑنا شروع کیا، مسلمانوں نے ہندی سے۔ الگ الگ دو کیمپ ہوگئے اور دونوں زبانیں اور ساہتیہ راجنیتی کے چکر میں پڑ گئیں۔ آپس میں من موٹاؤ بڑھنے لگا۔ ہندی پرچار کی کوئی کوشش اردو دائرے میں سندیہہ (2) کی آنکھوں سے دیکھی جانے لگی، اردو پرچار کی ہندی دائرے میں۔ حالانکہ ادب کا راجنیتی سے کوئی سمبندھ نہیں، اس کا وِشے تو انسان ہے اور چاہے اپنے ماتھے پر کوئی لیبل لگائے، وہ انسان ہی ہے۔ مگر یہ راج نیتی کا یگ ہے اور کوئی اُدیوگ ایسا نہیں جس پر راج نیتی سنکیرتا (3) کا رنگ نہ چڑھایا جاسکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندی کے بھگت اردو سے کورے ہیں، اور اردو کے بھگت ہندی سے۔ اردو میں جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ اردو پاٹھکوں کو سامنے رکھ، ہندی میں جو کچھ لکھا جاتا ہے ہندی پاٹھکوں کو سامنے رکھ، ہندی لیکھک کیوں یہ سمجھیں کہ اس کے پاٹھکوں میں اردو جاننے والے بھی ہیں، جب وہ جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اردو

1۔ سمیپ۔ قریب 2۔ سندیہہ۔ شک 3۔ سنکیرتا۔ چھوٹی ذہنیت

لیکھک اتنا آزاد نہیں ہے، کیونکہ اب بھی پچھلی پیڑھی کے کچھ لوگ باقی ہیں جنھیں اردو اور ہندی دونوں سے ایک سا پریم ہے، کیونکہ وہ انھیں ایک ہی زبان کے دو روپ سمجھتے ہیں، پھر بھی ایسے لوگ تعداد اتنی کم ہیں کہ ادب اور زبان کی پرگتی (1) میں ان کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح دونوں زبانیں الگ ہوتی جاتی رہی ہیں اور جن سے ہم اپنی زبان میں بے تکلف بات چیت نہ کر سکیں، ان سے دل کیوں کر ملے گا۔ ہندی اور اردو ساہتیہ بد قسمتی سے ایسے زمانے سے گزرے، جب ساہتیہ نے عام زندگی سے ناطہ توڑ سا لیا تھا اور ان کی ساری طاقت ورہ (2) اور ولاپ (3) کے دُکھڑے رونے میں کٹتی تھی یا بہت ہوا تو شراب کی تعریف کی اور دنیا کی انتیتا (4) پر فلاسفی بگھاری، لیکن دنیا میں جو ساہتیہ جیتے جاگتے ہیں، انھوں نے قوم کی تاریخ بنائی ہیں، اس کی سنسکرتی بنائی ہے۔ ادیب ہی قوم کا پتھ پردرشک (5) ہوتا ہے۔ اس کا دل پریم کی جیوتی سے بھرا ہوتا ہے۔ اس میں تعصب اور تنگ خیالی کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔ آج یودھ واد سے لڑنے والے لوگ ہیں، یہی ادیب ایسی کون سی کرانتی ہے جس کا بیجاروپن (6) ادیبوں نے نہ کیا ہو۔ اس سے کیسے انکار ہوسکتا ہے کہ قوم کا ایکی کرن اس کی سنسکرتی کا ایکی کرن ہے اور یہ اُدیشیہ آپس کی دوستی، وِچار ونمیہ سہ ہردیتا سے ہی پورا ہوسکتا ہے۔ بھاشا کے ایکی کرن کا بھی اس کے سوا دوسرا کوئی سادھن نہیں، بول چال کی بھاشا گلیوں اور بازاروں میں بنتی ہے، مگر ساہتیہ اور سنسکرتی کی بھاشا تو وِدوانوں کے سماج کے سامنے پڑھے گا، جس میں ہندی کے لیکھک بھی شریک ہیں، تو وہ ایسی بھاشا لکھنے کی کوشش کرے گا جو ہندی والوں کی سمجھ میں آئے۔ اسی طرح ہندی کا لیکھک اردو کے ادیبوں کی منڈلی میں اپنی بھاشا کو سو بودھ رکھنے پر مجبور ہوگا۔ اور اگر ہماری انیہ یوجناؤں کی طرح اس سبھا کا بھی شیتھلیہ (7) کے ہاتھوں انت نہ ہوگیا، تو کچھ دنوں میں ہم آشا کر سکتے ہیں کہ جیسے دلی میں ہندی اور اردو دونوں ہی کا جنم ہوا، اسی طرح ہندوستانی بھاشا اور شیلی کا وِکاس بھی دلی ہی میں ہوگا۔

1۔ پرگتی۔ ترقی　2۔ ورہ۔ درد　3۔ ولاپ۔ رنج　4۔ انتیتا۔ فانی ہونا

5۔ پردرشک۔ ناظر، تماشائی 6۔ بیجاروپن۔ بیج بونا

ابھی تک ہندستانی کے حمایتوں کے راستے میں جو سب سے بڑی مشکل ہے، وہ یہ ہے کہ وہ خود کوئی علمی چیز اس بھاشا میں نہیں لکھ سکتے۔ اگر ہندستانی سبھا کوئی چھوٹی موٹی پتریکا بھی ہندستانی بھاشا میں نکالنے کا پربندھ کر سکے تو وہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور ان لوگوں کو جو ہندستانی کے سمرتھک تو ہیں، پر ہنسی کے خوف سے اس کا ویوہار نہیں کرتے، کیونکہ ابھی ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے، بڑا پروتساہن ملے گا۔ ہم سبھا کے منتروں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے جلسوں کی سوچنائیں اخباروں میں چھپایا کریں، تا کہ اوروں کو ان کی کارگزاریوں کا حال معلوم ہوتا رہے۔

اپریل 1936ء

نیر چھیر (مختلف کتابوں پر تبصرے)

قرآن سورہ بقرہ۔ انوواد ک تتھا سمپادک رام چندر ور ماتتھا شری پریم شرن آریہ پرنت۔

شری یُت پنڈت رام چندر آریہ قرآن کے حافظ اور عربی کے وِدّوان ہیں۔ شاید ان کے سہکاری شری پریم شرن جی بھی عربی کے عالم فاضل ہوں گے۔ ان دونوں مہانو بھاؤں نے قرآن کا ہندی انوواد کرنا شروع کیا ہے۔ یہ پُستک کیول ایک سُورہ ہے۔ اس میں عربی عبارت دی گئی ہے۔ اس کے نیچے اس کی ٹیکا 1 بھی کر دی گئی ہے۔ معلوم نہیں ٹیکائیں کس مفسّر کے آدھار پر کی گئی ہیں۔ اس کا نام کہیں نہیں دیا گیا۔ بنا کسی مسلمان یا مستند عالم کی سند کے یہ ٹیکا ویسے ہی مانیہ نہیں ہوسکتی، جیسے ویدوں کی ٹیکا کسی سنسکرتگیا مسلمان دُوارا سمپادِت 2 کی ہوئی۔ ہاں، اس کا ایک شُبھ پھل اوشیہ ہوسکتا ہے اور وہ ہے ہندو مسلمانوں کا ویمنسیہ 3۔ نہ جانے ہمارے یہ بھائی کب سمجھیں گے کہ اسلام دھرم کا جگیا4 سو قرآن کی وہ ٹیکا دیکھے گا جو مسلمانوں دوارا اسمانت اور پرمانت ہو۔ انوواداوں سے تو جھگڑا پیدا ہونے کے سوائے اور کوئی پھل نہیں نکل سکتا۔ کنتو سنسار میں ایسے بھی پرانی ہیں، خاص کر بھارت ورشِ میں جو دوسروں کے متو کا کھنڈن کرنا ہی جاتیہ سیوا کا مکھیہ اُپائے سمجھتے ہیں۔

سوامی جی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے کی مختصر تاریخ لکھی ہے۔ جھگڑے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ ہندوؤں کی بودھوں اور جینیوں سے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ مسلمانوں کی بودھوں سے، بودھوں کی بودھوں سے، ہندوؤں کی ہندوؤں سے غرض جاتی گت اور دھرم گت لڑائیاں پرمپرا سے ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ مگر کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم ان جھگڑوں کو بھول جائیں نہ کہ گڑے مردے اُکھاڑ اُکھاڑ کر وِرودھی کی آگ اور بھڑکاتے رہیں۔ ہندو مسلمان کے سر پر الزام رکھتا ہے، مسلمان ہندو کے سر دونوں پکشوں کو اپنے پکش کا سمرتھن کرنے کے لیے دلیلیں اور پرمان مل جاتے ہیں اور جھگڑا کبھی طے نہیں ہوتا۔ جب تک ہم دوسروں کے اوگنوں پر پردہ ڈالنا اور گنوں کو دیکھنا نہ سیکھیں گے۔ جب تک ہم اپنے ہردے کو اُدار نہ بنائیں گے، تب تک سُدھار کی کوئی آشا نہیں ہوسکتی۔

---

1 ٹیکا۔ تفسیر 2 سمپادت۔ ادارت، ایڈٹ 3 ویمنسیہ۔ بغض 4 جگیاسو۔ باخبر

اندھااعتقاداورخفیہ جہاد۔ لیکھک شری سوامی شردھانند جی۔

اس پُستک میں مسلمانوں کے ایک گپت دھرمک سمپر دائے کا وِرتانت 1 اتپتی سے لے کر اس کے ورتمان سوروپ تک کھوج اور پرمان کے ساتھ لکھا گیا ہے اس گپت سمپر دائے کا نام اسماعیلیہ تھا۔ اس کے بانی حسن بن صباح نام کا ایک شیعہ مسلمان تھا۔ حسن نے اپنے سمپر دائے کو کیسے پھیلایا، اس کے کیا کیا سدّھانت تھے اور کن اُپایوں سے وہ کئی صدیوں تک بڑے بڑے بادشاہوں کو نیچا دکھاتا رہا، یہ ورتانت کسی اُپنیاس سے کم منورنجک نہیں۔ دھرم کے نام پر سنسار میں کیسے اتیاچار ہوتے چلے آئے ہیں، اس کا یہ ایک اچھا اُداہرن ہے۔ جب ہلاکو خاں کے زمانے میں اس سمپر دائے کی جڑ اکھڑ گئی، تو اس کے کچھ بچے بچائے آدمی سندھ آدی استھانوں میں بھاگ آئے۔ سندھ کی کھوج اسی اسماعیلیہ فرقے انویائی 2 ہیں اور ان کے امام سر آغا خاں ہیں۔ ہندوستان میں آنے پر اس فرقے میں کتنے ہی ہندو بھی شامل ہو گئے۔ اب اس فرقے کے نیتاؤں کو یہ آشنکا ہوئی کہ یدی ہندوستان میں مسلمانوں کا راجیہ نہ رہا تو ہندو پھر ہندو دھرم کو ماننے لگیں گے۔ اس لیے اُن مریدوں کو پھنسانے کے لیے نئے نئے دھرم گرنتھوں کی رچنا کی گئی، جس میں ہندوؤں کے پرانوں اور اوتاروں کا بھی ساوِیش 3 کر دیا گیا۔ اُن گرنتھوں کے نام بھی ہندو دھرم گرنتھوں جیسے رکھ دیئے گئے۔ یہی نہیں آغا خاں بھی ہندو کہلاتے ہیں۔

اسی اسماعیلیہ فرقے کی دیکھا دیکھی یوروپ میں عیسائیوں نے بھی جیسوئٹ نام کا سمپر دائے جاری کیا، جس نے رومن چرچ کی گرتی ہوئی دیوار کو بہت دنوں تک سنبھالا اور اس کے پرچارک پرتگال سے آ کر ہندوستان، چین، جاپان آدی ایشیائی دیشوں میں عیسائی دھرم کا پرچار کرتے رہے۔

لیکن ہم لیکھک کے اس کتھن سے سہمت نہیں ہیں کہ اس پرکار کا اندھ وشواس مسلمانوں اور عیسائیوں ہی تک محدود ہے۔ ہندوؤں میں بھی کئی ایسے مت ہیں۔ جن میں شردّھا کا اس سے کم درپیوگ نہیں کیا گیا، جیسا عیسائیوں یا مسلمانوں میں بعض فرقوں نے کیا اور نہ یہی نرویواد ہے کہ مسلمانوں کے بھارت میں آنے کے پہلے ہندو دھرم میں ہنسا اور اندھ وشواس کا پتہ نہ تھا۔ پاکھنڈیوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ اگر مسلمانوں میں اسماعیلیوں نے اپنے بھکتوں کی آتما پر ادھیکار جمایا۔ اور انھیں انیہ دھرم والوں کی ہتیا کرنے پر آمادہ کیا، تو بھارت ورش میں بھی ایسے کامانده 4 گروؤں اور مہنتوں کی کمی نہیں رہی، جو دھرم کی آڑ میں نانا پرکار کے بھرشٹاچار کرتے رہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ ہر ایک دھرم میں بھکتوں کی سرلتا اور شردّھا سے فائدہ اٹھانے والے دھورت رہے ہیں، اب بھی ہیں اور ہندوؤں کو اس سے ساودھان رہنا چاہیے۔

مادھوری: ماگھ 1981

---

1 ورتانت۔ خودنوشت 2 انویائی۔ پیروکار 3 ساوِیش۔ ملانا، تحلیل کرنا 4 کامانده

''مایا''۔لیکھک پنڈت رام گوپال مشر، ڈپٹی کلکٹر

،یہ ایک روپک 1 ہے۔ایک مہمان اڈیشہ مایا بندھن میں پڑ کر کسی بھانتی نشپھل ہو جاتا ہے، یہی اس منوہر کہانی کا وشے ہے۔ بیچ میں دارشنک وچاروں کا سماویش ملتا ہے۔ بھاشا بہت سرل ہے۔آدی میں لیکھک مہودے کا چتر ہے۔اس کے بعد مہاراجہ بلرام پور کا فوٹو بھی ہے۔لیکھک کا چتر دیکھ کر تو پاٹھک کی اُتسکتا 2 شانت ہوتی ہے، پر مہاراجہ صاحب یہاں کیوں آ بیٹھے، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ سنبھو' ہے، مہاراجہ صاحب گنیوں کے قدر دان ہوں، یا لیکھک مہودے پر ان کی وشیش کر پا ہو۔ بہ ہر حال ان کے فوٹو سے پستک کا مہتو بڑھتا نہیں، کم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ یہاں خوشامد کی بو آتی ہے۔

''چندن بھون'' لیکھک، پنڈت رام گوپال مشر اس میں بھی وے ہی دونوں چتر وراج رہے ہیں، شاید دونوں کے بلاک بنوا لیے گئے تھے، تصویریں زیادہ چھپالی گئی تھیں، اس لیے انھیں دیمکوں سے کھِلا دینے کی اَپیکشا یہی ہوا کہ ان کا کچھ اُپیوگ ہوا۔ اُپنیاس میں بال وواہ، ورِدّھ وِواہ اور بے میل وواہ کے کوپرینام 3 دکھائے گئے ہیں۔ جہیز کی کوپرتھا کا بھی الیکھ کیا گیا ہے۔ کنک کا جیون اس لیے دکھ مے ہو جاتا ہے کہ پتا کے نردھن ہونے کے کارن اس کا وِواہ کرشن مُراری سے نہ ہو سکا۔ سولہ ورش کی بال وِدھوا شانتا اس لیے وِش کھالیتی ہے کہ اس کی نو وواہتا 4 وِماتا نے اسے سسرال بھیج دیا۔ شانتا کا چھوٹا بھائی ستیش ہملتا کے پریم میں نیراشیہ کے سوا اور کچھ نہ دیکھ کر گھر سے نکل جاتا ہے اور ہیم کا وواہ کرشن مراری سے ہو جاتا ہے کِنتو ہیم کے ہردے پر ستیش کی مہر تھی۔ ہیملتا مشن کی شرن لیتی ہے اور انت کو اسے بھی وِش کھانا پڑتا ہے۔ پُستک کردنا، رس پورن ہے۔ چرتر چترن 5 میں بھی لیکھک کی کوشلتا 6 کا پرتیے ملتا ہے۔ بھاشا سرل اور سوبودھ ہے۔ وواہ کی سمسّیا کٹھن ہے یوروپ میں پریم کے وِواہ ہوتے ہیں پر تھوڑے ہی دنوں

1 روپک۔تشبیہہ 2 اُتسکتا۔جاننے کی خواہش 3 کوپرینام۔برانتیجہ 4 وِماتا۔سوتیلی ماں
5 چرتر چترن۔کردارنگاری 6 کوشلتا۔خوشی کے ساتھ

میں طلاق کی نوبت آتی ہے۔ دھرم ہی ایک ایسا ستمبھ ہے جس کے آدھار پر ویواہک بھون آجیون اٹل رہ سکتا ہے۔

''پشپ کماری''، لیکھک پنڈت ٹیکارام تیواری، کمل کیشور نے ایک گھور سنکٹ میں پشپ کماری کی رکشا کی ہے۔ پشپ کماری نے اس کشن پر تگیا کی کہ تمہارے سوا اور کسی کو نہ دوں گی۔ کچھ دنوں کے اُپرانت 1 ایک مہاتما آتے ہیں اور پشپ کماری کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اٹھارہ ورش کی اوستھا میں ودھوا ہو جائے گی۔ پشپ کماری کٹھن تپسّیا سے بھاگیہ لپی کو انیہ تھا کر دیتی ہے اور کمل کیشور سے اس کا وِواہ سانند 2 ہو جاتا ہے۔ پشپ کماری کے بھائی مادھو پرساد کی کرکشا 3 اِستری للِتا ساس سسُر سے جھگڑا کر کے الگ ہو جاتی ہے پر بہت کشٹ سہہ کر انت کو پھر اپنے کٹمب سے آملتی ہے۔ کلپنا سے بہت اُدھک کام لیا گیا ہے۔ اُپنیّاس کیا ہے، معلوم ہوتا ہے، کوئی پنڈت جی کتھا بانچ رہے ہیں۔ وہی شیلی ہے، وہی بھاشا اشُدّھیاں اتنی ہیں، عبارت اتنی بھدّی، واکیہ اتنے بھدّے اور اسنگت 4 جس کی کوئی حد نہیں۔

''شیل منی''، یہ بھی پنڈت ٹیکارام کی کرتی ہے۔ آکھیائیکا 5 بُری نہیں ہے۔ پتی ایک ودھوا کے پریم میں پھنس جاتا ہے۔ پتنی اس شوق میں مر جاتی ہے اور مرنے کے بعد سوپن میں پتی کو اُپدیش دیتی ہے۔ پتی کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ اُس ودھوا کو کسی اناتھالیہ میں بھیج دیتا ہے۔

''گوری شنکر''، لیکھک، شری مداری لال گپت پلاٹ میں کوئی نویتا نہیں اور نہ کوئی چرتر ہی اُلیکھ نیہ ہے۔ پہلے ہی اُدھیائے میں نائک کا گوری سے ملنا انوکھے ڈھنگ سے ہوا ہے۔ گوری حلوا کھانے کے لیے مچل رہی ہے، یا مجبور ہے پیسے کہاں سے لاوے۔ شنکر اسی سمے وہاں انایاس 6 آجاتا ہے اور گوری کے لیے حلوے کے سامگری لا دیتا ہے۔ ایک یوتی کا حلوے کے لیے ضد کرنا اور ایک اپریچت یوک کے پیسوں سے حلوا کھانے کو تیار ہو جانا ہاسیہ 7 جنک ہے۔ چھوٹی سی تو پستکا ہی ہے، پر وہ بھی آدّینت 8 ایسی ہی اسنگت گھٹناؤں سے بھری پڑی ہے۔

مادھوری: 12 مارچ 1924

---

1 اُپرانت۔ بعد میں، آخر میں 2 سانند۔ خوشی سے 3 کرکشا۔ غلط محافظ 4 اسنگت۔ برے ساتھی
5 آکھیائیکا۔ تصوراتی کہانی 6 انایاس۔ اچانک 7 ہاسیہ جنک۔ مضحکہ خیز 8 آدّینت۔ شروع سے آخر تک

آدرش بہو۔

شری شیوناتھ شاستری کی ''مجبوز''، نامک بنگلہ پُستک کا انوواد۔

انوواد ک شری شیوسہائے چتر ویدی۔

مول بنگلہ پستک کے اُنیس سنسکرن 1 ہو چکے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ پُستک کتنے معرکے کی ہے۔ مزہ یہ ہے کہ انوواد ک مہودے نے کیول انوواد ہی نہیں کیا۔ دُکھانت کتھا کو سوکھانت بھی کر دیا ہے۔ اب سدّھ ہو گیا کہ کسی مَنُشیہ کو کیول لیکھک کی پُستک کا انوواد کرنے ہی کا ادھیکار نہیں، اس میں من مانا الٹ پھیر کرنے کا اور اس پر بھی پُستک کے مُول کا انوواد کرنے کا ادھیکار ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ انوواد ک مہودے کی اَنادھیکار 2 چیشٹا ہے، انھیں اس کا کوئی مجاز نہیں کہ کسی لیکھک کی کیرتی کو اپنی اِچھا سے بھرشٹ کر دیں۔ اور سنیے۔ یہ پُستک ہندی میں پہلی ہی بار اَنُووادت ہو کر پرکاشِت نہیں ہوئی۔ اس کا پہلا اڈیشن، شاردا کے نام سے پہلے چھپ چکا ہے۔ یہ دوسرا اڈیشن ہے، پر نام بدل گیا ہے۔ شاردا، شاید اچھا نام تھا، اس لیے پھر نام کرن کیا گیا ہے۔ اسے بھی دھو کے دھڑی سمجھنا چاہیے۔

پُستک بالیکاؤں کے لیے اُپیوگی ہے اور اس سے اُن کا منورنجن بھی ہوگا کِنتو انوادک نے اسے سوکھانت کر کے اس پر گھور آگھات 3 کیا ہے معلوم نہیں، اس کتاب میں ایسی کون سی خوبی تھی کہ اس کا بنگلہ سے انوواد کرنا آوشیک سمجھا گیا۔ یدی ہمارے یہاں کے ہندی لیکھک ایسی سادھارن کتھاؤں کی کلپنا بھی نہیں کر سکتے، تو ہماری بھاشا کا ایشور ہی مالک ہے۔ سمبھو ہے، مول پستک 4 میں کوئی خاص بات ہو، اَنُوواد میں تو کوئی ایسی بات نہیں دکھائی دیتی۔ ہاں، اگر کوئی خوبی ہے تو یہ کہ بھاشا میں جہاں تہاں بنگلہ کی جھلک آ گئی ہے، جو بھاشا کی سرستا میں 5 بادھک ہوتی ہے۔

معلوم نہیں پرکاشک مہودے نے اس پُستک کے لیے چتر کس چتر کار سے بنوائے ہیں۔ ہم نے ایسی بھدّی تصویریں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کومل جاتی کے ساتھ اِتنا بھیشن 1 اَتیاچار آج تک کسی نے نہ کیا

---

1 سنسکرن۔ طباعت 2 انادھیکار چیشٹا۔ غیر اکتیار ہمّت 3 گھور آگھات۔ بڑا نقصان
4 مول پُستک۔ اصل کتاب 5 سرستا۔ روانی

ہوگا۔ایسی تصویروں سے تو تصویر کا نہ رہنا ہزار گنا اچھا تھا۔ واستو میں ان چتروں نے پُستک کے انیہ باہیہ 2 گنوں کو مٹا دیا ہے۔

''گرہنی گورو'' گلپوں کا سنگرہ انوواد ک، شری کرشن لال ورما سات بنگلہ گلپوں کا انوواد ہے۔ کہانیاں منورنجک اور شکشا پرد ہیں۔ کئی کہانیوں میں استریوں کے آدرش چرتر 3 دکھائے گئے ہیں۔ پہلی کہانی تو بہت اچھی نہیں، کنتو شیش کہانیاں اُچ کوٹی کی ہیں۔ سیوا کا ادھیکار، ہمیں بہت پسند آئی۔ انوواد ک نے بھاشا لالیتہ 4 کو کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ پُستک سیٹھ لکشمی چندر جی ویدکو سمرپت 5 کی گئی ہے۔ شروع میں سیٹھ جی کا چتر اور ان کا سنکشپت 6 جیون چرتر دیا گیا ہے۔ ان کے دیے ہوئے دانوں 7 کی ایک تالیکا 8 بھی دی گئی ہے، جو دانوں کے مہتو کو گھٹا دیتی ہے۔ پُستک سچتر ہے اور چتر سادھارنتہ اچھے ہیں۔

مادُھوری: ماگھ 1981

---

1 باہیہ گن۔ باہری خصلت، تزئین 2 آدرش چرتر۔ قابل تقلید کردار 3 لالتیہ۔ چاشنی 4 سمرپت۔ انتساب
5 سنکشپت۔ مختصراً 6 دانوں۔ دی گئی چیزیں، مواد 8 تالیکا۔ فہرست

''**بھارتیہ شاسن**'' چوتھا سنسکرن، لیکھک اور پرکاشک، شری بھگوان داس کیلا

اس راجنیتک یُگ میں جب کہ پرانی ماتر کے ہردے میں سوراجیہ کی ابھلاشائیں 1 اٹھ رہی ہیں، یہ آوشیک ہی نہیں۔ انیوار یہ 2 ہے کہ ہم اپنے دیش کی شاسن پدھتی سے بھلی بھانتی پریچت ہوں۔ جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ اس پدھتی میں کیا کیا برائیاں ہیں اُن کے سُدھار کی کیا کیا یوجنائیں ہیں اور شاسن کے کن کن انگوں کے پری ورتن سے ہمارا تھیشٹ کلّیان 3 ہوگا، ہم سوراجیہ کے آندولن میں پورے اُتساہ سے سمّلت نہیں ہو سکتے۔ اس پُستک سے ہمیں اس وشے کی کتنی ہی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ برٹش سامراجیہ کا شاسن، پارلیمنٹ، پروی کونسل، بھارت سرکار، بھارتیہ ویوستھا پک منڈل، 4 پرانتیہ 5 سرکار، دیسی ریاستیں، بھارتیہ شاسن کے وِبھاگ۔ ان سبھی وِشیوں کی ویویچنا 6 کی گئی ہے۔ لیکھک نے کیول ان سنستھاؤں کی چرچا ہی نہیں کی، ان کے وشے میں اپنی رائے بھی دے دی ہے۔ انڈیا کونسل سے سادھارنتہ لوگ ان بھگیہ ہیں۔ لیکھک نے اس کا وِستار سے ورنن کیا ہے۔ آپ کی یہ رائے ہے کہ انڈیا کونسل کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب اُپ نویشوں 7 کے سکریٹری کو کسی کونسل کی ضرورت نہیں، تو بھارت سکریٹری کو چالیس لاکھ وارشک خرچ کر کے ایک کونسل رکھنے کی کیا ضرورت۔ پُستک ان لوگوں کے لیے بہت اُپیوگی ہے، جو راجنیتک میں پرارمبھک 8 گیان پراپت کرنا چاہتے ہیں۔ پنڈت دیا شنکر دُبے جی نے اس کی بھومیکا لکھی ہے۔

''سوادھینتا کے پجاری'' **لیکھک شری بھودیو ودیالنکار**

اس پُستک میں رُوس کے دس پردھان دیش بھکتوں کی ویر گتھا کا سنگرہ 9 کیا گیا ہے۔ ان میں کئی

---

1 اَبھلاشا۔ خواہش 2 اَنیوار یہ۔ ضروری 3 تھیشٹ کلیان 4 منڈل۔ گروہ 5 پرانتیہ۔ علاقائی
6 ویویچنا۔ تفصیلی ذکر 7 اُپ نویش۔ باہر سے آنے والے 8 پرارمبھک۔ شروعاتی 9 سنگرہ۔ مجموعہ

اِستریاں ہیں، کئی راج کمار ہیں، کئی اونچے راجیہ کرمچاری ہیں۔ ان وِیروں نے کتنی دِلیری سے کڑی سے کڑی یا تنائیں 1 جھیلیں، دیش بھکت کی ویدی 2 پر کتنے پرپھلِت وِشواس 3 اور ادمیہ اُتساہ 4 سے اپنے کو بلیدان کیا، یہ پڑھ کر ان وِیر آتماؤں کے پرتی ہردے میں شردّھا کی لہریں سی اٹھنے لگتی ہیں۔ سوادھینتا کی دیوی سے وردان پانا کتنا کٹھن ہے اس کا انومان ان چرتروں کے دیکھنے سے ہوسکتا ہے۔ پُستک سچتر ہے۔ تیرہ ہاف ٹون چتر دیے گئے ہیں۔ ورنن شیلی 5 چتا کرشک 6 ہے، اور بعض بعض چرتروں میں تو اُپنیاسوں سے کہیں اَدِھک آنند آتا ہے۔

''علم الارض''لیکھک شری نتھن لال گپت

یہ بھوگول کی اردو پُستک ہے۔ یہ لیکھ پہلے لاہور کی وگیانک اُردو پتریکا، روشنی میں نکلتے تھے۔ اب کچھ کاٹ چھانٹ کر انھیں پستک کا روپ دے دیا گیا ہے۔ اس میں بھوگول کے اس بھاگ کا ورنن کیا گیا ہے، جو گِنِت سے سمبندھ رکھتا ہے۔ پرتھوی کی وارشِک گتی، وایومنڈل پرتھوی کا آکار، سوریہ ریکھا آدی وِشے روچک اور سرل بھاشا میں کھوج کے ساتھ لکھے گئے ہیں ہمارے خیال میں یدی کوئی اسکول اس وِشے کو اردو بھاشا پڑھانے کا نشچیہ کرے، تو اُسے اُپریکت پُستک کے ابھاؤ کی شکایت نہ کرنی پڑے گی۔ اس پُستک میں بھوگول کے اس بھاگ کی وے سبھی باتیں لکھ دی گئی ہیں، جو کورس کی سادھارن انگریزی پُستکوں میں نہیں مل سکتیں۔ جہاں کہیں ضرورت پڑی ہے، لیکھک نے چتروں اور نقشوں سے بھی کام لیا ہے۔ چھپائی اس سے بہت اچھی ہوسکتی تھی۔ اس پُستک میں یہ وشیشتا ہے کہ لیکھک نے اپنے وِشے کو خوب سپشٹ کر کے سمجھایا ہے اور شنکاؤں کا بھی دلیلوں سے سمادھان کرنے کی چیشٹا کی ہے، جس میں وہ بہت سپھل ہوئے ہیں۔ اب تک ہم نے ہندی میں ایسی کوئی پستک نہیں دیکھی۔

مادھوری پھالگن 1981

---

1 یاتنا۔ مصیبت، پریشانی 2 ویدی۔ وید جاننے والا 3 پُرپھل وشواس۔ پورا یقین 4 ادمیہ اُتساہ۔ جواں مردی 5 ورنن شیلی۔ اسلوب بیان 6 چتا کرشک۔ دلکش

''**چندر ناتھ**'' لیکھک ،شری چندر چتّو پادھیائے ،انوادک شری یُت بابو رام چندر ورما۔

یہ پُستک ہندی گرنتھ رَتنا کر کا اٹھارہواں گرنتھ 1 ہے۔ بنگلہ سے انوادت 2 ہے۔شر چندر بنگلہ کے پرسدّھ اپنّیاس 3 کار ہیں۔اس چھوٹی سی پستک میں اپنے سماج کا دھیان اس نردیتا کی اور آکرشِت کیا ہے، جو کلینتا 4 اور چھوت چھات کے نام پر نِتیہ نئے نئے انّیائے 5 ینتر گھڑھا کرتی ہے۔ پُستک بہت ہی رو چک بھاؤ پورن اور اثر ڈالنے والی ہے۔کرونا 6 جاگرت کرنے میں لیکھک کو پوری سپھلتا ہوئی ہے۔انوواد بھی بامحاورہ اور سرل ہے۔ پڑھتے وقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انو :ادنہیں،مول پستک ہے۔

''مُکت دھارا'' مہاکوی شری رویندر ناتھ ٹھاکر کے بنگلہ ناٹک، مُکت دھارا کا ہندی انوواد انوواد ک، پنڈت دھرمیندر ناتھ شاستری ترکِ شرومنی ،ایم۔اے پروفیسر میرٹھ کالج۔

لیکھک کا نام ہی پُستک کے اُچ کوٹی کی ہونے کی گارنٹی ہے۔ اس میں مہاکوی نے ورتمان سامراجیہ واد اور اس کے دوارا دلت پرادھین جاتیوں کی ویتن کا چتر کھینچا ہے۔انوواد ک مہودے نے ناٹک کی ایک وسترِت بھومکا بھی لکھ ڈالی ہے۔جس میں ناٹک کی ساہتیک اور دارشنک دِرشٹی وِویچنا کی گئی ہے۔

''جرمنی اور ترکی میں چو الیس ماس'' لیکھک ،لالہ ہردیال ایم۔اے

لالہ ہردیال ایم۔اے۔انگریزی کے اچھے لیکھک ہیں اور راجنیتی میں اُگر نیتی 7 کے سمرتھک کی حیثیت سے مشہور ہیں۔سودیشی آندولن کے سمے آپ بہت لکھا کرتے تھے۔اس کے کچھ سمے بعد آپ یوروپ چلے گئے۔تب سے یوروپ کے بِھنّ بِھنّ دیشوں میں وچرتے رہتے ہیں۔مہاسمر 8 کے زمانے

---

1 گرنتھ۔دیوان،مجموعہ 2 انوواد ت۔ترجمہ شدہ 3 اپنّیاس۔ناول 4 کلینتا۔داغ،دھبہ
5 انیائے ینتر۔ناانصافی کے طریقے 6 کرونا۔رحم 7 اُگر نیتی۔سیاست کا واقف کار 8 مہاسمر۔جنگ عظیم

میں آپ نے چوالیس مہینے جرمنی اور ترکی میں گزارے۔ اس لیکھ سنگرہ میں انھوں نے اِنھی دونوں دیشوں کے سمبندھ میں اپنے وچار پرکٹ کیے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ جرمنی والے کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ جرمنوں کا خیال ہے کہ ایشور نے انھیں دنیا پر راجیہ کرنے کے لیے بنایا ہے۔ ان میں دھارک بھاؤں کی گندھ تک نہیں۔ پُستک میں فرانس، انگلینڈ، اِٹلی کو بربر جرمنی سے کہیں سبھیہ، دیالو، نیتی پراین بتایا گیا ہے۔ اسی بھانتی تُرکی کو بھی آپ نے مَنُشیتا سے رہت، خلافت کا جھوٹ موٹ ڈنکا بجانے والے، سوارتھی، جھوٹے اور بزدئی بتلایا ہے۔ لالہ جی کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اپنے انوبھو سے لکھا ہے، اس لیے ہم اُن کی آلوچناؤں کو متھیا[1] تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ جتنے دُرگن جرمنوں[2] میں ہیں، وے سبھی یوروپ کی انیہ جاتیوں میں بھی اسی ماترا میں موجود ہیں۔ سنبھو ہے لالہ جی نے انگلینڈ کو اپنی نیک نیتی کا پریچیہ دینے کے لیے یہ لیکھ لکھے ہوں۔ یدی ایسا ہو تو بڑے ہرش کی بات ہے۔ ہم لالہ جی کا سواگت کرنے کو تیار ہیں۔ ان دیشوں کے سمبندھ میں لالہ جی کے وچار جاننے یوگیہ ہیں ضرور۔ تُرک اور جرمن جاتیوں کے سوبھاؤ کا اچھا گیان پراپت ہوتا ہے۔

مادھوری: بیشاکھ 1882

---

1 متھیا۔ تو ہم، جھوٹ، فرضی   2 دُرگن۔ عیب

"کرتویہ گھات" لیکھک شری دیونارائن دئی ویدی۔

یہ مولک اُپنیاس ہے۔ ہندی میں اتنا اچھا مولک اُپنیاس ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ پر بھاشا میں بنگلہ کی جھلک ملتی ہے۔ کہانی اتنی سندر ہے، لیکھک کی شیلی اتنی پیاری ہے، چرتروں کا پردرشن اتنا منوہر ہے کہ جیسے پاٹھک منو بھاوؤں کے اُڈیان 1 میں گزر رہا ہو۔ کہیں مانمیہ پتر 2 بھکتی ہے تو کہیں دیپ 3 شِکھا کی بھانتی ہردے میں جلانے والا پتر پریم۔ چندر کلا کا چرتر تو ہندی سنسار میں ایک اَنوٹھی وَستو ہے۔ اس کے پتی نے اپنے پِتا کی آ گیا سشیہ اپنی پہلی اِستری کو تیاگ دیا ہے۔ بے چاری کی تیکتا منور ما 4 اپنے پُتر سوشیل کے ساتھ مائکے میں وِپتی کے دن کاٹ رہی ہے۔ یہ جہیز کے پورے روپے نہ ملنے کا دنڈ ہے۔ چندر کلا اپنی سوت سے جلتی ہے۔ ایک بار وہ اپنے سوتیلے بیٹے کو دیکھ لیتی ہے۔ اِس سے اس کا ہردے اور بھی بیاکل ہو جاتا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ پتی کے جہیز پر میرا ادھیکار ہونے پر بھی اس کے ہردے پر منور ما ہی راجیہ کر رہی ہے۔ کیوں نہ کرے؟ اس کے پُتر ہیں، وہ انوپم سندری ہے۔ میں ابھاگن ہوں۔ پُتر وہینا پتنی کو پتی کیوں پیار کرے گا۔ اس کے بھاگیہ میں سنتان سُکھ بھوگنا لکھا ہی نہیں۔ اپنی نند کے ایک بالک کو وہ اپنا پُتر بنا کر پالتی ہے، لیکن وہ بھی اُسے دغا دے جاتا ہے۔ سوشِل 5 کی تیجسوی 6 مورتی اس کی آنکھوں میں ناچتی رہتی ہے۔ وہ پتی کو منور ما کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہتی اسے بھیشن شپتھ 7 دِلا کر پُتر درشن سے بھی ونچت رکھتی ہے، یہاں تک کی دُکھیا منور ما انت کو سنسار سے بِدا ہو جاتی ہے۔ چندر کلا اس اوسر پر اپنی سوت کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ منور ما اسے دیکھ کر کہتی ہے۔

بہن چندر کلا! آبھائی اس اَنتم سمے میں ایک بار تجھے گلے سے تو لگالوں، تیرا کوئی اَپرادھ نہیں ہے

---

1 اڈیان۔ باغیچہ، پھلواری 2 مانمیہ پتر بھکتی۔ باپ کی عزت اور اوّلیت 3 دیپ شکھا۔ چراغ کی لو

4 تیکتا منور ما۔ ممتا کی قربانی 5 سُوشِل۔ نرم مزاج 6 تجسوی۔ پُرنور 7 بھیشن شپتھ۔ بڑی قسم

چندری! نہیں نہیں اس طرح روک کر مجھے دُکھی نہ کر بہن۔ آج میں دھنیہ ہوگئی۔ تیرے اوپر ایشور جانتے ہوں گے کسی دن میں نے وڈ ویش 1 نہیں کیا آج بھی یہی آشیرواد اپنے ہردے سے دیکھ کر جاتی ہوں، تیرا جیون ساوِتری کے سمان پَوِتر رہے۔

چندری شبد کا پریوگ سن کر منور ما اُدھیر ہو جاتی ہے۔ سوت کی وِیتھا پہلے ہی شانت ہو چکی تھی۔ اب سپتنی بھکتی کا اُدے ہوتا ہے منور ما اپنے پُتر کو اس کی گود میں سونپ دیتی ہے۔ اس بیچ میں پتی مہودے بھی آ پہنچتے ہیں۔ منور ما اُسے دیکھتے ہی چلاّ اُٹھتی ہے۔ سوامی پرانا ناتھ، یہ کہتے ہی اس میں اچانک بَل کا سنچار 2 ہو جاتا ہے، اور وہ پتی کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔ پندرہ ورشوں کی ابھلاشا آج مرن شئیا پر پوری ہوتی ہے۔ لجّت پِتا استری اور پُتر سے چھما مانگتا ہے۔ اور اس کرون 3 کتھا کا انت ہو جاتا ہے۔

اس اُپنّیاس میں مُکھیہ پاتر چار ہیں۔ منور ما، سوشیل، راجیند اور چندر کلا۔ منور ما کا چرتر بھارتیہ پتنی کا آدرش ہے۔ اس کا پتی پریم اٹل ہے۔ پتی نے اُسے تیاگ دیا ہے، اس کی خبر نہیں لیتا۔ اس کے پاس ایک پتر بھی نہیں بھیجتا۔ پر اُسے وشواس ہے کہ پتی کو اُس سے پریم ہے، وہ پتا کی آگیا سے وِوش ہو کر میری اوہیلنا 4 کر رہا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ سوامی کو میرے ویوگ میں گھور پیڑا ہو رہی ہے۔ پُتر وِیوگ سے اس کا ہردے پھٹا جا رہا ہے، وہ پتا کی آگیا ماننے کے لیے بھی پتی کے پرتی دِویش یا شردّھا کا بھاؤ نہیں آنے پاتا۔ ایک بار جب سوشیل اپنے پتا کے ویوہار سے دکھی ہو کر ان کی اوپیکشا 5 کرتا ہے۔ تو منور ما اس کی بھرتسنا 6 کرتی ہے۔ اس سے اس کے مُکھ سے جو شبد نکلے ہیں، ان میں پتی شردّھا کی پَوِتر دھارا سی بہنے لگتی ہے۔ چندر کلا کے پرتی بھی اس کے من میں دِویش کا بھاؤ نہیں ہے۔ ذرا سی جلن نہیں۔ وہ اپنی دشا پر دُکھی پر سنتُشٹ ہے۔ بھارتیہ ناری کا اس سے بڑھ کر اور کیا آچرن ہو سکتا ہے؟

راجیند رمہاشے ہیں تو انگریزی پڑھے لکھے، لیکن خاصے بُدھو ہیں۔ پتا کی آگیا کا پالن کرنا وہ اپنا پرم کرتو یہ سمجھتے ہیں۔ اُچت اور انوچت کا وچار رکھتے ہوئے بھی وہ پتا کی ایک اتینت انوچت آگیا کے سامنے پھر جھکا دیتے ہیں۔ انھیں اپنی پریہ پتنی کو تیاگ کر دوسرا وواہ کرتے ہوئے سنکوچ نہیں ہوتا۔ چندر کلا سے انھیں پریم نہیں ہے۔ ان کا ہردے منور ما اور سوشیل کے ویوگ سے تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن وہ سوشیل کا پتر پا کر بھی اس کا جواب نہیں دیتے، کسی پرکار کی سہایتا نہیں کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ اس دشا میں یدی وہ کچھ سہایتا کرنا بھی چاہیں تو مانی منور ما اُسے سویکار نہ کرے گی۔ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ منور ما

---

1 وڈ ویش۔ دو ہونے کا احساس 2 سنچار۔ جاری 3 کرون۔ لائق رحم 4 اوہیلنا۔ نظر انداز کرنا۔ توہین، بے رخی 5 اوپیکشا۔ خواہش نہ کرنا 6 بھرتسنا۔ ملازمت

سے اس کے اَنتم سمے میں ان کی بھینٹ ہوتی ہے۔

لیکھک نے سب سے اَدِھک رچنا کوشَل چندر کلا کے چرتر میں دکھایا ہے۔ وہ دھنی ماتا پِتا کی لڑکی ہے، راجیندر کا بکھان بھی سن چکی ہے لیکن سوتیا ڈاہ کی آگ میں جلنے کی اپیکشا وہ مرجانا ہی اچھا سمجھتی ہے۔ وہ اپنے ماتا پِتا کے کانوں میں یہ بات ڈال دیتی ہے۔ لیکن اُس کے پتا کو راجیندر سا دوسرا اور ملنا کٹھن معلوم ہوتا ہے۔ وواہ ہو جاتا ہے۔ سسرال میں آکر چندر کلا کو گیان ہوتا ہے کہ یدّپی کوئی میرا انادر نہیں کرتا پر گھر بھر کا پریم میرے سوت ہی پر ہے۔ یہاں تک کہ اُسے معلوم ہوتا ہے راجیندر بھی اسے پیار نہیں کرتے۔ وہ اِرشیا1 کی اگنی میں جلنے لگتی ہے۔ وہ اکثر اپنے در بھاگیہ پر اکیلے بیٹھ کر رویا کرتی ہے۔ پتی اس کی بڑی خاطر کرتا ہے، مگر آئے دن گھر میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں جن سے اسے پتا چلتا ہے کہ یہاں کوئی میرا نہیں، یہاں تک کہ پتی بھی پہلے سوت کے پتی ہیں اس کے بعد میرے۔ کبھی کبھی وہ یہ سوچتی ہے کہ جو اپنی پہلی پرنیہ 2 پاتری کو اتنی نردیتا3 سے تیاگ سکتا ہے وہ میرا کیا ہو سکے گا؟ اس مَرم وِیدنا4 کی دشا میں ایک بار وہ اپنی نند کے گھر کے نیوتے میں جاتی ہے۔ وہاں سوشیل بھی آیا ہوا ہے۔ سوشیل کہیں سے تماشا دیکھ کر آیا ہے اور چندر کلا کو اپنی بوا سمجھ کر اس تماشے کا ذکر کرنے لگتا ہے۔ اس کی پیاری پیاری باتیں سن کر چندر کلا کے شُشک 5 وندھیا جیون 6 میں انایاس 7 ہی ماترتو کا اُدے ہوا، وہ تُرنت وہاں سے اپنے گھر چلی آئی۔ اُسے سندیہہ ہوا کہ نند نے سوت کو بھی اوشیہ بلایا ہوگا۔ میرے سوامی بھی اوشیہ وہاں گئے ہوں گے۔ اپنی سوت کے وہار کی کلپنا کر کے وہ ویاکل ہوگئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اُسی لڑکے کی صورت ناچ رہی تھی، معلوم ہوتا تھا، راج پُترکی طرح سوکمار، دیوکمار کی بھانتی سندر لڑکا پاس بیٹھا ہے۔ جب لڑکا اِتنا سندر ہے، تو اس کی ماں نہ جانے کتنی سندر ہوگی؟ اسی وقت راجیندر اپنی بہن کے یہاں جانے کو تیار ہوتے ہیں۔ چندر کلا کو نشچیہ ہو جاتا ہے کہ یہ سوت سے ملنے جا رہے ہیں۔ وہ اُنھیں یہ بھیشن شپتھ دلاتی ہے۔ آج یدی وہاں جاؤ تو اپنے لڑکے کا خون پیو۔

راجیند رمرماہت 8 سے ہو کر باہر چلے جاتے ہیں۔ لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد چندر کلا کو گیات ہوتا ہے کہ راجیندر رات بھر گھر ہی پر رہے، رات کو بھوجن بھی نہیں کیا تو اس کا سندیہہ دور ہو جاتا ہے۔ لیکھک نے اس اوسر پر چندر کلا کے منو بھاؤ کو جتنی سندرتا سے پرکٹ کیا ہے، اس سے ان کے اِستری ہردے کے گیان کا اچھا پریچے ملتا ہے۔ اس دن سے شنے شنے 9 چندر کلا کی ارشیا کی آگ ٹھنڈی ہونے

---

1 ارشیا۔ نفرت 2 پرنی پاتری۔ پیاری، چہیتی 3 نردیتا۔ بددلی 4 م۔ رم ویدنا۔ دلی تکلیف 5 شُشک۔ سوکھا ہوا 6 وندھیا جیون۔ بانجھ زندگی 7 انایاس۔ اچانک 8 مرماہت 9 شنے شنے۔ دھیرے دھیرے وقت بہ وقت

لگتی ہے۔ دوسال کے بعد پھر ساوتری کے گھر جانے کا موقعہ ملتا ہے۔ سوشیل کے وہاں آنے کی آشا ہے۔ چندرکلا اب کی اپنے پتی سے وہاں جانے کا انورودھ کرتی ہے۔ پر وہ نہیں جاتے۔ وہ بھیشن شپتھ انھیں بھولی نہیں ہے۔ چندرکلا آتی ہے اور اس کی آنکھیں سوشیل کو چاروں اُور ڈھونڈنے لگتی ہیں پر سوشیل وہاں نہیں آیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد سوشیل اپنے پتا کو ایک پتر لکھ کر اپنی کسی پریکشا میں پاس ہونے کی سوچنا دیتا ہے۔ پنڈت جی اس پتر کو کھولتے بھی نہیں۔ چندرکلا اس خط کو پڑھتی اور پتی سے اس کا جواب دینے کا آگرہ کرتی ہے۔ کتنا سوابھاوک پری ورتن ہے۔ پتی اگر پتر اور پری تیکتا استری سے پریم کرتا تو چندرکلا کا کرُودھ بڑھتا، دویش کی آگ دہکتی۔ لیکن پتی کا اُن دونوں کے پرتی یہ اَنیائے دیکھ کر چندرکلا کی سہردیتا جاگرت ہوجاتی ہے۔ انت کو وہ خود سوشیل کے پتر کا جواب دیتی اور اُسے الہ آباد آکر پڑھنے کا انورودھ کرتی ہے۔ وہ یہیں رہتی تھی۔ سوشیل الہ آباد آکر پڑھتا ہے پر اپنے پتا کے گھر نہیں آتا۔ چندرکلا کو اس کے پریاگ آنے کی بات معلوم ہوجاتی ہے۔ وہ اسے گھر پر بلاتی ہے، خود گاڑی میں بیٹھ کر اس کی تلاش کرنے لگتی ہے، پر وہ نہ آتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے۔ اسی بیچ میں راجیندر بیمار پڑ جاتے ہیں۔ مانسک 1 ویدنا ہی ان کی بیماری کا کارن ہے۔ ان کی دشا اچھی نہیں ہے۔ یہ وہ چندرکلا نہیں ہے جسے ہم پہلے دیکھ چکے ہیں۔ دوِیش نے اب سہردَیتا اور پریم کو استھان دے دیا ہے۔

سوشیل کے سوبھاؤ میں مان کی ماترا ادِھک ہے۔ وہ یوں تو اپنے پتا کو دیکھنے نہیں آتا، لیکن رات کو گھور میگھاچھن 2 اندھکار میں چوروں کی بھانتی اپنے پتا کے کمرے میں جاتا اور اُن کے چرنوں پر سر رکھ کر روتا ہے۔ اس کے آنسوؤں سے چادر بھیگ جاتی ہے۔ آہٹ پاتے ہی وہ پھر نیچے کود کر چلا جاتا ہے۔ مگر اُس کی چوری چھپی نہیں رہتی۔ چندرکلا اور اُس کے پتی دونوں ہی بھانپ جاتے ہیں کہ آگنتک 3 کون تھا۔ راجیندر مہاشے پتا کی آگیا کا اکچھر شر پالن کرنے پر تلے ہوئے ہیں، چاہے اس کے لیے اپنے پران ہی کیوں نہ دینے پڑے۔ پُستک کے اَنتم دوتین پرچ چھید جن میں چندرکلا، سوشیل اور راجیندر کے چرتروں کا پورن روپ سے وکاس ہوا، بہت ہی سندر ہیں۔ راجیندر کا تاپ 4 چندرکلا کی گلانی 5 اور سوشیل کی پتر بھکتی 6 کا دگ درشن اتینت منوہر ہے۔ ہم پاٹھکوں سے انورودھ کرتے ہیں کہ اس کرون کتھا کو اوشیہ پڑھیں۔ ایسے اپنیاس انھوں نے بہت کم پڑھے ہوں گے۔

مادھوری: 19 فروری 1926

---

1 مانسک ویدنا۔ ذہنی الجھن 2 میگھاچھن۔ ابر آلود، جھما جھم بارش 3 آگنتک۔ آنے والا
4 تاپ۔ دکھ، درد 5 گلانی۔ پچھتاوا 6 پتر بھکتی۔ باپ کی محبت

''**دلچسپ کہانیاں**'' لیکھک پنڈت رام سوروپ کوشل۔

بالکوں کے لیے چھوٹی چھوٹی کہانیوں کا سنگرہ ہے۔ ہر ایک کہانی کے انت میں اس سے ملنے والی شکشا بھی دی گئی ہے۔ بھاشا سرل اور روچک ہے۔ پر ہماری سمجھ میں شکشا کو پرکٹ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لڑکے سویم کہانیوں سے شکشا گرہن کر سکتے ہیں۔ کم سے کم کچھ سوچنا تو پڑتا ہی۔

''**چلتا پرزہ**'' لیکھک، شری گنگا پرشاد چودھری۔

یہ چودھری مہودے کی ان چودہ کہانیوں کا سنگرہ ہے، جو انھوں نے سمے سمے پر لکھی اور پرکاشت کرائی ہیں۔ کہانیاں پرایہ سب مزے دار ہیں۔ چلتا پرزہ، مایاوِنی، موہنی، آدمی بہت ہی سندر ہوئی ہیں۔ ہاسیہ 1 رس کی گہری چاشنی کا مزہ سب کہانیوں میں وڈّیہ مان 2 ہے۔ بھاشا محاورے دار، بول چال کی ہے۔ پنڈتاؤ بھاشا کہانیوں کے لیے انوکول نہیں ہوتی، چودھری مہاشے نے اس گُر کو خوب سمجھا ہے۔ کہانیوں میں لیکھک کی پرتبھا 3 جھلک رہی ہے۔ ہمیں آشا ہے، آپ اور بھی اچھا لکھیں گے۔ کہیں کہیں ایکادھ شبد بے محاورہ آ گئے ہیں۔ 'خلاصگی'، اب ٹکسال باہر ہے۔ یہ مارواڑی گڑھنت سی معلوم ہوتی ہے۔ آشا ہے لیکھک مہاشے اس کا دھیان رکھیں گے۔ کہیں کہیں تو آپ کا ورنن بہت ہی روچک اور سجیو ہے۔ بہت اچھی چیز ہے۔ مبارک بادی کے لائق۔

مادھوری: فروری 1927

---

1 ہاسیہ رس۔ معنوی مزہ　　2 وڈّیہ مان۔ معلوم افزا　　3 پرتبھا۔ اصلیت، شخصیت

"کرم دیوی" لیکھک، شری پرواسی لال ورما۔

یہ ایک چھوٹا سا منورنجک ایتہاسک اپنّیاس ہے، جس میں ستیہ کی اپیکشا کلپنا سے ادِھک کام لیا گیا ہے۔ کرم دیوی جالور کے راجہ دُرجے سنگھ کی پتری تھی۔ میواڑ کے یوراج مَل سنگھ سے اس کا پریم ہوگیا تھا۔ پر اِدھر اکبر کی نگاہ بھی کرم دیوی پر پڑ چکی تھی۔ اس نے چھل، کپٹ، وِنے بلاتکار آدی سادھنوں سے اُسے اپنے وَش میں کرنا چاہا پر سپھل نہ ہوا۔ آخر اس نے زہر سے مَل سِنگھ کا کام تمام کیا اور کرم دیوی اس کے ساتھ ستی ہوئی۔ اکبر کے چرِتر کو بڑی کرورتا سے بگاڑا گیا ہے، پرکھتا 1 منورنجک ہے، بھاشا بہت سندر۔ سنسکرت شبدوں کا پریوگ کچھ کم ہوتا تو پُستک ادِھک اپیوگی ہوجاتی۔

"گلپانجلی"

لیکھک، پانڈے بیچن شرما 'اُگر'

یہ اُگر جی کی ان کہانیوں کا سنگرہ ہے جو پانچ چھ سال پہلے آج میں نکلی تھیں۔ ایک ایک کہانی سماج کے ایک ایک انگ کا چِتر ہے۔ ادِھک تر کہانیوں میں ہندو سماج کی بُرائیوں کا کرون وِلاپ ہے۔ پریکشا ہاسیہ 2 کتھا ہے، بہت سندر ہے، بھاشا سجیو اور بھاؤ مرم 3 سپرشی ہیں۔

"جیوت ہندی" (پرتھم بھاگ) سنگرہ کرتا 4 شری لکشمی چندر کھورانہ

اس سنگرہ میں یہ نوِینتا ہے کہ کیول سمکالین رچناؤں کے ہی اَنش لیے گئے ہیں۔ اکثر اسکولی سنگرہوں میں لوگ للّو لال اور راجہ شیو پرشاد سے آرمبھ کرکے بابو رادھا کرشن داس تک سماپت کردیتے ہیں۔ سمکالین 5 لیکھکوں کو چھوتے تک نہیں۔ ایسے سنگرہ کالج کلاسوں کے لیے اُپیکت ہوسکتے ہیں۔ ان کا اُدیشیہ بھاشا کا کرم وکاس دکھانا ہے۔ کنتو بالکوں کو پرچلت بھاشا سے اُپریچت رکھنے کا پھل یہ ہوتا ہے کہ وے کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں۔ تو ویاکرن اور محاورے کی غلطیاں کرنے لگتے ہیں۔ اس سنگرہ میں یہ دُوش نہیں ہے۔ بالکوں کے بہت اُپیوگی ہوگا۔

مادھوری ماگھ۔ 1985

---

1 پرکھتا۔ مبصّر، جانچ کرنے والا 2 ہاسیہ کتھا۔ کہانی کی معنویت 3 مرم سپرشی 4 سنگرہ کرتا۔ مرتّب
5 سمکالین۔ ہمعصر، ایک زمانے کے

"کنکال" لیکھک جے شنکر پرساد

اپنی رچناؤں کے اتینت سندر، پھڑکتے ہوئے نام رکھنے کی پرتھا پراچین کال سے چلی آتی ہے۔ کتاب تو ہے سڑیل پر نام اتنا سندر، مانو ساہتیہ کا رتن ہی ہے، پرساد، جی نے اتنا سندر اپنیاس لکھ کر اتنا ویبھتسہ 1 نام رکھ دیا کہ پہلے پاٹھک کو ایک پرکار کی اروچی ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس میں کوئی پیشاچک رہسیہ ہوگا۔ یا کوئی ہتیا کانڈ، لیکن دل پر جبر کرکے جب وہ پستک اٹھاتا ہے اور ایک پرچ چھید 2 پڑ جاتا ہے تب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو کوئی اونچے درجے کی چیز ہے۔ پُستک سماپت کر لینے پر اس کے سامنے کنکال کا بھیشن درشیہ نہیں، سوربھ سے بھرے ہوئے رمنیک 3 اُدیان 4 کا درشیہ آتا ہے، جو ہردے پر نہ مٹنے والا اثر چھوڑ جاتا ہے، یہ 'پرساد' جی کا پہلا اُپنیاس ہے۔ پر آج ہندی میں بہت کم ایسے اپنیاس ہیں، جو اس کے سامنے رکھے جا سکے۔ مجھے اب تک آپ سے یہ شکایت تھی کہ آپ کیوں پراچین ویبھ کا راگ الاپتے ہیں، ایسی چیزیں کیوں نہیں لکھتے، جن میں ورتمان سمسیاؤں اور گتھیوں کو سُلجھایا گیا ہو۔ نہ جانے کیوں میری یہ دھارنا ہو گئی ہے کہ ہم آج سے دو ہزار ورش پوروکی باتوں اور سمسیاؤں کا چترن سپھلتا کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ مجھے یہ اسمبھو سا معلوم ہوتا ہے۔ ہم کو اس زمانے کے رہن سہن آچار وچار کا اتنا الپ گیان ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے کی سمبھاؤنا رہتی ہے۔ ہم کو بہت کچھ کلپنا کا آشرے لینا پڑتا ہے اور کلپنا۔یتھارتھ کا رُوپ کھڑا کرنے میں بہودھا اسپھل ہوتی ہے۔ شاید یہ میری پریرنا 5 کا پھل ہے کہ 'پرساد' جی نے اس اپنیاس میں سمکالین سماجک سمسیاؤں کو حل کرنے کی چشٹا کی ہے اور خوب کی ہے۔ میری پہلی شکایت پر کچھ لوگوں نے مجھے خوب آڑے ہاتھوں لیا تھا، پر اب مجھے وہ کٹھور باتیں بہت پر یہ لگ رہی ہیں اگر ایسی ہی دس پانچ لتاڑوں کے بعد ایسی سُندر روستو نکل آئے تو میں آج بھی ان کو سہن کرنے کو تیار ہوں۔ اس اپنیاس کو نکلے چار پانچ مہینے ہو گئے۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی مجھ سے یوگیتر سجن اس کی آلوچنا کریں۔ میں نے خود کئی متروں سے جن کی آلوچنا شکتی مجھ سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ اس کی آلوچنا کرنے کی درخواست کی، پر سبھی وعدے کرکے ٹال گئے، اس لیے آج مجھے اس کرتویہ کا پالن خود کرنا پڑا۔ میں سچے ہردے سے کہتا ہوں کہ مجھے اس رچنا میں بڑا آنند ملا کرتیو لیکھک کی کویتامی شیلی میں یدّ پی

1 ویبھتسیہ۔فطری 2 پرچ چھید۔جدائی، باب حد 3 رمنیک۔خوب صورت 4 اُدیان۔باغ، پارک
5 پریرنا۔تحریک

اتنی سجیوتا اور مردانا پن نہیں، پر اس کی کسر سوندریہ اور کوملتا نے پوری کر دی ہے۔ درشیہ کے چترن میں نوینتا ہے ویچیتہ ہے اور ہردے ہے۔ چرتروں میں گہرائی ہے، جان ہے اور ستیہ ہے۔ سبھاشنوں میں وچار ہے، تتھیہ ہے [1] ہے اور چھبنے والے واکیہ ہے۔ منگل کا ہندو آدرشہ واد، وجیہ کا دارشنک جڑواد سوامی جی کا بگلا بھگت پن، کیشوری کی پاکھنڈئ دھار مکتا اور نرلجّیہ ولاستا، سبھی پاٹھک کو مگد کر دیتے ہیں۔ گھنٹی کا چرتر بہت ہی سُندر ہوا ہے۔ الہڑپن کے ساتھ جیون پر ایسی ایسی تاتوِک دِرشٹ، یدّپی پڑھنے میں کچھ اسمبھاوک معلوم ہوتی ہے، پر یتھارتھ میں ستیہ ہے۔ ورودھوں کا میل جیون کا گن رہسیہ ہے۔ وہ بھی ستی ہے، یمنا بھی ستی ہے، پر دونوں میں کتنا سوکشم انتر ہے۔ ایک کٹھور ہے، دوسری کومل ایک چھاچھ کو گرم دودھ سمجھنے والی، دوسری وش بھی گرہن کرنے کو تیار۔ مجھے وشواس ہے کہ 'پرساد' جی ایسے اور بھی اُتپن کریں گے اور ہندی بھاشا ان کا یتھوچت سمّان کرے گی۔

نومبر 1930

---

1 تتھیہ ۔ سچّائی

''پرکھ'' لیکھک، شری جینیندر کمار جین

جینیندر کمار کی رچنائیں تھوڑے ہی دنوں سے پرکاشت ہونے لگی ہے۔ کچھ کہانیاں تیاگ بھومی میں نکلی، کچھ مادھوری میں دو چار اور ادھر اُدھر نکلی ہوگی اور 'پرکھ' تو ان کا پہلا اپنیاس ہے، پر جو کچھ انھوں نے لکھا ہے، بہت ہی سُندر لکھا ہے۔ بھاشا چرتر، چٹکیاں، سبھی اپنے ڈھنگ کی نرالی ہے۔ ان میں سادھارن سی بات کو بھی کچھ اس ڈھنگ سے کہنے کی شکتی ہے، جو تُرنت آکرشت کرتی ہے۔ ان کی بھاشا میں ایک خاص لوچ، ایک خاص انداز ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان رِیلسٹوں میں نہیں ہیں، جنھیں نگن چتروں میں ہی آنند آتا ہے۔ 'سندر' کو وہ کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ 'پرکھ' ہے تو چھوٹی کتاب، پر ہندی میں ایک چیز ہے۔ بھاشا اتنی سجیو، شیلی اتنی آکرشک، چرتر اتنا مارمک کہ چت مگد ہو جاتا ہے، مگر یہ نئی وِواہ پرتھا ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ یدی کٹو اور بہاری کو سیوا برت ہی دھارن کرنا تھا۔ اور ایسا پریتت ہوتا ہے کہ جیون میں وہ پھر نہ ملے ہوں گے۔ تو وِواہ بندھن کی کیا ضرورت تھی؟ وِواہ واسنا کی چیز نہ ہو، سنتان پیدا کرنے کی چیز نہ ہو، پر سنگیتی کی چیز تو ہے ہی، ایسی گاڑی تو ہے ہی جس کے دو پہیے ہوتے ہیں۔ یدی استری اور پرش کو ایک دوسرے کے پریم، سہارے اور سہانوبھوتی کی ضرورت نہ ہو، تو وِواہ کا نام ہی کون لے۔ کٹو کا چرتر ایک سرل ہوتی، وِدھوا کا چرتر ہے، جس میں وِراگ بھی ہے اور ترشنا 1 بھی، ابھلاشا بھی ہے اور نراشا بھی۔ وِراگ کتنا وینجت 2 ترشنا کتنی دبی ہوئی۔ بہاری میں جوانی کی اُمنگ ہے۔ وہ اُمنگ کا سجیو پتلا ہے۔ چنتا پس وپیش اور پرینام وہ کبھی سوچتا ہی نہیں۔ کھاتا ہے تو اُمنگ سے، بولتا ہے تو اُمنگ سے، پریم کرتا ہے تو اُمنگ سے۔ اور سنیاس لیتا ہے، تو اُمنگ سے ستیہ پرکاش کا پتن۔ ہم اُسے پتن ہی کہیں گے ایک منسوی یوک کا پتن ہے، جو نناوے کے پھیر میں پڑ جاتا ہے۔ ہمیں وشواس ہے اس رچنا کا آدر ہوگا۔ ہم جنیندر جی کو اس پر بدھائی دیتے ہیں اور کتھا پریموں سے آگرہ کرتے ہیں کہ وہ اسے اوشیہ پڑھیں۔

جنیندر جی سے ہماری تھوڑی دیر کی ملاقات ہے۔ سیدھے سادھے کھدر دھاری آدمی

---

1 ترشنا۔ پیاس 2 وینجت۔ آواز

ہیں، ہردے میں دیش بھکتی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا، لمبے لمبے سنوارے ہوئے کیش ہیں، نہ آنکھوں پر سُنہری عینک، نہ کوئی ٹیم ٹام چُپ چاپ کام کرنے والے آدمیوں میں ہیں، پورے ستیہ گراہی۔ آج کل گجرات اسپیشل جیل میں جیل جیون پر کوئی اپنیاس لکھنے کی سامگری جمع کر رہے ہیں۔

فروری 1931

''شرابی'' لیکھک، شری پانڈے بچن شرما 'اُگر'

اُگر جی کی بھاشا میں پرواہ ہے، زور ہے اور اسپھورتی ہے۔ ہاں کہیں کہیں کسی بات کو نوین ڈھنگ سے کہنے کے لیے وہ محاورے کا خیال نہیں کرتے۔ مانک اس کتھا کا نائک ہے اور جواہر نائیکا۔ دونوں ہی شرابیوں کے بچّے ہیں۔ جواہر کا باپ اسے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیتا ہے۔ وہ کندن ویشیا کے جھانسے میں آ کر ویشیا ہو جاتی ہے۔ مانک اس سے وِواہ کر کے اس کا اُدھار1 کرتا ہے۔ کتھانک کا کرِم کچھ ایسا رکھا گیا ہے کہ سمجھنے میں کٹھنائی پڑتی ہے۔ اس کا بھی وچار نہیں کیا گیا ہے کہ اپنّیاس میں کن باتوں کے وِستار کی ضرورت ہے اور کون سی بات دو چار واکیوں میں ہی سماپت کر دینی چاہیے۔ شرابیوں کے چرتر میں اتی شیوکت 2 کا بھرم ہو سکتا ہے، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے لوگ جیتے جاگتے مل نہیں سکتے۔ اُگر جی پکّے یتھارتھ وادِیتا رُچی 3 یا کورُچی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اصلی روپ میں دکھائی دیتی ہے۔ پارس ناتھ کا چرتر ایک شرابی کی سچی تصویر ہے وہ سوبھاو کا اُگرِ پانچ نہ ہونے پر بھی نشے میں کتنا بڑا اپشو بن جاتا ہے اور پھر نشا اُترنے پر اسے کتنا پچھتاوا اور گلانی ہوتی ہے اور نشے میں کسی بات کو لے بھاگنے کی کتنی پراوِرت 4 ہوتی ہے، یہ ایک کُشل چترِ کار کی کلا کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ مانک کا چرتر بھی ایک ولاسی یوک کا چرتر ہے، جو جوانی کی اُٹھتی ہوئی اُمنگ میں ہیرا سے پریم کرتا ہے اور جب ہیرا کا دوسرے پُرش سے وِواہ ہو جاتا ہے تو پڑھنا لکھنا چھوڑ کر آوارہ ہو جاتا ہے اور جب اس کا شرابی باپ مر جاتا ہے تو وہ خود اس دُروسن 5 میں پڑ کر اپنی منوویتھا 6 بھول جاتا ہے اور انت میں جواہر سے وِواہ کر کے سکھی ہوتا ہے۔ اسی جواہر کے گھر میں ہیرا کے پتی کی ہتیا ہو جاتی ہے اور وہ ندی میں ڈوب کر آتم گھات کر لیتی ہے۔

فروری 1931

---

1 اُدّھار۔ نجات 2 اتی شیوکت۔ مبالغہ 3۔ یتھارتھ وادیتا۔ عمل پر اعتقاد رکھنا 4 پراوِرت۔ خواہش 5 دُروسن۔ دکھ، درد 6 منوویتھا۔ دلی الجھن، پریشانی، درد

''سپنا''، لیکھک، سوامی آنند بھکشو سرسوتی

سوامی جی اس کے پہلے 'بھاونا' لکھ کر ساہتیہ میں پرچت ہو چکے ہیں اور جنھوں نے ''بھاونا'' پڑھی ہے، وہ جانتے ہیں، سوامی جی کیسے ساہتیہ کی سرِشٹی کر رہے ہیں۔ 'سپنا' میں انھوں نے اپنی وِدُشی دھرم سنگنی کی اِسمرتی وِدی 1 پر اپنے ہردے کے پھولوں کی ورشا کی ہے۔ آپ نے بھومیکا میں لکھا۔

میں سوچتا ہوں جو سپنے کی طرح گھٹ گیا اور سپنے کی طرح ہی پھر اُجڑ گیا اسی کی بات میں لوگوں کو کیا سناتا پھروں خود بھی کیوں اس کی اِسمرتی پوس پوس کر کٹھن بناؤں؟ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ سوپن مٹنے کے لیے ہوتا ہے اور جو لہلہاتا ہے وہ کبھی اُجڑے نہیں تو اس کی سندرتا بھی نشٹ ہو جائے۔ جیون اتنا پر یہ اور سرس معلوم ہوتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ ان میں اتنا پربل آکرشن ہے۔ میں اسپشٹ انوبھو کرتا ہوں کہ جس ندھی 2 کو میں کھو بیٹھا ہوں، یدی اسے کھونے نہ پاتا، تو اس کی امُولیہ تا کو پہچان بھی نہ سکتا۔ میں اسے کھو کر ہی تو پا سکا ہوں۔ اب رہا یہ کہ میں اسے کھونے لُٹ جانے کی پیر کو گا گا کر کیوں سہلاتا ہوں اس کا مزہ نہ پوچھیے۔ اسے ہردے والے ہی جان سکتے ہیں۔

سوامی جی کی بھاشا میں دھرم کو اسپرش 3 کرنے کی پربل شکتی ہے، اس میں سنگیت ہے کوملتا اور آویش ہے، اسمرتیاں اتنی پوتر، اتنی منوہر ہے کہ دل پر ہمیشہ کے لیے اثر چھوڑ جاتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کے اڈھرنوں 4 سے پاٹھکوں کا منورجن کروں۔ ایک ایک پنکتی میں آپ کی پرسادسی بھری ہوئی، سچی بھکتی میں ڈوبی ہوئی کویتا کا آنند آئے گا۔ شاید یہی بھکتی تھی، جس نے اور وِسترت ہو کر میرا کی وانی کو النکرت 5 کیا تھا۔ آدی میں ڈاکٹر شری متی کنتل کماری دیوی کا ایک انگریزی کٹھن ہے، جو پڑھنے اور منن کرنے یوگیہ ہے۔ ہم اس پُستک کو ہندی کا اجوّل رتنِ سمجھتے ہیں اور آشا کرتے ہیں کہ اس سے کتنے ہی وروگی آتماؤں کا کلیان ہوگا۔

فروری 1931

---

1 اسمرتی وِدی۔ یادوں کی قبر 2 ندھی۔ دولت 3 اسپرش۔ لمس 4 ادھرنوں۔ اقتباسات 5 النکرت۔ آرائش، تزئین

''کُمدنی''، لیکھک، شری رویندر ناتھ ٹھاکر، انو وادک شری دھنیہ کمار جین۔

وشوِ کوی شری رویندر ناتھ جی کا یہ ایک اپنیاس ہے۔ پہلے، وشال بھارت میں کرمشہ نکلتا رہا ہے۔ اب پُستکا 1 کار پر کاشت ہوا ہے۔ مدھوسودن، جو کتھا نایک ہے، بڑا ہی کرپن، پیسے پر جان دینے والا، کلا 2 بھیمانی اور دھن کو سنسار کی سروتّم ندھی ماننے والا گرور پروش 3 ہے۔ کمد اُدار سنہیہ مئی آتما بھانی، ستی، پرِدُکھ سے وِکل 4 ہو جانے والی، سہانو بھوتی اور کوملتا کی دیوی نائکہ ہے۔ ایسے ایوگیہ جوڑے کا میل نہ سکھکر ہو سکتا ہے، نہ ہوا ہے۔ ایسے پُرش جہاں ہوں گے وہاں یہی بادھائیں کھڑی ہوں گی۔ وہ پتنی کو بھی اپنے جیون ودَھان کی کل کا ایک پرزہ سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بھی انیہ پرزوں کی بھانتی اس کے اشاروں پر ناچے اور جب اسے اس اُدّیوگ میں سپھلتا نہیں ہوتی، تو وہ اتروتر کٹھو اور اُدوگن ہوتا جاتا ہے۔ ویمنیسہ 5 کا انکُر تو دونوں کلوں میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ مدھوسودن اور وی پرساد، دو پرتھک سنساروں کے نیواسی ہیں۔ مدھوسودن وی پرساد سے جلتا ہے اور کمدنی کا اپنے پیارے بھائی کو شردھا اور اسنیہہ کی دِرشٹی سے دیکھنا اسے اور بھی باولا کر دیتا ہے۔ وہ دمبھ اریشیا سنکیرنتا 6 کی مانو سدیہہ مورتی ہے۔ ایسے پتی بھی ہوتے ہیں، ہمیں تو اسے سویکار کرنے ہی میں سنکوچ ہوتا ہے۔ پر سنسار میں سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسے پُرشوں کا ہونا بھی سمبھو ہے۔ ہاں ہمارا وشواس ہے کہ ایسے پُرش سنسار میں ادھیک ہوتے تو سنسار نرک تلیہ ہو جاتا اور سبھی گھروں میں وہی کلہ نظر آتا جو اس گھر میں ہوا ہے۔ کُمدنی جتنی ہی دیوی ہے، اتنا ہی مدھوسودن پشاچ ہے۔ پہلے ہی رات کو جب کمدنی کو مورچھا آ جاتی ہے تو مدھوسودن کہتا ہے۔ میکے سے مورچھا کا ابھیاس کر آئی ہو کیا۔ پر ہمارے یہاں اس کا رِواج نہیں۔ تمھیں یہ اپنی نورنگری چال چھوڑنی ہوگی۔

پھر انگوٹھی کی بات آتی ہے۔ کمدُ کے پاس وپیرداس کی دی ہوئی ایک فیروزے کی انگوٹھی ہے۔ مدھوسودن نہیں چاہتا کہ بھائی کی دی ہوئی وستُو کو کمدُ اتنی پریہ سمجھیں۔ مدھوسودن وہ انگوٹھی اُڑا لیتا ہے اور کہتا ہے۔ ہاں میں نے لی ہے۔ میں نے تو کہہ دیا تھا، اسے تم نہیں رکھ سکتی۔

کمدُ کہتی ہے۔ تمھاری چیز تم رکھ سکو گے اور اپنی چیز میں نہیں رکھ سکوں گی؟ اس گھر میں تمھاری الگ

---

1 پستکا کار۔ کتابچہ، کتاب نما 2 کلا بھیمانی۔ فنی شان 3 کرور۔ کٹر، لالچی
4 وکل۔ ویاکل 5 ویمنسیہ۔ تصادم کا بیج 6 سنکیرنتا۔ چھوٹی ذہنیت

سمجھی جانے والی کوئی چیز نہیں ہے'۔

'کوئی چیز نہیں؟ تو یہ رہا تمھارا گھر' سمبھالو۔

سارانش 1 یہ کہ مدھوسودن کے چرتر میں کہیں کوملتا نہیں کہیں سجّنتا 2 نہیں وہ کرِ پنتا 3 اور ابھیمان 4 اور کُٹل 5 سانسار کتا کا گھرنت 6 اوتار ہے۔ آشچر یہ ہے، کمُد کی اس اَنند یہ رُوپ ماھوری کا اس پر ذرا بھی اثر نہیں پڑتا۔ جہاں بڑے بڑے سمراٹوں کے سر بھی جھک جاتے ہیں، وہاں بھی وہ جیوں تیوں بنا رہتا ہے۔ کیول دو تین بار ہی اس کا دل پسیجتا ہے، پر وہ بھی جب اسے دھوکے سے بتایا جاتا ہے کہ کمُد لکشمی کے گرہ لے کر آئی ہے۔ اس کا من رُوپ سے چنچل ہوتا ہے ضرور مگر اس میں کاموڈپن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جتنی بار مدھوسُودن اس سے پریم دکھاتا ہے، کمُد کے ہردے میں کھینچ تان مچتی ہے۔ پتی کا کرودھ تو اس کی سمجھ میں آتا ہے، اس کا پریم سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پریم میں کپٹ ہے، سوارتھ ہے، گھمنڈ ہے۔ آتم سمرپن ہے۔ کمدنی گے منو بھاؤں کا اتینت بجیو چترن سوئم اسی کے شبدوں میں ہوا ہے۔

موتی کی ماں کمُد سے پوچھتی ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ جیٹھ جی سے پریم کر ہی نہیں سکتی؟ 'کر سکتی تھی۔ ہردے میں ایک ایسی چیز بھر لائی تھی کہ جس سے سب باتیں اپنے پسند کر لینا میرے لیے بہت آسان تھا۔ شروع ہی میں تمھارے جیٹھ جی نے اسے توڑ کر چکنا چور کر ڈالا ہے۔ آج سب چیزیں کٹھور ہو کر مجھے ستا رہی ہیں... میں جانتی ہوں، میں جو پتی کو شردھا کے ساتھ آتم سمرپن کر سکی ہوں۔ وہ میرے لیے مہا پاپ ہے، لیکن اس پاپ سے مجھے اتنا ڈر نہیں، جتنا شردھا ہین آتم سمرپن کی گلنی کی یاد کر کے ہو آتی ہے'۔

ذرا دیر چپ رہ کر کمُد نے پھر کہا۔ تم بھاگیہ وان ہو بہن' نہ جانے تم نے کتنا پنیہ کیا ہوگا، تبھی تو تم دیور جی کو سمپورن ہردے سے پریم کر سکتی ہو۔ پہلے میں سمجھتی تھی کہ پریم کرنا ہے۔ تبھی استریاں سبھی پتیوں سے اپنے آپ ہی پریم کرتی ہوں گی۔ آج دیکھ رہی ہوں کہ پریم کر سکنا ہی سب سے دُرلبھ ہے، وہ تو جنم جنمانتر کی تپسیا سے ہی ہو سکتا ہے۔ اچھا بہن، سچ، سچ کہنا، سبھی استریاں کیا پتی کو پریم کرتی ہیں؟

موتی کی ماں ذرا ہنس کر بولی۔ بنا پریم کے بھی اچھی استری بنا جا سکتا ہے، نہیں تو سنسار چلے گا کیسے؟

---

1 سارانش۔ خلاصہ　2 سجّنتا۔ آدمیت　3 کرِپنتا۔ کنجوسی　4 ابھیمان۔ فخر، شان
5 کُٹل سانسار کتا۔ کٹر دنیادار　6 گھرنت۔ لائق نفرت

یہی دلا سا دیتی رہو مجھے، اور کچھ بن سکوں چاہے نہیں، کم سے کم اچھی استری تو بن سکوں۔ پنیہ اسی میں زیادہ ہے، کٹھن تپسیہ تو وہی ہے'۔

'باہر سے اس میں بادھائیں پڑتی ہیں'۔

'انتر سے ان بادھاؤں کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ میں کر سکوں گی' ہار نہ مانوں گی'۔

یہ ہے ایک ستی ناری کا سدرڑھ درڑھ سنکلپ۔ پتی کی ساری بُرائیوں کو بھول کر بھی وہ اچھی استری بننے ہی میں اپنے جیون کی سارتھکتا1 سمجھتی ہے۔

پُستک میں کتنے ہی استھل اتنے مرمِ اسپرشی ہیں کہ چت مگدھ ہو جاتا ہے۔

اور بھاو ونجنا کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ہمارے وچار میں یدی کوی نے مدھوسودن کا چرتر اتنا دُربل نہ دکھا کر اس سے کچھ اور سُندر دکھایا، تو جیون کی ٹریجڈی اور بھی مارمک2 ہو جاتی۔ مدھوسودن کو تو ہم ایک اسادھارن لوبھی ویکتی سمجھ کر اس سے گھرنا کرنے لگتے ہیں۔ اور کمُدنی کی وڈمبناؤں3 کا مہتو اس سے بہت کچھ کم ہو جاتا ہے' پر اس میں تو کوئی دورائیں ہو ہی نہیں سکتیں کہ یہ اُپنیاس بڑے اونچے درجے کا ہے اور دھنیہ کمار جی نے اپنے پرانجل بھاشا میں اس کا انوواد کر کے ہندی بھاشا کا اُپکار کیا ہے۔

''میری ایران یاترا''

لیکھک' مہیش پرساد مولوی، عالم، فاضل

جو لوگ انگریزی کے وِدّوان ہیں۔ وہ انگلینڈ کی سیر کرنے جاتے ہیں۔ مہیش پرساد جی عربی فارسی کے آچاریہ ہیں، ان کے لیے ایران سے زیادہ پریم اور کس دیش سے ہو سکتا تھا۔ یوروپ کی یاترا بہت سوسادھیہ ہے۔ ایران سمیپ ہوتے ہوئے بھی دُور ہے، کیوں کہ وہاں یاتریوں کے لیے کوئی سُودھا نہیں۔ شاید یہ پہلا ہی یاترا ورتانت4 ہے۔ جو ہندی میں نکلا ہے۔ یہ اس دلچسپی اور یاترا پریم کا پرمان ہے جو بھارت واسیوں میں اب جاگرِت ہونے لگا ہے پُستک گیارہ کھنڈوں میں وِبھاجت ہے پہلے کھنڈ میں ایران کا سنکشپت ورتانت ہے اور ہمارے وچار سے ضرورت سے زیادہ سنشپکت ہے۔ اس سے زیادہ وِستار تو سادھارن بھوگول کی پُستکوں میں ملتا ہے اور اس کی کیا اوشیکتا ہے، یہ بتلایا گیا ہے۔ میرے وچار میں اسے پہلا کھنڈ ہونا چاہیے تھا باقی کھنڈ میں بنارس سے کراچی آنے، کراچی سے جہاز پر بیٹھنے اور بھن

---

1 سارتھکتا۔ کامیابی 2 مارمک۔ حسّاس 3 وِڈمبنا۔ مضحکہ خیز 4 ورتانت۔ خودنوشت

بھن ایرانی استھانوں کا ورنن ہے۔ یاترا بڑی منورنجک ہے اور آنے والے یاتریوں کے لیے بڑے کام کی چیز ہے۔ ہاں، ہم اتنا کہیں گے کہ یاترا کی بھاؤنا رُوکھی ہے اور کہیں وہ بجیوتا نہیں ہے، جو یاترا اور تانتوں 1 کا مکھیہ گن ہے۔ پُستک میں کئی ایرانی استھانوں اور نگروں کے چترِ ہیں۔ ایران کا سادھارن پریچے جو ہمیں یہاں ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بڑے ابھیاگت 2 سیوی، اُدار اور سجّن ہیں۔ جیون ابھی مہنگا نہیں ہونے پایا ہے۔ سڑکیں خراب ہیں، ریلیں کم موٹر لاریوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ جل وایو سواستھیہ وردھک موسم سُہاونا اور دِرشیہ منوہر ہیں۔

مارچ 1931

5 پاترا اور تانت۔ سفرنامہ
6 ابھیاگت۔ مہمان نوازی

''واتاین'' لیکھک، شری جینندر کمار

یہ جینندر کمار جی کی تیرہ کہانیوں کا سنگرہ ہے۔ جن میں کئی تو پتریکاؤں میں نکل چکی ہیں۔ کئی اس سنگرہ میں پہلی بار نکلی ہیں۔ جینندر جی کی رچناؤں نے ہندی اُپنیاس اور گلپ ساہتیہ کو گورو پردان کر دیا ہے۔ اس سنگرہ کی 'فوٹو گرافی' چلت چت، بھابھی، آدی کئی کہانیاں سنسار کے کسی ساہتیہ کے لیے گروِ کی وستو ہو سکتی ہے۔ ایسا چل چلاپن، ایسی سجیوتا، ایسی سوکتیاں 1 اور کہیں کم دیکھنے میں آتی ہے۔ بیچ، بیچ میں ایسے واکیہ رتن بکھرے ملتے ہیں، جو چت کو مگدھ کر دیتے ہیں۔ دو ایک اُداہرن لیجیے۔

'وہ گھر' جس میں لکھو کے پُرانے دن، سکھ کے، ولاس کے، اُلّاس کے دن، اب بھی زندہ تھا، جو لکھو کے سمیپ اس کے باپ کا اس کے ماں کے سمیپ اس کے پتی کا ایک ماتر اوشیش 2 سنسمرتی چنھ 3 تھا، جو ان کے جیون میں گھل مل گیا ہے جس کے کونوں میں بھیتر باہر چاروں طرف مانو اپنی شاکھا پر شاکھائیں پھیلا کر ان کا جیون ورکش پھلا پھولا تھا۔

'سوچا یہ تو دلی نہیں ہے۔ دلی کا بازار ہے، جہاں امیری تن کر اپنا پردرشن کرتی ہے اور جہاں غریبی اپنے کو امیری بنانے میں چھپائے شرماتی چلتی ہے۔ وہ جگہ تو دیکھی نہیں، جہاں امیری سڑتی ہے اور غریبی سکُڑتی پڑی رہتی ہے۔ وہ گلیاں، جو سپاٹ چکنی نہیں ہے، جو سنکڑی اور ٹیڑھی میڑھی ہیں، جیسے شریر کی رکت واہنی نسین۔

'اور دیوراستری کے جیون میں اوشیک وستو ہے ایک دیور چاہیے جس کو اوسر بنا کر ہنسی، کھیل کو داور ونود پرمود کی استری کی چل، سُلبھ آموداتمک 4 وِرتیاں کُھل کر ترپتی 5 لابھ کریں۔ پتی کے ساتھ استری ایک اُتردایِنی، بھاروا ہنی، کرتبو اور آدھیکار کی جھجھٹوں کے بیچ پرتشٹھت، دھیر، گمبھیر، گرہستھن ہے۔

جینندر جی کی چٹکیاں مزے دار ہوتی ہیں۔ وہ نشانے پر سیدھے جا بیٹھتی ہیں، پر آگیات نہیں پہنچاتیں۔ بندوق ہوائی ہے یا سوگندھ کی پچکاری سمجھیے۔ ان کی کلپنا بہودھا ایسی پرتیکش ہو جاتی ہے کہ

---

1 سوکتیاں۔ کہاوتیں 2 ماتر۔ طرف 3 اوشیش سنسمرتی چنھ۔ یادوں کے نقوش 4 آموداتمک۔ لطف اندوز
5 ترپتی لابھ۔ پیاس بجھانا تشنگی دور کرنا

بھاؤں کا چتر سا سامنے کھنچ جاتا ہے۔ جنھیں کہانی کے ساتھ ساتھ ساہتیک رس کا آسوادن 1 کرنا ہو ان کے لیے ان گلپوں 2 میں بہت ملے گا پر نمک کہیں زیادہ نہیں کڑواپن کہیں اتنا نہیں کہ آنکھوں سے پانی بہے، میٹھاس کہیں اتنی اتیادھک نہیں کہ جی اُوب جائیں۔ بال چرتر ورنن کرنے میں جینندر جی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہمیں وشواس ہے جنتا ان رتنوں کا آدر کرے گی۔

ستمبر 1931

---

1 آسوادن۔لطف اندوز 2 گلپوں۔جھوٹ، چھوٹی کہانی

''منی گوسوامی'' لیکھک، شری کرپا ناتھ مشر' ایم' اے۔

یہ پتریکا کے آکار کا ایک ناٹک ہے جو ہر ایک پرکار سے اپنی آتمتا کو درشت کرتا ہے۔ اس کا آکار پستکیں نہیں، پتریکاؤں کا سا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس آکار کی پستکیں نہیں ہوتیں۔ بھود ھا اور بد گرنتھوں کے موٹے پن کو کم کرنے کے لیے اس آکار میں پستکیں چھاپی جاتی ہیں۔ پر یہ کیول ستر پرشٹھوں کا گرنتھ ہے۔ دوسری نوینتا ہے اس کا سمرپن لیکھک نے یہ رچنا اپنی دھرم پتنی جی کو سمرپت کی ہے۔ ہے بھی اچھا۔ دیا پہلے گھر میں جلا کر تب مندر میں جلاتے ہیں۔ تیسری نوینتا ہے سادھارنتہ پستکوں میں ایک بھومیکا ہوتی ہے۔ یہاں تین بھومیکائیں ہیں بھومیکاؤں میں بھی نوینتا ٹھسا ٹھس بھری ہوئی ہے آپ نے بہت سچ کہا ہے کہ ہم ناٹکوں کو کیول تماشا سمجھتے ہیں گیان بڈھی یا بھاو تو کرش کا اُپکرن 1 نہیں۔ لیکن جب دوسری بھومیکا میں آپ کہتے ہیں۔

ہمارے پراچین ناٹک کار سمسیا پورتی کرنے والے بھے بھیت شرم جیوی تھے انھوں نے کلا میں کسی بھی آتمہ جنت برہمانڈ کی سرشٹی نہیں کی۔ انھوں نے وشو کی گھور چھایا میں اسنان نہیں کیا۔ ان کے ہاتھ چترشلپی، کمھار کے ہاتھ تھے۔ کلاود 2 یا سرشٹا 3 یا بھگوان کے ہاتھ نہیں، تو ہم ذرا چونک پڑتے ہیں اور بڑی ساودھانی سے بھومیکا بڑھنے لگتے ہیں۔ نہ سندیہہ تینوں بھومیکاؤں میں ساہتیک تتو بھرے پڑے ہیں، جن پر منن کرنے کی ضرورت ہے۔

ناستکتا کی ویدی 4 پر ہی کلا کا جنم ہوتا ہے۔

ہمارے پراچین ناٹک کار کچھ پنڈت تھے کچھ مٹھوں پر تھے۔ سبھی استھول۔ 5 ان کو رچناؤں میں کوئی بھی دارُن چیخ 6 نہیں سن پڑتی، ویتھا 7 ابھیبھوت ہردے کا پریچے نہیں ملتا۔

پرتیک منشیہ کا جیون آتمہ پرکاش 8 کا ایک دیرگھ 9 پرواس 10 ہے۔ پتا پتر کو جنم دیتا ہے۔ پُتر میں اپنے آپ کو پرکٹ کرنے کے لیے۔

---

1 اُپکرن۔ ہتھیار 2 کلاود، آرٹسٹ، فن کار 3 سرشٹا۔ تخلیق کار 4 ویدی۔ قبر 5 استھول۔ منجمد
6 دارُن۔ دل کو ہلا دینے ولا 7 ویتھا۔ دکھ درد 8 پرکاش۔ روشنی 9 ویرگھ۔ بڑا، گہرا
10 پرواس۔ غریب الوطن

کیا شکنتلا میں دشینت کے دربار میں شکنتلا کا رُودن 1 اور وِلاپ 2 دارُون چیخ نہیں ہے؟ مہابھارت کیا ایک مہان ٹریجڈی نہیں ہے؟ گھن سنگرام کے بعد جیون کے اس انت سے بھی بڑھ کر کوئی دارُن چیخ ہوسکتی ہے؟

اس میں سندیہہ نہیں، پراچین وِدوانوں نے ساہتیہ کے شکنجوں میں کس کر مولکتا 3 کو ہانی پہنچائی۔ پر یہ شکنجے سادھارن شرینی کے کلاودوں کے لیے ہے سرِشٹا کے لیے پراچین سمے میں بھی کوئی شکنجا نہ تھا۔ شکنجے بنتے ہیں سرشٹاؤں ہی کی کیرتیوں سے۔

خیر اب مول ناٹک پر آیئے۔ یہ بھی ایک نوین وستو ہے، ہم کو ہر ایک نوین وستو سے چڑھ نہیں۔ اسی طرح ہر ایک نوین وستو پر ہم لٹو بھی نہیں ہونا چاہتے۔ ناٹک ایکانکی ہے جس میں چھ درشیہ ہے۔ منی گوسوامی ایک زمیندار ہے۔ ان کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ تینوں جوان ہیں منی کی استری کا دیہانت ہو چکا ہے پہلے درشیہ میں منی اور کھٹک کی بات چیت ہے۔ کھٹک دوسرے وِواہ کا انورودھ کرتا ہے۔ گوسوامی، جی انکشار کھتے ہوئے بھی انت کو راضی ہوجاتے ہیں۔ منی کے بھاؤ کا پریورتن چتر ہے۔ وہ نہیں کر کے بھی ہاں کرتا ہے منی کا بڑا پتر ویرن بڑا اتساہی، جوشیلا، دیش بھکت ہے۔ جس کے ولایت جانے کی تیاری ہے۔ پر باپ کے وواہ کی خبر سنتے ہی وہ پاگل ہوجاتا ہے اور انت کو اپنی ہتیا کر لیتا ہے۔ منی کی پتنی تھوڑے ہی دنوں میں اس کے روپے پیسے اُڑا کر اُسے پھٹکار بتا کر چلی جاتی ہے۔ اس مانشک چھوبھ سے وہ بھی انت میں پاگل ہوجاتا ہے۔ مشر جی نے واستو میں آتم جنت برہمانڈ کی سرشٹی کی ہے۔ ویرن کا چرتر ہملیٹ کی چھایا سا معلوم ہوتا ہے مگر اس سرشٹی میں واستوکتا نہیں جانے پائی اور ناٹک کا جوادیشیہ ہے، وہ بھلی بھانتی پورا ہوتا ہے اس میں گہرائی ہے، پر بھاؤ ہے ویتھا ہے۔

انت میں ہم یہی کہیں گے کہ 'کلا کی سرشٹ' کے لیے ناستک ہونا آوشیک نہیں۔ اس کے لیے بھاؤں کی گہرائی اور تیورتا کی ہی ضرورت ہے۔ سنسار کے ویاپاروں سے آستک 4 اور ناستک 5 دونوں ہی پربھاوت ہوسکتے ہیں۔

ستمبر 1931

---

1 رُودن۔رونا 2 ولاپ۔نوحہ خوانی 3 مولکتا۔فطرتی، فطری

4 آستک۔خداپرست 5 ناستک۔منکر خدا

''آندھی'' لیکھک، شری یت جے شنکر پرساد

یہ پرساد جی کی گیارہ کہانیوں کا سندر سنگرہ ہے۔ پرایہ سبھی کہانیاں بھن بھن پتروں میں چھپ چکیں۔ آندھی، ناری ہردے کی ایک دکھد کتھا ہے، ایسے ہردے کی، جس میں پریم اپنے مولک (1) اور بجسوی (2) روپ میں پرکٹ ہوا ہے۔ چاریاری (3) بیچنے والی بلوچن یوتی کی کرونا ویدنا (4) ہردے کو ہلا دیتی ہے۔ مدھوا ایک شرابی کے ہردے کا چترن ہے۔ پرساد جی کی سہردیتا شرابی میں بھی منشیہ کا دیالو ہردے دیکھتی ہے، اس کی اوہیلنا نہیں کرتی۔ یہاں پرتیک کہانی پر کچھ لکھنے کی وشیش ضرورت نہیں۔ پرساد جی کی بھاشا میں پرواہ نہیں، وہ دوڑتی ہوئی نہیں چلتی، اس لیے ہانپ کر شتھل (5) بھی نہیں ہوتی وہ شانت، گمبھیر اور رسمی ہے۔ کہیں کہیں تو اس کی بجیوتا جیسے اسپندت (6) ہو جاتی ہے۔ دیکھیے، داسی میں ترک بالا کا ورنن کتنا مارمک الھڑپن، چنچلتا اور ہنسی سے بنی ہوئی وہ ترک بالا سب ہردیوں کے اسنیہہ کے سمیپ تھی۔

ایک راتری کا ورنن دیکھیے۔

''بسنتی سی چاندنی رات اپنی مت والی اجولتا میں محل کے میناروں اور گمبجوں تتھا ورکشوں کی چھایا میں لڑکھڑا رہی ہے، جیسے سونا چاہتی ہو''۔ اس سنگرہ کی سب سے اچھی کہانی 'داسی' ہے جس کی کرونا رو چکتا ہردے پر گہرا اثر چھوڑ جاتی ہے۔

''پیرس کا کُبڑا'' انوادک شری درگا دت سنگھ (مول لیکھک) وِکٹر ہوگو

وِکٹر ہوگو، فرانس کا سب سے بڑا ساہتیہ مہارتھی سمجھا جاتا ہے یہ پستک اسی کی ایک فرانسسی پستک کا انوواد ہے۔ اس لیکھک کی ایک پستک کا انوواد سورگی شری گنیش شنکر ودیارتھی جی نے کیا تھا۔ اس کے سب سے بڑے اپنیاس، لامزے ربل، کا انوواد یہ پورا کر گئے ہیں، پیرس کا کبڑا، واستو میں ''ناتری دیم'' کا کبڑا ہونا چاہیے تھا۔ شاید انوادک مہودے نے ناتری دیم کو اپرسدھ سمجھ کر پیرس کر دیا۔ ہمیں یہ دیکھ کر

1۔ مولک۔ فطری 2۔ تیجسوی۔ چمکیلا 3۔ چاریاری۔ خدمت اور مدد 4۔ کرونا ویدنا۔ درد وغم
5۔ شتھل۔ ساکت، منجمد 6۔ اسپندت۔ لرزہ تاری ہونے کی حالت

ہرش ہوا کہ یہاں ناموں اور استھانوں کو جیوں کا تیوں رہنے دیا گیا ہے۔ بھارتیہ بنانے کا پریاس نہیں کیا گیا ہے۔ اس طرح کا پریاس جب کبھی کیا گیا ہے، اسپھل ہوا ہے کہ کیول نام بدل دینے سے دیشیتا یا جاتیتا نہیں بدل جاتی۔ اس کی جڑیں اس سے زیادہ گہری ہوتی ہیں پھر ہر ایک وستو کو بھارتیہ بنانے کا پریاس ہی کیوں کیا جائے اس کا ارتھ تو یہی ہوتا ہے کہ بھارتیہ پاٹھکوں کو سنسار کی اور کسی جاتی کی کتھاؤں میں کوئی آنند ہی نہیں آتا۔ ہم اتنے سنکیرن (1) بدّھی ہیں کہ ہمارا ایسا انومان نہیں۔ ہم ودیشی فلموں کو کتنے چاؤ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ شکشت سماج تو دیشی فلموں کے نام سے ہی چڑھتا ہے۔ اپنے نکٹ کی وستوؤں سے زیادہ پر بھاوت ہونا سوبھاوک ہے، لیکن اپنے وپتر کو پیار کر کے دوسرے بالکوں سے پریم کیا جاسکتا ہے۔ ہم اس انوواد شیلی کو روکنا چاہتے ہیں، جو ہر ایک ماسٹر پیس کو بھارتیہ بنانے کے پریاس میں سارہین (2) بنا دیتی ہے۔ ''ناتری دیم'' جگت پرسدّھ اپنیاس ہے اس کے وشے میں کچھ لکھنا ویرتھ ہے۔ وہ فلم میں بھی آچکا ہے۔ انوواد جیسا سرس اور سوبودھ ہونا چاہیے تھا، ویسا نہیں جان پڑتا حالاں کہ یہ لکھتے ہوئے ہم ان کٹھنائیوں کی اور سے آنکھیں نہیں بند کر سکتے جو ہندی میں بار بار سامنے آتی رہتی ہے۔ پھر کوئی انوواد کتنا ہی سندر کیوں نہ ہو نقل نقل ہی رہتی ہے پھر ہم تو دربھاگیہ وش سبھی یوروپیہ بھاشاؤں کا انوواد انگریزی انوواد وں سے کرتے ہیں۔ تو جو نقل ہو اس سے اصل کے روپ کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پھر بھی پیرس کا کبڑا منورنجک اور ساہتیک آنند پرد ہے۔

نومبر 1931

''شڑینتر کاری'' لیکھک، الیکزنڈر ڈیوما

ڈیوما فرانس کا پرسدّھ اپنیاس کار ہے۔ یہ پستک اسی کے ایک اپنیاس کا انوواد ہے۔ اس اپنیاس میں فرینچ کرانتی کے سمے کا بڑا سجیو چترن کیا گیا۔ پستک بہت ہی روچک ہے اور انوواد بھی سندر رہا ہے۔ ساہتیہ منڈل نے اردو کے کیندر دلی میں ہندی پرکاشن کا بھار اٹھایا ہے، یہ ادھوگ پرشنسیہ ہے۔

1۔ سنکیرن۔ مند، سکڑا ہوا، نیچ، چھوٹا 2۔ سارہین۔ بے معنی

''کنوجیا سماج میں بھیانک اتیاچار''۔لیکھک ،شری کانتی کرشن شکل۔

اس پستک میں دس کہانیاں دی گئی ہے،جن میں کنوجیا سماج میں ہونے والے سماجک اتیاچاروں کا ورنن کیا گیا ہے۔ سماج میں لڑکیوں کی کتنی دردشا ہوتی ہے، ودھواؤں کا کتنا اپمان کیا جاتا ہے، اور سوارتھی (1) سسر کیسی کیسی لیلائیں رچتے ہیں،اس کا خاصہ بھنڈا پھوڑ کیا گیا ہے۔کہانیاں سچی جان پڑتی ہیں۔ان میں یتھارتھ (2) ہے،درد ہے،من کو اسپرش (3) کرنے کی شکتی ہے ہمیں وشواس ہے ،لیکھک کو اپنے پریتن میں وشیش سپھلتا ہوگی۔مشکل یہی ہے کہ یہ پستک ان ہاتھوں میں پہنچے کیسے؟ پہنچے یا نہ پہنچے پر اس میں تو کوئی سندیہہ نہیں کہ ایک ایک کہانی سے لیکھک کی سد بھاؤنا (4) ٹپک رہی ہے۔اس جاتی کے نویوکوں کا کرتویہ ہے کہ وہ اس پستک کا پرچار ادھک سے ادھک کریں۔ایسی رچنا کے لیے ہم شکل جی کو ہردے سے بدھائی دیتے ہیں۔

''مہاپاپ لیکھک''،کاؤنٹ ٹالسٹائے۔

کاؤنٹ ٹالسٹائے کے دو چھوٹے اپنیاسوں کو ایک ساتھ پرکاشت کیا گیا۔''قزاق''اور''ریوجر سوناٹا''۔ٹالسٹائے کی رچناؤں کے وشے میں کہنا ہی کیا،حالاں کہ وہ کبھی کبھی بھاؤ اور وچاروں کی آلوچنا کرنے میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ پاٹھک کا جی اوب جاتا ہے۔ یہ دونوں کہانیاں ٹالسٹائے کی پرسدھ وستوؤں میں ہیں اور انوواد سلجھی ہوئی سرل بھاشا میں کیا گیا ہے۔

''منتخبات ہندی کلام''۔لیکھک ،ڈاکٹر جعفر حسین، پی۔ایچ۔ڈی

ہندی ساہتیہ کے نرمان میں مسلمانوں نے گت کال میں جو کچھ کیا،اس کے رن (5) سے ہندی بھاشا کبھی مکت نہیں ہو سکتی۔لیکن نئے یگ میں مسلمانوں نے ہندی ساہتیہ سے کیول اداسینتا ہی نہیں،کبھی کبھی دویش (6) کا ویوہار کیا ہے، جو اردو ہندی کے جھگڑے کے کارن اور بھی بڑھ گیا ہے۔آج بہت کم مسلمان ہیں، جو ہندی ساہتیہ سے پریچت ہوں اور اس میں لکھنے والوں کی سنکھیا تو انگلی پر گنی جا سکتی ہے۔

1۔سوارتھی۔خود غرض 2۔یتھارتھ۔رجائیت 3۔اسپرش۔چھونا
4۔سدبھاونا۔اچھے احساسات 5۔رن۔قرض 6۔دویش۔بیگانگی،دشمنی

اس لیے ہم ڈاکٹر جعفر حسین صاحب کے کرتگیہ (1) ہیں کہ انھوں نے ایسی ناک دری کے زمانے میں یہ پستک پرکاشت کر کے مسلم سنسار کو ہندی ساہتیہ میں مسلمانوں کا استھان، پر کچھ پرکاش ڈالا ہے۔ ایک دوسرے ادھیائے ہیں، ہندی ساہتیہ کی وشیشتائیں بیان کی گئی ہیں دونوں ہی ادھیاؤں کو پڑھ کر ہم ڈاکٹر صاحب کے وِدّوتا (2) کے تو اتنے قائل نہیں ہوئے پر وہ سہردے اوشیہ ہیں اور انھیں مسلمانوں کی اس ساہتیہ اُپیکشا کا بڑا کھید ہے آپ نے بہت اچھا پرستاؤ کیا ہے ہمارے اسکول میں اگر ہندی اور اردو دونوں ہی لازمی کر دی جائے، تو سبھی شکشت جنتا دونوں بھاشاؤں کو سمان روپ سے لکھے گی اور بولے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ کلانتر میں ایک ہندستانی بھاشا کا وکاس ہو جائے گا اور قومی زبان کا پرشن ہمیشہ کے لیے طے ہو جائے گا، اسی آشے کا پرستاؤ ہمارے متر مولوی حمید اللہ نے لیڈر میں کیا تھا۔ اس پتر کی جتنی چرچا ہوئی اس سے وِدِت (3) ہوتا تھا کہ جنتا اُسے سہرش سویکار کرنے کے لیے تیار ہے۔ پر ہمارے شکشا وبھاگ کے کرن دھاروں نے اس پر کچھ وشیش دھیان نہ دیا۔

ان ادھیاؤں کے بعد مول پُستک شروع ہوتی ہے۔ اُسے لیکھک نے چھ بھاگوں میں رکھا ہے پہلے بھاگ میں نیتی ہے، دوسرے میں بھکت اور گیان، تیسرے میں شرنگار، چوتھے میں پھٹکل چھند ہیں اور پانچواں ضمیمہ ہے۔ چھندوں کی ویاکھیا وستار سے کی گئی ہے اور شبدارتھ بھی دیے گئے ہیں۔ ہمارے وچار میں شرنگار رس کا چناؤ اس سے بہت اچھا ہو سکتا تھا اور بعضے دوہوں کا ارتھ بھی گول مال کر دیا گیا ہے۔ پھر بھی لیکھک نے سراہنیہ پریتن (4) کیا ہے۔

دسمبر 1931

1۔ کرتگیہ۔ احسان مند 2۔ وِدّوتا۔ عالم ہونا، ماہر ہونا 3۔ وِدت۔ ظاہر 4۔ پریتن۔ کوشش

''رباعیات عمر خیام'' انوادک، شری میتھلی شرن جی گپت

فارسی ساہتیہ میں شاید اس سے زیادہ پرسدھ کوئی پستک نہیں ہے، وشیش کر یوروپ میں ان رباعیوں میں کچھ ایسا رس ہے کہ اس سنگرہ کو سنسار ساہتیہ میں بہت اونچا استھان پراپت ہے۔ بنگلہ میں اس کے سندر سچتر انوواد پہلے ہی نکل چکے ہیں۔ ہندی میں پربھا، میں گپت جی نے ان رباعیوں کا انوواد شروع کیا تھا۔ اس سمے وہ اپورن (1) رہ گیا تھا۔ پرکاش، پستکالیہ نے اب اس انوواد کو پستک کے آکار میں سندر چتروں سہیت بڑی سجاوٹ کے ساتھ پرکاشت کیا ہے۔ شروع میں گپت جی کا کتھن ہے۔ جس میں انھوں نے مول فارسی اور اس کے انگریزی انوواد، دونوں میں سے ایک سے بھی پریچت نہ ہونے پر بھی انوواد کر ڈالنے کے ساہس کا ذکر کیا ہے اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ گپت جی کا کاریہ کوشل بھی اس انوواد میں کوئی رس نہ پیدا کر سکا۔ اس کتھن کے بعد شری رائے کرشن داس نے عمر خیام اور ان کی کویتا پر اچھا نبندھ لکھا ہے۔ اس کے بعد مول انوواد ہے۔ خیام کی رباعیوں میں جو وراگ مے (2) انوراگ ہے، جو مستی ہے، وہ انوواد میں نہ آسکی اور نہ آسکتی تھی۔ کوی کی آتمہ کا مول سے آواہن ہوسکتا تھا۔ فٹز جرلڈ کا انوواد بھی سدھ نہیں اس نے جگہ جگہ من مانا انوواد کر ڈالا ہے۔

چتروں میں کئی اچھے ہیں اور کئی ویبھتس (3)۔ واستو میں بھاؤں کا چترن ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے لیے تو کویتا ہی ہے۔ راگ راگنیوں کے چتر پراچین شلپیوں نے کھینچے ہیں، پرنتیجہ کچھ نہیں۔ ادرشیہ کو درشیہ اور بھاؤں کو کایک (4) بنانے کا پریتن کبھی سپھل نہیں ہوتا، خیر اس درشٹی سے نہ دیکھ کر بھی ان چتروں میں خیام پن کیول تین چتروں میں آسکا ہے۔ پرشٹھ 50، پرشٹھ 29 اور پرشٹھ 4۔36 اور 40 پرشٹھ کے دونوں چتر تو من میں گلانی اتپن کرتے ہیں۔

دسمبر 1931

1۔ سنکیرن۔ مند، سکڑا ہوا، پیچ، چھوٹا 2۔ دراگ مے: دراگ سے بھرا ہوا، دلچسپ
3۔ ویبھتس: بے جان 4۔ کایک: جسمانی

''آروگیہ شاستر'' لیکھک ،شری چترسین شاستری

ہندی میں آج کل آروگیہ شاستر (1) سمبندھی پستکوں کی دھوم ہے اور ہونا ہی چاہیے۔ منشیہ کے لیے آروگیہ سے بڑھ کر کوئی وستو نہیں۔انیہ پستکوں کی اپیکشا اس رچنا میں یہ وشیشتا ہے کہ اس میں پُرانی باتوں کے ساتھ نئی باتوں کا سماویش (2) کر دیا گیا ہے اور سواستھیہ کے وشے میں نئی سے نئی تحقیقاتوں کی ویاکھیا بھی کر دی گئی۔ یہ مول روپ سے چکتسا کی پستک نہیں بلکہ اس میں وشیوں کا پرتی پادن کیا گیا ہے جن سے چکتسا کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ چکتسا بھی ہے، مگر کیول اتنی نہیں کہ وہ بھی آروگیہ پراپتی کا ایک سادھن ہے۔ ہیضہ، پلیگ، تپ دق، ملیریا آدی سنکرامک بیماریوں کا وشد روپ سے الیکھ کیا گیا ہے۔ اسنان پر ایک پورا ادھیائے ہے۔ پہلے ادھیائے میں سواستھیہ وگیان ہے۔ دوسرے ادھیائے میں شریر وگیان دیا گیا ہے۔ تیسرا ادھیائے بھی اسی وشے پر ہے۔ چوتھے ادھیائے میں گربھا دھان اور پرسو (3) اور پانچویں ادھیائے میں، ششو پالن۔ آگے کے چار ادھیائے اسنان اور بھوجن سے سمبندھ رکھتے ہیں۔ دسویں ادھیائے میں روگ کیٹانوں کا ذکر ہے۔ روگی کی سیوا، آکاسمک (4) اپچار، سوبھاوک چکتسا پر بھی ایک ایک ادھین ہے چوبیسویں ادھیائے میں ویبھی چار سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی چرچا کی گئی ہے۔ ایک ادھیائے میں خاص نسخے دیے گئے ہیں۔ سوندریہ وگیان پر بھی ایک ادھیائے ہے۔ گرہ نرمان کلا ہست رکھا وگیان بھی آروگیہ کے سادھن ہیں اور ان پر یوگوں کو بھی استھان دیا گیا ہے۔ پستک چتر ہے، ویایام، سوندریہ، شریر تتو، آکاسمک اپچار سمبندھی سینکڑوں چتر ہیں۔ تیسویں ادھیائے میں ادھیاتمہ (5) تتو بھی دیا گیا ہے۔ کیوں کہ شریر اور آتمہ کا سمبندھ سمجھے بنا آروگیہ پراپت نہیں ہوسکتی۔ سنگرہ بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے اور ایسی کوئی بات نہیں رہنے پائی، جس کا آروگیہ سے دور کا سمبندھ بھی ہے۔ کاغذ اچھا اور چھپائی سندر جلد اعلا درجے کی مولیہ ادھک ہے لیکن یہ پستک نہیں، آدرگیہ کا پستکالیہ ہے۔ اگر روگوں کے ندان اور چکتسا کا ورنن اور وستار سے ہوتا تو پستک سروانگ پورن ہو جاتی۔ پھر بھی بڑے کام کی چیز ہے بھاشا روچک اور سرل ہے۔

مارچ1932

1۔آروگیہ شاستر: علم صحت 2۔سماویش: انضما، اشتراک 3۔پرسو: دردزہ

4۔آکاسمک: دفتی 5۔آدھیاتمہ تتو: غیرد جودی عنصر

''یوروپ کی کہانیاں'' سنگرہ کرتا، شری گوپال نیوٹیاں

اس سنگرہ میں روس، فرانس، جرمنی، انگلینڈ، اٹلی آدِی دیشوں کے کہانی لیکھکوں کی پینتیس سندر کہانیاں دی گئی ہیں۔ یہ کلا بھارت میں یوروپ سے آئی ہے، اس لیے ہمیں یوروپ کی پرگتی کو دیکھتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یوروپ کے پرایہ سبھی وکھیات (1) لیکھکوں کی رچنائیں چنی گئی ہیں۔ ٹالسٹائے، چیخوف، ترگ نیو، میکسم گورکی، اناتول فرانس، میپاسا، بیلس، ہارڈی، جوکنی آدِی آدِی لیکھکوں کی کیرتیاں (2) کبھی کبھی پتریکاؤں میں نکلتی رہتی ہیں۔ یہاں سبھی ایک منڈلی میں جمع ہیں اور اپنی اپنی کیرتی سنا رہے ہیں۔ پرایہ سبھی کہانیاں ایسی ہیں کہ پڑھ کر من مگدھ (3) ہو جاتا ہے۔ روسی لیکھکوں میں چیخوف کی ہوڑ، نا مک کہانی لا جواب ہے۔ چند ہار، اور کیٹانو بھی اچھی ہے۔ بعض کہانیوں کے اس سنگرہ میں رکھنے کا مرمہ اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ ودیش کی ہیں۔ بھومیکا میں کہانی کے وکاس اور گن دوش کا ویوچن کیا گیا ہے اور کہانی کی رچنا پر مولیہ وان وچار پرگٹ کیے گئے ہیں۔ اس کا ایک انش ہم دیتے ہیں۔

پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کتھانک کی رچنا کا آدھار کیا ہو؟ کہانی لکھنے کے لیے ایک ادیشیہ کا ہونا آوشیک ہے۔ کسی ایک گن اتھوا اوگن کی ابھویکتی کو دھیان میں رکھ کر کتھانک کی سرشٹی کرنی چاہیے۔

مارچ 1932

1۔ وکھیات: مشہور 2۔ کرتیاں: تخلیقات 3۔ مگدھ: آسودہ، خوش

''بیس کہانیاں'' سنگرہ کرتا،شری رام چندر ٹنڈن۔
اس سنگرہ میں ہندی کی بیس اچھی اچھی کہانیاں جمع کی گئی ہیں۔ایک لیکھک کی کیول ایک کہانی لی گئی ہے۔چناؤ سندر ہے،لیکن مولیہ ادھک۔

''گلپ منجری'' سنگرہ کرتا،شری سدرشن۔
یہ بھی ہندی کے سوپرسدھ(1) گلپ (2) لیکھکوں کی رچناؤں کا سنگرہ ہے۔کل ستر ہ کہانیاں ہیں لیکھکوں کا پریچے بھی دیا ہے۔

''کہانی کیسے لکھنی چاہیے'' لیکھک،منشی کنہیالال جی ایم۔اے۔
یہ چوسٹھ پرشٹھوں کی چھوٹی سی پستک ہے اوراس وشے کی کداچت پہلی پستک ہے،کہانی کلا کے وشے میں ایک پستک کی ضرورت ہے اور جہاں کچھ نہیں ہے وہاں یہ پستک نئے لیکھوں کو بہت کچھ لابھ پہنچا سکتی ہے۔بھومیکا میں منشی جی فرماتے ہیں۔
اس پُستکا میں بہت سی باتیں ایسی ہیں،جو بڑھائی جا سکتی تھیں اور بہت سی ایسی بھی ہیں جو چھوڑ دی جا سکتی تھیں،کنتو پستکا جس روپ میں ہے اُسی روپ میں اس لیے اپستھت (3) کی جارہی ہے کہ جس میں ودوان اور انوبھوی لوگ اس کی تر ٹیوں (4) کو دیکھ کر ایسی پستک لکھے،جس سے کہانی لیکھک کو ٹھیک،ٹھیک شکشا پراپت ہو۔''
تو یہ پُستکا کیول اسی لیے لکھی گئی ہے کہ اس کی تر ٹیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی دوسری پستک لکھے۔ہمارے وچار میں لیکھک جب کوئی کتاب لکھنے بیٹھے،تو اس کا یہ دھیہ (5) ہونا چاہیے کہ یتھا شکتی وہ اپنی رچنا کو نردوش بنائے،جان بوجھ کر کوئی کسر نہ چھوڑے۔

1۔سوپرسدھ: بہت مشہور،ممتاز 2۔گلپ: کہانی،جھوٹ 3۔اُپستھت: حاضر،پیش
4۔تر ٹیوں: غلطیوں 5۔دھیہ: مقصد

خیر پستک میں آٹھ پر چھید (1) پرچھید ہیں۔ کہانی، پلاٹ، چرتر چترن کتھوپ کتھن، کہانی کی رچنا، کلائمکس، شیلی اور کہانی کے وشے میں انیہ وشیش باتیں، پرشٹھ سات پر لیکھک مہودے کہتے ہیں۔ کہانی لکھنے سے اچھی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اس سے گیات (2) ہوتا ہے کہ آپ کو ہندی پتروں کا انوبھو نہیں ہے ہندی میں بہت کم ایسے پتر ہیں، جو پرسکار دیتے ہوں۔ دو چار انے گنے لیکھکوں کو سمھو ہے کچھ پرسکار مل جائے پر سادھارنتہ یہ کہانی لکھنا ابھی ویوسائے (3) کے درجے تک نہیں پہنچا ہے ایسی برلی ہی کوئی پتریکا ہوگی، جو نفع پر چل رہی ہو۔ تو پھر گھاٹے کا پتر نکال کر کوئی پرسکار کیسے دے سکتا ہے۔

ایسا جان پڑتا ہے کہ یہ پستک کئی انگریزی پستکوں کے آدھار پر لکھی گئی ہے کیوں کہ اس میں جگہ جگہ اسمبدھتا (4) آگئی ہے۔ پھر بھی اس میں کام کی بہت سی باتیں ہے، جو کہانی لکھنے میں سہایک ہوگی۔

دو ایک چھوٹے چھوٹے اُدھرنوں سے یہ بات پرکٹ (5) ہو جائے گی۔ پلاٹ کے لیے سامگری اکثر اکسمات (6) مل جاتی ہے، جیسے کبھی سماچار پتر پڑھنے سے کبھی سادھارن بات چیت سے کبھی اچانک گھٹناؤں کے دیکھنے سے اور کبھی سادھارن انوبھوں سے سمھو ہے کہ نئے لیکھک کو یہ پلاٹ کی سامگری سادھارن باتوں میں نہ دکھائی دے کنتو پلاٹ ڈھونڈھنے کا ابھیاس اس کو نپُن بنا دیتا ہے۔

چرتر۔ چترن کے پرکرن میں آپ لکھتے ہیں۔

پہلی قسم کی کہانی گھٹنا سے ہوتی ہے، جس کی سپھلتا کے لیے آوشیک ہے کہ گھٹنا برابر ہوتی جائے۔ اسی پرکار کی کہانیوں میں چرتر چترن کے لیے بہت کم استھان ملتا ہے۔ دوسری طرح کی کہانی وہ ہے، جس میں آچرن کا چتر کھینچا جاتا ہے اس میں چرتر چترن کا استھان پلاٹ اور گھٹناؤں سے ادھک آوشیک سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ارتھ یہ نہیں کہ گھٹناتمک کہانیوں میں چرتر چترن کا بالکل ابھاؤ ہو، یا آچرن سمبندھی کہانیوں میں گھٹنائیں یا پلاٹ نہ ہوں۔ کیوں کہ اچھی کہانیوں میں دونوں باتوں کا ہونا آوشیک ہے۔

مارچ 1932

1۔ پرچھید: باب 2۔ گیات: علم 3۔ ویوسائے: روزگار 4: اسمبدھتا: بے جوڑ
5۔ پرکٹ: ظاہر 6۔ اکسمات: اچانک

''بیلی کرسن رکمنی ری، راٹور راج، پرتھوی راج ری کہی'' انو وادک۔ سورگیہ مہاراج شری جگمال سنگھ جی صاحب۔

راٹھور نریش پرتھوی راج وہی ویر شریشٹھ ہے، جس نے مہارانا پرتاپ کو اس سمے اتیجنا سے بھرا ہوا پتر لکھا تھا، جب مہارانا کشٹوں سے تنگ آ کر اکبر کی پرادھینتا (1) سویکار کرنے کا وچار کر رہے تھے۔ اس پتر کو پڑھتے ہی مہارانا سنبھل گئے اور انت تک سوادھینتا (2) کا جھنڈا پھہراتے رہے۔ یہ پتر بھاؤ اور بھاشا اور اوج اُدی گنوں کے لیے اتہاسک ساہتیہ میں ایک امولیہ وستو ہے۔ پرتھوی راج مارواڑی بھاشا کے سروشریشٹھ کوی تھے اور کرشن کے پرم بھکت 'بیلی' انھیں کی رچنا ہے۔ سمپادکوں نے اپنے پراک کتھن میں کہا ہے کہ مارواڑی بھاشا میں یہ کویتا کا سروشریشٹھ گرنتھ ہے۔ مارواڑی بھاشا کو ڈنگل کہتے ہیں، مہاراجہ پرتھوی راج نے ہندی میں بھی کویتا کی ہے پر ان کی گننا (3) دوسری شرینی کے کویوں میں ہے، پر سمپادک دمیہ کا دعوا ہے کہ پرتھوی راج چند بردائی سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ 'بیلی' میں کرشن چرتر گایا گیا ہے۔ بھومیکا میں راجستھانی بھاشا کی اُتپتی وکاس اور وستار کا وشد ورنن ہے پھر مہاراجہ پرتھوی راج کا چرتر لکھا گیا ہے اور ان کی رچناؤں کے گن درشائے گئے ہیں 'بیلی' میں کل تین سو چار پدھ ہے۔ ہر ایک پدّھ کا بھاوارتھ دیا گیا ہے سادھارن ہندی جاننے والا آدمی ان پدّھوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے ڈنگل کا شبد کوش (4) بھی دیا گیا ہے۔ ایک ادھیائے میں 'بیلی' کے بھنّ بھنّ پاٹھانتروں کو سامنے رکھ دیا گیا ہے سمپادکوں نے جتنے پرشرم اور ودّتا سے اس گرنتھ کا سمپادن کیا ہے، وہ پرشنسیہ ہے۔ پستک کو بودھ گمیہ بنانے کے لیے انھوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی، ڈنگل بھی ہندی بھاشا ہی کا ایک روپ ہے اور اس کے شبد کوش تتھا ٹپّیاں بھاشا وگیان کے لیے بڑے مہتو کی چیزیں ہیں۔ ہندوستانی اکیڈمی نے اس پستک کو پرکاشت کر کے اپنے ساہتیہ پریم کا پریچے دیا ہے۔ ڈنگل بھاشا سے انبھگ (5) ہونے کے کارن ہم 'بیلی' کے پدھوں کا پورا پورا رسا سوادن تو نہیں کر سکے، پر بھاوارتھ کو پڑھ کر یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرتھوی راج میں اسادھارن پرتبھا تھی۔ ہم دو ایک پدھوں سے اس کا اداہرن دیں گے۔

1۔ پرادھینتا: غلامی 2۔ سوادھینتا: آزادی
3۔ گننا: شمار 4۔ انبھگ: ناواقف

گریشم رتو (1) کا ورنن یوں کیا گیا ہے۔ تب سوریہ نے جگت کے سر پر سے ہو کر مارگ بنایا اور سگھن ورکشوں نے اپنی چھایا جگت کے سر پر کی۔ ندی اور دن بڑھنے لگے۔ سروروں کا جل اور راتری گھٹنے لگی۔ پرتھوی میں کٹھورتا اور ہمالیہ میں دربیہ بھاؤ آ گیا۔

ورشا رتو (2) ورنن کا کیول ایک پد ھ دیکھیے۔ پرتھوی شری رُکمنی کی بھانتی اور بادل گھن شیام شری کرشن کی بھانتی، گل باہیں ڈال کر ایک ہو رہے ہیں۔ دن اور رات کا بھید نہیں جانا جا سکتا۔ رشی منی گن بھرم میں پڑ کر سندھیہ وندن (3) کرنا بھول گئے۔

1 اپریل 1932

''ڈی ویلرا'' لیکھک، شری عمارت شرما۔

سا ما یک پستک ہے اور اچھے سمے پر نکلی ہے۔ لینن نے روس کا ادّھار کیا۔ اس وقت زار کی شکتی چھِنن (4) ہو گئی تھی۔ مصطفیٰ کمال نے ترکی کا ادّھار کیا۔ سلطان یوروپ کا پُرانا روگی مشہور تھا۔ لیکن آئی لینڈ کا ادّھار کرنے کے لیے ڈی ویلرا کو سنسار کے سب سے شکتی شالی سامراجیہ کا مقابلہ کرنا پڑا اس لیے ہم ڈی ویلرا کو لینن یا مصطفیٰ کمال پاشا سے کم نہیں سمجھتے۔ انگریز سرکار نے آئی لینڈ کا خوب دمن (5) کیا لیکن سن فنرس کا وہی باغی نیتا آج اپنے تیاگ، تجسوتا اور درڑھتا سے آئی لینڈ کا بے تاج کا بادشاہ ہے۔ وہاں کی دشا بہت کچھ بھارت سے ملتی ہے اور سامرجیوادیوں کی کوٹ نیتی کی چالیں بھی یہاں اُسی ڈھنگ پر چل رہی تھیں، لیکن ڈیلین، کالنس، پارنیل نے جو سوپن دیکھا تھا اُسے ڈی ویلرا نے پورا کر دکھایا۔ پستک ایک مہان پرش کا چرتر ہے اور اُسے پڑھ کر ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ پستک بڑی ہی روچک ہے، اپنیاس کی طرح، ہاں بھاشا اس سے سرل ہوتی تو اچھا ہوتا۔ ڈی ویلرا کے اتی رکت انیہ آئی رش نیتاؤں کے چتر بھی ہیں۔ آئی لینڈ کا ایک نقشہ دے دیا جاتا تو اس کی اپیوگتا بڑھ جاتی۔ جنھیں دیش پریم کی لگن ہے انھیں اس پستک سے بہت کچھ گیان ہوگا۔

1۔ گریسم رتو: موسم گرما   2 ورشا رتو: موسم برسات   3: سندھیہ وندن: شام کی عبادت
4۔ چھِنن: منتشر   5۔ دمن: استحصال

''وپلو'' لیکھک شری رادھاموہن گوکل جی۔

شری رادھا موہن گوکل جی ہندی کے ان گنے ہوئے لیکھکوں میں ہیں، جنھوں نے دھارمک سماجک اور نیتک (1) وشیوں پر سوتنتر وچار کیا ہے اور ان وچاروں کا نڈر ہوکر پالن کیا ہے۔ آپ کے وچاروں میں مولکتا ہے گہرا انویشن ہے اور آدمی کو قائل کرنے والی سچائی ہے۔ آپ کی بھاشا میں نزاکت اور لوچ کی جگہ سوامی دیانند کی سی درڑھتا اور تیز ہے۔ آپ اس ستر ورش کی اوستھا میں بھی نئے سے نئے وچاروں کا پرتی پادن برنارڈ شا اور ٹراٹسکی کی سی نربھیکتا (2) سے کرتے ہیں۔ آپ ذات پات، چھوت، چھات، دھرم سمپرادئے ان سبھی کو سماج کے لیے گھاتک اور ان کی سوابھاوک پرگتی میں بادھک سمجھتے ہیں اور آپ کی دلیلوں کے سامنے سرنہ جھکا دینا کٹھن ہے۔ اٹھائیس ورش کی یوا استھا میں جو آدمی استری کے مر جانے پر اس لیے ودھر جیون ویا تیت (3) کرے کہ وہ مر جاتا تو اس کی استری آجیون ویدھویہ کا پالن کرتی، تیاگ سے جیون کا ایسا پوتر اور اونچا آدرش ہے کہ جس کی مثال مشکل سے ملے گی اور اس اوستھا میں بھی آپ کی زندہ دلی نوجوانوں کو لجت کرتی ہے۔ وپلو واستو میں اپنے نام کو چری تارتھ کرتا ہے۔ اس میں مہاتما گوکل جی کے چنے ہوئے لیکھکوں کا سنگرہ کیا گیا ہے اور ارونا جی نے اسے پرکاشت کر کے ہندی کے وچار ساہتیہ میں ایک استمبھ سا کھڑا کر دیا ہے۔ پہلا لیکھ ہے، ایشور کا اہشکار مادھوری میں یہ لیکھ مالا آٹھ سال ہوئے کرمشہ نقلی تھی اور ہندی سنسار میں اس نے ہل چل مچا دی تھی۔ ان دلیلوں کا جواب نہیں ہے اور لیکھ کی شیلی اتنی چل بلی اور ونودمے (4) ہے کہ کیا کہنا۔ ''اندھ وشواس'' ''اتہاس کی کسوٹی'' آدی لیکھ پڑھنے اور وچار کرنے یوگیہ ہے۔ لیکھک مہودے پکے بدھی وادا ہیں، وہ کیوں ماننے لگے، لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ آپ کے روپ میں مہاتمہ چارواک نے اوتار لیا ہے۔

''سولبھ کرشی شاستر'' لیکھک، شری سکھ سمپتی رائے بھنڈاری ایم آر اے ایس۔

ایسی ایک پستک کی بڑی ہی ضرورت تھی اور بھنڈاری جی نے یہ پستک لکھ کر دیش کا اپکار کیا ہے۔ بھارت کسانوں کا دیش ہے۔ اس کا سب کچھ کھیتی پر منحصر ہے۔ سرکار بھی لاکھوں روپے نئے نئے رسرچ (کھوج) پر خرچ کرتی ہے لیکن کھیتی پر اس کا کوئی پرتیکش اثر نہیں ہوتا۔ کھوج ہوتی ہے لیکن اس کا کوئی

1۔نیتک: منتشر 2۔نربھیکتا: بلاخوف

3۔ویا تیت: بسر، گزارا 4۔ونودمے: پرمزاح

پرچار نہیں ہوتا۔اور وہ ساری محنت سرکاری دفتروں کی الماریوں کی شوبھا بڑھانے کی بھینٹ ہو جاتی ہے۔ لیکھک نے ان کھوجوں کو ایک جگہ سنگرہ کر کے اُسے جن سادھارن کے لیے سُلبھ کر دیا ہے زمین کی قسمیں جتائی، کھاد، گیہوں، اُوکھ، آلو، مونگ، مچھلی، افیم، تمباکو، مکہ، کپاس، چاول آدِی پھلوں کے پیدا کرنے کی ودھی وستار سے لکھی گئی ہے اور نئی سے نئی کھوجوں کا اپیوگ کیا گیا ہے، اس بے کاری کے دنوں میں کھیتی کے سوا نوجوانوں کے لیے دوسرا آدھار نہیں ہے ان کے لیے اور ہر ایک کسان کے لیے یہ پستک بڑے کام کی ہے۔ ہاں اس کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ ادھک سے ادھک دو روپے ہونا چاہیے تھا، اس لیے کہ یہ ساہتیک ولاس کی وستو نہیں، روٹی کے مسئلے کو حل کرنے والی ضروری چیز ہے اور ارتھ شاستر کے سدّھانتوں کے انوسار ضروری چیزوں پر کر نہ لگنا چاہیے یا بہت کم۔

''انتر ویدن'' لیکھیکا شری متی پروشارتھوتی دیوی۔

ہندی ساہتیہ کے نرمان میں دیویاں جو استھان لیتی جا رہی ہیں، وہ اس کے لیے گورَوْ (1) کی بات ہے پدھ رچنا میں تو ان کا استھان مردوں سے جو بھر بھی کم نہیں۔ جہاں بھاؤوں کی کوملتا ہی پردھان وستو ہے، جہاں منوویدنا (2) ہی کا راجیہ ہے وہاں تو کہنا ہی کیا۔ ایک دو مہینے پہلے تک ہندی سنسار، دیوی پُرشارتھوتی کے نام سے اپریچت سا تھا پر اس، انتر ویدنا کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں اسادھارن رچنا شکتی تھی۔ اور اپنے کماری جیون میں ہی انھوں نے ایسی آتمانوبھوتی (3) پراپت کی، جو پرَوڑھ کویوں کو بھی گورَوْ پردان کر سکتی ہے۔ پرکھید ہے کہ یہ کلی جو کھلنی شروع ہوئی تھی کہ توڑ لی گئی، کیول انیس ورش کی اوستھا میں ان کا اوسان ہو گیا۔ یہ ساری کویتائیں سولہ اور انیس سال کی اوستھا میں ہی لکھی گئی ہیں۔ اتنی عمر میں ایسی بھاؤپورن کویتا کرنا سادھارن پرتبھا کا کام نہیں ہے۔ ان کا وواہ شری چندر گپت جی ودّھالنکار سے ہوا تھا، پر یہ ندھی چھ مہینے میں ہی ان سے چھین لی گئی اور ان کے دکھی ہردے کو ساتونا دینے کے لیے جو کچھ شیش رہ گیا، وہ یہی کویتا کا سنگرہ ہے۔ پستک کو ہاتھ میں لیتے ہی ایک جھجھن کے لے ہاتھ اور ہردے دونوں میں سہرن سی ہو اٹھتی ہے اور ان کویتاؤں میں جو ویدنا (4) ہے وہ شت گن ہو جاتی ہے۔ کیا وہ آتمہ جیون کے بندھنوں سے مُکت ہونے کے لیے ہی تڑپ رہی تھی؟

1۔ گورو: فخر 2 منوویدنا: دلی تکلیف

3۔ آتمانوبھوتی: اندرونی صلاحیت 4۔ ویدنا: دکھ

درگم پتھ پر چل آئی ہو، ہونے کو چرنوں میں لین
گھورنراشا تم میں اَب تک تھی آشا کی آبھا شین
جس آتمہ میں یہ تڑپ اور کسک ہو وہ اس آبھامے سنسار میں کیا آنند پاتی ہمیں آشا ہے، ساہتیہ سنسار اس سنگرہ کا آدر کرے گا۔

جنوری1933

''بھرتر ہری چرت شرنگار، نیتی اور ویراگیہ شتک'' انوواد ک شری ہری داس جی وید۔

بھرتر ہری کے تینوں شتک سنسکرتی ساہتیہ کے ہی نہیں، بھوساہتیہ کی اپورو رچنائیں ہیں۔ جیون کی ان تینوں اوستھاؤں کا شاید ہی کسی کوی نے اتنا مارمک ہردے اپرشی اور آنکھیں کھولنے والا چترن کیا ہو۔ ہندی میں ان کرتیوں کے انوواد تو پہلے ہی چھپ چکے ہیں۔ لیکن ہری داس جی نے پرتیک شلوک کی ویاکھیا، شلوک کا انگریزی روپانتر اس سے ملتی جلتی ہندی اردو فارسی کویوں کے چھند دے کر اسے سرو سادھارن کے لیے سوبودھ (1) بنادیا ہے۔ ویاکھیا بڑی پھڑکتی ہوئی، سجیو بھاشا میں کی گئی، جس سے اس کے پڑھنے میں آنند آتا ہے۔ یہ تینوں پستکیں اب تیسری بار پرکاشت ہو رہی ہے۔ اسی سے گیات ہوتا ہے کہ ہندی پاٹھکوں نے ان کا کتنا آدر کیا ہے بھرتر ہری کا جیون چرتر بھی دیا ہے۔ مگر اس میں کتنا اتہاس ہے، کتنی کلپنا، اس کا فیصلہ مشکل ہے۔

''ہندی گلستاں'' انوواد ک شری ہری داس جی وید

گلستاں فارسی ساہتیہ کا پرسدّھ گرنتھ ہے۔ اتنا سرو پریہ نیتی (2) گرنتھ سنسار ساہتیہ میں مشکل سے ملے گا۔ سنسار کی ایسی کوئی بھاشا نہیں، جس میں اس کا انوواد نہ ہو گیا ہو۔ اس کی بھاشا اتنی سرل، سرس اور سجیو ہے اور کتھائیں اتنی شکشاپرد (3) اور منورنجک کہ چرکال سے پاٹھیہ پستکوں میں اس کا پرتھم استھان رہا

1۔ سوبودھ: بامعنی 2۔ نیتی گرنتھ: اصول نامہ
3۔ شکشاپرد: سبق آموز

ہے۔ جسے فارسی ساہتیہ سے نام ماتر کا بھی پریچے ہے، اس نے گلستاں اوشیہ پڑھی ہے۔ شیخ سعدی کوی بھی تھا اور ان کتھاؤں کو انھوں نے اپنے چھندوں سے النکرت کران میں جان ڈال دی ہے۔ گلستاں کے سینکڑوں واقعہ اور شعر لوکوکتیوں کا پد پا چکے ہیں۔ ہری جی کے انوواد میں مول کا آنند آتا ہے۔ ہر کتھا کے انت میں اس سے ملنے والی شکشا بھی دے دی گئی ہے۔ اس پستک کی یہ چوتھی آورتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی میں اس کا کتنا آدر ہے۔ بالکوں کے لیے تو اس کا پڑھنا لازم ہے، ہی بوڑھوں کو بھی اس میں بہت کچھ شکشا ملتی ہے۔

''چکتسا چندرودے'' لیکھک، شری ہری داس جی وید۔

اس انوپم گرنتھ کے دو کھنڈوں کی آلوچنا پہلے کسی انک میں کی جا چکی ہے۔ پانچویں بھاگ میں تین کھنڈ ہیں۔ پہلے دو کھنڈ میں وش کا ورنن (1) کیا گیا ہے تیسرے کھنڈ میں استری، روگوں کی چکتسا دی گئی ہے۔ اس بھاگ کے انت میں دوائیں بنانے اور سیون کرنے میں جن باتوں کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب وستار سے لکھی گئی ہیں۔ جیسا ہم نے پہلے کہا تھا ہری داس جی نے آیوروید کے انیک گرنتھوں کو متھ کران کا ساران پستکوں میں بھر دیا ہے۔ وشے کا اتنا وشد ورنن کداچت کسی ایک آیوروید گرنتھ میں نہ ملے گا۔ تین سو چالیس پرشٹھ اس وشے پر دیے گئے ہیں۔ ہر پرکار کے زہر کی پہچان اس سے پیدا ہونے والے دوش، اس کی چکتسا، سبھی کچھ تو ہے۔ یہاں تک کہ باؤلے کتے، مکڑی، چھپکلی تک کے زہر کی چکتسا بتائی گئی ہے اور نسخے بھی ادھیکانش پریکشت ہے، جو بڑے مہتو کی بات ہے۔ ان پستکوں کو پڑھ کر آدمی اپنا اور اپنے گھر والوں ہی کا نہیں، گاؤں اور محلے والوں کا بھی بہت کچھ کلیان کر سکتا ہے۔

انڈین پریس لیمٹیڈ پریاگ کی بالوپ یوگی پستکیں ''بالکوں کا ودّیا ساگر''

ودّیا ساگر کے چرتر میں بالکوں کی روچی کی جتنی باتیں ہیں، وہ سب یہاں بڑی سرل بھاشا میں لکھی گئی ہیں۔ لڑکوں کو چرتر سے گیات (2) ہوگا کہ ودّیا ساگر پڑھنے لکھنے میں ہی سب لڑکوں سے تیز نہ

1۔ وش: زہر 2۔ گیات: علم

تھے، کھیل کود میں بھی کوئی لڑکا ان کی برابری نہ کرسکتا تھا۔ وہ ماتا پتا کے کتنے بھکت تھے۔ ایک ادھیائے میں ان کے جیون کی سب شکشا پر گھٹنائیں جمع کردی گئی ہیں۔ سندر بال پوتھی ہے۔ کئی چتر بھی ہیں۔

فروری 1933

''ویشیا کا ہردے'' لیکھک ڈاکٹر دھنی رام پریم

ایک ویشیا نے اپنی جیون کتھا لکھی ہے اور اس پر سچائی کا رنگ بھرنے میں پورن روپ سے سپھل ہوئی ہے۔ ایک اچھے مسلمان پریوار کی لڑکی ماتا پتا کے مرجانے کے بعد رشتے کے ایک چچا کلّو میاں کے گھر میں آشرے پاتی ہے۔ کلّو میاں کا بیٹا احمد، جو بمبئی میں خانسامہ ہے، گھر آتا ہے اور اس لڑکی کو اپنی اور آکرشٹ (1) کر کے اس سے نکاح کرلیتا ہے اور اُسے بمبئی لے جاتا ہے۔ بمبئی میں وہ اپنا پردہ کھول دیتا ہے اور نرپشاچ ویشیا کے دلال کے روپ میں پرکٹ ہوتا ہے۔ آیسو روتی ہے، بگڑتی ہے پر بمبئی میں اس کا کون سہایک ہے؟ وہ اس چکر میں پھنس جاتی ہے۔ احمد پولس کی گولی کا شکار ہوتا ہے، آیسو کو قید کی سزا ہوتی ہے اور باہر نکلنے پر پتن (2) اس کا سواگت کرتا ہے۔ تب سے انت تک یہ دکھیا پریم کا آشرے ڈھوتی رہتی ہے اور جب سپھل ہونے کا اوسر آتا ہے تو سنسار سے وداہو جاتی ہے۔ کہانی اتینت کرون اور اس کے ساتھ ہی یتھارتھ مولک (3) ہے۔ ایک نراشریتا (4) کس طرح اپنی رکشا کرنے کی چیشٹا کرتی ہے اور انت میں اسپھل ہوتی ہے، اس کا ورنن بہت ہی رومانچکاری ہے اسی کے مکھ سے سنیے۔

کون ایسا استھان ہے، جہاں پرتشٹھا کے ساتھ جیون کٹ سکے گا؟ کون ایسا ہے جس پر وشواس کرسکوں گی؟ پھر یہ جیون کس لیے؟ کس آشا پر یہ ساری آیو ویاتیت ہوگی؟ اب دو ہی مارگ ہے۔ یا تو چرتر کو ودا کردو، شیل کو کھودو اور اوروں کی بھانتی سنسار کے مزے لوٹو اور یا پھر اس استھان پر چلو جہاں نشیوں کی درشٹی سے بچ سکو۔

جب وِسن کی پتنی ویشیا آیسو کے پاس آکر کہتی ہے۔ مجھے اس میں کیا؟ آپ نہیں جانتی۔ آپ نے

1۔آکرشٹ: متوجہ 2۔پتن: زوال

3۔مولک: فطری 4۔نراشریتا: غیر منحصر، لاوارث

کبھی پتنی ہونے کا سکھ نہیں اٹھایا۔ آپ نے ایک پروش کو پریم کا کیندر بنا کر اس کی پوجا نہیں کی۔ آپ نے استریوں کے اس پنیہ پر بھاؤ میں غوطہ نہیں لگایا، جس میں بہنا ایک اپوروبات ہے پھر آپ ایک استری کے ہردے کے بھاؤں کو کیسے سمجھ سکتی ہیں؟

اس استری کی باتوں نے آیسو کے جیون کی دھارا ہی پلٹ دی۔ یہی ویشیا جو دِن کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی تھی، اب کہتی ہے۔

تم اپنی استری سے پیار نہیں کرتے؟ یہ تمہارا بڑا انیائے ہے۔ وہ تمہاری ہے تم اس کے ہو۔ میں اب تک تمہیں دھوکے میں ڈال رہی تھی۔ میں نہ تمہیں پیار کرتی ہوں نہ کر سکتی ہوں، میرے اس چھنک روپ کے پیچھے اپنا سروناش نہ کروں۔ نہ کسی اور کے روپ کے پیچھے پڑنا۔ تمہارے گھر میں دیوی ہے۔ اس کی پوجا کرو۔

پستک اتینت روچک ہے اور سماج کے ایک ایسے انگ کی اور ہمارا دھیان کھینچتا ہے۔ جو اپنی نگاہوں میں چاہے جو کچھ ہو، ہماری نگاہوں میں دُکھی ہے کیوں کہ ویوا ہک جیون ہی سماج کا لکشیہ ہے اور شاید ابھی دس بیس سال رہے۔ کئی استھل تو بڑے ہی مارمک ہیں۔ بھاشا میں پرواہ اور رس ہے اور بھاؤ کے چتر بڑے سندر ہیں۔

سندیہہ(1) یہی ہوتا ہے کہ یہ ویشیا اصلی ہے یا نقلی۔ کاش اصلی ویشیائیں ایسی ہوتیں اتنی آسانی سے پریم کے بندھن میں پڑ جانے والی تو سماج کیوں انھیں اتنا ہیہ(2) سمجھتا۔ آیسو اگر اپواد نہیں ہے، تو اس کے لگ بھگ اوشیہ ہے۔

''عیسائی والا'' لیکھک، شری انت گوپال شیوڑے

پرکاش ہندو ہے۔ عیسی بیلا جونس عیسائی دونوں ساتھ کالج میں پڑھتے ہیں۔ دونوں میں پریم ہوتا ہے اور گپت روپ سے وواہ ہو جاتا ہے۔ پرکاش کی ماتا شوک سے پران دیتی ہے، پرکاش کا پتا بھی بہت ناراض ہوتا ہے، لیکن جب دمپتی(3) سماج اور راشٹر سیوا میں تن من سے لگ جاتے ہیں اور بعد کو ستیہ گرہ

1۔سندیہہ: شک　　2۔ہیہ: ہیچ

3۔دمپتی: رشتۂ ازدواج، شریک حیات

آندولن میں بھاگ لیتے ہیں،تو پتا کا کرودھ شانت ہو جاتا ہےاوروہ اپنے پتر اور پتر ودھو کا سواگت کرتا ہے۔ پستک کا ادیشیہ تو سماجک کرانتی ہے،لیکن ایسی پستک کے لیے جس روچکتا کی آوشیکتا ہے،وہ یہاں کم ہےاور ایسا جان پڑتا ہے کہ بہت جلدی میں لکھ کر سماپت کردی گئی ہے۔

''مدھوکری'' سمپادک،شری ونود شنکر ویاس۔

اس سنگرہ کا پہلا بھاگ دو تین سال ہوئے نکلا تھا۔ یہ اس کا دوسرا بھاگ ہے اس میں کچھ کہانیاں تو ان لیکھکوں کی ہے، جو پہلے بھاگ میں نہیں آسکتے تھے اور کچھ نئے لیکھکوں کی ہیں۔کل تیس کہانیاں ہیں اور تیس ہی لیکھک۔ کہانی ساہتیہ کتنی تیزی سے ہندی میں بڑھ رہا ہے، یہ دیکھ کر سنتوش (1) ہوتا ہے۔ کہانیوں میں کرشنانند جی کی جل دھارا، جنندر کمار جی کی اسپردھا، دھنی رام جی پریم کی بہن شری پدم لال پنالال بخشی کی جنگی، پرتاپ نارائن جی کا آشرواد، سندر کہانیاں ہیں، سردار موہن سنگھ کے 'میرے ماسٹر صاحب' میں سماجک کرانتی کی بھاونا پرتیکش ہے۔ شاید سردار صاحب کو ایسی کرانتی دیش کے اُدھار(2) کے لیے آوشیک جان پڑتی ہو۔ ہمیں تو اس میں سروناش (3) ہی کے لچھن دکھتے ہیں۔ ویواہک بندھن کیول من کی اچھا نہیں ہے، اور نہ من کی چنچلتا اور ودروہ (4) کو پریم کہتے ہیں۔ اگر اس طرح پرتیک استری پروش دوسرے پروش استری کو دیکھ کر ویوہار کرنے لگیں تو ویواہک جیون کا انت ہی ہو جائے۔ ایسی بھرشٹ کہانی لکھ کر سردار صاحب نے کسی کی سیوا نہیں کی۔ راجیشور پرساد سنگھ جی کا انتر دوندھ، بھی یتھارتھ واد(5) کا بگڑا ہوا چتر ہے۔ ہردے نارائن کا ویوہار کہیں ایسا نہیں دکھایا گیا، جس سے اس کی استری کو اس سے استنتشٹ ہونے کا کوئی کارن ہوتا۔ اس کی آمدنی کم ہے اور وہ استری کو اچھے اچھے اپچار نہیں دے سکتا۔ کیا اتنا اپرادھ ہی استری کے من میں گوپال کے پرتی ایسی بھاونا اتپن کرنے کے لیے کافی ہے؟ اگر پروش یا استری اس طرح اپچاروں پر لوٹ پوٹ ہو جانے لگیں، تو غریب پریواروں کے سکھ شانتی کا انت ہی ہو جائے۔ واتسیاین جی کی، امرولّری، اپورو ہے، اور ویریشور سنگھ جی کی، وہ بات لاجواب ہے۔ کئی لیکھکوں کی کہانیوں کا چناؤ اس سے اچھا ہو سکتا تھا۔ چندر گپت جی نے ک۔ کھ۔ گ، سے اچھی

1۔سنتوش: قناعت　2۔ادھار: نجات　3۔سروناش: تباہ، برباد

4۔ودروہ: مخالفت　5۔یتھارتھ واد: رجائیت پسند

کہانیاں لکھی ہیں اور واچستی پاٹھک نے ہنس کے ابھی نندنا نک میں کاغذ کی ٹوپی ،لکھ کر دکھا دیا ہے کہ وہ رانی سے بہت اچھی چیزیں لکھ چکے ہیں۔ رہا شِو پوجن سہائے جی کا' کہانی کا پلاٹ' وہ تو ایک نرالی چیز ہے کاش بھگ جوگنی کا انت اتنا وبھتس نہ ہوتا۔ دوِج جی کی، وہ تصویر تو کہانی کے مرمتیہ لوک سے اڑ کر کلپنا کے سورگ میں جا پہنچی ہے۔

مارچ1933

''ہندوستانی کوش'' سنگر ہکرتا، پنڈت رام نریش جی ترپاٹھی

ترپاٹھی جی نے یہ کوش (1) تیار کر کے ہندی کی ایک بڑی ضرورت پوری کر دی۔ ہندی اور اردو کے بیچ میں ایک تیسری بھاشا بنتی ہے جسے ہندوستانی کہا جا رہا ہے۔ وہ سادھارن بول چال کی بھاشا ہے جس میں ہندی، اردو، فارسی، انگریزی آدِی سبھی بھاشاؤں کے شبد ملتے ہیں۔ وہ ہندی اور اردو دونوں کو پلیٹ فارم پر لا کھڑی کرتی ہے۔ ان میں کیول لپی کا بھید رہ گیا ہے۔ اس طرح کا کوئی کوش اب تک موجود نہ تھا۔ جس میں انقلاب، انجمن، معرفت، جلوہ، حیات مستغیث آدِی شبدوں کے ارتھ دیے گئے ہوں۔ انگریزی کے شبد ہماری بول چال میں روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، اور تھوڑے دنوں میں وے ہندی میں مل جائیں گے۔ جیوت بھاشا کا دھرم ہے کہ ایسے شبدوں کا سواگت (2) کریں نہ کہ ان کے دوار بند کر دے۔ ترپاٹھی جی نے اس ضرورت کو سمجھا ہے اور ان شبدوں کو کوش میں استھان دے کر ان پر ٹکسال کی مہر لگا دی ہے۔ ویگیانک یا دارشنک وشیوں کے پاری بھاشک شبد (3) تو اردو کے الگ ہوں گے اور ہندی کے الگ، لیکن سادھارن قصے، کہانیاں، سماچار پتر اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں اگر ہندستانی کا پریوگ کریں تو نسندیہہ (4) بھاشا کا بھید مٹ جائے گا اور شکشت مسلمان یا ہندو کی بول چال میں کوئی دقت نہ ہو، کنتو اردو بھی ہندی شبدوں کا اسی شوق سے سواگت کرنے کو تیار ہے یا نہیں، ہم نہیں کہہ سکتے۔

ستمبر1933

1۔کوش: لغت، معنی 2۔سواگت: استقبال

3۔پاری بھاشک شبد: توضیحی لفظ 4۔بلاشبہ

''پرکاش کی کرنیں'' لیکھک، شری بھولا ناتھ جی

سوامی جی کے اپدیش ہم سنے ہیں۔ ان میں ایک بھکت ہردے کے پلکت کرنے والے اُدگار(1) ہیں، پریم میں ڈوبے ہوئے اور ادھیاتمک (2) آنند میں سنے ہوئے۔ یہ چھوٹی سی پستک آپ کے کچھ لیکھوں کا سنگرہ ہے۔ اس میں بھی ادھیاتمک تتوں پر پرکاش ڈالا گیا ہے۔ ادھیاتمک ایک ایسا وشے ہے، جس سے سادھارن سے سادھارن آدمی بھی کچھ نہ کچھ پریچت ہے۔ ہم اکثر لوگوں کو کہتے سنتے ہیں۔ جو کچھ کرتا ہے۔ ایشور کرتا ہے، سنسار مایا ہے، گھٹ گھٹ میں رام ویاپت ہے، من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا، جہاں شرڈھا ہوگی وہیں بھگوان کے درشن ہوں گے۔ پر یہ گیان پرمپراگت (3) ہے انوبھوت (4) نہیں، اس لیے ہم مکھ سے ایسے مہان ستیوں کا ویوہار کر کے بھی ان کے انوروپ آچرن نہیں کر سکتے۔ جس نے ان تتوں کو اپنا لیا، وہی گیانی، وہی مہاتما ہے سوامی بھولا ناتھ جی انھیں انوبھوی پرشوں میں ہیں اور اس وشے پر لکھنے اور بولنے کا انھیں ادھیکار ہے۔ سپھلتا کا رہسیہ اس وشے پر لکھتے ہوئے آپ کہتے ہیں۔

ایشور پراپتی کا سب سے سرل مارگ اس کی سنتان، منشیہ ماتر کی سیوا اور انھیں سے پریم ہے اور ہمارے خیال میں یہ ادھیاتمہ کا سار ہے مشکل یہی ہے کہ جب ہم سے کہا جاتا ہے کہ۔

''دن بھر میں جو سکھ دکھ ملے ان سب میں ایشور کی اِچھا کا سنچار سمجھو اور سدا کے لیے اُسے اپنے ہردے مندر میں پرتشٹھت کروں''

تو ترت من میں سندیہہ(5) ہوتا ہے کہ ایشور ہم دکھیوں کے آنسو پوچھنے کے لیے کیول ایک مانوی کلپنا تو نہیں۔ جب ہمارے دکھوں میں بھی ایشور کی اچھائی کا سنچار ہے تو شنکا ہوتی ہے کہ ہم اپنی دشا کو سدھارنے کا پریتن ہی کیوں کریں؟ (اور وہی شنکا اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ جن کا سنسار کے پدارتھوں پر ادھیکار ہے، انھوں نے وپتّا کو شانت کرنے کے لیے اس کلپنا کی سرشٹی کر کے اُسے سموہت کر دیا ہے۔

سمتبر 1933

1۔ادگار: آخری حد، آخری خواہش 2۔ادھیاتمک آنند: غیبی خوشی 3۔پرمپراگت: روایتی طور پر
4۔انوبھوت: 5۔سندیہہ: شک، شبہ

''آتمہ وسمرتی'' رچیتا، شری پدم کانت مالوی

پدم کانت جی نے ہندی میں رُباعیاں لکھ کر کویتا پریمیوں کو ایک نئی چیز دینے کی چیشٹا کی ہے مگر غزل یا مسدّس یا رباعیوں کے لیے اردو کی زمین جتنی انوکول سدّھ ہوئی ہے، شاید ہندی اتنی انوکول نہ ہو۔ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اردو کو سیکڑوں استادوں سے مانجے جانے کا گورو پراپت ہوا ہے، تب جا کر اس میں وہ صفائی آئی ہے۔پدم کانت جی کی رباعیاں تو گنگا، مدار، یا شراب اور گنگا جل کا مشرن سی معلوم ہوتی ہے۔ہندی کویتا میں پیالہ اور مدھوشالا اور پنڈت جی ابھی اپریچت سے لگتے ہیں سمجھو ہے، آگے چل کر بھاشا کے منج جانے پر ہندی رباعیوں میں بھی انیس (1) یا رواں (2) کی رباعیوں کا سامزہ آئے ابھی تو وہ بات نہیں آئی۔

''نواب کا ہاتھی'' انوِوادک، منشی کنہیالال

منشی کنہیالال نے ہندی کو اردو ساہتیہ کے ہاسیہ رس (3) سے خوب پریچت کر دیا ہے۔اس سنگرہ میں انھوں نے دس اچھی اچھی کہانیوں کا سنگرہ کر دیا ہے، بائسکل، اور انگوٹھی کی مصیبت، وشیش رو چک ہے مگر ایسی کوئی کہانی نہیں ہے، جسے پڑھ کر ہاسیہ مے منورنجن نہ ہو۔

''ساہتیہ سمیکشا'' لیکھک، شری کالی داس کپور

ساہتیہ کالی داس جی کپور ہندی کے سوپریچت (4) آلوچکوں (5) میں ہیں۔اس پستک میں ان کے آلوچنا سمبندھی لیکھ جو انھوں نے سمے سمے پر پتروں میں پرکاشت کرائے تھے، سنگرہ کر دیے گئے ہیں۔سیوا سدن، پریما شرم اور رنگ بھومی کی وسترت آلوچنائیں بھی دی گئی ہیں۔کالی داس جی کی

1۔انیس: میر ببر علی انیس 2۔رواں: پنڈت جگت موہن لال رواں 3۔ہاسیہ رس: مزاحیہ رنگ
4۔سوپریچت: بہت معروف 5۔آلچکوں: ناقدوں

آلوچنائیں پکش پات رہت ہوتی ہیں، یہی ان کی خوبی ہے ہندی میں ناٹک اور ابھینے اور ہندی میں اپنیاس ساہتیہ وچار یورن لیکھ ہیں۔

''مانوشی'' لیکھک ،شری سیارام شرن گپت

شری سیارام شرن جی کی کویتاؤں میں جو شانتی اور مادھریہ ہی کی پردھانتا رہتی ہے۔ وہی وشیشتا ان کی کہانیوں میں ہے کہیں کہیں نربہہ چنکیاں بھی لیتے ہیں۔ بھاؤں میں گہرائی ہے اوشیہ، پرپاٹھک کو وہاں پہنچنے میں کوئی جھٹکا رکوئی ہچکولہ نہیں لگتا، جیسے کسی لفٹ میں بیٹھ کر نیچے اتر گئے۔ روپے کی سمادھی پتھ میں سے اورکشٹ کا پرتی دن، بڑی سندر اور مرمہ اسپرشی (1) کہانیاں ہیں۔

''چاند'' نوورشانک

ہند ماسک پتروں میں چاند ہی ایک ایسا پتر ہے جس نے ایک آدرش سامنے رکھ کر سدیو اس کو پورا کرنے کا یتن کیا ہے۔ اس کے آدرش سے بہتوں کومت بھید ہوسکتا ہے، پر اس نے جو کچھ ستیہ سمجھا ہے، اس کا پرتی پادن کرتا ہے اور پرشنسیہ (2) نربھیکتا (3) سے۔ نومبر سے اس کا نیا ورش آرمبھ ہوتا ہے اور اس سال اس کا نوورشانک بڑی سج دھج کے ساتھ نکلتا ہے۔ کویتاؤں، کہانیوں اور اس کے وشیش استمبھو کے اتی رکت اس انک میں کئی وچار یورن لیکھ ہیں جن میں پرورام داس گوڑ کا بھارتیہ پرلوک واد، پنڈت چھمی دھر باجپئی کا، ہماری پتت بہنیں، شری کرشن گپت کا سوویت روس، شری ستیہ جیون شرما کا، پراچین بھارت میں گنیکا (4)، تتھا ہندو وواہ کی رسموں میں پریورتن، آدی لیکھ وچارنیہ ہیں باجپئی جی نے جس سنگٹھن کی چرچا کی ہے اس سے ویشیاؤں کا چاہے آرتھک لابھ ہو سکے مگر سماج میں سمان (5) تو تبھی مل سکتا ہے جب ان کے چرتر میں سنیم آجائے، یدی پھر وے نرتیہ اور گان کو پیشہ بنا کر بھی گرہنی بن کر رہیں۔ ورما جی نے بہت سے پرمان دے کر یہ سدّھ کیا ہے کہ پُرانے زمانے میں گنیکاؤں کا سماج میں اچھا آدر

1۔مرم اسپرشی: دل کو چھو لینے والا 2۔پرشنسیہ: قابل تعریف 3۔نربھیکتا: نڈرپن

4۔گنیکا: مغنیہ 5۔سمان: عزت

تھا۔آدرسد یو چرتر سے ملتا ہے۔آج بھی ایسی ویشیائیں موجود ہیں جنھوں نے سنگیت کی اپاسنا کو ہی اپنے جیون کا آدھار بنائے رکھا ہے۔انادر اور اپمان تو روپ کے بیچنے سے ہوتا ہے۔اگر آج بھی پراچین گنیکاؤں کی بھانتی ویشیائیں ناچنے گانے کو اپنا مکھیہ کاریہ بنالیں اور کیول پریم ہونے پر کسی ناگرک سے سمبندھ کرلیں اور ایکا چارنی بن کر رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آج بھی ان کا اناد ر(1) ہو۔شری موہن لال جی نے اپنے لیکھ میں دکھایا ہے کہ پُرانے سمے میں ہندوؤں کی وواہ پرتھا میں کیا کیا پریورتن ہوئے، پر وواہ کی ورتمان سمسیا کو حل کرنے کی چیشٹا نہیں کی سماج کی یہ بڑی کٹھن سمسیا ہے۔ہم اندھیرے میں ٹٹول رہے ہیں، پر کوئی مارگ نہیں پاتے۔ایک اور پرانی بے ہودا رسمیں ہیں، دوسری اُور پچھم کی اندھا دندھ نقل ہے اور اس سے پیدا ہونے والے اُپدّرو۔

''طوفان''

راشٹروادی ساہتیک پتر ہے۔کلکتہ سے رادھا موہن گوکل جی کے سمپادکتو میں نکلا ہے۔رادھا موہن گوکل جی اس ورِدّھاوستھا میں بھی نوجوانوں کا جوش رکھتے ہیں۔طوفان میں ہاسیہ، بال، ونود، کہانی آدِی منورنجن کی کافی سامگری رہتی ہے۔گمبھیر اور وچارپورن لیکھ بھی دیے جاتے ہیں۔سمپادک نے اپنے کاریہ چھیتر کے وشے میں لکھا ہے، طوفان دیکھنے میں کبھی کبھی سنسار کے لیے بہت اہت کر بہت بھیاونا اور آواچھنیہ (2) پرتیت (3) ہوتا ہے۔کنتو واستو میں ایسا پرتیت ہوتا ہے اس کی گرمی، سردی، ترلتا، سرلتا، کٹھورتا آدِی میں سے پرتیک گن پرکرتی دیوی کے کسی نہ کسی ادیشہ سادھن کے نِمت ہی ہوتا ہے۔اسی سے پتر کے نام کی ستھارتھتا سدّھ ہوتی ہے۔

''مداری''

ہاسیہ(4) اہنسی رس کا پاکشک (5) پندرہ روزہ پتر ہے۔پریاگ سے شری بل بھدر پرشاد گپت،

1۔اناد ر: بے عزتی 2۔آواچھنیہ: قابل نفرت 3۔پرتیت: ظاہر، معلوم
4۔ہاسیہ: ہنسی، مزاح 5۔پاکشک: حمایتی

رسک کی ایڈیٹری میں پر کاشت ہوتا ہے۔ چار انک نکل چکے ہیں۔ کویتا ئیں اور گلپیں بھی دیتا ہے۔ ہمیں آشا ہے، مداری ساہتیک گٹ بندیوں سے الگ رہ کر اپنے بندروں کو نچاتا رہے گا۔ ایسے ایک پتر کی ضرورت تھی۔ ہاں، مداری کا کام اتنا آسان نہیں ہوتا کبھی کبھی بندر اُسے کاٹ بھی لیا کرتے ہیں۔ اس لیے بندروں کو نچاتے سمے چمکار پچکار کر کام لینا ادھک نراپد ہوگا۔

دسمبر 1933

''ترکی کا مصطفیٰ کمال پاشا'' لیکھک، شری شونارائن ٹنڈن

جس ویراتما نے ترکی کو غلامی، دھرم، پاکھنڈ اور سوتچھارِتا (1) سے مُکت کیا، اُسی مصطفیٰ کمال پاشا کا یہ جیون چرتر ہے، جو کئی انگریزی پستکوں کے آدھار پر لکھا گیا ہے۔ مصطفیٰ کمال نے جس وقت ہوش سنبھالا، ترکی سامراجیہ کا انت ہو چکا تھا۔ ایک اُور گرہ کلا کا بازار گرم تھا، دوسری اُور یوروپین شکتیوں کا آتنک دیش کے بچے شی ادھار کی کامنا کر رہے تھے۔ نوجوان ترکی پارٹی کی استھاپنا ہو چکی تھی اور وہ پرتیک مکھیہ استھان میں گپت روپ سے دیش میں نوین جاگرتی (2) پیدا کرنے کا ادھوگ کر رہی تھی۔ کتنے ہی اُچ راجیہ کرمچاری اس نوجوان پارٹی میں تھے۔ مصطفیٰ کمال کو زمین ایک طرح سے تیار ملی۔ اس کے اوپر کئی بار سندیہہ ہوا، پر ہر بار وہ کرمچاریوں کے سہیوگ سے بچ گیا۔ یوروپیہ مہایدّھ میں اُسے اپنی سینک یوگیتا دکھانے کا اوسر ملا۔ اور اُس نے درہ دانیال میں وپکشی سیناؤں کو پراست (3) کر کے اپنا سکّہ بٹھا دیا۔ پھر اس نے کس طرح انیک بادھاؤں اور کٹھنائیوں میں اپنے پرتبھا پورن ویکتو کا پریچے دیتے ہوئے سلطان کو معزول کیا، کس طرح دیش کو دیش دروہیوں سے مکت کیا، کس طرح راجیہ کو شکتی شالی بنایا، کس طرح سماجک سدھار کیے وہ سارا ورتانت (4) اس پستک میں اتنے منورنجک ڈھنگ سے کیا گیا ہے کہ اپنیاس کا مزہ آتا ہے۔ بھاشا چل بُلی اور منجی ہوتی ہے۔ جیوتی کار کو اپنے نایک میں جو شردّھا ہونی لازمی ہے، وہ ایک ایک شبد سے ٹپکتی ہے یدی ادھیاؤں کا اسپشٹ روپ سے ورگی کرن کر دیا جاتا، تو پستک اور بھی اپیوگی ہو جاتی۔ پرارمبھک جیون یوروپیہ یدّھ، ترکی کرانتی، اَدِی پرتچھیدوں سے ہمیں وشے

1۔ سوتچھارتا: خود پسندی 2۔ نوین جاگرتی: جدید بیداری 3۔ پراست: شکست، زیر
4۔ ورتانت: خود نوشت

کے سمجھنے میں زیادہ سوگمتا ہوتی۔ ترکی کا نقشہ بھی ہونا ضروری تھا۔ ایسے مہان ویکتی کی جیونی ایسی ہونی چاہیے کہ اس کی جیون کتھا کے ساتھ ساتھ دیش کی اتہاسک اور راج نیتک پرگتی پر بھی پڑتا جائے۔ یہ دوش کھٹکتا ہے۔ ہمیں آشا ہے دوسرے ایڈیشن میں یہ کمی دور کردی جائے گی۔

''گاندھی وچار دوہن'' لیکھک، شری کشور لال دھرو ہر مشر و والا

شری مشر و والا کو مہاتما گاندھی کے سمپرک (1) میں رہنے کا بہت اوسر ملا ہے، مہاتما جی کی پستکوں اور لیکھکوں کا آپ نے خوب سوادھیائے (2) کیا ہے اس پُستک میں آپ نے دھرم، سماج، ستیہ گرہ، سوراجیہ، وانجیہ، ادھوگ، گوپالن، سوچھتا اور آروگیہ، شکشا ساہتیہ اور کلا آدِی وشیوں پر مہاتما جی کے وچاروں کا منتھن کر کے نونیت نکال کر رکھ دیا ہے۔ مہاتما جی کا جیون ایک فلاسفی ہے، آپ کے ہر ایک شبد، ہر ایک واکیہ، ہر ایک کاریہ کی تہہ میں ادھیاتمک تتو چھپے ہوتے ہیں۔ ان تتوں کا یہاں سوتر روپ (3) میں سنگرہ کردیا گیا ہے۔ ہم نے اوپر جو شے دیے ہیں ان میں ہر ایک کے انترگت کئی کئی پرکرن ہیں، دھرم کے انترگت پرمیشور، ستیہ آہنسا برہمچریہ، اسواد، استیہ، اپری گرہ، کا یک پرشرم، سودیشی، ابھے، نمرتا، ورت، پرتگیا، اپاسنا کی الگ الگ وویچنا کی گئی ہے۔ مہاتما جی نے سنسار کے سامنے مانوتا کا پرشکرت اور مہان آدرش رکھا ہے، کیول سیدھانتک نہ ہوں۔ سمپورنتا ویوہارک، جس نے اس آدرش پر چل کر انھیں سدّھانتوں کے سانچے میں اپنا جیون ڈھال کر جو درلبھ تھا، اگمیہ تھا، اُسے اپنے جیون میں سلبھ اور سگم بنا کر مانوتا کو اچ تر بنا دیا ہے ایسے اوتاری پرش Superman کے وچار تتوں کو ایک چھوٹی سی پستک میں جمع کر کے لیکھک نے سماج کا بڑا اپکار کیا ہے۔ انھیں کتنا پرشرم کرنا پڑا ہوگا، اس کا کیول انومان کیا جاسکتا ہے۔ ہم یہاں دو چار اداہرن دے کر پاٹھکوں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ مہاتما جی کے وچاروں کا دوہن کتنی یوگیتا اور سوکشم درشٹی سے کیا گیا ہے۔

اہنسا۔ پریم کے شدّھ روپ کا نام اہنسا ہے۔ پرنتو پریم میں راگ اور موہ کی گندھ آجاتی ہے۔ جہاں راگ اور موہ ہوگا، وہاں وویش (4) کا بھی بیج اوشیہ ہوگا۔ اسی لیے تو ویتاؤں، پریم، شبد کا پریوگ

1۔ سمپرک: قربت 2۔ سوادھیائے: باب، مطالعہ 3۔ سوتر روپ: منضبط طریقہ
4۔ وویش: بیگانگی، دشمنی

نہ کر کے، اہنسا کی یوجنا کی ہے اور کہا ہے کہ اہنسا پرم دھرم ہے، اہنسا دھرم کا ارتھ اتنا ہی نہیں ہے کہ دوسرے کے شریر یا من کو دکھ یا چوٹ نہ پہنچانا۔ یہ تو اہنسا دھرم کا ایک درشیہ پرنیام کہا جاسکتا ہے استھول درشٹی سے دیکھیں تو ایسا پرتیت ہوسکتا ہے کہ کسی کے شریر اور من کو تو دکھ یا ہانی پہنچ رہی ہے، پرنتو واستو میں وہ شدھ اہنسا دھرم کا پالن ہے۔ ہاں، اس کے وپرت ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ واستو میں ہنسا تو کی گئی ہے پرنتو اس طرح سے کہ جس سے شریر یا من کو دُکھ اتھوا ہانی پہنچنے کا آروپ نہ کیا جاسکے، ات ایو اہنسا کا بھاؤ درشیہ پرنام میں نہیں، بلکہ انت کرن کے راگ دویش ہین استھتی میں ہے۔

نمرتا: نمرتا کو اہنسا ہی کا ایک انش کہہ سکتے ہیں۔ جہاں اہنکار ہے، وہاں نمرتا میں کمی سمجھنا چاہیے۔۔جو اہنکاری ہے، وہ سرووتّم بھاؤ نہیں رکھ سکتا، اس لیے اس کی اہنسا میں کمی آجاتی ہے۔

ابھے: منشیہ عام طور پر بیسوں باتوں سے ڈرتا رہتا ہے۔ جیسے موت سے، شریرک کشٹوں سے، دھن ناش سے، مارکاٹ سے، ظلم اور اتیاچار سے، مان ہانی سے، لوک نندا سے، کوٹمبک کلیش سے، اتھوا اس خیال سے کہ کٹمبیوں کو دکھ ہوگا خیالی وہموں سے آدی آدی سے جو منشیہ ڈرتا ہے کہ وہ دھرما دھرم کا گہرا وچار کرنے کا ساہس ہی نہیں کرسکتا۔ وہ ستیہ کی کھوج نہیں کرسکتا اور نہ پراپت ہونے کے بعد اس پر آروڑھ ہی رہ سکتا ہے اس طرح اس سے ستیہ کا پالن بھی نہیں ہوسکتا۔

جنوری 1934

''ولری''، لیکھک، ڈاکٹر دھنی رام پریم، بھوت پورو سمپادک، چاند

ڈاکٹر دھنی رام کی کہانیوں کا ہندی میں خاص استھان ہے۔ یہ پستک ان کی گیارہ کہانیوں کا سنگرہ ہے آپ کی کہانیوں میں وہ نیاپن، وہ چونچلے نہ ہوں، جو آج کل اکثر من چلے گلپ لیکھکوں کی کہانیوں میں نظر آتے ہیں، پر سوا بھاوکتا ہے، جو کہانیوں میں چٹ پٹے کچالو کا سواد نہیں۔ میٹھے حلوے کا سواد بھر دیتی ہے دیکھیے، ودھوا کے منو بھاؤں کا یہ کتنا سندر چترن ہے۔

کیا میرے ہردے میں پونر درشن کی لالسا نہ تھی؟ سارے جیون میں جس ایک پرش کی وانی میں مادھریہ پایا ہو، ہردے میں بھاوکتا پائی ہو، جس نے دو گھنٹے وارتالاپ کر کے جیون کی سُپت واستوِکتاؤں (1) کو جگا دیا ہو، اس کو پھر دیکھنے کی اچھا کیسے نہ ہوگی۔

---

1 واستوِکتاؤں: حقیقت، ماہیت

بیچ بیچ میں آپ کی کہانیوں میں ہاسیہ پری ہاس کی اچھی چاشنی رہتی ہے، جلا بھنا، نام کی کہانی پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے، کمُد سچ مچ ظالم تھی اور ہریش کی اس نے ایسی خبر لی کہ عمر بھر نہ بھولیں گے۔

''جینت'' لیکھک ،شری رام نریش ترپاٹھی۔

یہ ترپاٹھی جی کا ناٹک ہے اور لکھا گیا ہے کیول پانچ دن میں، اس رفتار سے تو شاید آپ سال بھر میں پندرہ بیس ناٹک لکھ ڈالیں گے اور اس چھیتر میں ولمب کر کے آنے کی کسر پوری کر دیں گے۔

ناٹک بچوں کے پڑھنے لائق اچھا ہے، کیوں کہ واستو کتا جیون میں چاہے اتنی آسانی سے بھکاری راجہ ہو جائے، لیکن ناٹکیہ جیون میں تو ہم سپھلتا کے پہلے ہیرو کو اس سے کہیں بھیشن کٹھنائیوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تو سیٹھ کے سوا اور سب دیوتا اور دیویاں ہیں۔ اتنی سستی سپھلتا نے اس کا مہتو کھو دیا۔ دو چار اپواس اور دو چار جھاپڑا اگر ایک راجا کا داماد بنا دیں، تو آج ننانوے فی صدی یووک اُسے جھیلنے کو تیار ہو جائیں گے اور سب سے بڑی بھول تو یہ ہوئی کہ آپ نے یہ اسپشٹ لکھ دیا کہ آپ نے اسے پانچ دن میں لکھ ڈالا۔ آپ چاہے ایک ہی دن میں لکھ ڈالتے ،مگر آپ کو یا تو اس وشے میں خاموش رہنا چاہیے تھا، یا کم سے کم تو پانچ مہینے لکھتے۔

فروری 1934

''بل بھدر اور اتہاس کی کہانیاں'' لیکھک ،شری آنند کمار

یہ دونوں پستکائیں بچوں کے لیے لکھی گئی اور منورنجک ہیں۔ دونوں کے دام چار چار آنے ہیں۔ ان کے لیکھک شری آنند کمار جی بال ساہتیہ کی اچھی رچنا کر رہے ہیں۔ آپ کی رفتار ترپاٹھی جی سے بھی تیز ہے۔ بل بھدر آپ نے پانچ گھنٹے میں لکھ ڈالی۔ آپ لوگوں کے مستشک میں مشین کی گتی ہے، لیکن پرتبھا (1) کو اس طرح سرپٹ چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔ روک کر چلنا چاہیے۔

فروری 1934

1۔ پرتبھا: صلاحیت

''نریندر پبلشنگ ہاؤس دہرادون کی پستکیں''

شری آر سہگل نے چاند پریس لمیٹیڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر کا پد تیاگ کرنے کے بعد دہرادون سے پُستکوں کی ایک نئی مالا نکالنی شروع کی ہے اور اس تھوڑے ہی سمے میں انھوں نے جتنی پستکیں نکال ڈالی ہیں اور نکالنے کا پروگرام بنا ڈالا ہے اُس سے پرکٹ ہوتا ہے کہ آپ کے اس اتساہ اور دھن نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ہم آپ کی اس نئی ساہتیک یوجنا کا سواگت کرتے ہیں۔

اس مالا کی چھ پستکیں اس سمے ہمارے سامنے ہیں جن میں چار تو خواجہ حسن نظامی کے وغدر کی کہانیاں، نامک مالا کی اردو کتابوں کے سرل انوواد ہیں، پانچویں پُستک کا نام ہے بھارتیہ ودروہ اور چھٹی پُستک ہے۔'دیوی ویرا' کا دوسرا ایڈیشن۔

''افسروں کی چٹھیاں'' انوادک،شری جے نارائن کپور

اس میں ان پتروں کا سنگرہ ہے، جو انگریزی افسروں کے بیچ میں آگئی تھی اور جن کے دوارا اس سمے کے حاکموں کی کمزوریوں کا پتا چلتا ہے۔

''بہادر شاہ کا مقدمہ'' انوادک،شری گوپی ناتھ سنگھ بی۔اے

اس پستک میں اس مقدمے کا حال لکھا گیا ہے، جو بہادر شاہ پر بغاوت کے جُرم میں چلایا گیا تھا۔ پرتیک دن کی کارروائی کا وِورن دیا گیا ہے۔اس کو دیش سے نکالنے کی جو سزا دی گئی تھی اس کا حال بڑا کرونا(1) جنک ہے۔

1۔کرونا جنک: تکلیف دہ

''بے چارے انگریزوں کی وِپدا'' انوادک، شری بل کھنڈی دین سیٹھ
بغاوت کے دنوں میں باغیوں نے انگریزی افسروں پر کیا کیا اتیاچار(1) کیے اس کا بیان ہے۔

''بیگموں کے آنسو'' انوادک، منشی نو جادک لال جی شری واستو
یہ اس مالا کی سب سے منورنجک اور رلانے وال پُستک ہے۔ بہادر شاہ کے دیش نکالنے کے بعد راج ونش کی جو درگتی ہوئی، اُسی کی کرونا گاتھا(2) ہے۔ بادشاہ کی بیٹیوں تتھا بہوؤں کو کس پر کار گلی گلی ٹھوکریں کھانی پڑیں، وہ سب حال یہاں دیا گیا ہے۔ بہادر شاہ سجن منشیہ تھے۔ بڑے دیالو اور دریا دل مگر بادشاہ ہونے کے لیے کیول ان سدگنوں (3) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان میں ان گنوں میں سے ایک بھی نہ تھا، جن سے مغلوں نے صدیوں تک دلّی پر راج کیا۔ وہ اسی لایق تھے کہ کونے میں بیٹھے پنشن لیا کرتے اور فقیروں کی قبروں پر چادر لگایا کرتے۔ ایسا آدمی بغاوت میں کیا سپھل ہو سکتا تھا۔ اس کا دنڈ انھیں بھوگنا پڑا۔ زندگی کے الٹ پھیر کا آنکھیں کھولنے والا ورتانت (4) ہے۔ انو واد سبھی کتابوں کے اچھے ہیں۔ خواجہ صاحب کی بھاشا اتنی سرل ہوتی ہے کہ اردو بھاشا بھی ہوتی، تو آسانی سے سمجھ میں آ جاتی۔

''بھارتیہ ودروہ، ارتھات راؤلیٹ کمیٹی کی رپورٹ'' (پرتھم بھاگ)
انو وادک، شری ٹھاکر منجیت سنگھ جی راٹھور
راؤلیٹ کمیٹی کی رپورٹ بھارتیہ اتہاس کے وڈیارتھیوں کے لیے مہتو کی وستو ہے۔ اس میں 1857 سے اب تک کے بھارتیہ کرانتی کاریوں کے کرتیوں(5) کا ورنن ہے۔ راؤلیٹ کی رپورٹ کے پرنام سوروپ جو راؤلیٹ ایکٹ پاس ہوا، جس کا پھل ستیہ گرہ آندولن کے روپ میں پرکٹ ہوا، وہ

1۔ اتیاچار: ظلم 2۔ کرونا گاتھا: دکھ بھرے گیت 3۔ سدگنوں: اچھی خصلتوں
4۔ ورتانت: سرگزشت، خودنوشت 5۔ کرتیوں: تخلیقات

سمکالین اتہاس کے ایک مکھیہ گھٹنا ہے۔ یہ پستک اُسی رپورٹ کا ہندی انوواد ہے۔ پہلا بھاگ ابھی نکلا ہے۔ دوسرا بھاگ بھی نکلنے جا رہا ہے پستک اتنی منورنجک ہے کہ اس میں اپنیاس کا سا من لگتا ہے۔

''دیوی ویرا'' انوواد ک، شری سوریندر شرما

ویرافگنر روس کے کرانتی کاریوں میں بہت پرسدّھ ہیں۔ یہ پستک اُسی کی آتمہ کتھا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ویرا کے وچاروں میں کیسے کرانتی کاری پریورتن ہوئے اور کیوں کر اس نے اپنے بلیدان اور تیاگ سے کرانتی کے پودھے کو سینچا۔ پُستک بڑی منورنجک ہے۔

''دھرم، جیوتی'' لیکھک، شری جگت نرائن

اس پستک میں تھیوسوفیکل درشٹی کون سے ہندو دھرم کا نروپن کیا گیا ہے تھیوسوفی یا برہمہ ودّھان ان آندولنوں میں سے ایک ہے، جنھوں نے شاستر اور وگیان کی سہایتا سے ہندو دھرم اور انیہ دھرموں کے گپت رہسیوں کو سمجھنے اور سمجھانے کا پریتن کیا ہے اور اس میں کوئی سندیہہ نہیں کہ اس کے اثر سے کم سے کم اس کے انویائیوں (1) میں وہ دھارمک کٹّرتا نہیں پائی جاتی ہے۔ تھیوسوفی سبھی دھرموں اور سمپر دایوں کا سمان روپ سے آدر کرتی ہے اور ان کی خوبیوں پر پرکاش ڈالتی ہے۔ ہندوؤں میں اپنے دھرم اور اس کے سدّھانتوں سے جو اَوِشواس آ گیا تھا، اس کو تھیوسوفی نے بہت کچھ مٹا دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بدّھی کو گون اور وشواس کو مکھیہ استھان دے کر اس نے اس اندھہ شردّھا کو بھی جگا دیا ہے اور ان سنسکاروں (2) کو پونر جیوت کر دیا ہے، جن کے کارن ہندو دھرم نربل ہو گیا۔ مثلاً وہ ورنا شرم کا سمرتھن کرتا ہے، پرلوک (3) کے وشے میں کتنی ہی ایسی باتیں کہتا ہے، جن کا کوئی پرمان نہیں دیا جا سکتا۔ پھر بھی یہ پستک پڑھنے یوگیہ ہے کیوں کہ سنسار کے بڑے بڑے ودّوان اور سادھک ہندو دھرم کے وشے میں کیا کہتے ہیں، یہ جاننے کی اِچھا سبھی کو ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں آج کل کے اناتمہ وادیوں کو وچار کرنے اور اپنے مٹھوں کو بدلنے کی کافی سامگری ہے۔ پستک کی بھاشا سوبودھ ہے۔

1۔ انویائیوں: پیروکاروں 2سنسکار: تہذیب 3۔ پرلوک: آخرت

''پتر شدّھ بودھ'' سمپادک، شری نردیو شاستری وید تیرتھ

اس میں پرم ہنس پری باجکاریہ شری ایک سو آٹھ سوامی شُدھ بودھ تیرتھ، پرتھم آچاریہ گروکل کانگڑی تتھا کل پتی مہاودّیالیہ جوالا پور کا سنکشپت جیون چرتر اوران کے بھکتوں کے سنمرنوں ہیں۔سوامی شدّھ بودھ جی کی بھکتوں اور وشیوں کی سنکھیا ہزاروں تک پہنچتی ہے۔شری نردیو جی نے ان سنسمرن کو ایکتر کر کے ایک پرکار سے گرود کشنا بھینٹ کی ہے۔آشا ہے، آگے چل کر سوامی کے انیک ششیوں میں سے کوئی ودّوان اسی سامگری کے آدھار پر سوامی جی کا ایک سندر جیون چرتر لکھ کر اپنی لیکھنی کو کرتارتھ(1) کریں گے۔

''بھگوان کی لیلا''

یہ پُستک شری اروند گھوش کی پُستک کا مرمانوواد ہے۔ پہلا سنسکرن سماپت ہو جانے پر یہ دوسری آورتی نکالی گئی ہے۔یوگ اوراس کے سدّھانت کے وشے میں بھی اروند گھوش جیسے مہاتما کے وچار امولیہ ہیں۔آپ کا کتھن ہے:

''یدّپی بھارت ورش کے پاس اس سے کچھ نہیں ہے، پھر بھی اپنے تپو بل کے سہارے وہ سب کچھ کر لے گا''

پستک بڑے مہتو کی ہے۔اس نے ہندی سنسار کو بھی اروند گھوش کے اونچے وچاروں سے لابھ اٹھانے کا اوسر دے دیا ہے۔

اپریل، مئی 1934

1۔کرتارتھ: بامعنی

''خیالات مہاتما گاندھی'' (دو بھاگ) لیکھک :شری سی۔ اینڈ روز

یہ انگریزی پُستک کا اردو انوواد ہے، جو بی۔سی۔ ایف اینڈ روز نے مہاتما گاندھی کے وشے میں حال میں لکھی ہے، اور جس نے یوروپ اور امریکہ میں دھوم مچا دی تھی۔ مسٹر اینڈ روز مہاتما جی کے گھنشٹ متروں میں ہیں۔ اور انھیں بہت نکٹ سے دیکھ چکے ہیں۔ مہاتما جی کے آدرشوں اور وچاروں سے انھیں کتنی سہانو بھوتی ہے، یہ ہم سب جانتے ہیں اس پُستک میں انھوں نے مہاتما جی کے وچاروں اور ان کے آندولنوں کی مارمک وِویچنا کی ہے۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ مسٹر اینڈ روز نے آلوچناتمک درشٹی سے یہ پُستک نہیں لکھی ہے، بلکہ ان کا ادیشیہ یہ تھا کہ مہاتما جی کے سدھانتوں اور آدرشوں کو ان کے یتھارتھ روپ(1) میں پچھم والوں کے سامنے رکھیں اور ان غلط فہمیوں کو مٹا دیں۔ جو ورودھیوں نے مہاتما جی کے وشے میں پھیلا دی ہیں۔ اس پُستک کو پڑھ کر مہاتما جی کا چرتر، ان کی گہری ایشور بھکت۔ ان کا اٹل تیاگ، ان کا نربھیک ستیہ پریم\ان کا اٹل سیوا بھاؤ اپنے اجول روپ میں ہمارے سامنے آجاتا ہے مہاتما جی جتنے بڑے راج نیتک نیتا ہیں، اس سے کہیں بڑے رِشی ہیں، اور اس سے بھی کہیں بڑے آدمی ہیں۔ اور ان کے بڑے سے بڑے ورودھی کو یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے چرتر مانوتا اپنی چرم سیما کو پہنچ کر دیوستو کے سمیپ آگئی ہے، بلکہ اگر ہمارے پُرانوں کے پروش دیوتا مانے جائیں تو ان میں ایک بھی مہاتما جی کے سمیپ نہیں آسکتا۔ کرشن بھی تبھی ان سے اونچے سدّھ ہو سکتے ہیں، جب وہ کیول مانو ہردے۔ روچی چھیتر کے ایک نایک سمجھے جائیں اینڈ روز صاحب کے ایک شبد سے مہاتما جی کے پرتی شرڈھا(2) جھلکتی ہے اور انوواد ک مہودے نے جو سویم اینڈ روز صاحب کے اس زمانے کے ششیہ ہیں جب وہ دلّی میں پروفیسر تھے۔ اتنا سندر انوواد کیا ہے کہ کہیں بھی پتا نہیں چلتا، یہ انوواد ہے، اگر ٹائٹل پر انوواد نہ لکھا ہوتا تو یہی خیال ہوتا کہ یہ اردو کا مولک گرنتھ ہے۔ انوواد ک اس کام میں سدّھ ہست ہے اور کتنے ہی شریف مسلمانوں کی بھانتی انھیں بھی مہاتما جی سے سچا پریم ہے اُردو خواں سجنوں کے لیے یہ پُستک امولیہ ہے۔

1۔یتھارتھ روپ: عملی شکل 2۔شرڈھا: شوق

''اپدیشامرت'' (پانچ بھاگ) لیکھک، شری پرو: سدھاکر، ایم۔اے۔

سدھاکر جی کے ہی شبدوں میں، اپدیشامرت، کے پانچوں بھاگوں میں اس پرکار شکشا دینے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے بچوں میں سداچار،(1) سچ رتر تا(2) کی نیو درڑھ(3) ہوں۔ اس نیمت وید منتر اتھوا ان کے بھاگ دے کر بچوں کا دھیان ان آدرشوں کی اور کھنچا گیا ہے، جو اُبھارنے والے تتھا انّت (4) کرنے والے ہیں۔

آپ کا یہ کتھن بالکل ستیہ ہے کہ دھارمک شکشا تبھی اپیوگی ہوسکتی ہے جب اس کا دھیہ بچے کو اُتم ناگرک اتھوا منشیہ سماج کا اپیوگی سدسیہ بنانا ہو۔ مشکل یہ ہے کہ ایسے اپدیش بالکوں کو پریہ نہیں لگتے۔ جس عمر کے لڑکوں کے لیے یہ پستکیں رچی گئی ہیں۔ وے ان وشیوں کو ودیا کھیا کے روپ میں نہیں پسند کرتے۔ ہاں، یہ پستکیں پاٹھیہ کرم میں داخل کی جاسکتی ہیں اور ان کے پاٹھوں کو ادھیاپک نئے نئے درشٹانتوں دوارا رو چک بنا سکتا ہے۔

''دیوی جون'' لیکھک، ڈاکٹر دھنی رام جی پریم۔

پندرھویں صدی کے پرارمبھ میں فرانس کے کچھ بھاگوں پر انگلینڈ کا ادھیکار تھا اور فرانس کی راج نیتک دشا کچھ ایسی گڑ بڑ ہو رہی تھی کہ انگلینڈ کا پربھتو اس پر بڑھتا جا رہا تھا۔ جس سے فرانس کی دشا بہت ہین(5) ہوگئی تھی، اور وہ برابر کئی لڑائیوں میں ہار گیا، اس میں ایک گرامین یووتی جون آف آرک نے فرانس کی سہایتا کر کے اُسے انگلینڈ کے پنجے سے مُکت کر دیا(6)۔ جون آف آرک لڑائی کی ودّیا نہ جانتی تھی، شکشت بھی نہ تھی، پر اس کے ہردے میں اپنے ویتھت دیش کے لیے اتنا پربل انوراگ اٹھا کہ اُسے مانو ایشور کی اور سے پریرنا ہوئی کہ تو جا کر فرانس کا اڈّھار کر۔ دھرمونماد کی دشا میں اُسے مانو دیوی پریرنا ہوئی اور وہ گھر سے نکل پڑی۔ فرانس کی جنتا نے کھلے دل سے اس کا سواگت کیا۔ وہ مانو ان کا اڈّھار کرنے

1۔ سداچار: اچھی خصلت　2۔ سچ رتر تا: اچھی فطرت　3۔ درڑھ: مضبوط
4۔ انّت: ترقی یافتہ　5۔ ہین: نیچ　6۔ مکت: آزاد

کے لیے ایشور کی اور سے بھیجی گئی تھی۔ بازی پلٹ گئی۔ فرانس جیت گیا۔ انگلینڈ کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔
مگر وہی یووتی جس نے اپنے دیش کے ساتھ اتنا بڑا اپکار کیا تھا۔ دھرماندھ (1) پادریوں کی کٹرتا کا شکار ہوئی۔ پادریوں نے اس پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگا کر اُسے زندہ جلا دیا۔ اُسی دیوی کا یہ چرتر ہے اور لیکھک نے اُسے سرل اور آکرشک بھاشا میں لکھا ہے۔ پڑھنے میں اپنیاس کا سا آنند آتا ہے۔
اکتوبر 1934

''آتم آکانکشا'' لیکھک، شری سیارام شرن گپت

یہ سیارام شرن جی کا دوسرا اپنیاس ہے۔ دیہاتی جیون کی ایک کرونا جنک (2) کتھا ہے، جس میں روڑھیوں کے ہاتھ بکے ہوئے سنسار نے ایک نررتن کو آگھات پر آگھات دے کر مرتیوں کی گود میں سلا دیا ہے رام لال ہے تو ٹہلوا، لیکن سیوا، وینے (3) اور ساہس کا پتلا سوامی کے گھر کا کام اس طرح کرتا ہے۔ جیسے اپنا کام ہو مگر جب گاؤں میں ایک بار ڈاکہ پڑتا ہے، تو بندوق سے ایک ڈاکو کو مار ڈالتا ہے۔ بس اس پر نرہتیہ کا اپرادھ لگ جاتا ہے اس کی شادی ہوتی ہے ایک کُلٹا سے، جس کا گلاب سنگھ نام کے ایک غنڈے سے انوچت سمبندھ ہے۔ یہ ہے تو غنڈہ پر دیہات میں اس کا رعب بھی ہے اور سمان بھی، جو آج کل کے نرجیو دیہاتی سماج کی سادھارن دشا ہے۔ رام لال اُسے قتل تو نہیں کرتا۔ لیکن جو لوگ اس کے اتیاچاروں سے پیڑت ہو کر اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں، ان سے مل جاتا ہے۔ پکڑا جاتا ہے۔ سزا ہوتی ہے اور جیل میں مر جاتا ہے۔ اپنیاس کی رچنا آتم کتھا کی شیلی میں کی گئی ہے۔ اس شیلی میں کتھاکار سے ہماری میتری ہو جاتی ہے اور اس کی ہر ایک بات میں ہمیں نجتو (4) کا انوبھو ہوتا ہے۔ منّی کا وِواہ، اسنہ ئی ماتا کا دیہانت جو کسی کا دکھ نہیں دیکھ سکتی اور جن کے جیون کا سب سے بڑا آنند دوسروں کو بھوجن کرانا ہے، رام لال کا مقدمہ یہ سبھی درشیہ آپ کے سامنے آج کل کے دیہاتی سماج کو کھڑا کرتے ہیں۔ ہاں چترن تیل کے چٹکیلے رنگوں میں نہیں، پانی کے ہاتھ کے رنگوں میں کیا گیا ہے۔ بیچ بیچ میں وارتالاپ میں سامایک پرستھتیوں پر سلجھے ہوئے وچار پرکٹ (5) کیے گئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیکھک مہودے کتنے

1۔ دھرماندھ: مذہب میں اندھا   2۔ کرونا جنک: تکلیف دہ   3۔ وینے: خوشی
4۔ نجتو: ذاتی   5۔ پرکٹ: ظاہر

جاگروک ہیں ادھیا پک جی نے رام لال کو نیچ کہنے والوں کو کتنے زوروں سے پھٹکارا ہے۔

دھتکار ہے ہماری اس سماج ویوستھا کو جو رام لال جیسے آدمی کو بھی نیچ کہہ سکتی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں دیکھا تلک چھاپ دھاری اونچی جاتی کے لوگ اس کوئیں میں جھانک کر دیکھنے میں بھی ڈر رہے تھے۔ایسے سوارتھی لوگ ہی ہمارے سماج میں سب کچھ ہے، جن میں نہ شریر کا بل ہے، نہ آتمہ کا...ہم لوگ ودیشیوں کی بیڑی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس بات کا انوبھو ہمارے شکشت سموداۓ کو کچھ کچھ ہونے لگا ہے۔ پرنتو ہمارے شریر میں اس سے بھی بہت بڑی ایک بیڑی پڑی ہوئی ہے، اور وہ ہے جنم گت یا ورن گت اُچتا کے سمبندھ میں ہمارا اندھ وشواس۔ ورن (1) کی شریشٹھتا ہمارے لیے سب کچھ ہے، اس کے سامنے پسی منشیتا کا مولیہ ہماری درشٹی میں کچھ نہیں۔

راج نیتک سوتنتر تا کے لیے ساجک سوتنتر تا پہلے ضروری ہے۔اسے آپ نے ان وکل شبدوں میں گھوشت کیا ہے۔

''سماج میں سب کے اوپر منشیتا کی پرتشٹھا کر لینے پر ہی ہم سوتنتر تا پراپت کر سکتے ہیں...ہم کہنے لگے ہیں، سماج سنسکار بڑھیوں کا کام ہے۔ ہم سینک ہیں ہمارے لیے تو لڑائی چاہیے، لڑائی'' یہ ویروانی سن کر ہم آنند سے پنکت ہو اُٹھتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں۔ ہم ہمارے اُدّھار میں دیر نہیں، پرنتو یہ سوچنے کا بھی کبھی ہم نے کشٹ اٹھایا ہے کہ ہم میں سینک کا ابھاؤ رہا کب ہے؟ پرتاپ سنگھ، سیواجی چھتر سال، گووند سنگھ، بندہ ویراگی، رن جیت سنگھ اور لچھمی بائی کیا یہ سب سادھارن سینک تھے؟ پرنتو بار بار سوتنتر تا کا چھور پکڑ کر بھی ہم اُسے رکھ نہیں سکے۔ راشٹر پتی کے نرواچن کا پرشن یدی آج ہمارے سامنے آجاۓ، تو منشیہ کو نہ دیکھ کر ہم اپنے اپنے براہمن، چھتری اور ویشیہ کو ہی دیکھنے لگیں گے۔

لطف یہ ہے کہ یدی کوئی اس اندھ وشواس کے خلاف کچھ کہے تو اور تو اور ساہتیہ جگت میں اُسے براہمن دروہی کی پدوی (2) ملتی ہے۔

''انتم آکانکشا'' (3) میں تو رتا نہیں ہے، لیکن اس استھل پر گپت جی کی لیکھنی تیز ہوگئی ہے اور بتلا رہی ہے کہ وہ اونچ نیچ کی بھاؤنا انھیں کتنا دُکھت کر رہی ہے۔ پُستک کا مولیہ ڈیڑھ روپے زیادہ ہے۔

مارچ 1935

1۔ورن: طبقہ، درجہ 2۔ پدوی: خطاب

3۔انتم آکانکشا: آخری خواہش

''رکشابندھن'' لیکھک، شری ہری کرشن، پریمی

جن دنوں ہری کرشن جی 'بھارتیہ' کے سمپادک تھے انھی دنوں آپ نے یہ ڈرامہ لکھا تھا اور یدّ پی یہ آپ کا پہلا ہی ڈرامہ ہے۔ لیکن آپ اس میں سپھل ہوئے ہیں۔ اور پنجاب کے شکشاو بھاگ نے اسے میٹری کولیشن کی پاٹھیہ پستکوں میں لے لیا ہے راجستھان کی پرسدّھ گھٹنا ہے، جب گجرات کے بہادر شاہ میواڑ پر چڑھائی کی اور رانا سانگا کی رانی کرم وتی نے ہمایوں کے پاس راکھی بھیج کر اس سے مدد مانگی تھی اور ہمایوں نے اُسے سویکار کیا تھا۔

''یہ التجا نہیں، حکم ہے، یہ آگ میں کود پڑنے کا نیوتا ہے ہندستان کی تواریخ کہہ رہی ہے کہ راکھی کے دھاگے نے ہزاروں قربانیاں کرائی ہیں۔''

ہمایوں اپنے جھگڑے میں اتنا ویست رہا کہ وقت پر مواڑ کی مدد کو نہ پہنچ سکا اور جس وقت پہنچا دیوی کرم وتی کی چتا جل رہی تھی اور مواڑ بہادر شاہ کے ہاتھوں ودھوست (1) ہو چکا تھا۔ لیکن ویر استری پرشوں کے دل کتنے صاف اور کتنے اُدّھار اور مذہبی کوٹلتا سے کتنے رہت کرم وتی اسی رانا سانگا کی استری ہے جو بابر سے لڑا تھا اور جس نے پرتگیہ کی تھی کہ مغلوں کو بھارت کے باہر کھدیڑ کر دم لوں گا۔ وہی کرم وتی اوسر پڑنے پر بیٹے کو راکھی بھیجتی ہے اور وجیٔ شترو کا پتر اس راکھی ویروں کی بھانتی سمان کرتا ہے واستو میں ان لڑائیوں میں مذہب سے کوئی سمبندھ نہ تھا۔ وہ تو کیول ویروں کی وجیٔ لالسا کی کیرنائیں ہوتی تھیں۔ بہادر شاہ نے مواڑ پر چڑھائی کی تھی۔ اسی لیے کہ مواڑ کے رانا نے اس کے باغی بھائی کو اپنے یہاں پناہ دی تھی۔ بہادر شاہ کی فوج میں بھی ہندو سپاہیوں کی کمی نہ تھی۔ نہ مواڑ کی فوج میں مسلمان سیناؤں کی۔ آج کل جو مذہب کا آتنک ہے، وہ غلامی سے پیدا ہونے والی دشاؤں کا پھل ہے۔ ڈرامہ ویر رس پورن ہے اور لیکھک نے اپنے پاتروں کے مکھ سے دھرم اور پریم اور جاتیتا پر جوادگار پرکٹ کرائے ہیں وہ مرم کو ہلا دیتے ہیں۔ اور مستک کو اونچا کر دیتے ہیں۔

مارچ 1935

1۔ ودھوست: تاراج، زمین بوس، مسمار

''روسی کہانیاں'' انوواد ک، شری رام چند ٹنڈن

اپنیاس کی کلا میں تو روس کا جوڑ فرانس سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر روس کے پاس ڈاسٹاویسکی، ترگ نیو، ٹالسٹائیں، اور میکسم گورکی ہیں تو فرانس کے پاس بال جک، اناٹول فرانس، ایمل جولا اور رومارولا ہیں لیکن کہانی کلا میں روس شاید سنسار کے ساہتیہ میں بے جوڑ ہے۔ اس میں مت بھید (1) ہوسکتا ہے، لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اس کلا میں روسی ساہتیہ کا درجہ کسی سے بھی گھٹ کر نہیں ہے اور اس کا کارن ہے روسی جاتی کی وہ دین دشا (2)، جو کرانتی کے پہلے تھی۔ اس سنگرہ میں بارہ کہانیاں ہیں جو یا تو دردر جیون کی ہیں، یا دھرم اور دیا کا اپدیش دینے والے اپا کھیان ہیں (3) جن سے دکھیاروں کے آنسو پونچھے گئے ہیں۔ انگلینڈ یا فرانس کی کہانیوں میں ادھیکانش مدھیہ دشا کے جیون کا چترن ہوتا ہے۔ شادی، دواہ کی سمسیائیں اور سیر تماشے، کلب، جوا، مار پیٹ آدی و شے ہی ان میں دہرائے جاتے ہیں۔ ان دیشوں کا مڈل ورگ سمپّن ہے اور اس کی ساجک سمسیائیں اتنی رومانچکاری، اتنی مرمہ اسپرشی اور اُتنی گہری نہیں ہوسکتیں۔ اسی سنگرہ میں ڈاسٹاویسکی کا 'ایمان دار چور' کیول اس لیے نہیں مہتو رکھتا کہ وہ ایک شرابی کی سچی تصویر ہے بلکہ اس لیے کہ وہ دردر جیون میں جو کو ملتا جو آتمی یتا (4) ہوتی ہے ان کو مانو ہردے سے نکال کر سامنے رکھ دیتا ہے۔ ٹالسٹائے کا 'جہاں ستیہ ہے وہاں پر میشور ہے' دردروں کے زخمی دل کا مرہم ہے۔ پیچھے چل کر ٹالسٹائے کا مت ہوگیا تھا کہ کلا کو سروتو مکھی ہونا چاہیے جس کا آنند پڑھے بے پڑھے سبھی لے سکیں۔ جس کلا کو سمجھنے کے لیے وشیش گیان اور شکشا کی ضرورت ہو، اس سے جن سادھارن کا کیا اپکار ہوسکتا ہے۔ اس لیے انھوں نے بہت سی کہانیاں درشٹانتوں (5) اور روپکوں (6) کے ڈھنگ پر لکھیں، اور کسی حد تک سپھل بھی ہوئیں۔ انوکھا ڈھول، اسی طرح کی ایک کہانی ہے جس میں بے پڑھوں کو بھی کو تو ہل کا آنند مل سکتا ہے۔ حالاں کہ جو لوگ کہانیوں میں کچھ رس چاہتے ہیں انھیں وہ انوکھا ڈھول بالکل پول ہی لگے گا' لال جھنڈی' اس سنگرہ میں شاید سب سے بھیو اور سب سے رس پورن کہانی ہے۔ چکھوکی۔ 'شرت' کلپنا کی اڑان کے لحاظ سے تو بڑی سندر ہے لیکن وہی دھرموپ (7) دیش کا ایک وِلکشن ڈھنگ پندرہ ورش جیل میں بندر ہنے کے بعد شرط لگانے والا قیدی دھن کی اور سے کتنا وِرکت ہو جاتا ہے اور اصل

1۔ مت بھید: اختلاف 2۔ دین دشا: غریبی کی حالت 3۔ اپا کھیان: 4۔ آتمی تیا: خود کو پہچاننا
5۔ درشٹانتوں: حد منزل، متعین شکل دیکھنا 6۔ روپکوں: ناٹک 7۔ دھرموپ دیش: مذہبی پیغام

سے اسے کتنی گھرنا ہو جاتی ہے۔ اسے پڑھ کر ایک بار ہمیں رومانچ ہو جاتا ہے مگر چکھو نے اس سے بہت اچھی کہانیاں لکھی ہیں۔ چری کو کا 'مان' بال جیون کا تاتوک ادھین (1) ہے اور گورکی کا ادبھت ملن تو ایک یووتی کے ہردے داہ اور کوملتا کی اپورو چھلک ہے، جو مانو ہمارے جیون کی سنکوچت سیماؤں (2) کو پھیلا کر چھیتج کے انت تک پہنچا دیتی ہے۔ یوسف کی سنگ مرمر کی مورتی، میں پریم کے اس چمتکار کی کتھا ہے، جو کٹھور سے کٹھور آتما میں بھی آشا اور جیون کا سنچار کر دیتی ہے۔ مرتیو اور سپاہی، اور جھوٹھ اس سنگرہ میں کیول شیلی اور وشے کی وچترتا کے لیے رکھی گئی جان پڑتی ہے۔ ان میں رس نہیں ہے اور نہ جیون کا اسپندن (3) ہی ہے۔ الف لیلہ میں ایسی کہانیاں بہت ملیں گیں۔

ہم ان کہانیوں میں سے کئی ایک انگریزی انوواد میں پڑھ چکے ہیں اور جگہ جگہ ہمیں معلوم ہوا کہ انوواد ک مہودے کو کسی طرح اپنا گلا چھڑا کر نکل جانا پڑا ہے۔ یہ ان کا دوش نہیں، بھاشا کا دوش ہے، جو ابھی تک منج نہیں سکی۔ اور سنسکرت کے شبدوں کا ویوہار کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں بھاشا ولشٹ نہ ہو جائے۔ شروع میں آٹھ پرشٹھوں کا پریچے دیا گیا ہے، جس میں اس سنگرہ کے رچیتاؤں کا سنکشپت پریچے دے دیا گیا ہے اور روسی ساہتیہ کے مہارتھیوں ترگنیو ڈاسٹاوسکی، ٹالسٹائے، چیخوف اور گورکی کے فوٹو پرنٹ بھی ہیں۔

پُستک کا مولیہ تین روپیہ ہے، جو ہمارے خیال میں بہت زیادہ ہے۔

مارچ 1935

''آہار، سینم اور سواستھیہ'' لیکھک، شری بھگوتی پرشاد

ویدوں اور ڈاکٹروں نے تو اس وشے کی انیک پُستکیں لکھی ہیں پر اس پُستک کی خاص بات ہے کہ یہ ایک ایسے مریض کی لکھی ہوئی ہے۔ جنھوں نے گت دس ورشوں سے کیول آہار (4) اور سینم (5) کے بل پر ایک گھاتک بیماری سے یدّھ کیا ہے اور انت میں وجئی ہوئے ہیں اور اس درشٹی سے اس رچنا کا مہتو بہت بڑھ گیا ہے کیوں کہ اس میں لیکھک نے جو کچھ لکھا ہے اس سے خود تجربہ کیا ہے۔ ات ایو ہم نے اس پُستک کو آدی سے انت تک بڑے غور سے پڑھا۔ چوں کہ ہم خود اسی روگ میں بہت دنوں ویست (6)

1۔ تاتوک ادھین: جزوی مطالعہ 2۔ سنکوچت سیماؤں: شبہ کی حدوں

3۔ اسپندن: لرزہ 4۔ آہار: غذا 5۔ سنیم: صبر 6۔ ویست: مصروف

رہے ہیں اور مرتے مرتے بچے ہیں اس لیے ہمیں اس وشے میں خاص دلچسپی بھی ہے۔ایک بیمار سو حکیم کے برابر ہوتا ہے۔ہم نے بہت دنوں ویدوں، حکیموں اور ڈاکٹروں کے دوار کی خاک چھان کرانت میں کیول سینم اور آہار سے اپنی جان بچائی۔اس پُستک کے لیکھک کا بھی یہی انوبھو ہے جو لوگ مانسک پرشرم (1) سے اپنا سواستھیہ کھو بیٹھے ہوں۔یا جو محنت کر کے بھی اپنے سواستھیہ کی رکشا کرنا چاہتے ہوں ان کے لیے اس پستک میں انیک کام کی باتیں ملیں گی اور یدی وے اس کے آدیشوں پر چلے تو آسانی سے بیماری کے شکار نہ ہوں گے۔لیکھک نے آدی میں اپنا آتم کتھا تمک پریچے دے کر بتا دیا ہے کہ وہ کیوں بیمار ہوئے۔کیا کیا کشٹ سہے اور انت میں کیسے سواستھیہ لابھ کیا اور اب ان کی کیا حالت ہے۔آپ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

''جہاں منشیہ نے روگ کا کارن اپنے کو چھوڑ کر ایشور کو سمجھا اور اس کے نوارن (2) کا اپائے ڈاکٹر کے ہاتھ میں دیا، وہاں اس نے پروشارتھ (3) کو گنوایا اور اکتھیہ دردشا اپنے سر پر لادی۔''

لیکھک نے وشے کو چھتیس ادھیاؤں میں بانٹا اور اپنے جیون بھر کے انوبھوؤں کو ان میں بھر دیا ہے۔پہلے بارہ ادھیاؤں میں آہار کے مہتو، پریوجن اور اس کے آوشیک انگوں کا ورنن ہے اور بھن بھن وٹامنوں کی چرچا کی گئی ہے۔نقشے دے کر آپ نے اسپشٹ کر دیا ہے کہ کس پدارتھ میں کون سا وٹامن کتنا ہے اور اس کا سواستھیہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔بعد کے تین ادھیاؤں میں جل وایو اور سوریہ پرکاش کا مہتو دکھایا گیا ہے۔سولہویں ادھیائے میں وچار شکتی اور سواستھیہ کی میمانسا (4) کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

منشیہ کو پورن سواستھیہ پراپت کرنے کے لیے چاہیے کہ وہ سب سے پریم سہانو بھوتی اور ادارتا کے ساتھ رہے۔ایرشیا دویش (5)، کرودھ، اہنکار (6)، کرورتا بدلہ لینا، بھے جھوٹ آدی اوگنوں کو تیاگ دے، دوسروں کے اپرادھ کو چھما کر دے۔اپنے اپرادھوں کی معافی مانگ لے اور شریرک کلیش کو ہنسی خوشی جھیلتے ہوئے یتھا شکتی اپنے کرتویہ کا پالن کرتا رہے۔

ایسا منشیہ تو دیوتا ہی ہو جائے گا، پھر بیماری اس کے پاس کیوں پھٹکنے لگی۔اس کے تو آشرواد سے روگی چنگے ہو جائیں گے۔آگے کے تین ادھیاؤں میں برہمچریہ سمے کی پابندی آدی کا اُلیکھ ہے۔ایک ادھیائے میں وِیایام (7) اور ندرا (8) کا ذکر، سات ادھیاؤں میں بھن بھن کھادھیہ پدارتھوں میں

1۔مانسک پرشرم: دماغی جدوجہد 2۔نوارن: مدافعت 3 پروشارتھ: جواں مردی 4۔میمانسا: تصویر کھینچنا، وضاحت کرنا
5۔ایرشیا دویش: نفرت وعداوت 6۔اہنکار: وجود 7۔ویایام: ورزش، کسرت 8۔ندرا: نیند

دودھ، ماس، اناج، شاک بھاجی، پھل آدی کا تلناتمک وِویچنا کیا گیا ہے۔ دانتوں کی رکشا پر ایک ادھیائے الگ ہے سرووتم پرکار کا بھوجن کیا ہے، اس پر آپ کی سمّتی کا سارنش یہ ہے۔

(1) دودھ کی ماترا بڑھادی جائے۔

(2) ہری پتّیوں کی بھاجی ادھک کھائی جائے۔

(3) پرتی دن کچھ نہ کچھ کچی شاک بھاجی اوشیہ ہو۔

بتیسویں ادھیائے میں کھادھ پدارتھوں کا سنگٹھن شیرشک دے کر آپ نے ایک تالیکا دوارا سبھی کھادھ پدارتھوں میں پائے جانے والے پوشک تتوں کو اسپشٹ کر دیا ہے۔ اس سے ہمیں سویم اپنے بھوجن کا فیصلہ کرنا سرل ہوگیا ہے۔

پستک روگیوں اور دربل سواستھیہ والوں کے لیے خاص طور پر اپیوگی ہے۔ لیکھک نے وشے کو اتنی یوگیتا سہانوبھوتی (1)، اسپشٹتا سے نبھایا ہے کہ ایسا شُشک اور اروچی کر وشے بھی روچک ہوگیا ہے وشے کو اسپشٹ کرنے کے لیے انیک چتر دیے گئے ہیں۔ چھپائی اچھی، کاغذ بڑھیا آہار اور سنیم کے سمبندھ کی شاید ہی کوئی بات ہو، جس پر یہاں پرکاش نہ ڈالا گیا ہو۔

مئی 1935

''کارواں'' لیکھک شری بھونیشور پرشاد

کارواں ہندی ساہتیہ کے اتہاس میں ایک نئی پرگتی کا پرورتک ہے، جس میں شا اور آسکر وائلڈ کا سندرسمن وے ہوا ہے۔ ابھی تک ہمارا ہندی ڈرامہ گھٹناؤں اور چرتروں اور کتھاؤں کے آدھار پر ہی رچا گیا ہے۔ کچھ سمسیا ناٹک بھی لکھے گئے ہیں جن میں روڑھیوں (2) کا یا نئے یا پُرانے وچاروں کا خاکہ کھنچا گیا ہے۔ پر سب کچھ استھول، گھٹناتمک درشٹی سے ہی ہوا ہے۔ جیون اور اس کی بھن بھن سمسیاؤں پر سوکشم پینی، تاتوک، بودھک درشٹی ڈالنے کی چیشٹا نہیں کی گئی جو نئے ڈرامہ کا آدھار ہے۔ جیسا لکھک نے اپنے ویرویش میں خود کہا ہے۔

1۔ سہانوبھوتی: ہمدردی 2۔ روڑھیوں: رسموں، رواجوں

''ہندی میں سمسیا ناٹک کاروں کا کیول ایک سہج آدرش ہے۔ ان کے کتھوپ کتھن میں سمسیا' شبد کا آجانا۔''

لیکھک نے یہاں کچھ مبالغے سے کام لیا ہے، لیکن اس میں دو رائے نہیں ہوسکتی کہ سمسیا ناٹک کی اسپرٹ کو انھوں نے خوب پکڑ پایا ہے اور ہمارے جیون کے گپت رہسیوں (1) پریم اور بھاوکتا کی آن میں چھپے ہوئے منووکاروں پر ایسا نردے پرکاش ڈالا ہے کہ ان کی اورتاکتے ڈر لگتا ہے۔ سبھاشن میں جگہ جگہ منوبھاؤں کی ایسی مارمک وِویچنا (2) کی گئی ہے کہ لیکھک کی سوجھ کی پرکھرتا اور بدھی کی تیورتا کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ راجیندر جب استری سے کہتا ہے استری کی گھرنا پُروش پر بلاتکار ہے یا جب پرتھما مہیندر سے کہتی ہے۔ ہردے تو ٹوٹنے ہی کے لیے بنے ہیں مانو جیون کی سب سے بڑی ٹریجڈی تو یہی ہے کہ ہمارے ہردے نہیں ٹوٹتے یا جب مسٹر سنگھ کہتے ہیں۔ انوبھو تو منشیہ جیون کی ہار ہے۔ سنسار کا کوئی اپریہ ستیہ جب ہمیں پورنیہ پراست (3) کر دیتا ہے تو ہم اُسے انوبھو کہتے ہیں۔ یا جب وہ آگے چل کر پھر کہتے ہیں۔ وِواہتا جیون میں سُکھ کیول اس اہنکار کا نام ہے جو استری کو پُروش پر یا پُروش کو استری پر وجے پانے میں ہوتا ہے۔ یا جب کشور مایا سے کہتا ہے۔ کوئی بھی منشیہ اپنے پریم پاتر کے ساتھ سُکھی نہیں رہ سکتا۔ تمھیں اس بالک کے لیے یگ یگ پرتیاگ اور بلیدان کرنا پڑے گا۔ اور سکھ سکھ نام ہے وجے کا یا جب مایا کہتی ہے۔ استری کا واستوک جیون جبھی پرارمبھ ہوتا ہے جب ایک پُروش اپنے آپ کو اس کے لیے مٹا چکتا ہے تو مانو ہماری بدھی پر ایسی کڑی چوٹ پڑتی ہے کہ ہم چھن بھر کے لیے چوندھیاں جاتے ہیں اور جی چاہتا ہے لیکھک کا زوروں کے ساتھ کھنڈن کریں، جو شاید اس بات کا پرمان ہے کہ اس کا نشانہ ٹھیک بیٹھا ہے۔

پستک میں پرویش اور اپ سنہار کو چھوڑ کر چھ ایکانکی ناٹک ہیں جس میں تین، ہنس میں گت ورش چھپ چکے ہیں، شیش تین یا تو اپرکاشت ہے یا انیہ پتریکاؤں میں نکل چکے ہیں، شیامہ ایک ویواہک وڈمبنا، میں میسنر پوری اپنے پتی سے فرماتی ہیں۔ سماج کے سمکھ (4) میں تمھیں پیار کرنے کے لے اتر دائتی (5) ہوں۔ اور وِواہ کر کے یدی میں نے جیویکا کے لیے اپنے آپ کو نہیں بیچا ہے۔ یدی اس کٹھن ستیہ کا سامنا تم نہیں کرنا چاہتے۔ تو مجھے پریم تو چاہیے۔ اگر ویواہک جیون میں پریم نہیں ہے۔ اور نہ سندیہہ نہیں ہے۔ تو اور کہاں ہے؟ مُکتاچرن (6) کے جیون میں؟ وہ بھی چار میں پریم کیول رسیکوں کی

1۔ رہسیوں: رازوں　2: مارمک ودیچنا: باریک وضاحت　3۔ پراست: زیر، شکست
4۔ سمکھ: سامنے　5۔ اتردائتی: جواب دہ　6۔ مُکتاچرن: آزادفطرت

مفت کا دھن اڑانے والوں کی کلپنا ہے۔ اپنے نگن روپ میں وہ کیول سنتان کی نیسر گک پریرنا ہے۔ بھوگ کی اچھا کا نام پریم غلط رکھا گیا ہے جب ایک جوڑا اس ذمہ داری سے لد جاتا ہے، تو ایک دوسرے کے پرتی تیاگ اور سہانو بھوتی کی مانو یہ بھاؤنائیں جاگ اٹھتی ہیں۔ یہی ویواہک جیون ہے یہی پریم ہے۔ اگر پریم سے کویوں اور رسکوں کے پریم کا آشے ہے، تو وہ چندر لوک میں ہوگا مرتیہ لوک میں نہیں۔ یہ غلط ہے، کفر ہے کہ استری جیویکا کے لیے اپنے آپ کو بیچتی ہے اسّی فی صدی بسنے والے دنیا کے مزدور ہیں۔ ان کے استری پروش دونوں ہی پرشرم کرتے ہیں۔ پرایہ استری زیادہ کرتی ہے۔ جیویکا کا وہاں پرشن ہی نہیں۔ پھر بھی ادھک تر پروش ہی پردھان ہے۔ جہاں لڑکیاں پتا کی سمپتی کی وارث ہوتی ہیں، وہاں بھی پروش کا آدر کم نہیں بلکہ اور زیادہ ہے۔ جس میں بدھی بل زیادہ ہے وہی وجئی ہے۔ کبھی کبھی مہرے مرد نظر آجاتے ہیں۔ ایسے گھروں میں استریوں کی پردھانتا ہوتی ہے۔ ویواہک جیون میں گھبرانے والا وہ پروش ہے جو اپنی اکرمنیتا کے کارن کوئی ذمہ داری نہیں لینا چاہتے، جو پرے سرے کے خود غرض ہیں جو ولاس کے پتلے ہیں۔ چاہیں وے کوی ہوں یا فلاسفر۔ وواہ آدشیہ ایک بندھن ہے لیکن اس نظر سے دیکھیے تو جیون ہی کیا ہے؟ کسی بھی ایسے سماج کی کلپنا کی جاسکتی ہے، جہاں نرکنشتا (1) کا راج ہو؟ ایسی یوٹو پیا تو آج تک کسی نے نہیں بنائی۔ کچھ نہ کچھ بندھن تو جیون میں رہے گا ہی۔ اسی کا نام سیّم ہے اور جس طرح جیون کے اور وبھاگوں میں، اُسی طرح ویواہک جیون میں بھی اس کا خاص مہتو ہے۔ ویواہک جیون میں پاؤں رکھتے ہی استری پروش دونوں وفاداری کا ورت کر لیتے ہیں، اور اس ورت (2) کا جتنا ہی درڑھتا سے پالن ہوتا ہے اتنا ہی جیون سکھی ہوتا ہے۔ سکھ اس وجے کا نام ہے جو استری کو پروش پر یا پروش کو استری پر پانے میں ہوتا ہے، بڑی سندر سکتی ہوسکتی ہے۔ لیکن نرنتار اس وجے کا نام سکھ نہیں بلکہ وجئی چار ہے۔

خیر یہ تو ہوئی وچار کی بات پر پوری دمپتی (3) کے منورہسیوں کا بڑا ہی باریک چترن ہے۔ بے چارہ مسٹر پُری ایک بڑا ٹریجک ویکتی ہے پر بالکل سچا اور اس کے ساتھ ہی کچھ کم زور، جو نہیں چاہتا کہ اس کی استری اس کا اصلی روپ دیکھیں۔ بلوان پروش منوج مہودے کی پرواہ نہ کرتا۔ کس حماقت کے ساتھ آپ کہتے ہیں۔ شیاما میری ہے سماج کی ایک ہردے ہین لوہ ودھی نے ہی اُسے تمھاری بنایا ہے تمہارا اس پر کیا سوتو ہے؟ سوتو تو منوج مہاشے کا ہے کیوں کہ آپ شیاما سے پریم کرتے ہیں۔ مسٹر پُری سمجھو ہے کہیں کلرک ہوں۔ نو بجے سے لے کر چھ بجے شام تک کسی دفتر میں ناک رگڑتے ہوں اپنے جیون رکت کا ایک

1۔نرکنشتا: ظلم، بربریت 2۔ورت: منت ماننا 3۔دمپتی: ازدواجی زندگی

ایک بوند شیاما کے لیے جلاتے ہوں۔ لیکن ان کا شیاما پر کوئی سوتو نہیں ہے، سوتو ہے منوج کا کیوں کہ وہ شیاما سے پریم کرتا ہے۔

ایک سامیہ ہین سامیہ وادی، میں آج کل جیسے سامیہ وادی دیکھنے میں آتے ہیں ان کی جیتی جاگتی تصویر مسٹر مشرا کا تیس ورش کے داہنی اور راج نیتک و چار شہیش۔ نُتا کے بائی اور... روپے سے جہاں تک اس کے کمانے کا پرشن ہے نرلیپت نام اور کام دونوں کو لولوپ کتنا مجبو خا کہ ہے۔

شیطان ایک اڈنڈ، شیخی باز منچلے لوفر کا چرتر ہے جس کی آکامک اا ارتا اس استری کو ملکدھ کردیتی ہے جو اس سے گھرنا کرتی ہے، پرتما کا وواہ، ایک دھن لولپ رمنی کا چتر ہے، مگر ابھی شاید بھارت میں پرتماؤں کا جنم نہیں ہوا ہے۔ وہ بھارتیہ نام کی انگریز چھوکری ہو سکتی ہے جو بوڑھے پتی کے دھن سے جوان پریمی کے بہار کر کے بوڑھے کو اس کی بڑھ بھس کی سزا دیتی ہے۔ سمجھو ہے، نئی روشنی کچھ دنوں میں یہاں کی رمنیوں کی منوورتی (1) میں یہ تبدیلی پیدا کردے۔ لیکن یدّ پی اس چھیتر میں ہمارا انو بھو ہی کم ہے، پھر بھی ہم اسی بھرم میں پڑے رہنا چاہتے ہیں کہ یہ سمپورنیتا (2) کالپنک سرشٹی ہے جیون سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

لاٹری کا پرسنگ یہ ہے کہ ایک پروش ودیش میں اپرنچتوں تو، رنگ برنگے سوپن دیکھتا ہے اور جب گرم دھڑکتا ہردے لے کر گھر آتا ہے، تو دیکھتا ہے اس کی استری کسی دوسرے پروش کے پریم سے پاگل ہے۔ استری اپنے عاشق سے کہتی ہے۔ تم نے مجھے کیوں جاننے دیا کہ تم مجھ سے پریم کرتے ہو۔ میری آتما میں بیٹھ کر تم نے اس ہنسک (3) باگھنی کو کیوں جگا دیا، میرے جیون میں چنگاریاں کیوں بھردی؟

عاشق صاحب اس کے پریم کا بل لیے چلے جانے کو تیار ہیں۔ فرماتے ہیں۔ میں تمھارے سوپن لے کر سنسار کے کسی کونے میں چلا جاؤں گا اور تمہارے جیون میں ایک سرس (4)، پراپریہ سوپن، کیول ایک سوپن چھوڑ جاؤں گا۔

استری جواب دیتی ہے۔ اور میں ایک پروش کے گلے میں نرجیولتا کے سمان لپٹی رہوں، جسے میں پریم نہیں کرتی؟ اس کے لیے بچے اتپن کروں؟ اُسے پریم نہ کروں، سمجھو نہیں۔ پر اس کے جیون میں اریشیا (5) کی آگ لگادوں اور سدیوا اپنے ہردے میں ایک دوسرے پروش کا واہک پریم لیے رہوں۔

1۔ منوورتی: اندرونی صلاحیت 2: سمپورنیتا: مکمل ہونا 3۔ ہنسک: فسادی

4۔ سرس: پرمزہ 5۔ اریشیا: نفرت

استری کا پتی آتا ہے اور یہ کوتک دیکھ کر پھر اپنی نوکری پر چلا جانا چاہتا ہے۔ پتنی پروش میں کچھ کھری کھری باتیں ہوتی ہیں۔ عاشق صاحب پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پریم سے استعفیٰ دے دیتے ہیں اور جس پد پر پتی جانا چاہتا تھا، اس پر خود چلے جاتے ہیں۔

''رومانس''، رومانس کا پرسنگ بھی بہت کچھ لاٹری سے ملتا جلتا ہے۔ ہاں مسٹر صاحب نے اپنے دل جلے من میں استری کے وشے میں جو استیہ اور اوردھ ستیہ شبد کہے ہیں ان کا Cynicism ما من میں گلانی (1) پیدا کرتا ہے اور یہی کیا اس رچنا کی ایک ناٹکا کا، سامیہ ہین سامیہ وادی، کے سوا اور پرایہ سبھی میں ایک ہی وچار کچھ بدلتے ہوئے روپوں میں کام کر رہا ہے۔ ارتھات ویواہک جیون کا کالا رُخ۔ جتنی استریاں آئی ہیں سبھی اپنے شوہروں سے بغاوت کیے بیٹھی ہیں۔ سبھی کسی دوسرے آدمی سے سانٹھ گانٹھ کرتی ہیں اور کھلم کھلا کرتی ہیں، اور سبھی پروش ایرشیا سے جلتے ہیں اور کڑھتے ہیں۔ ویواہک جیون کی یہ نسارتا (2) شاید لیکھک نے آسکر وائلڈ سے ادھار لی ہے اگر ایسا ہے تو غنیمت ہے لیکن اگر یہ ان کے من کی بھاؤنائیں ہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ انھوں نے اس کا کیول سیاہ رُخ ہی دیکھا ہے اگر ویواہک جیون اتنا دُکھ مئے ہوتا تو آج سنسار میں ایک جوڑا بھی نظر نہ آتا۔ جیون میں سرو تھا وِدروہ ہی وِدروہ نہیں ہے کویتا بھی ہے بھاوکتا بھی ہے آنند بھی ہے تیاگ بھی ہے۔ وہی کوی پرتبھا جسے جیون میں نراشا کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ شاید ایسے پرسنگ اس لیے چنے گئے ہیں کہ دام پتیہ (3) کے وشے میں جو بھاؤنا لیکھک نے اپنے اندر بھر لی ہے ان کے اظہار کے لیے دوسرے پرسنگوں میں گنجائش نہ تھی۔ پُرانے زمانے میں شوق بہتری کے ڈھنگ کی پستکیں بہت لکھی جاتی تھیں، جن میں استری پروش کی بے وفائی پر آکشیپ کرتی ہے اور پروش استری کی دغابازی پر۔ دونوں اپنے پکش کے سمرتھن میں نظیریں پیش کرتے تھے اور پُستک تیار ہو جاتی تھی۔ ان قصوں کے لیکھکوں کا منشا کیول منورنجن ہوتا تھا۔ نیا ڈرامہ اب اُس سے بہت اونچا اُٹھ گیا ہے۔ وہ اب جیون کی فلاسفی اور زندگی کے مسئلے حل کرتا ہے اور مسئلے بھی وہ لیتا ہے، جو سارو جنک ہوتے ہیں، وہ نہیں، جن کا کیول مٹھی بھر دل جلے آدمیوں سے تعلق ہے۔

بھونیشور پرشاد جی میں پرتبھا ہے گہرائی ہے درد ہے پتے کی باتیں کہنے کی شکتی ہے مرم کو ہلا دینے کی واک چاتوری ہے۔ کاش وہ اس کا اپیوگ ایک سامیہ ہین سامیہ وادی، جیسی رچناؤں میں کرتے۔ آسکر وائلڈ کے گنوں کو لے کر کیا وہ اس کے دُرگنوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

جون 1935

1۔ گلانی:　　2۔ نسارتا: بے معنویت　　3۔ دام پتیہ: شریک حیات

''تتلی''، لیکھک، جے شنکر پرشاد

تتلی پرشاد جی کا دوسرا اپنیاس ہے اور یدیؔ پی اس میں کنکال کی ساہتیک چھٹا نہیں ہے، پر درشٹی کون کی اسپشٹا اور وچاروں کو پروڑھتا میں اس سے بڑھا ہوا ہے۔ 'تتلی' نام پڑھ کر ایسا انومان ہوتا ہے کہ اس میں کسی چنچل کامنی کا چترن ہوگا، مگر یہ انومان مختلف نکلتا ہے اور تتلی کا وکاس آدرش گرہنی اور مریاداؤں (1) پر اُسرگ کرنے والی دیوی کے روپ میں ہوتا ہے وہ دیہاتی استری ہے، پر اُسے اچھی شکشا ملی ہے اور کٹھن پرستھتیوں میں پڑ کر اس کا چرتر کندن کی بھانتی اور بھی نکھر جاتا ہے۔

پُروشوچت ساہس (2) سے اس نے ان چودہ ورشوں میں سنسار کا سامنا کیا تھا کسی سے نہ جھکنے کی ٹیک، اَوِچل کرتویہ نِسٹھا اور اپنے بل پر کھڑے ہو کر اتنی ساری گرستھی اس نے بنالی۔

اس کے من میں یہی آکانکشا (3) ہے کہ اس کا دنڈت پتی لوٹ کر آوے اور اس کی سادھنا کا پرسکار دے۔ لیکن جب یہ کامنا (4) پوری نہیں ہوتی اور تتلی گاؤں میں سندیہہ کا وشے بن جاتی ہے۔ تب یہ چنتا اُٹھتی ہے۔

میں نے اتنے دھیریہ سے اس لیے سنسار کا سب اتیاچار سہا کہ ایک دن وہ آویں گے اور میں ان کی تھالی انھیں سونپ کر اپنے دُکھ پورن جیون سے وشرام لوں گا۔ کیا ایک دن، ایک گھڑی، ایک چھن بھی میرا، میرے من کا نہیں آوے گا۔ جب میں اپنے جیون مرن کے سُکھ دکھ کے ساتھ رہنے والے کی پرتگیا کرنے والے کے منھ سے اپنی صفائی سن لوں۔

ادھر شیلا انگریز مہیلا ہے جو انگلینڈ میں کنور اندردیو سنگھ کی سجّنتا سے پربھاوت ہو کر ان کے ساتھ بھارت آتی ہے اور یہاں کسانوں کی دردشا دیکھ کر ان کو سنگھٹت کرنے اور ان کی آرتھک سمسیاؤں کو حل کرنے کا آیوجن کرنے لگتی ہے۔ پھر وِدوان رام نارائن کے مُکھ سے ہندو دھرم کا اپدیش سن کر وہ ہندو دھرم کی دکشا (5) لے لیتی ہے اور کنور صاحب سے اس کا وواہ ہو جاتا ہے، پر اس کا ویواہک جیون سکھی نہیں ہے۔ اسمتھ نام کا ایک انگریز اس کے من کو بُری طرح آندولت کر دیتا ہے۔ اُسی سے شیلا اور تتلی میں

1۔ مریادا: عزت 2۔ پرشوچت ساہس: مردانہ ہمت 3۔ آکانکشا: خواہش
4۔ کامنا: خواہش، تمنا 5۔ دِکشا: تعلیم

جو باتیں ہوتی ہیں، اس سے ان کے آدرش اسپشٹ ہو جاتے ہیں تتلی کہتی ہے۔

تم دھرم کے باہری آورن سے اپنے کو ڈھک کر ہندو استری بن گئی ہو سہی، کنتو اس کی سنسکرتی کی مولیہ شکشا (1) بھول رہی ہو۔ ہندو استری کا شرد ّھا پورن سمرپن (2) ان کی سادھنا کا پران ہے۔ اس مانسک پریورتن کو سویکار کرو۔ دیکھو اندردیو بابو کیسے دیو پرکرتی کے منشیہ ہیں۔ اس تیاگ کو تم اپنے پریم سے اور بھی اجوّل بنا سکتی ہو۔

جس طرح شیلا اور تتلی کے منو بھاؤں میں انتر ہے، اسی طرح کنور اندر دیو اور پنڈت رام ناتھ کے جیون آدرشوں میں بھی گہرا انتر ہے۔ دونوں ہی دیش اور سماج کے شبھ چنتک ہیں، لیکن اندردیو سماج کو پچھمی ڈھنگ پر لے جانا چاہتا ہے، اس کے خلاف رام ناتھ ہندو آدرشوں پر شرد ّھا رکھتا ہے اور انھیں کے پرشکار میں جاتی کا اد ّھار دیکھنے کا اِچھک ہے۔ اندردیو جاتی کی دردشا کی چرچا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''اس سے تو اچھی پچھم کی آرتھک بھوتک سمتا (3)، جس میں ایشور نہ رہنے پر بھی منشیہ کو سب طرح کے سویدھاؤں کی یوجنا ہے۔''

اندردیو پچھم کی بھوتک سمتا کے پجاری ہیں۔ رام ناتھ بھی سمتا کے بھکت ہیں۔ پر یہ کام بھارتیہ آتمہ واد دوارا پورا کرنے کے اچھک ہیں وہ اندردیو کے جواب میں کہتے ہیں۔

''جنتا کو ارتھ پریم کی شکشا دے کر اُسے پشو بنانے کی چیشٹا انرتھ کر لے گی۔ اس میں ایشور بھاؤ یا آتمہ کا نرواسن ہوگا، تو سب لوگ اس دیا، سہانو بھوتی اور پریم کے ادگم سے اپریچت (4) ہو جائیں گے، جس سے آپ کا ویوہار نکا ّ ہوگا۔ پرکرتی میں وشمتا تو اسپشٹ ہے۔ نینترن کے دوارا اس میں ویوہارک سمتا کا وکاس نہ ہوگا بھارتیہ آتم واد کی مانسک سمتا ہی اُسے استھائی بنا سکے گی۔''

اندردیو کا پریوارک جیون بادھا پورن ہے۔ یوں گھر کے سوامی وہی ہے، پر اس پر راج ہے ان کی بہن مادھوری کا، جو پتی پریم سے ونچت ہو کر میکے میں ہی رہتی ہے اور اس گھر کے سنچالن میں اپنے جیون کو سارتھک (5) کر رہی ہے ان کی ماتا شیام دلاری دیوی کا سمے بیماری اور پوجا پاٹھ اور امیری کے چونچلوں میں کٹتا ہے۔ اندردیو جب انگلینڈ سے ایک انگریزی یووتی کے ساتھ لوٹتا ہے اور دونوں الگ چھاؤنی میں رہنے لگتے ہیں اور مادھوری اور شیام دلاری دونوں ہی چنتت ہوتی ہے اور شیلا کو کسی طرح دودھ کی مکھی کی

1۔ مولیہ شکشا: فطری تعلیم　2۔ سمرپن: نچھاور　3۔ سمتا: مساوات، برابری
4۔ اپریچت: غیر متعارف　5۔ سارتھک: بامعنی

طرح نکال باہر کرنا چاہتی ہے۔ رعایتی ہتھ کنڈے شروع ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ اندر دیو گھر سے ورکت ہو کر شہر میں چلے جاتے ہیں اور وہاں بیرسٹری کر کے اپنا نرواہ (1) کرنے لگتے ہیں۔ اپنی ساری سمپتی اپنی ماں کے نام ہبہ کر کے وہ اس ہبہ نامے کی رجسٹری کرا دیتے ہیں، لیکن دیہاتوں کے سودھار کا وچاران کے ہردے میں ابھی تک موجود ہیں۔ وہ شیلا سے کہتے ہیں۔

''کچھ پڑھے لکھے سمپن اور سوستھ لوگوں کو ناگر کتا کی پرلوبھنوں (2) کو چھوڑ کر دیش کے گاؤں میں بکھر جانا چاہیے۔ ان کے سرل جیون میں جو ناگر کتا کے سن سرگ سے وشاکت ہو رہا ہے۔ وشواس، پرکاش اور آنند کا پرچار کرنا چاہیے۔''

مگر آدرش ہندو ماتا اپنے پروش سے سمپتی دان لے کر کیا ادھیکار کا سکھ بھوگنے میں سنتشٹ ہو سکتی ہے؟ کیا انت میں سب کچھ اپنی بہو شیلا کو بھینٹ کر کے سکھی ہوئی ہے۔ اندر دیو کی بہن مادھوری بھی انت میں پتی کے دردیوہار سے دکھی ہو کر شیلا سے اسنہہ (3) کرنے لگتی ہے۔ اس سے منو بھاؤں کا درشن کتنا کومل ہے۔

پریم مترتا کی بھوکی مانو تا بار بار اپنے کو ٹھگا کر بھی وہ اُسی کے لیے جھگڑتی ہے۔

تتلی کا پتی مدھو بن بڑا امنچلا یووک ہے جو انیائے دیکھ کر شانت نہیں بیٹھ سکتا۔ اس کی ودھوا بہن راج رانی پر جب ایک سودخور مہنت بلا تکار کرنے کی چیشٹا کرتا ہے، تو مدھو بن کرودھ کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ مہنت کو گلا دبا کر مار ڈالتا ہے اور اس کے صندوق سے روپیوں کی تھیلی لے کر بھاگتا ہے اور کلکتہ پہنچتا ہے۔ وہاں کئی گھٹنا چکروں میں پڑنے کے بعد اُسے دس سال کی سزا دی جاتی ہے۔ جیل میں پڑے پڑے اس کے چنچل من میں طرح طرح کے سندیہہ اُٹھتے ہیں اور اپنے اوپر گلانی ہونے لگتی ہے۔ وہ سوچتا ہے۔

کیا تتلی مجھ سے اسنہہ کرے گی؟ مجھ اپرادھی سے اس کا وہی سمبندھ پھر استھاپت ہو سکے گا؟ میں نے اس کا ہی یدی سمرن کیا ہوتا۔ جیون کے شونیہ انش کو اُسی کے پریم سے کیول اُسی کے پوِترتا (4) سے بھر لیا ہوتا، تو آج یہ دن مجھے نہ دیکھنا پڑتا۔ کنتو کیا وہی تتلی ہو گی؟ اب بھی ویسی ہی پوتر؟ اس نیچ سنسار میں جہاں پگ پگ پر پرلوبھن ہے کھائی ہے آنند کی سکھ کی لالسا ہے؟

جیل سے چھوٹنے کے بعد وہ ٹھوکریں کھاتا ہری ہر چھیتر پہنچتا ہے اور یہاں اپنے پُرانے دشمن چوبے جی اور تحصیل دار کی بات چیت سے اُسے تتلی کے وشے میں سندیہہ ہوتا ہے۔ اس کا لڑکا کب ہوا؟

1۔ نرواہ: بسر، گزارا 2۔ پرلوبھن: لالچ 3۔ اسنہہ: محبت، پیار

4۔ پوترتا: پاکیزگی

پرتی شودھ لینے کے لیے اس کا پشو سا نکل تڑار ہا تھا اور وہ بار بار اسے شانت کرنا چاہتا تھا۔

وہ گھر آتا ہے اُسی سے تتلی جیون سے نراش ہو کر گنگا کی گود میں کود پڑتی ہے۔ انتم سمے اُسے مدھوبن کے درشن ہوتے ہیں۔

اس نے دیکھا سامنے ایک چر پریچت مورتی ہے۔ جیون یدھ کا تھکا ہوا سینک مدھوبن وشرام شور کے دوار پر کھڑا تھا۔

پرشاد جی کوی ہیں اور اس کتھا میں انیک استھل ایسے آئے ہیں، جہاں ان کی لیکھنی کوتو میں ڈوب گئی ہے دو ایک اداہرن لیجیے۔

''رسیلی چاندنی کی آدرتا (1) سے متھر پون (2) اپنی لہروں سے راج کماری کے شریر میں رومانچ اتپن کرنے لگا تھا۔''

اپنی سلج گریما (3) کو اوڑھے ہوئے وہ استریوں کی رانی سی دکھلائی پڑتی تھی۔ دو ورکشوں کو اونچی چوٹیاں پچھم کے دُھندلے اور پیلے آکاش کی بھومیکا پر ایک اداس چتر کا انش بنا رہی تھی۔

اس پستک نے ہندی کے اچھے اپنیاسوں میں ایک کی سنکھیا اور بڑھا دی ہے۔ کمی جو کھٹکتی ہے وہ ہے اس میں ونود (4) اور سجیوتا کی۔ چوبے جی شروع میں تو کچھ آشا جنک تھے پر آگے چل کر بدمعاش نکل گئے۔ اپنیاس پڑھتے ہوئے من اس پرویچنا میں نہیں پڑنے پاتا کہ یہ کوئی یتھارتھ جیون کا چرتر ہے۔ اس کی اوپنیا سکتا من سے دور نہیں ہوتی۔ چرتر سجیو نہ ہو کر چھایا سے معلوم ہوتے ہیں۔ سور یہ کا تیور پرکاش کہیں نہیں ہے۔ مدّھم چاندنی میں سارے درشیہ دکھائی دیتے ہوئے جان پڑتے ہیں۔ انت خود ایک پہیلی ہے ہم چرتروں کی جھلک سی دیکھتے ہیں۔ ان کا سمپورن روپ ہمارے سامنے نہیں آتا، مگر شاید یہ ان کا ادھ کھلا پن ہی ہے، جو انھیں ہردے کے سمیپ پہنچا دیتا ہے کلا جتنی چھپاؤ میں ہے اتنی دکھاؤ میں نہیں۔

جولائی 1935

1۔ آدرتا: عزت　　2۔ پون: ہوا

2۔ گریما: عزت　　4۔ ونود: خوشی، تفریح

''مسدس حالی'' (صدی ایڈیشن) سورگیہ مولانا حالی اردو ساہتیہ کے پرورتکوں (1) میں ہیں۔ آپ نے ہی اردو پدیہ (2) کو نگن شرنگار (4) کے دوش سے مکت کیا اور نوین شیلی کی بنیاد ڈالی۔ گدھ ساہتیہ میں بھی آپ نے آلوچنا اور آلوچناتمک (4) چرتر کو جنم دیا۔ بڑی اردو ساہتیہ روچی کو جتنا حالی نے سدھارا اور کسی لیکھک نے نہیں۔ آپ سرسید کے ساتھ مسلم جاگرتی (5) کے جنم داتا ہیں۔ گت ماس میں آپ کی شتابدی جینتی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ مولانا حالی کے سب سے پرسدھ اور یوگانتر کاری (6) کاویہ مسدس کا یہ ایڈیشن اُسی جینتی کی یادگار میں نکالا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی لکھی ہوئی وِدّوتا پورن (7) بھومیکا ہے، پھر مولانا عبدالماجد دریابادی مولانا عبدالحق، سید سلیمان ندوی اور خواجہ غلام السیدین کے الگ الگ کاویہ میں مولانا حالی نے مسلم جاتی کے اتھان اور پتن کا بڑا ہی وشد اور اسپھورتی سے ورنن کیا ہے۔ مولانا کا چتر اور ان کی لپی کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی اور جلد آکرشک (8)۔ لیتھو میں اتنی سندر پستک دیکھ کر آشچریہ ہوتا ہے۔ پرکاشکوں نے یہ پستک چھاپ کر اردو ساہتیہ کا اپکار کیا ہے۔

نومبر 1935

''کانگریس کا اتہاس'' لیکھک، ڈاکٹر بی پٹابھی سیتارمیّا

جس پستک کی مہینوں سے دھوم تھی، وہ پرکاشت ہوگئی اور اس کا پہلا ایڈیشن بک بھی گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ ہمیں یہ جان کر تعجب ہوا کہ وہ ہندی انوواد کیول دو مہینوں میں چھپ چھپا کر تیار ہوگیا۔ شری ہری بھاؤ اپادھیائے کے سوا کوئی دوسرا آدمی اتنی جلد اور اتنے اچھے ڈھنگ سے یہ کام کر سکتا، اس میں سندیہہ (9) ہے۔ سات سو پرایل پرسٹھوں کا انوواد کرنا ہی برسوں کا کام تھا، وہ بھی جب درجنوں دھورندھر لیکھک ایڑی چوٹی کا زور لگاتے۔ اور یہاں اپادھیائے جی نے کیول دو مہینوں میں سارا

1۔ پرورتک: پجاری، پرستار
2۔ پدیہ: نظم، شاعری
3۔ شرنگار: آرائش
4۔ آلوچنا: تنقید
5۔ جاگرتی: بیداری
6۔ یوگانتر کاری: زمانہ ساز
7۔ وِدّوتاپورن: عالمانہ
8۔ آکرشک: پرکشش
9۔ سندیہہ: شک

کام سماپت کرڈالا۔ کیسے کیا یہ تو وہی جانیں۔ شاید بیس گھنٹے روز کرتے رہے ہوں۔ انوواد سرل، چلتی ہوئی سو بودھ بھاشا میں کیا گیا ہے اور اس کی سپھلتا پر ہم اپادھیائے جی اور ان کے انے گنے سہکاریوں (1) کو بدھائی دیتے ہیں۔ اتنی بڑی اور مہتو پورن پستک کی وسترت (2) آلوچنا تو پھر کبھی کی جائے گی، آج تو ہم اس کی روپ ریکھا اور روشے و بھاگ کا سرسری ذکر کر کے ہی اپنے کو سنتشٹ کرلیں گے۔ پستک چھ بھاگوں میں وبھکت کی گئی ہے۔ پہلے بھاگ میں 1885 سے 1915 تک سرسری نگاہ ڈالی گئی ہے۔ کانگریس کے جنم کے پہلے دیش کی کیا اوستھا تھی، سورگیہ جیومس نے کس طرح جمت کو سنگھٹت کیا۔ اس کا سنکشپت ورنن دیا گیا ہے۔ کانگریس کے انگریز، اور ہندوستانی ہتے شیوں (3) کو شردھانجلی دے کر یہ بھاگ سماپت کردیا گیا ہے۔ دوسرے بھاگ میں 1915 سے 1919 تک کا اتہاس ہے۔ لوک مانیہ تلک کے ہوم رول لیگ شری منی اینی بیسنٹ کے آل انڈیا ہوم رول لیگ، ان کی نظر بندی اور مانٹیگو چیمس فورڈ کے سدھاروں کا ذکر آ گیا ہے۔ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ، ہندو مسلم ایکتا کا شبھ درشن اور جلیاں والا باغ کے ہتیا کانڈ کا سماویش بھی ہو گیا ہے۔

تیسرے بھاگ میں 1920 سے 1928 تک کا ورتانت ہے۔ اسہیوگ کا جنم، گاندھی جی کا جیل دنڈ، ہندو مسلم دنگے، نہرو رپورٹ اور اس کے بعد کے ستیا گرہ سنگرام، وارڈولی آدی سبھی پرسنگ آ گئے ہیں جن کی یاد ابھی لوگوں کے دلوں میں تازہ ہے۔ چوتھے پانچویں اور چھٹی بھاگ میں 1929 سے 1935 تک کی ساری گھٹنائیں آ گئی ہیں جن کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ انت میں ایک پری شِشٹ ہے، جس میں گاندھی اِرون سمجھوتے، سامپر اد ایک سمجھوتے اور مہاتما جی کے مہاورت کے سمے کے پتر ویوہار کی نقلیں دی گئی ہیں۔ پستک بے حد سستی ہے، سستا ساہتیہ منڈل کے لیے بھی۔

''تین ناٹک'' لیکھک، شری سیٹھ گووند داس جی

اس پستک میں سیٹھ جی کے تین ناٹک ہیں۔ کرتیہ ہرش اور پرکاش کرتویہ میں دو بھاگ ہیں۔ پوروادھ اور اترادھ۔ پوروادھ میں شری رام چندر جی کی جیون کتھا ہے۔ اترادھ میں شری کرشن کے متھرا

1۔ سہکاری: باہمی امداد 2۔ وسترت آلوچنا: تفصیلی تنقید
3۔ ہتے شیوں: ہمدردی

سے پرستھان کرنے اور اکرور کے آنے کا ورتانت (1) لکھا گیا ہے۔ یہ دونوں کتھائیں اتنی بار لکھی جا چکی ہیں اور اتنے بھن بھن درشٹی کونوں سے کہ جیوں کی تیوں ناٹک کے روپ میں آ کر بھی وشیش آکرشن (1) نہیں رکھتی۔ شری میتھلی شرن جی گپت نے اسی کتھا کا پرسنگ لے کر اپورو کاویہ رچ ڈالا۔ ان کی پھلتا کا کارن کچھ تو ان کی اوجسونی ورنن شیلی اور کوتسوشکتی (3) ہے اور کچھ رامائن سے بالکل الگ ایک نئی کتھا۔ شیوجی کتھانک میں کوئی انوکھاپن نہ لاسکے۔

ہرش اتہاسک ناٹک ہے۔ اس میں راجا ہرش وردھن کا چریتر درشایا گیا ہے۔ سمراٹ ہرش بھارت کے ان سمراٹوں میں ہیں، جن کا ویرتا اور سچرتر تا دونوں ہی درشٹیوں سے اتہاس میں سرووچ استھان ہے۔ لیکھک نے اُسے آدرش پر جاپالک، اہنسا، ورت دھاری پکا دھرم پراین دکھایا ہے جو سروتھا اتہاس کے انوکول ہے۔ ہرش کا چریتر ایک مہان ٹریجڈی ہے جو کتنے مہان سانسکرتک اور راج نیتک ادیشیوں کا سوپن دیکھتا ہوا راج شری کو سامگری بناتا ہے، سویم اس کا مانڈلک سنتا ہے، پر بھارت کو ایک راشٹر ایک چکرورتی راجیہ کے انترگت دیکھنے کی اس کی ابھلاشا (4) نہ سپھل ہوتی ہے اور اس کا سارا جیون راجاؤں کے ودروہ کے دمن کرنے میں بیت جاتا ہے۔ انتم درشیہ جس میں مادھو گپت نے اپنے پتر آدتیہ سین کے پران دنڈ کی انومتی مانگی ہے اور آدتیہ سین کی ماتا کے پتر کے پرانوں کی بھکشا بڑا ہی مرم اسپرشی ہے۔

پرکاش سماجک ناٹک ہے اور ورتمان راج نیتک اور سماجک جیون کا۔ تھارتھ خاکہ یہاں سوارتھی منسٹر ہیں۔ رنگے سیار کاونسل کے ممبر ہیں، جو دیش بھکتی اور جن سیوا کا سوانگ بھر کر اپنا الوسیدھا کرتے ہیں، جن کی درشٹی میں سواستھ اور یشولپسا (5) کے سوا اور کسی چیز کا مہتو نہیں، جو آٹھوں پہر اپنا مطلب گانٹھنے کے لیے ہتھکنڈے سوچا کرتے ہیں۔ اکیلا ایک گرامین یووک پرکاش ان کے بیچ میں آ کر اپنی اسپشٹ وادِتا سے ان شڑینتروں (6) کو مکڑی کے جالے کی بھانتی چھن بھن کر ڈالتا ہے۔ اس میں ستیہ کا اتنا بل ہے کہ سارے مطلبی لوبھی، پتت سماج میں ہل چل پڑ جاتی ہے، منسٹر اور لیڈر اور ممبر سب کے سب دہل اٹھتے ہیں اور پرکاش کے وِرودھ شڑینتر رچے جاتے ہیں، پر ٹھیک اس وقت جب پرکاش کی گرفتاری کے سامان ہو گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسی راجا اجے سنگھ کا پتر ہے جنھوں نے اڑدب میں پڑ کر اُس کے وِرودھ اپنی ریاست میں ودروہ پھیلانے کی رپورٹ پر ہستاکشر کر دیا تھا۔ ہمیں تینوں ناٹکوں میں یہ سب سے زیادہ پسند آیا ہے۔ اونچے مڈل کلاس کا اتنا سپھل چترن دیکھ کر من مگدھ (7) ہو جاتا ہے۔ پرسنگ سے انیک

1۔ ورتانت: خودنوشت، سرگزشت　2۔ آکرشن: کشش　3۔ کوتسوشکتی: بری طاقت
4۔ ابھلاشا: خواہش　5۔ یشولپسا: شہرت کا لالچ　6۔ شڑینتر: سازش　7۔ مگدھ: آسودہ، خوش

سماجک سمسیاؤں پر بڑے ہی سلجھے ہوئے ڈھنگ سے وچار کیا گیا ہے اوران سمسیاؤں کا وہی حال بتایا گیا ہے، جو بھارت کی پرستھتی اور راشٹر کے ہتوں کے انوکول ہے۔'اسپر دھا' سیٹھ جی کی پہلی رچنا ہے جو ہماری نظر سے گزری۔اس کے بعد اس سماجک ناٹک نے ہماری یہ دھارنا مضبوط کردی کہ سماجک ناٹک ہی آپ کا چھیتر ہے۔

''اَدبی دنیا''

لاہور کی اس وکھیات اردو پتریکا کا یہ نو ورشانک بڑی شان سے نکلا ہے۔اس میں پرتاپ کے آکار کے دوسوبیس پرشٹھ لیکھ اور درجنوں سادے اور رنگین چتر ہیں اسے دیکھ کر یہ انومان کیا جاسکتا ہے کہ اردو ساہتیہ کتنے ویگ سے اُنتی کررہا ہے۔اس میں چھبیس گدھ لیکھ اور چوبیس کویتائیں ہیں۔گدّھ لیکھوں میں آٹھ کہانیاں ہیں پانچ ڈرامے، دس آلوچناتمک نبدھ ہیں اور تین ساہتیک لیکھ ہیں۔کہانیوں میں دو، ہنس، سے انوودات ہیں۔یدّپی نام نہیں دیا گیا۔حضرت وقار امبالوی کا آخری گیت گرامین جیون کی سُندر پریم کتھا ہے، یدپّی کتھانک میں کوئی نوینتا نہیں۔ڈراموں میں شری اندرِلال داس، کمر کا سوسائٹی کے اجارے دار ابسین کے Pillars of Society کی شیلی کا منورنجک سماجک چترن ہے، جس سے ہماری ورتمان سوسائٹی کی نیتک (1) اور چرترک (2) دشا پر بہت اچھا پرکاش پڑتا ہے۔آلوچناتمک بندھنوں میں حضرت کیفی کا ''تاریخ اردو کا مطالعہ'' اور حضرت راشد کا اردو ساہتیہ پر غالب کا اثر بڑے وچار پورن ہیں۔راشد صاحب نے جتنی یوگیتا سے اپنے وشے کا پرتی پادن کیا ہے اس سے وِدِت (3) ہوتا ہے کہ اردو میں آلوچنا کا آدرش کتنا اونچا اٹھ گیا ہے۔مرزا عظیم بیگ چغتائی کا بیوی کا خط میاں کے نام ہاسیہ رس پورن (4) لیکھوں میں سب سے اچھا ہے۔کویتاؤں میں حضرت حفیظ جالندھری کا درشن پنڈت اندر جیت شرما کا ربھول آئی ری، نئی سرو پر یہ شیلی کی رچنائیں ہیں ''باغی سنسار'' اور شکوہ بھی سندر ہے اور بھی کئی کویتائیں بہت اچھی ہیں اس انک کا مولیہ سوا روپیہ ہے۔

1۔نیتک: اخلاقی 2۔چرترک دشا: فطری حالت 3۔ودت: ظاہر
4۔ہاسیہ رس پورن: پر مزاح

''The New out Look''

یہ انگریزی کا ماسک پتر احمد آباد سے شری گوند لال ڈی: شاہ کی ایڈیٹری میں نکلتا ہے۔ سمپادک منڈل میں شیام کماری نہرو، مرزا احمد سہراب اور کئی انیہ پرتشٹھت نام ہیں۔ جنوری کا یہ انک وشیشانک (1) کے روپ میں نکلتا ہے، جس میں کئی اچھے اچھے وچار پورن لیکھکوں کا سنکلن (2) ہے۔ اس پتر کی وشیشتا یہ ہے کہ اس میں انیہ پردیشوں کے لیکھ بھی دیے جاتے ہیں اور اُسے سروپریہ بنانے کی چیشٹا کی جاتی ہے۔ ادھک تر انھیں سمسیاؤں پر لیکھ لکھے جاتے ہیں، جن پر آج کل سماج میں بہت لکھا پڑھا جا رہا ہے۔

فروری 1936

''تلسی کے چار دل'' لیکھک، شری سدگروشرن اوستھی

اکت پُستک کے لکھنے کا ادیشیہ اس کے لیکھک کے شبدوں میں، ہی اس پرکار ہے۔

''یہ بات ہندی کے سبھی پریمیوں کو کھٹکتی ہے کہ ہندی کے سروشریشٹھ کوی گوسوامی تلسی داس جی کی کرتیوں (3) کی پورن اور اچت سمیکشا (4) تھا ان کے پٹھن پاٹھن کی اچت ویوستھا ابھی نہیں ہوئی ہے، کویتا پریمیوں کا دھیان ابھی تک رام چرت مانس تک ہی سمیت رہا ہے۔ مانس کی سینکڑوں ٹیکائیں نکلتی ہیں اور نکل رہی ہیں۔ اس کی سمیکشا بھی وِدّوانوں نے کی ہیں۔ انیائے بھاشاؤں میں بھی راماین کی سمیکشائیں دیکھنے میں آتی ہے پرنتو یہ سو بھاگیہ گوسوامی جی کے انیہ گرنتھوں کو پراپت نہیں ہو سکا۔ ویسے پتریکا کی اور کچھ بھکت لوگوں کا دھیان گیا ہے۔ اس کی ایک دو آلوچنائیں اور ٹیکائیں اچھی نکلی ہیں۔ 'کویتاولی' کا بھی ایک دو ٹیکائیں اچھی نکلی ہیں پرنتو اس پر کوئی آلوچنا گرنتھ دیکھنے میں نہیں آیا۔ پھٹکر لیکھکوں میں تو کبھی کبھی گوسوامی سمبندھی سمیکشائیں دکھائی بھی دیتی ہیں۔ پرنتو پستک روپ میں اس دشا میں کوئی پریاس نہیں کیا گیا۔ مجھے اس پرکار کا انوبھو ہے کہ ہندی کی اچھی ماسک پتریکاؤں میں کچھ نئے سمپادک بھی

1۔ وشیشانک: خصوصی شمارہ　　2۔ سنکلن: انتخاب

3۔ کرتیوں: تخلیقات　　4۔ سمیکشا: تفصیلی بیان

گوسوامی تلسی داس جی تتھا کوی سمراٹ سورداس جی کی آلوچناؤں کو چھاپنا چھپڑا پن سمجھتے ہیں۔''

گوسوامی تلسی داس کے سمبندھ میں سب سے اچھا اور سب سے مولک گرنتھ پنڈت رام چندر شکل کا ہی ہے۔ ان کی سمیکشا کسی ایک گرنتھ پر آشرت (1) نہ ہو کر سبھی گرنتھوں پر آشرت ہے۔ پھر بھی 'مانس' پر ہی اس آلوچنا کا دھراتل ادھک ہے۔ وشوودّیالیوں میں اور کالجوں میں ہندی کی اُچ شکشا کی ویوستھا ہو جانے کے کارن گوسوامی تلسی داس کے سمست گرنتھوں کی پورن اور وشد سالوچنائیں دکھائی پڑنی چاہیے تھی۔ پرنتو کاشی کے پروفیسر کو چھوڑ کر انیہ استھانوں کے پروفیسروں کا دھیان بھی اس اور نہیں گیا۔ کچھ لوگوں میں تو اپنی لیکھنی کا پریوگ کرنے میں وکٹ سنکوچ ہے۔

گوسوامی تلسی داس کے سمبندھ میں لوگوں کی جانکاری ادھک بڑھے اور ان کی کرتیوں کے پٹھن پاٹھن میں سہایتا ملے۔ اسی لابھ کو دھیان میں رکھ کر پرستت پستکوں کو لکھا گیا ہے۔ پہلی پستک میں گوسوامی تلسی داس کا ایک سنکشپت جیون ورت دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کاویہ کلا اور گوسوامی تلسی داس جی کی نجی پریرنا (2) پر ایک لمبا پربندھ بھی دیا گیا ہے۔ اس کے انتر گوسوامی تلسی داس کی چار چھوٹی کرتیوں پر سمیکشائیں ہیں۔ ان کرتیوں کے نام ہیں۔ رام لالا نہچھو، بروے رامائن، پاروتی منگل تتھا جانکی منگل۔ ان آلوچناؤں کے پرسنگ میں بہت سی اور جاننے یوگیہ باتیں سملت کردی گئی ہیں۔ دوسری پستک میں انھیں چاروں پستکوں کے اچت ادھین کے لیے مول پاٹھ کے ساتھ ساتھ شبدارتھ تتھا ٹپیاں دے کر پاٹھ سمجھایا گیا ہے استھان پر تلنا کرنے کے لیے باہر کے پدوں کو اڈرت کیا گیا ہے۔ النکاروں (3) کا بھی کہیں کہیں پر نردیش کردیا گیا ہے۔

پرسنتا کی بات ہے کہ لیکھک مہودے پرستت پستک کے سبھی ادیشیوں کی پورتی سپھلتا کے ساتھ کر سکے ہیں۔ خاص کر ہندی کے اونچے ساہتیہ کا منن (4) کرنے والے ودیارتھیوں سے تو ہمارا وشیش انورودھ ہے کہ وے اس پُستک کا خوب ادھین کریں۔ یوں تو سروسادھارن کے کام کی یہ ہے ہی۔ اسی پرکاریدی انیہ وِدّوان پراچین ساہتیوں پر پرکاش ڈالنے کا پریتن کریں تو ہمارا پورن وشواس ہے کہ نویووک ساہتیوں میں پراچین ساہتیوں کے پرتی ابھی روچی بڑھے اور ان کی بہت کچھ جٹلتا (5) دور ہو جائے۔

مارچ 1936

1۔آشرت: منحصر　2۔پریرنا: تحریک، متاثر ہونا　3۔النکار: وجود

4۔منن: ماتم　5۔جٹلتا: پیچیدگی

''ہوائی کہانیاں'' لیکھک ،شری ظہوری بخش

منشی ظہوری بخش بچوں کی کہانیاں لکھنے میں کشل ہیں ۔اس سنگرہ میں آپ کی گیارہ کہانیاں ہیں، بڑی ہی منورنجک ہیں ۔بچوں میں ،ادبھت، بھاؤنا بڑی پربل ہوتی ہے اور ساہتیکتا سے وشیش روچی ۔ان سبھی کہانیوں میں یہ دونوں گن موجود ہیں ۔بیچ بیچ میں بچوں کا چرتر نرمان کرنے والی باتیں بھی آتی گئی ہیں ۔مگر وہ اس طرح آئی ہیں کہ کہانی کا انگ بن گئی ہیں ۔بالکوں کے لیے یہ کہانیاں منورنجک بھی ہیں اور بھاؤ پردبھی ۔بھاشا بہت ہی صاف اور منجھی ہوئی ۔

''سماج کی بات'' لیکھک ،شری آدتیہ کمار

آدتیہ کمار جی نے سماج کا جو چتر کھینچنے کی چیشٹا کی ہے، اس میں وہ سپھل نہیں ہوئے ۔نہ کوئی سجیو چرتر ہے، نہ روچک کتھا اور نہ ہردے کو اسپرش (1) کرنے والے بھاؤ ۔کتھا تو اتنی الجھ گئی ہے کہ قصے کو سمجھنے کے لیے پریاس کرنا پڑتا ہے ۔اتنے چرتروں کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ایسا جان پڑتا ہے لیکھک نے دو تین پریواروں کا ورتانت (2) ایک اپنیاس کے روپ میں سنگرہ کر دیا ہے ۔اپنیاس میں ہر ایک چرترا اپنا ایک ویکتو (3) رکھتا ہے اور اُسی کے وکاس پر کتھا چلتی ہے ۔پاٹھک کو اس کے وکاس میں اُتکنٹھا ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے لیکھک میں انوبھوتیوں کی کتنی گہرائی ہے، وہ کن استھلوں پر اپنے رچنا کوشل یا مارمک آلوچناؤں یا منووگیانکیہ رہسیوں سے اُسے مگدھ کرتا ہے ۔اپنیاس میں اگر کوئی گھٹنا ہی ہو تو اُسے بھی اس طرح رکھنا چاہیے کہ اس کا دیچتیہ پاٹھک کو کھینچے ۔یہ اپنیاس تو کیول وہ سامگری دیتا ہے، جس پر کسی اپنیاس کی کلپنا کی جا سکتی ہے ۔

''سہاگ بندی'' لیکھک ،شری گنیش پرشاد دِویدی

ادھر کچھ دنوں سے ایکانکی ناٹکوں کی اور روچی بڑھ رہی ہے ۔دویدی کا اس انگ کی ورتی کرنے

1۔اسپرش: چھوتا　　2۔ورتانت: خودنوشت، سرگزشت　　3ویکتو :انسانیت، شخصیت

والوں میں پرمکھ استھان ہے۔ہم نے ان چھہوں ناٹکوں کو بڑے شوق سے پڑھا اور ہمیں جو سب سے ادھک روچا، وہ، سروسو سمرپن ہے، جو آپ نے ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹھاکر کی کسی رچنا کے آدھار پر لکھا ہے۔ شیش پانچوں ناٹکوں میں چار تو ایسے ہیں جس میں کوری بھاوکتا ہے اور ایک شرما جی کچھ وینگیاتمک ہے۔ جس میں ایک شکشت یووتی کے منو بھاؤں کی آلوچنا کی گئی ہے، سہاگ کی بندی میں کالی بابو کی استری اکیلے پن سے دکھی رہتی ہے اور اپنے موسیرے دیور کو دیکھ کر اُسی کی یاد میں کھل کھل کر مر جاتی ہے۔اکیلے پن کو ہوّا بنا کر جو استری ایک یووک کو پہلی بار دیکھ کر اور اس کی مزے دار باتیں سن کر مرنے لگتی ہے اس کا مر جانا ہی اچھا۔دوسرا ناٹک بھی اسی طرح کی ایک یووتی کا چتر ہے، جو ایک یووک کے پریم میں گھلتی ہے اور آخر ویاکل ہو کر ایک بار دیکھنے آجاتی ہے۔تیسرے ناٹک میں ارملا اپنے ایک پُرانے پریمی کو ٹھکرا کر ایک زمیں دار سے وواہ کر لیتی ہے۔پریمی صاحب اُسے دل میں پیار بھی کرتے رہتے ہیں اور اس سے جلتے بھی رہتے ہیں۔اس کی بیماری کی خبر پا کر بھی وہ اپنے دل کو روکتے ہیں اور جب اس کے گھر پہنچتے ہیں تو وہ مر چکتی ہے۔شرما جی مزے کی چیز ہے، جس میں ایک یوتی کے منو استھل کی گہرائی میں پہنچنے کا پھل پریاس ہے۔پانچواں دوسرا اپائے ہی کیا تھا، ایک معمّہ سا ہے، نہ یہی پتا چلتا ہے کہ استری کیا چاہتی ہے نہ یہی کہ پروش کیا چاہتا ہے۔چرتروں میں پہلے ناٹک والا مہاراج بڑا مولک اور سہردے(1) بن گیا ہے۔ کاش دویدی جی ایسے چرتروں کے سرجن میں زیادہ اُروَر(2) ہوتے۔ناٹکوں میں یا کسی بھی رچنا میں لیکھک کا آئڈیا اسپشٹ ہونا چاہیے۔پاٹھک کو اندھی گلی میں لے جا کر چھوڑ دینا پاٹھکوں کو بھرم میں ڈال دینا ہے۔

''مدھوبالا'' رچیتا، شری بچّن

یہ کوی بچّن کے گیتوں اور کویتاؤں کا دوسرا اسنگرہ ہے جو چھوٹے آکار میں بڑی سج دھج سے چھپا ہے۔بچّن میں اپنی ویکتتو ہے، اپنی شیلی ہیں، اپنے بھاؤ ہے اور اپنی فلاسفی ہے۔مدھو، مدھوبالا، ساقی آدِی بھاؤنائیں ہندی میں انوکھی ہیں۔یہاں تو سوم رس اور بھنگ کا پرادھانیہ(3) تھا، مگر سوم رس کا ویدک کال میں چاہے جو مہتو رہا ہو اور بھنگ، گانجا، چرس آدِی کا سادھو اور رسک منڈلی میں چاہے آج بھی کتنا ہی

1۔سہردے: دل رُبا 2۔اُروَر: زرخیز 3۔پردھانیہ: اولیت

رواج ہو، مگر نشے کی کلپنا ہماری کویتا کے چھیتر میں نہیں گھسنے پائی۔ ہماری مدھیہ کال کی کویتا میں بنسی اور ورنداون کی پکار ہے اور نئی کویتا میں وینا اور مالا اور دھوپ دیپ کی کلپنا کا پرادھانیہ۔ وہ ساکار کی بھکتی تھی یہ نراکار(1) کی اپاسنا ہے اور اس لیے آتمانوبھوتی پورن اور انترمکھی ہے۔ بچن جی کی کویتا میں بھی وہی بھاؤنائیں ہیں۔ مگر کلپنا ہندی کے لیے سروتھا اچھوتی ہے اور یہ شریہ ان کو ہے کہ انھوں نے فارسی کا یہ تخیل یہاں ایسا کھپایا ہے کہ اس میں بے گانا پن بالکل نہیں رہا۔ اور چوں کہ ہندی میں بھی بلبل اور قفس اور ساقی اور ساگر کے رسک موجود ہے اور کثرت سے موجود ہے۔ ہندی میں یہ چیز پا کر انھوں نے اس کا سواگت کیا۔ فارسی اور اردو کے کویوں نے تو ساقی اور صُراحی کو آدھیاتمہ(2) کی چیز بنا ڈالا ہے۔ ان کے لیے شراب دیوی آدیش ہے یا بھگت یا گیان۔ ان کا نشہ وہ دہلتا ہے جو بھکت کی پورنتا ہے۔ پنجرے میں پھنسی ہوئی بلبل کا باغ میں بنائے ہوئے گھونسلے کی یاد میں تڑپنا منشیہ کے جیون سے اِتنا ملتا ہے کہ ہم اس کے دُکھ میں شریک ہونے کے لیے مجبور ہیں۔ شراب کی کلپنا بھی جہاں اس دکھ بھرے سنسار سے ورکت کی سوچک ہے، وہاں دھارمک کٹرتا اور سنکیرتا سے وِدروہ کا بھی اِشارہ کرتی ہے۔ دیکھیے مدھُپ بھی کیا کہتا ہے۔

ہم نے چھوڑی کر کی مالا
پوتھی پَترا بھو پر ڈالا
مندر مسجد کے بندی گرہ
کو توڑ لیا کر میں پیالا
او دنیا کو آزادی کا
سندیش سنانے ہم آئے

ہمیں آشا ہے، بچن جی کی مکدھو بالا کہیں نراشاواد(3) کی شراب نہ پلائے؟

اپریل 1936

کسک رچیتا'' شری ہردے نارائن پانڈے 'ہردیش'

یہ ہردیش جی کی چنی ہوئی کویتاؤں کا سچتر سنگرہ ہے۔ ان میں مادُھریہ(4) ہے۔ پرساد ہے،

1۔نراکار: لاوجود 2: آدھیاتمہ: غیبی 3: نراشاواد: قنوطیت پسند
4۔مادھریہ: مٹھاس

کرونا (1) ہے، تڑپ ہے اور کہیں کہیں کرانتی (2) بھی ہے۔ جیسا ہر دیش جی نے اپنے بھومیکا میں لکھا ہے، کویتا پر یا ساہتیہ کے کسی دوسرے انگ پر بھی اپنے سمے کی چھایا پڑے بنا نہیں رہ سکتی۔ ہم جن سماجک اور راج نیتک دشاؤں میں پڑے ہوئے ہیں ان میں کرونا اور کسک کے بھاؤں کی پردھانتا ہو ہی سکتی ہے، مگر ہم سو کوی جنوں سے یہ آشا بھی رکھتے ہیں کہ وہ کیول مرثیہ نہ گائے، حالاں کہ جیون میں مرثیے کا استھان بھی ہے، بلکہ جیون میں اچھو رتی کا سنچار بھی کریں۔ اگر کوی کی رچنا سن کر چیتنا چل دے، یا آشائیں آہت ہو جائیں، تو پھر ان آفتوں سے لڑا کس بل سے جائے۔ اس کسک کے پرواہ میں ںششو، کی آماشے جھلک دیکھ کر دل کو ڈھارس ملتا ہے۔

مدُھر یوون کی لگھو تصویر

نول آشاؤں کے مدھو ماس

بھاؤناؤں کے مردو (3) سنسار

پریم کے کمپت نواچھ (4) واس

پستک میں پانچ منوہر رنگین کو تو پورن چتر ہے، کئی ہاف ٹون چتر، پستک شری سیٹھ کیلاش پتی کی سہانیا کو سمرپت کی گئی ہے۔

''پنکھوڑیاں'' لیکھک، شری پرتھوی ناتھ شرما

یہ شرما جی کی بارہ چھوٹی کہانیوں کا سنگرہ ہے۔ سیدھی سادی منورنجک کہانیاں ہیں۔ جن میں پرتبھا تو کم ہے، پر قلم منجھا ہوا ہے، لیکھک نے وودھ رسوں کی چیزیں لکھی ہیں، پر ان کا پردھان رس کرونا ہے۔ بھکاری کا پریم، دُکھ کی کندرا رجوُں کا سودا، تیاگ اور ممتا، آدِی گلپوں (5) میں کرونا کے بھِن بھِن روپوں کی جھلک ملتی ہے۔ سوویرا کا بھرم، رہسیہ پورن ہے۔ ہاسیہ رس (6) کی کوئی کہانی نہیں۔ معلوم نہیں، شرما جی نے اس غریب کی کیوں اوہیلنا (7) کی۔

1۔ کرونا: دکھ، تکلیف 2۔ کرانتی: انقلاب 3۔ مردو: نرم، نازک 4۔ نواچھ: سانس
5۔ گلپ: جھوٹ، کہانی، افسانہ، فکشن 6۔ ہاسیہ رس: پرمزاح 7۔ اوہیلنا: توہین

''بھگ بھد گیتا منظوم یا نسیم عرفاں'' رچیتا، شری وشیشور پرشاد منوّر

منوّر صاحب اردو کے سدّھ ہست کوی ہیں۔ آپ نے والمک راماین اور ونے پتریکا کا بھی پتھ بدّھ انوواد کیا ہے۔ آلوچیہ گرنتھ بھگود گیتا کا اردو پتھ انوواد ہے۔ بھگود گیتا کے کئی منظوم ترجمے نکل چکے ہیں۔ ابھی نظر صاحب سوہانوی کا انوواد حال میں پرکاشت ہو چکا ہے، پر گیتا گیان اور ادھیاتمہ کا اپار ساگر ہے اور اُسے جتنا ہی متھوا تنے ہی رتن نکلتے ہیں۔ ان انوواد کی خوبی یہ ہے کہ مول بھاؤں کی پوری طرح رکشا کی گئی ہے۔ ڈاکٹر بھگوان داس جی کے شبدوں میں آپ نے اشلوکوں کا مطلب خوبی سے ادا کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی شاعری کا امرت بھی اس میں بھر دیا ہے۔ ارجن کے منوبھاؤں کا کتنا مرم اسپرشی (1) چترن ہے۔

میدان میں حال ہے میرا غیر
اکھڑے جاتے ہیں خود بخود پیر
پھوڑا سا جگر میں پک رہا ہے
دل چار طرف بھٹک رہا ہے
یہ قتل عزیز و اقربا کیا
اپنے جو ہوں ان کو مارنا کیا
جچتا نہیں اب نگاہ میں کچھ
لذت نہیں اس گناہ میں کچھ
مطلب تیر و تفنگ سے کیا
مل جائے گا فتح جنگ سے کیا؟
راحت کی نہیں مجھے تمنا
ہوں تاج شاہی کا میں نہ جویا
'وشال بھارت' کا راشٹریہ انک

1۔ مرم اسپرشی: دل کو چھو لینے والا

'سہیوگی وشال بھارت' نے بیشاکھ کا انک راشٹریہ انک کے روپ میں نکالا ہے۔ کئی سال ہندی پتریکاؤں کے ویشیشانک دھوم دھام سے نکلے تھے۔ ادھر کچھ دنوں سے شتھلتا (1) آ گئی ہے۔ جو ویشیشانک نکلتے بھی ہیں وہ بھی کم سے کم خرچ کر کے وشاشانک نکالنے کا گورو ماتر لینے کے لیے۔ وشال بھارت کا یہ انک بھی آکار پرکار اور سامگری کے اعتبار سے سادھارن انکوں سے کچھ ہی بڑھ کر ہے۔ پھر بھی راشٹریہ انک نکال کر اس نے ماسک پتریکاؤں کی لاج تو رکھ لی۔ سمان کا پد بابو راجیندر پرساد کے کانگریس کے نیموں کا پریورتن کو دیا گیا ہے جو بہت مناسب ہے۔ اس وشے پر راجیندر بابو سے زیادہ ادھیکاری لیکھک اور کون ہو سکتا تھا۔ دوسرا چھوٹا سا لیکھ بابو رامانند چٹوپادھیائے کے کسی لیکھ کا انوواد ہے۔ تیسرا لیکھ ڈاکٹر رویندر ناتھ کے ایک بڑے ہی وچار اور پانڈتیہ سے بھرے ہوئے لیکھ کا التھا ہے جو بہت دن ہوئے ماڈرن ریویو میں نکلا تھا، ہمارا سیناپتی میں بابو برج موہن ورما کا چھوٹا سا مگر پربھاؤپورن چتر کھینچا ہے۔ راشٹریہ چیتنا اور دھرم پر چارک بھی اچھا لیکھ ہے۔ کانگریس کے جنم داتا ہوم، ہمارے راشٹریہ شکشک اور ہمارا راشٹریہ کوئی آدی لیکھ بھی پڑھنے یوگیہ ہے۔ ایک لیکھ میں بابو سمپورنانند نے گاندھی واد اور سوشلزم کی تلنا کی ہے۔ پر ایہ سبھی لیکھکوں کا چیتن سوروچی اور اپیوگتا کی درشٹی سے کیا گیا ہے۔

''پرتاپ کا کانگریس انک''

'سہیوگی پرتاپ' نے یہ کانگریس انک نکال کر اپنی سجگتا (2) اور سجیوتا کا پریچے دیا ہے۔ ایسے اوسروں پر بھی ہمارے دینک اور سپتاہک پتر اداسین (3) رہتے ہیں، یہ ہماری مردادلی کے سوائے اور کیا ہے۔ 'پرتاپ' کے اس انک کا پہلا لیکھ راشٹرپتی جواہر لال ہے۔ جس میں پنڈت بال کرشن شرما نے پنڈت جواہر لال نہرو کا چرتر وستار کے ساتھ اور پریم اور شردھا سے بھرے ہوئے رنگ میں لکھا ہے۔ اور پنڈت جواہر لال کا چرتر پچھلے پندرہ ورشوں کا سنہاؤلوکن (4) ہے، مگر یہ سنہاؤلوکن ہی نہیں شردھانجلی ہے جس میں بہت کچھ آتمہ کتھاتمک اور اس لیے بڑا ہی روچک اور پربھاؤپورن ہے 'ہاتھی کی پھانسی' سورگیہ گنیش شنکر ودیارتھی کی رچی ہوئی ایک ہاسیہ رس کی مزے دار کہانی ہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ ودیارتھی جی اس رنگ میں کشل تھے۔ بابو سمپورنانند کا کانگریس اور سامراجیہ شاہی، شری کرشنا دت پالی وال جی کا

1۔ شتھلتا: انجماد، ساکت 2۔ سجگتا: بیداری

3۔ اداسین: مایوی 3۔ سنہاؤلوکن:

سنیکت پرانت کی کسان سمسیا، آدی لیکھ بھی پڑھنے یوگیہ ہیں لیکن اس انک میں شری نوین جی کا ون گمن بالکل بے موقع معلوم ہوتا ہے۔ اسے تو کسی ساہتیک ماسک پتریکا میں چھپنا چاہیے تھا۔

مکھ پرشٹھ پر پنڈت جواہر لال جی کا رنگین چتر ہے۔ اور راشٹر یہ نیتاؤں کے چتر بھی ہیں۔ لیکن دس پانچ اچھے کارٹون ہو جاتے، تو رنگ اور چوکھا ہو جاتا۔

''پربھات'' کا بے کاری انک

ہم نے کہیں پڑھا تھا کہ جب سے مندی کا زور ہوا ہے انگلینڈ میں پُستکوں کی بکری بڑھ گئی ہے۔ اس کا کارن شاید یہی ہو سکتا ہے کہ ویاپاریوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے کی اپیکشا منورنجک پستکیں پڑھنے کا مشغلہ زیادہ پسند ہے۔ وہاں کی مندی کا ارتھ یہ ہے کہ اب پہلے کا سا اندھا دُھندھ نفع نہیں ہوتا۔ اس کے خلاف ہندوستان کی مندی کا ارتھ یہ ہے کہ یہاں روٹیوں کا ٹھکانا بھی نہیں۔ پھر کتابیں کون پڑھے۔ خالی پیٹ تو بھگود بھجن بھی نہیں ہوتا، ساہتیو پاسنا (1) تو دور کی بات ہے۔ پھر بھی بلیا کے سہیوگی پربھات نے بے کاری انک نکال کر ساہس (2) کا کام کیا ہے۔ پہلا لیکھ ہے بے کاری کی وکٹ سمسیا جس میں بے کاری کے کارنوں کی میمانسا کی گئی ہے اور اس کا علاج بتایا گیا ہے۔ دوسرا لیکھ شری شیتلا سہائے جی کا بھارت میں بے کاری ہے آپ کا یہ خیال ٹھیک ہے کہ جب تک آرتھک شاسن کی آرتھک نیتی میں کچھ استھرتا نہ ہو کسی اور بھی کسی پرکار کی آرتھک اُنتی کی سمبھاؤنا نہیں ہے۔ شری پرشورام کا بے کار ساہتیک شری بابا رادھو داس کا بے کاری، شری بھگوتی چرن ورما کا بے کاری اتھوا اکرمنیتا، شری دیا شنکر دُبے کا وشکشتوں کی بے کاری اور اُسے دور کرنے کے اپائے، سار گربھت لیکھ ہے۔ جس میں اس وشے پر ہر ایک پہلو سے وچار کیا گیا ہے۔ ان کے اتی رکت اور بھی انیک لیکھ کویتائیں اور کہانیاں ہیں جن سے یہ انک سنگرہ نیہ بن گیا ہے۔

مئی 1936

1۔ ساہتیو پاسنا: ادبی ورد   2۔ ساہس: ہمت

''واجد علی شاہ'' لیکھک ،شری شیتلا سہائے اور شری شری پت سہائے

لکھنؤ کے رنگیلے نواب واجد علی شاہ جیسا ولاسی (1) راجا بہت کم ہوا ہوگا۔ تھے تو اودھ راجیہ کے سوامی، لیکن گانے بجانے اور ناچنے اور وشے بھوگ کے سوا انھیں ریاست سے کوئی مطلب نہ تھا۔ ان کے ولاسمے جیون کی سیکڑوں کتھائیں آج بھی بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ نرتیہ اور سنگیت اور ابھینے میں ان کا ثانی نہ تھا، کوی بھی اچھے تھے مگر ان کلاؤں کو آتمونتی کا سادھن نہ بنا کر انھوں نے انھیں کام کیٹرا کا سادھن بنایا اور اس میں ایسے لپت ہوئے کہ راجیہ بھی کھویا اور انگریزی سرکار کے قیدی ہو کر کلکتہ میں مرے۔ اس پستک میں انھیں رنگیلے واجد علی شاہ کے جیون کی کچھ منورنجک کتھائیں دی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے محل میں ایک سو پچیس بیگمیں تھیں۔ جن میں ساٹھ کے تو نام دیے گئے ہیں۔ ان میں ترکی، ارمیدیا فرانس، اٹلی تک کی یووتیاں بھی تھیں۔ جو لونڈی مہری روپ وتی ہوئی اور بادشاہ کی اس پر نگاہ پڑی کہ وہ محل میں داخل کر لی گئی۔ بادشاہ کے مصاحب ادھک تر گویے، طبلیے اور میراثی تھے جو پرجا کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے تھے۔ اور بادشاہ کو اپنے عیش سے کام تھا۔ سارے راجیہ کا دھن کھنچ کھنچ کر لکھنؤ آتا تھا اور عیاشی میں اڑتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بادشاہ صاحب متھیا وادی (2) بھی پرلے سرے کے تھے۔ پریوں کے سمراٹ سے بھینٹ، سے ان کے پریت (3) بھے کا اچھا پریچے ملتا ہے۔ پستک بڑی روچک ہے اور سجیو بھاشا میں لکھی گئی ہے۔ او پر واجد علی شاہ کا ایک چتر بھی ہے۔

''بھارت کا کہانی ساہتیہ'' سنگرہ کرتا و سمپادک، ڈاکٹر دھنی رام جی

بھارتیہ ساہتیوں کے سنگٹھن اور پرچار کا جو کام بھارتیہ ساہتیہ پریشد نے اٹھایا ہے اس کا یہ شبھ پھل ہے کہ بھارت کے پرانتیہ (4) ساہتیوں میں لوگوں کی روچی ہو گئی ہے اور پرسپر آدان پردان کی گتی تیز ہو گئی ہے۔ جو رچنائیں اپنے پرانتیہ بھاشا میں کیول پرانت کی چار دیواری میں بند رہتی وہ ہندی میں آکر راشٹر کی سمپتی ہوتی جا رہی ہے۔ دکشن بھاشاؤں کی کئی کہانیاں، جو ہنس میں نکلی گجراتی اردو مراٹھی آدی میں

1۔ ولاسی: عیاش 2۔ متھیا وادی: توہم پرست

3۔ پریت بھے: شیطانی خوف 4۔ پرانتیہ: علاقائی، صوبائی

انو وادت ہوئی۔ یہ پستک بھی اُسی ساہتیک پریرنا (1) کا پھل ہے اس میں ہندی، بنگلہ، مراٹھی، گجراتی، اُردو، کناڈی، تیلگو، تامل کی دس کہانیاں سنگرہت ہیں۔گلپ لیکھکوں کی سوچی کہہ رہی ہے کہ اس میں بہت سے نام چھوٹ گئے ہیں۔اس کا کارن یہی ہوگا کہ پستک کو اس سے بڑا کرنا سنگرہ کرتا کو منظور نہ تھا ان دو سو پیتروں میں اس سے اچھا سنگرہ ہونا مشکل تھا۔ ہاں، اردو کہانیوں کے وشے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ چناؤ اتنا سندر نہیں ہوا۔پھر بھی پستک سنگرہ کرنے یوگیہ ہے۔

''مت والی میرا'' لیکھک، شری تُلسی رام شرما دنیش

اس پستک میں میرا کا جیون چرتر سمبھاشن کے روپ میں، گانوں کے ساتھ لکھا گیا ہے بھاوک (2) پرانیوں کے لیے اچھی چیز ہے۔شری شانتی بائی رانی والا نے اس کی ایک ہزار پرتیاں ساہتیہ نوراگیوں کو مفت دینے کی پرشنشیہ اُدارتا کی ہے۔میرا کا جو چرتر کیودنتیوں کے روپ میں موجود ہے، اسی کا آشے لیا گیا ہے۔کاش دنیش جی نے بھکت کا آورن ہٹا کر یتھارتھ (3) پر کچھ پرکاش ڈالا ہوتا۔ یہ سچ ہے کہ میرا کا چرتر رومانس ہے، اتنا سندر کہ سبھی اس سے مگدھ ہو جاتے ہیں۔کسی نے میرا کو یتھارتھ روپ میں لانے کی چیشٹا نہیں کی، لیکن کبھی نہ کبھی تو یہ کام کسی کو کرنا ہی پڑے گا۔

''سداچار، شِشٹاچار اور سواستھیہ'' رچیتا، شری بھائی دیال جین

کون نہیں چاہتا کہ اس کے لڑکوں کا چرتر اور سواستھیہ بلوان ہو۔اس چھوٹی سی پُستک میں چرتر سمبندھی وشیوں پر چھوٹے چھوٹے پرسنگ سرل بھاشا میں دیے گئے ہیں، مگر پستک جس شیلی میں لکھی گئی ہے اس میں وہ بالکوں کے سوادھیائے (4) کی چیز نہیں رہی۔ ایسے گوڑھ وشے انھیں روچی کر نہیں ہو سکتے۔ہاں، یووکوں کے لیے پستک بڑی اپیوگی ہے۔

''میرا پداولی'' سمپادیکا، شری متی وشنو کماری شری واستو، منجو ہندی کے بھکت کویوں میں پدوں کے لالتیہ (5) اور تلینتا میں میرا کا استھان بہت اونچا ہے، ان کے رہسیہ (6) مے اور رومانی جیون نے بھی

1۔ساہتیک پریرنا: ادبی تحریک 2 بھاوک: حساس، جذباتی 3۔یتھارتھ: عملی
4۔سوادھیائے: مطالعہ، باب 5۔لالتیہ: لالچی 6۔رہسیہ مے: راز دار

ان کے پدوں کو بھی اور آکرشن بنا دیا ہے۔ان پدوں کا یہ سٹیک اور پر ما نک سنسکرن ساہتیہ پریمیوں کے لیے آدر کی چیز ہے میرا کے وشے میں اب تک جو کھوج ہو چکی ہے سمپادیکا نے ان کو پڑھا ہے اور ووِیک بدّھی سے کام لے کر اتہاس کو کیودنیتوں سے پرتھک کرنے کی چیشٹا کی ہے۔ہم یہ نہیں مان سکتے کہ میرا جیسی وچار شیل استری، بھکت میں اپنے کو اتنا بھول گئی ہوگی کہ پتی سے اُسے وِرکت ہوگئی ہوگی اور ویمنسیہ (1) اتنا بڑھا ہوگا کہ پتی نے اُسے زہر کا پیالہ پینے کو بھیجا ہوگا اور وہ پی گئی ہوگی۔جیون کا سامنجسیہ (2) تو یہ ہے کہ من کی سبھی ورتیاں اپنے اپنے استھان پر رہیں۔کسی دیوی دیوتا کی بھکت ہو جانے کا یہ آشے نہیں کہ ہم اپنے پریوارک کرتویہ بھول جائیں۔یہ بھکت نہیں، پاگل پن ہے۔سمپادیکا جی نے لکھا ہے۔

''جان پڑتا ہے کہ یہ دنت کتھا سامپردایکتا کے رنگ کو وشیش پر دھانتا دینے کے لیے گڑھی گئی ہے۔اتھوا یہ سب گھٹنائیں کنور بھوج راج (میرا کے پتی) کی مرتیوں کے بعد گھٹت ہوئی ہوں... سمبھو ہے میرا کے ساتھ بھی پتی کے ابھاؤ میں ان کے کٹمبیوں نے من مانا اتیاچار کیا ہو''۔

پستک میں میرا بائی کی جیونی ان کی کویتا اور بھاشا اور میرا کی کویتا میں ویوہت (3) شبدوں کی وویچنا (4) کی گئی ہے۔اس سنگرہ میں کل دوسو ایک پد ہیں۔فٹ نوٹ میں شبدارتھ دیے گئے ہیں۔اس طرح یہ پستک ساہتیہ کے ودّیارتھیوں کے لیے بہت اپیوگی ہوگئی ہے۔

''پریم دیپکا'' سمپادک، رائے بہادر لالہ سیتارام

یہ بُندیل کھنڈی بھاشا کا ایک تین سو سال کا پُرانا گرنتھ ہے۔رچیتا ہیں، اکھر انیہ، وشے ہے کرشن لیلا لالہ سیتارام جی نے اس پُرانے گرنتھ کا پاٹھ سدّھ کر کے پرکاشت کرایا ہے۔اس عمر میں آپ کا یہ ساہتیہ نوراگ دیکھ کر ہم چکت رہ جاتے ہیں۔گرنتھ میں وِودھ چھندوں کا پریوگ ہوا ہے اور کویتا میں رس بھی ہے اور لوچ بھی۔

1۔ویمنسیہ: حیوانیت، شیطانیت 2۔سامنجسیہ: اشتراک، میل ملاپ
3۔ویوہت: استعمال شدہ 4۔وویچنا: ذکر

''سامیہ واد کا بگل''

اس پستک میں شری سمپورن نند آچاریہ نریندر دیو جی یا شری پرکاش بابو جے پرکاش نارائن آدی کے سامیہ وادی (1) وچاروں کا سنگرہ کیا گیا ہے۔ کچھ وشے یہ ہیں۔ سماج وادی سماج کی کچھ وشیشتا ئیں سوادھینتا سنگرام اور سماج وادی فاشزم کا واستو کتا سوروپ کیا بڑی بڑی مشینوں کی ضرورت نہیں ہے آدی سامیہ واد آج کل وچار کا مکھیہ وشے ہے اور ہمیں یہ معلوم ہونے لگا ہے کہ دیش کا اُدّھار کسی نہ کسی روپ میں سماج واد کے ہاتھوں ہوگا۔ ہاں اتنا کہنا آوشیک ہے، جیسا پنڈت جواہر لال جی نے بار بار کہا ہے کہ ہمارے سامنے ورتمان سمسیا دیش کی سوادھینتا ہے جب تک سامراجیہ واد کا ودھونس (2) نہ ہوگا، سامیہ واد کی گاڑی آگے نہ چلے گی۔ پستک سماجک ہے۔

''مدِرا'' لیکھک، شری تیج نرائن کاک

شری تیج نرائن جی ہندی کے کشل گدّھ کاویہ لیکھک ہیں۔ گدھ کاویہ کی وشیشتا ہے اس کی کوملتا، اس کے بھاؤ کی گہرائی اور منور رہسیوں کے اندر بیٹھنے کی شکتی۔ آپ کے گدّھ کاویوں میں یہ سبھی گن موجود ہیں۔ اس سنگرہ کی بھومیکا ڈاکٹر رام پرساد ترپاٹھی نے لکھی ہے اور ہندی ساہتیہ میں گدھ کاویہ کے نام سے تیج نارائن جی نے ہندی گدھ کاویوں کا آلوچناتمک اتہاس لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی میں ساہتیہ کا یہ انگ کتنا سمپن (3) ہے۔ ہمیں اس سے یہ بھی پتا چلا کہ شری رائے کرشن داس جی نے اور سویم تیج نارائن جی نے اپنے بھاؤں کو پدھ میں لکھنے کے لیے زور مارا، مگر اسپھل (4) رہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن میں کاوِتو شکتی کا ابھاؤ ہے وے وِوش (5) ہوکر گدھ گیت لکھ کر چت شانت کر لیتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے، یدّ پی ہمیں اس وشے میں کچھ کہنے کا ادھیکار نہیں کہ گدھ گیت سوتنتر وستو ہے اور کوی

1۔ سامیہ وادی: مساوات پسند　2۔ وِدھونس: خاتمہ　3۔ سمپن: خوش، ہرا بھرا
4۔ اَسپھل: ناکامیاب　5۔ وِوش: مجبور

جو کچھ پدّھوں میں نہیں کہہ پاتا وہ گدھ گیتوں میں کہتا ہے، نہیں شری رویندر ناتھ ٹھاکر جیسے مہان کوی نے گدھ گیت کیوں لکھے ہوتے۔ دونوں میں انتر ہے۔ کویتا بھاؤنا پردھان رچنا ہے، گدھ گیت انوبھوتی پردھان۔ ہم گدھ گیت میں کیول بھاوکتا یا کرسنتشٹ نہیں ہوتے سویم تیج نرائن جی کی رچناؤں میں انوبھوتیوں کی کمی نہیں ہے، حالاں کہ اگر بھاوکتا کی ماترا کچھ کم اور انوبھوتیوں کی ماترا کچھ زیادہ ہوتی تو ان کا مولیہ اور بڑھ جاتا۔

جون 1936

مولانا حسرت موہانی

اگر تمھیں کرانتی کی تصویر دیکھنی ہو، جیتی جاگتی، بولتی چالتی تصویر، اپنی ساری وِبھوتی (1) ساری کلا کے ساتھ، تو مولانا حسرت موہانی کو دیکھو۔ تمھیں گیات (2) ہوگا کہ کرانتی کے رُوپ اور تتو میں کوئی سا دِرشیہ (3) نہیں ہوتا۔ لیکن کیا تھا؟ بالکل سادھارن مزدور، جیسا روس کے کسی گاؤں میں دیکھ سکتے ہو۔ چہرے پر تیز اور پرتبھا (4) اور سنگرام کا نام نہیں۔ گاندھی کو دیکھو اس سے زیادہ غریب، سرل، دہقانی صورت اور کس کی ہوگی؟ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مزدور ابھی کام کر کے لوٹا ہے۔ حسرت کے چہرے پر بھی وہ نمرتا (5) ہے، وہی دِینتا ہے (6) پر اس کے اندر کرانتی کا اتھاہ سمندر لہریں مار رہا ہے۔ ٹھِگنا قد، استھولتا کی اور جھکی ہوئی سُوگٹھت دیہہ، ساؤنلا رنگ، چہرے پر چیچک کے داغ، کھچڑی داڑھی، فیشن اور نمائش سے کوسوں دور، تیاگ اور نگرہ کی مورتی، جسے روئیدار گدلے اور کھدر سے سوابھاوک پریم ہے۔ علی گڑھ کے ٹھاٹ باٹ، رنگ ڈھنگ کا جادو کبھی ان پر نہیں چلا۔ ہم نشچے نہیں کہہ سکتے پر ہم نے انھیں فیشن کے خلاف کمر کسے تلوار کھینچ پایا۔ مسلمانوں میں شاید حسرت ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے آج سے پندرہ ورش پہلے بھارت کی پوری آزادی کی کلپنا کی اور آج تک اسی پر قائم ہیں۔ پہلے پہل وہ سورگیہ مہاتما تِلک کے انویایی (7) ہوئے۔ نرم راج نیتی میں ان کی گرم طبیعت کے لیے کوئی کھینچاؤ، کوئی روچی نہ تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنے گرو سے بھی چار قدم اور آگے بڑھ گئے اور اس سمے پورن سُوراج (8) کا ڈنکا بجایا جب کانگریس کا گرم سے گرم نیتا بھی پورن سوراج کا نام لیتے کانپتا تھا۔ اس زمانے میں حسرت کا کوئی ساتھی نہ تھا۔ لوگ انھیں جھکّی سمجھتے تھے، پر وہ شیر اپنی دھن کا پکا تھا۔ اپنے لکشیہ سے اس نے کبھی منہ نہیں موڑا۔ نہرو رپورٹ نے بہت سے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ کر دیا۔ پوری آزادی کا دیوانہ

1۔ وبھوتی: صلاحیت　　2۔ گیات: علم　　3۔ سادرشیہ: سہانا منظر
4۔ پرتبھا: صلاحیت　　5۔ نمرتا: سنجیدگی　　6۔ دینتا: غریبی
7۔ انویائی: پیروکار　　8۔ پورن سوراج: پوری آزادی

حسرت بھی اس رپورٹ کا دشمن ہوگیا۔مولانا کے وِچاروں میں اس وقت ہندؤں سے وِرودھ کی جھلک آنے لگی تھی۔ان کے ہندومتروں کے سمجھ میں ان کی یہ نیتی نہ آتی تھی۔وے سمجھنے لگے،ان پر بھی نوکرشاہی کا جادو چل گیا؛ پر اب ودت (1) ہوا کہ مولانا اپنے مارگ سے ذرا بھی وچلت (2) نہیں ہوئے تھے۔ نہرو رپورٹ کا آدرش تھا ڈومے نَین اسٹیٹ۔مولانا خوب جانتے تھے کہ جب تک بھارت کی لگام انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی، ہماری شاشن ویوستھا کتنی ہی نردوش کیوں نہ ہو،اس کا سنچالن اس پرکار کیا جاسکتا ہے، بھن بھن جاتیوں اور مذہبوں کو اس بھانتی لڑایا جاسکتا ہے کہ نوکرشاہی کا ہمیشہ بول بالا رہے۔ اس لیے جیوں ہی کانگریس نے پورن سوراج کا پرستاؤ سویکار کیا، مولانا حسرت سنگرام (3) میں کود پڑے۔انہوں نے ہندو مسلم سمجھوتے کی پرتیکشا نہیں کی کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ورتمان دشاؤں میں کوئی سمجھوتا ہونا اَسمبھو ہے۔ یہ سنگرام کا سمے ہے، سمجھوتے کا سمے بعد کو آئے گا۔جبکہ وِجے پراپت ہو جائے گی۔ کتنے ہی بنے ہوئے لوگ جو کانگریس کا وِرودھ اس لیے کرتے تھے کہ یہ تو ڈومینین اسٹیٹ کو اپنا اسٹ بنائے ہوئے ہے اور ہم سوادھینتا کے اپاسک (4) ہیں، کانگریس کا کیوں ساتھ دیں، وہ لوگ آج سمجھوتے کا بہانہ نکال کر جاتی کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اور اپنی شان بنائے رکھنا چاہتے ہیں؛ پر قوم انہیں خوب سمجھ رہی ہے اور سب ان کے پنجے میں آنے والی نہیں۔

مولانا حسرت کا سمست جیون ہی وِرت ہے۔اوروں کی طرح انھوں نے قانون پڑھ کر دھن کمانے کی اِچھا نہیں کی، سرکاری نوکری کے لیے کبھی سرکار کی چوکھٹ پر ناک نہیں رگڑی۔ڈگری لینے کے بعد ہی انھوں نے 'اردوئے معلیٰ' نامک ساہتیک پتریکا علی گڑھ سے نکالی اور ایک مدت تک اسے چلاتے رہے۔جب وہ جیل چلے گئے تو پتریکا بند ہوگئی۔کچھ دنوں سے آپ نے مستقل نام کا دینک پتر نکالا ہے اور اسی کو چلا رہے ہیں۔اردوئے معلیٰ کے دو آشرے تھے۔ساہتیہ اور راجنیتی۔اس کے ساہتیک بھاگ میں جتنی سوروچی اور مولِکتا (5) ہوتی تھی،اس کے راجنیتک بھاگ میں اُتنے ہی نربھیکتا اور اُدارتا۔اُردو ساہتیہ کے اتتھان میں مولانا نے جو کام کیا ہے وہ چراستھائی (6) رہے گا۔

مولانا حسرت اُردو کے خاص کوِی ہیں اور اُردو کوِیوں میں ان کا استھان سب سے اونچا نہیں،تو کسی سے کم بھی نہیں۔جاگیرتی کے بھاؤ تو آپ کے کلام میں جتنے ملیں کے اردو کے کسی کوی کے کلام میں نہیں مل سکتے اردو کویتا کے پرانے رنگ کو نبھاتے ہوئے انھون نے نئی امنگیں اور اُدگاروں کو اس میں ایسا

1۔وِدِت: ظاہر 2۔وچلت: بے راہ 3۔سنگرام: لڑائی
4۔اُپاسک: پیروکار، پرستار 5۔مولکتا: فطری پن 6۔چراستھائی: ناقابل تردید

بھرا ہے کہ ان میں ان کا کلام اپنے رنگ میں نرالا ہے۔ پریم کے رہسیہ جتنی خوبی سے آپ نے دکھائے ہیں جتنی مارمکتا سے اس کا چِترن کیا ہے۔ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اردو کے کسی کوی نے بھی نہیں کیا۔ اور شبد یوجنا تو آپ کا حصہ ہے۔ اس میں کوئی آپ کا ثانی نہیں۔ آپ کے شعروں میں کتنے ایسے شعر ہیں، جن میں دہرے ارتھ نکلتے ہیں۔ سادھارن طور پر دیکھئے، تو وہ معمولی شرنگار کا شعر ہے۔ لیکن ذرا غور سے پڑھیئے تو آپ کو اس میں ایک دوسرا ہی سماں دکھائی دے گا۔ اس میں آزادی کے دیوانے کی تڑپ ہے نالہ ہے، فریاد ہے۔ اردو کے پراچین ساہتیہ کی اتنی کھوج بھی کسی نے کم ہی کی ہوگی۔ آج اردو کے پرانے کویوں سے جو اردو کی جنتا کو اتنی دلچسپی ہے، اس کا سہرا حسرت ہی کے سر ہے۔

1921ء کے اسہوگ آندولن میں کانپور میں سودیشی کپڑوں کی ایک دُکان خلافت اسٹور، کے نام سے کھلی تھی۔ حسرت اس کے منیجر تھے۔ اُسی دُکان سے ملا ہوا سودیشی وستروں کا بھنڈار تھا۔ بھنڈار میں بجلی کی روشنی اور پنکھے تھے، مگر خلافت اسٹور میں ان تکلفات کا گزر نہ تھا۔ راشٹر کا یہ سیوک تاڑ کی ایک پنکھیاں لیے بیٹھا رہتا اور جب گرمی بہت ستاتی تو اُسے جھل لیتا تھا۔ یہ ان کی سادگی پسند یا مشکل پسند پرکرتی (1) کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ امیری کے چونچلوں سے انھیں گھرنا ہے۔ جس دل میں آزادی کی لگن سمائی ہوئی ہو اُسے ٹیم ٹام سے کیا مطلب۔ آزادی پہلے دل سے شروع ہوتی ہے اور دل کی آزادی یہی تیاگ یہی نگرہ (2) ہے جو اپنی ضرورتوں کا غلام نہیں وہ ہمیشہ آزاد ہے۔ جو لوگ دکھاوے اور ٹھاٹ کے غلام ہو کر آزادی کی رٹ لگاتے ہیں، وہ آزادی کو بدنام کرتے ہیں۔

ایک بار کانپور کے ڈی۔ اے۔ وی کالج میں اس پرستاؤ پر بحث ہوئی۔ سوراجیہ چھوٹی چھوٹی قسطوں میں لیا جانا چاہیے۔ ڈِبیٹ انگریزی میں تھی۔ ڈاکٹر دیوان چندر پردھان تھے۔ حسرت بھی موجود تھے۔ شاید آپ کو انگریزی بولنے کا ابھیاس نہیں ہے۔ کانگریس کے کتنے ہی انیہ لیڈروں کے بھانتی انگریزی میں بات کرنا آپ اپنے لیے شان کی بات نہیں سمجھتے۔ آپ منچ پر گئے اور دو چار واکیہ بول کر چلے آئے، پر ان تھوڑے سے شبدوں میں آپ ایک پورا ویاکھیان دے آئے۔

کسی اگلے انک میں ہم مولانا حسرت کی کاویہ کلا کی چرچا کریں گے۔

مئی 1930ء

1۔ پرکرتی: قدرت، فطرت   2۔ نگرہ: پابندی، روک، قربانی

کرم وِیر وِدّیارتھی جی

کانپور کے اس ہتیا کانڈ میں راشٹر کو سب سے بھینکر جو چھتی (1) پہنچی ہے وہ وِدّیارتھی جی کی شہادت ہے۔ لٹا ہوا دھن پھر آ جائے گا، اجڑے ہوئے گھر پر آباد ہو جائیں گے۔ ماتاؤں کی گود میں پھر بچّے کھیلیں گے، پر وہ کرم وِیر بھارت سے صدیوں کے لیے اٹھ گیا، وِدّیارتھی جی کے جیون کی سرلتا اور پوِترتا ساتوک (2) تھی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہماری ان سے گھنشٹھتا (3) تھی، پر سال میں دو تین بار ہمیں ان کے درشنوں کا سوبھاگیہ اوشیہ ہو جاتا تھا اور ان کے درشنوں سے آتما پر آشر واد کا سا جو اثر پڑتا تھا، اَکتھنیہ (4) ہے سوارتھ (5) چنتا نے کبھی ان کی آتما کو ملین نہیں کیا۔ ان کا سمست جیون یگیہ مے تھا۔ اور کداچت ایشور کی اِچھا تھی کہ ان کی مرتیو اس یگ کی پورن ہوتی ہو۔ اس وِدروہ کی ایک یا دو دن پہلے لکھنؤ کانگریس کمیٹی کے دفتر میں ہمیں ان کے درشن ہوئے تھے۔ ان کے جیل سے لوٹنے کے بعد میں ان سے مل نہ سکا تھا۔ کتنے تپاک سے گلے ملے۔ وِنود (6) مہان آتماؤں کا استھائی گن ہے۔ ان کی سیدھی بات میں بھی وِنود کی کچھ نہ کچھ ماترا ہوتی ہے۔ اپنے جیل جیون کی ایک گھٹنا ہنس ہنس کر سنانے لگے۔ وِکٹر ہوگوں پر ان کی بڑی شردّھا تھی۔ 'نا اینٹی تھی' کا انوواد وے پہلے کر چکے تھے۔ اب کی جیل میں ہوگوں کے جگت پرسدّھ (7) گرنتھ 'دیسمز یبل' کا انھوں نے انوواد کیا تھا۔ بولے، کوئی پندرہ سو پرشٹھ ہوں گے۔ آپ کا پریس چھاپنا چاہے تو میں دے سکتا ہوں۔

یہ تو ان کا وِنود ماتر تھا۔ کون جانتا کہ یہ ان کے اَنتم درشن ہے۔ اس سمے تو کراچی جانے کی بات چیت ہو رہی تھی۔

وِدّیارتھی جی نے دیش میں جاتی سمّان اور یش (8) پراپت کیا، وہ ان کی سیوا کا پرساد تھا۔ وہ بہت

1۔ چھتی: نقصان 2۔ ساتوک: سچائی کی خصوصیت سے بھرا ہوا 3۔ گھنشٹھتا: قربت
4۔ اکتھنیہ: بیان سے باہر 5۔ سوارتھ: خودغرضی 6۔ ونود: خوشی، تفریح 7
۔ جگت پرسدّھ: عالمی شہرت یافتہ 8۔ یش: طاقت، شہرت

بڑے وِدّوان نہ تھے، بڑی بڑی اپادھیاں نہ پراپت کی تھی، مگر ہردے میں سیوا کی ایسی لگن تھی، جس نے ان کی لیکھنی کواوج، ان کی بھاشا کو، اسپھورتی ان کی وانی کو پربھاؤ اور ویکتِتو کو گورو پردان کر دیا تھا۔ ان کی آتما نشکپٹ (1) اور نربھیک تھی۔ راجنیتک سمسیاؤں پر وہ جتنے ساہس سے اپنی سمتی پرکٹ کرتے تھے۔ اس نے ہمارے سمپادکیہ جیون میں امر سمرتیاں (2) چھوڑی ہیں۔ اتیاچار کے وِرودھ ان کی تلوار سدیو میان سے باہر رہتی تھی 'پرتاپ' نے اپنے بیس ورش کے جیون میں جتنی بادھاؤں پر سپھلتا کے ساتھ وِجے پائی وہ وِدیارتھی جی کے سدساہس، نیائے نشٹھا اور کرتویہ پریم کا اجول پرمان ہے۔

ہندو مسلم ایکتا کے وہ اننیہ بھکت تھے۔ وِدّیارتھی جی ان راشٹر سیویوں میں سے تھے جنھوں نے سامپردایکتا (3) کو کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ یہ ان کے راشٹریہ جیون کا مول سدّھانت تھا۔ ہم یہ انومان کر سکتے ہیں کہ کانپور میں جب یہ آگ بھڑکی، تو ان کی آتمہ کو کتنا آگھات پہنچا۔ شہر میں ہاہا کار مچا ہوا تھا۔ شہر کے نیتا کرتویہ بھرشٹ (4) سے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے تھے۔ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے پر امانوشک اتیاچار (5) کر رہے تھے پر یہ کرم وِیر اپنے پرانوں کی ہتھیلی پر لیے پیڑت پریواروں کو سورکشِت استھانوں پر پہچانا آہتوں کی سیوا اور انایوں کی سہایتا کرتا پھرتا تھا۔ ہت چِنتک گن سمجھاتے تھے، پر جس کے جیون کا مُول آدھار اتی نِردیتا سے پیروں تلے روندا جا رہا ہو، اُسے ایسی چِتاؤنی کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ دھرم جیسی پوتر وستو بھی ملین آتماؤں میں جا کر اتنا بھینکر روپ دھارن کر لیتی ہے۔ دھرم جس کا اڈیشیہ ہے منشیہ کو ستیہ کی اُور لے جانا، اس کی پرلوک بدّھی (6) کو شکتی دینا وہی مانو یہ دربلتاؤں سے کلوشت ہو کر آج ہنسک جنتو کے رُوپ میں پرکٹ ہو رہا ہے۔ وہ دھرماندھتا جو ایسی پوتر آتماؤں کے رکت سے اپنا ہاتھ رنگتی ہے۔ اس کی کن شبدوں میں نندا کی جائے۔ انھی لوگوں کے ہاتھوں یہ انرتھ ہوا جن کی رکشا کے لیے وہ نکلے ہوئے تھے۔ دھرماندھتا تیری بلیہاری ہے۔ تو شترُو اور مِتر کا بھی وِویک (7) نہیں رکھتی۔

آج اس کرم ویر کی مرِتیو نے ہمارے راشٹریہ جیون میں ایسا استھان خالی کر دیا ہے، جن کی پورتی ہونا کٹھن ہے۔

مارچ 1931ء

1۔ نشکپٹ: بے کینہ
2۔ امر سمرتیاں: لافانی نقوش، انمٹ یادیں
3۔ سامپردایکتا: فرقہ واریت
4۔ بھرشٹ: بدچلن
5۔ امانوشک اتیاچار: غیر انسانی ظلم
6۔ پرلوک بدھی: آخرت کا علم، عقل
7۔ وِویک: امتیاز

پنڈت پدم سنگھ جی شرما کا سور گواس

کون جانتا تھا کہ ہندی ساہتیہ کا یہ سوریہ اپنے ساہتیک جیون کے مدھیان (1) میں ہی یوں است (2) ہو جائے گا۔ پوجیہ شرما جی ان دھن کے پورے منشیوں میں تھے، جو کبھی بوڑھے نہیں ہوتے۔ جن کے وچار سمے کے ساتھ پروڑھ، انت اور اُدار ہوتے جاتے ہیں۔ ادھر آپ نے کئی ایسے معرکہ کے لیکھ لکھے جن سے سدّھ ہوا کہ آپ کی اوستھا کچھ بھی ہو، آپ کے قلم میں جوانی کے اوج سے بھی بڑا اوج ہے۔ وِشال بھارت، میں ہندوستانی اکادمی دُوارا پَرکاشِت مسٹر عبداللہ یوسف کی آپ نے جو ودّتا پورن آلوچنا لکھی تھی اس نے بڑے بڑے دِگج اہمیہ پروفیسروں کو آپ کا لوہا منوا دیا۔ آپ کی اکال مَرتیو سے ہندی ساہتیہ کا ایک استمبھ اٹھ گیا۔ آج ہم چاروں اور نگاہ دوڑاتے ہیں اور ہمیں کوئی ایسا آدمی نہیں دکھتا، جو سولیکھک ہونے کے ساتھ ہی اتنا پرکانڈ ودّوان (3) بھی ہو۔ آپ میں نوین اور پراچین کا ابھوت پورو میل ہو گیا تھا۔ کیا سنسکرتی، کیا ہندی، کیا اردو، کیا فارسی، آپ ان سبھی ساہتیوں کے گیاتا تھے۔ اکبر مرحوم کے تو آپ عاشق ہی کہے جا سکتے ہیں۔ میں نے آپ کی زبان سے اکبر کی سیکڑوں سوکتیاں (4) سنی ہیں آپ ان پر مست ہو جاتے تھے۔ ہندی میں آپ ایک خاص شیلی کے جنم داتا ہیں جس میں چلبلا پن ہے، شوخی ہے، پرواہ ہے اور اس کے ساتھ ہی گمبھیر بھی۔ ان کا پنڈتیہ ان کے قابو میں ہے۔ وہ اس پر شہسوار کی بھانتی سوار ہوتے ہیں۔ اس کی لگام ڈھیلی نہیں کرتے، اُسے بہکنے نہیں دیتے۔ سوکتیوں کے آپ بھنڈار تھے اور اس میں تو کلام ہی نہیں کہ کاویہ شاستر کے آپ مرمگیہ (5) تھے۔ ان کے ستسئی (6) سنہار پر کچھ مہانو بھاؤں کو یہ اعتراض ہے کہ اس کی چٹکیاں ضرورت سے زیادہ تیز ہے۔ چٹکیاں نہیں ہے بلکہ برچھیوں کی چوٹیں ہیں۔ کہیں کہیں تو بم گولے ہیں، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ آلوچیہ پشتک اس آدمی کے قلم سے نکلی تھی، جو وِدّیا وار دھی کا اُپادھی دھاری تھا، تو ہمیں شرما جی کی کٹوتا سو ابھاوک سی لگنے لگتی ہے۔ شرما جی کی

1۔ مدھیان: وسط، بیچ، درمیان
2۔ است: غروب
3۔ پرکانڈ ودّوان: ماہر علم
4۔ سوکتیاں: اشعار، کلام
5۔ مرمگیہ: ماہر فن
6۔ ستسئی: ساتویں صدی

نئے لیکھک میں ان غلطیوں کو ضرور چھما کر دیتے جو پُرانا کھلاڑی بچھو کا منتر نہ جانتے ہوئے، سانپ کے منہ میں انگلی ڈالے، اس کے دس ساہس کو شرما جی جیسا نربھیک آلوچک کیسے چھما کر دیتا اور ستسئی سنہار کی بھومیکا تو ہندی ساہتیہ کا رتن ہے۔ شرما جی جتنے بڑے ساہتیہ سیوی تھے، اس سے کہیں بڑے منشیہ تھے۔ آپ سے مل جل کر کبھی جی نہیں بھرتا تھا۔ نئے لیکھکوں کو آپ وہ پروتساہن (1) دیتے تھے، جو ماتا آپ نے لٹپٹے بالک کو دیتی ہے۔ میرے اوپر تو ان کی اسیم (2) کرپا تھی۔ 'سیوا سدن' اپنیاس چھیتر میں میرا پہلا پریاس تھا۔ شرما جی نے جس طرح دل کھول کر اس کی داد دی، وہ میں بھول نہیں سکتا۔ اس سے ان کی کٹھور آلوچنا نے میرا انت کر دیا ہوتا۔ اس کے بعد جب جب مجھے ان سے ملنے کا سواوسر ملا، اس طرح ٹوٹ کر گلے لگاتے تھے، کہ چِت ان کے اس سوجنیہ پر پلکت ہو اٹھتا تھا۔ سرل جیون اور ایسے وچار کی ایسی مثال مشکل سے ملے گی۔ ہمیں وشواس ہے کہ ہندی سنسار اس مہارتھی کی کوئی ایسی یادگار بنائے گا۔ جس سے معلوم ہو کہ ہندی والے گنیوں (3) کا سمان کرنا جانتے ہیں۔ ورنہ شرما جی کے اسمارک تو ان کی وہ رچنائیں ہیں جو چرکال تک انہیں امر رکھے گی۔

مئی/1932ء

1۔ پَروتساہن: ہمت افزائی　　2۔ اَسیم: بے حد، لامحدود، بے کراں

2۔ گُنیوں: ماہر فن

ڈاکٹر اینی بیسنٹ کی چھیاسویں جینتی

ڈاکٹر اینی بیسنٹ نے جنم سے آیرش (1) ہوکر بھارت کے لیے کچھ کیا ہے، وہ مہاتما گاندھی کے سوا شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ بھارت میں ہوم رول کا بیج پہلے پہل انھوں نے بویا اوراس کے لیے آسادھرن تیاگ کا پریچے دیا۔ ان کے جیون کا سب سے بڑا کام وشو بندھتو کا وہ بھاؤ ہے، جس کو انھوں نے نیا جیون پردان کیا ہے۔ ان کے ادمیہ (2) پرشرم کو دیکھ کر اچھے اچھے دنگ رہ جاتے ہیں۔ کئی کئی پتروں کا سمپادن، پستکوں کی رچنا، دیش و دیش میں پرچار ارتھ پھرمن، یہ سبھی کام وہ ایک ساتھ کرتی تھیں۔ یوروپ میں کئی سماجک پرشنوں کے وشے میں جو کچھ جاگرت ہوئی ہے، اس میں ڈاکٹر اینی بیسینٹ کا بھاگ کسی سے کم نہیں ہے۔ آج ان کا سنسار میں جتنا سمان ہے اتنا کسی بھی جیوت ویکتی کا نہیں ہے۔ ہندو سنسکرت اور شاشتروں کو تو ان کے ہاتھوں جو پروتساہن ملا ہے، وہ چرستھائی (3) رہے گا۔ بھارت کے کتنے ہی استھانوں میں ان کی چھیاسویں جینتی منائی گئی۔ ہم بھی اس اوسر پر اپنی شرڈّھا انجلی ان کی سیوا میں ارپت کرتے ہیں۔

12/اکتوبر 1932ء

1۔ آیرش: جزیرہ کا باشندہ

2: ادمیہ پرشرم: انسانی جدوجہد، کوشش

2۔ چرستھائی: ناقابل تردید

روس کا بھاگیہ ودھاتا

لینن کی مرتیو کے پشچات اس کے کتنے ہی ساتھیوں نے، جن میں ٹراٹسکی، جنوویف، کارمینیف بخارن آدی جیسے پرتبھا شالی اور سویوگ ویکتی تھے، روس کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینے کی چیشٹا کی، پر ایک ایسے اپر چت ویکتی کے کارن، جس کا نام اس سمے تک سننے میں بھی نہیں آیا تھا، ان سب کو ایک ایک کر کے نکال کر باہر کیا، اور سویم اس کا بھاگیہ ودھاتا بن گیا۔ اس ویکتی کا نام اسٹالین ہے اور اس کے سمبندھ میں وبھن دیشوں کے پتروں میں طرح طرح کی باتیں چھپا کرتی ہیں۔ کچھ دن ہوئے اس کے ایک بھوت پورو سیکریٹری نے پیرس سے نکالنے والے ایک بولشیوک وِرودھ پتر میں اس کا ورناتمک پر سچے پرکاشت کرایا تھا۔ یدّ پی اسے پڑھنے سے تُرنت ہی پرتیت (1) ہو جاتا ہے کہ یہ لیکھ کسی ویکتی ایسے کا لکھا ہے، جس کے سوارتھ کو اسٹیلن کے کارن دھکا پہونچا ہے، تو بھی اس سے اسٹیلن کی ایسی کتنی ہی وشیشتاؤں کا پتا لگتا ہے، جو لیکھک کی درشٹی میں یدی اسمبھیتا اور اُشرنکھلت ہونے کی سوچک ہیں۔ بھارت واسیوں کی درشٹی میں وے ایک سچے تپسوی کے گن سمجھی جاتی ہیں۔ لیکھن نے اسٹالین اور اس کے ساتھیوں کو ادھیکانش وِشیوں میں ایوگیہ بتلایا ہے۔ پر اس کے پربندھ سے اس کی جوانو پم انتی ہو رہی ہے، اُسے دیکھتے ہوئے ان باتوں میں کچھ سچائی نہیں جان پڑتی۔ نیچے ہم اس لیکھ کا کچھ انش دیتے ہیں جس سے پاٹھک سویم اس سمبندھ میں نرنے (2) کر سکیں گے۔

اسٹالین ایسا ویکتی ہے، جس نے سمست مانو یہ آکانکشاؤں کو ہر درجے تک گھٹا دیا ہے۔ ایک ماتر پر دھانتا کی اسیم پیاس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔ وہ ایک تیاگی کی بھانتی کریملین ان کے دو چھوٹے چھوٹے کمروں میں، جن میں جار کے سمے محل کے نوکر رہا کرتے تھے، رہتا ہے، پر یہ سدھ ہے کہ وہ شاید کبھی کسی پرکار کا آمود پرمود کرتا ہے۔ کبھی کسی پرکار کی فضول خرچی نہیں کرتا، کبھی سرکاری رقم سے ایک پیسہ

1۔ پرتیت: ظاہر 2۔ نرنے: فیصلہ

بھی اپنے لیے نہیں لیتا۔ اس کے لیے کھیلوں اور دل بہلاؤ کا استتو (1) ہی نہیں ہے۔ اپنی استری کے سوائے وہ سنسار کی استری کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتا۔ جب کوئی ویکتی پرتھم بار اس سے ملتا ہے، تو ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ وہ سیدھا سادا اپنے اوپر قبضہ رکھنے والا، مِتبھاشی اور بہت چتر ویکتی ہے پر جب اس کا وِشیش پریچے پراپت ہوتا ہے تو پتا لگتا ہے کہ وہ بالکل سنسکرتی وِہین (2) ویکتی ہے۔ جیسے جیسے اس سے آپ کی گھنشٹتا بڑھتی جائے گی۔ آپ کا آشچریہ بڑھتا جائے گا۔ اس میں راجنیتک سمسیاؤں کو سمجھ سکنے کی بدھی نہیں ہے اُسے ارتھ شاستر (3) اور آئے ویئے کا کچھ بھی گیان نہیں۔ وِدیشی بھاشاؤں سے تو وہ انجان ہے ہی، روسی ساہتیہ کا بھی اُسے گیان نہیں۔ وہ ہنسی مذاق کرنا نہیں جانتا۔ اپنے ادھینسٹ کرمچاریوں اور کٹمب والوں کے ساتھ وہ بڑی نرنکوشتا اور اجڈتا کا ویوہار کرتا ہے۔ وہ اپنے بھید کو بہت چھپا کر رکھتا ہے اور بڑا چالاک تتھا ہنسا کا بھاؤ رکھنے والا منشیہ ہے۔ وہ اپنی گپت یوجناؤں کو کسی پر پرکٹ نہیں کرتا۔ دراصل وہ بنا آوشیکتا کے بولتا ہی نہیں اور پرایہ مون (4) رہا کرتا ہے۔

31 اکتوبر 1932ء

1۔ اَستِتو: وجود　　2۔ سنسکرتی وِہین: غیر مہذب　　3۔ ارتھ شاستر: علم معاشیات
4۔ مون: خاموش

سر علی ایمان کی سورگ یاترا

سرعلی ایمان کے اٹھ جانے سے بہار کا وہ سپوت اٹھ گیا، جس پر بہار کو ہی نہیں، بھارت کو گرو تھا۔ سنسار میں جتنی وِبھوتیاں (1) ہیں، وہ سبھی ان کے حصے میں پر چور ماترا میں پڑی تھیں۔ ایک زمانے وہ مسلم لیگ میں تھے، لیکن ادھر کئی سال سے وہ پکّے راشٹروادی ہو گئے تھے اور لکھنؤ کے مسلم سمیلن کی صدارت کی تھی۔ آپ گول میز میں بھی شریک ہوئے تھے، پر اسوستھ (2) رہنے کے کارن اس میں پرمکھ بھاگ نہ لے سکے۔ وڈمبنا یہی ہے کہ ابھی آپ کے پِتا مولوی امداد اِمام صاحب جیوِت ہیں۔ اس اوسر پر، جب کہ دیش ایکتا کے لیے مارگ ڈھونڈ رہا ہے، سرعلی امام کی موت دیش کے لیے وجرگھات سے کم نہیں۔

7 نومبر 1932ء

1۔ وِبھوتیاں: صلاحیتیں

2۔ اَسوستھ: غیر صحت مند

مسٹر تھامس باٹا

مسٹر تھامس باٹا سنسار میں جوتے کے سب سے بڑے ویاپاری تھے۔ انھوں نے کروڑوں کی سمپتی چھوڑی ہے اور اب ان کی جگہ ان کے بھائی مسٹر جان اس کارخانے میں ادھیکش ہوئے ہیں۔ تھامس باٹا نے یہ وِشال سمپتی اپنے ہی ادھوگ اور پرِشرم سے پراپت کی تھی اور یدیپی وہ ویکتی واد (1) کے سمرتھک تھے، پر ان کا ویکتی واد سمشٹ کو بیروں سے کچل کر نہیں ان کے سہیوگ پر آدھارِت تھا۔ وہ اپنے کارخانے کے مزدوروں کو بھی نفع میں بھاگ دے کر انھیں ایک پرکار سے ساجھی دار بنا لیتے تھے۔ یہی کارن ہے کہ مزدور ان کے کارخانوں کو اپنا سمجھتے تھے اور جی توڑ کر کام کرتے تھے۔ مسٹر باٹا کا جیون آدرش کہا جا سکتا ہے۔ وہ خود انیہ مزدوروں کی بھانتی کارخانے سے بہت تھوڑا اباری شرمک (2) لے لیا کرتے تھے، حالاں کہ کام اوروں سے کئی گناہ زیادہ کرتے تھے۔ ان کے گھر کا خرچ بھی ہزار پونڈ سالانہ سے ادھیک نہ تھا۔ اپنی وِدھوا اِستری کو بھی انھوں نے کیول اتنی ہی رقم ترکے میں دی ہے جس سے ان کی گزر ہو جائے۔ لڑکوں کے لیے سمپتی بنانا ان کے جیون کا اُدیشیہ نہ تھا۔ ان رقموں سے کئی گنی رقم انھوں نے مزدوروں کے لیے ویایام شالا (3) اور ونود گرہ (4) بنانے کے لیے چھوڑی ہے۔ کہتے ہیں کہ جیکوس لودیکیاں میں، جہاں ان کا ہیڈ آفس تھا، ان کا مزدوروں اور جنتا پر اتنا اثر تھا کہ میونسپلٹی کے بیالیس ممبروں میں اکتالیس کیول ان کے بھیجے ہوئے تھے۔ اگر ایسی پونجی پتی ہوں، تو کمیونزم کے لیے کہاں استھان رہ جاتا ہے۔ یہ تو پونجی پتیوں کی اندھی سوارتھ پرتا ہے، جو کمیونزم کا پوشن کرتی ہے۔

7 نومبر 1932ء

1۔ ویکتی واد: انفرادیت پسند، شخصیت پرست
2۔ شرمک: مزدوری
3۔ ویایام شالا: ورزش خانہ
4۔ ونود گرہ: تفریح خانہ

شری یت سہگل کا پدتیاگ

ہمیں اس سماچار سے بڑا کھید ہوا کہ گیارہ ورش تک 'چاند' دوارا سماج کی سیوا کرنے کے بعد مسٹر سہگل کو چاند سے سمبندھ توڑنا پڑا۔ مسٹر سہگل میں اسے دوش سمجھئے یا گن، کہ دبنے کی عادت نہیں ہے۔ اپنے آتم سمان (1) کی رکشا کے لیے وہ بڑے سے بڑے نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر وہ اپنی آتما کو کچھ لچکدار بنا سکتے تو ان کے مارگ میں کوئی بادھا نہ کھڑی ہوتی۔ لیکن اس نیتی کو انھوں نے ہمیشہ ہیہ (2) سمجھا اور اس کا پرایسچت (3) آج انھیں اس روپ میں کرنا پڑ رہا ہے۔ ان دس برسوں میں مسٹر سہگل نے دکھا دیا کہ سچی لگن اور اکا گرتا (4) سے کام کیا جائے تو پتر کار بھی سپھل ہو سکتے ہیں۔ بھارت ورش میں کداچت 'چاند' ہی ایسا ماسک پتر ہے، جس کی گراہک سنکھیا سولہ ہزار تک پہنچی۔ مسٹر سہگل نے بھارتیہ مہیلاؤں کی جاگرتی کا لکش اپنے سامنے رکھا تھا اور انھوں نے اپنے اڈیش میں جتنی سپھلتا ملی ہے، اتنی بہت کم کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ انھیں یہ دیکھ کر کتنا آنند ہو رہا ہوگا کہ بورڈوں اور کونسلوں میں مہیلاؤں کا نرواچن ہونے لگا، وڈیالیوں میں ان کی سنکھیا بڑھتی جاتی ہے، پر وہ اب آخری سانس لے رہا ہے اور بھارتی مہیلا سمیلن نے وواہ وچھید اور سنتان نگرہ کا پرستاؤ سویکار کر لیا ہے۔ ان کے پدتیاگ سے چاہے چاند وبیا پارک روپ سے سفل ہو جائے لیکن، مسٹر سہگل کے ویکتو کی جو چھاپ چاند کے ایک ایک پرشٹھ پر رہتی تھی۔ اور جس نے ہی اُسے یہ سروپریتا پردان کر رکھی تھی، رہ سکے گی یا نہیں، کہا نہیں جا سکتا۔ اب چاند ٹھوس ویاپارک نیتی پر چلے گا پر ہمیں اس نیتی کی سپھلتا میں سندیہہ ہے۔ ہم یہاں اور زیادہ نہ لکھ کر مسٹر سہگل کے اس وکتویہ کا ایک انش دیتے ہیں جو انھوں نے اس سمبندھ میں پرکاشت کیا ہے۔

میں نے اس سنستھا کو ویاپارک درشٹی سے جنم نہیں دیا تھا۔ میرا ایک ماتر لکشیہ دیش تتھا سماج کی سیوا

1۔ آتم سمان: ذاتی وقار
2۔ ہیہ: ہیچ
3۔ پرایسچت: محاسبہ
4۔ اکا گرتا: بیداری، دل جمعی

کرنا تھا اور مجھے اس بات کا سنتوش (1) ہے کہ پچھلے لگ بھگ گیارہ ورشوں میں میں نے اپنے اس ورت کا ایمانداری سے پالن کیا ہے۔ پر اس سمے میں سنستھا کا ایک ماتر سوامی تھا۔ میری یتی میں ہستکشیپ کرنے کا کسی کو ادھیکار نہیں تھا۔ میں نے جو چاہا کیا اور اپنے ساہس کے کارن لاکھوں روپیہ سواہا بھی کر دیئے۔ پرگت ورش سے، بھوشیہ میں اور بھی جو ٹھوش ایوم ویاپک سیوا کرنے کی بھاؤناؤں سے پریرت (2) ہوکر، میں نے سنستھا کو ایک لمیٹڈ کمپنی کا روپ دیا۔ میرا انومان تھا کہ دیش میں ایسے ویکتیوں کی کمی نہیں ہے، جو نہ سوارتھ بھاؤ سے کمپنی کے حصے خرید کر اس پونیت (3) کاریہ میں سنستھا کی سہایتا کریں گے، پر مجھے پچھلے ایک ورش کے انوبھو نے یہ بتلا دیا ہے کہ یہ میرا بھرم تھا۔ پونجی پتیوں کی منوورتی آج بھی ویسا ہی ٹھوس ایوم اولچھیہ ہے، جیسی آج سے سو ورش پور وتھی۔ کوئی جوکھم اٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ کمپنی کے ڈائریکٹر بھوشیہ میں جس ویاپارک نیتی سے سنستھا کا سنچالن کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے میرا گھورمت بھید ہے۔ اس پرکار کے معاملوں میں سمجھوتا ہو بھی نہیں سکتا۔ آتما کی پکار کے سامنے اپنا سروسو بلیدان کر دینا ہی ایک ایسی وصیت ہے جو مجھے باپ دادا سے ملی ہے اور میں بھی انت تک اس کی رکشا کرنے کا پکشپاتی رہا ہوں۔

آخر میں یہی نشچے ہوا کہ ڈائریکٹران ورتمان پرستھتی سے تبھی مقابلہ کر سکتے ہیں، جب کہ مسٹر سہگل سنستھا سے الگ ہو جائیں اور اس بہومت کے سامنے انھیں سر جھکانا پڑا۔

جنوری 1933ء

1۔ سنتوش: قناعت
2۔ پریرت: متاثر
3۔ پونیت: ثواب آمیز

بدھائیاں

ہم دیوی سو بھدرا کماری چوہان کو ساہتیہ سمیلن دُوارا اور بھائی جینیندر کمار کو ہندستانی اکادمی دُوارا پورسکرت ہونے پر ہردے سے بدھائی دیتے ہیں۔ پانچ سو روپیہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے، پر بدھائی دیتے اس بات کی ہیں کہ ودِجّنوں نے ان کے کمال کو سویکار کیا۔ دونوں ہی پستکیں دیوی جی کی بکھرے موتی اور جینندر جی کی 'پرکھ' اس سمان کے یوگیہ تھی۔ 'بکھرے موتی' ناری ہردے کا پرتی بمب ہے۔ ناری ہردے کی ساری ابھیلاشاؤں (1) اور جاگرتیوں (2) کا آئینہ۔ 'پرکھ' انت پریرنا اور دارشنک سنکوچ کا سنگھرش ہے۔ اتنا ہردے کو مسوسنے والا، اتنا سوچھند اور نشکپٹ (3) جیسے بندھنوں میں جکڑی ہوئی آتما کی پکار ہو۔

ودھی کی کتنی کور لیلا ہے کہ ادھر تو یہ پرُشکار ملا، ادھر ان کا سال بھر کا ہنستا کھیلتا بچہ پرلوک سدھارا۔ اب کس منہ سے کہیں کہ متروں کی دعوت کرو۔ ودھی کو اگر اس آدر کا مولیہ لینا تھا، تو وہ بنا آدر ہی کے بھلے تھے۔ بدھائی تو دی ہے، پر روتی ہوئی آنکھوں سے۔

جنوری1933ء

1۔ ابھلاشا: خواہش 2۔ جاگرتی: بیداری

3۔ نشکپٹ: بے کینہ: کدورت سے خالی

اَبھِنندن

شردّھیہ (1) کے پرتی شردّھا کا پردرشن کرنا ایک بہت بڑا سماجک کرتویہ ہے جو سماج جتنی ہی تتپرتا (2) اور سچائی کے ساتھ اس کرتویہ کا پالن کرتا ہے، وہ اتنا ہی سجیو اور سمردّھ (3) شالی بنا رہتا ہے۔ جہاں اس بھاؤ کا ابھاؤ ہے وہیں ودویش، وگرہ اور وناش بھی بستا ہے جہاں اس کا پرسار ہے وہیں اسنیہہ اور سوجنیہ کی سریشٹھ ہوا کرتی ہے اور منگل سِدھا کی وَرشٹی بھی۔ پرسادو ہیں بٹتا ہے جہاں پوجا ہوتی ہے، بڑے لوگوں کی سنکھیا وہیں بڑھتی ہے جہاں بڑپّن کے سچے پارکھی رہتے ہیں۔ اسی لیے ویر پوجا کی پرتھا کو ہم سنسار کی سمست مانگلِک (4) پرتھاؤں سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ یہی پرتھا ہمارے اُوتاروا د کی بھتی ہے۔ دھرم، ساہتیہ، راجنیتی چاہے جسے لے لیجیے۔ ان میں سے پرتیک کے کاریہ چھیتر میں اسی پرتھا کے دُوارا پریرنا شکتی کا پرادُربھاؤ اور پُرسار کیا جاتا ہے۔ بدّھ عیسٰی اور محمد کی پوجا کر کے ہم اپنے آپ کو اُپکرت کرتے ہیں، مہاتما گاندھی لینِن اور موسولینی کا آدر کر کے ہم سویم سمادرت ہوتے ہیں، 'تلسی' رویندر، شکسپیر، روما رولاں اور شاں کی لوک ودھائنی ستّا کو سوِیکار کر کے ہم اپنے آپ کو بڑا بناتے ہیں۔ جو ہم سے بڑے ہیں جنھوں نے ہم کو بنایا ہے ان کے چرنوں پر شردھانجلی چڑھا کر ہی ہم وہ وردان پراپت کر سکتے ہیں۔ جو ہماری جیون جیوتی کو سدیو جگائے رہے۔ اِت ایو اپنے پرم پوجنیہ آچاریہ دِویدی جی کی اس ستر ہوئیں ورش گانٹھ کے اوسر پر آج ہندی جگت کا الّاس دیکھ کر ہمیں اتیَنت ہرش ہو رہا ہے۔ یہ الّاس ہمارے بھوشیہ کی اُجولتا کا گھوتک ہے۔ آدھونِک ہندی کی شری وردھی کرنے والے اس تپسوی آچاریہ کی یہ ابھیرتھنا اس بات کی سوچنا دے رہی ہے کہ ہم ہندی والے بھی اب اپنے آپ کو پہچان سکنے کی چھمتا کے نکٹ آ پہنچے ہیں۔ ہم میں سب باتیں ہیں، پہلے ہی سے چلی آ رہی ہے۔ ابھاؤ کیول اسی بات

1۔شردّھیہ: شوقین
2۔تتپرتا: مستعدی، ہوشیاری
3 سمردّھ: خوش حال
4۔مانگلِک: پُرمسرت

کا ہے کہ ہم اپنے گھر کے لوگوں کا سچا آدر کرنا نہیں جانتے یا جان بوجھ کر نہیں کرتے۔ اداسینتا (1) اور اپیکشا کا یہ روگ بڑا ہی وگھا تک ہے۔ یہ نہ ہوتا تو ابھی تک ہندی میں انتر راشٹریہ پرتشٹھا کے انیک لیکھک اور کوی پیدا ہو چکے ہوتے۔ ویکتتو بنایا جاتا ہے۔ سویم نہیں بنتا ہے لوکا کانکشا ہی ویکتتو کی مہما پرتشٹھت کرتی ہے۔ ہمارے آچاریہ دویدی جی اس کے پرتیکش پرمان ہیں۔ اپنی نہ سوارتھ ساہتیک سادھنا سے انھوں نے جس واتاورن کی سرشٹی (2) کی اس کے بھیتر سے اسی لوکا کانشکا کا پرادربھاؤ ہوا اور یہی آج کے ہمارے اتنے بڑے آہلادکا کارن بنی۔ اس پرکار کی آنکشاؤں کا ہمارے بیچ جتنا ہی ادھک پرسار ہوگا ہم اتنی ہی جلدی اپنے آپ کو سمونت (3) بنا سکیں گے۔ آتم کلیان کا سب سے بڑھ کر سرل اور سندر اپائے ہے۔ آتمارپن۔ آج سارا ہندی جگت اپنے آپ کو آچاریہ دویدی جی کے چرنوں پر ارپت کر دینے کے لیے الاّت ہوا ٹھا ہے یہ اس کے سوبھاگیہ کا سب سے بڑا چہنہ ہے۔ ہم ہندی والے آج ان کے چرنوں پر پوجا پشپ کی طرح پڑے رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارا آج کا دن کیول اسی کام میں آئے، یہی ہماری کامنا ہے۔ کیوں؟ کیول اس لیے کہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں انھیں کے بنائے ہوئے ہیں۔ یدی پنڈت مہاویر پرسادا جی دویدی نہ ہوتے تو ابھی بے چاری ہندی کوسوں پیچھے ہوتی۔ سمونت کی اس سیما تک آنے کا اسے اوسر ہی نہیں ملتا۔ انھوں نے ہمارے لیے پتھ بھی بنایا اور پتھ پردرشک کا بھی کام کیا۔ ہمارے اوپر ان کا بھاری رِن ہے۔ اور ان کے چرنوں پر جھک کر ہی ہم اسے سویکار کر سکتے ہیں۔ کسی انیہ پرکار سے نہیں۔

اس پونیت اوسر کا بھنّ بھنّ روپ سے اپیوگ کیا جا رہا ہے۔ کاشی ناگری پرچارن سبھا آچاریہ کے کرکملوں پر ابھی نندن گرنتھ رکھ دی ہے۔ پریاگ میں کچھ لوگ دویدی میلا کا آیوجن کر رہے ہیں۔ ہمارے ہردے میں بھی شردھا ہے، پر ہم سادھن ہین ہیں۔ ات ایو ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، اسی کو سب کچھ مان کر ہم اپنے اس چھوٹے سے ماسک پتر 'ہنس' کا ابھی نندن نکال کر ہی اپنے آپ کو پری تشٹ (4) کر لینا چاہتے ہیں۔

پر اس ابھی نندن نانک کے سمپادک کے ناطے ہم کیا کہیں سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارا ہردے تو کرتگتا کے بھاؤ سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ اس کے بھیتر وانی ودھان کے لیے کوئی استھان ہی نہیں دکھائی دیتا۔ ہم ہندی والوں پر آچاریہ دویدی جی کے اپکاروں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ ہم کچھ لولیس تو بولیں کیسے؟ ہمارے لیے انھوں نے وہ تپسیا کی ہے، جو ہندی ساہتیہ کی دنیا میں بے جوڑ ہی کہی جائے گی۔ کسی نے ہمارے لیے اتنا

1۔ اداسینتا: مایوسی
2۔ سرشٹی: تعمیر
3۔ سمونت: ترقی یافتہ
4۔ پریتشٹ: مطمئن، خوش

نہیں کیا جتنا انھوں نے۔ وے ہندی کے سرل سندر روپ کے ودھایک بنے۔ ہندی ساہتیہ میں وشوساہتیہ کے اتّموتم (1) اُپکرنوں کا انھوں نے سماویش کیا، درجنوں کوی، لیکھک اور سمپادک بنائے جس میں کچھ پرتبھا دیکھی اسی کو اپنالیا اور اس کے دوارا ماتر بھاشا کی سچی سیوا کرائی۔ ہندی کے لیے انھوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ ارپن کر دیا ہماری اپستھت اپلبدھی انھیں کے تیاگ کا پرنیام ہے۔

دو یدی جی کا ویکتتو بڑا ہی پربھاؤ شالی ہے۔ مکھ منڈل پر درشٹی ڈالتے ہی یہ بات اسپشٹ معلوم ہو جاتی ہے کہ ان میں رچناتمک شکتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وے سچے یگ پرورتک ہیں، ان میں کرانتی لے آنے کی ولچھن چھمتا ہے انت للاٹ گھنی بھویں، رعب دار مونچھیں، رس بھری گمبھیر آنکھیں اور جلد گمبھیروانی ان کی وشیشٹا گیا پت کرتی ہے اور دیکھنے سے ایسا معلوم پڑتا ہے مانو کسی ایسے ویکتی کے پاس ہے جو ہمارے لیے ہمارے بیچ بھیجا گیا ہے جو سب طرح سے ہمارا ہی ہے۔ سو بھاؤ سے اتینت درڑھ پرتگیہ اور ہردے سے پرم کومل، وے ہمارے اپنے ہیں، اس بات کو ہندی جگت اسی دن مان گیا تھا۔ جب وے سرسوتی میں تھے۔ ان دنوں وے ہم سب کو پتا کی طرح شاست کیا کرتے تھے اور ماتا کی طرح پیار۔ وے ہمیں ہماری غلطیوں پر پھٹکارتے تھے، انھیں پریم پوروک سدھار دیتے تھے اور ہماری سپھلتا پر ہمیں پریم کے مودک (2) بھی کھلاتے تھے۔ انھوں نے ٹھونک ٹھونک کر ہمیں سدھارا۔ پچکار پچکار کر ٹھیک راستے پر چڑھایا اور اتساہ دے دے کر آگے بڑھایا۔ ان سب کے بدلے آج ہم ان کا جتنا بھی ستکار کریں (3) تھوڑا ہے۔ یدی آج وے بنگالی ہوتے، تو بنگال کے وشوودیالیہ انھیں ڈی۔ ایل۔ ٹی آدی سمانت پدویوں سے وبھوشِت کر کے اپنا گورو سمجھتے۔ پر ہمارے پرانت کے اُور اور وشوودیالیہ کی تو بات ہی کیا ہمارا اپنا ہندو وشوودیالیہ جس کے پران سویم مہاتما مالویہ جی ہیں، کبھی اس پرکار کا گورو انو بھو کرے گا یا نہیں، کہہ نہیں سکتے۔ اتنا ہی کہنے کی اچھا ہوتی ہے کہ اسے ایسا کرنا چاہیے۔

'ہنس' کا یہ ابھی نندنانک کیسا ہو پایا ہے اس کے سمبندھ میں ہمیں کچھ کہنے کا ادھیکار نہیں، اتنا ہی نویدن کر دیا چاہتے ہیں کہ یہ شردھیہ دو یدی جی کے پرتی ہماری آنترک شردّھا کا ونمر نویدن ماتر ہے۔ اور ہم سے اتنا بھی نہیں بن پڑتا۔ یدی ہمارے کرپالو لیکھک اور کوی ہماری

1۔ اتموتم: بہترین
2۔ مودک: لڈو
3۔ ستکار: عزت

سہایتا نہ کرتے۔ اپنی ساہتیک سنسکرتی کی رکشا کے لیے ہم سمے سمے پر اس پرکار کے ابھی نندناتمک ساہتیہ کی مہتا (1) سویکار کرتے ہوئے آچاریہ دویدی جی کی دگھایو کے لیے پرماتما سے پرارتھنا کرتے ہیں اور اس بات کی کامنا کرتے ہیں۔ دویدی جی کی لگائی ہوئی یہ بیلی چرکال تک پھولتی پھلتی رہے۔

اپریل 1933ء

1۔ مہتا: عظمت

دوتیج جی کو بدھائی

دوتیج جی نے اب ہندو وشوودّیالیہ سے ہندی میں بڑے گورَو کے ساتھ ایم اے کی ڈگری لی۔ آپ پرتھم شرینی میں اتیرن (1) ہوئے۔ انگریزی میں آپ پہلے ہی ایم اے ہو چکے تھے۔ بھاؤکتا (2) کے ساگر میں ڈبکیاں لگانے والا کوی اور کلپنا کے آکاش میں اڑنے والا گلپ (3) کار اور چرتر لیکھک پریکشا بھون میں بیٹھ کر ایسی اسادھارن سپھلتا پراپت کرلے۔ یہ سادھارن بات نہیں ہے۔ پریکشائیں تو رٹُوؤں کے لیے ہیں اور اس چھیتر میں ہم نے پرتبھا والوں کو رٹُوؤں سے نیچا دیکھتے پایا ہے۔ کوی کو پریکشا سے کیا پریوجن۔ کلپنا والوں کو بھاشا گیان اور بھاشا کے پراچین اتہاس سے کیا پریوجن (4)، لیکن 'دوتیج' نے یہ پالا جیت کر ثابت کر دیا کہ وہ اگر آج ساگ بھاجی کی دوکان کھول کر بیٹھ جائیں تو وہاں بھی سپھل ہو سکتے ہیں۔ ہم اس سپھلتا پر آپ کو ہردے سے بدھائی دیتے ہیں۔

مئی 1933ء

1۔ اتیرن: کامیاب:

3۔ بھاؤکتا: حساسیت، جذباتیت

3۔ گلپ کار: فکشن نگار، افسانہ نویس

4۔ پریوجن: مقابلہ

شری راہُل سانکر یتیاین جی

راہُل جی کداچت وہ پہلے بھارتیہ بودھ سنیاسی ہیں۔جنھوں نے تین ورش تبت میں رہ کر پالی کا گیان پراپت کیا اور وہاں سے جودھ ساہتیہ کے لگ بھگ دس ہزار پراچین پستکیں لے کر بھارت لوٹے۔ آپ نے وے سب پستکیں پٹنہ میوزیم کو بھینٹ کر دیں۔ایسا ساہس، ایسی پرتبھا، ایسا ادھیہ وسائے بہت کم کسی نے پایا ہوگا۔اعظم گڑھ کے ایک گرام میں ایک سادھارن براہمن کل میں آپ کا جنم ہوا۔آپ نے ہندی مڈل پاس کیا۔اور کچھ دن نوکری کی تلاش میں رہے۔اسی بیچ میں آپ کو بودھ دھرم سے پریم ہو گیا اور آپ نے اس کی دیکشا لے لی(1)۔آپ کی بدھی اتنی پرکھر ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے سنسکرتی، پالی، انگریزی، بنگلہ، فرنچ آدی بھاشاؤں کا گیان پراپت کر لیا اور پراتنو کے پرکانڈ پنڈت ہو گئے۔ پھر تو سورگیہ شری دھرم پال جی سے آپ کا پریچے ہو گیا۔اور آپ کی پرتبھا اور وودتا کے کارن سبھی آپ کا سمان کرنے لگے۔دھرم پال جی ہی کی پریرنا(2) سے آپ نے تبت کی بھیشن یاترا کی۔تبت میں باہر والوں کا کتنا بہشکار کیا جاتا ہے۔یہ سبھی جانتے ہیں۔پر راہُل جی نے تبت بھاشا پر ایسا ادھیکار کر لیا کہ آپ تبت کے ہی سمجھے جانے لگے اور پھر تو آپ کی ہر ایک سنگرہالیہ، ہر ایک بہار میں رسائی ہو گئی۔آپ نے وہاں بودھ دھرم کا خوب ادھین کیا اور ہزاروں پستکیں سنگرہ کی۔وہ سارا ساہتیہ آپ نے یہاں آکر پٹنہ میوزیم کو بھینٹ کر دیا، جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں آپ نے اس کے بعد کیلاش کی یاترا کی۔پھر بودھ دھرم کا پرچار کرنے کے لیے انگلینڈ اور یوروپ کے انیہ دیشوں کی یاترا کی۔تھوڑے دن ہوئے آپ نے 'بدھ چریا' نامک پستک لکھی ہے جو بھگوان بدھ کا پرمانک جیون چرتر ہے۔ہرش کی بات ہے کہ اس ورش ناگری پرچارنی سبھا کاشی نے آپ کو اس پستک کی رچنا کے لیے پاری توشک دے کر آپ کا سمان کیا۔کئی مہینے ہوئے آپ نے بھاگل پور سے نکلنے والی ہندی پتریکا گنگا کے پراتنوانک کا سمپادن کیا تھا۔اور اس

1۔دیکشا: تعلیم 2۔پریرنا: تحریک

میں آپ کے کئی پری پورن لیکھ پرکاشت ہوئے تھے۔ آپ ہی کے پرشرم سے پرتتوانک (1) اتنا سپھل ہوا۔ اب آپ تبت کی دوسری یاترا کرنے کا وچار کر رہے ہیں اور آپ ادھر سے لداخ، کاشغر آدی استھانوں میں بودھ دھرم کی اتیہاسک کھوج کرنے جائیں گے۔ آپ اونچے ڈیل کے، بلشٹھ، تیجسوی (2) سومیہ پرش ہیں۔ بڑے ہیں ملن سار اور ونود شیل (3)، یوروپ کے کسی ویکتی نے یہ تبت یاترا کی ہوتی تو ساری دنیا میں اس کا پروپیگنڈہ ہوتا۔ پر بھارت میں آج بھی ایسے دھرم ویر پڑے ہوئے ہیں جو یگارتھ بدھی سے بڑے کام کر کے بھی اس کا وگیاپن نہیں کرتے۔ ہماری ہاردک کامنا ہے کہ آپ کی یہ نئی یاترا سپھل ہو اور آپ اپنا یاترا ورتانت (4) لکھ کر ہمارے یووکوں کے سامنے ساہ سکتا (5) اور لگن کا آدرش رکھیں۔

مئی 1933ء

1۔ پرتوانک: آثار قدیمہ　2۔ تیجسوی: چمکیلا　3۔ ونود شیل: پُرمزاح
4۔ یاترا ورتانت: سفرنامہ، خودنوشت　5۔ ساہ سکتا: باہمت

شردھانجلی

آج ہم ہندی ساہتیہ کے امرتپسوی (1)، پوجیہ آچاریہ پنڈت مہاویر پرساد جی دویدی کی سترہویں ورش گانٹھ (2) کے پونیت اوسر (3) پر اپنی شرندھانجلی (4) ارپن کرتے ہیں۔ نوین ہندی ساہتیہ کے نرماتاؤں میں ان کی کیرتی ہمیشہ چمکتی رہے گی اور اس مارگ کے پتھکوں کو جیون اور آشا پردان کرتی رہے گی۔

دویدی جی کا جیون ساہتیہ اور سادھنا اور تپ کا جیون ہے۔ ساہتیہ ہی ان کا سروسو تھا۔ ان کی چنتا اور کلپنا اور آکانکشا اور ونود سب کا سروت ایک تھا۔ اور وہ ساہتیہ ہے۔ ساہتیہ ان کے لیے کیرتی کا سادھن نہ تھا اور دھن کا تو ہو ہی کیا سکتا تھا۔ پنڈتیہ پردرشن بھی ان کی منوورتی (5) نہ تھی۔ ان کے ہردے میں اس کی جڑیں اتنی ہی گہری تھیں۔ جتنی ہماری جیون میں سوارتھ اور ممتو کی ہوتی ہیں۔ ان کا سوارتھ بھی یہی تھا اور پرمارتھ بھی یہی تھا۔

اور جہاں ویکتتو ہے، وہاں شیلی بھی ہے۔ شیلی بھیتر کی آتما کا باہیہ وپ ہے۔ اس شیلی میں کتنا سمجھوتا ہے، کتنا پرساد ہے، کتنا اوج ہے، کتنا سلجھاؤ ہے۔ اس میں رسکوں کا بانکا پن نہیں، پنڈتوں کا گامبھیریہ نہیں، گیانیوں کا شُشکتا نہیں۔ ایک سیدھے سادے ادارویکتی کی بجیوتا ہے۔

ساہتیہ کی لگن کا کتنا اونچا آدرش ہے کہاں سے کیا لیں اور اسے کس طرح اچھے سے اچھے روپ میں سنسار کو دیں، یہی دھن ہے۔ جن ہت کا کوئی انگ ان سے نہیں چھوٹا جہاں کوئی اپیوگی چیز دیکھی، چاہے وہ پراتتو سے سمبندھ رکھتی ہو، یا درشن سے، یا بھاشا وگیان سے، یا پراکرتک درشیوں سے، اسے پاٹھکوں کے لیے سنکلن (6) کرنا ان کا کرتویہ تھا۔ وہ چیز کو پڑھ کر سویم آنندت ہوتے تھے، اس کا رس پاٹھکوں کو چکھانا

1۔ امرتپسوی: لافانی عبادت
2 ورش گانٹھ: یوم پیدائش
3۔ پونیت اوسر: موقع ثواب
4۔ شردھانجلی: خراج عقیدت
5۔ منوورتی: اندرونی صلاحیت
6۔ سنکلن: انتخاب

ایک لازمی بات تھی۔ ،سرسوتی، کی فائل اٹھا کر دویدی جی کی سمپادکی ٹپنیاں دیکھیے، وودھ گیان کا بھنڈار ہے۔ ایسا کوئی وشے نہیں، جس پر دویدی جی نے نہ لکھا ہو، گہرے سے گہرے تاتوک وویچنا اور سادھارن سے سادھارن دنت کتھائیں تک آپ کو ان میں ملیں گی، اور آپ اس ویکتی کے گان وستار پر چکت ہو جائیں گے۔

اور یہ کام کسی ودّیا اور گیان کے کیندر میں بیٹھ کر نہیں، ایک گاؤں کی اکانت کٹیا میں ہوتا تھا۔ ساہتیہ کی وہ چھٹا اسی کٹیا سے نکل کر ہندی سنسار کو آلوکت (1) کر دیتی تھی۔ آج ہندی میں کون ایسا ودّوان سمپادک ہے، جو اپنے کام کو یتھارتھ بدھی سے کرتا ہو، جو ہر ایک لیکھ کو آدھوپانت پڑھتا ہو، اس کی بھاشا کا پرشکار کرتا ہو، ایک چتر کلاکار کی بھانتی پتھر کے ایک ٹکڑے کو بولتی ہوئی مورتی بنا دیتا ہو۔ ہماری کئی کہانیاں ''سرسوتی'' میں دویدی جی کے سمپادن کال میں نکلی۔ جب وہ چھپ جاتی تھی۔ اور میں اصل سے ملاتا تھا۔ تو معلوم ہوتا تھا، اس کا کتنا روپانتر ہوا ہے۔ میری ایک کہانی ''پنچ پرمیشور'' ہے۔ میں نے جس سمے دویدی جی کی سیوا میں بھیجا، اس کا نام ''پنچوں میں ایشور'' تھا۔ چھپنے پر دیکھا تو ''پنچ پرمیشور'' ہو گیا تھا۔ ذرا سے پریورتن سے وہ نام کیسے چمک اٹھا۔

دویدی جی ساہتیہ کے سچے پارکھی ہیں۔ جہاں گن دیکھتے تھے، بڑی ادارتا سے اس کا آدر کرتے تھے۔ ان کے پروتساہن نے ہی ہندی کو کئی ایسے کوی اور لیکھک دیئے جنھوں نے ہندی کا نام روشن کیا۔ انیہ بھاشاؤں میں بھی کوئی اچھی چیز دیکھ کر وہ مگدھ (2) ہو جاتے ہیں۔ اردو میں سیّد سجاد حیدر اچھے لیکھک ہیں۔ انھوں نے ایک بھاو رتمک چیز ''حضرت دل کی کہانی'' لکھی تھی۔ دویدی جی نے ''سرسوتی'' میں اس لیکھ کی مکت کنٹھ (3) سے پرشنسا کی اور اسے اڈّھرت کیا۔

دویدی جی برہمن ہیں، لیکن دان لینے والے براہمن نہیں، دان دینے والے براہمن۔ ساہتیہ کی سیوا میں جو کچھ لتا پتا، پوتھی۔ پُستک، سنگرہ کیا تھا، وہ سب کا سب لوک سیوا کی بھینٹ کر دیا۔ ساہتیہ کے پجاریوں میں یہ بھاؤ کہاں؟ انیہ پجاریوں کی بھانتی یہ پجاری بھی دل کا تنگ ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ساہتیہ کا پجاری انیہ پجاریوں کی بھانتی بھاگیہ شالی نہیں ہوتا۔ ارتھ چنتا میں جسے نیند نہ آتی ہو۔ اس سے ادرتا کی آشا رکھنا، وایو گولے سے جھپٹ پٹاتے ہوئے آدمی سے گانا سننے کی آشا رکھنا ہے۔ کبھی مایا کے درشن بھی ہوئے تو وہ اس سے اتنے زور سے چپٹا ہے، کہ پران نکل جانے پر ہی اس کے ہاتھ ڈھیلے ہو سکتے ہیں۔ وہ ایک

1۔ آلوکت: عالم گیر
2۔ مگدھ: آسودہ، خوش
3۔ مکت کنٹھ: آزادانہ حلق
4۔ پراکرتی: فطرت، قدرت

پیسے بھی دے تو اسے لاکھ روپئے سمجھو۔ دویدی جی نے تو سب کچھ دے دیا۔ اور ان کے شِشٹا چار کا کیا کہنا۔ وہ پراکرتی کے نیموں کے بھانتی اٹل ہیں۔ آج پتر لکھو، تیسرے دن کسی نہ کسی ڈاک سے جواب آئے گا۔ ہاں، لیٹر بکس میں کوئی تیزاب ڈال دے، تو دوسری بات ہے۔ وہ بے دلی سے، آدھے من سے، کوئی کام نہیں کرتے۔ ان کی کایا سوستھ (1) نہ ہو پر من سوستھ ہے۔

انھوں نے مولک رچنائیں نہ کی ہوں، لیکن مولک رچتا پیدا کر دیئے ان کا گورو اس میں ہے کہ انھوں نے اپنی لیکھنی سے ہندی کی نیو ڈالی اور اس میں گیان کا وستار کیا اور آج ہندی سنسار آپ کے اپکاروں کو یاد کر کے آپ کے چرنوں پر شرندھانجلی چڑھا رہا ہے۔ اور ایشور سے پرارتھنا کرتا ہے کہ ابھی بہت دنوں تک آپ کی دیکھ ریکھ اس پر رہے، کہ آپ نے اس کا من میں جو نقشہ بنایا تھا، ہندی بھون اس نقشے کے ٹھیک ٹھیک انوکول بن رہا ہے، یا نہیں۔

مئی / 1933ء

1۔ سوستھ: صحت یاب

راجہ رام موہن رائے

راجہ رام موہن رائے کا سورگواس (1) ہوئے سو سال پورے ہو گئے اور دیش میں ان کی یادگار منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہم بھی ان کی اسمرتی (2) میں اپنی شردھا (3) کے پشپ (4) چڑھاتے ہیں۔ راجہ رام موہن رائے بھارت کے ہی نہیں، سنسار کے مہان پروشوں میں ہیں اور جب سچا سارو دیشک اتہاس لکھا جائے گا، تو سنسار کے پروشکوں میں ان کا نام بھی لیا جائے گا۔ بھارت میں جو آج دھارمک، سماجک، راج نیتک اور ساہتیک جاگرتی ہے، ان کا سوتر پات (5) راجا رام موہن رائے نے ہی کیا۔ ہمارے راشٹریہ جیون کے ہر ایک انگ پر ان کے مہان ویکتو کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ ہم انھیں نوین بھارت کا جنم داتا کہہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ٹیگور کے شبدوں میں وہ اس صدی کے مہان پتھ نرماتا تھے، جنھوں نے ان بادھاؤں کو ہمارے راستے سے ہٹا دیا جو ہماری پرگتی کو روکے ہوئے تھی۔ اور ہمیں سنسار۔ ویاپی سہیوگ اور مانوتا (6) کے اس نو یگ میں سملت کر دیا۔ ایسے مہان ویکتیوں کی کیرتی اپنی امرتا سے ہم میں جیون کا سنچار کرتی ہے اور ہماری کامنا ہے کہ ان کا آدرش انت کال تک ہماری آنکھوں کے سامنے بنا رہے۔

ستمبر 1933ء

1۔ سوگواس: انتقال، جنت نشیں　　2۔ اِسمرتی: یاد　　3 سرڈھا: شوق

4۔ پُشپ: پھول　　4۔ سوتر پات: لڑی میں پرونا　　5۔ مانوتا: انسانیت

مسز اینی بیسنٹ کا سور گواس

مسز اینی بیسنٹ کی مرتیو کا سماچار پڑھ کر ہمیں دکھ نہیں ہوا، کیوں کہ وہ اس اوستھا کو پراپت ہو چکی تھی۔ جب انھیں وشرام کی سخت ضرورت تھی۔ ان کا اوسان اتنا ہی سوابھاوک تھا جتنا کسی بالک کا وکاس ہوتا ہے۔ سنسار میں بہت کم پرانی ہیں جن کے جیون میں کرم یوگ کا ایسا آدرش ملتا ہو۔ ستیہ کو گرہن کرنے میں انھوں نے روڑھیوں کی کبھی پرواہ نہ کی۔ جب انھیں عیسائی دھرم سے اسنتوش (1) ہوا تو انھوں نے ستیہ کی کھوج میں اپنے پرانے ناتے توڑ دیئے۔ انت میں کرم سدھانت نے ان کی ایشور وہی آتما کو شانت کیا اور ان کا شیش جیون میں سدھانت کے پرچار میں ویاتیت (2) ہوا۔ ان میں کام کرنے کی ادبھت شکتی تھی۔ وہ اکیلی جتنا کام کر سکتی تھیں، وہ شاید ایک درجن منشیوں سے بھی نہ ہوتا۔ ایک ساتھ دینک سپتاہک اور ماسک پتروں کا نکالنا، دھرم اور درشن پر امر گرنتھوں کی رچنا کرنا، برابر ستیہ کے پرچار کے لیے ویاکھیان دیتے رہنا اور تھیوسوفیکل سوسائٹی جیسی سنستھا کا سنچارن کرنا اور اس کے ساتھ ہی بھارت کے سوادھینتا سنگرام (3) میں بھی پرمکھ بھاگ لینا، انھیں تپسوی آتما کا کام تھا۔ آج وشال ہندو وشوودّیالیہ ہے، اس کا ہندو کالج کے روپ میں مسز بیسنٹ نے ہی بیجا روپن کیا تھا۔ ان کے دو ایک سدّھانتوں سے ہمیں مت بھید تھا پر انھوں نے جس بات کو ستیہ سمجھ لیا اس کے پرتی پادن میں کسی وررودھ کی چنتا نہیں کی اور ان کی وکترتو شکتی تو ادوتیہ (4) تھی وہ اس شتابدی کی سب سے یشوی (5) مہیلا تھی۔ اور ہمیں وشواش ہے کہ ان کی مثال بہت دنوں تک اسنکھیہ (6) استری پروشوں کو ساتوک ادھوگ کا آدیش دیتی رہے گی۔

25 ستمبر 1933ء

1۔ اسنتوش: بے صبری
2۔ ویاتیت: گزر، بسر
3۔ سنگرام: لڑائی
4۔ ادوئی تیہ: لاثانی
5۔ یشوی: طاقت ور، شہرت یافتہ
6۔ اسنکھیہ: بے شمار

مرتیو پروجے

ایک سچے دیش بھکت کے لیے جس اچھی سے اچھی موت کی کلپنا کی جاسکتی ہے، وہی موت شری وٹھل بھائی پٹیل کو ملی۔ ماتر بھومی سے ہزاروں کوس پر، جہاں اپنا کوئی نہیں، دہ پیہ زخموں سے چور، شترو دل اپنی پوری شکتی سے وار کرتا ہوا، پر وہی تیور، وہی گرجن، وہی ادمیہ تیز جو مشکلوں کو تچھ سمجھتا تھا۔ یہ موت نہیں ہے موت پر وجے، بڑی شاندار، بڑی اتہاسک، بڑی شکتی دائی، اور وہ کیا شبد تھے، جوانت سمے اس سچے راج پوت کے مکھ سے نکلے۔ میرے دیش بندھوؤں کی اور سنسار بھر کے ہتے شیوں کو میرا آشرواد دو۔ جیون لیلا سماپت کرنے کے پہلے میں بھارت کی آزادی کے لیے پرارتھنا کر رہا ہوں۔ کیا یہ مرنے والے کے شبد ہیں؟ کہیں نراشا (1) نہیں، کہیں پراجے (2) کا چنھ نہیں۔ ایک ایک شبد میں ایک وجے آتما کی امنگ بھری ہوئی ہے۔ اس نے انت سمے تک تلوار ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ اس وقت بھی قدم پیچھے نہ ہٹایا، جب وہ میدان میں اکیلا تھا۔ کون کہتا ہے کہ وہ مر گیا؟ اس نے موت پر وجے پائی۔ اس کے آشرواد میں منتر ہے، امرتیو کا پرساد ہے۔ ایسے ویر نہیں مرتے، مرتے ہیں ہم اور آپ۔ سوارتھوں کے داس۔ پیٹ کے غلام، ہمت کے کچے۔

کیا ان کا جیون ورتانت (3) کہیں؟ کیا اسمبلی کی ان کی وہ مردانہ آواز آپ کے کانوں میں نہیں آرہی ہے؟ کیا ان کی وہ رولنگ، آپ کو بھول گئی؟ کیا اسمبلی کی وہ صدارت پھولوں کی شیا تھی؟ دفتری شاشن نے کیا کیا ہتھ کنڈے نہیں کھیلے، کون کون سی کوٹ نیتی نہیں چلی۔ لیکن آپ نے کبھی ان کے ماتھے پر بل دیکھا؟ وہ راشٹر یہ سمان کا رکشک (4) تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سروشکتی مان سرکار کی مجال نہ تھی کہ وہ راشٹر یہ سمان پر اپنا اگھات کر سکے۔ کیا آپ کو وہ امر شبد بھول گئے، انھوں نے صدارت سے استعفا

1۔نراشا: ناامیدی　　2۔پراجے: ہار

3۔ورتانت: سرگزشت، خودنوشت　　4۔رکشک: محافظ

دیتے سمے لارڈ اروِن سے کہے تھے۔ میں نے کرسی کے مان اور ادھیکار کو وِسترت (1) کرنے کی نرنتر چیشٹا کی ہے، ایک سنگٹھت اور سبل (2) نوکر شاہی کے وِرودھ، اور مجھے وشواش ہے کہ میں بہت کچھ سپھل ہوا ہوں۔ ان کے جیون کا خلاصہ کیول ایک شبد میں بتا دوں وہ شبد ہے، سنگرام، ان کا جیون آدی سے انت تک ایک لمبا سنگرام تھا، جو نہ تران مانگتا تھا۔ نہ تران (3) دیتا تھا۔ انھوں نے سمجھوتا کرنا سیکھا ہی نہ تھا۔ اپنے جنم سِدھ سوتیوں کے ساتھ کیسا سمجھوتا؟ آج کچھ نہ ملے، کل کچھ نہ ملے، پر کبھی تو ملے گا جب لیں گے تب پورا لیں گے۔ اس میں رتی بھر کمی نہیں کر سکتے۔ یہ ان کا دھیہ تھا۔ سمجھوتا وہ کرتے ہیں، جنہیں اپنے پکش میں وشواش نہیں ہوتا، جو سمے دیکھ کر اپنی نیتی استھر کرتے ہیں۔ انہیں اپنے پکش میں اکھنڈ وشواش تھا۔ وہ بات کیا بھلائی جا سکتی ہے۔ جب سر سوریندر ناتھ جی کی پریرنا سے اسمبلی نے مارٹ فوڈ سودھاؤں پر گورنمنٹ کو بدھائی دی تھی۔ اس وقت اکیلے مسٹر پٹیل تھے جس نے ایک کے الپ مت سے اس پرستاؤ کا ورودھ کیا تھا۔ ان کے جیون میں یدی کوئی لالسہ تھی، تو وہ سوراجیہ تھا۔ یہی ان کا شوک تھا یہی ان کا نشہ تھا اور یہی ان کا تپ تھا اور وہ بھیڑ کے ساتھ چلنے والے آدمی نہ تھے۔ جب 1930ء میں کانگریس کے سبھی ممبروں نے اسمبلی سے ودا لی، مسٹر پٹیل نے اپنے پد پر استھر رہ کر اپنے وچار سواتنتر کا پریچے دیا تھا۔ ہاں جب انھوں نے سرکار کی نیت اور نیتی دیکھ لی اور ادھر سے نراش ہو گئے تو صدارت کو لات مار دی اور راشٹر کے ساتھ اس کے سنگرام میں شریک ہو گئے۔ رشیوں کی سی ان کی تیجسوی (4) مورتی، ان کا اَدبھوت تیز مستک، ان کی وہ بزرگانہ داڑھی ان کی وہ منسوی پرتبھا (5) اور ان کے وہ آہت واکیہ کیا کبھی وسمرت ہو سکتے ہیں۔ ہاں ہاں، وہ اپنے شبدوں پر مخمل کا غلاف نہ چڑھاتے تھے۔ وہ مہاتما نہ تھے وہ ٹیڑھے کو ٹیڑھا کہہ سکتے تھے ان کے پہلو میں درد ڈوبا ہوا دل تھا جو آہت ہونے پر روتا تھا۔ چنگھاڑ مار کر جو اپمانت (6) ہونے پر آویش میں آجاتا تھا ٹھیک ہے، ان کے شبدوں میں زہر ہوتا تھا۔ ہم تو کہتے ہیں۔ ان میں جوالا ہوتی تھی۔ اور کیا جلتے ہوئے ہردے سے آب شیتل گان کی آشا رکھتے ہیں۔ ذرا اس مہان آتما کا اُتسرگ دیکھیے۔ وہ عمر کا بوجھ وہ جیرن سواستھیہ، وہ گھاتک روگ کا پرکوپ، اور امریکہ کی وہ کٹھن یاترا۔ ملنے کی شکتی نہیں، یمراج کا وِمان آچکا ہے۔ پر سوادیش موہ کو ہردے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اب بھی وہ مایا انھیں نہیں چھوڑتی۔ کتنا اکشیہ انوراگ ہے۔ انتم شبد جوان کے مکھ سے نکلتا ہے وہ سوراجیہ ہے۔

1۔ وِسترت: وسیع 2۔ سبل: طاقت ور 3۔ تران: تھکاوٹ
4۔ تیجسوی: چمکیلا 5۔ منسوی پرتبھا: انسانی صلاحیت 6۔ اپمانت: بے عزت

یہی سوراجیہ ان کے جیون کا سوپن تھا، اسی کے لیے جیے اسی کے لیے مرے۔ اسی پر اپنا سب کچھ قربان کیا۔ یہ بیٹے بیٹی کا موہ نہیں ہے، وہ دھن سمپدا کا موہ نہیں ہے جس کے بندھن ڈھیلے پڑ جائے، یہ سودیش کا پریم ہے جو آتما کے انو انو میں ویاپت ہو گیا ہے، اور اگر آتما امر ہے تو وہ پریم بھی امر رہے گا اور شاید سورگ کی سوکھد شانتی میں بھی یہ پریم، یہ مایا انھیں تڑپاتی رہے گی اور ان کے سوکشم نیتر اپنے اس ابھاگے دیش کی اور لگے رہیں گے جس پر انھوں نے اپنا سروسو وار دیا۔

30 اکتوبر 1933

شری رنگ سوامی آئینگر کی شوک جنک مرتیو

تمل کے پرمکھ دینک پتر، سودیش مترم، کے یشوی سمپادک شری رنگ سوامی آئینگر کی مرتیو سے ایک ایسا ویکتی اٹھ گیا جو راجنیتک گتھیوں کو سلجھانے میں ادوئی تیہ (1) تھا۔ اور جو کچھ ستیہ سمجھتا تھا اُسے پرکٹ (2) کرنے میں سنستھا یا ادھیکار سے لیش ماتر (3) بھی بھے بھیت نہ ہوتا تھا۔ آپ پہلے مدراس کے پرسدھ انگریزی دینک پتر 'ہندو' کے سمپادک رہے، پھر آپ نے اپنا تمل پتر 'سودیش مترم' نکالا اور اپنی پرتبھا اور اوج سے اس پد پر پہنچا دیا کہ وہ بڑے سے بڑے پربھاؤشالی انگریزی پتروں سے بھی زیادہ آدر سے پڑھا جاتا تھا۔ بھاشا کے پتروں میں جتنا سمان 'سودیش مترم' کو ملا اتنا شاید کسی انیہ بھاشا کے پتر کو نہیں پراپت ہوا۔ آپ کچھ دنوں کانگریس کے جنرل سکریٹری رہے تھے اور سوراجیہ پارٹی کے نرمان کرتاؤں میں آپ بھی تھے۔ سورگیہ پنڈت موتی لال نہرو اور سی آر داس آپ کو اپنا داہنا ہاتھ سمجھتے تھے۔ دوسری گول میز سبھا میں آپ بھی سمّلت ہوئے تھے اور اس وقت آپ کا وچار یہ تھا کہ کانگریس کو نئی ویوستھا (4) سے دور نہ رہنا چاہیے، کیونکہ اس سے لابھ کی جگہ بہت بڑی ہانی ہوگی۔ آپ کی مرتیو سے راشٹر کو چھتی پہنچی ہے، اس کا انومان ان شبدوں سے ہوسکتا ہے جو مہاتما گاندھی نے شوک پرکٹ کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

12 فروری 1934ء

1۔ادوئی تیہ: لاثانی
2۔پرکٹ: ظاہر
3۔لیش ماتر: ذرہ برابر
4۔ویوستھا: انتظام

راجہ سرموتی چند کا سورگواس

راجہ سرموتی چند کے اٹھ جانے سے کاشی کو چھتی (1) پہنچی ہے، وہ مشکل سے پوری ہوگی۔ آپ بڑے دانی، پروپکاری (2) اور سہر دے (3) ویکتی تھے۔ آپ کی اوستھا ابھی کل اٹھاون سال کی تھی۔ آپ کا سواستھیہ بھی بُرا نہ تھا۔ مگر پچھلے سال آپ پر لقوے کا جو آکرمن ہوا تھا، اس نے انت میں آپ کی جان ہی لے کر چھوڑی۔ کئی سال پہلے آپ تین سیشن تک اسمبلی کے ممبر رہے، اور ہندو وشو وڈیالیہ تتھا انیہ سارو جنِک کاموں میں آپ کو بڑی دلچسپی تھی۔ دیش کے اودھوگِک اُڈّار (4) کے لیے آپ برابر پریتن کرتے رہے اور کاشی کا کاٹن مل آپ ہی کی یادگار ہے۔

26 مارچ 1934ء

1۔ چھتی: نقصان

2۔ پروپکاری: رحم و کرم کرنے والا

3۔ سہر دے: دیالو

4۔ اودھوگک اُڈّار: روزگار سے نجات

سورگیہ پنڈت بدری ناتھ بھٹّ

پنڈت بدری ناتھ بھٹ آج اس سنسار میں نہیں ہیں بیمار تو وہ دو ڈھائی سال سے تھے، لیکن جس آدمی کے پور پور میں جان داری بھری ہوئی ہو، جو روگ شیّا (1) پر پڑا ہوا بھی ہنستا اور ہنسا تا رہا ہو، جس کے سمیپ جاتے ہی مرجھایا ہوا من لہلہا اٹھتا ہو، جو مانو اپنے وانی اور اسلیہہ (2) سے جیون بکھیر تا رہا ہو، وہ موت کے اتنے سمیپ ہے، یہ ہم نہ سمجھتے تھے۔ سال بھر سے اُدھِک ہوا۔ ہم نے لکھنؤ میں ان کے درشن کئے تھے۔ آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے۔ دیہہ چھین (3) ہو گئی تھی چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھوں کے نیچے گڈھے پڑے ہوئے، اوٹھ سوکھے ہوئے، لیکن بیماری آتمہ تک نہ پہنچ سکی تھی باتوں میں تب بھی وہی شوخی وہی زندہ دلی تھی۔ اپنی بیماری کا ذکر کرتے رہے، مگر اس میں اسادھیہ (4) روگی کی نراشا یا کرونا نہ تھی، نہ وہ موہ، نہ وہ حسرت، بلکہ ایک جیون سے بھرے ہوئے ہردے کا چہل اور ونود تھا، جو مانو مرتیو کو سامنے کھڑی دیکھ کر بھی نہ شنک (5) بھاؤ سے کہہ رہا تھا۔ جب مروں گا تب مر جاؤں گا، مرنے کے پہلے نہیں مر سکتا۔ ہاسیہ (6) کے سرشٹا (7) بہودھا بڑے گمبھیر اور روکھے ہوتے ہیں۔ بھٹ جی کا من بھی ہاسیہ مے تھا اور تن بھی۔ لطیفوں اور چٹکلوں کے تو مانو وہ بھنڈار تھے۔ اور منشیہ کی کمزوریوں کی ایک نگاہ میں پہچان لیتے تھے اپنے جیون کے دُکھ پرسنگوں کو بھی جو ونود کے رنگ میں رنگ سکتا ہو۔ یہ صفت بھٹ جی ہی میں تھی۔ دوسرے اپنی وِجے کو جتنے آنند سے بیان کر سکتے ہیں، اتنے ہی آنند سے وہ اپنی پراجے کی چرچا کرتے تھے۔ ہاسیہ کی اس کھان میں جو چیز جاتی تھی، ونود بن جاتی تھی۔ ہندی پریمی سجّنوں کے دیوہار کے انھیں کئی بار کڑوے انوبھو ہوئے تھے، اور ہندی پریمی سجّن، ان کے لطیفوں میں بار بار نئے نئے روپ میں آتے رہتے تھے۔ کھید یہی ہے کہ ان کے ناٹکوں کے سوا اس کی ہاسیہ رچنا کہیں سنگرہ نہیں ہوئی۔ انھوں نے

1۔ روگ شیّا: بستر علالت　2۔ اسلیہہ: پریم، محبت　3 چھین: کمزور، لاغر　4۔ اسادھیہ نا قابل برداشت
5۔ بہ شنگ: بلا شبہ　6۔ ہاسیہ: ہنسی، مزاح　7۔ سرشٹا: تخلیق کار

کئی پتروں میں بیمت روپ سے ساہتیک ونود کے استمبھ کی پورتی کی اس میں راجنیتک ویئنگ بھی ہوتا تھا، کشا کش بھی، چٹکیاں بھی، گدگدیاں بھی۔ اگر ان میں سے رتنوں کو چھانٹ لیا جائے تو ہاسیہ کا بڑا ہی روچک سنگرہ تیار ہو جائے 'گول مال کارنی' سبھا کی رپورٹ اور مسٹر کی ڈائری، میں آج بھی منورنجن کی بہت سامگری مل سکتی ہے۔

بھٹ جی متاہاری تھے، مت ویئی تھے، سیمی تھے، اسپشٹ وادی تھے، ویوہار میں کھرے تھے ان میں کہیں بھی وہ نفاست اور نزاکت نہ تھی، جو ہم ادیمان کویوں میں دیکھتے ہیں وہ سیلانی پن نہ تھا، جو ساہتیکوں کی وشیشتا سمجھی جاتی ہے۔ انھوں نے دنیا دیکھی تھی، دنیا کی کٹھنائیوں کا سامنا کیا تھا اور ان پر وِجے پائی تھی، ان پھولوں میں نہ تھے، جو ہوا کے ایک جھونکے سے مرجھا جاتے ہیں وہ منشیہ پہلے تھے، کوی ڈرامٹسٹ اور ہاسیہ کار پیچھے۔ ان کی بھاوکتا (1) کبھی سنیم سے باہر نہ جاتی تھی۔ وہ ان لوگوں میں نہ تھے جو اس بات پر گُرو کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوڑی کفن کو نہیں ہے، جو متروں کی مہمانی جیون بتا کر بے فکری کا دم بھرتے ہیں۔ وہ سویم اپنا بھوجن پکاتے تھے پیسے کی جگہ دھیلا خرچ کرتے تھے اور حساب صاف رکھتے تھے۔ بڑی بڑی کٹھنائیاں جھیلیں، پر کسی کا احسان نہیں لیا۔ انھیں کوئی وبیسن نہ تھا (ساہتیک ویکتیوں کے لیے کوئی نہ کوئی ویسن پال لینا آج کل آئین میں داخل ہے) ان کی کلپنا لکڑی ٹیکتی ہوئی نہ چلتی تھی، ان میں جو اوج تھا اور سنیم تھا، اسی سے رچنا شکتی (2) اتپن ہوتی تھی۔ اُسی طرح جیسے بھوبل سے دیا اور چھما اتپن ہوتی ہے۔

بھٹ جی مولکتا (3) کے پجاری تھے اور جو کچھ لکھا مولک لکھا۔ بنگلہ انو وادوں سے انھیں گھرنا تھی۔ ہندی میں جو نزاشاواد کا زور ہے اس کی ذمہ داری وہ بنگلہ ساہتیہ کے سر رکھتے تھے۔ وہ خود ویر بھکت تھے۔ بنگالی ناٹک کاروں کے بوررش پر درشن کا خوب مذاق اڑاتے تھے۔ پراچین کویوں کے نگن شرنگار ورنن کو بھی وہ ہندی ساہتیہ کا کلنک سمجھتے تھے اور یہ ان کے ساہتیک پریہاس کا ایک سروت تھا۔

بھٹ جی نے جیون میں ایک ہی کام رومانٹک ڈھنگ سے کیا اور یہ اپنا وِواہ تھا۔ جس دیوی سے ان کا پریم تھا، اس سے ونش پرمپرا کی ذرا بھی پرواہ نہ کر کے انھوں نے چپکے سے وِواہ کرلیا۔ متروں کو خبر تک نہ دی۔ اس کی خبر اس وقت تک ملی، جب آپ کا گھر آباد ہو چکا تھا، اس لیے ڈولی چھینک کر دعوت لینے کا اوسر بھی متروں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ کئی دن بعد متروں کے پاس مٹھائی بھی نہ پہنچی۔ ایک دن

1۔ بھاوکتا: حساسیت، جذباتیت
2۔ رچنا شکتی: تخلیقی صلاحیت
3۔ مولکتا: فطری پن

راستے میں ان سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہنس کر بولے۔ جی آپ کی مٹھائی رکھی ہوئی ہے۔ آدمی آپ کا مکان تلاش کر کے چلا آتا ہے، گلی، مکان، سب، کچھ بتا دیتا ہوں، پر اسے کچھ پتا نہیں چلتا۔ اب میں خود ہی لے کر آؤں گا۔ آخر ہم نے بے حیائی کی اور ان کے گھر جا کر مٹھائی کھائی۔

وہی زندہ دل، بلشٹ، سیمی، پرتبھا شالی ویکت عین جوانی میں اکال مرتیو کا گراس بن گیا، جب ساہتیہ کو اس کی پروڑھ پرتبھا سے بہت کچھ آشائیں بندھ رہی تھیں۔ آج بھی ان سے اچھے کوی، ان سے اچھے ناٹک کار اور ان سے اچھے ہاسیہ لیکھک موجود ہیں، لیکن ایسی ونود شیلتا، ایسی اُبلتی ہوئی پرسنتا، ایسی اچھلتی ہوئی خوش مزاجی ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔ بھٹ جی اس میدان میں اکیلے تھے۔ ان کی یاد بہت دنوں آئے گی اور ہردے میں ان کا جو استھان تھا وہ بہت دنوں خالی رہے گا۔

14 مئی 1934ء

سورگیہ پنڈت چندر شیکھر شاستری

ابھی گت سپتاہ پریاگ میں پنڈت شیکھر شاستری کا سورگواس ہو گیا۔ شاستری جی سنسکرتی کے ودّوان ہوتے ہوئے بھی ہندی کے بڑے حمایتی اور سیوک تھے۔ بہت ورشوں سے آپ ہندی کی سیوا کرتے آرہے تھے کئی ورشوں پورو آپ نے سنسکرت، شاردا، نامک اچ کوٹی کی پتریکا نکالی تھی پر وہ ادھک ورش نہ چل سکی۔ ساہتیہ سے آپ کو بڑا انوراگ (1) تھا، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ساہتیہ۔ سیوا کرنا آپ کا ایک ویسن (2) ہی تھا۔ دس بارہ ورشوں پورو آپ نے، سماج، نامک ایک ہندی پتر بھی نکالا تھا، پر ہندی کا دربھاگیہ کہ وہ بھی نہ چل سکا۔ پٹنا کی شکشا کے سمپادن و بھاگ سے بھی آپ کا سمبندھ رہا ہے۔ آپ نے انیک گرنتھوں کا نرمان کیا ہے۔ ساہتیہ سمیلن کی سیوا آپ بڑے نانسوارتھ بھاؤ سے کرتے رہے ہیں۔ آپ کا سارا جیون ساہتیہ کی سیوا کرتے ہی بیتا۔ ادھر ایک بہت بڑا آیوجن آپ نے کیا تھا۔ سچتر اور سمپورن سٹیک ہندی مہابھارت پرکاشن کرنے کا۔ کچھ کھنڈ پرکاشت ہو بھی چکے تھے کہ آپ چل بسے۔ ہم شاستری جی کے سوپتر شری پرپھل چندر اوجھا اور ان کے پریوار سے سمویدنا پرکٹ کرتے اور آشا رکھتے ہیں کہ وے شاستری جی کے شیش کاریہ کو اسی یوگیتہ اور اتساہ سے پورن کرنے کا پریتن کریں گے۔

جولائی 1934ء

1۔ انوراگ: لگاؤ، محبت

2۔ ویسن: مشغلہ

سورگیہ میڈم کیوری

گت سپتاہ سنسار پرسدھ ریڈیم کی آوشکرتی (1) میڈم میری کیوری کا سورگواس ہوگیا۔اس میں سندیہہ نہیں، کہ جگت کے وِدّوانوں، خاص کر دیگیانکوں کے لیے یہ سماچار مہان دکھ دائی ہوگا۔آپ کا ریڈیم کا آوشکار وشو کے اتہاس میں ایک مہان کاریہ ہے۔ریڈیم سے سادھارانتہ اب سب لوگ تھوڑے بہت پریچت (2) ہوگئے ہیں۔یہ سنسار میں سب سے مولیہ دان دھاتو ہے اور بہت ہی کم تعداد میں پائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ دو سوٹن سے بھی ادھک کچی دھاتو کے شودھن کرنے پر کیول ایک گرام ریڈیم پراپت ہوسکتا ہے اور اس ایک گرام ریڈیم کا مولیہ دولاکھ روپیہ ہوتا ہے۔اس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ سنسار میں اس سے مولیہ دان دھاتو اور کوئی نہیں ہے۔1896ء میں بیک وے ریل نے پناکم کے ریڈیو ایکٹیو گنوں کا گیان پراپت کیا۔میڈم کیوری نے بھی اپنے پتی کے ساتھ اس تتو پر انوسندھان آرمبھ کر دیا۔آسٹرین سرکار کے دوارا چِچ بلینڈ نامک پناکم کی ایک ٹن کچی دھاتو، انہیں انوسندھان کے لیے پراپت ہوئی۔آپ نے اپنے ٹوٹے جھوپڑے میں اپنا کاریہ آرمبھ کر دیا۔آج وہ ٹوٹا جھوپڑا ویگیانیکوں کی درشٹی میں بڑا مہتوپورن ہے۔

میڈم کیوری نے کئی پستکیں بھی لکھی ہیں۔1903ء میں آپ کو بھوتک ویگیان وشے کا نوبل پرسکار (3) ملا تھا۔رایل سوسائٹی نے پدک سے اور پیرس وشوودّیالیہ نے ڈاکٹر کی اپادھی سے آپ کو سمانت کیا تھا۔1904ء میں آپ کے پتی مسٹر کیوری کی مرتیو ہوئی اور 1934ء میں اسی سپتاہ میں میڈم کیوری بھی سورگ واسی ہوگئی۔یدّ پی آپ اس سمے سنسار میں نہیں ہیں۔پر اس میں سندیہہ نہیں کہ آپ کا یش (4) سدا سرودا امر رہے گا۔

جولائی 1934ء

1۔آوشکرتی: موجد

2۔پریچت: متعارف

3۔پرسکار:

4۔یش: طاقت، شہرت

ڈاکٹر ہیرالال کا سورگ واس

کٹنی (سی پی) کے ڈاکٹر ہیرالال جی سی پی کے مولیہ دان موتی کی طرح آبھا والے (1) ویکتی تھے۔ لگ بھگ پچاس ورشوں سے آپ ہندی ساہتیہ کی سیوا کرتے آرہے تھے۔ انگریزی کے آپ پرانے گریجویٹ اور سنسکرت، پالی اور پراکرت کے پرکانڈ وِدّوان تھے۔ سادھارن سی نوکری سے آپ ڈپٹی کمشنر کے پد تک پہنچے تھے اور اسی اوسر میں آپ نے اتہاس اور پراتتو سمبندھی کھوجوں کے دوارا اپنے کو کافی وکھیات کرلیا تھا۔

یوں کہنا چاہئے کہ اتہاس پراتتو کے چھیتر میں آپ بھارت کے ایک گنے چنے انتر راشٹریہ کھیاتی پراپت مہان ویکتی تھے۔ کاشی ناگری پرچارنی سبھا تھا انیک ہندی سنستھاؤں سے آپ کا سمبندھ تھا۔ کاشی ناگری پرچارنی سبھا کے تو آپ ورشوں سبھا پتی بھی رہے تھے۔ دو ورشوں پورو پٹنا میں ہونے والی اورینٹل کانفرنس کے آپ سبھا پتی بنائے گئے تھے۔ اور ابھی ابھی آپ وشو پراتتو پریشد میں بھارت کے پرتی ندھی کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے۔ آپ بڑے ہی سرل اور ادار تھے۔

ابھیمان (2) آپ میں ذرا بھی نہیں تھا۔ آپ نے آجنم ہندی ساہتیہ کی سیوا کی، پر کھید کہ ہندوستانیوں نے آپ کا یتھارتھ سمان نہ کیا۔ ناگ پور وشووِدیالیہ نے تو اب جا کر کہیں انہیں ڈی۔ ایل۔ ٹی کی اپادھی سے وبھوشت کر کے شاید اپنے کو آکشیپ (3) سے مکت کیا تھا۔ پر ڈاکٹر صاحب کا ویکتتو اور کاریہ ہی ایسا زبردست تھا کہ بنا مانگے انہیں دیش اور ودیش سے مہان لیش مل گیا تھا۔ آپ نے سی پی کئی ضلعوں کے اتہاس سمبندھی، ساگر سروج، دموہ دیپک، جبل پور جیوتی

1۔ آبھا: صلاحیت　　2۔ ابھیمان: وقار، غرور، فخر

3۔ آکشیپ: موردالزام ٹھہرانا

آدی کئی مہتو پورن پیش کش بھی لکھی تھی۔ ہندی اور دیش کا در بھاگیہ ہے کہ 19 راگست کو آپ کا سورگ واس ہوگیا۔ ہم آپ کے پریوار کے سچے ہردے سے سمویدنا پرکٹ کرتے ہیں۔

ستمبر 1934ء

کالا کانکر نریش کا سورگواس

ساہتیہ چھیتر میں تو کالا کانکر کا نام پچاسوں ورشوں کے پوروہی چمک اٹھا تھا پر ادھر وہ راشٹریہ چھیتر میں بھی جگمگانے لگا تھا۔ کالا کانکر ورتمان نریس شری اودیش سنگھ جی نے اپنے کو پورن راشٹروادی اور کانگریس بھکت بنا کر یو پی کے تعلق دارورگ میں اچ پد پراپت کرلیا تھا۔ کالا کانکر کا مہاتما جی کے پدارپن دوارا آپ ہی نے سروپرتھم پاون بنایا تھا۔ آپ نے اپنے پریوار بھر کا ہی رنگ ایک دم بدل دیا تھا۔ آپ بڑے اتساہی، دیش بھکت اور نربھیک (1) ویکتی تھے۔ سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کرنے میں آپ نے بڑا زوردار کام کیا تھا اور پھل سوروپ آپ کوانیک کشٹ اٹھانے پڑے تھے۔ کھید کی بات ہے کہ ایسے آدرش دیش بھکت نریش کا، جو اپنے کوایک سویم سیوک سمجھتا تھا، تاریخ 20 ستمبر کے پراتہ کال سورگ واس ہوگیا۔ ہم آپ کے پریوار کے ساتھ سمویدنا (2) پرکٹ کرتے اور ایشور سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ ان کی آتما کو شانتی پروان کریں۔

ستمبر 1934ء

1۔ نربھیک: نڈر

2۔ سمویدنا: دکھ، درد

شِردّھانجلی

کاشی کے اس اَوتاری مہاپُرش، بھارتیندو، نے وِکرم سنوت 1907 میں جنم لیا۔ اور سن 1941 کے ماگھ ماس کی کرشنا ششٹھی کو پنیہ لوک کا پریان کیا تھا۔ چونتیس ورش اور کچھ مہینوں کے الپ جیون میں اس نے ہندی کو جنم دے کر اس کی جو سیوا سوشروسا کی، اس کی جو شریر، سنوردھنا کی، اُسے تو وہ نہیں دیکھ سکا۔ پر آج پچاس ورشوں کے بعد، ہندی کے بھکت اور سیوک اُسے دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہے ہیں۔ واستو میں ہندی کے ودھی وِدھان (1) سے 'بھارتیندوٗ' نے اوتار لیا تھا اور اوتاری مہا پرشوں کی طرح ہی الپ کال (2) میں وہ بہت کچھ کر کے ولین (3) ہو گیا۔ آج کون ہے ان کا سمکش ؟ کوئی ہو گا، اس کی کسے خبر۔ کچھ مِتروں نے انیہ بھاشا جگت میں ان کے سمکالین کرنے پر، بھارتیندو، کا پرکھر پرکاش تو الگ ہی ایک وِششٹ چکا چوندھ پھیلاتا نظر آتا ہے۔ انیہ بھاشا ساہتیہ وِدھاتاؤں نے اپنے جیون کے پچاس ساٹھ یا ستّر ورشوں کے کال میں جو کاریہ کیا، اس سے کہیں ادھک اور ودّھی ودّھ، ہمارے بھارتیندو، نے سترہ اٹھارہ ورشوں میں کر دکھایا۔ اس کی چتر مکھ پرتبھا ادھین شیل ویکتیوں کے ہردے آنند وبھور کر دیتی ہے۔

بھارتیندو، واستو میں ایک مہان پرش تھا۔ اس کے سچے ہردے میں جہاں راجا کے پرتی پریم تھا، دردشا گرست اپنے دیش واسیوں کے بھی سچی سہانوبھوتی اور سچا درد تھا۔ مہان کوی ہوتے ہوئے بھی اس نے گنی کویوں کو ایک ایک شبد کے لیے ایک ایک اشرفی تک بھینٹ کی۔ وہ سچا گن گراہی تھا۔ رس رنگ میں پرٗ پلاوت رہتے ہوئے، انتر کا دیا جلاتے ہوئے بھی اس نے غریب بھوکوں کو شریر کے وستر تک اتار کر دان کر دئے۔ وہ سچا دانی تھا۔ آج سے ساٹھ سالوں پور وہی اس نے اس دیش کا دھن و دیش جاتے

1۔ وِدھی وِدھان: اصول و قانون

2۔ اَلپ کال: مختصر زمانہ، مختصر عرصہ

3۔ وِلین: غائب، پوشیدہ

دیکھ کر ہردے کے آنسو بہائے تھے اور کہا تھا وپے دھن ودیش چلی جات ہے اتی خواری، وہ سچا دیش بھکت تھا۔ سماج ہت سادھن میں جاتی برادری والوں کا اور شاسکوں کی پول کھول کر گورنمنٹ کا کوپ بھاجن ہونے کی اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی اور کشٹوں کا بڑے ساہس سے سامنا کیا۔ ایسا تھا وہ بھارتیندو۔

پرم پرسنتا کی بات ہے کہ آج پچاس ورشوں کے بعد ہندی کے سیوکوں نے اس مہان وبھوتی کا اردھ شتابدی اتسو منانے کا آیوجن کیا ہے اور سبھی اپنے اپنے ہردے کی شردھانجلی ارپن کر رہے ہیں۔ ہم بھی سب کے ساتھ، سادر شردھانجلی ارپن کرتے ہوئے ایشور سے پرارتھی ہیں کہ ایک بار، پھر ایک بار، اسے اس لوک میں بھیج کر اپنی آتمجا ہندی کو دیکھ لینے کا اوسر دے کہ پچاس ورشوں میں وہ کیسی پھلی پھولی اور راشٹریہ بھاشا کا روپ دھارن کر چکی ہے۔

جنوری 1935ء

سورگیہ سوریہ ناتھ تکرو

گت 31/دسمبر کو 10/بجے دن میں سوریہ ناتھ تکرو کا سورگ واس ہوگیا۔ کسے معلوم تھا کہ ڈبل نمونیا کے پرہار سے وہ دیویہ دیہہ(1) والا پرتبھا شالی یووک کیول پچیس ورشوں کی الپ آیو(۲) میں ہی یوں اکسمات کچل دیا جائے گا۔ ویسے تو دنیا میں نیتیہ ہی جیو جنم لیتے اور لے ہو جاتے ہیں، پر جس کے دوارا بھوشیت میں ہندی کی ادبھت سیوا ہونے کی آشا تھی۔ اس یووک کے ندھن پر بھلا کس ہندی پریمی کو دکھ نہ ہوگا۔ جس نے اسے گھنے لچھے دار بالوں سے یکت شیر کی طرح گردن اٹھائے دہاڑتے ہوئے دیکھا ہو، وہ بھلا جیون بھر اسے کیسے بھول سکتا ہے۔ وہ مستانہ جیوٹ والا یووک جب دروازے پر پہنچ کر دہاڑتا تھا، تب اٹکھیلیاں کرتی ہوئی کلپنائیں ان کے مکھ کی اور کیندرت ہو جاتی تھیں۔ وہ بڑا ہی ہسوڑ یووک تھا۔ جب تک وہ بیٹھتا، سماں بندھا رہتا تھا۔ وہ دل کھول کر نردوند ہو کر وارتالاپ کرتا تھا۔ اس کے ویکتتو میں جادو تھا۔ اسے پڑھنے لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ کوئی بھی اچھی نئی کتاب نکلتی، تو سب سے پہلے خرید کر وہی پڑھتا۔ وہ اچھا لیکھک تھا اور کوئی بھی انگریزی پتروں میں بھی وہ لیکھ لکھا کرتا تھا۔ ایم۔ اے کر کے ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کر چکا تھا۔ ہاسیہ رساتمک لکھنے کی اس کی خاص پرورتی تھی۔ سامائک پرسنگوں پر وہ بڑے اچھے وینگیہ(3) لکھا کرتا تھا، بڑی اچھی چٹکیاں لیا کرتا تھا۔ ادھین کرتے ہوئے، گیان وردھنی باتوں کا سنگرہ کرنے میں اسے بڑی دلچسپی تھی۔ بڑا اچھا سنگرہ اس نے کر رکھا تھا۔ ہم نے جب، ہنس، کا، سودیشانک نکالا تو اس نے سودیش کے سمبندھ، شیرشک والی، سنت، کے نام سے سات پرشٹھوں کی ایسی سامگری دی، جو اُمت سمے تک پریزم کرنے اور اینک گرنتھوں کے ہزاروں پشٹھوں کا ادھین کرنے سے ہی پراپت ہو سکتی ہے۔ بات چیت کرنے میں ہنسی مذاق میں بڑا کشل، بڑا حاضر جواب۔ اس کے سنسرگ سے

1۔ دیویہ دیہہ: دیو قامت

2۔ اَلپ آیو: مختصر عمر

3۔ وینگیہ: طنز

واتاورن مست ہوجاتا تھا۔ ایسے دل کش یووک کے ندھن سے سچ مچ دل کو گہرا دکھ ہوا۔ آنکھیں نم ہوگئیں۔ جیون میں اس کی یاد ہمیشہ تازی بنی رہے گی۔ ایسے سمے اس کے پریوار والوں کے دکھ کا کیسے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایشور انھیں یہ دکھ سہہ لینے کی شکتی دے۔ ہم اس سورگیہ کے پریوار کے نکٹ آتمک سمویدنا پرکٹ کرتے ہیں۔

جنوری 1935ء

سورگیہ مولانا حالی کی شتابدی جینتی

سورگیہ مولانا حالی (خواجہ الطاف حسین) اردو ساہتیہ کے یگ پرورتکوں (1) میں ہیں اور گت سپتاہ ان کے جنم استھان پانی پت میں ان کی جینتی جس سماروہ (2) سے منائی گئی وہ ان کی شان کے سروتھا یوگیہ تھی۔ سبھا پتی کے آشن کو ہزہائی نس نواب صاحب بھوپال نے سوشوبھیت (3) کیا تھا اور بھارت کے پرتیک پرانت سے بھکتوں نے آکر اپنی شردھانجلی ان کی اسمرتی (4) کی بھینٹ کی۔ ان میں نواب بھی تھے۔ رئیس بھی تھے، ساہتیہ کے اُپاسک بھی تھے۔ علی گڑھ اور عثمانیہ وشو ودیالیوں نے بھی اپنے پرتی ندھی (5) بھیجے تھے۔ نظام حیدرآباد کا پرتی ندھی بھی آیا تھا۔ پانی پت میں ایک حالی مسلم ہائی اسکول ہے۔ ایک کنیا پاٹھ شالا کھولنے کا نشچے بھی کیا اور نواب صاحب بھوپال نے بیس ہزار روپے پردان کیے انیہ سجنوں نے بھی دس ہزار چندہ دیا۔

مولانا حالی اردو ساہتیہ میں نو یگ (6) کے پرورتک ہیں اردو شاعری کو النکاروں اور کرتم بھاؤں اور ورہ کے پچڑوں سے مکت کر کے اس میں جاگرتی پیدا کرنے والی بھاونائیں بھریں۔ آپ کا مسدس، اردو ساہتیہ کا سب سے پرسدھ کاویہ گرنتھ ہے، جس میں مولانا حالی نے مسلم راشٹریہ کے اتھان اور پتن کا ورتانت (7) اوج اور پرساد سے بھری ہوئی شیلی میں بیان کیا ہے۔ پہلے آپ غزلیں کہتے تھے پر اسے ویرتھ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ گدھ ساہتیہ میں بھی آپ کا استھان اتنا اونچا ہے۔ آپ نے سرسید احمد کا جیون چرتروں، کی بنیاد ڈالی۔ اردو ساہتیہ میں آلوچنا کے جنم داتا بھی مولانا حالی ہی ہیں۔ آپ کی شیلی گمبھیر، وچار پورن ہوتی ہے اور کٹھن سے کٹھن وشے کی بھی آپ ایسی ویاکھیا کرتے ہیں کہ وہ سگم ہو جاتا ہے ساہتیک نیتک اور دارشنک (8) وشیوں پر آپ نے کتنے ہی نبندھ لکھے، جو اردو ساہتیہ کا گورو بڑھاتے ہیں مولانا

1۔ یگ پرورتک: زمانہ ساز 2۔ سماروہ: تقریب 3۔ سوشوبھیت: آراستہ 4۔ اسمرتی: یاد
5۔ پرتی ندھی: نمائندہ 6۔ نو یگ: زمانۂ جدید 7۔ ورتانت: خودنوشت، سرگزشت 8۔ دارشنک: فلسفی، دانشور

حالی سرسیّد احمد کے گھنشٹھ مِتروں میں تھے اور علی گڑھ یونیورسٹی کی استھاپنا میں ان کا پورن سہیوگ تھا۔ ہم بھی آپ کی اسمرتی میں اپنی شردّھانجلی ارپن کرتے ہیں۔ قوم ایسے ہی کویوں اور وِچارکوں سے بنتی ہے اور ہمیں یہ دیکھ کر گرو ہوتا ہے کہ اردو کے بھکت اپنے مہارتھیوں کا سمّان کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اس سماروہ میں ہندو ساہتیہ کار بھی شریک ہوئے تھے۔ ساہتیہ ایک ایسا چھیتر ہے، جہاں پنتھک بھید بھاؤ کے لیے استھان نہیں۔

نومبر 1935ء

مسٹر کپلنگ کا سور گواس

انگلینڈ کے مشہور ساہتیہ کار روڈیارڈ کپلنگ کا سور گواس ہو گیا۔ آپ کا جنم بھارت میں ہوا تھا۔ آپ کے پتا بمبئی کے آرٹ اسکول میں ادھیا پک تھے۔ روڈیارڈ کپلنگ نے یہیں شکشا پائی۔ یہی انگریزی پتروں میں لکھنا شروع کیا اور کھیاتی پا جانے کے بعد ولایت چلے گئے۔ ان کی بھاشا میں پرواہ (1) تھا۔ وِچاروں میں پروڑھتا (2) تھی۔ اور ان کی سرجن شکتی اپورو (3) تھی۔ ان کی رچناؤں میں 'جنگل بک' کم اور فوجی کہانیاں امر ہیں۔ فوجی جیون کے جتنے یتھارتھ (4) چتر انھوں نے کھینچے، انگریزی میں بہت کم کسی نے کھینچے ہوں گے۔ آپ سامراجیہ واد کے انیہ بھکت تھے اور آپ کے مت میں پچھم انت تک پورو پر بھوتو جمائے رکھنے کے لیے آیا تھا، پر اس مت کو سویکار نہ کرتے ہوئے بھی اس میں کوئی سندیہہ نہیں ہے کہ وہ اونچے درجے کے کلاکار تھے اور آگے چل کر شاید انھیں اپنی غلطی نظر بھی آنے لگی تھی۔

فروری 1936ء

1۔ پرواہ: روانی، فصاحت

2۔ پروڑھتا: اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت

3۔ اَپُورو: جدید

4۔ یتھارتھ چتر: عملی تصویر

سمراٹ جارج پنچم کا سورگا روہن

کسے اس انشٹ (1) کی شنکا تھی کہ سمراٹ جارج پنچم کا اتنے آکسمِک روپ سے سورگواس ہو جائے گا۔ مرتیو تو سنسار کا دُھرو ستیہ ہے جس نے جنم لیا ہے۔ وہ مرے گا ہی، پر سمراٹ کا انت اتنا نِکٹ ہے، اس کی تو کلپنا تک نہ کی جاسکتی تھی۔ ویدھ شاسن میں جو کچھ کرتا ہے۔ منتری منڈل کرتا ہے، پر اگیات (2) روپ سے راجا کا دباؤ پڑنا انیوار یہ ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ دُکھی بھارت پر ان کی وشیش درشٹی رہتی تھی۔ آپ کے لیے آپ کا سامراجیہ کیول ایک مانچتر نہ تھا۔ بلکہ سجیو وستو تھا۔ جس سے آپ بھلی بھانتی پریچت تھے۔ آپ 1904ء میں بھارت آئے اور یہاں سے جا کر آپ نے انگلینڈ میں جو بھاشن دیا تھا اس میں بھارت کے پرتی سہانو بھوتی (3) کی پریرنا کی تھی۔ اسی طرح دلّی دربار کے شبھ اوسر پر بھی آپ نے بھارت کے لیے سانتونا بھرے اُتساہ بڑھانے والے شبد کہے۔ آج آپ کی مرتیو سے بھارت کو اپنے ایک سچے ہتیشی اٹھ جانے کا شاک (4) ہو رہا ہے۔ آپ کا راجیہ کال اپنی سوکیرتی کے لیے بہت دنوں تک یاد رہے گا۔

فروری 1936ء

1۔ آنشٹ:
2۔ اگیات: نامعلوم
3۔ سہانو بھوتی: ہمدردی
4۔ شاک: افسوس

حضرت راشدالخیری کا سورگواس

حضرت راشدالخیری کے سورگواس سے اردو ساہتیہ میں ایسا استھان خالی ہوگیا، جس کی پورتی مشکل سے ہوگی۔ آپ ان لیکھکوں میں تھے، جو سماج میں انیائے نہیں دیکھ سکتے اور ہمیشہ اس کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں۔ آپ نے اپنی ساری پرتبھا (1) مسلم مہیلاؤں کی وکالت کی بھینٹ کر دی۔ آپ کی لیکھنی سے کرونا (2) کی دھارا سی بہتی تھی۔ مہیلا جیون اور ان کے منو بھاؤں کا آپ نے گہرا ادھین کیا تھا اور جب اپنے پاتروں کو کرونا کتھا کہتے تھے، تو اس ویتھا (3) کا چتر سا کھینچ دیتے تھے۔ آپ نے سینکڑوں پستکیں لکھی ہیں اور جو جن پریتا آپ کو پراپت ہوئی، وہ پرلے ہی کسی کو ملی ہوگی۔ آپ کی شیلی سروتھا انوٹھی ہے۔ بہتوں نے اس کی نقل کی ہے پر کوئی سپھل نہ ہوا۔ اس میں آپ کا ویکتِتو (4) آئینے کی طرح جھلکتا ہے دلّی کی پیاری زبان لکھنے والے آپ کے بعد اب اور کوئی نظر نہیں آتا ایشور آپ کو سورگ پردان کرے۔

مارچ 1936ء

1۔ پرَتبھا: صلاحیت

2۔ کرونا: دکھ، درد

3۔ ویتھا: تکلیف

4۔ ویکتِتو: شخصیت

شری متی کملا نہرو کا سورگواس

جس وقت شری کملا نہرو کے سورگواس کی خبر اخباروں میں نکلی، تو ایسا کون آدمی تھا، جو اخبار کو پٹک کر، سر پر ہاتھ رکھ کر کئی منٹ تک مرماہت کی سی دِشا میں کھو نہ گیا ہو۔ یہ کیول راشٹر کی ویر سیویکا کی مرتیو نہ تھی، اپنی ہی بہن یا ماتا کی مرتیو تھی۔ اس سوکشم میں دیہہ میں کتنی سادھنا شکتی تھی جس نے کبھی تیاگ کو تیاگ اور خطرے کو خطرہ نہ سمجھا اور کٹھن سے کٹھن یاتنائیں (1) ہنس کر جھیلی۔ یہ آپ کے اس پریم کی وِبھوتی تھی۔ جس نے سارے دیش کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ تیاگ اور ساہس پریم ہی کے بھِنّ روپ تو ہیں جس میں پریم قابل نہیں وہ راشٹر پر اپنے کو ہوم کیسے کر سکتا ہے۔ جس وقت آپ یہاں سے یوروپ گئیں تو ہمیں آشا تھی آپ وہاں سے سوستھیہ ہو کر لوٹیں گی۔ آپ کی حالت کچھ کچھ سنبھلنے کی خبریں بھی آئی تھیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو جی جب بے ڈن وائلر سے لندن آئے، تو ہم نے سمجھا، اب کوئی خطرہ نہیں رہا، مگر ہماری آشائیں جھوٹی نکلیں اور آپ راشٹر کے سامنے ویر ناری کا امر آدرش رکھ کر پرستھان کر گئیں۔ ہمیں پنڈت جواہر لال سے اس ماتم میں دلی ہمدردی ہے، جن کا تپسوی، کٹھور کرتویہ کا ابھیست (3) جیون بھی اس سونے پن کو شاید ہی مٹا سکے۔

اپریل 1936ء

1۔ یاتنائیں: سزائیں

2۔ امر آدرش: لافانی نمونہ، نقوش

3۔ اَبھیست: مصروف

شری میتھلی شرن سورن جینتی

شری میتھلی شرن جی نے ہندی ساہتیہ کی جوسیوا کی ہے اتنی شاید کسی ویکتی نے نہیں کی۔ ہندی کے نوین پدھیہ(1)۔ساہتیہ میں سے ان کی وبھوتیوں (2) کونکال ڈالیئے تو وہ کیول پھٹ کرکویتاؤں کا سنگرہ ماتر رہ جاتا ہے۔مہاکاویوں کا اُدی سے ہی ساہتیہ میں سراوچ استھان رہا ہے۔سنسار ساہتیہ میں آج بھی جن گرنتھوں کا سب سے زیادہ آدر ہے وہ مہا کاویہ ہی ہے اور گپت جی نے ایک دو نہیں ،قریب۔قریب ایک درجن مہا کاویوں کی رچنا کرڈالی ہے۔کسی بھی ساہتیہ میں یہ گورَو دو ہی چار کوی سمراٹوں کو ملا ہوگا۔ آپ کی رچناؤں کا روپ تو پُرانے آدرشوں کے انوکول (3) ہی ہے۔مگر ان میں نئے یگ کا اسپندن(4) ہے اور جاگرتی ہے آپ کے رچے ہوئے چرتر آدرش ہوتے ہوئے بھی مانو ہے تلسی داس کے چرتروں کی بھانتی دیوتا یا واکشش نہیں ۔رسوں کو ویکت کرنے میں اوران کے پرواہ میں پاٹھک کو بہا لے جانے میں گپت جی کو کمال ہے۔آپ اس سمے پچاسویں سال میں ہیں۔آگامی شراون شکلا یا نے 21 جولائی 1936 کو آپ پچاس پورے کرکے اکیانویں ورش میں پدارپن کریں گے۔شری بال کرشن جی شرما،نویں، نے ناگپور کے کوی۔سمیلن میں اپنا سدارتی بھاشن دیتے ہوئے یہ پرستاؤ کیا تھا کہ ہندی ساہتیہ پریمیوں کو اس دن گپت جی کی سورن جینتی کا اتسو منانا چاہیئے کہ ہم اس پرستاؤ کا ہردے سے سمرتھن(5) کرتے ہیں۔آپ نے اتسومنانے کے دوروپ بتائے ہیں۔ایک تو یہ کہ اس تتھی کو ہندی کے پرکھ ساہتیہ سیوی گپت جی کے نواس استھان چرگاؤں میں جمع ہوکر انھیں بدھائی دیں۔دوسرا یہ کہ سبھی بڑے بڑے شہروں میں سبھائیں کی جائیں اور گپت جی کی ساہتیہ سیواؤں کی چرچا ہو اوران کے دیرگھ جیون کی کامنا کی جائے ایک تیسرا پرستاؤ شری یت رام چندر جی ٹنڈن،سمپادک،ہندوستانی،الہ آباد کا ہے

1۔نوین پدھیہ:جدید نظم،جدید شاعری 2۔وِبھوتی:صلاحیت

3:انوکول:موافق 4۔اسپندن:لرزہ،لرزش 5۔سمرتھن:حمایت

کہ اس جینتی کے اتسو میں گپت جی کی سمپورن رچناؤں کا ایک اسٹینڈرڈ ایڈیشن نکالا جائے مگر ابھی تو گپت جی پچاسویں سال میں ہی ہیں۔ ابھی انھیں کم سے کم ستر تک جینا ہے، یعنی ساہتیک جیون جینا ہے۔ اس لیے یہ ایڈیشن تو پھر بھی ادھورا ہی رہے گا۔ ہاں نوین جی کے دونوں پرستاؤ ویوہارک ہیں اور اوسر کے انوکول ہیں، مگر ہم اتنا نویدن کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ساہتیہ سیوی چرگاؤں نہ پہنچ کر کیول پتر دوارا بدھائی بھینٹ کر دیں، تو اُسے بھی وہی یش ملے، جو وہاں اپستھت ہونے والوں کو ملے گا۔

جون 1936ء

ڈاکٹر ایم اے انصاری کا سورگواس

ڈاکٹر انصاری کے سورگ واس سے راشٹر کو جو چھتی پہنچی ہے، اس کی پورتی مشکل ہے۔ آپ کا جیون تیاگ اور ادمیہ اُتساہ (1) کا آدوش تھا۔ ہتاش (2) ہونا آپ نے کبھی جانا ہی نہیں۔ آپ جتنے یوگیہ جنرل تھے۔ اتنے ہی یوگیہ سینک بھی تھے۔ قومی کام کے سامنے آپ نے نہ دھن کی پرواہ کی نہ سواستھیہ کی۔ ادھر آپ کا سواستھیہ کچھ دنوں سے خراب ہو رہا تھا، مگر وہ آشنکا تو ہو ہی نہیں سکتی کہ آپ کا انت اتنا نکٹ ہے۔ شوک!

جون 1936ء

1۔ اُدمیہ اُتساہ: انسانی اُمنگ

2۔ ہتاش: پست ہمت، مایوس، مغموم

نیائے کا پرشن

جوری ٹرایل

خون یا فوجداری کے مقدموں میں جوری کی پنچ کی صلاح لینا، ایک پراچین پرتھا (1) ہے، پر آج کل بھارت کی عدالتوں میں اس پرتھا کو جو روپ دیا گیا ہے، وہ بھارت کے لیے نیا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہاں کے نیایالیوں میں جوری کا اتنا آدر نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کئی ایسی اسویدھائیں ہیں جس سے پرتی دن ناگرک اس پد پر نمنترت (2) کیے جانے سے بہانے بازی کر کے کام نہیں کرنا چاہتے۔ جوری کو جتنا بھتا ملتا ہے، وہ اس کی ہانی کو دیکھتے ہوئے اتنا کم ہوتا کہ ادھیکانش لوگ جوری میں بلائے جانے کے نام سے ہی کانپ اُٹھتے ہیں۔ یہی کارن ہے کہ بھارت میں جوری پرتھا وشیش سپھل نہیں ہو رہی ہے۔

پھر بھی یہ کہنا کہ یہاں کے جوری نش پکش نہیں ہوتے ان کی نیت خراب ہوتی ہے ان پر وشواش نہیں کیا جا سکتا اتیادی، یہاں کے دیش واسیوں کے چرتر پر ہی دوش لگانا ہے اور ہمیں دُکھ ہے کہ پٹنہ ہائی کورٹ کے سمّانت (3) ججوں نے کیول ایک مقدمے کی گتی دیکھ کر اتنی کڑی تتھا ذمہ داری بات کہہ ڈالی۔ یہاں کے ایک گاؤں میں ایک گوالہ عام راستے سے اپنا بیل لیے جا رہا تھا۔ گاؤں کے کچھ زمیندار یا دھنی کاشت کاروں نے اُسے کھلا بیل لے جانے سے منع کیا۔ کیوں کہ اس میں فصل چر لیے جانے کا بھے تھا گوالے نے اپنے ادھیکار کو چھوڑ کر اُسو یکار کیا۔ بات بڑھ گئی۔ معاملہ دورہ جج کے اجلاس پر آیا۔ نو سے سات جوریوں نے بھی یکتوں کو نرپرادھ پایا۔ دورہ جج نے معاملہ پٹنہ ہائی کورٹ میں بھیج دیا۔ وہاں کئی کو پھانسی لگی یا کالے پانی کی سزا ملی۔

1۔ پرتھا: رسم　　　　2۔ نمنترت: مدعو

3۔ سمّانت: عزت یافتہ، لائق احترام

مقدمہ بہار کا ہے، اتہ پوری رپورٹ ہمارے پاس نہیں ہے۔ پر عدالتی باریکیوں پر کچھ لکھنا ہی ویرتھ (1) ہے ابھی حال میں الہ آباد ہائی کورٹ نے مرزاپور کے دنگے کے وشے میں جو فیصلہ سنایا ہے اس سے یہ اسپشٹ ہوجاتا ہے کہ ذراسی بھول سے قانون بڑی ہانی کرسکتا ہے۔ ات ایودورہ جج کی ہی رائے ٹھیک ہے، یا پٹنہ ہائی کورٹ کا نرنے ٹھیک ہے۔ یہ قانون داں جانیں، ہمارے ہردے میں دونوں کے لیے سمان آدر ہے۔ پر اس وشے میں جوری کی رائے کو ''پکش پات پورن'' مان لینا، انھیں بے ایمان سا سمجھ لینا تھا اس اداہرن سے یہ صلاح دے بیٹھنا کہ بھارت میں جوری پر تھا غلط ثابت ہو رہی ہے، بڑی کڑوی بات ہے۔ شاید ضرورت سے زیادہ ہے اور ہماری سمیتی میں ہائی کورٹ کے آدرنیہ ججوں نے سموچے بھارت کے لیے ایک بھیشن لانچھن لگایا ہے۔

بھارتیوں کی آیوگیتا (2) پرمانت کرتے رہنا ہر طرح سے اس کی غلط راستے پر چلنے والا، نیتک درشٹی سے بھرشٹ سدھ کرنا یہ ''اسٹیٹس مین'' ایسے پتروں کے لیے بڑا ہی روچی کر کاریہ ہے اور ہمیں یہ دیکھ کر آشچریہ نہیں ہوا کہ اپنے چھ فروری کے انک میں ''اسٹیٹس مین'' نے اسی پر ایک اگر لیکھ تک لکھا ہے اور لکھنے کے جوش میں ہائی کورٹ دوارا سدھ اپرادھیوں کو ''لچا'' لکھا ہے ''لچا'' (رفینس) کا پریوگ شاید ہائی کورٹ کے نرنے کی مہتہ دکھلانے اور جوریوں کے چرتر بل کی ہینتا دکھلانے کے لیے کیا گیا ہے۔ انگلینڈ ایسے آدرش دیشوں میں بھی جوری دوارا مقدمے کرانے کے وشے میں وِواد (3) اٹھ چکا ہے۔ ہمیں یہ بھی گیات (4) ہے کہ وہاں ابھی تک بھارت ایسی گھٹنائیں ہوتی ہیں۔ کیا ''اسٹیٹس مین'' وہی باتیں انگلینڈ کے لیے بھی لکھنے کو تیار ہے۔ بھارت تو پتت، مورکھ، چرترہین (5) ہے ہی پریدی اس سے کہیں بھیشن آروپ ہم اپنے شاسکوں کی جاتی پر کرتے، تو یہ ہماری نیچتا یا قانون کے لحاظ کے پاس سمجھا جاتا۔ پر ہمیں معلوم ہے کہ یدی برٹش چرتر کے دوشن ہیں تو بھوشن بھی۔ اسی طرح بھارتیہ چرتر کے بھی اور دوشن کی اپیکشا بھوشن ادھک ہیں۔

13رفروری 1933ء

1۔ ویرتھ: بیکار، رائگاں　　2۔ ایوگیتا: نااہلیت　　3۔ وِواد: اختلاف

4۔ گیات: علم　　5۔ چرترہین: بدچلن، غیر مہذب

بنارس کی اندھیری کچہریاں

اور جگہوں کا تو ہمیں انو بھو نہیں۔ پر بنارس کے آن ریری مُنصفوں کے اجلاس میں جو مقدمہ ایک بار گیا، بس سمجھ لیجیے کہ چار چھ مہینے کے لیے چھٹی ہوگئی۔ روز دونوں فریق والے اجلاس کے دوار پر جوتیاں چٹکاتے ہیں۔ مقدمہ پیش ہوتا ہے اور مشکل سے آدھ گھنٹے کی کاریہ وائی کے بعد دوسرے دن کے لیے ملتوی کر دیا جاتا ہے۔ دس دس پانچ پانچ روپے کے معاملوں کی پیروی میں سیکڑوں کا وارا نیارا ہو جاتا ہے۔ روز گواہوں کی سواری اور جل پان کا خرچ اور وکیل کا محنتانہ چاہیے۔ شاید سرکار نے ان آن ریری مُنصفوں کو اسی لیے بنایا ہے کہ ان کے اجلاس میں جو ایک بار پھنس جائے وہ پھر زندگی بھر کے لیے کان پکڑ لے اور بھول کر بھی کچہری کے احاطے میں نہ جائے۔ ان بھلے آدمیوں کو نہ جانے اتنی موٹی سی بات کیوں نہیں سوجھتی کہ ان کی اس ڈھیل سے مقدمے والوں کو کتنی تکلیف، کتنی پریشانی ہوتی ہے۔ اپنا سارا کاروبار چھوڑ کر کچہری میں پڑے رہنا اور ایک دو دن نہیں، مہینوں، اس طرح تو شیطان بھی نہیں گھلاتا۔ ہمیں یاد ہے خفیفا میں ایسے معاملے دس دس منٹ میں طے ہو جایا کرتے تھے۔ ان اندھیری اجلاسوں میں وکیلوں کی تو چاندی ہے۔ یہاں دن بھر ٹکے سے بھینٹ نہ ہوتی تھی۔ وہاں اگر کوئی مقدمہ مہینہ بھر بھی چلا تو اچھی خاصی رقم ہاتھ آ گئی یہ آن ریری منصف اپنی اَیوگیتا کے کارن خود تو سوچ سمجھ سکتے نہیں، سوارتھی (1) وکیلوں کی من مانی کرتے ہیں۔ پہلے تو آن ریری مجسٹریٹوں کا ہی رونا تھا اب ان کے بڑے بھائی آن ریری منصف بھی پیدا ہوئے۔ جو بہت سی باتوں میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ ایک معمولی مار پیٹ کا مقدمہ یہیں کی اندھیری اجلاس میں نو مہینے چلا۔ اور دونوں فریقوں کے ایک ایک ہزار بگڑ گئے، تب صلح ہوئی اسی طرح کے اور بھی بہت سے معاملے سُننے میں آئے ہیں ایک صاحب تو چار بجے تک تاش کھیلتے ہیں۔ ادھر نیم کے پیڑ کے نیچے مقدمے والے اور ان کے وکیل پڑے اونگھا کرتے ہیں۔

1۔ سوارتھی

کہیں چار بجے منصف صاحب آہستہ سے اجلاس پر جاتے ہیں اور آدھ گھنٹہ بیٹھ کر پھر اندر داخل ہو جاتے ہیں ۔فریقین تباہ ہوں، ان کی بلا سے اور ہے بھی ٹھیک ۔انھیں جب وِتن نہیں ملتا، تو کیوں تن دہی سے کام کریں۔سرکار نے انھیں بے کار بھرنے کے لیے نام زد کر دیا ہے بے کار بھرتے ہیں ۔دھلوے میں کبھی کبھی افسروں سے ہاتھ ملانے کا سواو سر مل جاتا ہے۔کیا ہم آشا کریں کہ کاشی کے نیائے وبھاگ کے ادھیکاری اس اندھیر کی اور دھیان دیں گے؟ آن ریری مُنصِف بنانا ہی ہے، تو ایسوں کو بنایے جو کچھ دماغ رکھتے ہوں۔ نکمے مُنصِف بنا کر جنتا کا گلا کیوں پھندے میں ڈالتے ہیں ۔

5/جون 1933ء

نیائے میں وِلمب انیائے ہے

جسٹس ینگ کے لاہور ہائی کورٹ میں چیف جج کا چارج لیتے ہوئے کہا کہ انگریزی کے میگنا کارٹا کی ایک شرط یہ تھی کہ ہم نیائے میں ولمب (1) نہ کریں گے، جو انیائے کے تلیہ (2) ہے۔ آپ نے کہا کہ انگلینڈ میں تو ابھی تک اس شرط کی پابندی ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن بھارت میں اُسے عدالتیں بھول گئی ہیں اور آج ایک طرح سے عدالتوں میں انیائے ہی ہوتا ہے کیوں کہ نیائے اتنی دیر میں ہوتا ہے کہ وہ انیائے کے سمان ہو جاتا ہے۔ اکثر آٹھ آٹھ سال میں اپیلوں کا نمبر آتا ہے۔ ججوں کی سنکھیا تو بڑھائی نہیں جاسکتی۔ اس لیے مسٹر ینگ کی رائے ہے کہ عدالتوں کی چھٹیاں گھٹا دینی چاہیے، تاکہ کام بقایہ نہ رہے۔ آپ کے خیال میں ہولی میں، دسہرہ، بڑا دن، ایسٹر، عید اور محرّم یہی چھٹیاں کافی ہیں۔ آپ نے بہت ہی ٹھیک کہا کہ جب دھارمک ویاپاری سال میں اس کی آدھی چھٹیاں بھی نہیں مناتے تو کیا وکیل اور جج ان سے زیادہ دھارمک ہیں جو سال میں چھ مہینے دھرموتسو (3) ہی منایا کریں۔ جسٹس ینگ نے ایک بڑے ہی مہتو کا پرشن اُٹھایا ہے اور یدی اُن کے ادھوگ سے عدالتوں کی تعطیلیں کم ہوں گی اور نیائے کی گتی (4) تیز ہوگی، تو ان کا نام امر ہو جائے گا کیوں کہ اب تک یہاں شکشا اور عدالت یہ دونوں وبھاگ کیول چین کی بنسی بجانے کے لیے ہیں۔ لمبی لمبی تعطیلوں میں آنریبل جج صاحبان یوروپ کی سیر کو نکلتے ہیں۔ مفت میں ویتن ملے تو کام کیوں کیا جائے؟

14 مئی 1934ء

1۔ وِلمب: تاخیر، دیر
2۔ تُلیہ: ہم پلّہ، برابر
3۔ دھرموتسو: مذہبی تیوہار، جشن
4۔ گتی: رفتار، چال
5۔ ویتن: تنخواہ

انگریزی نیائے پرمپرا

سر شادی لال نے لاہور کی چیف جج کا پد تیاگ کرتے سمے انگریزی نیائے پرمپرا (1) پر بڑا روچک بھاشن دیا اور انگریزی عدالتوں کی مثالیں پیش کیں۔ وہاں نیائے وبھاگ گورنمنٹ سے بالکل الگ ہے۔ بھارت میں بھی اسی آدرش پر عدالتوں کی استھاپنا ہوئی ہے لیکن یہاں وہ آزادی کہاں؟ اگر عدالت نے گورنمنٹ کی نیتی کے وِرودّھ (2) کوئی فیصلہ کیا، تو اس کا پھل اسے جلد ہی ملے گا۔ سر شادی لال نے ججوں کے لیے یہی سب سے شریشٹھ مارگ بتلایا کہ وے بھی ہانی لابھ کا وِچار نہ کر کے سدیو نیائے کی رکشا کریں اور گورنمنٹ اس کا جو دنڈ یا پُرسکار دے اُسے چپ چاپ سویکار کر لیں۔

لیکن ججوں کے دل میں یہ بات سمائے گی اس میں سندیہہ (3) ہے۔

14 مئی 1934ء

1۔ پرمپرا: رسم ورواج

2۔ وِرُودّھ: برخلاف

3 سندیہہ: شبہ

عدالتوں میں دھوتی

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ عدالتوں میں دھوتی کا کیوں بہشکار (1) کیا جاتا ہے؟ گاندھی ٹوپی تو خیر راشٹریتہ کا چنھ ہے، لیکن دھوتی تو سبھی پہنتے ہیں، یہاں تک کہ مسلمان بھی گھر پر اکثر تہہ بند ہی باندھتے ہیں لیکن پھر بھی عدالتوں میں دھوتی پہننا عدالتوں کا اپمان (2) کرنا ہے۔ کیا دھوتی سے دیہہ نیچے کا بھاگ نگن رہتا ہے؟ دھوتی تو اکثر ایڑی تک لٹکتی ہے۔ اور اگر اونچی بھی رہے تو کیا وہ اس جانگھیے سے بھی اونچی ہوتی ہے جو لڑائی کے بعد سے اتنا پرچلت (3) ہو گیا ہے کہ حکام اجلاس پر بھی اُسے پہنتے ہیں۔ اس جانگھیے سے تو آدھی جانگھ تک کھلی رہتی ہے، دھوتی کو تو اگر کفنی کے روپ میں بھی پہنا جائے تو وہ گھٹنے سے تھوڑی ہی اوپر رہتی ہے پھر دھوتی پہننا کیوں جرم سمجھا جاتا ہے؟ کوئی کوئی صاحب بہادر تو دھوتی دیکھتے ہی جامے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ وکیل یا ڈاکٹر یا ویاپاری انگریزوں کو تو دھوتیوں سے چڑھ نہیں ہے، وہاں لوگ بے دھڑک دھوتی پہنے جاتے ہیں۔ دھوتی کی ممانعت کیول عدالتوں کے لیے ہے۔ بمبئی اور مدراس میں تو اکثر ہندو جج بھی دھوتی ہی پہنتے ہیں۔ پھر کیا دھوتی اسی پرانت میں آ کر اپمان کی وستو ہو جاتی ہے؟ کیا اس سے بھی یہاں سوادھینتا (4) کی گندھ آتی ہے۔

31 اکتوبر 1932ء

1۔ بہشکار: مخالف
2۔ اَپمان: بے عزت
2۔ پرَ چلت: رائج
4۔ سوادھینتا: آزادی

سن یکت پرانت میں پھلوں کی کاشت

بیس پچیس سال پہلے پھل کیول منھ کا ذائقہ بدلنے کے لیے کھائے جاتے تھے۔ ان کے پوشٹک گنوں سے جنتا میں بڑی انبھگتا (1) تھی۔ ورت میں بھی ان کا ویوہار دودھ کھوئے کی چیزوں کے بعد کیول من بہلاؤ کے لیے کرلیا جاتا تھا۔ رئیس لوگ اپنے باغیچوں میں پھل پیدا کرتے تھے پر کیول شوق کے لیے پھلوں کا کوئی ویوسائک مہتو نہ تھا اس لیے کہ جنتا میں ان کی مانگ نہ تھی۔ لکھنو کے خربوزے اور آم پریاگ کے امرود، کاشی کے لنگڑے ضرور مشہور تھے۔ پر ان سواد ہئیس لوگ ہی اٹھاتے تھے۔ گاؤں میں ہر کسان کے پاس دس پانچ پیڑ آم، مہوا کٹہل آدی ہوتے تھے اور وہ ہر سال میں دو چار دن ان چیزوں کا سواد لے لیا کرتا تھا۔ ان سے اس کے جیون کی کوئی آوشیکتا نہ پوری ہوتی تھی۔ ایسا برلا ہی کوئی پھل ہے، جس میں اوگن نہ بتائے جاتے ہوں۔ امرود اور بیر سے کھانسی آتی تھی آم گرمی کرتا تھا۔ کیلے بخار پیدا کرتے تھے، شریفہ بلغم لاتے تھے۔ پر اس طرف پھلوں کا بھوجن مولیہ بہت بڑھ گیا ہے۔ اس پرانت میں نانگ پور سے لاکھوں روپیہ کے سنترے، بہار کے آم، بمبئی اور کولکتہ کے کیلے، پشاور کے انار، کشمیر کے سیب آکر کھپ جاتے ہیں۔ پھر بھی ابھی تک پھلوں کی کاشت کی اور نہ شکشت جنتا کا دھیان ہے، نہ زمینداروں کا۔ اس ویوسائے کے لیے بہت بڑی پونجی کی ضرورت نہیں۔ جس کے پاس دو چار ایکڑ زمین تھوڑا سا سمے اور دو چار سو روپیہ ہیں وہ اسے مزے سے کرسکتا ہے۔ ان چیزوں کے لیے بازار کھوجنے کہیں جانا نہیں ہے بازار بنا بنایا ہے۔ مال کے آنے کی دیر ہے۔ منڈی تیزی کا اثر بھی اس پر بہت کم پڑتا ہے۔ اس وشے کا ساہتیہ بھی کرشی وبھاگ (2) سے آسانی سے مل سکتا ہے۔ یدی کوئی سجن اس وشے پر کچھ لکھنا چاہے تو ہم دھنیواد کے ساتھ اُسے پرکاشت کریں گے۔

1۔ انبھگتا: ناواقفیت   2۔ کرشی وبھاگ: محکمۂ کاشت کاری

ہم پریتن (1) کرر ہے ہیں کہ اس وشے پر جاگرن، میں ایک لیکھ مالا کرم سے پرکاشت کریں۔ جو مہانو بھاؤ ہمیں اس وشے کی اپیوگی پستکوں کا نام بتا کر یا کچھ لکھ کر سہایتا دیں گے ہم ان کے انو گرہت ہوں گے۔

7نومبر 1932ء

1۔ پریتن: کوشش

کارنولوں میں جوا

کارنولوں کا مکھیہ ادیشیہ جنتا کے لیے سوستھ منو ونود(1) کی سامگری پہچانا ہے۔لیکن ہمیں دُکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ کاشی میں آج کا جو کارنول آئے ہوئے ہیں، وہاں جوے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ دو چار اینگلو انڈیا یا عیسائی یووتیوں یووکوں کو آکرشت(2) کرنے کے لیے بیٹھا دی جاتی ہیں اور طرح طرح کے جوے کھلائے جاتے ہیں۔کہیں چوڑی ہے کہیں تیر کا نشانہ ہے کہیں کچھ اس سے کتنی کرو چی پھیلتی ہے اور کو پرورتیوں(3) کو کتنی اتیجنا ملتی ہے۔اس کا انومان کرنا کٹھن ہے۔معمولی جوا کھیلنے والوں پر پولس کے دھاوے ہوا کرتے ہیں۔ حالاں کہ وے گپت استھان میں گپت روپ سے کھیلتے ہیں لیکن یہاں دن دہاڑے جوا ہوتا ہے، پر کوئی نہیں بولتا۔اس میں کیا رہسیہ ہے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کیا ادھیکاریوں کو اس جوے کی خبر نہیں ہوتی؟ ہم نے تو کئی بار پولس کے کرمچاریوں کو جوا کھیلتے دیکھا ہے اُچ پدا دھیکاری بھی اکثر کارنولوں کی سیر کرنے جاتے ہیں پر کسی نے کچھ آپتی(4) کی ہوا ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا۔ ہمارا ادھیکاریوں سے انورودھ ہے کہ وہ کارنولوں پر کڑی نگاہ رکھیں جس سے انھیں زہر پھیلانے کا اوسر نہ ملے۔

7نومبر 1932ء

1۔منوونود: دلی تفریح

2۔آکرشت: متوجہ

3۔کوپرورتی: بری رسم

4۔آپتی: اعتراض

جوے کا یگ: 1

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ پُرانے زمانے میں جوے کا رواج نہ تھا کیوں کہ پانڈووں نے کوروں کے ساتھ جوا کھیلا تھا نل بھی پکّے جواری تھے اور پُرانے ناٹکوں میں بھی جوے کا ذکر آیا ہے پر یہاں جوا کھیلنا بُرا ضرور سمجھا جاتا تھا۔ دیوالی کے ایک دن آگے اور پیچھے لوگوں پر جوے کا بھوت سوار ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن ورتمان یگ میں تو جوا جیون کے ہر پہلو میں اس طرح گھس گیا ہے کہ اسے جوے کا یگ کہے تو انوچت نہ ہوگا۔ بازار میں صابن، تیل، سگریٹ، دنت منجن کچھ خریدنے جایئے، آپ کو دام کے بدلے میں کیول سودا ہی نہ ملے گا، انعام کا پرلوبھن بھی ملے گا۔ اس لیے آپ ضرورت نہ رہنے پر بھی اس جوے میں اپنی تقدیر آزمانے کے لیے یہ چیز خرید لیتے ہیں۔ لاٹری اور گھڑ دوڑ کو چھوڑیے وہ تو پرانی چیز ہوگئی اب تو ساہتیہ میں بھی جوے کا دور ہے آپ پستکیں خریدیے۔ پُستک کے اتی رکت آپ کو انعام بھی ملے گا۔ کارنیول والے اس طرح کا پرلوبھن (1) دیتے ہی تھے، اب سودیشی پردرشنیوں (2 میں بھی لکی ٹکٹ رکھے جاتے ہیں اور جن کے نام وے ٹکٹ پڑ جاتے ہیں، انھیں انعام ملتا ہے ساچار والے کیوں چوکنے لگے، انھوں نے پرتی یوگتا پُرسکار نکال لیا اور سنا ہے۔ انگلینڈ کے بعض اخبار ایک یا دو لاکھ پونڈ ہفتے وار انعام دے رہے ہیں۔ غلام ہندوستان کے لیے تو کوئی چیز یوروپ سے آجانی چاہیے وہ آنکھیں موند کر اس کا سواگت (3) کرنے کو تیار ہے۔ آج ایک انگریزی پتر میں بھاگیہ شالی ویکتیوں کے نام چھپے ہیں۔ جنھوں نے کوپرن دنت منجن خریدا تھا۔ اس لیے جنھیں بے کاری ستا رہی ہے وے لپک کر کوپرن ٹوتھ پیسٹ خرید کر اپنے بھاگیہ کی پریکشا کریں۔ واہ رے پچھّم کی سبھیتا تو نے مانوتا کے لیے تو کہیں جگہ ہی نہیں رکھی۔ چاروں طرف (4) نکرشٹ ویوسایکتا کا راج ہے۔ سنتے ہیں ہمارے بڑے بڑے مارواڑی سجن جو آج بھارت کے نیتا

1۔ پرلوبھن: لالچ
2۔ پردرشنی: نمائش، میلہ
3۔ سُواگت: استقبال
4۔ نکرشٹ

کھلا رہے ہیں، سٹے بازی کی بدولت کروڑپتی بن گئے۔ آج کل تو دھن پجتا ہے۔ آپ کسی طرح دھن کے پربھو بن جائیے۔ دِوالا نکال کر، جعلی نوٹ چلا کر یا نقلی دستاویز بنا کر اس سے مطلب نہیں۔ آپ کے پاس دھن ہونا چاہیے۔ آپ کا چاروں طرف آدر ہوگا، سب آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے۔ جو سماج سدھار کے دیوانے ہیں وے بھی آپ کے دوار پر حاضری دیں گے۔ کیوں کہ آپ کے پاس دھن ہے آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ خوب جوا کھیلیے، خوب شراب پیجیے، خوب دوسری عورتوں کو گھوریے اور اپنی شادی نہ کیجیے اور دن میں دو چار درجن ڈبے سگریٹ کے پھونک ڈالیے۔ بس آپ اوّل درجے کے جینٹل مین ہیں، اس میں جو شک کرے وہ کافر۔

25 دسمبر 1933ء

جوے کا یگ: 2

لوبھ (1) کو جب پر لگ جاتے ہیں، تب وہ جوا ہو جاتا ہے۔ یوں کبھی بھی اس کا زور کم نہیں رہا۔ دھرم نے اپنی ساری دَیوک (2) اور آدھیا تمک (3) شکتی لگا کر بھی اس کا زور نہیں گھٹا پایا۔ نیتی کے وچارکوں نے سدیو اس کے وِرودّھ (4) جہاد کیا۔ لیکن اس کا زور سمے کے ساتھ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اب تو وہ ہوائی جہاز پر اڑ رہا ہے۔ جدھر دیکھیے ادھر اسی کا دور دورہ ہے۔ ویاپار میں جوا ویوہار میں جوا، رتوؤں میں جوا، منورنجن میں جوا، غرض آج کا سنسار جوامے ہوگیا۔ دھرم میں اس کا پرویش بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اب ساہتیہ پر بھی اس نے قدم بڑھایا ہے۔ پہیلیوں اور شبد جالوں کی دھوم ہے۔ پتروں اور پستکوں پر نمبر ڈالے جاتے ہیں اور دو چار چنے ہوئے نمبروں پر انعام رکھ دیا جاتا ہے جس کے پاس اس نمبر کا پتر پہنچ جائے، وہ ایک نشچت رقم پا جاتا ہے۔ اس بے کاری اور سرد بازاری کے زمانے میں بس یہی روزگار دھڑلے سے چل رہا ہے۔ دردرتا (5) کے ہاتھوں میں ستائے ہوئے لاکھوں آدمی اس تنکے کے سہارے کی آشا میں اپنے اشرفیوں کے سمان پیسوں کا خون کرتے ہیں اور اپنی قسمت ٹھوک کر رہ جاتے ہیں۔ ان پتروں اور پستکوں کے پرکاشکوں کو اپنی بکری کے لیے ایسا پرلوبھن دیتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ کیوں کہ ویاپار، ویاپار ہے اور اس کا کام ہے جیسے بھی ہو جنتا کی جیب سے روپے نکال لینا۔ ان پرکاشکوں کو معلوم ہے کہ وے جو چیزیں جنتا کو دے رہے ہیں وے لچر ہیں۔ اور ان کا ساہتیک مہتو کچھ نہیں ہے۔ اس لیے وہ جنتا کی لوبھ بھاؤنا کو اُتیجت (6) کر کے اپنا مطلب گانٹھتے ہیں۔ واہ رے یوروپ تیری غلامی ہمیں نہ جانے پتن کی کس گہرائی تک لے جائے گی۔ اور مزہ یہ ہے کہ یہ سجن اپنے ہتھکنڈوں کی صفائی بھی دیتے ہیں اور بڑے زوروں کے ساتھ۔

مارچ 1935ء

1۔ لوبھ: لالچ　　2۔ دَیوک: دیو سے متعلق　　3۔ آدھیا تمک شکتی: غیبی طاقت

4۔ وِرُدّھ: خلاف　　5۔ دَردرتا: حیوانیت　　6۔ اُتیجت: جذباتی، برانگیختہ

نگروں میں دُرگھٹنائیں

یوں تو جہاں آمد و رفت بہت ہوتی ہے، وہاں ہمیشہ ہی درگھٹنائیں ہوتی ہیں۔ لیکن جب سے بڑے بڑے نگروں میں ٹرام اور ٹیکسیوں کی ورِدّھی ہوئی ہے، ایسی درگھٹنائیں دن دن بڑھتی جاتی ہیں۔ کہیں ایکّے تانگے موٹروں سے ٹکرا جاتے ہیں، کہیں کوئی ٹرام گاڑیوں کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ یہ بھی نئی سبھیتہ کے ہزاروں پرسادوں میں سے ایک ہے۔ لندن نیو یارک آدِی مہان نگروں کا تو کہنا ہی کیا دلّی جیسے نگر میں جس کی آبادی تیس لاکھ سے ادھک نہیں پڑتی سپتاہ سات آدمی کے حساب سے ان طوفانی سواریوں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ پیدل چلنے والوں کے لیے وہاں سڑک کے دونوں اور پٹری بنی ہوئی ہے اور اگر لوگ ان پٹریوں ہی پر چلیں تو ایسی درگھٹناؤں کی سمبھاؤنا کم ہو جائے۔ دلّی کے پولس ادھیکاری نے دلّی میونسپلٹی سے اس وشے میں لکھا پڑھی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پٹریوں پر جو خوانچے والے اور دوکانداروں نے قبضہ کرلیا ہے اس سے پتھکوں کے لیے اس کے سوا کوئی اپائے ہی نہیں رہ جاتا کہ وے سڑکوں پر نہ چلے ات ایو میونسپلٹی کو چاہیے کہ وہ پٹریوں پر سے دوکان اٹھوالیں، اتھوا پولس کانسٹیبل کا مارگ میں کھڑا ہونا بے کار ہو جاتا ہے۔ ہماری سمجھ میں پولس ادھیکاری کا آدیش، سروتھا نیائے سنگت تھا اور جنتا کی پران رکشا میں نگر کے پتاؤں کو پولس سے سہیوگ کرنا چاہیے تھا، لیکن میونسپلٹی نے اس آدیش کو شاید پولس کی مداخلت بے جا سمجھا اور اُسے وِواد (1) کا وشے بنالیا۔ نہ سندیہہ (2) پٹریوں پر سے دوکانیں اٹھا دینے میں میونسپلٹی کی آمدنی میں کچھ کمی ہوگی اور دوکان دار بھی اسے شاید نہ پسند کریں گے۔ اور اس لیے ان ممبروں کو دوبارہ ان ویاپاریوں سے ووٹ ملنا کٹھن ہو جائے گا، لیکن جہاں پران رکشا کا پرشن آ جاتا ہے، وہاں روپے کا یا سوارتھ کا استھان گون ہو جانا چاہیے۔

1۔ وِوَاد: اختلاف

2۔ سندیہہ: شبہ

میونسپلٹی کیول اس لیے نہیں ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو نہ سمجھنے والے مہانو بھاؤں کی میراث بنی رہے۔ اس کا پردان کرتو یہ جنتا کی سیوا ہے اور جو لوگ اس ذمہ داری کو نہیں سمجھتے، انھیں میونسپلٹی میں جانے کی ضرورت نہیں۔

14 نومبر 1932ء

خوب پھل کھاؤ

ولایت اور انیہ پچھمی دیشوں میں ان دنوں ''پھل کھاؤ'' آندولن (1) چل رہا ہے۔ وگیان نے سدّھ کر دیا ہے کہ پھلوں میں جتنے پوشک پدارتھ اور روگ ناشک درویہ ہیں، اتنے بھوجن کی اور کسی سامگری (2) میں نہیں ہے۔ منداگنی کی دشا میں تو پھلاہار آوشیک ہو ہی جاتا ہے، سادھارن اوستھاؤں میں بھی ہمارے سواستھیہ پر پھلاہار کا بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے۔ ہم ایسے کئی سجنوں کو جانتے ہیں، جو انّ پچانے میں اسمرتھ ہیں اور پھلوں کے آہار پر رہ کر کڑی سے کڑی مانسک اور شاریرک محنت کر سکتے ہیں۔ گھی، مکھن اور مانس مچھلی کھانے والے آدمیوں میں چربی ادھک ہو جاتی ہے، جو واستو میں روگ ہے۔ ایسے آدمی کوئی کڑا پریشرم (3) نہیں کر سکتے۔ پھلاہار سے دیہہ میں پھرتی، چُستی اور مستعدی بڑھتی ہے اور وگیان وِیتاؤں کے متانوسار (4) پھلاہار سے منشیہ دیرگھ جیون بھی ہو جاتا ہے۔ مشکل یہی ہے کہ پھلاہار انّ سے مہنگا پڑتا ہے اور سادھارن آدمی اُس کا ویوہار نہیں کر سکتا، اگر ہمارے زمیندار پھلوں کی کھیتی پر زیادہ دھیان دیں تو وے دیس کے ساتھ بڑا اپکار کریں۔ اناج کے لیے جتنی محنت کی ضرورت ہوتی ہے، اتنی پھلوں میں نہیں ہوتی، اور کم اپجاؤ زمین میں بھی جہاں اناج پیدا نہیں ہو سکتا، پھل پیدا ہو سکتے ہیں۔

12 دسمبر 1932ء

1۔ آندولن: تحریک

2۔ سامگری: سامان، مواد

3۔ پریشرم: کوشش

4۔ متانوسار: رائے کے مطابق

پچھمی ویایام کا پاگل پن

آل انڈیا میڈیکل کانفرنس میں سبھاپتی میجر ایم جی نائڈو نے ڈاکٹروں کے سامنے سیوا اور روگ نوارن کا جو کار یہ کرم اپستھت (1) کیا یدی ڈاکٹر سمودائے اس پر عمل کریں تو دیش میں روگ کا بڑھتا ہوا آتنک بہت کچھ شانت ہو جائے۔ مگر یہاں تو ایسے ڈاکٹر ہیں، جو فیس پہلے لیتے ہیں، مریض سے بات پیچھے کرتے ہیں۔ ان کے پڑوس میں ایک غریب مریض پڑا کراہ رہا ہے، اس کی انھیں پرواہ نہیں ہوتی۔ ڈاکٹروں میں جب تک تیاگ کی بھاؤنا نہ ہو، ان کی ذات سے غریبوں کا کیا اپکار ہو سکتا ہے۔ میجر نائڈو نے بہت ستیہ کہا کہ بھارت شہروں میں نہیں گاؤں میں ہے، جہاں کوئی ڈاکٹر نہیں پہنچتا۔ مگر ہمارے یشوی ڈاکٹر دیہاتوں کی اور بھی کچھ کرپا کرنے لگیں تو کیا کہنا۔ آپ نے ویایام (2) کی چرچا کرتے ہوئے کہا۔

پچھمی ویایام کا خبط دن دن بڑھتا جا رہا ہے بھارتیہ ویایام سے لوگ آداسین (3) ہوتے جاتے ہیں۔ جو تاتوک درشٹی سے اگر زیادہ نہیں تو اتنے کلیان کاری اوشیہ ہے جتنے پچھمی ویایام۔ مجھے وشواس ہے کہ اگر کسی یووک کو پراچین ویایام کا ابھیاس، پراچین نیموں اور ادیشوں کے انوسار کرایا جائے تو اس سے کم لابھ نہ ہوگا، جتنا پچھمی ویایام سے ہوتا ہے۔ بھارتیہ پرنالی یہاں کے پرانیوں کے لیے ادھک انوکول ہے، اس کے ساتھ ہی کتنا کم خرچ۔ دیشیہ کھیل کہیں بھی کھیلے جا سکتے ہیں۔ بنا کسی اڑچن کے اور بہت کم خرچ میں۔ جمناسٹک کے اوزار اگر یہی کے بنے ہوں، تو بھی سو روپے اور دو سو روپے کے بیچ خرچ ہو جائیں گے۔ کرکٹ کا ایک بیٹ بیس روپیہ میں آتا ہے اور ٹینس کا ایک ریکٹ تیس روپے میں پھر کرکٹ ہاکی، فٹ بال اور انیہ کھیل ہیں جن کے لیے اچھے میدان، اچھے سامان اور خاص طرح کے جوتوں کی ضرورت ہے۔ ان کا مقابلہ ہندوستانی کھیلوں سے کیجیے جو آج کل کے بالکوں کے لیے کہانی ماتر رہ گئے

1۔ اُپستھِت: حاضر، پیش
2۔ ویایام: ورزش
3۔ اُداسین: مایوسی

ہیں۔ یہاں تک کہ کشتی کا رواج بھی دن دن کم ہوتا جاتا ہے اور اس کی جگہ گھوڑے بازی کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ دیشیہ کھیلوں اور کسرتوں کو لُپت نہ ہونے دینا چاہیے۔ ہاں، جن کے پاس سادھن ہے وے پچھمی کھیل بھی کھیل سکتے ہیں۔

ہمارے اسکول میں کبڈّی، گلّی ڈنڈا، للکھنی آدی کھیلوں کا بڑی آسانی سے پرچار کیا جا سکتا ہے، لیکن کسی کا ادھر دھیان نہیں ہے۔ یہاں تو اسکول والے لڑکوں سے تین روپیہ سالانہ چندہ لے کر چٹ ندم کھرندم کر ڈالتے ہیں، بہت کیا تو دس بیس لڑکوں کو ابھیاس کر کے میچوں میں بھیج دیا۔ نہ اتنے میدان ہیں نہ اتنے سامان کہ ہر ایک لڑکے کو کھیل میں شریک کیا جا سکے۔ یہ بھی مانسک داستا کا ایک روپ ہے۔ اپنی کوئی چیز اچھی نہیں۔ باہر کی سبھی چیزیں اچھی ہاں، آج پچھم والے بھارتیہ کھیلوں کا ویوہار کرنے لگیں تو یہاں کے لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔

2 جنوری 1933ء

موٹر ویوسائے

ایک وشیش کمیٹی نے اس بات کی جانچ کی ہے کہ سرکاری ریلوے وبھاگ کوموٹر ٹریفک دوارا کتنی ہانی اٹھانی پڑتی ہے۔اس کمیٹی کی رپورٹ کے بعداب سرکار نے بڑی کونسل میں یہ پرستاؤ پاس کرالیا ہے کہ ریلوے کی اور سے موٹریں بھی دوڑائی جاویں، جس سے ان کا گھاٹا برابر ہو جائے۔ یدپی ہماری سمتی (1) میں راجیہ دوارا جتنے ویوسائے اپنے ہاتھ میں لیے جاسکے۔ اچھا ہے، پر ریلوے وبھاگ سرکاری وبھاگ پوری طرح سے نہیں ہے۔ دوسرے ریلوے وبھاگ میں سارے نوکروں کو اتنی زیادہ موٹی تنخواہیں ملتی ہیں کہ اس کو گھاٹا ہونا ہی چاہیے اور وہی گھاٹا غریب جنتا پر کرایہ بڑھا کر پورا کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ سرکار دوارا پالت ریلوے کی کرایا۔محصول مال بھیجنے کا بھاڑا،ایسی نیتی سے بنایا گیا ہے کہ دیس کا بھیتری ویاپار ہی بہت کچھ ان کے کارن چوپٹ ہے،اوراب انھیں موٹر چلانے کا ادھیکار دینے کا مطلب ہے ریلوے کمپنیوں کی ولایتی خرید کو اور بھی اُتساہ دینا۔اب وے موٹریں بھی لندن سے منگاویں گی، یہاں کے کچھ موٹر ویوسائی (2) بھوکوں مریں گے، ولایتی ویاپاری کو مال بیچنے کا نیا موقع ملے گا۔

20فروری1933ء

1۔سمتی:رائے

2ویوسایے:روزگار

ٹہری اور بدری ناتھ کا مندر

27 مارچ کو رائے بہادر وکرماجیت سنگھ کے پرشن کے اتر میں سرکار نے ایک سوچی بنائی ہے جس سے یہ پرکٹ (1) ہوتا ہے کہ اس سے دیش کی ادھیکانش ذمہ دار سنستھائیں یہ چاہتی ہیں کہ بدری ناتھ جی کا مندر ٹہری ریاست کے ہاتھ میں چلا جاوے۔ ہمارے سہیوگی ''بھارت'' میں اس وشے میں کئی سندر لیکھ پرکاشت ہو چکے ہیں۔ یکت پرانتیہ کونسل کے بھوت پورو اپادھیکش شری یت مکندی لال نے اپنے سوچنا پورن لیکھ میں یہ دکھلایا تھا کہ ہندوؤں کے اتنے پوتر تیرتھ کو ایک مہنت کے ہاتھ رہنے دینا نتانت انوچت ہے۔ گڑھوال کے پنڈت جیوتش شرن رتوری کے لیکھ سے یہ پرکٹ ہوا تھا کہ ٹہری راجیہ ہی کا مندر کے پربندھ میں ادھیکار نہ ہونے پر بھی اُسی کے دان سے مندر کا پوشن ہوتا ہے۔ اسی لیے شری بھارت دھرم مہامنڈل، کاشی، امبالا، سناتنی سبھا، امبالا، بنگال دھرم مہامنڈل، کولکتہ، دیو پریاگ کے پنچ پنڈہ، بدری ناتھ، پنجاب پرانتیہ مہاویر دل سمیلن، لائل پُر، سناتن دھرم، چری والا، دلّی، سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا، احمد آباد اتیادی سنستھاؤں نے ایک سور سے اس کا سمرتھن کیا ہے کہ مندر راجیہ کو مل جاوے۔ اس کے ورودھیوں کی سنکھیا کم ہے اور اتنی مہتو پورن نہیں ہے۔ سرکار نے اس وشے کو جولائی کی کونسل کی بیٹھک کے بعد طے کرنے کا نشچے کیا ہے۔

ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا کوئی بھی مندر یا سنستھائیں جنتا کی رکشا یا دیکھ ریکھ سے نکل جاویں پر کسی ایک مہنت یا ''راول'' کے ہاتھ میں ہندو جگت کے سروچ تیرتھوں میں سے ایک استھان رہنے دینا نتانت انوچت (2) پرتیت ہوتا ہے۔ مندر ٹہری راجیہ کا ہے۔ یہ نشچت سا ہے۔ اتایو آشا ہے سرکار اس وشے کی پوری جانچ کرا کر اچت نرنیے کرے گی۔ یہ مندر سموچے بھارت کے لیے مہتو کا ہے۔

3 اپریل 1933ء

1۔ پرکٹ: ظاہر

2۔ انُوچت: غیر مناسب

ہماری سنستھاؤں میں ویکتی گت دویش

بھارت میں ایسی برلی ہی کوئی سنستھا ہوگی جس کے پرمکھ سنچالکوں میں دویش نہ ہو۔مت بھید ہونا بُری بات نہیں۔لیکن جب یہ مت بھید(1)دویش(2)کا روپ لے لیتا ہے تو اوچتیہ کا اُسے دھیان نہیں رہتا۔تب وہ ویکتی گت آکشیپ کرنے لگتا ہے اور اپنے پرتی دوندی(3)کو جنتا کی نگاہوں میں گرانے یا اُسے تباہ کردینے کے لیے چھوٹے آکشیپ کرنے سے بھی وہ نہیں جھجکتا۔اگر اس کا پرتی دوندی اُسے ملا کر جنتا کو اُلٹے چھرے سے مونڈتا تو اس کی آتما کو ذرا بھی چوٹ نہ لگتی۔یہ تو اس کی آنترک اِچھا ہی تھی لیکن پرتی دوندی اس کو الگ ہٹا کر خود کھا رہا ہے،تو وہ کیسے صبر کر جائے۔تب وہ دھرماتما بن جاتا ہے،بڑا سا تلک لگاتا ہے،سداچار کا سوانگ بھرتا ہے اور پبلک کو دھوکہ دے کر اپنے دشمن کو مار بھگانے میں سپھل ہو جاتا ہے،لیکن شکتی ہاتھ میں آتے ہی وہ خود وہی سب کچھ بلکہ اس سے بھی کچھ ادھک کرنے لگتا ہے جو اس کے شتروؤں نے کیا تھا اس لیے جب کسی بورڈ یا سبھا یا لیگ میں ہم کسی مہانو بھاؤ کو ورتمان کارکرتاؤں کے ورودّھ زہر اُگلتے دیکھیں تو ہمیں ان سے سترک(4)رہنا چاہیے۔

3اپریل1933ء

1۔مت بھید:اختلاف

2۔دویش:بیگانگی،دشمنی

3۔پرتی دوندی:حریف

4۔سترک:چوکنہ

ماؤنٹ ایورسٹ کی چڑھائی

مہینوں کی تیاری کے بعد آخر انگریزی ہوا بازوں نے ایورسٹ کی چوٹی کے درشن کر ہی لیے۔ منڈلی تین جہازوں میں بیٹھی اور پینتیس ہزار فٹ کی اونچائی پر چڑھ کر اس نے ایورسٹ کی چوٹی کے چکر لگائے۔ وہاں کتنی ٹھنڈ تھی اس کا انومان اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ شونیہ بندو (1) سے چالیس درجے نیچے تاپمان (2) تھا مگر ہوائی جہازوں پر بیٹھ کر ایورسٹ کی چڑھائی کا کیا مہتو آپ وہاں اتر تو سکے نہیں کیول برف سے ڈھکا ایک میدان دیکھا ہوگا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کشتی کا فیصلہ گولیوں سے ہو جائے یہ تو کوئی کشتی نہ ہوئی۔ کشتی میں ہم داؤں پیچ دیکھنا چاہتے ہیں پہلوانوں کا دم دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی چستی اور پھرتی دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کیا کہ پھٹ سے ایک گولی چلا دی۔ اور معاملہ ختم اس طرح تو سینکیا پہلوان بھی رستم ہند کو زمین پر سلا سکتا ہے۔ جب چڑھنے والوں کی منڈلی راستے کی کٹھنائیوں پر وجے پاتی ایورسٹ پر پہنچتی تب ہم اس کی تعریف کرتے لیکن یوروپ سے مبارک باد کے تار دنا دن آ رہے ہیں اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ ابھی تک ڈھولا گری ویسا ہی اجیہ ہے اور گردن اٹھائے ان تچھ (3) منشیوں کے دُستاہس (4) پر ہنس رہا ہے۔

10 اپریل 1933ء

1۔ شونیہ بندو:
2۔ تاپمان: درجۂ حرارت
۔ تچھ: نیچ، کمینہ، ہیچ
4۔ دُستاہس: بیکار ہمت، پست ہمت

شری پران ناتھ ودّیالنکار کی ادوبھُت کھوج

شری پران ناتھ جی ان منشیوں میں ہیں جو کٹھنائیوں اور بادھاؤں سے بھے بھیت نہیں ہوتے۔ آپ نے موہن جوداڑو اور ہڑپّا میں پائے گئے شیلالیکھوں اور لپیوں (1) سے یہ بات سدّھ کی ہے کہ آریوں نے مصر کی چتر لپی سے اپنی ورن مالا نہیں نکالی جیسا سادھارنتہ بھرم ہے اور جیسا پچھم کے وِدّوان کہتے ہیں۔ آج کے پانچ چھ ہزار ورش پہلے شیوا اپاسنا (2) پردھان تھی اور موہن جوداڑوں میں جو لپی پراپت ہوئی ہے وہ اُسی اپاسنا کی کریاؤں اور بھاؤں سے نکلتی ہے اور یہی لپی پچھم میں پائی جانے والی پراچین لپی سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ سائی پرس اور کریٹ آدی دیپوں میں اُسی طرح کے لوگ پائے گئے ہیں۔ اس سے پران ناتھ جی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پچھمی لپی بھی اُسی شیوا اپاسنا والے چِنھوں سے نکلتی ہے اور آج کے پانچ چھ ہزار ورشوں پوران پچھمی استھانوں میں بھی شیوا اپاسنا ہی پردھان تھی۔ اس سے چندر اپاسنا بھی ہوتی تھی اور سنگھ، سنائی، سائی پرس آدی نام اس بات کے پرمان ہیں کہ سن، یا چندرو پاسنا سے ان کا گھنشٹ سمبندھ ہے۔ ہمیں وشواس ہے جب یہ کھوج پوری ہو جائے گی تو اس سے اتہاس کے ایک مہتو پورن وشے میں بہت کچھ پری شودھ (3) کرنا پڑے گا۔

اپریل 1933ء

1۔ لپی: رسم خط

2۔ اُپاسنا: پوجا، پرستش

3۔ پری شودھ: اچھی طرح صاف کرنا

گنگا سمّیلن

ہردوار ایسے پوتر تیرتھ (1) میں نالیوں کا پرنالوں کا، سب کا اِکترت مل (2) گنگا جی میں گرتا ہے۔ پنیہ سلیلا کو اس پرکار دوشت (3) ہونے سے بچانے کے لیے بہت دنوں سے چیشٹا (4) کی جارہی ہے۔ شری وجے راگھوا چاریر نے اس کی ایک بڑی سندر یوجنا بنائی ہے جس پر وچار کرنے کے لیے ہردوار میں گنگا سمیلن ہورہا ہے، جس میں سرکاری پرتی ندھی بھی سملت ہوں گے۔

ہری دوار کے بعد کاشی ہی ایسا سرؤیچ پوتر نگر ہے، جہاں نگر بھر کا مل گنگا جی میں گرتا ہے۔ یہاں کی بورڈ نے کئی بار چیشٹا کر گنگا جی کو سدّھ کرنا چاہا پر سرکار نے کوئی سہایتا نہ دی۔ ہم ہندوؤں کے تیرتھ کو بھرشٹ کرنے میں اس کا بھی دوش ہے۔ کیا وہ کاشی کی اُور بھی دھیان دینے کی کرپا کرے گی؟

17 اپریل 1933ء

1۔ تیرتھ: عبادت گاہ
2۔ اِکترمل: مجموعی آلودگی
3۔ دُوشت: آلودہ
4۔ چیشٹا: ہمت

بھارت کے کوڑھی

دن پرتی دن ودیشوں میں بھی کوڑھ کا روگ گھٹتا جا رہا ہے اور اچت نینترن سے یہ بھیشن سنکرامک روگ پھیلنے نہیں پا رہا ہے۔ پرابھاگے بھارت میں یہ بیماری بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ کوڑھی ہو کر شریر کا گل گل کر گر جانا، بڑی یاتنا (1) اور پیڑی کے ساتھ ورشا، جاڑا، دھوپ کا کشٹ سہنا۔ یہ سب ایک اکتھ کہانی ہے جسے لکھنے سے رومانچ ہو آوے گا۔ ہرش (2) کا وشے ہے کہ اس دِشا میں بھی کچھ کام شروع ہو گیا ہے۔ ابھی 13 اپریل کو کلکتہ میں برٹش سامراجیہ کوڑھ نوارک (3) سنگھ کی بھارتیہ کونسل کی بیٹھک ہوئی تھی۔ راشٹر پریشد کے کوڑھ کمیشن کی آ گیا کے انوسار یہ سمیتی بھی وسترت (4) کاریہ پرارمبھ کرنے کی یوجنا بنا رہی ہیں۔ سمیتی پرانتیہ شاکھائیں استھاپت کرنا چاہتی ہیں جس میں سبھی مانیہ سارو جنک سنستھاؤں کے پرتی ندھی ہوں گے۔ کوڑھیوں کے لیے استھان استھان پر اسپتال کھلیں گے۔ کوڑھیوں کی دشا کی جانچ کے لیے کمیشن نیُکت ہوگا۔ کوڑھیوں کے بچوں کی دیکھ ریکھ کا بھی پربندھ ہوگا۔

آشا ہے یہ سب کاریہ جنتا کے سہیوگ سے ہوگا اور جنتا بھی اُدارتا پوروک سہایتا کرے گی۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ادار کاریہ نہیں ہو سکتا۔

1۔ یاتنا: سزا
2۔ ہرش: خوشی
3۔ نوارک: دافع، روکنے والا
4۔ وِسترت: وسیع

کاشی میں پوسٹ مینوں کی کانفرنس

کاشی میں پوسٹ مینوں کی سبھا ہوگی۔ اس نے جو پرستاؤ سویکرت (1) کیے ان میں سرکار سے انورودھ کیا گیا ہے کہ اس وبھاگ میں چالیس روپے سے کم ویتن پانے والوں کے ویتن میں کفایتی کٹوتی نہ کی جائے اور پوسٹ مینوں کی سنکھیا کم نہ کی جائے۔ سرکار کے جتنے بھی وبھاگ ہیں ان میں جنتا کا اپکار سب سے ادھک اسی وبھاگ سے ہوتا ہے۔ پر جہاں پولس وبھاگ میں کم ویتن پانے والوں کے ساتھ سرکار نے ادارتا کا ویوہار کیا ہے۔ پوسٹ مینوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت نہیں کی گئی۔ ان کی جگہیں برابر توڑی جا رہی ہیں جس سے بچے ہوئے آدمیوں پر کام کا بھار پہلے سے کہیں ادھک ہو گیا ہے۔ کام بڑھ جانے پر بھی ان کا ویتن کاٹا جا رہا ہے۔ سرکار کا کہنا ہے کہ اس وبھاگ میں آمدنی کم ہوگئی ہے اس لیے آدمیوں کا ویتن گھٹا کر اور ان کی جگہیں توڑ کر یہ کمی پوری کی جائے گی۔ لیکن ہم اس وبھاگ کو کمانے والا وِبھاگ نہیں سمجھتے، نہ یہ اچِت (2) ہے کہ اُسے بھی سرکاری ویوسائے (3) کا ایک انگ سمجھ لیا جائے۔ اس وبھاگ کو پرجاہت کا ہی انگ سمجھنا چاہیے۔ اُسی طرح جیسے چکتسا یا شکشا وبھاگ ہے۔ اس میں اتنی کمی کر دینا کہ جنتا کو کشٹ ہونے لگے کسی طرح نیائے نہیں کہا جا سکتا۔ سبھا نے ڈاک کا در گھٹانے کا بھی انورودھ کیا ہے۔ ہمارا بھی وچار ہے کہ یدی پتر، منی آڈر، رجسٹری آدِی کا در پورووت (4) کر دیا جائے تو آمدنی بڑھ سکتی ہے۔ آج کل تو پتر لکھنا بڑی خرچیلی کر دیا ہے اور کتنے ہی لوگوں نے تو پتروں کی سنکھیا گھٹاتے گھٹاتے شونیہ تک پہنچا دی ہے۔ جب یہ نیتی سپھل نہیں ہوسکی تو سرکار کیوں اس میں پری ورتن نہیں کرتی، اس کا کارن کون جان سکتا ہے۔

24 اپریل 1933ء

1۔ سویکرت: قبول
2۔ اُچِت: مناسب
3۔ ویوسائے: روزگار
4۔ پورووت: سابقہ، پہلے کی طرح

بی این ڈبلو ریلوے

ہمارے پاس کئی سنواد داتاؤں کے پتر آئے ہیں جن سے گیات ہوتا ہے کہ یکت پرانت کے اتینت اُرور(1) بھاگ میں دوڑنے والی اس ریلوے کمپنی کی ٹرینیں بہت گندی رہتی ہیں۔ گرمی کے دنوں میں ڈبے میں مکھی کا بھن بھنانا، شوچالیہ کا گندہ رہنا، کسی ڈبے میں کوڑے کا ڈھیر لگا ہے تو کسی میں پھلوں کے چھلکوں کا۔ یہ سب سادھارن باتیں ہیں یدپی اس میں ہم بھارتیوں کا بھی بہت کچھ دوش ہے۔ ہم جس استھان پر بیٹھتے ہیں اُسی کو گندہ کرنے میں اپنی صفائی سمجھتے ہیں پر سواستھیہ کے وچار سے ریلوے کمپنی کو ان باتوں کا وشیش دھیان رکھنا چاہیے اس کمپنی کے اسٹیشن بھی اِی آئی آر کے سمان صاف نہیں رہتے۔ کمپنی کو کافی آیے(2) ہے اور اُسے چاہیے کہ وہ اپنے یہاں ایک وشیش سواستھیہ وبھاگ کھولے۔ اُسے سینیٹری اِنسپکٹر رکھ کر یاتریوں کی اس شکایت کو دور کر دینا چاہیے۔

1 مئی 1933ء

1۔ آرور: زرخیز　　2۔ آیے: آمدنی

وِدیشی کپڑے پر کانگریس کی مہر

تین سال پہلے کانگریس نے بجاجوں کے ولایتی کپڑے کی گانٹھوں پر مہر لگائی تھی تب چھ مہینے کی بات تھی۔ پر وہ مہر آج تک نہیں کھلی، کیوں کہ ابھی تک سوراجیہ اتنی ہی دور ہے جتنا آج کے تین سال پہلے تھا تو پھر کیا ان گانٹھوں کی مہر کبھی کھلے گی نہیں؟ گانٹھیں یونہی بندھی بندھی سڑ جائیں گی۔ نتیجہ کیا ہو رہا ہے؟ بجاج بندھی ہوئی گانٹھیں مسلمان دوکان داروں کے ہاتھ اونے پونے بیچ کر اپنا مال کھپا رہے ہیں۔ یہ تو نہیں دیکھا جاتا کہ مال بندھا بندھا سڑ جائے پھر جب کپڑے کا ویاپاری دیکھتا ہے کہ نکٹ بھوشیہ(1) میں بھی گانٹھوں کے کھلنے کی آشا نہیں، تو وہ ادھیر ہو جاتا ہے۔ جب چوری چھپے مال کی کھپت ہو رہی ہے، تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا گانٹھیں کیوں نہیں کھول دی جاتیں۔ ایسے کتنے ہی کانگریس میں ہے جو اس نیتی (2) کو انیتی سمجھتے ہیں اور گانٹھوں کی مہر بندی سے کوئی فائدہ نہیں سمجھتے لیکن ڈسپلن قایم رکھنے کے بھے سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمیں آشا ہے کانگریس کے نیتا اس سمسیا پر وچار کریں گے اور جس بندھن سے اب ہانی کے سوا کسی لابھ کی آشا نہیں اُسے اٹھا لینے میں سدساہس (3) سے کام لیں گے۔

1 مئی 1933ء

1۔ نِکٹ بھوشیہ: مستقبل
2۔ نیتی: اصول
3۔ سدساہس: بلند ہمت

صابن کی دیکھ ریکھ

آج کل سیکڑوں طرح کے صابن بازار میں آ گئے ہیں جنتا کے پاس سوگندھ (1) کے سوا صابن کے گن دوش جانچنے کا کوئی سادھن نہیں ہے۔ خراب صابن سے بہت سے روگ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ جان کر ہرش (2) ہوا کہ سرکار صابن کی جانچ کرنے کے لیے شگھر کوئی قدم اُٹھانے والی ہے۔

1۔ سوگندھ: خوشبو　　2۔ ہرش: خوشی

رِن کے لیے قید کی سزا

قانون میں جہاں اور سینکڑوں انیتی (1) بھری ہوئی ہیں، وہاں ایک یہ بھی ہے کہ آج کوئی مہاجن کسی اُسامی کو قرض کی علت میں جیل بھیج سکتا ہے کچھ رکاوٹیں پیدا کی گئی ہیں ضرور پر ابھی یہ دھارا موجود ہے۔ سرکار نے اس پرشن پر وچار کرنے کے لیے ایک کمیٹی قایم کی تھی جس نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے دیکھنا چاہیے اس کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔

1 مئی 1933ء

1۔ انیتی: غیر اصولی

پھلوں کی کھیتی کیسے بڑھائی جائے

ہرش کی بات ہے کہ نوکرشاہی کا دھیان پھلوں کی کھیتی کی اُور گیا اور لکھنؤ میں راجا صاحب جہاں گیر آباد کے سبھاپتو (1) میں ایک بورڈ کی استھاپنا (2) ہوئی ہے جو پھل پیدا کرنے والوں کو صلاح اور سہایتا (3) دے گا۔ ادھر بمبئی سے آموں کا باہر جانا شروع ہوا ہے۔ بمبئی کے گورنر نے خود جہاز پر آ کر پھلوں کا پیکنگ دیکھا اور بڑی دلچسپی دکھائی۔ مگر ہمیں بھے ہے کہیں یہ ادھوگ (4) بھی ٹائیں ٹائیں فش ہو کر نہ رہ جائے۔

1 مئی 1933ء

1۔ سبھاپتو: صدارت
2۔ استھاپنا: قیام
3۔ سہایتا: مدد
4۔ اُدھوگ: روزگار

وگیاپن کلا

بھارت میں ابھی پتر کار کلا کا وکاس ہی سادھارن ہوا ہے، تو وگیاپن کلا کے وشے میں کیا کہا جائے؟ ہمارے سماچار پتروں میں ادھیکانش (1) وگیاپن بڑے بھدّے ڈھنگ کے کورو چی پورن تتھا نیرس (2) ہوتے ہیں۔ یدی وگیاپن کی چیز نہیں بکتی تو وہ سماچار پتر کو دوش دیتا ہے۔ اپنا دوش اُسے کیا معلوم؟ ہرش ہے کہ ان باتوں کی اور ہمارے دیش واسیوں کا بھی دھیان آکرشٹ (3) ہو رہا ہے۔ لکھنؤ میں لاٹش روڈ پر ایک اتسا ہی سجن نے افیکٹیو ایڈورٹائزنگ ایجنسی نام سے ایک کمپنی کھولی ہے جو کیول دوسروں کا وگیاپن ہی بنائے گی۔ ان سنستھا کے بنائے کچھ وگیاپن ہم نے سماچار پتروں میں چھپے دیکھے ہیں۔ اس کے سنچالک مسٹر سیٹھ کا ایک لیکھ دینک ورتمان میں بھی پڑھا تھا ان باتوں سے یہ سدّھ ہوتا ہے کہ انھیں اپنی کلا کا واستوک گیان ہے۔ آشا ہے یہ سنستھا انتی کرے گی اور وگیا پک لوگ اس سنستھا سے لابھ اٹھاویں گے۔

14 مئی 1933ء

1۔ ادھیکانش: بیشتر، زیادہ تر

2۔ نیرس: بے مزہ

3۔ آکرِشٹ: متوجہ

بے کاری کا سواستھیہ پر پربھاؤ

یوروپ اور امریکہ میں بے کاری کی سنکھیا نشچت (1) کی جا سکتی ہے۔ بے کاروں کو گزارے کے لیے راشٹر کی اور سے ورتّی (2) ملتی ہے جس سے کم سے کم بھوجن مل جاتا ہے پھر بھی وہاں اس بے کاری کا سواستھیہ پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ امریکہ میں کتنے ہی پریوار کیول آلو کھا کر دن کاٹ رہے ہیں۔ ایک نگر میں بھوک سے دربل بالکوں کی سنکھیا بڑھ کر ساٹھ پرتی سینکڑے ہوگئی ہے۔ ایک دوسرے مدرسے میں سو میں ننانوے چھاتروں کا وزن اوسط سے کم تھا۔ پھل سوروپ (3) چھے روگ کا زور بڑھ رہا ہے۔ راشٹر سنگھ نے اس سمسیا پر وچار پرکٹ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راشٹروں نے کفایت کی دھن میں اگر بے کاروں کی ورتی میں کمی کی یا سواستھیہ وبھاگ میں کانٹ چھانٹ کی گئی تو اس کا بڑا بھینکر پرنام ہوگا۔ اس بے کاری کا شریر پر ہی بُرا اثر نہیں پڑ رہا ہے۔ برٹش، جرمن اور امریکن جاتیوں میں اس کا منووگیانک (4) اثر اور بھی بُرا پڑا ہے۔ آوشیکتاؤں کے پورے نہ ہونے سے جو گلانی اتپن ہوتی ہے۔ وہ راج نیتک پرستھتیوں کو دوشت کر رہی ہے اور ایسی سنستھائیں بڑھتی جاتی ہیں، جن کا ادیشیہ (5) کرانتی ہے۔ یوروپ میں جب یہ حال ہے تو بھارت کا انومان کیجیے، جہاں سو میں پچاس آدمی اوشیہ ہی بے کار ہیں اور انھیں ورتّی کے نام پر مٹی بھر چنا بھی میسّر نہیں۔

14 مئی 1933ء

1۔ نشچت: متعین　　2۔ ورتی: وظیفہ　　3۔ پھل سوروپ: انجام کار

4۔ منووگیانک: علم نفسیات سے متعلق　　5۔ ادیشیہ: مقصد

بھیشن دُرگھٹنا

بھدوہی کے سمیپ (1)، اِی۔آئی۔آر لائن پر منگل وار کو جو بھیشن درگھٹنا ہوئی ہے اس کا حال پڑھ کر ایسا کون ہے جس کے رونگٹے نہ کھڑے ہو جائیں اور وہ کانپ نہ اُٹھے۔ایک لاری جس میں تینتیس آدمی تھے پنجاب میل سے ٹکرا گئی۔گاڑی آرہی تھی،لیکن موڑ پر کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔لاری والے نے آگے پیچھے کچھ نہ دیکھا جیسی ان کی عادت ہے اندھا دھند گاڑی چھوڑ دیتے ہیں۔لاری لائن پر ہی تھی کہ میل آ گیا۔پھر اس ٹکر کی تو کیول کلپنا کی جا سکتی ہے۔اٹھارہ آدمی تو وہیں بُری طرح پس گئے۔جو بچے ہیں ان کی دشا بھی نازک ہے کئی لاشیں تو ریل کے انجن سے چمٹی ہوئی دور تک چلی گئیں جب گاڑی رُکی تو نیچے گریں۔لاری تو چور چور ہوگئی۔آدمیوں کے چھاتے جوتے آدِی سو سو گز پر جا گرے۔پوری بارات تھی۔گمٹی والا پکڑا گیا ہے اُسے جو سزا چاہو دو یہ اَمولیہ جانیں تو اب نہیں ملنے کی۔بارات جس گاؤں میں جا رہی تھی۔وہاں اس کے سواگت (2) کی تیاریاں ہوتی ہوں گی۔گمٹی والے کا اپرادھ تو ہے ہی،لیکن لاری کا ڈرائیور بھی آنکھیں بند کر کے گاڑی چلاتا تھا اور بٹھا رکھے تھے تینتیس آدمی۔معلوم ہوتا ہے لاری کا آدھا بھاگ لائن پار کر چکا ہے۔تب ٹکر لگی ہے،کیوں کہ ڈرائیور ابھی زندہ ہے۔

12 جون 1933ء

1۔سمیپ:قریب 2۔سُواگت:استقبال

پندرہ دنوں میں مکّی کی فصل

جرمنی کے ایک وگیانک نے ایک ایسا چمتکارک منتر کھوج نکالا ہے، جس سے مکّہ اورانیہ چیزیں جو سادھارنتیہ تین چار مہینوں میں تیار ہوتی ہیں کیول پندرہ دنوں میں تیار کی جاسکتی ہیں اوراناج زیادہ موٹا، زیادہ پوشٹک (1)، زیادہ سوادشٹ (2) ہوتا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اس نے بہت سے وگیانکوں کے سامنے اپنا آوشکار (3) سدّھ بھی کر دیا ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوا ہے کہ خرچ میں پہلے سے کتنی وردّھی ہوگی اس آوشکار کا سارامہتو اس کے سستے پن میں ہے اگر اس کسوٹی پر وہ پورا اتر جائے، تب تو سنسار میں بھوجن کی سمسیا ہی نہ رہے گی۔ غریب بھارت بھی دونوں جون ڈٹ کر بھوجن کرے گا۔ بھگوان کرے وہ وگیانک جلد اپنے پریوگ کا پرچار کرے۔

28 جون 1933ء

1۔ پوشٹک: مقوی، طاقت سے بھرا ہوا
2۔ سوادشٹ: مزے دار
3۔ آوِشکار: ایجاد

انگریزی سماچار پتروں کا پرچار

انگلینڈ کے دینکوں (1) میں ڈیلی میل کا پرچار سب سے ادھک ہے ارتھات ساڑھے سترہ لاکھ اور ٹائمس کا سب سے کم ارتھات سوا لاکھ سپتاہک (2) میں نیوز آف دی ورڈ، کا پرچار ساڑھے تیئس لاکھ ہے اور سنڈے ریفری کا سب سے کم ارتھات ایک لاکھ۔

28 جون 1933ء

1۔ دینک: روزنامہ

2۔ سپتاہک: ہفتہ وار

ایورسیٹ کی وجے

آخر ایوریسٹ کی وجے کرنے والوں کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ آج بھی اجیہ (1) کھڑا ہے۔ ہوائی جہازوں پر اس کے شگھر (2) کا چکر لگانا تو گولی سے کشتی لڑنا ہے۔ ساری دنیا اس منڈلی کی اور آنکھیں لگائے ہوئے تھی، جو اس پر چڑھ رہے تھے۔ اُسے نیچے دیکھنا پڑا۔ کچھ تو ورشا پہلے شروع ہو گئی کچھ آدمیوں کے بیمار ہو جانے کے کارن ان ویروں کو نیچے آنا پڑا۔ سمبھو ہے اگلے ورش یہ لوگ پھر آئیں۔ یوروپین جاتیوں کی یہی ادمیہ ساہ سکتا (3) ہے، جس نے انھیں سنسار کا سوامی بنا دیا ہے۔

3 جولائی 1933ء

1۔ اجیہ: غیر فاتح
2۔ شگھر: جلدی
3۔ آدمیہ ساہ ساکتا: انسانی ہمت

بات کا تبنگڑ

پچھلے دنوں ایسا ہوا کہ ہائی اسکول سرٹی فیکٹ کے نتیجے ''لیڈر'' سے پہلے ''پایونیر'' میں چھپ گئے۔ پایونیر والوں نے چاہے جو چال چلی ہو، لیڈر سے بازی مار لے گئے۔ وہی نتیجہ لیڈر میں ایک دن پیچھے نکلا۔ ہوسکتا ہے اس میں پکش پات (1) ہوا ہو۔ ہم مان لیتے ہیں کہ کچھ پکش پات ہوا، لیکن اس ذرا سی بات کا اتنا تومار باندھنا اور کاؤنسل کے روپے پیسے کو ویرتھ (2) کے تو تو میں میں نشٹ کرنا کون سی راشٹر کی سیوا ہے، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ دوستوں کے ساتھ تھوڑی بہت رعایت کون نہیں کرتا۔ یہ ایک مانسوی دُربلتا ہے جس سے بڑے سے بڑا آدمی بھی خالی نہیں۔ یہ آشا کرنا کہ شکشاوِبھاگ کے سارے آدمی دیوتا ہیں اپنے خلل دماغ کا پرتیچے دینا ہے۔ ایک بات ہوگئی چلو قصہ ختم ہوا۔ اب بار بار اُسی راڑ کے چرخے کو چلائے جانا اور جہاں اپنے مطلب کی بات آجائے اس کے لیے زمین آسمان کے قلابے ملانا اور کونسل میں ہیہ (3) سوارتھ کے لیے چل پو مچانا ایک اونچے درجے کے ذمہ دار آدمی کو شوبھا نہیں دیتا۔ اس طرح کا واد ویواد تو نیچے درجے کے آدمیوں میں ہوا کرتا ہے۔ کونسل کے لیے اس سے بھی اس ویرتھ کے پرشنوتر سے زیادہ مہتو کے کام پڑے ہوئے ہیں۔ یہی بات ہے جنھوں نے کونسلوں کو ڈیبٹنگ کلب بنا رکھا ہے۔

10 جولائی 1933ء

1۔ پکش پات: بے جا حمایت، تعصب

2۔ ویرتھ: بیکار، رائگاں

3۔ ہیہ: ہیچ

رِشوت کی گرم بازاری

سدھار ہوئے ،کونسل بنے ،تھوڑے بہت ادھیکاری بھی ملے اونچے پدوں پر بھارت والوں کی سنکھیا بھی بڑھی ، ویتن بھی بڑھے پر بھارت کی کچہریوں ،عدالتوں میں رشوت جیوں کی تیوں جاری ہے بلکہ اور بھی بڑھ گئی ہے۔کوئی کتنا ہی سچا اور بے گناہ کیوں نہ ہو عدالت میں رشوت دیے بغیر اس کی کوئی سنوائی نہیں ہوسکتی ۔ یہ بات نہیں ہے کہ حکّام اس رہسیہ (1) کو نہ جانتے ہوں ۔ان میں سے کتنے ہی تو سویم نیچے پدوں سے اننی کرتے کرتے اس پد تک پہنچے ہیں لیکن یا تو وے کچھ کرنہیں سکتے یا ملاحظہ اور مروّت کے کارن کچھ کہہ نہیں سکتے اور یا ان کے اہل کار اس لوٹ میں کسی نہ کسی روپ میں ان کا حصّہ بھی رکھ دیتے ہیں ۔ اِسی کارن بہت سے بھلے لوگ نقصان اٹھا کر اوراَنیائے سہہ کر بھی عدالت نہیں جاتے ۔سوچتے ہیں جتنا اپمان اور نقصان ہوا اُس سے کہیں ادھک کچہری میں سہنا پڑے گا اس لیے کیوں نہ چپ ہوکر بیٹھ رہو۔ضلع اور میونسپل بورڈ میں تو بڑے کھید اور لجّا سے کہنا پڑتا ہے ۔ دشا اور بھی خراب ہوگئی ہے۔ جب ضلع کا حاکم چیرمین ہوتا تھا تب تو اہل کاروں کو شاید کچھ بھے ہوتا رہا ہو۔اب ممبروں کے راجیہ میں تو کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ دن دہاڑے لوٹ ہوتی ہے کھلے خزانے ہوتی ہے پر کوئی پوچھنے والا نہیں ۔غریب مقدمے والے وہاں اپنی وپتی (2) لے کر جاتے ہیں ،سدھار کرنے نہیں جاتے کہ رشوت مانگنے والوں میں لڑائی کریں ۔ان کی چٹیاں اہل کاروں کے پاؤں کے نیچے دبی رہتی ہے اور بنا عملوں کی پوجا کیے نہیں نکل سکتی ۔ جسے دو چار بار کچہری جانے کی ضرورت پڑی ۔بس سمجھ لو کہ اس کا نیتک (3) پتن ہوگیا۔اور یہ عملے اکثر اچھے پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں کتنے ہی تو گریجویٹ

1۔رہسیہ:راز

2۔وپتی:اعتراض

3۔نیتک پتن:اخلاقی زوال

ہوتے ہیں، پر روپیوں کی چھنکار کے سامنے ساری وڈیا اور بھدرتا دھری رہ جاتی ہے اور لوگ نردیتا(1) سے اپنے غریب بھائیوں کا خون چوسنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

31جولائی1933ء

1۔نردیتا

ہماری خرچیلی عادتیں

وشال بھارت کے اگست کے انک میں ڈاکٹر پی سی رائے نے آج کل کے چھاتروں کو خرچیلی عادتوں پر ایک وچار پورن لیکھ لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ اس طرح کی شوقینی ان کے بھوشیہ کو کتنا چنتاے(1) بنا رہی ہے۔ آج کل کسی ودّیالیہ میں بھی ایک چھاتر کا ماسک وے(2) پینتالیس روپے سے کم نہیں ہے۔ لاہور اور بمبئی میں تو سو روپے کے لگ بھگ پڑ جاتا ہے۔ کئی سال پہلے جب یونیورسٹی سے نکلتے ہی اچھی جگہ مل جانے کی آشا ہوتی تھی چھاتروں کی فیشن پرستی کسی حد تک چھمیہ(3) تھی۔ لیکن اب جب کہ پرتھم شرینی کے چھاتروں کے لیے بھی گھر بیٹھے رہنے کے سوا نکٹ بھوشیہ میں اور کوئی آشا نہیں ہے، فیشن کی اپاسنا کسی حالت میں بھی چھمیہ نہیں ہے۔ یہ ستیہ ہے کہ جس کے پاس سادھن ہے اُسے ادھیکار ہے کہ جتنا چاہے خرچ کرے اور جس طرح چاہے رہے، لیکن اگر اس میں کچھ سہانو بھوتی (4) ہو اور وہ دیکھے کہ وہ اپنی ولاس بھگت سے سادھن ہین چھاتروں میں کتنی نراشا، کتنا اسنتوش اور کتنی ایرشیا(5) اور جلن پیدا کر رہا ہے، تو شاید وہ ہفتے میں تین دن سنیما دیکھنے پر زیادہ آگرہ نہ کرے اور کیا اس سمپنّ چھاتر کو جو روپیہ ملتے ہیں وہ اس کے ماتا پتا کے پاس بھی اتنی ہی آسانی سے چلے آتے ہیں، جتنی آسانی سے وہ خرچ کرتا ہے ایسے بھاگوانوں کی سنکھیا بہت ہی تھوڑی ہے، جن کے ابھی واوکوں کو ان کا خرچیلا پن بُرا نہ لگتا ہو۔ ادھک ترسنکھیا تو ایسوں ہی کی ہے، جن کی سپھلتا اپنا سواستھیہ کھو کر آنکھیں پھوڑ کر، تیاگ سے جیون بتا کر ملتی ہے۔ ہمارا منچلا یونیورسٹی اسٹوڈنٹ جب ایک روپیہ کی سیٹ پر سنیما ہال میں جا بیٹھتا ہے یا اوولٹین کا ایک ڈبّہ اور ٹوتھ پیسٹ کی ایک شیشی خرید کر گھر آتا ہے اور بازار کی سیر میں روپیہ بیس آنے کیول ریسٹروں میں بیٹھ کر چاٹ کھانے میں اڑا دیتا تو اسے کبھی خیال آتا ہے کہ ان دو تین

1۔ چنتاے: وے   2۔ وے: خرچ   3۔ چھمیہ: قابل معاف

4۔ سہانو بھوتی: ہمدردی

روپیوں کے لیے اس کے گھر والوں کو اپنی کتنی ضرورتیں دبانی پڑی ہوں گی۔ اگر ایسا خیال نہیں آتا تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ وہ آتم سیوی (1) اور سوارتھی ہے۔

لیکن آتم سیوا چاہے کسی چھاتر کے گھر والوں کو نہ اکھڑے اور وے اپنے لاڈلے بیٹے کے لیے ہر ایک طرح کا کشٹ خوشی سے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں اور ایسا کون باپ ہے جو اپنی سنتان کے لیے ادھک سے ادھک تیاگ کرنے میں آنند نہ پاتا ہو۔ پر یہ عادت چھاتروں کے لیے سویم اس سے کہیں وناشک (2) ہے۔ اس کے سماجک پہلو کو بھی چھوڑیے حالاں کہ پھوس کی جھونپڑی کے پاس پھلجھڑیاں چھوڑنا بڑا بھینکر وِنود (3) ہے اور تھوڑے سے بھاگیہ والوں کی شوقینی بہت سے بھاگیہ ہینوں کے لیے گھاتک ہوسکتی ہے۔ پر اسے جانے دیجیے یہ سوچیے کہ ان عادتوں کا سویم اپنے بھوشیہ پر کیا اثر پڑے گا؟ ماں باپ تو ہمیشہ سنبھالنے کے لیے بیٹھے نہ رہیں گے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ یا تو آپ گھر کی بچی بچائی سمپتی کا صفایا کریں گے، یا سن دگدھ سادھنوں سے کام لیں گے۔ کہیں نوکر ہوگئے تو رشوتیں شروع ہوں گی یا غبن کی نوبت پہنچے گی۔ ویاپار کیا تو تھوڑے دنوں میں پونجی ہی نفع بن جائے گی اور اگر بے کار رہنا پڑا، تو آتم ہتیہ (4) کے سوا اور کوئی اولمب ہی نہیں رہ جائے گا۔ جیون کا اسٹینڈرڈ اونچا رکھنے کا ارتھ یہ نہیں ہے کہ اپنے سامرتھیہ سے باہر خرچ کیا جائے۔ پر اسٹینڈرڈ اونچا رکھنے کا ارتھ ہے کہ تھوڑے سے آدمیوں پر اُدھ پتیہ (5) ہو اور وے انھیں لوٹ کر اپنا گھر بھرتے ہوں۔ فرانس، انگلینڈ، امریکہ کو ایشیا اور افریقہ دو مہادیپ ایسے مل گئے، جس سے دو صدیوں تک انھوں نے جیون کا اسٹینڈرڈ خوب اونچا کیا۔ پر مندی کے پہلے ہی حملے میں سبھی کے ہوش ٹھکانے آگئے، اور جس دن یہ دونوں مہادیپ سچیت ہوجائیں گے۔ ان مہان راشٹروں کے ویبھوں کا انت ہوجائے گا۔ تب وہی کھیتی اور وہی چھوٹے چھوٹے کارخانے رہ جائیں گے جو اپنی ضرورت کی چیزیں بنائیں گے۔ سنسار کا ویاپار ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ابھی سے وہ سمسیا ان کے سامنے کھڑی ہوگئی ہے، اور شسترِ سمّیلن اور ارتھ سمّیلن آدِی اسی سجکتا کے نتیجے ہیں ہمارا تو خیال ہے کہ اپنی ضرورتوں کو ہم جتنا ہی بڑھاتے ہیں، اتنا ہی پرکرتی جیون سے دور ہوتے ہیں اور اتنا ہی سمے کی پرگتی کے پرتی کول جاتے ہیں۔ سنسار بڑی تیزی سے سمشٹ وادکی اور جا رہا ہے، جس میں اونچ نیچ شکشت اور اشکشت کا بھید نہ رہے گا۔ آج شکشت اور سنسکرت سماج نے اپنے کو جس قلعے میں بند کر رکھا ہے، اس کی دیواریں ٹوٹ جائیں گی اور چاہے کرانتی سے ہو، یا شانتی سے مانو سمتا کا آدرش آکر رہے گا

1۔ آتم سیوی: ذاتی خیال رکھنے والا　2۔ وِناشک: قاتل　3۔ وِنود: تفریح

4۔ آتم ہتیہ: خودکشی　5۔ آدھ پتیہ: اختیار، اجارہ داری

اس وقت وہی جاتیاں وہی سماج اور ویکتی جیوِت رہیں گے جو ان نئی پرستھتیوں کا سواگت کریں گے۔ وشیش سویدھاؤں، وشیش سادھنوں میں پلے ہوئے پرانی اس سنگرام میں مٹ جائیں گے۔ ہمارے چھاتروں اور وِدّیالیوں کے سامنے یہ پرشن کھڑا گھور کر دیکھ رہا ہے پر وے آنکھیں بند کر کے اس کے استتو کو بھول جانے کی چیشٹا کر رہے ہیں۔ فیسیں بڑھتی جاتی ہیں چھاترالیوں کے خرچ بڑھتے جاتے ہیں اور ویکتیوں کی آمدنیاں گھٹتی جاتی ہیں۔ یہ اوستھا کتنے دنوں چل سکیں گی۔ آج نہیں تو کل یونیورسٹیوں کے سامنے یہ مسئلہ آئے گا اور چوں کہ اب شکشا کا آرتھک مہتو بہت کم ہو گیا ہے، کیول اس کا سانسکرتک مولیہ ہی باقی رہ گیا ہے، اس لیے اوشیہ ہی ایسے ودیالیہ اتپن ہو جائیں گے جو سمے کے ادھک انوکول ہوں گے اور تب ورتمان وِدّیالیوں کو بھی وِوش (1) ہو کر سمے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ دور درشتا (2) کہہ رہی ہے کہ ابھی سے چیت جانے میں کشل ہے۔

اگست 1933ء

1۔ وِوش: مجبور　　2۔ دور درشتا: دور اندیشی

بھیشن ناؤ دُرگھٹنا

کاشی میں گت سپتاہ میں جو بھیشن ناؤ دُرگھٹنا ہوئی اور جس میں بائیس آدمی جل مگن (1) ہو گئے، اس پر پبلک کو اور ہمارے ویوستھاپکوں کو اس درشٹی سے وچار کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسی دُرگھٹنائیں کن کارنوں سے ہوتی ہیں اور ان کی روک کیسے کی جا سکتی ہے۔ دیہاتی لوگ جلد سے جلد شہر کی منڈیوں میں پہنچ کر اپنا سودا بیچنے کی دھن میں اس بات کا وچار نہیں کرتے کہ ناؤ پر کافی آدمیوں کی گنجائش ہے یا نہیں۔ ملاح بھی پیسے کے بوجھ سے انھیں روکنے کی چیشٹا نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ایسی وارداتیں آئے دن ہوتی رہتی ہیں سرکار دوارا یدی ہر ایک ناؤ پر بٹھائے جانے والے یاتریوں کی سنکھیا نیت (2) کر دی جائے، تو شاید ملاح اس سے زیادہ سواریوں کو نہ بٹھائے اور سواریاں بھی سمجھ جائیں کہ اس سے زیادہ سواریوں کو بیٹھنے سے خطرہ ہے۔ یدی ہر ایک ناؤ پر تمبوؤں کا پربندھن کیا جا سکے جس کا دایتو (3) ناؤ کے ٹھیکے دار پر رکھا جائے، تو شاید جنتا کا کلّیان ہو سکے۔ ہمیں آشا ہے کہ ضلعے کے ادھیکاری ورگ اس وشے پر وچار کر کے کوئی ایسی ویوستھا کریں گے جس سے اتنی جانوں کی ہانی نہ ہو۔ بنارس پر شاید گرہ آیا ہوا ہے ابھی لاری والی واردات کی چوٹ بھولنے نہ پائی تھی کہ یہ دوسری چوٹ لگی۔

13 اگست 1933ء

1۔ جل مگن: غرق آب، آب آلود
2۔ نیت: متعین، محدد
3۔ دایتو: فریضہ

نیا ریلوے بورڈ

سرکار نے بھارت کے لیے جو نیا ریلوے بورڈ نرمان کیا ہے اس کے لیے ہم بھارت واسیوں کو سرکار کو کوٹی کوٹی دھنیواد (1) دینا چاہیے۔ چلو، بوجھ سر سے ٹلا نہیں لاکھوں میل کی ریلیں، لاکھوں گاڑیاں، لاکھوں کرمچاری، کروڑوں کا حساب کتاب، یہ سب جھن جھٹ کون پالتا۔ یہ نیا ریلوے گاڑیوں کا پر بندھ (2) کر دے وہ کام تو انگریز ہی کر سکتا ہے، پورا انگریز نہ ہو، آدھا سہی، تہائی سہی، پر کچھ نہ کچھ انگریزی خون اس میں اوشیہ ہونا چاہیے۔ اور جہاں انگریزوں کا معاملہ ہے وہاں کسی طرح کا دباؤ، کسی طرح کی نگرانی، کسی طرح کی قید ان کا اپمان ہے ان سے کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس ریلوے بورڈ کے نرنے میں لیجس لیٹو اِسمبلی کو کسی طرح کا دخل نہ رہے گا۔ بورڈ کو ادھیکار ہوگا کہ جسے چاہے رکھے۔ جسے چاہے نکالے، جتنا کرایہ چاہے بڑھائے، مسافروں کو چاہے جتنا کشٹ ہو، اِسمبلی کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ بورڈ ذمّہ دار آدمیوں کا ہوگا۔ وے انگریزی نیتی (3) کے پکّے سمرتھک (4) ہوں گے۔ اور یہ کون نہیں جانتا کہ انگریزی نیتی سنسار میں سب سے سپھل ہے۔

12 اگست 1933ء

1۔ دھنیواد: مبارک باد
2۔ پر بندھ: انتظام
3۔ نیتی: اصول
4۔ سمرتھک: حمایتی

مدّ ھیہ پرانت میں آبکارا سے آمدنی

کبھی دردرتا (1) سے بھی کچھ اپکار (2) ہو جاتا ہے۔ اور اس اپکار کا سب سے تازہ ثبوت مدھیہ پرانت کے آبکاری وِبھاگ کی نئی رپورٹ دیکھنے سے مل جاتا ہے 1925ء میں اس محکمے میں سرکار کی جتنی آمدنی ہوئی تھی، اس سے ایک کروڑ روپیہ کم یعنی پانچ ہزار سات سوتینتالیس لاکھ روپیہ کی آمدنی اس سال ہوئی۔ یہ بھی اس دشا میں جب سرکار نے ایک نئے چھیتر میں بھی ٹھرّے کی بکری کی اجازت دے دی تھی۔ اوشیہ اس کا کارن دَرِدرتا ہے، پر یہ سنتوش (3) کی بات ہوگی، یدی جن دَرِدروں نے اس ویسن (4) کو چھوڑ دیا ہے، وے اِسے پھر سے نہ اپناویں۔

آب کاری کے معاملے میں اس سال سب سے ادھک مقدمے چلائے گئے۔ یعنی چھ ہزار آٹھ سو چھیانوے۔ آشا ہے مدّھیہ پرانت کی سرکار اسی درڑھتا سے کام لے گی۔

28 اگست 1933ء

1۔ دَردرتا: حیوانیت

2۔ اُپکار: رحم، کرم

3۔ سنتوش: قناعت

4۔ ویسن: مصروفیت، مشغلہ

کاشی میں بجلی

یکت پرانتیہ کونسل کے سدّسیہ تھا میونسپل شاسن میں روچی رکھنے والے راج نیتکوں کا وشواس ہے کہ نہ جانے کیوں ہمارے پرانت (1) کی سرکار کے لیے مارٹن کمپنی بڑی لاڈلی ہے۔ یہ وشیش پریم یا کرپا چھپائے نہیں چھپتی۔ پرکٹ (2) ہی ہو جاتی ہے۔ کاشی کو بھی اس کا تھوڑا بہت انوبھو ہے۔ ہمیں ان دنوں کا اسمرن (3) ہے جب سوراجی بورڈ کاشی میں بجلی کی روشنی چالو کرنا چاہتا تھا۔ کاشی وشوودّیالیہ کا پرستاؤ تھا کہ بنارس کو بجلی سپلائی کرنے کا کام اُسے دیا جائے۔ مارٹن کمپنی یہ ادھیکار اپنے لیے چاہتی تھی، پر سوراجی بورڈ کا یہ وچار تھا کہ کاشی وشوودّیالیہ کاشی کے لیے ایک گورَو کی وستو ہے۔ یدی کاشی سے اس کی سہایتا ہو سکے تو اتی اُتّم ہو۔ ساتھ ہی بورڈ کا یہ بھی انومان تھا کہ یدی کاشی میں بجلی کی روشنی دینے کا کام کاشی وشوودّیالیہ کے ہاتھ میں ہوگا تو بورڈ بھی اپنے لیے ادھک سے ادھک سویدھا پراپت کر سکے گی تتھا نگر کو بھی سستے میں بجلی کا پرکاش مل جائے گا۔ سستے مہنگے کا وچار کیول امیروں کی درشٹی سے ہی نہیں سب کے ہت میں ہوتا ہے۔ کاشی میں بجلی لگ جانے سے کیول امیر ہی نہیں غریب بھی کافی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

استو، سوراجی بورڈ کی چیشٹا بے کار گئی۔ بورڈ کی شوبھچھا میں سرکار نے ایسے بادھاؤں کی پخ لگا دی کہ مجبوراً مارٹن کمپنی کو ٹھیکا دینا پڑا۔ اُسی ٹھیکے کے پرنیام سوروپ کاشی میں الیکٹرک سپلائی کمپنی کی استھاپنا ہوئی ہے جس نے سچ پوچھیے تو لوٹ مچا رکھی ہے۔ اس نگر سے یہ کمپنی کتنا کما رہی ہے، یہ نیچے کی تالیکا سے گیات ہو جائے گا۔

اُردھ ورش کی سماپتی پر کتنے استھان پر بجلی لگی یونٹ بکا آمدنی:

1۔ پرانت: علاقہ، صوبہ　　2۔ پرکٹ: ظاہر

3۔ اسمرن: یاد

	استھان پر بجلی لگی	یونٹ بکا	آمدنی
31 دسمبر 1931ء	1645	19,92,334	2,19,795 روپیہ
30 جون 1932ء	1854	20,73,371	2,27,355 روپیہ
31 دسمبر 1931ء	2045	22,12,822	2,46,002 روپیہ

اس میں سے اڑتالیس ہزار چار سو ستاون روپے پونے تین آنے ڈی پریسیشن فنڈ میں نرمان کے سمے جو پونجی لگائی گئی تھی اس کا سود پرارمبھک ویے(1) اور دلالی مدّے تیس ہزار روپے ویے کیا۔ عام خرچ پندرہ ہزار ایک سو پچاس روپے ساڑھے تین آنے ہوا۔ رِن (2) پر سود اور جمع مدّے سترہ ہزار دو سو گیارہ روپے سوا دو آنے، بجلی پیدا کرنے میں اکیاون ہزار دو سو تیس روپے ساڑھے تیرہ آنا، مرمّت وغیرہ میں انیس ہزار پانچ سو اڑسٹھ روپے نو آنے، کرائے میں تیس ہزار دو سو سترہ روپے سوا بارہ آنے کُل ویے ہوا۔ یہ حساب 31 دسمبر 1933ء تک کا ہے۔ اس کے علاوہ اس ارڈھ وارشک کے لیے چونتیس ہزار ایک سو تینتیس روپے ساڑھے نو آنے بیلنس ہے۔ اتی رکت فیس بہتر روپیہ تھا پچھلے ورش کا بیلنس سات ہزار چھ سو تین روپے سوا دس آنے ماتر ہے۔ یعنی کل ملا کر دو لاکھ چھیالس ہزار چوہتر روپے ساڑھے چودہ آنا۔ پاٹھک اس حساب کی سمیکشا کریں تو انھیں پتا چلے گا کہ مارٹن کمپنی کاشی سے کتنی زبردست آمدنی کر رہی ہے۔ اور اس آمدنی کا کارن کیا ہے۔ پایونیر میں پچیس نومبر 1932 کو پرکاشت ایک لیکھ کے انوسار اس کمپنی کا بجلی پیدا کرنے میں فی یونٹ چار پائی ماتر کا ویے ہوتا ہے، پر میونسپل سنستھاؤں کو ساڑھے نو پائی پرتی یونٹ دی جاتی ہے۔ نجی اُپ بھوگیوں کو آٹھ آنا پرتی یونٹ کے حساب سے دیا جاتا ہے، یعنی میونسپل سنستھاؤں سے پرتی یونٹ ساڑھے پانچ پائی تھا نجی طور پر لینے والوں سے سات آنہ آٹھ پائی منافع میں پراپت ہوتا ہے۔ کاشی ایسے نگر سے اتنی رقم وصول کب تک کی جاسکتی ہے، یہ کہنا کٹھن ہے یہ بجلی کے پریمیوں کی ہی در بلتا ہے کہ ایک کمپنی نگر بھر کو اس طرح کنگال بنا رہی ہے۔

ہمارا یہ کتھن اتی شیوت نہیں ہے۔ دلّی میں چار آنا پرتی یونٹ (بارہ پرتی شت کی چھوٹ کے ساتھ بھی) دینا پڑتا ہے۔ کولکتہ میں ڈھائی آنا در ہے۔ لکھنؤ میں پانچ پائی، الہ آباد میں دو پائی، آگرہ میں ساڑھے پانچ پائی، بریلی میں نو پائی، کان پور میں پونے دو پائی، مسوری میں ایک پائی۔ نینی تال میں کیول آدھا پائی بجلی کا اتپادن ویے ہیں۔ کاشی کا چار پائی ہے۔ اس حساب سے دیکھنے پر بھی کاشی کا خرچہ کہیں

1۔ ویے: خرچ

2۔ رِن: قرض

ھک بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

رہ گئی در کی بات کاشی اس وشے میں کسی بھی دھنی وِدیشی دیش سے آگے ہے۔ انگلینڈ، جرمنی، فرانس، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، امریکہ اور جاپان میں نو پائی کی در سے ہی بجلی پراپت ہو جاتی ہے۔

ہم ہی نہیں کہتے کہ ہماری نظر میں بجلی کا ریٹ بہت ادھک ہے کانپور کو بجلی دینے والے میسس بیگ سدرلینڈ اینڈ کمپنی نے یکت پرانت کے وانجیہ منڈل کے ایک پرمکھ سدسیہ کو ایک پتر میں لکھا ہے کہ کاشی کا ریٹ، اتیادھک ہے۔ اسی پرشن پر وچار کرنے کے لیے وگت شنیوار کو کاشی کے پرمکھ بجلی اپ بھوگیوں کی ایک سبھا ہوئی تھی سمھوتا یہ نشچے کیا جارہا ہے کہ یدی کمپنی سیدھے سے نہ مانے تو پہلی نومبر سے بجلی لینا ہی بند کر دیا جائے۔ اس پرکارستیہ گرہ یدی سامو ہک روپ سے ہو سکے تو مارٹن کمپنی کو نیچا دکھانا سرل ہے۔ پر اس میں قانونی اڑچنیں بھی ہوں گی۔ کچھ لوگ سال بھر کا کانٹریکٹ، کر چکے ہیں۔ کچھ اوشیہ ہی سرکاری پٹھو ہوں گے۔ کچھ اپ بھوگ سرکاری کاریالیوں میں ہوتا ہوگا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اب میونسپلٹی سرکار کی ہے۔ اس کا ایکزیکیٹو افسر ایک تحصیل دار ہے پردھان افسر اِتی رِکت (1) مجسٹریٹ ہے۔ ات ایوان سے کیسے آشا کی جائے کہ جنتا کے لوک پریہ (2) بننے کی چیشٹا کریں گے۔ اِن سے کیسے آشا کی جا سکتی ہے کہ ہمارے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اپنے دیش کو ایک کمپنی کی لوٹ سے بچالیں گے۔

پھر بھی ہمیں ناگریکوں کو پریتن کرنا چاہیے اس وشے میں آندولن کرنے کے لیے ایک سمیتی قایم ہوگئی ہے۔ اس کے ادھیکش ہیں شری سرن شنکر ماتھر ایڈوکیٹ اُپ منتری ہیں بنارس انڈسٹریز کے شری سنگھ داس بی اے۔ بجلی اس سبھیتہ کا ایک آوشیک انگ ہے اور اس کا اُپ یوگ ہونا اوشیمبھاوی ہے۔ بجلی کے پنکھے سے گرمی میں بڑی سہایتا ملتی ہے۔ بنارس کمپنی کو کاشی سے ادھک چار آنا پرتی یونٹ لینا چاہیے اِس میں پرکاش تتھا پنکھے کے لِے پچیس پرتی شت مجرا کر دینا چاہیے۔ موٹر تتھا گرم کرنے کے لیے ایک آنا پرتی یونٹ لینا کافی ہوگا۔

مارٹن کمپنی کو کتنا لابھ ہے یہ پرتیکش ہے اوشیہ اس کے بدلے انگریز مالکوں کو اونچے پدوں پر پرایہ سبھی انگریز یا دیشی افسروں کو موٹی تنخواہیں ملتی ہیں۔ تتھا بھارتیوں کا اتنا ہی لابھ ہوتا ہے کتنا ولایتی کپڑے بیچنے پر بھارت کے چھوٹے دوکان داروں کو ہوتا ہوگا۔ کاشی میں کمپنی کے پربندھ میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں

1۔ اِتی رِکت: اضافی　　2۔ لوک پریہ: مقبول عام

ہے۔الہ آباد میں بجلی کمپنی میں میونسپلٹی بورڈ کے دو سدسیہ شامل کیے جاتے ہیں۔ پر یہاں چاہے جو ہو، ہمیں کچھ پتا بھی نہیں چلتا۔ ایسی دشا میں ہم کو اس بات کا سولہوں آنا حق ہے کہ یا تو اپنے نگر کے لیے ریٹ سویم طے کریں یا کمپنی سے ناطہ توڑ دیں۔

4 ستمبر 1933ء

تمباکو پینے پر سزا

پریاگ کے ضلع مجسٹریٹ نے ایک فرمان نکالا ہے کہ کلکٹری میں جو آدمی تمباکو پیتا پایا جائے گا، اس کو سزا دی جائے گی۔ شاید صاحب بہادر خود سگار یا سگریٹ سے شوق نہیں کرتے ہم تمباکو کے پریمی نہیں ہیں۔ اور آج کل اس بُری عادت سے جتنی ہانیاں (1) پیدا ہو رہی ہیں۔ ان سے بھی بے خبر نہیں لیکن اس جُرم کو ہم سزا دینے کے لائق نہیں سمجھتے۔ جب ایک آدمی جیب کے ڈھائی آنے خرچ کر کے قینچی کی ایک ڈبیاں خریدتا ہے تو کیا اس کو کافی سزا نہیں مل جاتی؟ مگر یہ حکم موجودہ ضلع ادھیکش کے بعد بھی رہ سکے گا اس میں سندیہہ (2) ہے۔ بہت سمبھو ہے کہ ان کے اترادھیکاری (3) صاحب سگاروں کے ایسے وِدرُوہی نہ ہوں۔ یہ کھڑے کھڑے دھوویں اڑانے کی تہذیب تو ہم نے صاحب بہادروں سے ہی سیکھی ہے اور آج ہمارے کتنے ہی فیشنبل دوست پاسنگ شو کے ایک دوٹن روز پی ڈالتے ہیں یہ تو کوئی انصاف نہیں کہ شراب منھ لگ جانے پر اس کا پینا جُرم قرار دیا جائے۔ ہمیں آشا ہے تمباکو کے پریمی ڈِپوٹیشن لے کر مسٹر بشپ کی سیوا میں جائیں گے اور ان سے کہیں گے۔

چھٹتی نہیں ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

18 ستمبر 1933ء

1۔ ہانیاں: نقصانات
2۔ سندیہہ: شبہ
3۔ اُترادھیکاری: وارث، جانشیں

کلپنا کی اڑان

سماچار پتروں کو اس سے زیادہ مزا اور کسی بات میں نہیں آتا کہ انھیں کوئی سن سنی پیدا کرنے والے پرسنگ (1) کو موٹے موٹے اکچھروں میں چھاپنے کا اوسر ملے۔ ان دنوں پنڈت جواہر لال جی اور مہاتما جی میں جو بات چیت ہوئی اور ان دونوں مہانو بھاؤں نے اپنے اپنے جو بیان پرکاشت کیے اس میں ہمارے کتنے سہیوگیوں کو دونوں نیتاؤں میں مت بھید کا بھوت نظر آیا۔ پھر کیا تھا کلپنا (2) نے اپنا کام شروع کر دیا۔ کسی سجن نے لکھا ان دونوں نیتاؤں میں بہت پُرانا مت بھید ہے۔ پر پنڈت جواہر لال جی مہاتما جی کا پرکٹ روپ سے وِرودھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اب وہ اپنا الگ دل بنائیں گے جو بالکل آرتھک (3) پرشنوں پر نردھارت ہوگا۔ کسی نے اس سے بھی آگے بڑھ کر پنڈت جواہر لال جی کو اُپدیش دے ڈالا۔ اور شاید وے اپنے دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ دونوں مہانو بھاؤں میں ذرا چل جائے تو سماچاروں میں ذرا تیزی پیدا ہو جائے۔ اور پنڈت جواہر لال جی بار بار کہتے ہیں کہ مہاتما جی سے ان کا کوئی مت بھید نہیں ہے اور وہ اپنے کو مہاتما جی کا ایک سینک ماتر سمجھتے ہیں۔ آشا ہے پنڈت جی کے پچھلے بیان سے اس پرکار کی کلپناؤں کا انت ہو جائے گا۔

25 ستمبر 1933ء

1۔ پرسنگ: لگاؤ، رشتہ
2۔ کلپنا: تصور
3۔ آرتھک: معاشی

کاشی میں کمشنروں کی جوڑی

سہیوگی ''آج'' کو یہ دیکھ کر بڑا آشچریہ ہوا کہ کاشی میں ایک چھوڑ دو دو کمشنر کیسے اور کیوں آ گئے؟ آپ کو یہ پوچھنے کا کیا حق ہے؟ آپ تین میں ہیں کہ تیرہ میں۔ سرکار سروشکتی مان(1) ہے، وہ چاہے تو اسی کاشی میں ایک درجن کمشنر رکھ کر دکھلا دے۔ آپ جوڑی دیکھ کر ہی چکرا گئے۔ پھر آپ نے دیکھا نہیں، ایک خالص کمشنر ہے دوسرا ''ایڈشنل'' کمشنر۔ ایڈشنل کو آپ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ آپ اسسٹینٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر اور بھانتی بھانتی کے کمشنروں کو دیکھ کر بھی ایک ''ایڈشنل'' سے گھبرا گئے۔ ''کٹ'' کلرکوں اور چپراسیوں کے لیے ہیں۔

13 اکتوبر 1933ء

1۔ سروشکتی مان: بڑی طاقت

غازی پور کا دنگل

پورب کے لوگ اپنے کو پچھم والوں سے کچھ نیچا سمجھتے ہیں۔ جو بنگالی دو چار سال سنیکت پرانت (1) میں رہ لیتا ہے وہ کم سے کم پشو بل (2) میں اپنے کو ''دیش، والوں سے شریسٹھ سمجھنے لگتا ہے۔ کہیں پنجاب میں رہنے کا اوسر مل جائے ،تو کہنا ہی کیا۔ اس کی دھاک جم جاتی ہے۔ پچھم والے پورب والوں کو بھات خور اور نہ جانے کن کن اپادھیوں سے وبھوشت (3) کیا کرتے ہیں۔ شاید کچھ برادریوں میں لڑکیوں کی شادی پچھم دشا میں ہی کی جاسکتی ہے، چاہے دس پانچ میل کا ہی انتر کیوں نہ ہو۔ پنجاب کے پہلوانوں کا اس پرانت کے پہلوانوں پر کچھ ایسا رُعب چھا گیا ہے کہ سہسا کوئی پنجابیوں سے لڑنے کا ساہس نہیں کرتا۔ لیکن غازی پور میں ابھی حال میں جو دنگل ہوا ہے اس میں ادھکتر کشتیاں پورب والوں نے ماری اور لاہور، امرتسر آدِی استھانوں کے پہلوانوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ شکتی کسی کی میراث نہیں۔ جہاں سادھنا (4) ہوگی، وہیں شکتی ہوگی۔ روٹی دال اور بھات دال کا کوئی سوال نہیں۔ جاپان کے لوگ بھات کھاتے ہیں، لیکن سنسار کے کسی جاتی کے ویروں سے کم نہیں ہیں ہمارے گورکھے بھی دال بھات کھاتے ہیں۔ اس ترائی میں اور ہوتا ہی کیا ہے، پر تیز اور ساہس میں کسی جاٹ یا پٹھان سے پیچھے نہیں ہوتے۔ ایسے ہی دو چار دنگلوں میں پورب کے لوگ بازی مار لے جائیں تو پچھم کی دھاک ٹوٹ جائے۔

30 اکتوبر 1933ء

1۔ سنیکت پرانت: مشترکہ صوبہ

2۔ پشو بل: حیوانی طاقت

3۔ وبھوشت: ملوث، لباس آراستہ

4۔ سادھنا: تپسیا، عبادت، وِرد

دس سال کی قید

سرکار اپنے نوکروں کو پچپن سال میں نکال دیتی ہے مگر ہائی کورٹ کے جج ساٹھ سال تک عدالت کی کرسی کو سوشو بھت (1) کر سکتے ہیں۔ یہ بھید کیوں؟ کیا معمولی ڈپٹی مجسٹریٹ یا کلرک پچپن ہی میں ہوش حواس کھو بیٹھتا ہے اور جج لوگ کسی گپت آشرواد (2) سے ساٹھ سال تک ہوش حواس قایم رکھتے ہیں؟ یا ہائی کورٹ کے ججوں کے لیے ہوش حواس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور وے کیول کرسی توڑنے کے لیے رکھے جاتے ہیں؟ اب پریاگ وشوودیالیہ نے بھی یہ پرستاؤ کیا ہے کہ ساٹھ سال سے اوپر کوئی آدمی وائس چانسلر نہ رہے۔ اگر ساٹھ سال تک آدمی ہائی کورٹ کا جج رہ سکتا ہے، تو نہ سند یہ پچھتّر سال کی عمر تک وائس چانسلری کر سکتا ہے۔

27 نومبر 1933ء

1۔ سوشو بھت: آراستہ

2۔ آشرواد: دعا

پریاگ میں مادکتا کی وردّھی

پریاگ کی ضلع نشا کمیٹی نے ضلع میں انیس مادک وستوؤں (1) کی دوکانیں بند کردی ہیں مگر نگر نشہ کمیٹی سے نشہ وِبھاگ کا یہ نقصان نہ دیکھا گیا۔ اس نے شہر میں ترنت چار دوکانیں کھول دیں۔ دیہات کو انیّس دوکانوں میں جو کچھ کمی ہوئی اس کی پورتی (2) شہر کی چار دوکانوں سے ہو جائے گی۔ اگر اس طرح یہ کمی نہ پوری ہو تو کمیٹی کو چاہیے کہ اس کے لیے نئے نئے آیوجن کرے۔ جیسے سگریٹ والے ڈبیّوں میں ٹکٹ رکھ دیتے ہیں اُسی طرح افیم اور چرس کی پٹریوں میں یا شراب کی بوتلوں میں ٹکٹ رکھ دیے جائیں۔ انعام کے لالچ سے ہزاروں ٹیٹوٹلر کنٹھی توڑ کر کلوریے میں نہ پہنچ جائیں تو ہمارا ذمہ۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ ہر ایک کلوریے میں نشے بازوں کا رکارڈ رکھا جائے۔ جو سب سے بڑا پیکڑ ہوا سے کسی طرح کا سرکاری خطاب یا سمان کا کوئی دوسرا چنھ پردان کر دیا جائے۔ پھر دیکھیے اس وبھاگ میں کتنی آمدنی بڑھتی ہے۔

4 دسمبر 1933ء

1۔ مادک وستو: نشہ آور چیز

2۔ پورتی: بھرپائی

آتش بازیوں کا گھاتک پرنام

شب برات گزرے پانچ دن ہوگئے پر ابھی تک پٹاخے چھوٹ رہے ہیں اور کبھی کبھی ہوائیاں اور چھچھوندرے بھی نظر آ جاتی ہیں۔ ہولی میں بھی ہفتوں تک لوگوں پر آتش بازیوں کا نشہ سوار رہتا ہے۔ ہر سال کئی لاکھ روپے بارود میں اُڑ جاتے ہیں روپے تک ہی بات رہتی تو غنیمت تھی۔ کتنوں ہی کی جان بھی جاتی ہے۔ ابھی سماچار پتروں میں کئی ضلعے سے آتش بازی کے گھاتک پرنام کی خبریں آئی ہیں اور کئی دنوں اس طرح کی خبریں آتی رہیں گی۔ مگر سماج کے نیتاؤں نے اس دوشت پرتھا (1) کو روکنے کا پریتن (3) نہیں کیا کئی سال ہوئے دلی میں مسلم نیتاؤں نے آتش بازیوں کے ورودھ بڑا آندولن کیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو تین سال تک اس میں کچھ کمی ہوئی، لیکن اب پھر وہی حال ہے۔ لدھیانے میں تو ایک پورا پریوار ہی ختم ہو گیا۔

11 دسمبر 1933ء

1۔ دُوست پرتھا: آلودہ رسم　　2۔ پریتن: کوشش

بے کاری کے کرشمے

خبر ہے کہ الہ آباد میں اب کی مادک وستوؤں کی دوکانوں کے ٹھیکے کے امیدواروں میں کئی گریجویٹ اور کئی ایم۔اے پاس لوگ بھی ہیں۔انھی دوکانوں پر تھوڑے دن پہلے کانگریس نے پیکیٹنگ کی تھی اور کتنے ہی یووک اس جرم میں جیل بھیجے گئے تھے ان دوکانوں کی بولی بولنے والے نہ ملتے تھے اور آج شکشت یووک ان دوکانوں کے ٹھیکے کے لیے کنویسنگ (1) کر رہے ہیں۔اس میں کھید یا آشچریہ کی کیا بات ہے شکشت یووک آب کاری کے افسر نہیں ہیں، جن کا کرتویہ ہی یہ ہے کہ نشے کی بکری بڑھائیں شکشت یووک راشٹریہ آندولن (2) کو کچلنے میں کیا سرکار کے ساتھ نہ تھے؟ اگر شکشت ورگ میں وِویک (3) جاگ اُٹھے؟ تو سنسار سورگ ہوجائے۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ شکشت سماج راشٹر کو Exploit کرنے میں مست ہے دوسری بات یہ ہے کہ راشٹر میں Exploit کیے جانے کی سامرتھیہ (4) ہی نہ رہے۔

25 دسمبر 1933ء

1۔کنویسنگ: پرچار، تشہیر

2۔آندولن: تحریک

3۔وِویک: امتیاز، اختلاف

4۔سامرتھیہ: صلاحیت، اہلیت

سماجک نینترن کی ضرورت ہے یا نہیں

ادھر دو تین مہینے سے سہیوگی لیڈر میں ایک بڑا منورنجک وِواد (1) چل رہا ہے شاید اکتوبر کے مہینے میں سماچار چھپا تھا کہ اندور راج نے ایک ایسا قانون جاری کیا ہے کہ باراتوں اور اتسووں میں پچاس سے زیادہ مہمانوں کو بلانا ونڈنیہ سمجھا جائے۔ اس پر کاشی کے وِدّوان نیتا بابو شری پرکاش جی نے لیڈر میں ایک پتر لکھ کر اس قانون کا وِرودھ کیا۔ ان کے خیال میں سماجک جیون میں اس طرح کا نینترن اناوشیک (2) اور کشٹ پد (3) ہے غریبوں کو جیون میں آنند منانے کے اتنے کم اوسر ملتے ہیں کہ شادی وواہ میں بھی یہ بادھا ڈال دی گئی تو جیون بالکل ہی شُشک نرانند ہو جائے گا۔ اس پر کاشی کے ہی ایک ادی مان لیکھک شری پچھمی کانت جھا نے اندوری قانون کا سمرتھن کرتے ہوئے لکھا کہ غریبوں کو ان کی ہی ادور درِشتا (4) سے بچانا راج کا دھرم ہے اور اندور نے یہ قانون جاری کر کے اپنی پرجا کا بڑا اپکار کیا ہے۔ بابو شری پرکاش جی نے پھر اس کا پرتیوتر دیا ہے اور اس میں اپنے پورو کتھن کا سمرتھن کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امیروں کو اس وقت تو کفایت کا خیال نہیں آتا جب وہ اپنی دعوتوں اور پارٹیوں میں ہزاروں خرچ کر کے قرض دار ہو جاتے ہیں، تو غریب ہی کے ساتھ کیوں یہ قانون برتا جائے۔

پرشن یہ ہے کہ سماجک نینترن کی آوشیکتا ہے یا نہیں؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ آدرش شاسن وہی ہے جس میں راج کی اور سے کم سے کم بندھن رہے جنتا امیروں ہی کی نقل کرتی ہے اگر دھن وان لوگ اس طرح کا اپ وییے نہ کریں گے تو غریبوں کو بھی اپنا گھر پھونک کر تماشا دیکھنے کی ہوس نہ ہو۔ ہم تو اسی سدّھانت پر انیوار یہ شکشا کا بھی ورودھ کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ جنتا پر یہ کڑا پرتی بندھ لگا

1۔ وِواد: اختلاف

2۔ اناوشیک: غیر ضروری

3۔ کشٹ پد: تکلیف دہ

4۔ اَدُور دَرشِتا: غیر دور اندیشی

کر انھیں کفایت کا سبق دیا جائے، یہ کہیں اچھا ہے کہ جاتی کے اگوا خود کفایت کا آدرش سامنے رکھیں۔ جب تک دھنی لوگ دھوم دھام کے موہ میں پڑے رہیں گے جنتا پر کڑا بندھن لگا کر انھیں دوردرشی نہیں بنایا جا سکتا۔

25دسمبر 1933ء

پیرس میں بھیشن درگھٹنا

خبر ہے کہ فرانس کی راجدھانی پیرس میں ایک بہت بڑی ریلوے درگھٹنا ہوگئی۔ ایک گاڑی ساٹھ میل کی چال سے آ رہی تھی کہ ایک اسٹیشن پر وہ ایک کھڑی مسافر گاڑی سے ٹکرا گئی۔ دونوں گاڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ بڑے دن کا اتسو منانے کے لیے لوگ اپنے یا متروں کے گھر جا رہے تھے بڑا زبردست ٹکر تھا۔ ایک سو اسّی سے اوپر تو وہیں مر گئے اور تین سو سے اوپر زخمی ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ فرانس میں ریلوں کا پربندھ کچھ گڑبڑ ہے۔ تبھی تو ایک ٹکر میں اتنی جانوں کی چھتی (1) ہوئی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ بھارت کا ریلوے بورڈ اپنے ہاتھ میں وہاں کا پربندھ لے لے اور انھیں سکھا دے کہ یوں ٹرافک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ یہاں گاڑیاں لڑتی ہیں سہی، لیکن کچھ اس خوبی سے لڑتی ہے کہ دو چار آدمیوں کو معمولی کھرونچیں لگ کر رہ جاتے ہیں، مرے بھی تو دو چار مر گئے۔ یہ نہیں کہ ایک ٹکر میں پانچ سو سے زیادہ چل بسے۔ اس معاملے سے اسبھیہ (1) بھارت یوروپ کو ابھی کچھ دن سکھا سکتا ہے۔

1 جنوری 1934ء

1۔ چھتی: نقصان　　2۔ اسبھیہ: غیر مہذب

ایم۔سی۔سی۔کی دھوم

آج سارے دیش میں ایم۔سی۔سی کی دھوم ہے۔کھلاڑیوں کا ناگرک سواگت کیا جا رہا ہے، ایڈریس دیے جا رہے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ بھارت کے سوراجیہ کا پرشن کرکٹ کے میدان میں حل ہوگا۔ جس اُتساہ (1) سے ہمارے راجے اور مہاراجے اور ملوں کے سوامی اور بڑے بڑے لوگ اس پروپیگنڈا میں چمٹے ہوئے ہیں اُس سے اس وشے میں ذرا بھی سندیہہ نہیں رہ گیا کہ بس اب کی میچ جیتے اور سوراجیہ ملا۔ہاکی میں ہندوستانیوں نے ساری دنیا کو جیتا،سوراجیہ کی ایک منزل پوری ہوئی۔پولو میں جیت کر ہم دوسرے منزل پر جا پہنچے۔تیراکی میں اوّل آکر تیسری منزل مار لی۔فٹ بال میں پہلے سے ہمارا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔آج سماچار آیا ہے کہ ٹینس میں آسٹریلیا والوں کو ہم نے نیچا دکھا دیا۔چوتھی منزل بھی پوری ہوگئی بس کرکٹ میں جیتنے کی دیر ہے۔ جیتے اور پورن سوراجیہ ملا۔اور جیت تو ہوتی بمبئی ہی میں،لیکن اس ایلیون میں شریک ہونے کے لیے کیول کھلاڑی ہونا کافی نہیں۔آپ اچھے کھلاڑی ہیں تو کیا بیٹھ رہیے۔ یہاں جس پر ادھیکاریوں کی کرپا ہے،وہ ایلیون میں لیا جاتا ہے۔سنا ہے وائس رائے صاحب کو کرکٹ سے بڑا پریم ہے۔جوانی میں اچھے کرکٹر تھے۔اب کھیل تو نہیں سکتے مگر آنکھوں سے دیکھ تو سکتے ہیں اور جس چیز میں حضور وائس رائے کو دلچسپی ہو اس میں ہمارے راجوں،مہاراجوں،نوابوں اور دھن والوں کو نشہ ہو جائے تو کوئی آشچریہ نہیں۔حضور وائس رائے اگر پرنس دیپ سنگھ سے خوش ہوتے،تو شاید وہ بھی آدر کے ساتھ بلائے جاتے،لیکن نہیں،انھیں کرکٹ سے کیا مطلب۔یہاں تو پکا کھلاڑی وہ ہے، جسے ادھیکاری لوگ نام زد کریں۔ بھارت کی اور سے وائس رائے بدھائی دیتے ہیں، بھارت کا پرتی ندھتو (2) ادھیکاریوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔پھر کرکٹ کے جھمیتر میں کیوں نہ نرواچن ادھیکاران کے ہاتھ رہے۔

1۔اُتساہ:امنگ　　2۔پرتی ندھتو:نمائندگی

اس دھوم دھام اور ٹیم ٹام کا یہی رہسیہ ہے ریل نے کنسشن دے دیے، ایکسپریس گاڑیاں دوڑ رہی ہیں، تماشائی لوگ تھیلیاں لیے کلکتہ بھاگے جا رہے ہیں۔

اور ادھر غل مچایا جا رہا ہے کہ مندی ہے اور سستی ہے۔ مندی اور سستی ہے مزدوری گھٹانے کے لیے نوکروں کا ویتن کاٹنے کے لیے ایسے معاملوں میں ہمیشہ تیزی رہتی ہے۔

1 جنوری 1934ء

ایم۔سی۔سی۔کی جے

کہتے ہیں کہ فرنچ کانتی کے پہلے جنتا تو بھوکوں مرتی تھی اور ان کے شاسک اور زمین دار اور مہاجن ناٹک اور نرتیہ میں رت رہتے تھے، وہی درشیہ(1) آج ہم بھارت میں دیکھ رہے ہیں۔دیہاتوں میں ہاہا کار مچا ہوا ہے۔شہروں میں گل چھرّے اڑ رہے ہیں کہیں ایم سی سی کی دھوم ہے، کہیں ہوائی جہازوں کے میلے کی۔بڑی بے دردی سے روپیہ اڑ رہے ہیں۔کاشی کے اس کرکٹ میچ میں کم سے کم پانچ ہزار آدمی تماشا دیکھ رہے تھے۔کم سے کم پچیس ہزار روپے کیول ٹکٹوں سے وصول ہوئے اور دیا کس نے؟ انھیں بابوؤں اور امیروں نے جن سے شاید کسی راشٹریہ کام کے لیے کوڑی نہ مل سکے۔خوب تماشے دیکھے جاوے، خوب مزے اڑائے جاوے۔یہ دنیا ہے۔کون کسی کے دکھ سے دکھی ہوتا ہے یہ سر پھروں کا کام ہے۔سنساران کا ہے جو موج کرتے ہیں شہر کے اندیشوں سے مرنے والے ابھاگے قاضی کو مرنا ہی چاہیے۔دیا امیروں کا چونچلا ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔نیائے کے آنے میں دیر ہے تب تک چین کیے جاوے سنا اس میچ میں وجے نگر مرٹیم جیت گئی۔بس اب سوراجیہ(2) ملنے میں دیری نہیں ہے۔

15 جنوری 1934ء

1۔درشیہ: منظر
2۔سوراجیہ: آزاد حکومت

سی پی سرکار کی سترکتا

سی پی کے ہوم ممبر ایک ہندوستانی سجن ہیں۔ مہاتما جی ابھی جب اس پرانت میں دورہ کر رہے تھے تو آپ نے ایک سرکولر نکالا تھا کہ سرکاری نوکروں کو اس آندولن (1) میں بھاگ نہ لینا چاہیے۔ بالکل ٹھیک سنکرامک (2) بیماریوں میں باہر والوں کو چھوت لگ جانے کا زیادہ بھے رہتا ہے۔

29 جنوری 1934ء

1۔ آندولن: تحریک

2۔ سنکرامک: جاں کاہ، جان لیوا

بینکروں کی فریاد

اور کوئی مانے یا نہ مانے بینک والوں نے تو گورنر کو ڈکٹیٹر مان ہی لیا۔ کرشکوں کے ادھار کا جو بل کونسل میں منظور ہوا ہے، وہ بینک والوں کو کوئی کارنوں سے روچی (1) کر نہیں ہے۔ ہم بھی بل کو نردوش نہیں سمجھتے۔ اس میں کسانوں کے ساتھ جتنی رعایت ہونی چاہیے تھی اس سے بہت زیادہ کر دی گئی ہے۔ یوں کہو کہ اس سے وشیش کر زمینداروں کا ہی فائدہ ہوگا لیکن بینکروں کو کونسل کے ممبروں سے فریاد کرنا چاہیے تھا۔ یا سمجھو ہے، انھوں نے فریاد کی ہو اور ممبروں پر کچھ اثر نہ ہوا ہو، لیکن جب ممبروں پر کوئی اثر نہیں ہوا، تو گورنر پر کوئی اثر ہونے کی بہت ہی کم سمبھاؤنا ہے اور اگر اثر ہو بھی جائے، تو ہم پنچایت کے فیصلے کی اپیل ایسے اجلاس میں کرنے کے خلاف ہیں جو نرنکش (2) ہے بینک والوں نے سمجھا ہوگا جب ایک کی خوشامد کرنے سے کام نکل سکتا ہے، تو بہتوں کی خوشامد کیوں کی جائے، لیکن یہ نیتی جن تنتر کے انوکول نہیں ہے جنتا کے ہت کے لیے اگر امیروں کو کچھ کشٹ اور ہانی بھی ہو تو وہ سہنی چاہیے۔ جن تنتر کا یہ سدھانت ہے۔

26 مارچ 1934ء

1۔ رُوچی گر: پرکشش

2۔ نرنکش

ڈاکٹر بھی سن رکشن چاہتے ہیں

جرمنی سے نکلے ہوئے یہودی ڈاکٹر بھارت آ رہے ہیں۔ ابھی تک تو بھارت کے مریض علاج کرانے کے لیے جرمنی جایا کرتے تھے۔ اب جرمن ڈاکٹر خود یہاں آ رہے ہیں۔ اس سے ہمیں خوش ہونا چاہیے تھا مگر ہمارے ڈاکٹروں کو سن شے (1) ہو رہا ہے کہ کہیں یہ ڈاکٹر یہاں والوں کا روزگار نہ چھین لیں۔ ہم سمجھتے ہیں مریض کسی ڈاکٹر کے پاس اس لیے نہیں جاتا کہ وہ ہندوستانی ہے یا ہندو یا کسی انیہ جاتی کا۔ وہ صرف اس ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، جس پر اُسے وشواس ہو، جو اُسے اچھا کر سکے۔ اگر ہمارے ڈاکٹر چاہتے ہیں کہ ان کا مولیہ (2) بنا رہے، جس پر اُسے وشواس ہو، جو اُسے اچھا کر سکے۔ تو انھیں اپنے وشے کا پورا گیان پراپت کرنا چاہیے اور اپنی فیس بھی ایسی رکھنی چاہیے، جو معمولی آدمی کی پہنچ کے باہر نہ ہو۔ کولکتے میں اچھے ڈاکٹر کے ایک بجٹ کی فیس بتّیس روپیہ سے کم نہیں ہے، اگر جرمن ڈاکٹروں کے آنے سے یہ لوٹ کم ہو جائے، تو ہم ان کا سواگت (3) کریں گے۔ سن رکشن (3) کی یہ ہوا دیکھیں ہمیں کہاں کہاں لے جاتی ہے۔

26 مارچ 1934ء

1۔ سن شے: شکی مزاج

2۔ مولیہ: قیمت، اہمیت

3۔ سواگت: استقبال

4۔ سن رکشن: حفاظت

کورٹ شپ

پریاگ میں اگروال مہیلا مہا سبھا کی سبھا نیتری جی نے سماج کی ویوا ہک کوریتیوں (1) کو دور کرنے کے لیے کورٹ شپ کی بات کہی۔ لیکن کورٹ شپ سویم تو ایک خرچیلی وستو ہے۔ کاروں کی سیر اور ریسٹران کی دعوتیں اور آئے دن نئے نئے اپہار (2)، یہ کیا ماں باپ کے لیے ہلکے ٹیکس ہوں گے اور روکھی سوکھی کورٹ شپ مرو بھومی میں پڑے ہوئے بیج کی بھانتی شاید ہی انکورت ہوں پھلنا پھولنا تو دور کی بات ہے۔

16 اپریل 1934ء

1۔ کوریتیوں: بری رسم

2۔ اُپہار: تحفہ

ڈاکوؤں کی دھوم

ڈاکوؤں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اب تو چالیس پچاس کی پوری سشتر (1) فوجیں ڈاکے مارنے لگیں۔ گاؤں والے بندوق کی آواز سنتے ہی دم سادھ لیتے ہیں۔ ڈاکوؤں کا گاؤں پر پورا راجیہ ہو جاتا ہے۔ ان کی اچھا ہے جو چیز چاہے لے جائے جو چیز چاہے چھوڑ دیں، کس کی مجال ہے کہ چوں کر سکے۔ اگر گاؤں والوں کو پڑوس کا حق ادا کرنے کی سوجھ گئی تو دس پانچ وہیں شہید ہو گئے۔ ڈاکو مزے سے جس طرح گاتے بجاتے آئے تھے، اُسی طرح ہنستے کھیلتے چلے گئے۔ تیسرے دن پولس تحقیقات کرنے پہنچی اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ڈاکو آس پاس کے گاؤں کے لوگ ہی رہے ہوں گے۔ سمجھو ہے دو چار اس گاؤں کے آدمی بھی ان میں ملے رہے ہوں گے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ گاؤں والوں کے سہیوگ (2) کے بغیر ڈاکے نہیں پڑ سکتے۔ اس لیے دو چار گاؤں کے بھلے آدمی دس پانچ پڑوس کے گاؤں کے معتبر آدمی ہی ڈاکے میں شریک ہوئے ثبوت کی کیا کمی۔ ان ابھاگوں نے اگر داروغہ جی کو پرسن (3) کر دیا تو جان بچ گئی، نہیں چکّی پیسنی پڑی۔ روز یہاں تماشا ہوتا ہے، مگر کسی کو پرواہ نہیں۔ سرکار کو پولس کا کام ہے سرکار کے شتروؤں کو پکڑنا اور مٹانا۔ پرجا کی رکشا سرکار کی پولس کیوں کریں؟ پرجا کی رکشا پرجا کی پولس کرے گی جو انت بھوشیہ میں بنے گی۔ پرجا کا دھرم ہے سرکار کو ٹیکس اور کرایہ ادا کرنا۔ سرکار کا دھرم ہے کر لینا (4)، اپنی رکشا کرنا۔ پرجا کے پرتی سرکار کا اور کیا دھرم ہو سکتا ہے لاکھوں آدمی یوں ہی گردن توڑ اور جگر مروڑ بخار سے مرتے ہیں دو چار سو آدمی ڈاکوؤں کے ہاتھوں شہید ہو جائیں تو کیا غم۔ پرجا کے ہاتھ میں شستر بھلا کیسے دیا جا سکتا ہے۔ چیمبرلین صاحب کا ایسا آدیش نہیں ہے۔

30 اپریل 1934ء

1۔ سشتر: مسلح
2۔ سہیوگ: مدد
3۔ پرسن: خوش
4۔ کر: ٹیکس، جزیہ

انگریزی اوشدھیوں کا بل پوروک پرچار

کان پور کے حاکم ضلع صاحب نے بورڈ کو اس لیے کراری پھٹکار بتائی ہے کہ بورڈ نے اپنے روگ نوارک ڈنڈ کو اوشدھالیہ (1)، مطب اور ہومیو پیتھک دوا خانے کھولنے میں خرچ کیا ہے اور اس کے ڈنڈ سوروپ وہ اس فنڈ کو پرجا سے وصول کرنا نہیں چاہتے۔ صاحب الوپیتھک اوشدھیوں کے خاص طور پر پریمی معلوم ہوتے ہیں۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ بہت سی بیماریوں میں الوپیتھک دوائیں تیر کی طرح نشانے پر جا بیٹھتی ہیں، مگر یہ کسی طرح نہیں مان سکتے کہ آیورویدک، یونانی یا ہومیو پیتھک کی دوائیں بالکل بے کار ہیں۔ آج بھی کتنے مریض ایلو پیتھک دواؤں سے اپنی دیہہ کو وشاکت (2) کرنے کے بعد نراش ہو کر آیوروید یا طب کی شرن آتے ہیں اور اچھے ہو جاتے ہیں۔ ایسے انگریز بھی موجود ہیں جو آیورویدک اور طب کی دواؤں پر پورا وشواس رکھتے ہیں اور اکثر ڈاکٹر بھی آیورویدک اوشدھیوں کا دیوہار کرتے ہیں اور ہومیو پیتھک تو مانو کسی دیوتا کا آشرواد ہے، جس کی رائی بھر گولیوں میں وہ تاثیر ہے جو ایلو پیتھک کی بوتلوں میں بھی نہیں اور سستے پن کے لحاظ سے تو وہ بھارت جیسے دردر دیش کے لیے خاص طور پر انوکول ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر آشچر یہ ہوا کہ آج بھی ایسے تنگ خیال انگریز پڑے ہوئے ہیں، جو اِتنا نہیں سمجھتے کہ بھارت والوں کے لیے بھارت میں پیدا ہونے والی اوشدھیاں جتنی فائدہ مند ہو سکتی ہیں اتنی ودیشی ایلو پیتھک دوائیں نہیں ہو سکتی اور کتنے ہی نشٹھاون لوگ تو ایلو پیتھک سے اس لیے گھرنا کرتے ہیں کہ اس میں شراب ہی نہیں، گائے اور سور تک کی چربی بھی ملی ہوتی ہے۔ مانا کہ روگی کو اس طرح کے وچار کرنا مناسب نہیں لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ حاکم ضلع ہی کیوں نہ ہو جنتا کو ایک خاص طرح کی دواؤں کا سیون کرنے کے لیے مجبور کرے۔ کیا اوشدھیوں کے بارے میں بھی ہمیں آزادی نہیں؟

7 مئی 1934ء

1۔ اوشدھالیہ: وسائل خانہ

2۔ وشاکت: ناتواں، کمزور

پتروں میں اَدھوری خبریں

دینک اخباروں میں کبھی کبھی ایسی خبریں چھپتی ہیں کہ جنتا میں اس سے بڑی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے، خبریں دینے والے ایجنٹ کسی کارن سے جان بوجھ کر ادھوری خبریں بھیجتے ہیں۔ مثلاً چمپارن میں ابھی یہ خبر چھپی کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دو سو پچاس گائیں چھین لیں۔ جنھیں ان کے سوامی چراگاہوں کی اور لیے جا رہے تھے اور جب انھوں نے اپنی گائے مانگی تو انھیں مارا پیٹا اس پر بیس ہزار ہندو جمع ہو گئے، ادھر پانچ ہزار مسلمان بھی جمع ہوئے پولس کو پتا لگا۔ اس نے آکر ہندوؤں پر گولیاں چلائی اور بہتوں کو پکڑ لیا۔ خبر صاف کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کی زیادتی ہے اور کوئی کتنا ہی ادار ہندو کیوں نہ ہو وہ یہ کبھی پسند نہ کرے گا کہ مسلمان یا کوئی اور ان گایوں کو چھین لے یہ تو ڈاکہ ہے راہ زنی ہے اور جب بے چارے ہندو اس بات پر بگڑ کر ایکتر ہوتے ہیں، تو ان کے ساتھ کتنا بڑا اتیا چار کیا جاتا ہے۔ ایسی خبروں سے خواہ مخواہ سامپردایک (1) بھاؤنائیں پربل ہوتی ہیں اور ہندو سمجھنے لگتا ہے کہ جب ہمارے ہی اوپر چاروں طرف سے وار پڑتا ہے تو پھر ہمیں بھی لڑ مرنا چاہیے۔ مگر واستو (2) میں بات کچھ اور تھی۔ مسلمانوں کی گائیں بھی چر رہی تھیں۔ اور جب یہ ریوڑ اس گاؤں میں پہنچا تو دونوں جھنڈ ایک میں مل گئے۔ ہندوؤں نے اپنے ریوڑ کو الگ کرنا چاہا پر سنبھو ہے اس میں دو ایک گائے مسلمانوں کی بھی رہ گئی ہو۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ مسلمانوں نے ریوڑ کو روک دیا۔ اور کہا جب تک ہمارا تصفیہ نہ ہو جائے گا، ہم گایوں کو نہ جانے دیں گے اس پر بات بڑھ گئی۔ اتنا اَسپشٹ (3) کہہ دینے سے خبر میں وہ مسلم زیادتی کا پہلو غائب ہو جاتا ہے۔ اور معمولی مویشیوں کا جھگڑا رہ جاتا ہے، جیسا آئے دن دیہاتوں میں ہوتا رہتا ہے۔

14 مئی 1934ء

1۔ سامپردایک: فرقہ واریت
2۔ واستو: حقیقت
3۔ اسپشٹ: ظاہر، صاف، واضح

بات چیت کرنے کی کلا

بات چیت کرنا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ یوں معمولی سوال جواب تو سبھی کر لیتے ہیں، اپنا دُکھ سبھی رو لیتے ہیں، اُسی طرح، جیسے سبھی تھوڑا بہت گا کر اپنا من پرسن (1) کر لیتے ہیں، لیکن جس طرح گانے کی کلا کچھ اور ہے اور اُسے سیکھنے کی ضرورت ہے، اُسی طرح بات چیت کرنے کی بھی ایک کلا ہے جو کچھ لوگوں میں تو ایشوردت (2) ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کو ابھیاس (3) سے آتی ہے اور جو آج اگیات (4) کارنوں سے لُپت (5) ہوتی جا رہی ہے آج دو چار ہزار سوشکشت آدمیوں میں ایک ہی دو ایسے نکلیں گے، جو اپنے سمبھاشن سے کسی سماج یا منڈلی کا منورنجن کر سکتے ہوں اپنی لیاقت کا سکہ جما سکتے ہوں یا اپنے پکش کا سمرتھن کر سکتے ہوں۔ اور وچتر بات یہ ہے کہ پڑھے لکھے اور ودوان لوگ اس کلا سے جتنے شونیہ (6) دیکھے جاتے ہیں اتنے اشکشت اور گرامین لوگ نہیں۔

کسی گاڑی میں دو پڑھے لکھے سجن ہزار دو ہزار میل کی یاترا ساتھ کریں گے پر ایک دوسرے سے سلام کلام بھی نہ کریں گے۔ ایک اپنا اخبار پڑھتا رہے گا، دوسرا اپنے اپنیاس میں ڈوبا رہے گا۔ اس سے الٹے دو گرامین جیوں ہی گاڑی میں بیٹھے کہ ان میں چلم بازی شروع ہو جاتی ہے، پھر کھیتی باڑی کا ذکر چھڑ جاتا ہے، پھر معاملے مقدمے کی چرچا ہونے لگتی ہے، زمیندار نے کیسے اُسے بے دخل کیا یا ساہوکار نے کیسے سود در سود لگا کر پچاس کے دو سو پچاس روپے کر لیے اور اُس کی ساری جائداد نیلام کرا لی۔ جب تک یاترا سماپت نہ ہوگی، ان کی زبان بند نہ ہوگی۔ سمبھو ہے وے گانا شروع کر دیں۔ چلتے چلاتے ان میں ایک سد بھاؤ (7) پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں ہمارے بابو صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے اپنے دوسرے مسافر بھائی

1۔ پرسن: خوش　　2۔ ایشوردت: خدائی دین　　3۔ ابھیاس: مشق

4۔ اگیات: نامعلوم　　5۔ لُپت: غائب، پوشیدہ　　6۔ شونیہ: صفر

7۔ سد بھاؤ: ہم خیالی، اپنائیت

کو گہری آلو چنا کی آنکھوں سے دیکھ کر رہ جاتے ہیں۔ آپ ایک گرامین کے ساتھ لمبی سے لمبی یاترا ہنستے ہوئے کر سکتے ہیں، لیکن بابو صاحب کے ساتھ آپ چھوٹی یاترا کر کے اوب بھی جاتے ہیں اس گرامین کے جیون میں کچھ رس ہے، کچھ اتساہ ہے کچھ آشاوادِتا (1) ہے، کچھ بالکوں کا سا کوتوہل ہے کچھ اپنی وپتی پر ہنسنے کی سامرتھیہ (2) ہے۔ لیکن مسٹر یا بابو صاحب اپنے آپ میں سمٹ کر مانو ساری دنیا سے روٹھ گئے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔

لیکن گرامینوں میں بھی یہ کلا تنزّل پر ہے پرانے زمانے میں نائی سمبھاشن کلا میں جنم ہی سے نپُن ہوتا تھا، اُسی طرح جیسے دھوبی جنم ہی سے کویتا کی کلا میں سدّھ ہوتا ہے۔ الف لیلا میں نائیوں دوارا کہی گئی کئی کہانیاں ہیں اور یہ وشیشتا کچھ ایرانی یا عربی حجاموں ہی میں نہ تھی۔ ہمارے یہاں بھی نائی پکّا بتونی ہوتا تھا۔ بڑا حاضر جواب جن کا دماغ لوکوتیوں اور چٹکلوں کی خوان ہوتا تھا۔ گاؤں میں ناؤں ٹھاکروں کی ہزاروں کتھائیں آج بھی پرچلت ہیں، لیکن نائیوں میں بھی اب اس کلا کا لوپ ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو وہ محرّمی صورت لیے آتا ہے۔ چپ چاپ بال بناتا ہے، اور پیسے لے کر چلا جاتا ہے۔

نائیوں میں تو اس کلا کے مٹنے کا کارن دیہاتوں کی بدحالی اور سادھارن جنتا کی غریبی ہو سکتی ہے۔ جن کے پاس پیسے ہیں، وے اب اپنے ہاتھوں اپنی داڑھی صاف کر لیتے ہیں۔ کہیں چھٹے مہینے انھیں بال کٹوانے کے لیے نائی کی ضرورت پڑتی ہے اور دیہاتوں میں کسان آپ ہی دانے کے محتاج ہے، نائی کا پیٹ کہاں سے بھرے۔ جب کسان کے بکھاروں میں اناج اور گائے بھیسوں کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوتا تھا، تب نائی، ٹھاکر موچھوں پر تاؤ دیتے تھے اور بھرا ہوا پیٹ ابلتے ہوئے جھرنے کی طرح قیلولے کرتا تھا، آنند بڑھانے والی بھاؤنائیں من میں اُٹھتی تھیں۔ اور چٹکلوں کے روپ میں نکلتی تھی۔ جہاں کسان باقی اور بیاج کے بھنور میں ڈوبتا اتراتا ہو اور اس کے بچّے بھوک سے بلبلاتے ہوں، وہاں ہنسنے ہنسانے کی کسے سوجھتی ہے۔

شکشت لوگوں میں جوروکھاپن اور اداسینتا (3) آ گئی ہے اس کا کارن شاید آج کل کی شکشا پرنالی ہے پہلے ساہتیہ ہی مکھیہ پاٹھیہ وشے تھا ہم بڑے بڑے کویوں کی سوکتیاں (4) یاد کر لیا کرتے تھے۔ سوبھاشنوں کا ایک خزانہ ہمارے دماغ میں جمع ہو جاتا تھا۔ اور کنٹھستھ ہونے کے کارن اوسر پڑنے پر ہم سبھاشن میں اس کا ویوہار کرتے تھے۔ اب بالیہ وستھا میں جو قصّے کہانیاں یا انیہ پاٹھ پڑھائے جاتے ہیں،

1۔ آشاوادِتا: رجائیت پسندی | 2۔ سامرتھیہ: اہل، لائق

3۔ اداسینتا: مایوسی | 4۔ سوکتیاں: اشعار، کلام

ان میں سو بھاشنوں کا نام بھی نہیں ہوتا۔اور جب اونچی ککشاؤں میں کلاسک پڑھنے کا سمے آتا ہے تو اس کے لیے پاٹھیہ کرم میں اتنا کم سمے ہوتا ہے کہ کیول اس کا ارتھ سمجھ لینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔رٹنت کی کسے فرصت ہے۔اچھے سمبھاشن کے لیے اچھی اسمرن (1) شکتی کا ہونا آوشیک ہے اور یہ شکتی آج کل اپیکشا کی درشٹی سے دیکھی جاتی ہے۔بڑے بڑے وِدوانوں سے کہیں کہ شیکسپیر کی دو چار سوکتیاں سنائیے تو وے کیول مسکرا کر رہ جائیں گے۔غریب کو کچھ یاد ہو تب تو سنائے۔ایک کارن یہ بھی ہے کہ ہم نے جنتا میں ملنا جلنا ترک کر دیا ہے جہاں بھاؤنائیں اپنے مولک (2) اور پراکرتک (3) روپ میں نواس کرتی ہیں جب تک آپ کو ہزار پانچ سو شعر اور کویتا یاد ہو،سو دو سو چٹکلے دو چار سو سبھاست اور سوکتیاں یاد نہ ہوں۔آپ منورنجن سن بھاشن نہیں کر سکتے۔کسی کی اسپیچ سنے جائیے اگر وہ کیول فلاسفی بگھار رہا ہے یا بڑی اوجسونی بھاشا پر ستھتیوں پر اپنا مت پرکٹ کر رہا ہے،تو آپ بہت جلد اوب جائیں گے،لیکن اگر وہ بیچ بیچ میں اپنے کتھنوں کو ونود (4) بھرے چٹکلوں اور لطیفوں سے النکرت کرتا جاتا ہے تو آپ انت تک مُگدھ بیٹھے رہیں گے۔ایک لطیفے سے سارے سنبھاشن میں جان سی پڑ جاتی ہے۔سینکڑوں دلیلیں ایک طرف اور ایک چٹیل شو بھاشت ایک طرف۔وہ پرتی دوندی کو نیرُتّر کر دیتا ہے۔اس کے جواب میں اس کی زبان نہیں کھلتی۔اس کا پکش کتنا ہی پربل ہو۔پر سو بھاشنوں میں کچھ ایسا جادو ہوتا ہے کہ مانو وہ ایک پھونک سے دلیلوں کو اڑا دیتا ہے۔مولانا محمد علی مرحوم جن دنوں انگریزی،کام ریڈ،نام کا سپتاہک پتر لکھا کرتے تھے تو ان کے لیکھوں کا ہر ایک پیراگراف غالب کے شعروں سے النکرت ہوتا تھا اور اس سے راج نیتی کے روکھے وشے میں بھی رس آجاتا تھا۔ان کے اس طرح کے لیکھ لاجواب ہوتے تھے اور بڑی روچی سے پڑھے جاتے تھے مولانا محمد علی کو غالب کا پورا،دیوان،کراٹھ تھا اور شعروں کو وہ کچھ اس طرح چپکا دیا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا غالب نے وہ شعر اسی اوسر کے لیے کہا ہو۔سورگیہ اکبر کی وینگو کتیاں بھی دندان شکن ہیں۔اتنی سجیو اور چلبلی کہ اگر ہم اپنی بات چیت میں موقع پر ان کا ویوہار کر سکیں،تو سننے والوں کو پھڑکا دیں۔کبیر اور تُلسی،رحیم،گردھر آدِی کی رچنائیں سو بھاشتوں سے بھری پڑی ہیں،مگر انگریزی اسکولوں میں ہندی ساہتیہ ایک گون وشے ہے،اور جن لوگوں نے ان مہا کویوں کو کیول اسکولوں میں پڑھا ہے،وے شاید ہی ان کی سوکتیوں کو یاد رکھ سکتے ہوں۔لطیفوں کی کوئی اچھی پستک ہندی میں ہماری نظر سے نہیں

1۔اسمرن شکتی:قوت یادداشت

2۔مولک:فطری

3۔پراکرتک:قدرتی،فطری

4۔ونود:تفریح

گزری۔ بیربل، اکبراور خسرو کے نام سے جو لطیفے پر چلت ہیں ان میں ادھیکانش گندے اور کورو جی پورن ہے اگر کوئی سجّن لطیفوں کو سنگرہ کرسکیں، تو ساہتیہ کا اپکار کریں۔ سماج میں وارتا (1) کشل ویکتی کا کتنا سمان اور پربھاؤ ہوتا ہے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایسا آدمی کسی منڈلی میں پہنچ جاتا ہے تو ترنت سب کا دھیان اپنی اور کھینچ لیتا ہے اور منڈلی پر مانو اُس کا اَدھ پتیہ ہو جاتا ہے۔ ہاں موقع دیکھ کر ہی زبان کھولنا چاہیے اور اُسی وشے میں بولنے کا ساہس کرنا چاہیے جس کا ہمیں کچھ انوبھو یا گیان ہے۔ مون (2) کی بڑی پرشنسا کی گئی ہے، لیکن اس کا یہ ارتھ نہیں کہ ہم موقع آنے پر بھی منھ بند کیے بیٹھے رہیں۔ ہاں اگر ہمارے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے تو مون رہنا ہی اچت ہے۔ مون سے کم سے کم ہماری مورکھتا (3) کا پردہ تو ڈھکا رہتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں۔ ہمارے تھوتھے پن کے لیے بڑی حد تک ہماری اَیوگیتا ہی ذمّہ داری ہے۔ اگر ہمارے اسٹاک میں لوکوکتیوں اور لطیفوں کا ابھاؤ نہ ہو، تو ہم تھوتھے بیٹھے ہی نہیں رہ سکتے۔ جسے ناچنا آتا ہے وہ اوسر پڑنے پر بنا ناچے رہ ہی نہیں سکتا۔ اگر اُسے ناچنے کا اوسر نہ ملے، تو وہ من میں بہت دکھی ہوگا اور بھاؤ بھنگیوں سے اپنا اسنتوش (4) پر کٹ کرے گا۔ جو اچھے وکتا ہیں، وے کسی سمیلن میں چپ بیٹھ ہی نہیں سکتے۔ ان کی جیبھ کھجلانے لگتی ہے۔ اور وے بار بار سلپ لکھ لکھ کر سبھاپتی سے بولنے کی انومتی لے کر ہی رہتے ہیں۔ جن غریبوں کو بولنے کی شکتی یا ابھیّاس نہیں ہے، وے تو بار بار کہنے پر بھی منچ پر نہیں آتے، مناتے رہتے ہیں کہ یہ بلا میرے سر نہ آجائے۔

لگ بھگ ایک مہینہ ہوا ہماری ملاقات ایک ایسے سجّن سے ہوئی، جن کی واچالتا دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ لطیفوں اور سبھاشتوں کا ایک سوتا تھا، جو ابلتا چلا آتا تھا۔ ایسا کوئی وشے نہ تھا جس پر ان کی اپنی ایک سوتنتر رائے نہ ہو۔ اور جس کا سمرتھن وہ قائل کر دینے والے ڈھنگ سے نہ کرسکیں۔ کئی بار یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کا کتھن بھرم مولک ہے ان کی واچالتا سے لاجواب ہو گئے۔ اپنے پکش میں ایک مارمک لطیفہ کہہ کر وہ قہقہہ مارتے تھے۔ اور اس کے ساتھ میدان مار لیتے تھے۔ وہ جانتے تھے۔ اس فیصلے کے خلاف میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انھوں نے کتنے لطیفے کہیں۔ اس وقت سب تو یاد نہیں آتے، لیکن دو چار یاد ہیں، انھیں میں پاٹھکوں کے منورنجن کے لیے یہاں دیتا ہوں اور ان سے انورودھ کرتا ہوں کہ وہ اپنے دماغ کو ایسے لطیفوں سے جتنا سشستر کرسکیں، کرلیں۔ اس سے وے اپنے ہی دکھوں پر نہیں، دوسرے کے دکھوں پر بھی پرہار (5) کرسکیں گے اور اپنے شردھالوؤں کا دائرہ پھیلا سکیں گے۔

1۔ وارتا کشل: ماہر کلام　　2۔ مون: خاموش　　3۔ مورکھتا: بےوقوفی

4۔ اسنتوش: بےصبری　　5۔ پرہار: حملہ

(1) دکھنی افریقہ میں ایک بار ایک سرکاری کرمچاری جن گننا کے سلسلے میں ایک جھونپڑی کے سامنے پہنچا، جہاں کئی بچے کھیل رہے تھے۔ اس نے آواز دی، تو اس کے جواب میں ایک حبشن باہر نکل آئی۔

کاغذوں کی خانہ پری کرنے کے لیے کرمچاری نے پوچھا۔ تمہارا شوہر کیا کام کرتا ہے؟

حبشن نے جواب دیا۔ وہ کیا کرے گا۔ اُسے مرے تو بیس سال ہو چکے ہیں

تو یہ بچے کس کے ہیں؟

'میرے ہیں'

لیکن تم تو کہتی ہو کہ تمہارے شوہر کو مرے بیس سال ہو گئے؟ ہاں، وہ مر گیا ہے، لیکن میں تو ابھی زندہ ہوں۔

(2) ایک تیلی نے اپنے بیل کے گلے میں گھنٹی باندھ رکھی تھی۔ ایک سجن نے پوچھا۔ کیوں شاہ جی، بیل کی گردن میں گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟

تیلی نے جواب دیا۔ اس لیے کہ بیل چلتا رہتا ہے تو گھنٹی بجتی رہتی ہے۔ میں کوئی دوسرا کام بھی کرتا رہتا ہوں، تو مجھے معلوم رہتا ہے کہ بیل چل رہا ہے، کھڑا نہیں ہو گیا۔

لیکن اگر بیل کھڑا ہو کر سر ہلاتا رہے؟

'مہاشے' میرا بیل اتنا سمجھدار نہیں ہے۔

(3) ایک حساب داں نے دریا کی گہرائی کا انوپات نکال کر گھر والوں سے کہا۔ پانی تھوڑا ہے کوئی ڈر نہیں، ہم اسے پار کر لیں گے لیکن جب گھر کے سب لوگ مدھیہ دھارا میں پہنچتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے ڈوب گئے۔ تو وہ پھر کنارے پر پہنچے اور پھر انوپات نکالا وہی جواب نکلا جو پہلے تھا، تو بولے۔ ابھی جیوں کا تیوں، کنواں ڈوب کیوں؟

(4) ایک افیم چی پنک میں راہ میں پڑا ہوا تھا۔ ایک پھکڑ نے اس کے سر کی پگڑی اتار لی اور اس کی جگہ تھوڑی سی روئی رکھ دی۔ افیم چی جب پنک سے جاگا تو پگڑی سنبھالنے کے لیے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پگڑی کی جگہ روئی اس کے ہاتھ آئی تو بولا۔ کمبخت، دھن کی گئی کاتی گئی۔ بنی گئی، پگڑی بنی۔ اتنا سب کچھ ہو چکنے کے بعد پھر روئی کی روئی۔

(5) ایک بار مسٹر ہربرٹ اسپنسر کہیں سیر کرنے جا رہے تھے۔ آپ انگلینڈ کے بہت بڑے فلاسفر ہو گزرے ہیں۔ راستے میں آپ کو ایک سو سال کی بڑھیا نظر پڑی ہربرٹ اسپنسر کو مذاق کی سوجھی، بولے میڈم، دنیا میں تمھارا کوئی پریمی بھی ہے؟ بڑھیا نے چھوٹتے ہوئے جواب دیا۔ بیٹا، میرے پریمی تو سب

سورگ سدھارے، بس ایک تم جیتے بچے ہو۔ فلاسفر صاحب ایسے چھپے کہ بھاگتے ہی بنا۔

(6) ترکی کے پرسدّھ پردھان منتری عصمت پاشا جب لوجانا کی کانفرنس میں سیوری کی سندھ کو بدلوانے کے لیے آئے تو آپ کا سامنا لارڈ کرزن سے ہوا۔ لارڈ کرزن کی اکڑ تو مشہور ہے۔ آپ نے اس گھمنڈ میں کہ وہ دنیا کے سب سے شکتی سمپن (1) سامراجیہ کے پرتی ندھی (2) ہیں۔ ترکی پرتی ندھیوں پر رعب جمانے کے لیے راشٹر وادی ترکوں پر خوب حملے کیے۔ لارڈ کرزن کا یہ ڈھنگ دیکھ کر عصمت پاشا نے ایسا منھ بنالیا، مانو لارڈ کرزن بول ہی نہیں رہے ہیں۔ جب لارڈ کرزن ڈیڑھ دو گھنٹے تک ڈینگیں مار کر بیٹھ گئے تو غازی عصمت پاشا چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کان پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ کیا آپ ترکی کے وشے میں کچھ کہہ رہے ہیں۔ میں نے تو کچھ سنا ہی نہیں دوسرے وچاروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ لارڈ کرزن پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

دسمبر 1934ء

1۔ شکتی سمپن: طاقت سے بھرپور 2۔ پرتی ندھی: نمائندہ

وشی کرن کا نیا روپ

ہمارے رتی شاستر میں وشی کرن (1) کا ایک وشیش مہتو ہے۔ایسی ہر ایک پستک میں آپ کو وشی کرن کی ودھی اور منتر اور اس کی کریائیں سب سے بڑی تفصیل کے ساتھ ملیں گی۔ جنتا کا ان پر وشواس بھی ہے اور ہزاروں پریمی جن ایکانت میں بیٹھ کر ان کریاؤں کو سدھ کیا کرتے ہیں۔یوروپ میں بھی اب وشی کرن کا پرچار ہونے لگا ہے۔لیکن نئی پدھتی کے انوسار ہر ایک کام وہاں ویوستھت ،سنگٹھت اور ویاپارک ریتی سے کیا جاتا ہے۔وشی کرن بھی اس کا اپواد نہ تھا۔ایک مہاشے نے اس نے ایک اسکول بھی کھول لیا۔اور اچھی فیس لے کر ششیوں کو اس کے سبق بھی دینے لگے۔ہاں سبق پتروں دوارا دیے جاتے تھے۔پرچار اتنا بڑھا کہ بہت جلد ششیوں کی سنکھیا بارہ ہزار سے اوپر پہنچ گئی۔شکشک مہودے کیول باون پاٹھوں میں ششیہ میں ایسی یوگیتا پیدا کر دینے کا ذمہ لیتے تھے کہ اس کے پریمی یا پریمیکا اس سے ملنے کے لیے آتر (2) ہو اٹھیں۔ جدھر وہ تاک دے ،اس پر اس کا جادو چل جائے۔اس وگیاپتی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ساری دنیا سے پتر ویوہار ہونے لگا اور ایک ہزار سے ادھک چھاتر یہ کلا سیکھنے لگے۔ جب فن آگیا،تو اس کی آزمائش بھی ہونی ہی چاہیے۔یووک اور یووتیاں شکار کی کھوج میں گھومنے لگیں۔آخر بھید کھل گیا اور شکشک مہودے گرفتار ہوئے اور ان کے اوپر مقدمہ چلایا گیا۔ابھی یوگ یہ تھا کہ یہ لوگ یووکوں کو دُشچر ترتا (3) کا پاٹھ پڑھاتے ہیں،جس سے گھروں کی بربادی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں۔ یہ وڈیالیہ پیرس میں تھا،مگر اس کا پرچار بیں بھن بھن بھاشاؤں میں ہوتا تھا۔مزہ یہ ہے کہ بھودھایہ وشی کرن ودھی کیول منورنجن کے لیے سیکھی جاتی تھی۔

1۔وشی کرن: بس میں کرنا، ماتحت کرنے کا عمل
2۔آتر: بے چین
3۔دُشچر ترتا: بدچلنی

اتیت بھارت کے اپاسکوں (1) کو یوروپ کی اس نقالی پر شاید اس پُرانی کلا کو پھر جگانے کی دھن سوار ہو، کیوں کہ یوروپ بھلا بُرا جو کچھ کرے، ہم اس کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں۔

فروری 1935ء

1۔ اُپاسکوں: پیروکاروں، پرستاروں

ہنس، کتھا

کچھ اپنے وشے میں

'ہنس' کا ایک ورش سماپت ہوگیا۔ ہم اس کے بارہ انک نکال سکے، اس کی بدھائی ہمیں دوسرے دیں، یا نہ دیں۔ ہم سویم اپنے آپ کو دیے لیتے ہیں۔ جن ادیشوں (1) کے ساتھ وہ چھیتر میں اترا تھا۔ انھیں ہم نے کہاں تک پورا کیا، اس کا نرنے پاٹھک کریں۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنی اور سے کوئی ڈھیلا پن نہیں کیا۔ ہمیں آرتھک ہانی (2) بھی ہوئی، راج نیتک (3) دنڈ بھی بھوگنا پڑا، پر ہم نے ہمت نہ ہاری۔ ہم اپنی تروٹیوں (4) کو جانتے ہیں اور یتھاشکتی ان کے دور کرنے کی چیشٹا کر رہے ہیں۔ کچھ سجنوں کی صلاح ہے کہ ہنس میں آدی سے انت تک کہانیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ یہ پردھان روپ سے کہانیوں کی پتریکا نہ رہ کر پورن روپ سے ہو جائے۔ کچھ سجن مُکتا۔ منجوشا اور اس کی ٹپنیوں کو قایم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور پتریکا کو ایکانگی نہیں بنانا چاہتے۔ ہم خود ابھی تک کچھ نشچے نہیں کر سکے۔ ہم اپنے پریمی پاٹھکوں سے انورودھ کرتے ہیں کہ وہ اس وشے میں اپنی سمّتی پردان کر کے ہمارے پتھ کو نشچت کر دیں۔ ہمیں اس کا کھید بھی ہے کہ وہ اس وشے میں اپنی سمّتی (5) پردان کر کے ہمارے پتھ کو نشچت کر دیں۔ ہمیں اس کا کھید بھی ہے کہ ہم مولک (6) کہانیوں کی سنکھیا اور ادھک نہ بڑھا سکے۔ ہم اپنے نوجوان دوستوں سے آشا کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے رکت (7) اور اُتساہ (8) سے ساہتیہ کے اس انگ کی پورتی کریں گے۔ ہم ہر ایک نئے لیکھک کو پروتساہت (9) کرنے کو تتپر ہیں۔ ہاں یہ اوشیہ چاہتے ہیں کہ جو سجن اس میدان میں آئیں وہ ایک آدرش لے کر آئیں اور ساہتیہ رچنا کو بچوں کا کھیل نہ سمجھیں پچھم والوں کے

1۔ اُدیشوں: مقاصد
2۔ آرتھک ہانی: معاشی خسارہ
3۔ راج نیتک: سیاسی
4۔ تروٹیوں: غلطیوں
5۔ سمّتی: رائے
6۔ مولک: فطری
7۔ رکت: خون
8۔ اُتساہ: امنگ
9۔ پروتساہت: ہمت افزا

پر بھاؤ میں آ کر ہم لوگ بھی سرنگار (1) پردھان کہانیاں لکھنے ہی میں کلا کا وکاس سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ جیون کے نگن چتروں کو کھینچنا ہی ساہتیہ کا دھیہ سمجھ بیٹھے ہیں، کنتو مانو جیون میں ایسے انیک بھاؤ ہیں۔ جن کا پاٹھک پر اس سے کہیں اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ موٹی بات اتنی ہی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے، آتمہ سے اور آتمہ کے لیے لکھا جائے۔

پاٹھکوں سے کسی پرکار کی سہایتا مانگنا، ہم اپنا ادھیکار نہیں سمجھتے۔ ہم جب ساہتیہ چھیتر میں آئے تھے تو پاٹھکوں سے پوچھ کر نہ آئے تھے ہمیں ساہتیہ میں ایک مشن پورا کرنا تھا، اُسے پورا کرنے کا پریتن کر رہے ہیں۔ پاٹھکوں کو یدی ہمارے ادیشیوں سے سہانو بھوتی (2) ہے، تو وہ سویم ہماری سہایتا کریں گے اگر نہیں، تو ہمارا کہنا ویرتھ (3) ہے۔ ہم نے اپنے سامنے جو آدرش رکھا ہے وہ ہمارا اُتساہ بڑھاتے رہنے کے لیے کافی ہے۔ ہم گھاٹے نفع کے قائل نہیں، جسے ایشور نے جس یوگیہ بنایا ہو، اس کرتویہ کو پالن کرنا اس کا دھرم ہے اور دھرم ویوسائے کی وستو نہیں۔

جون 1931ء

1۔ شرنگار: آرائش
2۔ سہانو بھوتی: ہمدردی
3۔ ویرتھ: بیکار

بھارتیہ ساہتیہ کا سنگٹھن

حال میں شری کنہیالال جی منشی نے اس پرشن پر انگریزی پتروں میں ایکل وچار پورن لیکھ لکھا ہے جس میں آپ نے یہ دکھانے کی چیشٹا کی ہے کہ انتر پرانتیہ (1) ساہتیوں کا راشٹری سنگٹھن کس پرکار اور کس روپ میں کیا جانا چاہیے ہم اس کا سوتنتر انوواد دیتے ہیں۔

ادھر کچھ سمے سے ان سبھی پرانتوں میں ساہتیک جاگرتی (2) اتپن ہو رہی ہے جن کے پاس اپنی اپنی وشیش بھاشائیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر ایک پرانت میں چھوٹی چھوٹی ساہتیک سنستھائیں پیدا ہو گئی ہیں اور وے سب پرانتیہ ساہتیہ پریشدوں کا انگ بن گئی ہیں کنتو سادھارنتایہ سنستھائیں اپنے الگ الگ راستے پر چل رہی ہیں۔ ان میں کوئی پارسپرک آدان پردان نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ انگلینڈ کی ساہتیک اور سانسکرتک کرتیوں کے وشیوں میں ہمارا جتنا گیان ہے، اُتنا اپنے پڑوسی پرانتوں کے ساہتیہ کے وشے میں نہیں ہے اس پرانت کے باہر ایسے کم لوگ ہیں، جنھیں اُدیمان لیکھکوں کی شیلی اور کلا یا اس کی ساہتیک دھاراؤں کا کچھ گیان ہو۔ جن پرانتوں میں ہندی نہیں بولی جاتی، وہاں کچھ لوگ تُلسی یا سورداس کے نام سے بھلے ہی پریچت ہوں۔ لیکن وے ساہتیک ادھوگ سے اپریچت ہیں، جو آج ہندی میں ہو رہا ہے۔ بنگلہ ساہتیہ کا ہمیں جو کچھ پریچے ہے وہ کیول ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹیگور کی رچناؤں کا ہے۔ گجراتی ساہتیہ کے وشے میں ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ مہاتما جی کی آتمہ کتھا کے انگریزی انوواد دوارا ہے۔ نوین گجرات نے جس رومانٹ سذم (آنندلکشی) ساہتیہ کا وکاس کیا ہے وہ انیہ پرانت والوں کے لیے ایک مُہر بند کتاب ہے۔ کرناٹک، تامل ناڈ، آندھرا، کیرل آدی پرانتوں میں جس نئے ساہتیہ کا نرمان ہو رہا ہے۔ اس کا گوداوری کے اتر کے نواسیوں کو کچھ بھی گیان نہیں ہے۔

لیکن ورتمان ساہتیہ پر راشٹر بھاؤنا کا آدھ پتیہ (3) ہے اور آگے بھی رہے گا سبھی پرانتیہ کرتیاں

1۔انتر پرانتیہ: بین الریاستی، بین صوبائی　2۔جاگرتی: بیداری　3۔اُدھ پتیہ: اختیار، اجارہ داری

ایک وشال راشٹریہ ایکتا کی اور اُتروتر (1) بڑھتی جارہی ہیں اور اگر بھارت کو اپنی راشٹریتہ سمپورن ریتی سے پراپت کرنا ہے، تو ایک راشٹریہ ساہتیک سنگھ بھارت کے لیے آوشیک ہے، جس میں ہر ایک پرانت اپنا سہیوگ پردان کرے، لیکن ایسا سنگھ کیول ہندی کے مادھیم دوارا ہی سمبھو ہے جس میں سبھی صوبوں کے ساہتکار (2) سنگٹھت روپ سے ہاردک سہیوگ دیں۔ ایسا ہونے پر ہی ہم پرانتیہ ساہتیہ پریشدوں کے سنگھ کی استھاپنا کرسکیں گے، جو واستو میں اکھل بھارتیہ ساہتیہ پریشد ہوگی۔ سن 1925ء سے جب کہ گجراتی ساہتیہ پریشد میں سکریہ بھاگ لینے گیا تھا، یہ وِچار میرے من میں پُشٹ ہوتا گیا ہے۔

گت اپریل میں مہاتما گاندھی کی ادھیکشتا میں جو ہندی ساہتیہ سمیلن ہوا، اس میں یہ یوجنا سویکار کر لی گئی۔ انیہ ساہتیک ویکتیوں کے ساتھ اس وشے پر میری جو بات چیت ہوئی اس میں مجھے معلوم ہوا کہ بہتوں کے من میں اسی طرح کے وچار اٹھ رہے ہیں اور اب اس دشا میں پریتن (3) کرنے کا سمے آپہنچا ہے۔ سویم مہاتما جی نے بھی ہندی مادھیم دوارا بھنّ بھنّ پرانتیہ بھاشاؤں کے پرتی ندھیوں کو اِکتر (4) کرنے کی آیوجنا کو کاریہ روپ میں لانے میں پتھ پردرشک (5) بننا سویکار کیا۔ سادھارن روپ سے یہ پرتیت ہوا کہ یدی اس طرح کی کوئی آیوجنا سپھل ہو جائے۔ تو پھر کسی نہ کسی روپ میں ایک انتر پرانتیہ ساہتیک سنستھا آہی جائے گی۔ اس سمّیلن نے یہ پرستاؤ سویکار کیا۔

دیش کے بھن بھن پرانتوں کے ساہتیہ سیویوں میں پارسپرک سمبندھ استھاپت کرنے اور ہندی بھاشا کے اتکرانتی کے کاریہ میں ان لوگوں کا سہیوگ پراپت کرنے کے وچار سے یہ سمّیلن نمن لِکھت سجنوں کی ایک سمتی قایم کرتا ہے اور آوشیکتا ہونے پر انھیں ادھک سدسیہ بنا لینے کا ادھیکار بھی دیتا ہے۔

(1) شری یُت کنہیاں لال مانک لال منشی

(2) شری ہری ہر شرما

(3) پنڈت گردھر شرما

اکت سمتی نئے سدسیوں کا چناؤ کرے گی اور آرمبھک کاریہ ہوجانے کے بعد اپنا کام شروع کردے گی۔

سب سے پہلے پرانتیہ ساہتیوں میں سمپتا لانے کے لیے یہ سوچا گیا کہ یا تو ہندی کے کسی ورتمان

1۔ اُتروتر: لگاتار، سلسلہ وار　2۔ ساہتکار: ادیب　3۔ پریتن: کوشش

4۔ اِکتر: جمع　5۔ پتھ پردرشک: رہنما

ماسک پتر کا اپیوگ کیا جائے، یا ایک نیا پتر نکالا جائے، جس میں پرتیک پرانتیہ ساہتیہ کے لیے کچھ استھان سورکشت رہے۔ پرانتیہ ودّوان اس کے لیے لیکھ لکھیں، جو ہندی میں روپانترت ہوکر پرکاشت کیے جاویں اس پرکار اس پتر میں پرتی ماس یہ وشے رہیں گے۔

(1) بھن بھن پرانت کی ساہتیک تتھا سانسکرتک گھٹناؤں پر سنکشپت ٹپپڑیاں۔

(2) پرانتیہ ساہتیوں کے وکاس کا سنکشپت اِتہاس، جس میں آدھونک ساہتیوں کی انتی تتھا ان میں پیدا ہونے والے راشٹریہ بھاؤ کی اور وشیش دھیان۔

(3) وِبھن پرانتیہ بھاشاؤں میں نرمان ہونے والے بھاؤ گیت۔

(4) پرانتیہ ساہتیہ میں لکھی جانے والی اُچ شرینی کی لگھو کتھائیں (کہانیاں)

(5) ابنیاس (کرمشا)

(6) پرانتیہ لوک ساہتیہ کا پریچے۔

(7) ایکانکی ناٹک

(8) پرانتیہ لوک ساہتیہ کے پرمکھ کویوں ایوم سولیکھوں کے وسترت شبد چتر تتھا ان کی کلا کرتیوں کی ساہتیک آلوچنائیں۔

(9) وبھن بھاشاؤں کے پرمکھ ساہتیکوں کے وِہنگم شبد چتر۔

(10) وبھن پرانتوں کی ساہتیک ایوم سانسکرتک تلنا۔

(11) بھن بھن بھاشاؤں میں پرکاشت ہونے والی پُستکوں کی ساہتیک سمالوچنا۔

(12) وبھن پرانتیہ بھاشاؤں کے پتروں میں پرکاشت ہونے والے سامایک ساہتیہ کے اوترن تتھا ان کے ہندی انوواد۔

(13) وِدیشی ساہتیہ سمبندھی سنکشپت ٹپپڑیاں۔

(14) پرانتیہ بھاشاؤں میں پرکاشت آدرش ابنیاسوں کا مرمانوواد۔

(15) راشٹر لپی سمبندھی چرچا۔

سنکشپتہ یہ ماسک پتر آج کل محسوس ہونے والی ایک اکھل بھارتیہ ساہتیک مکھ پتر کی آوشیکتا کی پورتی کرے گا اس کاریہ کو پھل بنانے کے لیے وبھن پرانتوں کے مکھیہ ساہتیہ سیویوں، ساہتیہ پریشدوں تتھا انیہ ساہتیک سمیتیوں اور خاص کر راشٹر وادی سماچار پتروں کے سہیوگ کی نتانت (1) آوشیکتا ہے۔ اس

1۔ نتانت: تنہا، اکیلا

آیوجن کوپھل بنانے کے لیے پہلے خوب زمین تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر ایک پرانت میں کچھ ایسے ساہتیہ سیویوں کی ضرورت ہے جنھیں اس ادیشیہ میں درڑھ اتساہ (1) ہو۔ اتا اس پتر کے دوارا میں دیش کی ان ساہتیہ پریشدوں، ساہتیک سنستھاؤں تتھا ان ساہتیہ سیویوں سے سہیوگ کے لیے آگرہ اور انونے کرتا ہوں، جو اس کاریہ سے پریم رکھتے ہوں۔

بھوتکال میں آریہ سنسکرتی کی لگی ہوئی لگن نے پرانتیہ (2) سیماؤں کو مٹا کر بھاشا اور لپی کا بھید ہوتے ہوئے بھی ساہتیک اور سانسکرتک ایکتا پرستھاپت کرنے کی بھرسک کوشش کی تھی۔ ورتمان سنسکرتی سے سادھنوں کی جو سرلتائیں ملتی ہیں، اور راشٹری بھاؤنا راج نیتک جیون میں جو پران سنچار کر رہی ہیں اس کا پرنام شگھر ہی سانسکرتک ایکتا پرستھاپت کرنے میں اوشیہ ہوگا اور دس بیس ورش کی الپ اودھی میں ہی ہم لوگ دیکھیں گے کہ ورڈھی سالینی راشٹر بھاشا کا ادے اور پرانتیہ ساہتیوں کا پارسپرک سنگھٹن ہو چکا ہے۔ جس میں ہر ایک پرانت نے اپنے سروتکرشٹ (3) سجن کی بھینٹ دی ہے۔

جولائی 1935ء

1۔ درڑھ اُتساہ: مضبوط امنگ　　　2۔ پرانتیہ: علاقائی، صوبائی، ریاستی

3۔ سروتکروشٹ: سبط سے عمدہ

'ہنس' نئے روپ میں

راشٹر بھاشا کی ورتمان جاگرتی (1) کے بعد اگر راشٹر ساہتیہ کے سمن وے (2) کے مہتو پر کچھ لکھیں تو یہ اس جاگرتی کا اپمان ہوگا۔ جن اُپکرنوں سے راشٹر بنتا ہے، ان میں بھاشا اور ساہتیہ کا استھان کتنا اونچا ہے یہ ہم سبھی جانتے ہیں۔ ہندی کو اس کی ویا پکتا (3) اور سرلتا کے کارن راشٹر نے اپنی بھاشا سویکار کرلیا۔ اور اٹھارہ ورشوں سے سمپورن دیش میں اس کے پرچار کا آیوجن سپھلتا کے ساتھ ہو رہا ہے اور اب سمے آگیا ہے کہ ہم اپنا قدم آگے بڑھائیں اور راشٹر بھاشا کے پرچار نے جو بھومی تیار کر دی ہے، اس میں بھارتیہ راشٹر ساہتیہ کا باغ لگائیں۔ یہ بھاؤنا کتنے ہی سجنوں کے من میں کئی سال سے اٹھ رہی تھی، پر اُسے کاریہ روپ میں لانے کے لیے جس پتھ پردرشک (4) کی ضرورت تھی وہ نہ ملا۔ اس ورش اندور ہندی ساہتیہ سمیلن میں۔ جس کے سبھا پتی مہاتما گاندھی تھے۔ اس آشے کا پرستاؤ منظور ہوا اور جن پوتر ہاتھوں سے اٹھارہ ورش پہلے راشٹر بھاشا پرچار کا آیوجن ہوا تھا۔ انھی ہاتھوں سے بھارت کے پرانتیہ ساہتیوں کے سمن وے کا آیوجن بھی ہوا جیون اور سنسکرتی کے انیہ سبھی وبھاگوں میں اکھل بھارتیہ سنستھائیں موجود ہیں، لیکن بھاشاؤں کے بھید کے کارن ابھی تک اکھل بھارت کی کوئی ساہتیک سنستھا نہیں ہے۔ بھاشا بھید کی درگم کھائی کو پار کرنے کے بعد ہمارا راستہ صاف ہوگیا اور وہ اوسر آگیا ہے کہ ہم ساہتیک سمن وے کا کام شروع کردیں۔

اس ادیشیہ کی پورتی کے لیے پہلی آوشیکتا ایک ایسے ماسک پتر کی ہے جس میں سبھی پرانتیہ مہارتھیوں کے لیکھ پرکاشت ہوں اور بھاشاؤں میں وہ آدان پردان ہونے لگے، جس سے راشٹر ساہتیہ کو پروتساہن اور پرگتی ملے۔ اسی طرح ساہتیہ میں وہ راشٹری منوورتی اتپن ہوگی۔ جس سے آگے چل کر راشٹری ساہتیہ

1۔ جاگرتی: بیداری
2۔ سمن وے: میل ملاپ، اشتراک
3۔ ویا پکتا: وسعت
4۔ پتھ پردرشک: رہنما

پریشد کا وکاس ہوگا۔

ات ایو ہم نے نشچے کیا ہے کہ آگامی اکتوبر سے ہندی کے سوپرسدھ ماسک پتر ہنس کو اس نئے روپ میں پرکاشت کیا جائے۔ ہنس اب ایک لمیٹیڈ کمپنی دوارا پربندھت روپ میں نکلے گا، جو اسی ادیشہ سے بنائی گئی ہے۔ اس میں پرتی ماس سو پرشٹھ ہوں گے اور اس کا وارشک مولیہ پانچ روپے ہوگا۔ پرانتی وِدّوانوں اور سولیکھکوں سے لیکھ پراپت کرنا، انھیں ہندی روپ میں لانا، ساہتیہ کے پرتیک انگ کی پورتی کا پریتن کرنا محنت کا کام بھی ہے اور خرچ کا بھی۔ دس بارہ پرانتیہ ساہتیوں کے لیکھکوں کا انوواد کرنے کے لیے ہمیں یوگیہ انوواکوں کا پربندھ کرنا پڑا ہے۔ اور کئی سجنوں نے تو تیاگ بھاؤ سے ہماری سہایتا کرنے کا وچن دیا ہے۔ پرتیک پرانت میں راشٹر ساہتیہ کے پریمیوں نے اس ادھوگ کا جس اُتساہ سے سواگت کیا ہے، وہ ہمارے لیے بہت آشاجنک ہے ہمیں وشواس ہے کہ راشٹر کے سولیکھکوں اور پاٹھک دونوں ہی اپنے سہیوگ سے ہمیں پروتساہن دیں گے۔ تبھی وہ اداسینتا اور اَروچی (1) دور ہوگی جو ایک پرانت کو دوسرے پرانت کے ساہتیہ سے ہیں۔ ہمیں ہرش ہے کہ ہمیں سمپادن کاریہ میں گجرات کے پرمکھ ساہتکار شری یُت کنہیالال منشی کا سہیوگ پراپت ہوگیا ہے، جو اس وچار کے جنم داتا کہے جاسکتے ہیں۔

کاریہ کتنا مہتو پورن ہے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس بھوشیہ کی کلپنا کرتے ہیں۔ جب بھارت کے سووکھیات لیکھکوں کی رچنائیں بھارت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چاؤ سے پڑھی جائے گی اور سمپورن دیش ان پر گرو کرے گا تبھی ہمارے ساہتیہ کو سنسار کے ساہتیہ ساج میں اور آدر کا استھان ملے گا اور سنسار کے سانسکرتک وکاس میں اس کا بھی بھاگ ہوگا۔

جس پتریکا کے نرمان میں سمپورن بھارت کی ساہتیک پرتبھا یوگ دے گی، وہ کس کوٹی کی ہوگی، اس کا انومان کیا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں اس شدکا کا نوادن (2) کر دینا اچت سمجھتے ہیں جو دربھاگیہ سے کچھ سجنوں کے من میں اتپن ہوئی ہے۔ یوں تو چاروں طرف ہماری یوجنا کا سواگت ہی ہوا ہے پر کچھ ایسے مہانو بھاؤ بھی ہیں جن کا کتھن ہے کہ جب ہم انگریزی بھاشا کے مادھیم سے اپنا کام چلاسکتے ہیں تو ہمیں راشٹر بھاشا سیکھنے کی کیا ضرورت ہے ان کا خیال ہے کہ راشٹر ساہتیہ کا سوانگ کیول ہندی کو انیہ پرانتیہ بھاشاؤں پر اپنا ادھپتیہ جمانے کے لیے کھڑا کیا گیا ہے ہم بڑی غرتا سے نویدن کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ابھی پرایہ پرانتیہ بھاشاؤں

1۔ اَرُوچی: غیر دلچسپی　　2۔ نوادن: انسداد

کو چھتی (1) پہنچانا نہیں۔ بلکہ ان کے سہیوگ سے راشٹر ساہتیہ کا نرمان (2) کرنا ہے۔ جس ڈال پر بیٹھے ہوں اُسی کی جڑ میں کلہاڑی مار کر ہم اپنی مورکھتا ہی کا پریچے دے سکتے ہیں۔ ہاں ہم یہ اوشیہ سویکار کرتے ہیں کہ ہم راشٹر کے پرتیک ویکتی کے لیے راشٹر بھاشا کا گیان آوشیک سمجھتے ہیں، انیتھا وہ راشٹر بھاشا ہی کیسی ہوگی۔ کنتو اس سے تو بھاشاؤں کو چھتی پہنچنے کی کوئی سمبھاؤنا نہیں۔ ان کا جو چھیتر ہے، وہ تو بنا ہی رہے گا، ہاں ان کے پرتبھا شالی لیکھکوں کے لیے یش پراپتی (3) کا چھیتر اور وسترت ہو جائے گا۔ اگر اس سے اس بھاشا کو چھتی پہنچتی ہے تو اُسے لابھ کیسے پہنچے اس کا انومان ہم نہیں کر سکتے۔ رہی انگریزوں کے پکش پاتیوں کی بات، ان سے ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب تک راشٹر کے اربوں روپیہ خرچ کر کے ہم سو میں ایک آدمی کو بھی انگریزی پڑھنے اور سمجھنے کے یوگیہ نہیں بنا سکے اور سمپورن راشٹر کو انگریزی پڑھانے کے لیے جتنے دھن کی ضرورت ہے وہ اس کنگال دیش کی سامرتھیہ (4) کے باہر ہے۔

جولائی 1935ء

1۔ چھتی: نقصان
2۔ نرمان: تعمیر
3۔ یش پراپتی: شہرت یابی
4۔ سامرتھیہ: اہل، لائق، اختیار

'ہنس' کا نیا روپ

آج کے چھ سال پہلے جب ہنس کا جنم ہوا تبھی سے اس نے بھارت کی انیہ بھاشاؤں کی ماسک پرگتی سے اپنے پاٹھکوں کو پریچت کرانے کا پریتن کیا ہے۔ یدّ پی سادھنوں کے ابھاؤ سے اسے ادیشیہ میں اچھت (1) سپھلتا نہیں مل سکتی۔ پر یہ ادیشیہ ہمیشہ اس کے سامنے رہا۔ کوئی راشٹر کیول اس لیے راشٹر نہیں ہوتا کہ وہ ایک راجیہ کے انترگت ہے بلکہ اس لیے بھی کہ اس میں سانسکرتک ایکتا اور دڑھتا ہے۔ لپی بھاشا اور ساہتیہ سنسکرتی کا مکھیہ انگ ہیں۔ لپی کا پرشن تو راشٹر نے طے کر دیا اور ناگری لپی راشٹر کی لپی استھر ہو گئی ہے بھاشا و شے میں بھی اب کوئی مت بھید نہیں رہا۔ ہندوستانی ہماری راشٹر بھاشا استھر ہو گئی ہے اب ساہتیہ کو بھی ہم پرانتیتا کے سنکوچت (2) چھیتر سے نکال کر راشٹریتا کے ورہد چھیتر میں لا کر سانسکرتک ایکتا میں جو کسر تھی، اُسے پورا کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ آدھیا تمکتا اور بودھک دھارا، جو اس سے سمپورن راشٹر میں سمان روپ سے پرواہت ہو رہی ہے۔ بھاشا بھید کے کارن اورودھ ہو کر رہ جاتی ہے اور سمپورن راشٹر کو اس کے جل سُدھا سے لابھا (3) نوت ہونے کا اوسر نہیں ملتا۔ اگر بھارت کو اپنی راشٹریتا سمپورن ریتی سے پراپت کرنا ہے تو اُسے بھارتیہ ساہتیہ کا سنگٹھن اور پرچار کرنا ہوگا۔ اس مہتوپورن کاریہ کا بھار ہنس نے اپنے اوپر لیا ہے۔ ا را اکتوبر سے ہنس بھارتیہ ساہتیہ کے مُکھ پتر کے روپ میں نکلے گا اس میں ایک سو بارہ پرشٹھ ہوں گے اور اس کا وارشک مولیہ چھ روپیہ اور اردھ وارشک تین روپیہ آٹھ آنے ہوگا۔ اس کا سمپادن شری یت کنہیالال منشی اور میرے ہاتھوں ہوگا. ہم پریتن کر رہے ہیں کہ بھارت کے سبھی سوکھیات ساہتکاروں کا سہیوگ پراپت کریں۔ مہاتما گاندھی نے ہمیں آشرواد دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کام انھیں کی پریرنا سے اٹھایا گیا ہے۔ ہنس کے پرکاشن کے لیے بمبئی میں ایک لمیٹیڈ کمپنی بنائی گئی ہے اور اب وہی

1۔ اچھت: پسندیدہ
2۔ سنکوچت: تنگ
3۔ لابھانوت: مستفید

اس کا پرکاشن کرے گی۔ ہنس پوروت ہنس کاریالیہ بنارس سے نکلے گا۔ اس کا ایک کاریالیہ ایک سو گیارہ اِسیپ لینڈ روڈ بمبئی میں بھی ہے۔ ہم نے یہ آیوجن کیول راشٹر بھاشا اور راشٹر ساہتیہ کی سیوا کے ادیشیہ سے کیا ہے ہمارا کوئی ویاپارک سوارتھ اس میں نہیں ہے ات ایو ہم اپنے پریمی پاٹھکوں سے یہ آشار کھتے ہیں کہ جیسے اب تک انھوں نے ہنس کو اپنایا ہے۔ اُسی بھانتی اس کو اپنائے رہیں گے اور کیول ڈھائی روپیہ کی مولیہ ورڈھی کے کارن اس سے ومکھ نہ ہوں گے۔ اس وردھ کاریہ کے دیکھتے ہوئے یہ مولیہ ورڈھی کچھ بھی نہیں ہے۔ انومان کیجیے کہ کناڈی، تمل، تیلگو، بنگلہ، مراٹھی، گجراتی، اردو آدی بھاشاؤں کی سامگری ہندی میں اُپستھت کرنے کے لیے ہمیں کتنا ویے اور کتنا ادھوگ کرنا پڑا ہے اور آگے پڑے گا۔ آپ ہنس کے دوارا سمپورن بھارت کے ساہتیہ سے پریچت ہو جائیں گے۔ پرانتیہ ساہتیوں میں جو کچھ شریشٹھ اور سندر ہے وہ آپ کو ہنس دوارا پراپت ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ پوروت ہندی ساہتیہ کی انوٹھی رچنائیں بھی آپ کو بھینٹ کرتا رہے گا۔ کیا یہ کھید کی بات نہیں ہے کہ ابھی تک ہم پرانتیہ ساہتیوں کی پرگتی اور ان کی مول دھاراؤں سے بے خبر ہیں؟ پُرانے بنگالی ساہتیہ سے ہم بہت کچھ پریچت ہیں۔ لیکن اس کے سامپرتک گتی کا ہمیں کچھ پتا نہیں ہے۔ دکشن بھارت کے ساہتیہ سے تو ہم سروتھا (1) انبھگ ہیں۔ جب بھارت ایک راشٹر ہے، ہندی راشٹر لپی ہے، تو بھارتیہ ساہتیہ میں جو کچھ بھی نکلے، وہ راشٹر ساہتیہ ہے۔ تبھی ہمارے ساہتیک درشٹ کون کا وکاس ہوگا، تبھی ہم ساہتیہ کو راشٹریہ ماپ دنڈ سے ناپیں گے، تبھی ہمارے ساہتیک آدرش اونچے ہوں گے۔ آپ ہنس کے گراہک بنے رہ کر راشٹر ساہتیہ کے پرتی اپنے کرتویہ کی اِتی شری نہ سمجھیں۔ یتھا سادھیہ (2) ہنس کے پرچار کا ادھوگ بھی کریں۔ اور اس سانسکرتک یگ میں سہیوگ دینے کا لیش لے۔ جب انیہ بھاشا۔ بھاشی سجن راشٹر بھاشا کے پرتی اتنا اتساہ دکھا رہے ہیں اور ہنس کے پرکاشن کے لیے دھن کا آیوجن کر رہے ہیں اور انیہ بھاشاؤں کے ودشوی (3) لیکھک ہنس کے ساتھ ادارتا پورن سہیوگ کر رہے ہیں، تو کیا ہمارے پاٹھک، جو اتنے دنوں ہنس کے گراہک رہ کر اپنے ساہتیہ پریم کا پریچے دیتے رہے ہیں، اب اپنے راشٹر ساہتیہ پریم سے ہمیں پروتساہن نہ دیں گے؟ ہمارے جن مانیہ سہیوگیوں نے اس وچار کے پرچار میں ہماری سہایتا کی ہے، ان کے ہم ہردے سے انوگرہت (4) ہیں۔

اگست ستمبر 1935ء

1۔ سروتھا: پہلے پہل

2۔ یتھا سادھیہ: حتی الوسع

3۔ یشُشوی: ماہرفن

3۔ انوگرہت: احسان مند

بھارتیہ ساہتیہ کے سنگٹھن کی ایک آلوچنا

ہنس کے پاٹھکوں کو گیات ہوگا کہ گت ماس شری یت کنہیا لال منشی نے بھارتیہ ساہتیہ کا سنگٹھن، نامک ایک پمفلیٹ پرکاشت کیا تھا۔ جس میں انھوں نے ہندی میں ایک ایسے پتر کی آوشیکتا بتلائی تھی اور اس کے لیے اسکیم بھی پیش کی تھی جس میں پرانتیہ ساہتیوں کے وشے میں ہندی میں پرانتیہ وِدّوانوں کے لیکھ پرکاشت کیے جائیں اور ہندی کے مادھیم سے ایک ایسا چھیتر تیار کیا جائے، جس کے دوارا بھِن بھِن پرانت تتھا ہندی کے پاٹھکوں کو انیہ پرانتوں کے ساہتیہ سے پریچے ہو جائے اور راشٹر کے بھِن ساہتیوں میں جو شریشٹھ (1) کرتیاں (2) نکلے، وہ کیول اس پرانت کے اندر نہ رہ کر سمپورن راشٹر تک پہنچ سکیں۔ ہمارے متر شری یت چندر گپت جی ودیالنکار نے اگست کے وشال بھارت میں ایک وچار پورن لیکھ لکھ کر یہ شنکائیں پرکٹ کی ہیں۔

(1) جن ساہتیکوں کی رچنائیں اس پتر میں چھپیں گی۔ انھیں بھی ٹھیک طور سے گیات نہیں ہوگا کہ ان کی رچنا کا ہندی میں انودت ہو کر کیا روپ بن گیا ہے ات ایو پروپ کار کو بھاونا سے کسی کے لحاظ میں آ کر اتھوا اور کسی پریرنا سے انیہ پرانتوں کے ساہتیک اس پتر کے لیے لیکھ چاہے بھلے بھیج دیں، تتھاپی انھیں اس پتر سے کوئی زندہ دلچسپی نہیں رہ سکتی۔ پرنیام یہ ہوگا کہ پتر بہت شگھر دوسرے درجے کا اور کچھ سمے کے بعد تیسرے درجے کا بن جائے گا۔

(2) ہندی جگت کو اس پتر سے انیہ پرانتیہ بھاشاؤں کی رچناؤں کا سکنڈ ہینڈ آسوادن اوشیہ مل جائے گا پرنتو اس کے دوارا انیہ پرانتوں کی جنتا کو سمپورن راشٹر کے ساہتیکوں کا پریچے کس پرکار مل سکے گا۔

(3) اس وشے کا اکیلا ایک پتر کیا کر لے گا، یہ تو پرچار کا ساکار یہ ہے اور اس درشٹی سے تو یہ اچھا رہے گا کہ ہندی کے سمپورن پتر وں تتھا پتریکاؤں میں، ہندی ہی کیوں، سمپورن بھارت ورش کی سبھی پتر،

1۔ شریشٹھ: اعلیٰ   2۔ کرتیاں: تخلیقات

پتر یکاؤں میں یہ بھاؤنا بھرنے کا پریتن کیا جائے کہ وے انیہ پرانتوں کو رچناؤں سے بھی اپنے پاٹھکوں کو پریچت کرانے کا ادھکتم پریتن کریں۔

(4) انت میں آپ نے راشٹر یہ ساہتیہ پریشد کی ضرورت بتلائی ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ پہلے وہ پریشد بنایا جائے اور ایسا پتر اُسی پریشد کی اور سے پورن ساہتیکوں بن کر نکلے۔

ہمیں چندر گپت جی کی یہ آلوچنا پڑھ کر خوشی ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وچاروان لوگ اس پرشن پر وچار کرر ہے ہیں، جو آنکھیں بند کر کے کسی بات کو سویکار کر لینے سے، یا صاف اداسین ہو جانے سے کہیں اچھا ہے۔ہم بھائی چندر گپت جی کی شنکاؤں (1) کا مہتو سمجھتے ہوئے بھی یہ نویدن کرتے ہیں۔

(1) ہم جن ساہتیکوں کے لیکھ پرکاشت کریں گے وہ سیدھے انھیں سے ہنس کے لیے پراپت کیے جائیں گے اور یہ پریتن کریں گے کہ وے خود اپنے لیکھکوں کے انوواد کرا کے یا سویم ہندی میں لکھ کر (اگر انھوں نے ہندی کا گیان پراپت کرلیا ہے) بھیجیں اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تب ہم ان کے لیکھکوں کے انوواد کرائیں گے۔ہم یہ پریتن کریں گے کہ ان کے تازے لیکھ ہی ہمیں ملیں اور ہمارے لیے خاص طور پر لکھے گئے ہوں۔کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب وے اپنی بھاشا کے پتروں کو لیکھ دیتے ہیں، تو ہنس کو نہ دیں، جو ان کے لیکھ کو سمپورن بھارت میں پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے ہمارا تو خیال ہے کہ بنگلہ، مراٹھی آدی سمپنّ بھاشاؤں کے سولیکھکوں بھی اسے کبھی ناپسند نہ کریں گے کہ ان کے لیکھک ایسے پتر میں چھپے جو سبھی بھاشاؤں کی جنتا کے پاس پہنچنے کا آدرش اپنے سامنے رکھتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے پریتن (2) شیل ہے۔ ہندی لیکھکوں ہی کو لیجیے۔ بھائی چندر گپت جی کو اگر یہ وشواس ہو جائے کہ اموپتر یکا میں اپنا لیکھ بھیجنے سے وہ سمپورن بھارت کے راشٹر بھاشا پریمیوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا تو ہمیں وشواس ہے، وہ اُسی پتر میں لکھیں گے۔ایسی دشا میں ہمیں تو کوئی کارن نہیں معلوم ہوتا کہ ہنس کو شریشٹھ سامگری نہ ملے اور وہ تیسرے درجے کا پتر ہو کر رہ جائے۔

(2) ہندی جگت کو جب انگریزی فرنچ یا یوروپ کی انیہ بھاشاؤں کی سکنڈ ہینڈ نہیں، تھرڈ اور فورتھ اور ففتھ ہینڈ سامگری (3) گراہیہ ہو سکتی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ انیہ بھارتیہ بھاشاؤں کی سکنڈ ہینڈ سامگری بھی گراہیہ ہو سکتی ہے لیکن جب ہم وہ سامگری سویم لیکھک سے لیں گے اور یہ آگرہ کریں گے کہ وہ ہنس کے لیے ہی لکھی گئی ہو، تو وہ سامگری سکنڈ ہینڈ نہ ہو کر فرسٹ ہینڈ ہی ہوگی۔اور ایک پرانت کے نواسیوں

1۔شنکاؤں: شبہات

2۔پریتن شیل: جدو جہد پر آمادہ

3۔سامگری: سامان، مواد

کے لیے دوسرے پرانت کے ساہتیہ کا پریچے پانے کی اگر اچھا ہوگی۔تو ہنس ان کی سیوا کے لیے تیار ہی ہے ابھی اگر ایک گجراتی پاٹھک (1) تیلگو ساہتیہ کے وشے میں کچھ جاننا چاہے، تو اس کا اُس کے پاس کوئی سادھن نہیں ہے۔ہنس کے پرکاشت ہو جانے پر اس کی یہ اچھا بڑی آسانی سے پوری ہو جائے گی۔اس طرح ہنس کے دوارا سبھی پرانتوں کے ساہتیہ پریمیوں کو انیہ پرانتیہ ساہتیوں سے پریچے ملنا بہت آسان ہو جائے گا۔

(3) ہمارے بھائی سمپورن بھارت کے پتر، پتر یکاؤں میں جس پرکار کی بھاؤنا بھرنے کا پریتن کرنا چاہتے ہیں، ہنس وہی پریتن ہے۔سبھی پتر گلپ چھاپتے ہیں اس لیے کوئی پتر شدّھ گلپوں ہی کا نہ ہو، یہ تو ان کا ابھی پرایہ نہیں ہوسکتا۔راج نیتک لیکھک سبھی پتر یکاؤں میں انیہ وشیوں کے ساتھ دیے جاتے ہیں، لیکن ایسے پتر بھی تو ہیں جو راج نیتک اور کیول راج نیتک لیکھ ہی چھاپتے ہیں۔اس ادیشیہ کا ایک پتر جاری کر کے ہم سبھی پرانتیہ ساہتیوں کو ایک دوسرے کے سمیپ کر دینا چاہتے ہیں اور ہمارے تُچھ (2) وچار میں راشٹر ساہتیہ کی یہی بنیاد ہوسکتی ہے۔

انت میں ہم یہ نویدن کرنا چاہتے ہیں کہ راشٹر ساہتیہ پریشد استھاپت کرنے کا وچار بھی ہمارے من میں ہے اور یہ پتر اُسی پریشد کے لیے زمین تیار کرے گا۔ پہلے ہماری ساہتیک ابھی روچی (3) میں راشٹریتا کا وکاس تو ہو، پھر پریشد بنتے کتنی دیر لگتی ہے۔ہنس کی صلاح کاری سمیتی میں سبھی پرانتیہ بھاشاؤں کے پرتی ندھی رکھے گئے ہیں اور ہمیں آشا ہے شگھر ہی وہ بورڈ بن جائے گا۔ہم چندر گپت جی کو اور سمست ساہتیہ پریمیوں کو وشواس دلاتے ہیں کہ ہنس سدّھ ساہتیک پتر ہوگا، جیسا اس میں رہنے والے استمبھوں کی سوچی سے صاف ظاہر ہے۔اس کا پردھان کاریہ ہے۔ساہتیہ سیوا اور پرچار بھی ساہتیہ سیوا کا ایک انگ ہے، اس سے کون انکار کرے گا۔ہم بھائی چندر گپت سے پرارتھنا کریں گے کہ اس شبھ کاریہ میں سہیوگ دیں۔ادیشیہ ہمارا اور ان کا ایک ہے، کیول سادھنوں میں انتر ہے اور سبھی بڑے کام پہلے سُکھ سوپن سے شروع ہوتے ہیں۔اگر سکھ سوپن دیکھنے والے نہ ہوتے، تو سنسار مروبھومی ہو کر رہ جاتا۔

اگست، ستمبر 1935ء

1۔ پاٹھک: قاری

2۔ تُچھ: نیچ، ہیچ، کمینہ، ذلیل

3۔ابھی روچی: دلچسپی (گہری)

شری منشی گلاب رائے ایم۔اے۔ کا پتر

ہنس کا یہ کاریہ کتنا مہتو پورن ہے، اس سمبندھ میں ہمارے پاس کئی پتر آئے ہیں۔ پرشری یُت منشی گلاب رائے کا پتر وشیش مہتو رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں کیول اس آیوجن کی پرشنسا ہی نہیں ہے بلکہ بھاری کاریہ کرم کے وشے میں کچھ سمتی (1) بھی پردان کی ہے جو ہر پرکار سے انومودنیہ (2) ہے اور ہمیں آگے چل کر وشیش روپ سے سہایتا دے گی۔ آپ لکھتے ہیں۔

یہ کاریہ بڑے مہتو کا ہے اور وچار روپ سے تو بہت دنوں سے چلا آتا ہے، کنتو ابھی تک اس سمبندھ میں کوئی کاریہ نہیں ہوا تھا۔ اب بڑے ہرش کی بات ہے کہ اس کے کاریہ روپ میں پرنت (3) ہونے میں پہلا قدم رکھا گیا ہے اس کا شرے وشیش کر شری کنہیالال جی منشی ہی کو ہے۔ ویسے جن لوگوں نے اس یوجنا میں سہوگ دیا ہے وے سبھی دھنیہ واد کے پاتر ہیں۔

یدی ہم اس بات کا گورَو لینا چاہتے ہیں کہ ہم بھی کچھ مولک کاریہ کریں اور سنسار کے گیان بھنڈار میں کچھ ورِدھی کر دوسرے دیشوں کا رِن چکا دیں، تو پرسپر سہکاریتا (4) کے بنا کام نہیں چل سکتا۔ یوروپ بھر میں پاری بھاشک شبد پرایہ ایک سے ہیں کنتو بھارت ورش میں ایک پرانت میں بھی پاری بھاشک شبد ایک نہیں ہیں۔ پرتیک لیکھک اپنی ڈیرھ چاول کی کھچڑی الگ پکاتا ہے۔ اتہاس کی پورتی کے لیے یہ جاننا پرماوشیک ہے کہ دوسرے پرانت کے اِتہاسکوں نے اپنے اپنے پرانت کے اتہاس کے وشے میں کیا کھوج کی ہے، کیوں کہ اتہاس کی بہت کچھ ساگری ساہتیہ اور جن شرتیوں میں رہا کرتی ہے۔ اس کاریہ کو سوچارو روپ سے چلانے کے لیے کچھ پرارمبھک کاریہ کرنے کی آوشیکتا ہے۔ اس کاریہ کے سمبندھ میں پرایہ لوگوں نے بھی بہت کچھ سوچا ہوگا، میں نے جو دو ایک باتیں سوچی ہیں وے آپ سے نویدن کرتا ہوں۔

1۔ سمتی: رائے　　2۔ انومودنیہ: خوش کن

3۔ پرنت: تبدیلی　　4۔ سہکاریتا: امداد باہمی

(1) پرانتیہ ساہتیوں کی ایک وشے وار، انوکرمنیکا تیار کرانا۔ اس میں یہ بتلایا جائے کہ ایک ایک وشے پر کس کس پرانت میں کون کون سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(2) بھنّ پرانتوں کے لیکھکوں کی سوچی اس میں یہ رہے کہ کون کون لیکھک کس کس وشے میں روچی رکھتے ہیں۔

(3) پرتیک پرانت میں پریشد کی اور سے ایک ایک پتریکا رہے، جس میں ہندی لپی کا ویوہار ہو بھاشا چاہے پرانتی ہی رہے یدی اس پرانت کی کسی پتر یا پتریکا میں کوئی مہتوپورن لیکھ ہو۔ تو اس کی سوچنا اوراس کا تھوڑا سارا رہا کرے۔ بھنّ، بھنّ پرانت کے پتر، پتریکاؤں کے پرسپر پری ورتن کا بھی پربندھ رہے۔

(4) ہندی ساہتیہ سمیلن کے ساتھ ہی اتھواانیہ کسی اوسر پرانتر پرانتیہ (1) ساہتیہ پریشد ہوا کرے۔

(5) انتر پرانتیہ لیکھکوں کے پرسپرپتر ویوہار کا سوبھیتا کرایا جائے۔

(6) پاری بھاشک شبدوں کے ایکی کرن کے لیے ایک کمیٹی بنے جس میں بھنّ بھنّ پرانتوں کے اور بھنّ بھنّ وشیوں کے وشیشگیہ رہے۔

(7) بھنّ بھنّ ساہتیہ سمیلنوں میں انیہ پرانت کے لوگ بھی آمنترت (2) کیے جایا کریں اور ان کے لابھارتھ ان سمیلنوں میں بھی ایک یا دو وکھیان ہندی میں ہوا کریں۔ آشا ہے کہ اپنی یوجنا بناتے سمے آپ لوگ ان باتوں کا بھی دھیان رکھیں گے۔

اگست، ستمبر 1935ء

1۔ انتر پرانتیہ: بین صوبائی، علاقائی، ریاستی

2۔ آمنترت: مدعو

پروفیسر سِلون لیوی کا سورگ واس

فرانس کے سووکھیات آچاریہ پروفیسر سلون لیوی کے سورگ واس سے آریہ سنسکرتی اور درشن کے ایسے مرمگ (1) کا استھان سونا ہو گیا، جو جلد پورا نہ ہو سکے گا آپ پُراتتو (2) کے پرکانڈ پنڈت تھے۔اور سنسکرت کے بھی پورے وِدّوان تھے۔اس کے ساتھ ہی آپ بڑے ہی ادار، دیالو اور سرل پرکرتی کے منشیہ تھے، جو وِدّوانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔پیرس میں بھارتیہ وِدّیارتھیوں کو آپ ہر طرح کی سہایتا دیتے رہتے تھے۔آپ کچھ دنوں کے لیے بول پور کے شانتی نیکیتن میں بھی آکر رہے تھے۔آپ نے فرنچ بھاشا میں بھارتیہ سنسکرتی، درشن اور پُراتتو پر کئی پرمانک گرنتھ لکھے ہیں۔آپ کے بہو بھاشاوِدھ ہونے کا یہ حال تھا کہ سنسار کی شاید ہی ایسی سو سنسکرت بھاشا ہو، جس کا آپ کو گیان نہ ہو۔آپ کا مردو (3) سو بھاؤ اور یووکوں کے پرتی سرل اسنیہہ دیکھ کر پراچین کال کے آچاریوں کی یاد تازی ہو جاتی تھی۔ کتنے ہی چھاتروں کی وہ دھن سے بھی سہایتا کرتے تھے۔مصیبت اور ظلم کے ستائے ہوئے پرانیوں کے لیے آپ کی سہانو بھوتی صدیوں کرپاشیل (4) رہتی تھی۔

جنوری 1936ء

1۔مرمگ: راز دان
2۔پُراتتو: آچار قدیمہ
3۔مردو: نرم، نازک
3۔کرپاشیل: احسان مند

نیایالے اور پولیس

ہمارے نیایالوں میں آئے دن پولیس کے ہتھکنڈوں کی کڑی آلوچنائیں ہوتی رہتی ہیں، نیایالیوں میں پولیس جو چالیں چلتی ہے اس کی کتنی ہی بار قلعی کھل چکی ہے، پر ہماری سرکار ہائی کورٹوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتی اور پولیس اتنی بے ڈھنگی رفتار سے چلی جارہی ہے۔ ہم نے ایسا کبھی نہیں سنا کہ جھوٹے مقدمے چلانے اور جھوٹی رپورٹ لکھنے کے جرم میں کبھی پولیس و بھاگ سے جواب طلب کیا گیا ہو۔ الٹے پولیس و بھاگ کی سالانہ رپورٹوں میں انسپکٹر جنرل صاحبان ہائی کورٹ کے ججوں کی نیتی پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں اور دلیلوں سے پولیس کے ہتھکنڈوں کی صفائی پیش کرتے ہیں۔ جس راشٹر میں نیایالے اتنے کمزور ہوں کہ شاسن کو ان کی پرواہ نہ ہو، وہاں نیائے پرہسن (1) ماتر ہے۔ جب تک پربندھ (2) و بھاگ نیایالوں کے ساتھ سہیوگ نہیں کرتا اور پولیس کو بھی جھوٹے مقدمے بنانے اور نرپرادھوں کو پھنسانے کے لیے اس طرح دنڈ نہیں دیتا۔ جیسے سادھارن اپرادھیوں کو، اس وقت تک پرجا کے لیے کہیں تران نہیں۔

(جاگرن 28 رمئی 1934ء)

1۔ مذاق　　　2 انتظامیہ

ہندو مسلم پرشن

ہندو مسلم ایکے کا پرشن کتنا مہتو پورن (1) ہے، اس کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سبھی جانتے ہیں اور سبھی سویکار کرتے ہیں۔ پوجیہ مہاتما گاندھی نے سوتر روپ میں کہہ دیا ہے کہ ہندو مسلم ایکے ہی سوراجیہ ہے۔ اور اس ستیہ کو ویکت کرنے کے لیے اس سے اُتّم شبد نہیں مل سکتے۔ جیسا ہی یہ ہمالین Himalayan (مہان) ستیہ ہے، ویسا ہی ہمالین Himalayan (مہان) یہ واکیہ ہے۔ ات ایو (2) ہم سبھی پرانیوں کا، جنھیں دیش سے کچھ انوراگ (3) ہے۔ کرتویہ ہے کہ یتھا شکتی کوئی ایسا کام نہ کریں۔ نہ کوئی ایسی بات کہیں جس سے ایکے میں بادھا پڑنے کا بھے ہو۔ کاش، ہم اتنے سوارتھ پرائن (4) نہ ہوتے تو آج یہ پرشن اتنا جٹل، اتنا دُرگم، (5) اتنا اسادھیہ نہ ہوتا۔ کسی کو اپنے پتر کے گراہکوں کی سنکھیا بڑھانی ہے، کسی کو اپنے لڑکے کے لیے نوکری تلاش کرنی ہے۔ کسی کو نام ہی کی دُھن ہے۔ کوئی گورانگ پربھوؤں کی نظروں میں اپنا رسوخ جمانا چاہتا ہے۔ کوئی ویوسائک (6) اُنّتی کے لیے یہ حیلہ نکالتا ہے۔ سب سوارتھ ہی کی مایا۔ ہم اپنے تُچّھ (7) سوارتھ کے لیے راشٹر یہ اُدھار (8) کے اس مہان یگیہ (9) میں وگھن (10) ڈال رہے ہیں جو نام دھاری مہان پُرش ذرا ذرا سی بات پر، ذرا ذرا سے جھگڑے پر اپنی جاتی کے پرورتک (11) بن جاتے ہیں، وہ یدی شانت چت سے وچار کریں گے تو انھیں گیات ہو جائے گا کہ اس ویمنسیہ (12) کا کتنا الزام ان کے سر ہے۔ اس سے تو کہیں اچھا ہوتا کہ وہ سجّن تھوڑی دیر کے لیے جاتی سیوا سے منہ پھیر لیتے' تھوڑی دیر کے لیے جاتی کو جہنّم میں چلے جانے دیتے' بھول جاتے کہ ہماری جاتی کا ہراس (13) ہو رہا ہے اگر کوئی ہندو ہندوؤں کو سمجھاتا ہے تو وہ جے چند اور وبھیشن (14) کہا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان مسلمانوں کو سمجھاتا ہے تو کافر اور غدار کہا جاتا ہے۔ چن چن کر

1۔اہم 2 ۔چنانچہ 3 ۔محبت 4 ۔خودغرض 5 ۔دشوارگذار 6۔کاروباری 7۔سطحی 8۔فلاح و بہود 9 ۔پوجا۔قربانی 10۔خلل 11۔سرپرست 12۔دشمنی۔نفاق 13۔انحطاط 14۔مثالی نام

چوٹ کرنے والی باتیں کہی جاتی ہیں اور شاباشی لوٹی جاتی ہے۔ مہاتما جی نے اس وِشے میں اپنے وچاروں کو ضرورت سے زیادہ تِکشن (1) شبدوں میں پرکٹ کیا تو بجائے اس کے کہ لوگ اس سے کچھ اپدیش (2) گرہن کرتے، انھیں پر حملہ کرنے لگے۔

کسی نے سوچا کہ مہاتما جی نے کتنا جل کر، کتنے مان سک (3) کشٹ (4) سے ویتھت (5) ہو کر یہ اُپر یہ ستیہ (6) قلم سے نکالا! مہاتما جی ہندو ہیں، اور ہندوؤں ہی کو سمجھانے کا انھیں ادھیکار (7) ہے۔ اسی بھانتی (8) علی برادارن مسلمان ہیں اور مسلمانوں کو سمجھانے کا انھیں کو ادھیکار ہے۔ پر آج ایک طرف مہاتما جی پر بوچھاریں پڑ رہی ہیں، اور دوسری طرف علی بندھوؤں پر۔ اب وہ شوکت علی نہیں رہے جو 'انجمن خدائے کعبہ' کے نرماتا تھے۔ اُکت (9) مولانا نے بہت ٹھیک کہا تھا کہ ان جھگڑوں سے ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہم غلام ہی بنے رہنا چاہتے ہیں۔

اس ویمنسیہ (10) کے کارن دھرم کی کتنی چھیچھالیدر ہو رہی ہے کہ اس کے خیال ہی سے شرم آتی ہے۔ وہ بری ساعت تھی، جب ہندوؤں کو شدھی کی دھن سوار ہوئی۔ دس پانچ ہزار نومسلم سندِ گدھ (11) روپ سے شدھ کیا ہوئے کہ راشٹریتا پر کھٹار آگھات، (12) بلکہ وجر گھات (13) ہو گیا۔ شدھی ایک دھارمک کاریہ کو ادھارمک ریتی سے کرنے کا ابھنیے (14) تھا۔ مسلمان برابر ہندوؤں کو شدھ کرتے چلے آتے ہیں۔ ان کی تبلیغ اُورِت (15) روپ سے ہوتی چلی آتی ہے پر کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کون کب شدّھ ہو گیا۔ ہاں، جب دسویں سال جن گننا ہوتی ہے۔ تو گیات (16) ہوتا ہے کہ ہمارے کتنے آدمی کام آئے۔ ہندوؤں نے دس پانچ ہزار آدمیوں کو شدّھ کرنے میں طوفان برپا کر دیا۔ کیول (17) اسی لیے کہ یہ کام کرنے کا نہ یہ طریقہ تھا، نہ یہ موقع۔ اب ہمارے دونوں پکشوں (18) کے نچلے سجّن اپنے اپنے شکار پھنسانے میں تلّین (19) ہیں۔ کوئی بھرشٹ (20) مسلمان کسی ہندو استری کے پیچھے اپنا دھرم تیاگ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ تو اس کا جلوس نکلتا ہے اور اس کا نام سیتہ ورت (21) رکھا جاتا ہے ہم دو چار ایسے مہاشیوں (22) کو جانتے ہیں جو مسلمانوں کو شدّھ کرنے کے لیے اِستری کا پرلوبھن (23) دینے میں سنکوچ (24) نہیں کرتے، اور مسلمان تو داعیٔ اسلام کا انوسرن (25) کر ہی رہے ہیں، ودھواؤں پر

1۔ تیکھا۔ تیز 2۔ نصیحت 3۔ ذہنی 4۔ دکھ۔ درد۔ پریشانی 5۔ دکھی 6۔ کڑوا سچ 7۔ حق 8۔ طرح
9۔ اوپر 10۔ دشمنی۔ نفاق 11۔ مشکوک۔ مشتبہ 12۔ گہری چوٹ 13۔ تیشہ زنی 14۔ اداکاری 15۔ رُکا ہوا
16۔ جانکاری 17۔ صرف 18۔ حامیوں 19۔ ہنمک۔ مشغول 20۔ راگندہ 21۔ ایک نام
22۔ حضرات 23۔ لالچ 24۔ جھجک 25۔ پیروی

خوب ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے اور یہ سب دھارمک انوارگ (1) سے نہیں، بلکہ اپنے پرتی دوندی (2) کو نیچا دکھانے کے لیے اور جیسا ہمیشہ سے ہوتا آتا ہے اس میدان میں بازی مسلمانوں کے ہاتھ ہے۔ مسلمانوں میں ہندوؤں سے کچھ ادِھک غنڈاپن ہوتا ہے۔ اس کا کارن تو بابو بھگوان داس جیسا تتو انویشی (3) ہی نکال سکتا ہے، پر ہمارا جہاں تک خیال ہے، ہندوؤں میں بال وواہ (4) کی پرتھا (5) کا آدھکیہ (6) اور مسلمانوں میں اوِواہت پرشوں کی کثرت ہی غنڈاپن کے کم وبیش ہونے کا مکھیہ کارن ہے۔ جس اوستھا (7) میں مسلمان غنڈا ہوتا ہے، اس اوستھا میں ہندو تین بچّوں کا باپ ہو جاتا ہے۔ وہ بے چارا کیا کھا کے غنڈاپن کرے گا؟ پھر ہندوستان کے مسلمان، وشیش کر (8) وہ جو غنڈے ہوتے ہیں۔ نو مسلم ہیں اور نومسلم خاندانی مسلمانوں سے کہیں زیادہ ادنڈ (9) ہے۔ اسی بھانتی (10) جیسے کوئی سناتنی ہندو آریہ سماج میں پرویش کرتے ہی ایک نئے جوش کا انوبھو کرنے لگتا ہے اگر اسی طرح اپنی سنکھیا اور اپنا پربھتو (11) بڑھانے کے لیے نوچ کھسوٹ ہوتی رہی تو پھر بھارت کا ادھار ہو چکا۔ مزا تو یہ ہے کہ شدھی بازوں کے سر میں یہ سودا سمایا ہوا ہے کہ ہم سارے ہندستان کے مسلمانوں اور مسلمان ہی نہیں انیہ (12) سبھی دھرم اولمبیوں کو بھی شدھ کرلیں گے۔ اس کو بدھی (13) کا نوارن (14) بھگوان ہی کر سکتے ہیں۔ اس دویش (15) پرینام اگر مسلمانوں کے لیے ہانیکر ہے تو ہندوؤں کے لیے گھاتک (16) ہے۔ ہماری سنکھیا (17) ادھک (18) ہے اور سوراجیہ (19) سے لابھ بھی ہمارا ہی ادھک ہوگا، اور کچھ نہ سہی تو راج نیتک (20) بدھی کا تو آدیش (21) ماننا ہی پڑے گا! سوراجیہ کا ادیشیہ (22) ہے اپنی شکشا کا، اپنے دھرم کا، اپنی سبھیتا (23) کا پنرجیون (24) اور پُنہ سنسکار۔ اس کے اتیرکت (25) سوراجیہ اور کچھ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی سبھیتا کی رکشا کرنے کے لیے مصر، ترکی، کابل موجود ہیں۔ ہندوؤں کی سبھیتا کی رکشا کرنے والی کوئی جاتی نہیں۔ ایسی دشا میں یدی مسلمان سوراجیہ کی پراپتی (26) میں ہندوؤں کے سہایک ہو رہے ہیں تو یہ ہندوؤں کے سوبھاگیہ (27) کی بات ہے۔ لیکن ہم ان کے وشواس کی ذرا بھی قدر نہ کر کے ابھی سے آنے والے سوراجیہ کی بانگی دکھانے پر آمادہ ہیں۔ اگر مسلمانوں کی ہمدردی ہمارے ہاتھوں سے نکل جاتی ہے تو یہ کس کا قصور ہے؟ ہماری ورتمان

1۔محبت 2۔حریف 3۔تجزیہ نگار 4۔بچپن کی شادی 5۔رسم و رواج 6۔کثرت، زیادتی 7۔حالت 8۔خاص کر 9۔سرکش 10۔طرح 11۔اقتدار 12۔دوسرے 13۔خراب ذہن 14۔ازالہ 15۔کینہ۔حسد۔بغض۔دشمنی 16۔خطرناک 17۔تعداد 18۔بہت 19۔حکومت۔خودمختاری 20۔سیاست 21۔حکم 22۔مقصد 23۔تہذیب 24۔دوبارہ 25۔علاوہ 26۔حاصل 27۔خوش قسمتی 28۔موجودہ 29۔صاحب فکر 30۔مشکوک

(28) نیتی نے کتنے ہی وچار شیل (29) مسلمانوں کو ہم سے سشنک (30) کر دیا اور اب وے سوراجیہ کے نام سے کانپتے ہیں۔ اگر اب بھی کچھ مسلمان سجن ہمارا ساتھ دے رہے ہیں تو یہ مہاتما گاندھی کے وشواس (1) پر۔ سات کروڑ مسلمان اپنے کو 23 کروڑ ہندوؤں کے ہاتھوں میں سونپ دیتے ہیں، کیا یہ چھوٹی بات ہے؟ وہ ہندوؤں کے آدھکیہ (2) سے بھے بھیت (3) نہیں ہوتے، ادھر ہم ہیں کہ مسلمانوں سے چونکتے ہیں اور یہاں تک سوچنے لگے ہیں کابل یا ترکی ہندستان پر حملہ کریں گے تو مسلمان ان لوگوں کے ساتھ ہو جائیں گے اس آتمک (4) دُربلتا کی بھی حد ہے! سوراجیہ کے انترگت (5) مسلمانوں کی استھی (6) چہیتے بیٹے یا لاڈلی بیگم کی نہ رہے گی۔ انگریزوں نے سدیو (7) انھیں ہندوؤں پر ترجیح دی ہے۔ پرتیک (8) اَوسر (9) پر انگریزوں نے مسلمانوں ہی کو آگے بڑھایا ہے۔ کیا یہ دیکھنا کٹھن ہے کہ سوراجیہ سنگرام میں ادھک مسلمان آتم تیاگ (10) کر رہے ہیں اور ہم اپنی ادوردرشیتا سے انھیں اپنا شترو (11) بنائے لیتے ہیں؟ آیئے دیکھیں، اس ویمنسیہ (12) کا کارن کیا ہے۔ گڑے مردے اکھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک طرف اورنگ زیب ہے تو دوسری طرف چھترپتی شیواجی ہیں۔ ورتمان (13) مسیاؤں (14) پر ہی درِشٹی (15) کو سیمت رکھنا ہمارے لیے اُچت ہوگا۔ سرکاری نوکریاں، کونسلوں کی ممبری، اردو ہندی سنگم، گووَدھ (16) اور دھارمک ایمان، (17) یہی مکھیہ کارن معلوم ہوتے ہیں۔ کونسلوں کی جو دَشا ہے اور ان کے دوارا دیش کا جو اُپکار ہو سکتا ہے۔ وہ ہم آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ ان میں اَستھان کی کمی بیشی اتنی گُرو نہیں ہے کہ اس کے پیچھے ہم راشٹریہ اُدّھار سمبھاونا (18) کو تُچھ (19) سمجھ لیں Game is not worth the candle والی کہاوت یہاں چری تارتھ ہوتی ہے۔ لپی سنگرام میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ سمبھاوک دشاؤں نے سرکاری پکشپات (20) کو نرمول (21) کر دیا۔ ہندی دفتری زبان نہ ہونے پر بھی اُتروتر (22) اُنتی کر رہی ہے۔ اردو سرکاری آشرے (23) پانے پر بھی گرتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اب وہ ہندی سے مورچا لینے کے یوگیہ بھی نہیں رہی۔ گووَدھ کے وِشے میں بھی مسلمانوں کا وِرودھ (24) بہت کچھ ٹھنڈا ہو چلا تھا، اور اگر بیچ میں ایک تیسرا دل للکارنے والا نہ ہوتا تو اب تک شانت ہو گیا ہوتا۔ مسلمانوں نے ہی ثابت کیا تھا کہ ٹیپو سلطان نے گووَدھ کا نشیدھ (25) کر دیا تھا۔ اکبر کے راجیہ کال میں گووَدھ کا نشیدھ ہونا بھی ایک مسلمان وِدوان کی کھوج

1۔یقین 2۔کثرت 3۔ڈرا ہوا 4۔روحانی 5۔تحت 6۔حالت 7۔ہمیشہ 8۔علامت 9۔موقع 10۔اپنی قربانی 11۔دشمن 12۔دشمنی 13۔موجودہ 14۔مسائل 15۔نظریہ 16۔گائے کا قتل 17۔بے عزتی 18۔امکان 19۔سطحی۔ادنی 20۔جانب داری 21۔بے بنیاد 22۔مسلسل 23۔سہارا۔پناہ 24۔مخالفت 25۔ممنوع۔ممنوعہ

تھی۔ امیر کابل نے گوودھ کی مناہی کر ہی دی ہے۔ وہاں تو اتنی اُدارتا دکھلائی جارہی ہے اور یہاں ہندو لوگ بورڈوں میں اپنی بہوسنکھیا(1) کے بل پر گوودھ بند کرانے کے لیے قانونی دیوستھائیں(2) کرنے لگے۔ ایک مسلمان ہی نے 'البقر' نام کا پتر نکالا تھا جس کا اُدیش ہی گورکشا(3) تھا۔ یہاں تک کہ مولویوں نے گوہتیا کے وِرودھ فتوے دینے شروع کر دیئے تھے۔ بہت سمبھو(4) تھا کہ اگر ہندوؤں نے مہاتما جی کے دکھائے ہوئے مارگ کو چھوڑ نہ دیا ہوتا، تو تھوڑے دنوں میں گوکشی اپنی موت مر جاتی۔ مولانا شوکت علی نے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر اب بھی مسلمان گوودھ کر رہے ہیں تو اسی لیے کہ انھیں اس کی پریرنا(5) دی جا رہی ہے اور جب تک یہ پریرنا ملتی رہے گی۔ گوہتیہ بند نہیں ہو سکتی۔ پھر ہندو ہی گورکشا کے لیے کیا پریتن کر رہے ہیں کہ مسلمان ان کی نیک نیتی کے قائل ہوتے؟ مسلمان سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں نے کیول ہمیں نیچا دکھانے کے لیے اس پرشن کو اٹھا رکھا ہے اور اسی دشا میں سمبھو تہ(6) وے لوگ اپنے مانے ادھیکار(7) کا تیاگ(8) نہیں کرنا چاہتے اور یہی حال رہا تو شاید گوہتیا کبھی بند ہی نہ ہوگی۔ اھر ہم کوئی کام شدھ ہردے(9) سے کریں تو اَنیواریہ(10) اس کا اثر پڑتا ہے جہاں راج نیتک پرتی دوندتا(11) سے کوئی کام کیا گیا، وہیں اس پر لوگوں کو سندیہہ(12) ہوا۔ بہت کم ایسے ہندو ہیں۔ وشیش کر(13) ان لوگوں میں جو گوہتیا کے سب سے بڑے ورودھی ہیں، جنھوں نے کبھی گائے پالی ہو، یا گوشالہ میں چندہ دیتے ہوں یا کبھی کسی گائے کو ایک روٹی یا ایک گٹھا چارا کھلایا ہو۔ ایسے لوگ جب گوہتیا پرواویلے مچاتے ہیں تو کیوں نہ مسلمانوں کو سندیہہ ہو؟ ہمیں اس وِشے میں بھاؤ(14) کی جگہ بُدھی(15) سے کام لینا چاہئے۔ گو کتنی ہی پوتر(16) ہو۔ لیکن منش کی تلنا نہیں کر سکتی۔ مسلمان کتنے ہی گئے گزرے ہوں، پھر بھی آدمی ہیں۔ کیا اندھیر ہے کہ ہم اپنے کھانے کے برتنوں میں کتے کو گراس کھلاتے ہیں، لیکن کسی مسلمان کو پانی پلانا ہو تو کلہڑ تلاش کرتے ہیں!!! کتے کے منکھ کا اسپرش(17) مانجنے سے صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن مسلمان کے منکھ کا اسپرش اَمٹ ہے۔ کیا ایسی اِستھتی میں بھی ہم آشا کر سکتے ہیں کہ کوئی آتما بھائی(18) مسلمان ہم سے بھائی چارے کا برتاؤ کرے گا۔

اب رہا دھارمک اپمان! ہم کو شکایت ہے کہ مسلمان ہمارے دھرم کی توہین کرتے ہیں، مسلمان یہی آکشیپ(19) ہندوؤں پر لگاتے ہیں۔ کسی دھرم کا اپمان کرنا، چاہے ہندو دھرم کا یا اسلام کا، نیچ اور

1۔ کثیر تعداد 2 ۔حالات 3 ۔گائے کی حفاظت 4 ۔ممکن 5 ۔تحریک۔ ترغیب 6۔ ممکن ہے 7۔ حق 8۔ چھوڑنا۔ قربانی 9 ۔صاف دل 10 ۔لازمی طور پر 11 ۔حریفانہ 12۔ شک 13 ۔خاص کر 14۔ جذبہ 15 ۔عقل 16 ۔پاک 17 ۔لمس 18 ۔رحم دل 19 ۔الزام تراشی

گھرنت (1) کار یہ ہے۔کوئی سمجھدار آدمی کسی دھرم کی نندا نہ کرے گا۔اس میں کون سی شان گھٹ جاتی ہے، اگر ہم باجے بجاتے ہوئے کسی بڑی مسجد کے سامنے سے گزریں تو ایک شن (2) کے لیے باجا بند کر دیں۔اگر مسلمان باجے بجاتے ہوئے مندروں کے سامنے سے آتے ہیں تو جانے دو۔آپ کی سہردیتا(3) انھیں سوینگ (4) لجت کر کے آپ کے دھرم کا آدر کرنے کو بادھیہ (5) کرے گی۔

ان سب کارنوں (6) میں کوئی بھی ایسا بلوان کارن نہیں ہے۔جس کے لیے ہم آپس میں لڑ مریں۔مگر یہاں تو سبھی چھوٹے بڑے نیتا بننا چاہتے ہیں۔مت وورودھ (7) کو بھڑکانا جاتیہ ہیرو (Hero) بننے کا سب سے سہل نسخہ ہے، کنتو یہ دھرم کی رکشا نہیں ہے۔جیسا محمد علی نے کہا ہے، اس معاملے میں سماچار پتروں کے سمپادکوں (8) پر سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔وہ راشٹریہ (9) سینا کے نایک ہیں۔قوم کو پار لگانا یا ڈبادینا دونوں ہی ان کے ہاتھ میں ہیں۔شانت وچار سے کام لینے کی کبھی اتنی ضرورت نہ تھی، جتنی کہ آج ہے۔انھیں قلم سے ایک ایک شبد نکالتے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ اس سے پرسپر وورودھ (10) تو نہ بڑھے گا۔آویش، (11) اُدگار، اپھان (12) سے یوں ڈریئے، جیسے سانپ سے، کیول بدھی، گمبھیر بدھی سے کام لیجیے۔شدھرانویشن (13) کی اسپریٹ کا تیاگ دینا ہمارے وورودھ کو بہت کچھ مٹادے گا۔ہمارے ایک پروڑھ (14) وچار کے متر، جو برابر مسلمانوں کے ہمدرد رہے۔مولانا محمد علی کے مکھ سے وہ اِتہاسک (15) واکیہ سن کر، جس کا مہاتما گاندھی نے سوئیگ (16) سمرتھن کیا۔مسلمانوں کے کٹر وورودھی ہو گئے۔مولانا کے شبدوں کا آشے (17) کیا تھا، اس کے پہلے وہ کتنے اوسروں پر کیسے وچار پرکٹ (18) کر چکے تھے، ان کی Spirit کیا تھی، اس کا ذرا بھی وچار نہ کیا۔بس لینا لینا کر کے دوڑ پڑے کہ مولانا نے مہاتما کا گھور اپمان کیا۔راشٹریتا (19) کے لیے سہشنوتا (20) لازمی چیز ہے۔بات کا بتنگڑ بھی ہو سکتا ہے اور بتکّا بھی۔بتنگڑ نہ بنایئے۔شدھی اور سنگھٹن اور مہاویردل اور بال کی کھال نکالنے سے سمسیا دن ودن جٹل ہوتی جائے گی۔یہ راشٹریہ نرمان (21) کا مارگ نہیں ہے۔یہ پتن کا مارگ ہے۔جب دُویش (22) کی آگ دلوں میں دہک رہی ہو تو پریم کہاں سے آئے؟

یہ ہمارے اِتہاس (23) میں وہ نازک سمے آ گیا ہے، جب ذرا سی غلطی، ذرا سی چوک، ذرا سا

1۔نفرت 2۔لمحہ 3۔نیک دلی 4۔خود 5 ۔رکاوٹ 6۔وجوہات 7۔اختلاف رائے 8۔مدیروں 9 ۔ قوم۔ملک 10۔باہمی اختلاف 11۔غصہ 12 ۔اپھان 13۔جوش 14 ۔نکتہ چیں 15 ۔بالغ۔پختہ 16۔تاریخی 17 ۔خود۔18 منشا۔مطلب 19۔ظاہر 20۔قومیت 21 تحمل۔بردباری 22 ۔قوم کی تشکیل 23۔کینہ۔حسد ۔تاریخ

تھی۔ امیر کابل نے گوودھ کی مناہی کر ہی دی ہے۔ وہاں تو اتنی اُدارتا دکھلائی جا رہی ہے اور یہاں ہندو لوگ بورڈوں میں اپنی بہوسنکھیا(1) کے بل پر گوودھ بند کرانے کے لیے قانونی ویوستھائیں(2) کرنے لگے۔ ایک مسلمان ہی نے 'البقر' نام کا پتر نکالا تھا جس کا اُدیش ہی گورکشا(3) تھا۔ یہاں تک کہ مولویوں نے گوہتیا کے وِرودھ فتوے دینے شروع کر دیئے تھے۔ بہت سمبھو(4) تھا کہ اگر ہندوؤں نے مہاتما جی کے دکھائے ہوئے مارگ کو چھوڑ نہ دیا ہوتا، تو تھوڑے دنوں میں گوکشی اپنی موت مر جاتی۔ مولانا شوکت علی نے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر اب بھی مسلمان گوودھ کر رہے ہیں تو اسی لیے کہ انھیں اس کی پریرنا(5) دی جا رہی ہے اور جب تک یہ پریرنا ملتی رہے گی۔ گوہتیہ بند نہیں ہو سکتی۔ پھر ہندو ہی گورکشا کے لیے کیا پریتن کر رہے ہیں کہ مسلمان ان کی نیک نیتی کے قائل ہوتے؟ مسلمان سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں نے کیول ہمیں نیچا دکھانے کے لیے اس پرشن کو اٹھا رکھا ہے اور اسی دشا میں سمبھوتہ(6) وے لوگ اپنے مانے ادھیکار(7) کا تیاگ(8) نہیں کرنا چاہتے اور یہی حال رہا تو شاید گوہتیا کبھی بند ہی نہ ہوگی۔ اہر ہم کوئی کام شدھ ہردے(9) سے کریں تو انیواریۃ(10) اس کا اثر پڑتا ہے جہاں راج نیتک پرتی دوندتا(11) سے کوئی کام کیا گیا، وہیں اس پر لوگوں کو سندیہہ(12) ہوا۔ بہت کم ایسے ہندو ہیں۔ وشیش کر(13) ان لوگوں میں جو گوہتیا کے سب سے بڑے وِرودھی ہیں، جنھوں نے کبھی گائے پالی ہو، یا گوشالہ میں چندہ دیتے ہوں یا کبھی کسی گائے کو ایک روٹی یا ایک گٹھا چارا کھلایا ہو۔ ایسے لوگ جب گوہتیا پر واویلے مچاتے ہیں تو کیوں نہ مسلمانوں کو سندیہہ ہو؟ ہمیں اس وِشے میں بھاؤ(14) کی جگہ بُدھی(15) سے کام لینا چاہیے۔ گو کتنی ہی پوتر(16) ہو۔ لیکن منش کی تلنا نہیں کر سکتی۔ مسلمان کتنے ہی گئے گزرے ہوں، پھر بھی آدمی ہیں۔ کیا اندھیر ہے کہ ہم اپنے کھانے کے برتنوں میں کتے کو گراس کھلاتے ہیں، لیکن کسی مسلمان کو پانی پلانا ہو تو کلھڑ تلاش کرتے ہیں!!! کتے کے منکھ کا اسپرش(17) مانجنے سے صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن مسلمان کے منکھ کا اسپرش اَمٹ ہے۔ کیا ایسی استھتی میں بھی ہم آشا کر سکتے ہیں کہ کوئی آتما بھمانی(18) مسلمان ہم سے بھائی چارے کا برتاؤ کرے گا۔

اب رہا دھارمک اپمان! ہم کو شکایت ہے کہ مسلمان ہمارے دھرم کی توہین کرتے ہیں، مسلمان یہی آکشیپ(19) ہندوؤں پر لگاتے ہیں۔ کسی دھرم کا اپمان کرنا، چاہے ہندو دھرم کا یا اسلام کا، نیچ اور

1۔ کثیر تعداد 2۔ حالات 3۔ گائے کی حفاظت 4۔ ممکن 5۔ تحریک۔ ترغیب 6۔ ممکن ہے 7۔ حق 8۔ چھوڑنا۔ قربانی 9۔ صاف دل 10۔ لازمی طور پر 11۔ حریفانہ 12۔ شک 13۔ خاص کر 14۔ جذبہ 15۔ عقل 16۔ پاک 17۔ لمس 18۔ رحم دل 19۔ الزام تراشی

گھرنت(1) کاریہ ہے۔کوئی سمجھدار آدمی کسی دھرم کی نندا نہ کرے گا۔اس میں کون سی شان گھٹ جاتی ہے، اگر ہم باجے بجاتے ہوئے کسی بڑی مسجد کے سامنے سے گزریں تو ایک شن(2) کے لیے باجا بند کر دیں۔اگر مسلمان باجے بجاتے ہوئے مندروں کے سامنے سے آتے ہیں تو جانے دو۔آپ کی سہردیتا(3) انھیں سوینگ(4) لجت کر کے آپ کے دھرم کا آدر کرنے کو بادھیہ(5) کرے گی۔

ان سب کارنوں(6) میں کوئی بھی ایسا بلوان کارن نہیں ہے۔جس کے لیے ہم آپس میں لڑ مریں۔مگر یہاں تو سبھی چھوٹے بڑے نیتا بننا چاہتے ہیں۔مت ورودھ(7) کو بھڑکانا جاتیہ ہیرو (Hero) بننے کا سب سے سہل نسخہ ہے، کنتو یہ دھرم کی رکشا نہیں ہے۔جیسا محمد علی نے کہا ہے، اس معاملے میں سماچار پتروں کے سمپادکوں(8) پر سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔وہ راشٹریہ(9) سینا کے نایک ہیں۔قوم کو پار لگانا یا ڈبا دینا دونوں ہی ان کے ہاتھ میں ہیں۔شانت وچار سے کام لینے کی کبھی اتنی ضرورت نہ تھی، جتنی کہ آج ہے۔انھیں قلم سے ایک ایک شبد نکالتے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ اس سے پرسپر ورودھ(10) تو نہ بڑھے گا۔آویش،(11) اُدگار، اپھان(12) سے یوں ڈریئے، جیسے سانپ سے، کیول بدھی، گمبھیر بدھی سے کام لیجیے۔شدھرانویشن(13) کی اسپریٹ کا تیاگ دینا ہمارے ورودھ کو بہت کچھ مٹا دے گا۔ ہمارے ایک پروڑھ(14) وچار کے متر، جو برابر مسلمانوں کے ہمدرد رہے۔ مولانا محمد علی کے مُکھ سے وہ اِتہاسک(15) واکیہ سن کر، جس کا مہاتما گاندھی نے سوئنیگ(16) سمرتھن کیا۔مسلمانوں کے کٹر ورودھی ہو گئے۔مولانا کے شبدوں کا آشے(17) کیا تھا، اس کے پہلے وہ کتنے اوسروں پر کیسے وچار پرکٹ(18) کر چکے تھے، ان کی Spirit کیا تھی، اس کا ذرا بھی وچار نہ کیا۔بس لینا لینا کر کے دوڑ پڑے کہ مولانا نے مہاتما کا گھور اپمان کیا۔راشٹریتا(19) کے لیے سہشنوتا(20) لازمی چیز ہے۔بات کا بتنگڑ بھی ہو سکتا ہے اور بجگّا بھی۔بتنگڑ نہ بنایئے۔شدھی اور سنگھٹن اور مہاویر دل اور بال کی کھال نکالنے سے سمسیا دن و دن جٹل ہوتی جائے گی۔یہ راشٹریہ نرمان(21) کا مارگ نہیں ہے۔یہ پتن کا مارگ ہے۔جب دُویش(22) کی آگ دلوں میں دہک رہی ہو تو پریم کہاں سے آئے؟

یہ ہمارے اِتہاس(23) میں وہ نازک سمے آ گیا ہے، جب ذرا سی غلطی، ذرا سی چوک، ذرا سا

1۔نفرت 2۔لمحہ 3۔نیک دلی 4۔خود 5۔رکاوٹ 6۔وجوہات 7۔اختلاف رائے 8۔مدیروں 9۔ قوم۔ملک 10۔باہمی اختلاف 11۔غصہ 12۔اپھان 13۔جوش 14۔نکتہ چیں 15۔بالغ۔پختہ 16۔تاریخی 17۔خود۔18 منشا۔مطلب 19۔ظاہر 20۔قومیت 21۔تحمل۔بردباری 22۔قوم کی تشکیل 23۔کینہ۔حسد۔تاریخ

آنکھوں کا جھپک جانا، ہمیں صدیوں پیچھے دھکیل لے جائے گا۔ یہ شانت اوچاپت (1) رہنے کا سے ہے Pan Islamism دھوکھے کی گٹھی ہے۔ جوانگریزوں نے ہندوؤں کو بھڑ کانے کے لیے کھڑی کی ہے۔ اس کے سوااس کا اور کوئی استتو (2) نہیں ہے۔ ان چکموں میں نہ آیئے۔ بس۔ سو بات کی ایک بات ہے کہ سہر دیتا(3) ہی سہر دیتا اتپن (4) کرسکتی ہے۔ ہندو تبلیغ کی آگ کو بھڑ کا کر کبھی پیش نہیں پا سکتے۔ کیونکہ ہندوعورتوں کو بھگا لے جانے، زبردستی نکاح پڑھا لینے اور ایسے ہی دوسرے ہتھکنڈوں میں وے کشل (5) نہیں ہیں۔ ابھی بہت دن باقی ہیں۔ جب ہمارا سماج سنگھٹن (6) ان گھٹناؤں (7) کی سمبھاونا (8) کا انت کردے گا۔ ایشور نہ کرے کہ ہمیں اپنے دھرم پرچار کے لیے غنڈے پن کی شرن (9) لینی پڑے۔ وہ دن آریہ دھرم، کے ماتم کا دن ہوگا۔ مسلمانوں میں بھی بہت کم ذمہ دار آدمی ایسے ہوں گے۔ جنھوں نے مولانا حسن نظامی کا ترسکار (10) نہ کیا ہو۔ غنڈے بڑے کام کی چیز ہیں۔ ان کا اپنا ہی گھر ڈھانے میں ڈراپیوگ (11) نہ کیجیے۔ لیکن اگر ایسا اوسر (12) آپڑے کہ ہماری مہیلاؤں کی بے آبروئی ہو رہی ہو تو اس وقت پران پن (13) سے ان کی رکشا (14) کرنی چاہیے۔ ساہس (15) بھی سہر دیتا کا انگ ہے۔ کائر کبھی سہر دیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چاروں سے رکشا کرنے کے لیے اپنے گھر کو سُرکشت (16) رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو وشواس ہے کہ مسلمانوں میں ایسے بھاؤ کے آدمی موجود ہیں، جنھیں ان دُشٹ کرتوتوں (17) سے اتنی ہی گھرنا ہوسکتی ہے۔ جتنی کہ کسی ہندو کو۔ ایسے دُشٹ گھاتوں سے اپنی رکشا کے لیے ہم جو کریں گے اس میں سمجھدار مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے لڑتیوں کے اکھاڑوں سے ہماری رکشا نہیں ہوگی۔ ہماری رکشا ہوگی اپنی منوورتیوں (18) کو سُوارتھ سے ہٹا کر مریادارکشا میں پرورتت (19) کرنے سے۔ ہم دھن کے داس ہو گئے ہیں۔ دھن کے آگے ہماری درشٹی میں بہو بیٹوں کی لاج کا بھی کوئی مُولیہ نہیں۔ اسی دھن پپا (20) نے ہمیں کائر، بھیرواکر مرنیہ (21) بنا رکھا ہے۔ جب تک ہمارے چیت (22) کی یہ ورتی (23) رہے گی۔ ایک کیا، سومہاویردل بھی ہمیں دُشٹوں سے نہیں بچا سکتے۔

(پرتاپ، کان پور، کرشن اشٹمی، سنوت، 1981، ستمبر 1924)

1۔غیر متحرک۔ساکن 2۔ وجود 3۔نیک دلی 4 ۔پیدا 5 ۔لائق 6 ۔تنظیم 7 ۔حادثوں۔واقعوں 8۔امکان 9 ۔پناہ 10 ۔توہین۔اہانت 11 ۔بے جا استعمال 12 ۔موقع 13 ۔جان دے کر 14 ۔حفاظت 15۔حوصلہ 16 ۔محفوظ 17 ۔بدعملوں 18 ۔ذہنی رویہ 19۔مائل۔راغب 20۔سرمائے کی لالچ 21۔ناکارہ۔نکما 22 ۔دل 23 ۔رجحان۔رویہ

ہندی رنگ منچ

ایک سمے تھا، جب بھارت ورش میں ناٹیہ کلا (1) کی بڑی انتی تھی۔ یہ ہم اس سمے کی بات کہہ رہے ہیں، جب یہاں سنسکرت کا پورا پرچار تھا، اور اتر رام چرت، تتھا شکنتلا جیسے ناٹک کھیلے جاتے تھے۔ ادھک تر اتہاسکیہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ انیہ کلاؤں کی بھانتی ناٹیہ کلا کی جنم بھومی بھی یہی بھارت بھومی ہے۔ ناٹک کے پرتھم آچاریہ کوئی بھرت منی کو بتاتا ہے، کوئی لوکش کو۔ شنکر، ناردا اور ہنومان کو تو سبھی ایک سور (2) سے مانتے آتے ہیں۔ خیر ادھر کئی شتابدیوں سے اور باتوں کے ادھ پتن (3) کے ساتھ ساتھ اس ساہتیہ کا بھی ادھہ پتن ہونا پرارمبھ ہوا۔ سنسکرت کا تو ذکر ہی کیا۔ چند بردائی کے سمبندھ میں کوئی الیکھ، یوگیہ ناٹک نہیں نکلا۔ مسلمانی شاسن کے انت میں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے شاسن کے پرارمبھ (4) میں، سمندر پار سے یہ لہر نئے روپ میں یہاں آئی۔ بھارت کے در بھاگیہ سے اب تک یہاں پرانتیہ (5) بھاشائیں چل رہی ہیں۔ انھیں بھاشاؤں میں ناٹک کھیلے جانے پرارمبھ ہوئے۔ مہاراشٹر تتھا بنگال والوں نے اس میں یتھیشٹ 6 انتی کی۔ پر وہ انتی کہلائی مراٹھی رنگ منچ اور بنگیہ رنگ منچ ہی کے روپ میں، ہندی کے روپ میں نہیں۔ گجراتی ناٹک والوں نے بھی اپنی بھاشا کے ناٹکوں کی بھرمار کی، پھر کتنے اچھے ناٹک نکالے، جن کو ادل بدل کر آج کل کے کتنے ہی ہندی ناٹک کار ہندی میں لا رہے ہیں اور اپنے لیے اتنا بڑا پریشرم (7) کرنے کے کارن مہاکوی (8) سمجھ رہے ہیں۔ برسوں تک بے چاری ہندی کا، اردو کی یمنا سے مل کر وہ روپانتر (9) رہا کہ یہ پہچاننا کٹھن ہو گیا کہ اس تریوینی میں کالندی کا نیل جل کتنا اور گنگا کا سوکش شویت (10) کتنا ہے۔

1۔ ڈرامائی فن 2۔ آواز 3۔ منزلی 4 ۔شروعات 5 ۔علاقائی 6 ۔حسب خواہش 7 ۔محنت
8۔ شاعر عظیم 9۔ منتقل۔تبدیل 10 ۔صاف شفاف

گھوم پھر کر ویوسائے (1) کرنے والی کمپنیوں کے بنانے میں پارسی جاتی نے ادھر اُدھر بھارت کی اُور اپنا قدم بڑھایا۔ ان دنوں ادھر نہ ناٹک تھے۔ نہ ناٹک کار، گانوں کی پردھانتا (2) تھی، اور تھی اوٹ پٹانگ اردو زبان میں لکھے ہوئے اندر سبھا، ہوائی مجلس جیسے عشقیہ ناٹکوں کی۔ ہم اگر بھولے نہیں ہیں تو ہندی ناٹکوں کا شری گنیش (3) کرنے کا شرے (4) سب سے پہلے سوانام دھنیہ بھارتیندو بابو ہرش چندر کو پراپت (5) ہوا۔ پرنتو اس کے بعد 'پرمیچیور کلب' ہی تک کھل کر رہ گئے، کسی ووسائے کمپنی کے رنگ منچ پر نہیں پہنچے۔ بھلا ہو منشی وینا یک پرساد جی 'طالب' بنارسی کا کہ انھوں نے ان دنوں کی وکھیات، (6) بالی والا وکٹوریہ، کمپنی کو ہرش چندر، رامائن، کنک تارا، بھرت پری آدی ہندی کے ڈرامے سب سے پہلے لکھ کر دیے اور کھلوائے۔ اس خوبی کے ساتھ انھوں نے ان ناٹکوں میں ہندی دی بھی کہ اردو ہندی کے سمشرن (8) میں، ہندی کی چاشنی کا آنند بھی ناٹک پریمی جنتا کو پراپت ہوا۔ اور ناٹک بھی پاس ہو گئے۔ پھر کوئی تھوڑے ہی ورشوں کے بعد بیتاب جی 'مہابھارت' پرش جی سورداس، اسٹیج پر آ گیا۔ یدیپی ان ناٹکوں کی بھاشا بھی اردو ہندی مشرت (9) تھی۔ اور ان کا کتھا نک تھا ان کے بھاؤ، گجراتی کے ستی دروپتی، اور 'ولو منگل' کے روپانتر تھے۔ تتھاپی اس میں سندیہہ نہیں کہ ان ناٹکوں کو بڑا مان ملا اور پارسی کمپنیوں کے مالکوں کو یہ انوبھو ہوا کہ ہندی ناٹک نکالنے چاہیے۔ ان دنوں کے اردو ناٹک زہریلی سانپ، اور خوبصورت بلا، آدی کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اتنا نسنکوچ (10) کہ سکتے ہیں کہ پرایہ اس شرینی (11) کے سمست ناٹکوں میں گانے ہندی بھاشائیں ہی زیادہ تر لکھے اور گائے گئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ ایسا کیوں ہوا یا تو گانوں کے بول بنانے والوں کی یہ کمزوری تھی یا ہندی کے بولوں پر گانے بنائے جانے میں جو مٹھاس تھی، اسی کے کارن زبردستی اسے وہ پد پراپت ہو گیا۔ اس کے بعد رادھے شیام جی کا 'ویر ابھیمنیو' آیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے پہلے ہندی کا کوئی ناٹک پارسی کمپنیوں کے اسٹیج پر نہیں آیا۔ اس ناٹک کا ہاسیہ والا بھاگ (کامک) بھی بڑا اشلکشا پرت (12) اور اشلیلتا (13) سے رہت (14) تھا۔ یہ اس زمانے میں پہلی بار اسٹیج پر آیا جس زمانے میں کتنے ہی اردو کے ناٹک کاروں نے، ایسے ایسے گندے کامک اسٹیج پر پہنچائے تھے کہ ماتاؤں اور بہنوں کو تھیٹر میں لے جاتے ہوئے بھی لجا آتی تھی۔ ماتا کو استری، اور استری کو ماتا کہلانا تو ان دنوں کے کچھ اردو ناٹک کاروں کا مانو دھرم ہو رہا تھا۔ خیر 'ویر ابھیمنیو' کو پُورن سپھلتا ملی۔ مہاتما مالویہ جی تک نے اسے دیکھا اور پرشنسا کی۔ اتنا ہی نہیں جنتا نے بھی اسے اتنا

1۔ بازار 2۔ اہمیت 3۔ بسم اللہ۔ ابتدا 4۔ سمر تھنیہ۔ حمایت کے لائق 5۔ سہرا 6۔ حاصل
7۔ مشہور 8۔ ترکیب آمیزش 9۔ ملا ہوا 10۔ بے جھجک 11۔ صنف۔ قطار 12۔ تعلیم یافتہ 13۔ عریانیت
14۔ عاری۔ خالی

آدر دیا، جتنا آدر اس سے پہلے کے پارسی کمپنیوں کے کسی ناٹک کو نہیں پراپت ہوا تھا۔ ارتھات (1) پنجاب یونیورسٹی نے اسے کرم شہ (2) ہندی بھوشن، اور انٹرمیڈیٹ کلاس، کورس کی پستکوں میں پڑھائے جانے کے لیے چنا۔ اب تو ہندی کی کشوراوستھا (3) ان کمپنیوں میں پرارمبھ ہوگئی۔ ادھر بابو ہری کرشن جی جوہر کے ''پتی بھکتی''، ویر بھارت اور شیدا جی کا ''نل دمنیتی'' آدی اسٹیج پر پہنچے۔ اتساہ (4) یہاں تک بڑھا کہ ہندی ناٹکوں کو پردھانتا کا پد دینے کے لیے میرٹھ سے ایک لمیٹیڈ کمپنی 'ویاکل بھارت' کے نام سے بن گئی۔ نسند یہہ (5) اس کمپنی کا 'بدھ دیو' بڑا سندر اور بڑا اتّم (6) ناٹک تھا۔ کھید (7) ہے کہ ویوستھا (8) ٹھیک نہ ہونے کے کارن یہ کمپنی لیکوڈیشن میں آگئی اور اس کے پرم پروین (9) اور ودوان ناٹک کار 'ویاکل' جی کا بھی اکال ہی دیہاوسان (10) ہوگیا۔ یدی وے آج ہوتے، تو ان سے ہندی کو بڑی آشائیں تھیں۔ 'ویاکل بھارت'، ہی میں رہ کر 'ورمالا' کے پرسدھ (11) لیکھک پنت جی کو ناٹک لکھنے کا شوق ہوا۔ پرنتو کھید ہے کہ انھوں نے اسٹیج کا ناٹک نہ لکھ کر ساہتیہ کا (پاٹھیہ) ناٹک لکھا۔ ہماری ان سے پرارتھنا (12) ہے کہ وہ اب اسٹیج کے لیے ناٹک لکھیں، انھیں اس کا انوبھو (13) بھی ہے۔ ان سے ہمیں اس کی بہت آشائیں ہیں۔ انھیں دنوں کاٹھیاواڑ سے آئی ہوئی 'سوروجے' نے اپنے سمپرن ناٹک ہندی ہی میں آکر کھیلے۔ رادھے شیام جی نے 'ویرابھیمنیو' کے بعد جو ناٹک 'شرون کمار' لکھا تھا، وہ اسی کمپنی کو دیا تھا۔ شرون کمار کے بعد بھی کئی ناٹک انھوں نے اس کمپنی کو دیے تھے۔ کھید ہے کہ آج وہ کمپنی بھی نہیں رہی اس سے الیکھ یوگیہ (14) یہ کمپنیاں ہیں جن میں ہندی کے ناٹک کھیلے جارہے ہیں، اور جن سے ہندی پریمیوں کو اور بھی اچھے ناٹکوں کی آشا ہے۔ کلکتے کی کرنتھین، جس کے مالک چرکھاری مہاراج ہیں اور جس کے ناٹک کار آغا حشر ہیں۔ مدن تھیٹر کی پارسی الفریڈ، جس کے پہلے سورگیہ (15) کاوس جی مالک تھے۔ اور جس میں اس سمے جوہر جی، شیدا جی ناٹک کار ہیں۔ سنا ہے کہ بیتاب جی بھی پھر اس کمپنی کے لیے کوئی ہندی ناٹک دے رہے ہیں۔ تیسری کمپنی ہے 'نیوالفریڈ' جو 35 ورش سے چل رہی ہے، اور جس کے بھارت پرسدھ (16) نٹ اور ڈائریکٹر مسٹر سوراب جی اوگرا ہیں۔ یدیپی (17) اب وہ ریٹائڈ ہوگئے ہیں۔ تتھاپی (18) وہ اس کمپنی کا گورو اتنا بڑھا گئے ہیں کہ آج بھی اس کا نام جنتا میں بڑے آدر کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اس کمپنی کے مالک ہیں مسٹر مہروان جی، مسٹر پنک شاہ اور مسٹر فرام روز۔ ایک چوتھی کمپنی بھی

1۔ یعنی 2۔ بالترتیب 3۔ کم سنی 4۔ خوشی 5۔ بے شک 6۔ اعلیٰ 7۔ افسوس 8۔ نظام 9۔ ممتاز شخصیت 10۔ انتقال 11۔ مشہور 12۔ التجا 13۔ تجربہ 14۔ قابل ذکر 15۔ مرحوم۔ آنجہانی 16۔ مشہور و معروف 17۔ اگرچہ 18۔ پھر بھی

ہے اور وہ حشر جی کی کہلاتی ہے کچھ دن پہلے اس کا نام 'گریٹ شکسپئر کمپنی' تھا۔ پرنتو اب کئی ماس سے 'گریٹ الفریڈ' رکھا گیا ہے۔ بھگوان ہی جانے کہ یہ 'الفریڈ' نام تین تین کمپنیوں کے ساتھ کیوں ہے۔ سورگیہ مسٹر الفریڈ کی آتما کو تو اس سے ہرش ہوتا ہی ہوگا۔ اور چاہے کسی کو ہو یا نہ ہو۔

ہاں، تو نیو 'الفریڈ' کمپنی کے ہم نے کتنے ہی ناٹک سونگ (1) دیکھے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ اس سمے ہندی ناٹکوں کی درشٹی (2) ہی سے نہیں، اسٹیج کی درشٹی سے بھی یہ کمپنی آدرش ہے۔ شری یُت رادھے شیام جی، جن کے ناٹک اس کمپنی میں کھیلے جاتے ہیں۔ اور مسٹر سوراب جی اوگرا کے ریٹائر ہو جانے کے بعد جو سُیم ہی اس میں اپنے ناٹک اسٹیج کر رہے ہیں۔ نسند یہہ (3) سپھلتا (4) پراپت کر رہے ہیں۔ 'ویر ابھیمنیو' کا ذکر تو اوپر آ ہی چکا ہے۔ اس کے اتیرکت (5) رادھے شیام جی کے پرہلاد، پریورتن، مشرقی حور، آدی سب ورگ (6) ایک سے ایک اُتم ہیں۔ ان ناٹکوں میں آدرش ہے۔ شکشا (7) ہے۔ پوترتا (8) ہے۔ اور ہے اُوج۔ جن کا وشیش (9) پریچیہ (10) ہم پھر کبھی دیں گے۔ آج تو رادھے شیام جی کے 'شری کرشن اوتار' اور اس کے دوسرے بھاگ 'رکمنی منگل' کا ذکر کرتے ہیں۔

'شری کرشن اوتار' کا پرارمبھ ناٹک کار نے اس پرکار کیا ہے کہ کنس کے اتیاچاروں سے جب پرتھوی کانپ رہی تھی، سنسار تراہی تراہی (11) کر رہا تھا، تب دیورشی نارد، شیر ساگر میں بھگوان وشنو کو اس کے لیے مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ دھرم سنستھاپنا تھار یہ، اوتار لیں۔ نارد کا بھگوان وشنو سے وارتالاپ (12) بڑا ہی اُوج پُورن، پربھاوشالی اور دل کو ہلا دینے والا ہے۔ ادھر تو نارد بھگوان کو اوتار لینے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اور ادھر اس وچار سے کہ "اتیاچار (13) جتنی جلدی سیما پر پہنچ جائے گا۔ اتنی ہی جلدی بھگوان مرتیولوک (14) میں اوتیرن 15 ہوں گے" کنس کے ظلم کو بڑھاتے ہیں۔ تیسری اور کنس کے ظلم سے جب مُتھر اواسی اتیجت (16) ہوتے ہیں، تو انھیں شانتی کا پاٹھ پڑھاتے ہیں۔ ایک ہی چرتر (17) میں یہ تین طرح کا چترن (18) بڑا ہی سندر ہے۔ اور بڑا ہی انوکھا ہے۔ یہ نارد کا پارٹ کرنے والے مہاشیہ بھی اپنے پارٹ کو خوب ہی ادا کرتے ہیں، نارد کے بعد یوگ مایا کا پارٹ ہے۔ یوگ مایا کے پارٹ میں لیکھک نے ان سب باتوں کو لاکر رکھ دیا ہے، جن کا سمبندھ گپت سنسار سے ہے۔ یہ پارٹ بھی سوابھاوک (19) ہوتا ہے۔ اس پارٹ میں جو گانے رکھے گئے ہیں، وے تو ایک نئی جان ناٹک میں پیدا کر دیتے

1۔خود 2۔نظریہ 3۔بلاشبہ 4۔کامیابی 5۔علاوہ 6۔درجہ 7۔تعلیم 8۔پاکی 9۔خاص 10۔تعارف 11۔بچاؤ 12۔تبادلہ خیال 13۔ظلم 14۔عالم فنا 15۔بعوت 16۔مشتعل 17۔کردار 18۔عکاسی 19۔فطری

ہیں۔انھیں گایا بھی اچھے ڈھنگ سے جاتا ہے۔اس کے اپرانت (1) پہلا انگ بھگوان شری کرشن کے جنم پر سماپت ہوتا ہے۔ دوسرے انک میں بالک شری کرشن اسٹیج پر آتے ہیں اور کرمشہ انک سماپت تک گوچارن، کلیہ مردن۔ گوردھن دھارن اور راس منڈل آدی لیلاؤں کا دگ درشن (2) کرایا جاتا ہے۔ مالک شری کرشن کی ان بال لیلاؤں کا کیا ادیش ہے کس لیلا میں کیا مرم ہے۔اسے لیکھک نے بڑی اچھی طرح دکھلایا ہے۔

اس انک میں کوئی تیس چھوٹے چھوٹے مالک کام کرتے ہیں۔جن میں شری کرشن، من سکھا اور شری داما کے پارٹ سراہنیہ (3) ہیں۔رادھا کا پارٹ کرنے والا بالک تو اپنے نام کا جواب نہیں رکھتا۔ رادھا اور کرشن کا پریم سمبندھ کتنا پوتر ہے، یہ بڑی اچھی طرح اس میں دکھلایا گیا ہے۔کہیں بھی نام ماتر کو بھی اشلیلتا اور بری بھاونا درشکوں کے ہردے میں نہیں آنے پاتی۔ بلکہ اس پرم پریم کا بڑا ہی پاون روپ سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔کدمب کے نیچے گوپ گوپیوں کے ساتھ کھڑی ہوئی یُگل چھوی کے دِرشیہ کا اولوکن کیجیے۔ یہ دوسرے انک کا دوسرا اسین ہماری رائے میں اس ناٹک کا سروتم سین ہے۔تیسرے انک میں کنس ودھ ہے۔ پہلا انک راج نیتی سے پورن ہے۔دوسرا بھکتوں کی نس نس میں بھکتی کا سروت بہا دینے والا ہے اور تیسرا ویرتا کا سجیو چتر (4) سامنے لاکر رکھ دیتا ہے۔جیسا کہ 'کنس ودھ، کے چتر کو دیکھ کر آپ کلپنا کر سکیں گے۔اس چتر میں آئے ہوئے نٹ واسودیو، بلرام، دیوکی اور اگرسین سبھی اپنے اپنے پارٹ خوب ادا کرتے ہیں۔سین سینری تو اتنی اچھی دکھائی جاتی ہے کہ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اب تک ایسی نہیں دیکھی۔یہاں پر کمپنی کے پنٹر مسٹر واسودیو ڈنکر کی پرشنسا (5) کئے بنا نہیں رہا جاتا۔نسند یہہ چھوٹی سی عمر ہی میں آپ نے اس آرٹ میں کمال حاصل کرلیا ہے۔ناچ بھی اپنے اپنے استھان پر اچھے ہیں، جنہیں تیار کرنے میں کمپنی کے ناچ ماسٹر شری یت نرمدا شنکر نے یتھارتھ میں بڑی شرم کیا ہے۔ پوشاکیں بھی ٹھیک ہیں۔سب ملا کر اسٹیج اتنا سجا ہوا رہتا ہے کہ درشک (6) بارمبار (7) دیکھ دیکھ کر بھی نہیں آگھاتے۔ہم نے سُیم اس وشے کا اس سے اچھا ناٹک کہیں نہیں دیکھا۔

شری کرشن اوتار نے جب سمست (8) پنجاب اور سنیکت پرانت (9) میں اپنی دھوم مچادی، تو رادھے شیام جی نے 'رکمنی منگل' کے نام سے اس پاون چرتر کا دوسرا بھاگ اسٹیج کیا۔نسند یہہ یہ دوسرا بھاگ پہلے بھاگ سے بہت بڑھا چڑھا ہے۔ بھاشا کی درشٹی (10) سے، بھاؤں (11) کی درشٹی سے، چرتر چترن (12) کی درشٹی سے، ناچ اور گانوں کی درشٹی سے اس نے پہلے بھاگ کو بھلا دیا ہے۔ ہماری سمتی (13)

1۔علاوہ 2۔رہنمائی 3۔قابل ستائس 4۔جاندار تصویر 5۔تعریف 6۔ناظرین 7۔لگاتار
8۔پورے 9۔صوبۂ متحدہ 10۔نظریہ 11۔اداؤں 12۔کردار نگاری 13۔خیال

ہے کہ جنھوں نے یہ ناٹک نہیں دیکھے ہیں۔ وے پہلی بار دوسرا بھاگ نہ دیکھ کر پہلا بھاگ دیکھیں۔ پہلا بھاگ دیکھ کر وے جب آشچر اونت(1) رہ جائیں گے، تب دوسرا بھاگ انھیں وہ آنند دے گا کہ جو پہلے بھاگ کے آنند کو بھلا دینے والا ہوگا۔ اس دوسرے بھاگ میں جراسندھ سے یُدھ، کال یون کا بھسم ہونا، رکمنی کا شری کرشن کے پرتی پریم اور انت میں رکمنی ہرن تھا پر دُشمن کا شمبر اسُر کو مار کر دواریکا میں آنا دکھایا جاتا ہے۔ رادھا کرشن کا واستوک(2) ناطہ کیا ہے، یہ اتم سین کے ایک ٹھیٹولی والے درشیہ(3) میں بڑی ہی یوگیتا(4) سے انکت کیا گیا ہے۔ شری کرشن آوتار میں جسے نارد چرتر(5) لیکھنی کی درشٹی سے بڑا یوگیتا پورن ہے۔ اسی پرکار اس میں رکمنی کی بھابھی رکم کی استری سلیکھا، کا چرتر بڑا ہی پربھاؤ شالی(6) ہے۔ اور وہ سب کوی کی کلپنا، کوی کی پرتیھا اور کوی کی اپنی اُپج ہے۔ اس 'رکمنی منگل' میں تو سلیکھا ہی کا چرتر کیا۔ جس چرتر کو بھی لیکھک نے لکھا ہے، خوب ہی لکھا ہے۔ اس میں سب سے اچھا پارٹ رکم کا، شری کرشن کا، رکمنی کا، سلیکھا کا اور رکمنی کی ماتا پربھا کا ہوتا ہے، نارد، یوگ مایا اور رادھا کا پارٹ کرنے والے وہی نٹ اس میں بھی پارٹ کرتے ہیں، جو 'شری کرشن اوتار' میں کرتے ہیں۔ اس دوسرے بھاگ میں ہم سب سے اچھے کئی درشیہ دیکھتے ہیں، ایک تو رادھا اُدھو کے سمبندھ کا، دوسرا بھیشم کے دربار کا، تیسرا رکمنی رُکمی اور پربھا کے سمواد والا، چوتھا شیشو پال، کے دولہا ویش والا، پانچواں رکمنی ہرن والا درشہ دکھایا گیا ہے۔ اس دوسرے بھاگ کی سینری بھی بڑی اتم ہے۔ اس میں ڈریسن بھی بڑی اچھی اور لپیکت(7) ہیں۔ ناچ بھی اچھے ہیں۔ سب سے اچھا ناچ، ناٹک کے سنسار میں پہلی بار اسٹیج پر آنے والا، سنسکرت کے بولوں کا ناچ ہے۔ اس ناچ میں 24 لڑکے کام کرتے ہیں۔ اب تک سنسکرت بولوں کا ناچ کسی کمپنی میں نہیں نکالا۔ آگے اس دوسرے بھاگ کے گانے پہلے بھاگ سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں، اور ان کی طرزیں بھی بڑی ہی اچھی ہیں۔ ہماری رائے میں ایسے گانے کسی کمپنی میں اور کسی ناٹک میں اب تک نہیں آئے۔

پنڈت رادھے شیام جی سُیم بھی ایک بڑے اچھے نٹ ہیں۔ کارن کہ انھوں نے اپنی ساری عمر کتھاؤں (8) کے کہنے میں بتائی ہے۔ ات ایو(9) یدی وہ اسٹیج پر سُیم پارٹ کرنے لگیں۔ تب تو سنیکت پرانت کو بھی اس بات کا گرو(10) ہو جائے کہ ہمارے یہاں بھی ایک گریش، شیشر بابو یا دانی بابو جیسا نٹ ہے۔ پنڈت رادھے شیام جی گانے میں اور طرز بنانے میں تو کوشل ہیں ہی۔ اردو کا 'مشرقی حور' لکھ کر آپ نے اردو ناٹیہ جگت(11) میں بھی ایک کرانتی پیدا کی ہے۔ ہم نے پنڈت جی کا چتر بھی اس لیکھ میں، بڑی شردھا(12) کے ساتھ دیا ہے۔

1۔تعجب حیرت 2۔حقیقی 3۔منظر 4۔ہنرمندی 5۔کردار 6۔ثر انگیز 7۔مندرجہ بالا 8۔کہانیوں 9۔چنانچہ 10۔فخر 11۔ڈرامائی دنیا 12۔عقیدت

پنڈت رادھے شیام جی کا، چار کرشن (1) سمپورن (2) شری کرشن چرتر کو اسٹیج کر دینے کا ہے۔ بھگوان شری کرشن انھیں سپھل پریاس کریں۔ یہ بھی سنا ہے کہ تین چار ورش سے وہ 'ستی پاروتی' نام کا بھی ایک ناٹک اسی کمپنی کے لیے لکھ رہے ہیں۔ جو آدھے سے زیادہ لکھا جا چکا ہے۔ اور جس کی بابت یہ سننے میں آیا ہے کہ ایسا ناٹک آج تک نہ کہیں لکھا گیا ہے اور نہ اسٹیج ہی ہوا ہے۔

(مادھوری، ورش 8، کھنڈ 1، سنکھیا 6، دسمبر 1921ء ناٹک پریمی، کے نام سے پرکاشت)

1۔ سلسلہ وار 2 ۔ مکمل

'چاند' کا مارواڑی انک

مہاشے سدرشن جی کا یہ نوٹ ہمیں اس سے ملا جب ہم سُیم 'چاند' کے وشے میں اپنے وچار پرکٹ (1) کرنے جا رہے تھے، مگر سدرشن جی نے ہمارے بھاؤں کو اتنے زوردار اور مرم اسپرشی (2) شبدوں میں ویکت کر دیا ہے کہ اب ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ چاند نے ستی پر یاس کے سدھار کا بیڑا اٹھایا ہے۔ کہہ نہیں سکتے سدھار سے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے یا روسی، یا امریکن، یا اس نے خود کوئی نمونہ ایجاد کیا ہے۔ ہماری سمجھ میں تو ایسا بھرشٹ (3) ساہتیہ سنسار کی کسی بھاشا میں نہیں ہے۔ گندی چیزیں بکتی خوب ہیں۔ اس میں سندیہہ نہیں۔ کوئی اسے پسند نہ کرے، ہر ایک بار پڑھنا اوشیہ چاہتا ہے۔ بھانڈوں کی گندی گالیاں سننے اور ان پر ہنسنے کے لیے لوگ بے دریغ روپے خرچ کرتے ہیں۔ یہ من کی ایک پرورتی ہے۔ شراب کی طرف کیوں من لپکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ اچھی چیز نہیں، پھر بھی شوق سے پیتے ہیں۔ 'چاند' کے سُیوگیہ (4) سمپادک کے من کی اسی پرورتی سے اپنا مطلب گانٹھنے کی ترکیب نکالتی ہے۔ کہہ نہیں سکتے اسے کہاں تک سپھلتا ہو رہی ہے۔ سنتے ہیں، اس کی گراہک سنکھیا 15000 ہو گئی ہے۔ کسی سرکاری ایڈیٹر نے اس کی تصدیق بھی کی ہے۔ پھر بھلا سندیہہ کی کہاں گنجائش ہے؟ مگر اس پر بھی 1000 روپے ماہوار کا گھاٹا ہو رہا ہے۔ شاید سہگل صاحب کو کوئی دفینہ مل گیا ہوگا۔ یا سمبھو 5 ہے قاروں کا خزانہ یا پارس پتھر ہاتھ لگ گیا ہو۔ جبھی تو اتنی بڑی ہانی ہر مہینہ اٹھا رہے ہیں۔ اور یہ سب ہندو استریوں کے اُدّھار کے لیے! ان کی دورا وستھا (6) دیکھ کر آپ رکت (7) کے آنسو روتے رہتے ہیں۔ آپ انھیں کامی پرشوں (8) کے حملوں سے بچانے کے لیے ہی تو کاماسکت نریشوں کی کام لیلا کے نگن چتر کھینچتے رہتے ہیں۔ مہیلاؤں کو راجہ صاحب کی گیلری اور پٹھوں کے جوڑ کا حال سنا کر آپ ان کے سدھار اور سنسکار کی کچھ کم کوشش کر رہے ہیں! خیر!

1۔ظاہر 2۔دل کو چھونے والا 3 ۔بدعنوان 4 ۔لائق ترین 5 ۔ممکن 6۔حالت زار 7 ۔خون 8 ۔نفس پرستوں

'چاند' نے پکّے اور کشل ویپاریوں کی بھانتی بکری کے سدھانت کو سروپری 1 سمجھا ہے۔ چیز بکنی چاہیے، اس سے کسی کی ہانی ہوتی ہے تو ہماری بلا سے! مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں، ہمیں اپنے حلوے مانڈے سے مطلب ہے۔ ادھر ہم سے کئی مہیلاؤں نے 'چاند' کی اس کتست پرورتی (2) کی شکایت کی، پھر بھی 'چاند' کے کاریالیہ (3) میں ایسے پتروں کا تانتا لگا رہتا ہے جن میں ایسے ہی لیکھوں کا آدیش کیا جاتا ہے۔ ہم تو جنتا سے یہی کہیں گے کہ یدی وہ استری سماج کا اپکار (4) چاہتی ہے، تو اسے 'چاند' کا بہشکار (5) کرنا چاہیے۔ ایسے ساہتیہ سے سماج کو جو ہانی ہو رہی ہے۔ اس کا انومان کرنا کٹھن ہے۔ اگر 'ماتر مندر' میں بھی اسی نیتی کا پالن کیا گیا، تو استریوں کا ایشور ہی مالک ہے۔ ایسی منوورتی (6) کا آدمی ماتر مندر جیسی سنستھا کا سنچالک ہو۔ یہ سماج کا دربھاگیہ ہے

('مادھوری' ورش 8، کھنڈ 1، سنکھیا 6، دسمبر 1921ء)

1۔ سب سے پہلے 2۔ ذلیل حرکتوں 3۔ دفتر 4۔ احسان 5۔ بائیکاٹ 6۔ ذہنی رجحان

یووک کون ہے؟

بزرگی کی پہچان بدھی ہے، عمر نہیں۔ بوڑھے بے وقوف بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جوانی کی پہچان عمر نہیں کچھ اور ہے۔ ہم اسے جوان نہیں کہتے، جس کی عمر 18 سے 25 ورش تک ہو۔ جو سر سے پاؤں تک فیشن میں سجا ہو۔ ولاستا (1) کا داس، ضرورتوں کا غلام، سوارتھ کے لیے گدھے کو باپ کہنے پر تیار ہو وہ نہ جوان ہے نہ بوڑھا، وہ مرتک (2) ہے جس سے نہ جاتی کا اپکار، نہ دیش کا بھلا ہو سکتا ہے۔

ہم جوان اسے کہتے ہیں، جو 20 کا ہو۔ چاہے چار بیس کا۔ پر ہو ہمت کا دھنی، دل کا مرد آن پر مر جائے پر کسی کا احسان نہ لے۔ سر کٹا دے۔ پر جھکاوے نہیں، آفتوں سے گھبرا کے نہیں بلکہ ان میں کود پڑے، چھ مہینے کا سگم مارگ نہ چل کر چھ دن کا جان جوکھم مارگ پکڑے، ندی کے کنارے ناؤ کے انتظار میں کھڑا نہ ہو۔ بلکہ اچھلتی لہروں پر سوار ہو جائے، نہیں، ناؤ سامنے دیکھ کر بھی اسے ٹھکرا دے اور اگمیہ جل راشی (5) میں کود پڑے، پرواہ اگر پورب کی اور ہو تو پچھم کا رخ کرے، کٹھنائیاں نہ ہو تو ان کی سرشٹی (6) کرے۔ جو سنتوش (7) سمجھے۔ وشرام (8) کو وِش (9) کا پیالہ۔ جسے سنگھرش میں وجے کا آنند پراپت ہو۔ ادھوگ میں ساپھیلہ کا الاّس۔

یووک وہ ہے، جو اپنے اوپر اسیم وشواس (10) رکھتا ہو۔ جو اکیلا چنا ہو کر بھی بھاڑ کو پھوڑ ڈالنے کی ہمت رکھے۔ جو اپاسنا (11) کرے تو شکتی کی، آرادھنا (12) کرے تو اسپھورتی کی جس کی ناڑیوں میں رکت کی جگہ آکانشا (13) ہو، ہردے میں پران کی جگہ اشانتی۔ جو روڑیوں (14) کا شترو اور پری

1۔ حیاتی 2۔ پاٹھیہ کرم۔ تعلیم وتدریس 3۔ الیکھنیہ۔ قابل ذکر 4۔ مراہوا 5 ۔ ناقابل رسائی پانی کا بہاؤ 6۔ پیدا کرنا 7۔ تشفی 8 ۔ آرام۔ سکون 9 ۔ زہر 10 ۔ یقین کامل 11۔ عبادت 12 ۔ پرستش 13 ۔ خواہش 14۔ رسموں

پاٹی کا ناشک ہو۔ جو پاکھنڈ (1) کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ جائے اور جب تک اس کا نام ونشان مٹا دے، چین نہ لے۔

یووک وہ ہے جس پر سدیو(2) کوئی نہ کوئی دھن سوار رہتی ہے۔ اگر آج بھنگ پینے پر آئے تو اتنی پی کہ سر پیر کی سدھی نہیں۔ سونے پر آئے تو دو پہر دن کی خبر کی۔ کھیلنے پر آئے تو رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ ہنسنے پر آئے، تو چھتیں ہل گئیں۔ پڑھنے پر آئے تو بھور ہو گیا۔ کسی سے دوستی کی تو چرم سیما تک کی وہ جو کام کرتا ہے۔ اتساہ(3) سے، امنگ سے، دل وجان سے، بے دلی سے، دُبدھے(4) میں پڑ کر وہ کوئی کام نہیں کرتا۔

یووک وہ ہے جسے کل کی چنتا نہیں ستاتی، جو آج میں مگن رہتا ہے۔ 'کل' کو کل پر چھوڑتا ہے۔ جس کے جیون میں سبھی دن 'آج' ہیں، کل کا کہیں استوو(5) نہیں۔ جس کے جیون کا سار ہے۔ امنگ! امنگ!

آیسے یووک کو ہم پرنام کرتے ہیں۔

('یووک' فروری 1921ء)

1۔ڈھونگی 2۔ہمیشہ 3۔جوش وخروش 4۔تذبذب 5۔وجود

ورتمان یورپین ڈرامہ

یوں تو ورتمان (1) اپیوگیتاواد (2) کے سدھانت نے یورپین ساہتیہ کے ہر ایک وبھاگ (3) پر اثر ڈالا ہے، لیکن ناٹک پر اس کا جتنا اثر پڑا ہے کداچت (4) اور کسی انگ پر نہیں پڑا۔ انگلینڈ کے سب سے شریشٹھ (5) ناٹک کار برناڈ شاہ مہودے ہیں۔ آپ نے کسی مت کے پرچار، کسی نہ کسی سماجک ویوستھا (6) کے سدھار اور کسی نہ کسی واد کے اسپشٹی کرن (7) کی چیشٹا (8) کی ہے۔ کسی میں وواہک پرتھا (9) کی تکھر آلوچنا (10) ہے، تو کسی میں جنتا واد کا پرچار کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ انگریزی لیکھن ودھی (11) کی اسوابھاوکتا (12) بھی ان کے تیور اکشیوں (13) سے نہیں بچی ہے۔ ان کا ناٹک بہودھا ایک ہی انک کے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی میں تو درشیہ بھی ایک ہی ہے۔ بھارت ورش میں ایسے ناٹک تچھ (14) سمجھے جائیں گے۔ گائن، سینری، پردے اور ٹھاٹھ باٹ پر پران دینے والی بھارتیہ جنتا کو ان ناٹکوں میں مزا نہ آئے گا۔ لیکن انگلینڈ میں شا کے ڈرامے بڑی سپھلتا کے ساتھ کھیلے جاتے ہیں۔ ان کی ساری خوبی کیول پاتروں کے واک چاتریہ، ونگیہ، (15) سکتی (16) اور وچاروں کی مولکتا، (17) نوینتا (18) تتھا پربھاوَاتپادکتا میں ہے۔ برناڈ شاہ ونگیہ تتھا تیور کٹاکش کا راجہ ہے۔ اس کے وچاروں میں اتنی مَولکتا ہوتی ہے کہ ایک ایک واکیہ شروتاؤں (19) کے چت میں وچار ترنگیں آندولت کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتا، سبھی پر پھبتیاں کستا ہے۔ کوئی پرتھا کتنی ہی پراچین اور سمانت کیوں نہ ہو، یدی اس کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی تو وہ اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا، لیکن اس کے وینگیہ نردیتا (20) سے خالی ہوتے ہیں۔ ان میں شِشٹھا (21) اور سہانو بھوتی (22) چھپی رہتی ہے۔ فرانس کے ناٹک کار بریو بھی

1۔موجودہ حال 2۔افادیت پسندی 3۔شعبہ 4۔کسی بھی 5۔اول۔سرفہرست 6۔معاشرتی نظام
7۔وضاحت 8۔کوشش 9۔شادیانہ رسم ورواج 10۔سخت تنقید 11۔طریقہ مضمون نویسی 12۔غیر فطری
13۔تیکھے الزام 14۔سطحی 15۔طنز 16۔مقولہ 17۔بنیاد 18۔نیاپن 19۔سامعین 20۔بے رحمی
21۔تہذیب 22۔ہمدردی

اپیو گیتا کے پجاری ہیں۔ برنارڈ شا بریو کے پرم بھکت ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ مولیر کے بعد بریو کے برابر کوئی ناٹک کار نہیں ہوا۔ بریو رنگ منچ کو کیول منورنجن اور ولاس (1) کا سادھن بنانا نہیں چاہتا۔اس کی نگاہ میں اس کا مہتیہ کہیں اونچا ہے۔ بریو کا کہنا ہے کہ ناٹک کاروں کے لیے یہ بات لجّا جنک ہے کہ وے کیول آمود پرمود (2) کے سادھن بنیں۔ وہ ناٹک کاروں کو اپدیشک (3) کا اُچ استھان دلانا چاہتا ہے۔ ہمارے وچار میں اس کا کتھن بہت کچھ وچارنیہ (4) ہے۔

یورپ کا تیسرا ناٹک کا، ابسین ہے۔سمست (5) یورپ میں اس کے ناٹکوں کی دھوم ہے، بسین کی سب سے پرسدھ رچنا 'ڈال ہاؤس' ہے۔اس میں استرلوں کی پرادھینتا (6) کا دِگ درشن کرایا گیا ۔ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اب سروانگ (7) سندر ناٹک شیکسپر کے بعد پھر نہیں لکھا گیا۔ اس کی دوسری رچنا 'گھوسٹس' کا استھان بہت اونچا ہے۔ یورپ کی سبھی بھاشاؤں میں اس کا انوواد ہو چکا ہے۔ابسن بھی برناڈ شا اور بریو کی بھانتی اپدیشوادی (8) ہے۔ وہ اپنے وچاروں کا پرچار کرنے کے ایسے اتّم سادھن کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا ہے۔

سمبھو ہے کہ ان مہانو بھاؤں (9) کے ناٹکوں میں جنتا کو بہت آنند نہ آتا ہو، لیکن سبھیہ سماج میں ودوجنوں (10) میں ان ناٹکوں کا بڑا اسمان ہے۔ راشٹروں اور جاتیوں کی باگ ڈور یہی سماج اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔'ابسن' کے یہاں ونگیہ اور کٹاکش (11) نہیں ہے۔اس کی آلوچنا تیور نہیں ہوتی، اس کے پاتروں میں اتنی سبھاوکتا (12) اور گھٹناؤں میں اتنی یتھارتھتا (13) ہوتی ہے کہ وہ یورپ کا سرو پردھان (14) ناٹک کار مانا جاتا ہے۔

اس میں سندیہہ نہیں کہ ناٹک ہو یا کاویہ اپنیاس (15) ہو یا گلپ (16) جب اس میں کسی مت کا پرتیپادن کیا جاتا ہے تو اس کی سرستا (17) میں بادھا پڑ جاتی ہے، مانو سدھا کے نرمل پرواہ میں گدلا کیچڑ مل گیا ہو۔ لیکن ہمارا وچار ہے کہ مت پردھان رچنائیں بھی کشل ہاتھوں میں اپنی سرستا کو بہت اکشنہ رکھ سکتی ہیں۔آخر ایسی رچنائیں کیوں اروچیکر ہو جاتی ہیں؟ کیول اسی لیے کہ ان میں لیکھک کو اپنے مت کا سمپادن کرنے کے لیے بہودھا ستیہ (18) کی ہتیا کرنی پڑتی ہے۔اس کے پاتر اور گھٹنائیں سویکشا (19) سے نہیں چلتے، اب معلوم ہوتا ہے کہ وے بیڑیوں میں جکڑے ہوتے ہیں۔ بس اسی اسوبھاوکتا (20) کے کارن ایسی رچنائیں نیرس ہو جاتی ہیں۔ پر کشل لیکھک اس بات کا دھیان رکھے گا کہ کاویہ آنند کی کلپنا اس

1۔عیاشی 2۔تفریح۔دل لگی 3۔ناصح 4۔قابل غور 5۔پورے 6۔اہمیت 7۔سراپا 8۔نصیحت پسند 9۔معزز 10۔عالموں 11۔طنز 12۔فطری پن 13۔حقیقت پسندی 14۔سب سے اہم 15۔شعری ناول 16۔حکایت 17۔سہل 18۔بہت سارے سچ 19۔اپنی خواہش 20۔غیر فطری پن

ڈھنگ سے کی جائے، پاتروں کے چترن اس طرح ہوں معلوم ہو کہ وے سویکشا سے اپنے اپنے کام کر رہے ہیں۔ کوئی مت وشیش (1) انھیں سنچالت (2) نہیں کر رہا ہے، بلکہ ان کے منو بھاؤ آپ ہی آپ انھیں سُبھاوک اَستھتی (3) کی اُور لیے جا رہے ہیں؛ اور یہ کام آسادھیہ (4) بھی نہیں ہے۔ ابسین کے سبھی ناٹک اپدیش پردھان (5) ہیں، لیکن ان کی سرستا (6) یا سُبھاوکتا (7) میں ذرا بھی کمی نہیں ہونے پائی ہے۔ برناڈ شا کے یہاں گھٹنائیں تو نہیں ہوتیں، لیکن اس کے پاتروں کا سمبھاشن (8) اتنا سندر اور سجیو (9) ہوتا ہے کہ درشکوں (10) کو شاید ہی یہ خیال آتا ہو کہ ان کو کوئی اپدیش دیا ہے۔

فرینچ کرانتی کے پہلے جب یورپ اسی ندرا (11) میں مگن تھا، جس میں اس سمے کا بھارت، تو مانو جیون ہی ساہتیہ کا مکھیہ وشے تھا۔ روسو نے اتہاس میں جو کرانتی پیدا کی، اس سے کہیں ادھک بڑی کرانتی ساہتیہ کے چھیتر میں پیدا کر دی۔ اس سمے مانو جیون کی آلوچنا کرنا ہی ساہتیہ کا مکھیہ وشے تھا۔ اس آلوچنا کے دوارا جیووں کے رہسیوں کا ادگھاٹن ہوتا تھا۔ پریم، بھکتی، دویش، دمبھ آدی مولک بھاؤوں کی وچتر تا انکت کی جاتی تھی۔ آدرش چرتروں کا چترن کیا جاتا تھا۔ منشیہ کو سنسار بیتی سننے میں آنند آتا تھا، جو پرم سوبھاوک ہے۔ کرانتی نے مانو جیون میں نئی نئی سمسیائیں اُپستھت کر دیں۔ سامان جک اتیا چاروں کی اُور لوگوں کا دھیان کبھی اتنے ویگ سے آکرشت نہ ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے کا بھید، دھنیوں کی سوارتھ پرتا، دینوں کی پرادھینتا آدی سمسیاؤں پر منشیہ نے کبھی اتنی سوویوستھت ریتی سے وچار نہ کیا تھا۔ اُس کرانتی نے کتنی ہی پرمپراگت سمسیاؤں کی جڑیں ہلا دیں، کتنی ہی روڑھیوں کا سروناش کر دیا۔ سوارتھ نے دینوں کو دبائے رکھنے کے لیے جو نیم بنا رکھے تھے، ان کی کرترمتا کا پردافاش ہو گیا، تتھا 'ویکتی' کی پردھانتا سویکار کی جانے لگی۔ شکشا میں سدھار کی آیوجنائیں ہونے لگیں، استریوں کے پرتی لوگوں کے وچاروں میں پریورتن ہونے لگا۔ ان سمسیاؤں کے سامنے مانو جیون کی آلوچنا بھی کون معلوم ہونے لگی۔ جیسے کوئی ویگیانک اپنی پریوگ شالا میں نتیہ نئی نئی کھوج کیا کرتا ہے اسی بھانتی ساہتیہ کاروں نے بھی سماج میں رام راجیہ اپستھت کرنے کے لیے نئے نئے ودھانوں کا سمپادن کرنا شروع کیا۔ کسی کو معلوم ہونے لگا کہ استریوں کی پَرادھینتا ہی ورتمان وِشمتا کا مکھیہ کارن ہے۔ کسی کی سمجھ میں ویوسائے کی پرادھینتا ہی مکھ سامراجیہ کے مارگ میں بادھک پائی گئی۔ سبھی لوگ اپنے اپنے وچار کے انوسار نئے نئے اُپائے سوچنے لگے، اور چونکہ ناٹکوں دوارا اپنے وچاروں کو جنتا کے سامنے بڑے پربھاوجنک روپ میں لایا جا سکتا ہے، اس لیے رنگ منچ پر ہی لیکھکوں کی سدھار ورتی کا اثر سب سے ادھک آنے لگا۔

('ساہتیہ سمالوچک' اپریل 1925)

1۔ اہم خیال 2۔ چلانا 3۔ فطری حالت 4۔ ناقابل عمل 5۔ نصیحت آور 6۔ آسان۔ سہل 7۔ فطری پن 8۔ مکالمہ 9۔ جاندار 10۔ ناظرین 11۔ نیند

ہنس کی نیتی

کہتے ہیں جب شری رام چندر سمندر پر پُل باندھ رہے تھے اس وقت وہاں چھوٹے چھوٹے پشو پکشیوں نے مٹی لا لا کر سمندر کے پاٹنے میں مدد دی تھی۔ اس سمے دیش میں اس سے کہیں وِکٹ سنگرام چھڑا ہوا تھا۔ بھارت نے شانتی مے سَمر کی بھیری بجادی ہے۔ 'ہنس' بھی مانسرو ور کی شانتی چھوڑ کر اپنی ننھی سی چونچ میں چٹکی بھر مٹی لیے ہوئے سمندر پاٹنے آزادی کی جنگ میں یُوگ دینے چلا ہے۔ سمندر کا وستار دیکھ کر اس کی ہمت چھوٹ رہی ہے' لیکن سَنگھ شکتی نے اس کا دل مضبوط کر دیا ہے۔ سمندر پاٹنے کے پہلے ہی اس کی جیون لیلا سماپت ہو جائے گی' یا وہ انت تک میدان میں ڈٹا رہے گا' یہ تو کوئی جیوتشی ہی جانے۔ پر ہمیں ایسا وشواس ہے کہ 'ہنس' کی لگن اتنی کچی نہ ہوگی۔ یہ تو ہوئی اس کی راجنیتی۔ ساہتیہ اور سماج میں یہ ان گنوں کا پریچے دے گا جو پرمپرا نے اسے پردان کر دیے ہیں۔

('ہنس' مارچ 1930)

''ڈومینین اور سوراجیہ''

نہ ڈومینین مانگے سے ملے گا نہ سوراجیہ۔ جو شکتی ڈومینین چھین کر لے سکتی ہے، وہ سوراجیہ بھی لے سکتی ہے، انگلینڈ کے لیے دونوں سمان ہیں۔ ڈومینین اسٹیٹس میں گول میز کانفرنس کا الجھاوا ہے؛ اس لیے وہ بھارت کو اس الجھاوے میں ڈال کر بھارت پر بہت دنوں تک راجیہ کر سکتا ہے۔ پھر اس میں قسطوں کی گنجائش ہے اور قسطوں کی اَودھی (1) ایک ہزار ورشوں تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ اس لیے انگلینڈ کا ڈومینین اسٹیٹس کے نام سے نہ گھبرانا سمجھ میں آتا ہے۔ سوراجیہ میں قسطوں کی گنجائش نہیں۔ نہ گول میز کا الجھاوا ہے؛ اس لیے وہ سوراجیہ کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن ہمارے ہی بھائیوں میں اس پرشن پر کیوں مت بھید ہے، اس کا رہسیہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ اتنے بے سمجھ تو ہیں نہیں کہ انگلینڈ کی اس چال کو نہ سمجھتے ہوں۔ انومان یہی ہوتا ہے کہ اس چال کو سمجھ کر بھی وہ ڈومینین کے پکش میں ہیں تو اس کا کچھ اور آشے ہے۔ ڈومینین پکش کو غور سے دیکھیے تو اس میں ہمارے راجے مہاراجے، ہمارے زمیندار، ہمارے دھنی مانی بھائی ہی زیادہ نظر آتے ہیں۔ کیا اس کا یہ کارن ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کو سوراجیہ کی دشا میں انھیں بہت کچھ دب کر رہنا پڑے گا؟ سوراجیہ میں مزدوروں اور کسانوں کی آواز اتنی نربل نہیں رہے گی؟ کیا یہ لوگ اس آواز کے بھَے سے تھرتھرا رہے ہیں؟ ہمیں تو ایسا ہی جان پڑتا ہے۔ وہ اپنے دل میں سمجھتے رہے ہیں کہ ان کے ابتوں کی رکشا انگریزی شاسن ہی سے ہو سکتی ہے، سوراجیہ کبھی انھیں غریبوں کو کچلنے اور ان کا رکت چوسنے نہ دے گا۔ ڈومینین کا ارتھ ان کے لیے یہی ہے کہ دو چار گورنریاں، دو چار بڑے بڑے پد انھیں اور مل جائیں گے۔ ان کا ڈومینین اسٹیٹ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تعلقہ دار اور راجے اسی طرح غریبوں کو چوستے چلے جائیں گے۔ سوراجیہ غریبوں کی آواز ہے، ڈومینین غریبوں کی کمائی پر موٹے ہونے والوں کی۔ سمجھو ہے، ابھی امیروں کی آواز کچھ دن اور غریبوں کو دبائے رکھے۔ غریبوں کے صبر کا پیالہ اب بھر گیا ہے۔ انگلینڈ کو اگر اپنا روزگار پیارا ہے؛ اگر اپنے مزدوروں کی پران رکشا (2) کرنی ہے، تو

1۔ وقفہ 2۔ جان کی حفاظت

اسے غریبوں کی آواز کو ٹھکرانا نہیں چاہیے ورنہ بھارت کے راجوں اور شکچھت سماج کے اونچے عہدے داروں کے سنبھالے کا اس کا روزگار نہ سنبھلے گا۔ جب ایک بار غریب سمجھ جائیں کہ انگلینڈ ان کا دشمن ہے، تو پھر انگلینڈ کی خیریت نہیں۔ انگلینڈ اپنی سنگٹھت شکتی سے ان کا سنگٹھت ہونا روک سکتا ہے، لیکن بہت دنوں تک نہیں۔

(ہنس، مارچ 1930)

جیل سدھار

جس طرح کسی ویکتی کے چرتر کا اندازہ اس کے متروں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی راجیہ کی سوویوستھا کا اندازہ اس کے جیلوں کی دشا سے ہوسکتا ہے۔ روس کی جیل بھارت کے جیلوں کو دیکھتے سورگ ہیں۔ یہاں تک کہ ایران جیسے دیش کے جیل بھی بہت کچھ سدھر چکے ہیں۔ ہمارے جیلوں کی دشا جتنی خراب ہے؛ شاید سنسار میں اس بات میں کوئی اس کا ثانی نہ ملے گا۔ جتیندر ناتھ روس کے اتسرگ (1) کا کچھ پھل اس سدھار کے روپ میں نکلا ہے جو ابھی کیے گئے ہیں؛ مگر قیدیوں کا کئی درجوں میں وِبھاجت کیا جانا اور ہر ایک کلکشا کے ساتھ الگ الگ ویوہار کرنا، ان برائیوں کی دوا نہیں ہے۔ جیل ایسے ہونے چاہیے کی قیدی اس میں سے من اور وچار میں کچھ سدھر کر نکلے۔ یہ نہیں کہ اس کے پتن کی کریا وہاں جا کر اور بھی پوری ہو جائے۔ اس سدھار سے یہ پھل نہ ہوگا، ہاں جو دھنی ہیں، انھیں وہاں کچھ آرام ہو جائے گا۔ غریب کی سب جگہ موت ہے؛ جیل میں بھی۔ معلوم نہیں؛ ایشور کے گھر بھی یہی بھید بھاؤ ہے یا اس سے کچھ اچھی دشا ہے۔

1۔ ایثار، قربانی

جاپان کے لوگ لمبے ہو رہے ہیں

ہندوستان کے لوگ دن دن دربل ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن جاپان کے ایک پتر نے لکھا ہے جاپانیوں کا ڈیل دھیرے دھیرے اونچا ہو رہا ہے۔ بلشٹھ تو وہ پہلے بھی ہوتے تھے، لیکن اب وہ اونچے بھی ہو رہے ہیں۔ اس کا کارن ہے رہن سہن میں سدھار۔ اب وہ پہلے سے اچھا اور پشٹی کارک (1) بھوجن پاتے ہیں؛ زیادہ صاف اور ہوادار گھروں میں رہتے ہیں؛ آرتھک چنتاؤں کا بھار بھی ہو گیا ہے۔ جہاں اسّی فی سیکڑے آدمی آدھے پیٹ بھوجن بھی نہیں پاتے، وے کیا بڑھیں گے اور کیا موٹائیں گے؟ شاید سو ورش کے بعد ہندستانیوں کی کہانی رہ جائے گی۔

(مارچ 1930 ہنس)

1۔ مقوی

پہلے ہندستانی' پھر اور کچھ

ہندو تو ہمیشہ سے یہی رٹ لگاتے چلے آرہے ہیں، لیکن مسلمان اس آواز میں شریک نہ تھے۔ بیچ میں ایک بار محمد علی یا شاید ان کے بڑے بھائی صاحب نے یہ آواز منہ سے نکالنے کا ساہس کیا تھا، مگر تھوڑے دنوں کے بعد انھوں نے پھر پہلو بدلا، اور پہلے مسلمان پھر اور کچھ کا نعرہ بلند کیا۔ پھر کیا تھا، مسلم دَل میں ان کا جتنا سمان کم ہوگیا تھا، اس سے کئی گنا زیادہ مل گیا۔ آج اگر کوئی مسلمان پہلے ہندستانی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پر چاروں طرف سے بوچھاریں ہونے لگیں گی۔ 'پہلے مسلمان' بن کر دھرماندھ جنتا کی نگاہ میں گورو پراپت کر لینا تو آسان ہے پر اس کا مسلمانوں کی منوورِتی پر جو برا اثر پڑتا ہے، وہ دیش ہت کے لیے گھاتک ہے۔ مسلمان کسی پرشن پر راشٹر کی آنکھوں سے نہیں دیکھتا، وہ اسے مسلم آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ وہ اگر کوئی پرشن پوچھتا ہے تو، مسلم درشٹی سے، کسی بات کا وِرودھ کرتا ہے تو وہ مسلم درشٹی سے۔ لاکھوں مسلمان باڑھ اور سوکھے کے کارن تباہ ہو رہے ہیں' ان کی طرف کسی مسلمان ممبر کی نگاہ نہیں جاتی۔ آج تک کوئی ایسا مسلم سنگٹھن نہیں بنا جو مسلم جنتا کی سانسارِک دشا کو سدھارنے کا پریتن کرتا۔ ہاں ان کی دھارمِک منوورِتی (1) سے فائدہ اٹھانے والوں کی کمی نہیں ہے۔ مہاتما گاندھی کھدر کا پرچار کس کے لیے کر رہے ہیں۔ اس سے مسلمان جولاہوں کا فائدہ اگر ہندو کوریوں سے زیادہ نہیں تو' کم بھی نہیں ہے۔ لیکن جہاں اس شہر کے چھوٹے سے چھوٹے شہر نے مہاتما جی کو تھیلیاں بھینٹ کیں، علی گڑھ نے کیول سوکھا ایڈریس دینا ہی کافی سمجھا۔ یہ مسلم منوورِتی ہے۔ دیکھا چاہیے، سرتیج بہادر سپرو سرو دَل سمیلن کو سپھل بنانے میں کہاں تک سپھل ہوتے ہیں۔ ہماری آشا تو نوجوان مسلمانوں کا منہ تاک رہی ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں، جہاں ادھیکانش مسلمان چھاتر تھے، سوادھینتا کا پرستاؤ مسلمان نیتاؤں کے وِرودھ پر بھی پاس ہوگیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کی ہوا کا رخ کدھر ہے۔

(ہنس مارچ 1930)

1۔ ذہنیت

سنگرام میں ساہتیہ

گھور سنکٹ میں پڑنے پر ہی آدمی کی اونچی سے اونچی کٹھور سے کٹھور اور پوتر سے پوِتر منوورتیوں کا وکاس ہوتا ہے۔ سادھارن دشا میں منشیہ کا جیون بھی سادھارن ہوتا ہے۔ وہ بھوجن کرتا ہے، سوتا ہے، ہنستا ہے ونود کا آنند اٹھاتا ہے۔ اسادھارن دشا میں اس کا جیون بھی اسادھارن ہو جاتا ہے۔ اور پرستھتیوں پر وجے پانے، یا ورودھی کارنوں سے اپنی آتم رکشا کرنے کے لیے اسے اپنے چھپے ہوئے منھ استروں کو باہر نکالنا پڑتا ہے۔ آتم تیاگ اور بلیدان کے، دھیریہ اور ساہس کے، اُدارتا اور وِشالتا کے جوہر اسی وقت کھلتے ہیں، جب ہم بادھاؤں سے گھر جاتے ہیں، جب دیش میں کوئی پہلو یا سنگرام ہوتا ہے تو جہاں وہ چاروں طرف ہاہا کار مچا دیتا ہے وہاں اس میں ویوُدر لبھ گنوں کا سنسکار بھی کر دیتا ہے، اور ساہتیہ کیا ہے؟ ہماری انترتم منوورتیوں کے وکاس کا اتہاس۔ اس لیے یہ کہنا انوچت نہیں ہے کہ ساہتیہ کا وکاس سنگرام ہی میں ہوتا ہے سنسار ساہتیہ کے اُجوّل سے اُجوّل رتنوں کو لے لو، ان کی سرشٹی یا تو کسی سنگرام کال میں ہوئی ہے یا کسی سنگرام سے سمبندھ رکھتی ہے۔

روس اور جاپان کے یُدھ میں آتم بلیدان کے جلیلے اداہرن ملتے ہیں، وے اور کہاں ملیں گے؟ یوروپین یدھ میں بھی سادھارن منشیوں نے ایسے ایسے ویلکشن کام کر دکھائے، جن پر ہم آج بھی دانتوں میں انگلی دباتے ہیں۔ ہمارا سوادھینتا سنگرام بھی ایسے اداہرنوں سے خالی نہیں ہے۔ یدپی ہمارے سماچار پتروں کی زبانیں بند ہیں اور دیش میں جو کچھ ہو رہا ہے ہمیں اس کی خبر نہیں ہونے پاتی، پھر بھی کبھی کبھی تیاگ اور سیوا، شوریہ اور رونے کے ایسے ایسے اداہرن مل جاتے ہیں، جن پر ہم چکِت ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی دو ایک گھٹنائیں ہم آج اپنے پاٹھکوں کو سناتے ہیں۔

ایک نگر میں کچھ رمنیاں کپڑے کی دکانوں پر پہرا لگائے کھڑی تھیں، وِدیشی کپڑوں کے پریمی دکانوں پر آتے تھے؛ پر ان رمنیوں کو دیکھ کر ہٹ جاتے تھے۔ شام کا وقت تھا، کچھ اندھیرا ہو چلا تھا، اسی

وقت ایک آدمی ایک دکان کے سامنے آکر کپڑے خریدنے کے لیے آگرہ کرنے لگا۔ ایک رَمنی نے اس سے جا کر کہا۔ ''مہاشے میں آپ سے پراتھنا کرتی ہوں کی آپ ولائتی کپڑا نہ خریدیں''۔

گراہک نے اس رَمنی کو رسِک نیتروں سے دیکھ کر کہا۔ ''اگر تم میری ایک بات سویکار کرلو تو میں قسم کھاتا ہوں کبھی ولائتی کپڑا نہ خریدوں گا''۔

رَمنی نے کچھ سشنک ہوکر اس کی طرف دیکھا اور بولی ''کیا آگیا ہے''؟ گراہک لمپٹ تھا۔ مسکرا کر بولا۔ بس مجھے ایک بوسہ دے دو''۔

رَمنی کا مکھ اردن درن ہو گیا، لجّا سے نہیں کرودھ سے۔ دوسری دکانوں پر اور کتنے ہی والنٹیئر کھڑے تھے۔ اگر وہ ذرا سا اشارہ کر دیتی، تو اس لمپٹ کی دھجیاں اڑ جاتیں؛ پر رمنی ونے کی اپار شکتی سے پریچت تھی۔ اس نے سجل نیتروں (1) سے کہا۔ ''اگر آپ کی یہی اِکشا ہے، تو لے لیجیے۔ مگر وِدیشی کپڑا نہ خریدیے''۔ گراہک پراست ہو گیا وہ اسی وقت اس رمنی کے چرنوں پر گر پڑا اور پرن (2) کیا کہ کبھی ولائتی وستر نہ لوں گا۔ چھما پرارتھنا کی اور لجّت تتھا سنسکرت ہو کر چلا گیا۔

ایک دوسرے نگر کی ایک اور گھٹنا سنیے۔ یہ بھی کپڑے کی دکان اور پیکٹینگ ہی کی گھٹنا ہے۔ ایک دوراگرہی مسلمان کی دکان پر زدروں کا پیکٹینگ ہو رہا تھا سہسا ایک مسلمان سجّن اپنے کمار پتر کے ساتھ کپڑا خریدنے آئے۔ ستیا گرہیوں نے ہاتھ جوڑے، پیروں پڑے، دکان کے سامنے لیٹ گئے؛ پر خریدار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ لیٹے ہوئے سیم سیوکوں کو روندتا ہوا دکان میں چلا گیا۔ کپڑے لے کر نکلا تو پھر والنٹیروں کو راستے میں لیٹے پایا۔ اس نے کرودھ میں آکر ایک سیم سیوک کے ایک ٹھوکر لگائی، سیم سیوک کے سر سے خون نکل آیا۔ پھر بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کمار پتر دکان کے زینے پر کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کا بال درشیہ یہ امانوشِک ویوہار سہن نہ کر سکا۔ اس نے پِتا سے کہا۔ ''پاپا آپ کپڑے لوٹا دیجیے''۔

باپ نے کہا۔ لوٹا دوں۔ میں ان سبھوں کی چھاتی پر سے نکل جاؤں''۔

''نہیں آپ لوٹا دیجیے''۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ بھلا لیے ہوئے کپڑے لوٹا دوں''۔

''جی ہاں''۔

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا''۔

''تو پھر میری چھاتی پر پیر رکھ کر جائیے''۔

1۔ آنسوؤں سے لبریز آنکھ 2۔ عہد، عزم

یہ کہتا ہوا وہ بالک اپنے پتا کے سامنے لیٹ گیا۔ پتا نے تُرنت بالک کو اٹھا کر چھاتی سے لگالیا اور کپڑے لوٹا کر چلا گیا۔

تیسری گھٹنا کانپور نگر کی ہے، ایک مہاشے اپنے پُتر کو سیم سیوک نہ بننے دیتے تھے۔ پُتر کے من میں دیش سیوا کا اسیم اُتساہ تھا۔ پر ماتا پتا کی اوگیا نہ کر سکتا تھا۔ ایک طرف دیش پریم تھا، دوسری طرف ماتا پتا کی بھکتی۔ یہ انتر دوند اس کے لیے ایک دن اسہیہ ہو اُٹھا۔ اس نے گھر والوں سے تو کچھ نہ کہا، جا کر ریل کی پٹری پر لیٹ گیا۔ ذرا دیر میں ایک گاڑی آئی اور اس کی ہڈیوں تک کو چور چور کر گئی۔

چوتھی گھٹنا ایک دوسرے نگر کی ہے۔ مندروں پر سُیم سیوک کا پہرا تھا۔ سُیم سیوک جس کو ولائتی کپڑے پہنے دیکھتے تھے اسے مندر میں نہ جانے دیتے تھے، اس کے سامنے لیٹ جاتے تھے۔ کہیں کہیں استریاں بھی پہرا دے رہی تھیں، اچانک ایک استری کھدر کی ساڑی پہنے مندر کے دوار پر آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ کانگریس کی سُیم سیویکا نہ تھی نہ اس کے آنچل میں ستیا گرہ کا بلاّ ہی تھا۔ وہ مندر کے دوار کے سمیپ کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی اور سُیم سیویکائیں ویدیشی وستر دھاریوں سے انوے وِنے کرتی تھیں، ستیہ گرہ کرتی تھیں؛ پر وہ استری سب سے الگ چپ چاپ کھڑی تھی۔ اسے آئے کوئی گھنٹہ بھر ہوا ہوگا کہ سڑک پر ایک فِٹن آکر کھڑی ہوئی اور اس میں سے ایک مہاشیے سندر مہین ریشمی پاڑھ کی دھوتی پہنے نکلے۔ یہ تھے رائے بہادر ہیرا مل، شہر کے سب سے بڑے رئیس، آنریری مجسٹریٹ، سرکار کے پرم راج بھکت اور شہر کی امن سبھا کے پردھان۔ نگر میں ان سے بڑھ کر کانگریس کا ورودھی نہ تھا۔ پجاری جی نے لپک کر ان کا سواگت کیا اور انھیں گاڑی سے اتارا، سیم سیویکاؤں کی ہمت نہ پڑی کہ انھیں روک لیں۔ وہ ان کے بیچ سے ہوتے ہوئے دوار پر آئے اور اندر جانا ہی چاہتے تھے کہ وہ کھدّر دھاری رمنی آکر ان کے سامنے کھڑی ہوگئی اور گمبھیر سُور میں بولی۔ ''آپ یہ کپڑے پہن کر اندر نہیں جا سکتے''۔

''تم مجھے نہیں روک سکتی''۔

''تو میری چھاتی پر پاؤں رکھ کر جایئے گا''

یہ کہتی ہوئی وہ مندر کے دوار پر بیٹھ گئی۔

''تم مجھے بدنام کرنا چاہتی ہو''۔

''نہیں میں آپ کے منہ کا کلنک مٹانا چاہتی ہوں''۔

میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ، پتی کا وِرودھ کرنا استریوں کا دھرم نہیں ہے۔ تم کیا انرتھ کر رہی ہو، یہ تم نہیں سمجھ سکتیں''۔

میں یہاں آپ کی پتنی نہیں ہوں۔ دیش کی سیویکا ہوں۔ یہاں میرا کرتویہ یہی ہے جو میں کر رہی ہوں۔ گھر میں میرا دھرم آپ کی آگیاؤں کو ماننا تھا۔ یہاں میرا دھرم دیش کی آگیا کو ماننا ہے۔

ہیرا مل جی نے دھمکی بھی دی، منتیں بھی کیں؛ پر رمنی دوار سے نہ ہٹی۔ آخر پتی کو لجت ہو کر لوٹنا پڑا۔ اسی دن ان کا سودیشی سنسکار ہوا۔

پانچویں گھٹنا ان گڑھوالی ویروں کی ہے جنھوں نے پیشاور کے ستیہ گرہیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ شاید ہماری سرکار کو پہلی بار راشٹریہ آندولن کی مہتا کا بودھ ہوا۔ وے گور کھے جنھیں ہم لوگ پشو سمجھتے تھے، جن کی راج بھکتی پر سرکار کو اٹل وشواس تھا، جن میں راشٹریہ بھاؤں کی جاگرتی کی کوئی کلپنا بھی نہ کر سکتا تھا۔ انھیں گور کھے یودھاؤں نے نشستر ستیا گرہیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ انھیں خوب معلوم تھا کہ اس کا نتیجہ کورٹ مارشل ہوگا، ہمیں کالا پانی بھیجا جائے گا۔ پھانسیاں دی جائیں گی، شاید گولی ماردی جائے۔ پر یہ جانتے ہوئے بھی انھوں نے گولی چلانے سے انکار کیا۔ کتنا آسان تھا گولی چالا دینا۔ رائفل کے گھوڑے کو دبا دینے کی دیر تھی؛ پر دھرم نے ان کی انگلیوں کو باندھ دیا تھا۔ دھرم کی ویدی پر اتنے بڑے بلیدان کا اُداہرن (1) سنسار کے اتیہاس میں بہت کم ملے گا۔

(ہنس جولائی 1930)

1۔ مثال

''ساہتیک اُداسینتا''

ہندی ساہتیہ میں آج کل جو شتھِلتا سی چھائی ہوئی ہے اسے دیکھ کر ساہتیہ پریمیوں کو ہتاش ہونا پڑتا ہے۔ آج ہندی میں ایک بھی ایسا سپھل پرکاشک نہیں جو سال بھر میں دو چار سے ادھِک پُستکیں نکال سکتا ہو۔ پرتیک پرکاشک کے کاریالیہ میں ہست لِکھت پُستکوں کا ڈھیر لگا پڑا ہے؛ پر پرکاشکوں کو ساہس نہیں ہوتا کہ انھیں پرکاشِت کر دیں۔ دو چار انے گنے لیکھکوں کی پستکیں ہی چھپتی ہیں؛ پر وہاں بھی پُستکوں کی نِکاسی نہیں ہوتی۔ دو ہزار کا ایڈیشن بکتے بکتے کم سے کم تین سال لگ جاتے ہیں۔ ادھیکانش پستکوں کی تو دس سال میں اگر دو ہزار پرتیاں نکل جائیں تو غنیمت سمجھی جاتی ہے۔ جب پستکوں کی بِکری کا یہ حال ہے تو پرکاشک پُرسکار کہاں سے دیں اور دیں بھی تو وہ پتر پُشپ سے ادھِک نہیں ہوسکتا، پتر پشپ سے لیکھک کو کیا سنتوس ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی آدمی ہے، اور اس کی بھی ضرورتیں ہوتی ہی ہیں۔ اس کا پھل یہ ہے کی لیکھک الگ اُتساہ ہین ہوتے جاتے ہیں اور ساہتیہ کی جو اُنتی ہونی چاہیے وہ نہیں ہونے پاتی۔ لیکھک کو اچھا پُرسکار ملنے کی آشا ہو تو وہ تن من سے رچنا میں پرَ وِرت ہوسکتا ہے؛ اور پرکاشک کو یدی اچھی بِکری کی آشا ہو تو وہ روپیے لگانے کو بھی تیار ہیں۔ لیکن سارا دارومدار پُستک کی بِکری پر ہے، اور جب تک ہندی پاٹھک پستکیں خریدنا اپنا کرتویہ نہ سمجھنے لگیں گے یہ شیتھلتا جیوں کی تیوں بنی رہے گی۔ کتنے کھید کی بات ہے کہ بڑی بڑی آمدنی رکھنے والے سجّن بھی ہندی کی پُستک مانگ کر پڑھنے میں سنکوچ نہیں کرتے۔ شاید وے ہندی پستکیں پڑھنا ہی ہندی پر کوئی احسان سمجھتے ہیں، اس وشے میں اردو والے کیا کر رہے ہیں، اس کی چرچا ہم یہاں کر دینا چاہتے ہیں۔ لاہور میں، جو اردو کا کیندر ہے، کچھ لوگوں نے ایک سمتی بنالی ہے، اور اس کا کام ہے شہر شہر اور قصبے قصبے گھوم کر پاٹھکوں سے اپنی آے کا شتانش اردو پُستکیں خریدنے میں خرچ کرنے کا انورودھ کرنا۔ پاٹھک جو پُستک چاہے اپنی روچی کے انوسار خریدے؛ پر خریدے ضرور۔ پاٹھکوں سے ایک پرتِگیا کرائی جاتی ہے اور سنتے ہیں کی سمِتی کو اس سدُ دیوگ میں خاصی سپھلتا ہو

رہی ہے۔ بہت سے پاٹھک تو کیول اس لیے پستکیں نہیں خریدتے کہ انھیں خبر ہی نہیں کون کون سی اچھی پستکیں نکلتی ہیں۔ ان کا اس طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ ضرورت کی چیزیں تو انھیں جھک مار کر لینی پڑتی ہیں۔ استری لڑکے سبھی آگرہ کرتے ہیں؛ لیکن پستکوں کے لیے ایسا آگرہ ابھی نہیں ہوتا، کیول پاٹھیہ پُستکیں تو خرید لی جاتی ہیں۔ مگر جب سمیتی نے پبلک کا دھیان اس اُور کھینچا، تو لوگ بڑے ہرش سے اس کے ساتھ سہیوگ کرنے کو تیار ہو گئے۔ کتنے ہی سجنوں نے تو پستکوں کے چناؤ کا بھار بھی سمیتی کے سر رکھ دیا۔ جس کی وارشِک آے بارہ سو روپے ہے وہ سال بھر میں بارہ روپے کی پُستک خریدنے کا یدی پرَن (1) کرے تو ہمیں وشواس ہے، کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہندی ساہتیہ کا بڑا اکلیان ہو سکتا ہے۔ ایسے سجن کی کمی نہیں ہے، کیول ساہتیہ پریمیوں کو ان کے کرتویہ کی یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ اگر اردو میں ایسی سمیتی بن سکتی ہے تو ہندی میں بھی اوشیہ بن سکتی ہے۔ اگر ہماری ہندی سبھائیں اس طرف دھیان دیں، تو ساہتیہ کا بہت اُپکار ہو سکتا ہے۔

(فروری 1939)

1۔ تہیہ

اردو کے وِشیشا نک

اردو پتریکاؤں میں بھی اب وِشیشا نک نکالنے کی پرتھا چل پڑی ہے۔ نیرنگ خیال، سرقی، رہنمائے تعلیم، آدی نے سندر، چتر وِشیشا نک نکالے ہیں، رہنمائے تعلیم کا وِشیشا نک تو اتنا وِرِہدا کار ہے کہ کداچت ہی بھارت کی کسی بھاشا میں اتنا بھاری بھرکم انک نکلا ہوگا۔ اس میں لگ بھگ 800 پرشٹھ اور دوسو سے اوپر چتر ہیں۔ ہندستانی اکیڈمی نے بھی 'ہندستانی' نام سے ایک تماہی رسالہ نکالنا شروع کیا ہے اور ہمارے متر شری سدرشن نے بھی 'چندن' نام سے ایک چتر پتریکا نکالی ہے، اس کے اپرانت ''ستارہ''، ''فلمستان'' آدی پتریکائیں بھی نکلنے لگی ہیں جن کا سمبندھ وِشیش کر سنیما سے ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، ہندی میں ابھی تک فلم سمبندھی کوئی پتریکا نہیں نکلی ہے۔ اس وِچار سے اردو نے ہندی سے بازی مار لی ہے۔ یدیپی ان فلمی پتریکاؤں میں ابھی تک کوئی اُچ کوٹی (1) کی نہیں ہے۔ پر جب کاریہ آرمبھ ہو گیا ہے، تو ایک دن پورا بھی ہو جائے گا۔ ہندی میں تو ایسا شیتھلیہ دکھائی دے رہا ہے، جسے دیکھ کر ہتوتساہت ہونا پڑتا ہے۔

(ہنس۔ فروری۔ 1939)

1۔ اعلیٰ معیار کا

''روسی ساہتیہ اور ہندی''

اپنیاس اور گلپ کے چھیتر میں، جو گدیہ ساہتیہ کے مکھیہ انگ ہیں سمست سنسار نے روس کا لوہا مان لیا ہے، اور فرانس کے سوا اور کوئی ایسا راشٹر نہیں ہے جو اس وشے میں روس کا مقابلہ کر سکے۔ فرانس میں بال ثراک، اناتو لے فرانس، روماں رولاں، موپاساں آدی سنسار پرسدھ نام ہیں۔ تو روس میں ٹالسٹائے، میکسم گورکی، ترگینیو، چیخوف، داستاوسکی آدی بھی اتنے ہی پرسدھ ہیں، اور سنسار کے کسی بھی ساہتیہ میں اتنے اُجول نکشتروں کا سموہ مشکل سے ملے گا۔ ایک سمے تھا کہ ہندی میں رونالڈ کے اپنیاسوں کی دھوم تھی۔ ہندی اور اردو دونوں ہی رونالڈ کی پستکوں کا انوادکر کے اپنے کو دھنیہ سمجھ رہے تھے، ڈیکنس ٹھیکرے، لیمب رسکن آدی کو کسی نے پوچھا تک نہیں، پر اب جنتا کی روچی بدل گئی ہے اور یدیپی اب بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو چوری، زنا اور ڈاکہ آدی کے ورتانت میں آنند پاتے ہیں، لیکن ساہتیہ کی روچی میں کچھ پرشکار اوشیہ ہوا ہے اور روسی ساہتیہ سے لوگوں کو کچھ روچی ہوگئی ہے، آج چیخوف کی کہانیاں پتروں میں بڑے آدر سے استھان پاتی ہیں اور کئی بڑے بڑے روسی اپنیاسواں کا انوواد ہو چکا ہے۔ ٹالسٹائے کا تو شاید کوئی بڑا اپنیاس ایسا نہیں رہا، جس کا انوواد نہ ہو گیا ہو، گورکی کی کم سے کم دو پُستکوں کا انوواد نکل چکا ہے۔ ترگینو کے ''فادر اینڈ سن'' کا ''پتا اور پتر'' کے نام سے ابھی حال ہی میں دلّی سے انوواد پرکاشت ہوا۔ ٹالسٹائے کی ''انا'' کا انوواد کاشی سے پرکاشت ہوا ہے، دستادسکی کی ایک پستک کا انوواد نکل چکا ہے، اس درمیان انگریزی یا فرینچ ساہتیہ کی کداچت ایک بھی پستک کا انوواد نہیں ہوا۔ جن لیکھکوں نے روس کو اس مارگ پر لگایا جس پر چل کر آج وہ دکھی سنسار کے لیے آدرش بنا ہوا ہے' ان کی رچنائیں کیوں نہ آدر پائیں۔

(ہنس مئی 1933)

پنڈت بنارسی داس جی کے دو پتر

سرسوتی کے پشسوی (1) سمپادک ٹھاکر شری ناتھ سنگھ نے جس ویکتی کا نقلی اور فرضی انٹرویو چھاپ کر انھیں بدنام کرنے کی کوشش کی تھی، اُنھیں پنڈت بنارسی داس جی کے دو پتر یہاں پرکاشت کیے جا رہے ہیں، جن سے پاٹھک انو مان کر سکیں گے کہ چترویدی جی اسی روپ رنگ کے آدمی ہیں، جیسا سرسوتی کے انٹرویو کلا سِدھانت چوڑامنی ٹھاکر شری ناتھ سنگھ نے دکھانے کی چیشٹا کی ہے یا کچھ اور۔ یہ پتر چترویدی جی نے پریاگ کے پنڈت سندر لال کے پاس سرسوتی کا وہ یادگاری لیکھ پڑھنے کے بعد لکھے تھے۔ یہ پتر فرضی یا نقلی نہیں ہیں، ہم ٹھاکر صاحب کو اس کا وشواس دلاتے ہیں۔ پاٹھک دیکھیں گے کہ ان پتروں میں کہیں کٹوتا یا کرودھ کا یا پرتی ہنسا (2) کا ایک شبد نہیں ہے۔ چترویدی جی کی سرل، سچی دویش ریت آتما ان کے ایک ایک شبد میں پرسپھُوٹت ہو رہی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا، اگر چترویدی جی کی جگہ ہمارے ٹھاکر صاحب ہوتے، تو کیسے پتر لکھتے؟ ہاں ہم اس کا کچھ انومان کر سکتے ہیں۔ ٹھکرائی کی ٹھسک کے ساتھ برہم تیج کا سنیوگ خدا جانے کیا غضب ڈھاتا؟ خیریت یہی ہوئی کہ چترویدی چترویدی ہیں اور ٹھاکر صاحب ٹھاکر۔ ہمیں آشا ہے، بنارسی داس جی ان پتروں کو چھاپنے کے لیے ہمیں کوئی بہت کڑا دنڈ نہ دیں گے۔ شری ناتھ سنگھ جی کی طرح کی باتیں تو ہم برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن چوبے جی کو اچھا پورن (3) بھوجن کرانا ہمارے من کی بات نہیں، کیونکہ ٹھاکر صاحب کو یہ سن کر پرسن ہونا چاہیے کہ ہماری آرتھک دشا اتنی اچھی نہیں ہے جتنی چترویدی جی کی۔

(یہاں چترویدی جی کے خط نہیں کیے گئے ہیں)

(ہنس ستمبر 1933)

1۔ نامور 2۔ بدلا 3۔ من پسند

روماں رولاں کی کلا

روماں روماں فرانس کے ان ساہتیہ سَرشٹاؤں میں ہیں، جنھوں نے ساہتیہ کے پرایہہ سبھی انگوں کو اپنی رچناؤں سے النکرت کیا ہے اور اپنیاس ساہتیہ میں تو وہ وکٹر ہیوگو اور ٹالسٹائے کے ہی سمکلکش (1) ہیں۔ان کے پرسدھ اپنیاس ''جان کرسٹوفر'' کے وشے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک کلاکار کی آتما کا اس سے سندر چتر اپنیاس ساہتیہ میں نہیں ہے۔روماں رولاں آتما اور ہردے کے رہسیوں کو ویکت کرنے میں سدھ ہست (2) ہیں۔ان کے یہاں وچتر گھٹنائیں نہیں ہوتیں، اسادھارن اور آدرش چرتر نہیں ہوتے۔ ان کے اپنیاس جیون کتھا ماتر ہوتے ہیں جن میں ہم نایک کو بھنن، پرروز آنے والی پرستھتیوں میں سکھ اور دکھ، میتری اور دویش، نندا اور پرشنسا، تیاگ اور سوارتھ کے بیچ سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔اسی طرح مانو ہم سیم انھیں دشاؤں میں گزر رہے ہوں۔ایک ہی چرتر نئی نئی دشاؤں میں پڑ کر اس طرح سوبھاوک روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے کہ ہم کو اس میں لیس ماتر بھی اسنگتی معلوم نہیں ہوتی۔اس میں سندیہہ نہیں کہ ''انٹرپریٹیشن'' کی کلا میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔اس اپنیاس میں دو ہزار سے اوپر پرشٹھ ہیں۔ اس میں سیکڑوں ہی گون پاتر (3) آئے ہیں پر ہر ایک کا اپنا الگ ویکتتو ہے۔لیکھک ان کی منوورتیوں اور منوبھاؤں کی تہہ میں جا کر ایسے ایسے چمکتے رتن نکال نکال لاتا ہے کہ ہم مگدھ بھی ہو جاتے ہیں اور چکت بھی۔آپ نے کرسٹوفر کے مکھ سے ایک جگہ ساہتیہ کے وِشے میں یہ وچار پرکٹ کیے ہیں۔

''آج کل کے لیکھک انوکھے چرتروں کے ورنن میں اپنی شکتی نشٹ کرتے ہیں انھوں نے سیم اپنے کو جیون سے پرتھک کر لیا ہے۔ان کو چھوڑ دو اور وہاں جاؤ جہاں استری پُرش رہتے ہیں۔روز کا جیون روز ملنے والے منشیوں کو دکھاؤ۔وہ جیون گہرے سمندر سے بھی گہرا اور پرشست (4) ہے۔ہم میں جو سب سے تُچھ (5) ہے، اس کی آتما بھی اننت (6) ہے۔یہ اننت پرتیک منشیہ میں ہے، جو اپنے میں سیدھا سادا

1۔ہم پلّہ 2۔قادر۔ماہر 3۔ذیلی کردار 4۔ہموار 5 ۔حقیر 6 ۔لامحدود

منشیہ سمجھتا ہے۔ پریمی میں، اس ناری میں جو شِشُو جنم کے اجوَل گورب کا مُلیہ پرشو ویدنا سے چکاتی ہے۔ ہر ایک استری اور ہر ایک پُرش میں، جو اگیات بلیدانوں میں اپنا جیون وتیت کرتے ہیں، یہ جیون کی دھارا ہے، جو پرانوں میں پرواہت (1) ہوتی ہے، گھومتی ہے، چکر لگاتی ہے۔ انھیں سیدھے سادے منشیوں کی سیدھی سادی کتھا لکھو، ان کے آنے والے دنوں اور راتوں کے سکھد کاویہ (2) کی رچنا کرو۔ جیون کا وکاس جیسا سرل ہوتا ہے، ویسی ہی سرل تمھاری کتھا ہونی چاہیے، شبدوں اور اکشروں اور سکشم ویاکھیانوں (3) پر سے مت نشٹ کرو، جو ورتمان کلا کاروں کی شکتی کا درو پیوگ کر رہی ہے۔ تم سروسادھارن (4) کے لیے لکھتے ہو، سروسادھارن کی بھاشا میں لکھو۔ شبدوں میں اچھے برے شِشٹ (5) اور بازاری کا بھید نہیں ہے؛ نہ شیلی میں سومیہ (6) اور اسومیہ کا بھید ہے۔ ہاں ایسے شبد اور ایسی شیلیاں اوشیہ ہیں جو ان بھاؤں کو نہیں کھولتیں، جو وہ کھولنا چاہتی ہیں۔ جو کچھ لکھو ایک چت ہو کر لکھو، وہی لکھو جو تم سوچتے ہو۔ وہی کہو جو تمھارے من کو لگتا ہے۔ اپنے ہردے کے سامنجسیہ (7) کو اپنی رچناؤں میں ورشاؤ۔ شیلی ہی آتما ہے''۔

ان تھوڑے سے شبدوں میں روماں رولاں نے اپنی کلا کا سارا رہسیہ بھر دیا ہے۔ اس کی رچناؤں کو پڑھیے۔ کہیں وہ اچھل کود، وہ توڑ مروڑ، نوینتا پیدا کرنے کا وہ سچیٹ پریتن نہیں ہے، جو اکثر کلا کار کیا کرتے ہیں۔ وِدوانوں نے ساہتیہ کلا کے جو سدھانت بنا رکھے ہیں یہاں ان کی کہیں گندھ بھی نہیں ہے۔ وہ اس لیے نہیں لکھتا کہ اس سے پاٹھک کا منورنجن ہو۔ اس کی کلا کا اُدّیشیہ کیول منو رہسیہ کو سمجھانا ہے۔ جس طرح وہ سیم منشیوں کو دیکھتا ہے، منشیون کو سمجھاتا ہے۔ وہ آشاوادی ہے، منشیہ کے بھوشیہ میں اسے اٹل وشواس ہے۔ سنسار کی ساری وپتیوں کا مُول یہ ہے کہ منشیہ منشیہ کو سمجھتا نہیں یا سمجھنے کی چیشٹا نہیں کرتا؛ اس لیے دویش وِرودھ اور ویمنسیہ (8) ہے۔ وہ یتھارتھ وادی اوشیہ ہے؛ لیکن اس کا یتھارتھ واد گندی نالیوں میں نہیں رہتا۔ اس کی ادار آتما کسی وستو کو اس کے کلوسیٹ روپ میں نہیں دیکھتی۔ وہ کسی کا اپہاس نہیں کرتا، کسی کا مذاق نہیں اڑاتا، کسی کو ہیے نہیں سمجھتا۔ مانو ہردے اس کے لیے سمجھنے کی وستو ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ اسے انیائے دیکھ کر کرودھ نہیں آتا۔ اس نے ایک جگہ لکھا ہے۔ ''مانو سماج کی برائیوں کو دور کرنے کی چیشٹا پرانی ماتر کا کرتویہ ہے۔ جسے انیائے کو دیکھ کر کرودھ نہیں آتا، وہ یہی نہیں کہ کلا کار نہیں ہے، بلکہ وہ منشیہ بھی نہیں ہے''۔

1۔ بہنا 2۔ شاعری 3۔ تقریر 4۔ عوام 5۔ معیاری 6۔ لطیف 7۔ تعلق 8۔ دشمنی

لیکن انیاے سے سنگرام کرنے کی اس کی نیتی کچھ اور ہے۔ وہ منشیہ کو سمجھنے کی چیشٹا کرتا ہے۔ اس انیاے بھاونا کے ادگم (1) تک پہنچنا چاہتا ہے اور اس طرح مانو آتما میں پرواہ لے کر اس کی سنکیرنتاؤں (2) کو دور کر کے سمنوے کرنا ہی اس کی کلا ہے۔

سوانتہ سکھائے والی منوورتی کلا کے وکاس کے لیے اتم سمجھی جاتی ہے۔ ہم پرایہ کہا کرتے ہیں کہ اموک ویکتی جو کچھ لکھتا ہے، وہ شوقیہ لکھتا ہے۔ وہ اپنی کلا پر اپنی جیویکا کا بھار نہیں ڈالتا، جس کلا پر جیویکا کا بھار ہو، وہ اس لیے دوشت سمجھی جاتی ہے کہ کلاکار کو جن روچی کے پیچھے چلنا پڑتا ہے۔ من اور مستشک پر زور ڈال کر کچھ لکھا تو کیا لکھا! کلا تو وہی ہے جو سوچھند (3) ہو۔ ردماں رولاں کا مت اس کے دیڈودھ ہے۔ وہ کہتا ہے، ''جس کلا پر جیویکا کا بھار نہیں، وہ کیول شوق ہے، کیول ویسن ہے، جو منشیہ اپنی بیکاری کا سمے کاٹنے کے لیے کیا کرتا ہے۔ یہ کیول منورنجن ہے، دماغ کی تھکن مٹانے کے لیے جیون کی مکھیہ وستو کچھ اور ہے؛ مگر سچے کلاکار کی کلا ہی اس کا جیون ہے۔ اسی میں وہ اپنی سمپورن آتما سے مرتا ہے، لپٹتا ہے، ابھاو کی اتیجنا کے بغیر کلا میں تیورتا کہاں سے آئے گی؟ ویسن کھلونے بنا سکتا ہے؛ کلپنا مورتیوں کا نرمان کرنا اس کلاکار کا کام ہے، جس کی سمپورن آتما اس کے کام میں ہو۔''

سانکیتکتا (SUGGESTIVENESS) کلا کی جان سمجھی جاتی ہے اور اس کا سدپیوگ کیا جائے، تو اس سے کلا ادھک مرم گراہی ہو جاتی ہے۔ پاٹھک یہ نہیں چاہتا کہ جو باتیں وہ خود آسانی سے کلپنا کر سکتا ہے، وے اسے بتائی جائیں، لیکن روماں رولاں کی کلا سب کچھ اسپشٹ کرتی چلتی ہے، ہاں اس کا اسپشٹی کرن اس درجے کا ہوتا ہے کہ پاٹھک کو اس میں بھی وچار اور بدھی سے کام لینے کا کافی اوسر مل جاتا ہے۔ وہ پاٹھک کے سامنے پہیلیاں نہیں رکھنا چاہتا۔ اس کی کلا کا اُدّیشیہ منوورتیوں (4) کو سمجھنا ہے۔ جیسا اس نے خود سمجھا ہے اسے وہ پاٹھک کے سمّکھ رکھ دیتا ہے اور پاٹھک کو تُرنت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لیکھک نے اس کا سمے نشٹ نہیں کیا۔

اور بیچ بیچ میں جیون اور سماج اور کلا اور آتما اور انیک وشیوں پر رومیں رولاں جو بھاونائیں پرکٹ کرتا ہے، ان پر جو پرکاش ڈالتا ہے، وہ تو ادبھوت ہے، انوپم ہے۔ ہم اس کی سُکتیوں (5) کو پڑھتے ہیں، تو وچاروں میں ڈوب جاتے ہیں، اپنے کو بھول جاتے ہیں۔ اور یہ ساہتیہ کا سب سے بڑا آنند ہے، اگر یہ سُکتیاں جمع کی جائیں، تو اچھی خاصی کتاب بن سکتی ہے۔ اس میں انوبھو کا اپنا گہرا رہسیہ بھرا ہوا ہے کہ ہمیں لیکھک کا اُدّیشیہ کیول اپنا رچنا کوشل دکھانا نہیں ہے، وے منورہسیوں کی کنجیاں ہیں، جو ایک

1۔ جڑ 2۔ تنگ ذہنی 3۔ آزاد 4۔ ذہنیت 5۔ مقولہ

واکیہ میں سارا اندھکار، ساری الجھن دور کر دیتی ہے،

آنند سے بھی ہمارا جی بھر جاتا ہے، جب سوار تھے آنند ہی جیون کا مکھیہ اڈیشیہ ہو جاتا ہے تو جیون نرودیشیہ ہو جاتا ہے۔

سپھلتا میں ایک ہی دَیوی گُن ہے۔ وہ منشیہ میں کچھ کرنے کی شکتی پیدا کر دیتی ہے''۔

''سوشیلا استریوں میں بھی کبھی کبھی ایک بھاونا ہوتی ہے جو اپنی شکتی کی پریکشا لینے اور اس کے آگے جانے کی پریرنا کرتی ہے''۔

آتما کا سب سے مدھ سنگیت سوجنیہ ہے۔

ہنس۔ مارچ 1934

سماچار پتروں کے مفت خور پاٹھک

جہاں ودیش سے نکلنے والے پتروں کے لاکھوں گراہک ہوتے ہیں وہاں ہمارے اچھے سے اچھے بھارتیہ پتر کے گراہکوں کی سنکھیا کچھ ہزاروں سے ادھک نہیں ہوتی، یہ ایک وِچارنیہ بات ہے۔ جاپان کا ہی ایک اُداہرن لیجیے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جاپان بھارت ورش کا اشٹمانش (1) ہی ہے، پھر بھی جہاں بھارت سے کل 3500 پتر پرکاشِت ہوتے ہیں، وہاں جاپان سے 4500، اور وہ 4500 بھی ایسے پتر ہیں جن کے پرکاشن کی سنکھیا ہزاروں نہیں، لاکھوں کی ہے۔ ''اوساکا مینیچی'' نام کا ایک دینِک پتر ہے اس کے کاریالیہ کی عمارت ہی تینتیس لاکھ روپے کی ہے۔ اوساکا اوساہی' اور توکیو نیچی' نامک دو پتر بھی اسی کوٹی کے ہیں۔ ایک ایک پتر کے کاریالیہ میں دو تین ہزار تک آدمی کام کرتے ہیں، اور ان کا جال سنسار بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ جس پتر کے کاریالیہ میں چار چھ سو آدمی کام کرتے ہیں؛ اس کی تو وہاں کوئی گنا ہی نہیں ہوتی۔ کئی پتر تو وہاں ایسے ہیں جو پچاس لاکھ تک چھاپے جاتے ہیں اور ان میں جن کے آٹھ آٹھ سنسکرن نکلتے ہیں اور جن کے وِترن کرنے کے لیے ہوائی جہازوں سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ ہے جاپانی پتروں کا ویبھو (2) اور اس ویبھو کا کارن وہاں کی شکچھت جنتا کا پٹھن پریم اور سہیوگ۔ وہاں کے پرتیک پانچ آدمیوں میں ایک آدمی اخبار پڑھنے والا اوشیہ ملے گا۔ پونجی پتی سے لے کر مزدور تک، بوڑھے سے لے کر چھوٹے بچے تک، سب پتروں کو سیم خرید کر پڑھتے ہیں۔ فرصت کے سمے کو وہ لوگ بیکار کے ہنسی مذاق، کھلواڑ یا گالی گلوج میں نہیں' اخباروں کو پڑھنے میں بِتاتے ہیں۔ جس پرکار وے اپنی شاریرک بھوک کے لیے اَنّ کو آوشیک سمجھتے ہیں، اسی پرکار وے اپنی آتما کی بھوک کے لیے پتروں کو خرید کر پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ انھوں نے پتروں کو پڑھنا اپنا ایک اَٹل نیَم بنا رکھا ہے۔ جو منشیہ جس روچی کا ہوتا ہے،

1۔ آٹھواں حصہ 2۔ شان وشوکت

اپنے روچی کے پتر کا گراہک بن جاتا ہے اور اس پتر سے اپنا گیان وردھن اور منورنجن کرتا ہے۔ وہاں کے لوگ پتروں کو خرید کر پڑھتے ہیں۔ کہیں سے مانگ کر نہیں لاتے، وے دوسروں کے اخبار کو جوٹھن سمجھتے ہیں۔ یہی کارن ہے کہ وہاں کے پتروں کے گراہک کی سنکھیا پچاس لاکھ تک ہے۔ جب ہم یہ سماچار پڑھتے ہیں اور بھارتیہ سماچار پتروں کے طرف درشٹی پات (1) کرتے ہیں تو دانتوں تلے انگلی دبانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں ودیش کے لوگ پتر نکالنا جانتے ہیں۔ وے لوگ شکچھا میں اور سبھی باتوں میں ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس پیسہ ہے۔ یہ سبھی باتیں صحیح ہو سکتی ہیں کنتو بھارتیہ پتروں کی پرکاشن سنکھیا نہ بڑھنے کا کیول یہی کارن نہیں ہے کہ بھارتیہ ودوان پتر نکالنا نہیں جانتے، وے شکچھا میں پچھڑے ہوئے ہیں اور پتروں کو خریدنے کے لیے بھارتیہ جنتا کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ یہ دلیلیں کچھ انشوں میں ٹھیک ہو بھی سکتی ہیں، پر بھارتیہ پتروں کے نہ پنپنے کا ایک اور بھی پربل کارن ہے۔

ہمارے یہاں ایسے لاکھوں منشیہ ہیں؛ جو پیسے والے ہیں جن کی آرتھک استھتی اچھی ہے، جو شکچھت ہیں اور پتروں کے پڑھتے رہنے کا شوق بھی ہے' پر وے لوگ مفت خور ہیں۔ پتروں کے لیے پیسہ خرچ کرنا وہ لوگ پاپ سمجھتے ہیں۔ یا تو پتروں کو کھوج کھاج کر اپنے متروں اور پریچت لوگوں کے یہاں سے لے آئیں گے، یا لائبریریوں سے جا کر دیکھ آئیں گے، لیکن ان کے لیے پیسہ کبھی نہ خرچ کرے گے۔ سوچتے ہیں' جب تکڑم بازی سے ہی کام چل جاتا ہے تو ویرتھ پیسہ کون خرچ کرے۔ یہ دشا ایسے لوگوں کی ہے جو ہزاروں کا ویوسائے کرتے ہیں اور بیاہ شادی یا اُوسر موسر میں اندھے ہو کر دھن ویے کرتے رہتے ہیں یہ لوگ بیڑی اور سگریٹ میں، پان اور تمباکو میں، ناٹک اور سینما میں، لاٹری اور جوئے میں، چائے اور کافی میں، اور وِودھ پرکار کے دُروِیسنوں (2) میں اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ پھونک سکتے ہیں، کِنتو پتروں کے لیے ایک پائی بھی خرچ کر سکتے۔ جیبھ میں سواد کے لیے بازاروں میں میٹھی اور نمکین چیزوں پر یہ لوگ روپے خرچ کر سکتے ہیں پر پتروں کو بھول کر بھی نہیں خرید سکتے۔ اس کے ویپریت خریدنے والوں کو مُورکھ سمجھتے ہیں، یدیپی انھیں کے جوٹھن سے ان کا کام چلتا ہے۔ اگر بہت ہمت کی تو کسی لائبریری کے ممبر بن گئے اور لائبریرین کو اپنی میٹھی باتوں میں پھنسا کر نیَم کے وِرودھ انیک پستکیں اور پتر پڑھنے کے لیے لے گئے اور بھاگیہ وش کسی لیکھک سے پریچے ہو گیا، یا اپنی تکڑم سے کسی پتر سمپادک کو سادھ لیا تو پھر کہنا ہی کیا، قارون کا خزانہ انھیں مل گیا۔ اس پرکار یہ لوگ اپنا مطلب نکال لیتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھنا یہ لوگ مُورکھتا سمجھتے ہیں، بھارتیہ پتروں کے پرتی ان لوگوں کے پریم، کرتو یہ

1۔نظر ڈالنا 2۔غلط عادت۔غلط شوق

پالن اور سہانو بھوتی کا یہ کتنا سندر اداہرن ہے۔ کیا ایسا سندر اُداہرن آپ کو سنسار کے کسی بھی دیش میں مل سکے گا۔ دھینہ ہیں یہ لوگ، اور دھنیہ ہے اپنی بھاشا کے پرتی ان کا انوراگ۔ (1) ان لوگوں کو یہی دُرورِتی (2) بھارتیہ پتروں کے جیون کو سدیو سنکٹ میں ڈالے رہتی ہے۔ یہ لوگ ذرا بھی نہیں سوچتے کہ یہ پرورِتی سماچار پتروں کے لیے کتنی بھیانک اور ہانی کارک سِدھ ہو سکتی ہے۔ ان کی اس پرورتی کے کارن ہی بھارتیہ پتر پنپنے نہیں پاتے۔ جہاں ودیشی پتروں کی نجی عمارتیں لاکھوں روپے کی ہوتی ہیں اور ان کے کاریالیہ میں ہزاروں آدمی کام کرتے ہیں، وہاں ہمارے بھارتیہ پتروں کے کاریالیہ کرایے کے سادھارن یا ٹوٹے پھوٹے مکانوں میں ہوتے ہیں اور کہیں کہیں تو ان میں کام کرنے والے منشیوں کی سنکھیا ایک درجن بھی نہیں ہوتی ہے۔ نام ماتر کے لیے کچھ اِنے گنے پتر ہی ایسے ہیں جن کے کاریالیہ میں کام کرنے والے دوسو کے لگ بھگ یا کچھ ہی ادھک ہوں۔ ایسے لوگوں کی کرپا کے کارن ہی بھارتیہ پتروں کا یہ حال ہے، کہیں کہیں تو بے چارہ ایک ہی آدمی سمپادک، مدرک، بہوستھا پک، پرکاشک، اور پروف ریڈر ہے۔ سنسار کے لیے یہ بات نئی اور آشچریہ جنک ہے۔ یہ سب ان بھارتیہ مفت خور پاٹھکوں کی کوورِتی کا ہی پرینام ہے، لیکن اب ان مفت خوروں کو اپنی بھاشا کے ساتھ انیائے کرنے والوں کو کچھ لجا آنی چاہیے۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وے لوگ بھارتیہ پتروں کا گلا گھونٹ رہے ہیں اور انھیں سنسار کے اپہاس (3) اور وینگیہ (4) کی ایک وستو بنا رہے ہیں۔ جب کہ یہ لوگ بڑی بڑی رقمیں وِیرتھ (5) کے کاموں میں پھونک سکتے ہیں، تو کوئی کارن نہیں کہ یہ اپنے دیش کے پتروں کے لیے چھوٹی سی رقم خرچ کر کے ان کے پرانوں کی رکچھا نہ کر سکیں۔

(ہنس۔جون 1934)

1۔محبت 2۔غلط عادت 3 ۔مضحکہ اڑنا۔مذاق 4۔طنز 5 ۔بیکار

لیکھک منڈل

پریاگ کے شری ستیہ جیون جی ورما نے کچھ سمے سے پتروں میں لیکھک منڈل قائم کرنے کے لیے کافی لکھا پڑھی کر رکھی تھی۔ انیک ودوانوں نے بھی اس وشے میں اپنے وچار ویکت کیے تھے۔ ابھی پچھلے سپتاہ ہی ستیہ جیون ورما نے لیکھک منڈل کے کاریہ چھیتر کے وشے میں بھی ایک لیکھ لکھ کر پرکاش ڈالا تھا، پر اسی بیچ اخباروں میں پڑھا کہ اِٹاوہ میں اکھل بھارت ورشیہ لیکھک منڈل قائم ہو گیا ہے۔ آشچریہ! یہ بھی ایک یشو لیسا(1) کا اداہرن ہے۔ پریاگ سے اس کا پریتن آرمبھ ہوا، اور ابھی اس کے کاریہ چھیتر پر وچار ہو ہی رہا تھا کہ لیکھک منڈل قائم ہو گیا۔ سِدھانتِک روپ سے وچار کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس پرکار اچانک اکھِل بھارتیہ لیکھک سنگھ قائم کر کے کوئی ادھِک عقل مندی کا کام نہیں کیا گیا۔ اس کے معنی تو یہی ہیں کہ جس کاریہ کو پریاگ کے ہندی پریمیوں نے اٹھایا تھا، اسے بیچ ہی میں اِٹاوہ کے کچھ سجنوں نے ہتھیا کر سارا لیش اپنے سر لے لینا چاہا ہے۔ جس لیکھک سنگھ کے لیے مہینوں سے آندولن ہو رہا تھا' اس کو اس پرکار ایک جگہ چار چھ ویکتی اِکھٹا ہو کر قائم کر لیں۔ یہ کیسی بات ہے؟ جب وہ اکھِل بھارتیہ ہے تو اس کا بہت بڑا روپ ہے اور اسے اکھِل بھارتیہ آیوجن کر کے، ادھیکادھِک پرمُکھ ویکتیوں کے ہاتھوں استھاپِت ہونا چاہیے تھا۔

(ہنس۔ اگست 1934)

1۔ نام و نمود کی خواہش

''گراہکوں سے''

ہنس کے چوتھے ورش کا یہ گیارھواں اَنک (1) ہے۔ بھارواں اَنک 15 ستمبر تک تیار ہوکر روانہ کر دیا جائے گا۔ اتیو جن کا وارشِک مولیہ 12 ویں انک سے سماپت ہو جاتا ہے، ''ہنس'' کے ان پریمی گراہکوں سے نِویدن ہے کہ وے آگامی ورش کے لیے 12 واں انک پہنچتے ہی ساڑھے تین روپیہ منی آرڈر دوارا بھیج دیں۔ اس سے ہم کو وی پی بھیجنے کے جھنجھٹ سے بچنے کا اوسر ملے گا اور ان کے بھی چار آنے بچ جائیں گے۔

کسی وِشیس کارن وش جو سجّن آگامی 5 ویں ورش سے گراہک نہ رہنا چاہتے ہوں، وے کرپا کر کے اپنے کسی مِتر کو گراہک بنادیں، یا جو ایسا بھی نہ کر سکتے ہوں، وے آگامی انک کے پہنچتے ہی ہمیں سوچت کر دیں، تاکہ ہم ان کی سیوا میں وی پی بھیجنے کی ویوستھا نہ کریں۔ جن سجنوں کی اور سے روپیے یا کوئی سُوچنا نہ ملے گی، ان کی سیوا میں وی پی بھیجا جائے گا اور آشا ہے، وے اسے دھیان رکھ کر گرہن کرنے کی کرپا کریں گے، انیتھا ان کی ذرا سی اساودھانی سے، ہماری پڑتی گراہک 1 روپیہ کی ہانی سہج ہی ہو جائے گی۔ ہمیں پُورن وشواش ہے کہ ہمارے گراہک ہمیں ہانی میں نہ ڈالیں گے۔

(ہنس۔اگست 1934)

1۔شمارہ

بھرم نیوارن

کچھ سماچار پتروں میں سماچار پڑھ کر 'ہنس' کے گت اُنک میں، اٹاوہ میں لیکھک سنگھ قائم ہونے پر ٹپنی لکھتے ہوئے ہم نے اپنے وچار وِیکت کیے تھے۔ اس کے اُتر میں اِٹاوہ سے شری پریم نرائن جی اگروال جی نے ایک پتر لکھ کر اسے بھرم بتلایا ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہندی پتروں میں یہ آندولن دیکھ کر کہ لیکھک سنگھ شیگھر ہی کھلے گا، ایک سماچار یُونائیٹڈ پریس آف انڈیا کو بھیجا اور اس میں لکھا کہ ہندی لیکھک سَنگھ کے سنگٹھن کا پریتن کیا جا رہا ہے اور جو سمبھو تہہ شیگھر ہی ہو جائے گا، اس کا کاریالیہ پریاگ میں رہے گا۔ اس میں یہ نہیں لکھا تھا کہ اِٹاوہ میں کھول دیا گیا ہے یا کھلے گا۔ بات کیول یہ تھی کہ یہ سماچار اِٹاوہ سے بھیجا گیا تھا اور سماچار کے اوپر اِٹاوہ لکھ دیا گیا تھا، کچھ تو لکھنا ہی چاہیے تھا کہ معلوم ہو کہ 'یونائیٹڈ پریس' کو کس استھان سے یہ سماچار ملا ہے؛ اس لیے میں نے اٹاوہ لکھ دیا تھا۔ سماچار کے شبد تو مجھے ٹھیک یاد نہیں، پر اتنا اچھی طرح معلوم ہے کہ اس میں یہ نہیں لکھا تھا کہ سَنگھ اِٹاوہ میں کھل گیا ہے، میرے وچار سے سمپادک کی غلطی سے یہ جڑ گیا ہوگا۔

استو، پرسنتا (1) کی بات ہے کہ وہ سماچار غلط ثابت ہو گیا۔

(ہنس۔ ستمبر 1934)

1۔ خوشی

''نوشکتی کا سواگت''

ابھی ابھی تین چار سپتاہ سے شری دیو برت جی کے سمپادن اور پرکاشن میں نوشکتی نام کی ایک سچتر ساپتاہک پتریکا نکلنے لگی ہے۔ پتریکا پورن راشٹریہ ہے اور اسے بہار کے گاندھی بابو راجندر پرساد جی تتھا انیہ پرتشٹھت ویکتیوں کا سہیوگ پراپت ہے، اور پرسنتا کی بات ہے کہ وہ آرمبھ ہی سے بڑے پیمانے پر نکلی ہے۔ نکلنے کے پُوروہی اس پر بھی ضمانت کا وار ہوا تھا اور وہ جمع کر دی گئی۔ پتر کے سمپادک شری دیو برت جی ''پرتاپ'' کے پرتاپی سمپادک سورگیہ ودیارتھی کا برسوں سہیوگ پراپت کر کے سمپادن میں دکھشتا پراپت کر چکے ہیں، اتیوان کے ہاتھ سے ہوا کار یہ سندر ہی ہونا چاہیے۔ ہمیں پرم سنتوش ہے کہ 'نوشکتی' کے ابھی تک کے تینوں اَنک ایک سے ایک اچھے اور پرتیک ہندی پریمی کے یہاں پرشرے پانے کے یوگیہ ہے۔ شری دیو برت جی کو ان کے اس مہان اذیوگ کے لیے ہم بدھائی دیتے اور نوشکتی کا ہردے سے سواگت کرتے ہیں۔

(ہنس۔ ستمبر 1934)

ودیارتھی اَسمارک سمیتی کی اپیل

کانپور کی لجاجنک دُرگھٹناؤں میں اپنی بلی دینے والے امر شہید سورگیہ گنیش شنکر جی کے اسمارک کے لیے ایک اسمارک سمیتی گٹھت ہوئی ہے اور اس نے ایک اپیل پرکاشِت کر کے ایک لاکھ روپیے کی یاچنا (1) کی ہے۔ جیسا کہ مہاتما جی نے شری بال کرشن شرما کو ایک پتر میں لکھا ہے کہ اب تک ودیارتھی جی کے اسمارک کے لیے پُورن دربیہ اکھٹا نہیں ہوسکا ہے۔ یہ ہم سب کے لیے شرم کی بات ہے۔ ہم آشا کرتے ہیں کہ پرتیک ہندی پریمی دیش بھکت، دیش کے اس تیجومیے رتن اَمر دھرم ویر کے اسمارک کے لیے اپنے نجی ویئے سے بچا کر بھی شِگھر ہی سہایتا دے گا اور اپنے کرتویہ کو پورن کرے گا۔

(ہنس ستمبر 1934)

---

1 گزارش

جڑ واد اور آتم واد

ودوانوں کی دنیا میں آج کل آستک اور ناستک کا پرانا جھگڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ یہ جھگڑا کبھی شانت ہونے والا تو ہے نہیں، ہاں اس کے روپ بدلتے رہتے ہیں۔ آج کے پچاس سال پہلے جب وگیان نے اتنی ترقی نہ کی تھی اور سنسار میں بجلی اور بھاپ اور بھانتی بھانتی کے یتروں کی سرشٹی (1) ہونے لگی تو سوبھاوتہہ منشیہ کو اپنے بل اور بدھی پر گرو ہونے لگا اور انت سے جو انیشوَر واد یا جڑ واد چلا آرہا ہے' اسے بہت کچھ پشٹی ملی۔ وِدوانوں نے ہمیشہ ایشور کے اَستو میں سندیہہ کیا ہے۔ جب پرکرتی کا کوئی رہسیہ ان کی چھوٹی سی عقل کے سلجھائے نہیں سلجھتا تو انھیں ایشور کی یاد آتی ہے اور جیوں ہی وگیان نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس رہسیہ کو سلجھا دیا۔ تو وِدوانوں کا ابھیمانی (2) من ترنت ایشور سے بغاوت کر بیٹھتا ہے' یا ان کی وہ پرانی بغاوت پھر تازی ہو جاتی ہے۔ جب بھاپ اور بجلی جیسی چیزیں آدمی نے بنا ڈالیں، تو وہ یہ کیوں نہ سمجھ لے کہ یہ چھوٹی سی پرتھوی اور سوریہ آدی بھی اتنے مہان وشے نہیں ہیں جس کے لیے ایشور کی ضرورت ماننی پڑے؟ جڑ واد نے ترنت دماغ لڑایا اور سرشٹی کی سمسیا حل کر ڈالی۔ پرمانو واد کا جھنڈا لہرانے لگا۔ پرایہہ سبھی ودوانوں نے اس جھنڈے کے سامنے سر جھکا دیا۔

لیکن ادھر وگیان نے جو عقل کو چوندھیا دینے والی اُنتی (3) کی ہے اور منشیہ کو معلوم ہوا ہے کہ یہ نئے ایشور کے کرشمے سرشٹی کی مہانتا کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے اور اس گہرائی میں جتنا ہی اترتے ہیں اتنی ہی اس کی اننتتا (4) اور وِشالتا بھی گہری ہو جاتی ہے، تب سے ودوانوں کا ابھیمان کچھ ٹھنڈا پڑنے لگا ہے۔ انھیں اسپشٹ (5) نظر آنے لگا ہے کہ جڑ واد سے سرشٹی کی ساری گتھیاں نہیں سلجھتیں، بلکہ جتنی سلجھانا چاہو اتنی ہی اور الجھتی جاتی ہیں، تو کم سے کم کچھ دنوں کے لیے جڑ واد کا جھنڈا نیچا ہو ہی گیا۔ جب آئن اسٹائن سے کوئی بڑا ودوان آکر آئن اسٹائن کے سِدھانت کو متھیا (6) سِدھ کر دے گا تو سمجھو ہے

1۔تخلیق 2 ۔فخر 3۔ترقی 4 ۔لامحدود 5۔واضح۔صاف 6غلط

کہ جڑ واد پھر تال ٹھونکنے لگے اور یہ جھگڑا ہمیشہ چلتا رہے گا۔ جن کی ان جھگڑوں میں پڑے رہنے سے دیہک (1) اور پار یوارِک ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں ان کے لیے بڑا اچھا مشغلہ ہے۔ ہمارے لیے ایشور کا اَستتو منوانے کو اکیلی یہ پرتھوی کافی تھی۔ آج کل کا کھگول جب تین کروڑ ایسے ہی وِشال سوریہ پریوار کا پتہ لگا چکا اور بیس لاکھ سوریہ تو دوربینوں سے نظر آنے لگے ہیں اور یہ انت پہلے سے کئی لاکھ یا کروڑ گُنا انت ہو گیا ہے اور الکٹران اور طرح طرح کی اَدبھُت کرنیں ہمارے سامنے آ گئی ہیں تو ہماری عقل کا گھن چکّر ہو جانا بالکل سوبھاوِک ہے، جو لوگ اس پرانی سرشٹی کو سمیپ سمجھ کر ایشور کو ذرا اپنے سے بڑا مستشِک سمجھ رہے تھے' ان کے لیے نئے نئے پنڈ سموہوں کا نکلنا اور نئے نئے رہسیوں (2) کا پرکٹ ہونا ضرور خطرے کی بات ہے، اور دس پانچ سال تک انھیں خاموشی سے مہان آتما کو سویکار کر لینا چاہیے۔

ہمارے جیسے سادھارن کوٹی کے منشیوں کے لیے تو ایشور کا استتو کبھی وِواد کا وشے ہو ہی نہیں سکتا۔ وِواد کا وشے کیول یہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملوں میں کچھ دلچسپی لیتا ہے یا نہیں۔ ایک دَل تو کہتا ہے اور اس دَل میں بڑے بڑے لوگ شامل ہیں کہ بنا اس کی مرضی کے پتی بھی نہیں ہلتی اور وہ سکھ دکھ' جیون مرن، سورگ نرک کی ویوستھا کرتا رہتا ہے اور ایک انوتر دائی راجا کی بھانتی سنسار پر شاسن کرتا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی کسی بھائی کا یا جیو کو کشٹ دے کر بچ جائے، اسے دنڈ ملے گا اور اوشیہ ملے گا۔ اس جنم میں نہ ملا نہ سہی، اگلے جنم میں پائی پائی چکا لی جائے گی۔ دوسرا دَل کہتا ہے کہ نہیں ایشور نے سنسار کو بنا کر اسے پُورن سوراجیہ دے دیا ہے، منشیہ جو چاہے کرے، اسے مطلب نہیں۔ اس نے جو نیم بنا دیا ہے' ان کی پکڑ میں آ جائے گا تو تتکال مزہ چکھنا پڑے گا اور قاعدے کے اندر چلے جاؤ تو اس کی فوج اور اس کے منتری سانس بھی نہ لیں گے۔ ایک دَل دوسرے دل پر امانوشِک اتیاچار کرے، ایشور سے کوئی مطلب نہیں، اس نے قانون بنا دیا ہے کہ جو شکتی سنگرہ کرے گا' وہ بلوان ہوگا۔ اور بلوان ہمیشہ نربلوں پر شاسن کرتا ہے۔ شکتی کیسے سنگرہ کی جاتی ہے اس کے سادھن منشیہ نے انوبھو سے پراپت کیے ہیں۔ کچھ شاستر اور وگیان سے سیکھا ہے جو پروشارتھی اور کرمنیہ ہیں، ان کی وِجے ہے اور جو دربل ہیں ان کی ہار۔ ایشور کو اس میں کوئی دخل نہیں، منشیہ لاکھ پرارتھنا کرے' لاکھ استوتی گائے' لاکھ جپ تپ کرے' کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں ایک راشٹر یا سماج' دوسرے راشٹر یا سماج کو پیس کر پی جائے' ایشور کی بَلا سے! اور یہ نرسنگھ اور دُپر بھوٗاب کا ہے ناہیں سُوئت ہماری ٹیڑ' والی باتیں کیول اپنی نپونسکتا (3) کی دلیلیں ہیں ہم نے تو موٹی سی بات سمجھ لی ہے کہ ایشور روم روم میں، اڑ واڑ و میں وِیاپت ہے مگر اسی طرح جیسے ہماری دیہہ میں پران ہے۔ اس کا کام کیول شکتی اور جیون دینا ہے۔ اس شکتی سے ہم جو کام چاہیں لیں، یہ ہماری اِچھا پر ہے، یہ منشیہ کی حماقت یا

ابھیمان ہے کہ وہ اپنے کو انیہ جیووں سے اونچا سمجھتا ہے۔ ورکش اور کھٹمل بھی جیو ہیں، ورکش کو ہم لگاتے ہیں؛ لگ جاتا ہے؛ کاٹتے ہیں کٹ جاتا ہے، کھٹمل ہمیں کاٹتا ہے، ہم اسے مارتے ہیں؛ ہمیں نہ کاٹے تو ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، اپنے پڑا رہے، ایشور کو جس طرح پودھوں اور کھٹملوں کے مرنے جینے سے کوئی مطلب نہیں، اسی طرح منشیہ روپی کیٹوں سے بھی اسے کوئی پریوجن نہیں۔ آپس میں کٹو مرو سمشٹی کی اپاسنا کرو۔ چاہے ویشٹی کی، گئو کی پوجا کرو یا بتیا کرو، ایشور کو اس سے کوئی پریوجن نہیں۔ منشیہ کی بھلائی یا برائی کی پرکھ اس کی ساماجک یا اَساماجک کرتیوں میں ہے۔ جس کام سے منشیہ سماج کو چھتی پہنچتی ہے: وہ پاپ ہے۔ جس سے اس کا اُپکار ہوتا ہے وہ پُنیہ ہے۔ ساماجک اپکار یا اپکار سے پرے ہمارے کسی کاریہ کا کوئی مہتو نہیں ہے اور مانو جیون کا اتہاس آدمی سے اسی ساماجک اپکار کی مریادا باندھتا چلا آیا ہے، بھنّ بھنّ سماجوں اور شرینیوں میں یہ مریادا بھی بھنّ ہے۔ ایک سماج پرائی چیز کی طرف آنکھ اٹھانا بھی برا سمجھتا ہے، دوسرا سماج کوئی چیز دام دے کر خریدنا پاپ خیال کرتا ہے۔ ایک سماج کھٹمل کے پیچھے منشیہ کو قتل کرنے پر تیار ہے؛ دوسرا سماج پشوؤں کے شکار کو منورنجن سمجھتا ہے۔ ابھی بہت دن نہیں گزرے اور آج بھی سنسار کے بعض حصوں میں دھرم کیول گٹ بندی کا نام ہے، جس سے منشیوں کا ایک سَموہ لوک اور پرلوک کی ساری اچھی چیزیں اپنے ہی لیے ریزرو کر لیتا ہے اور کسی دوسرے سموہ کو اس میں اس وقت تک حصہ نہیں دیتا جب تک وہ اپنا دَل چھوڑ کر اس کے دَل میں نہ آ ملے، دھرم کے پیچھے کیا کیا اتیاچار ہوتے ہیں، کون نہیں جانتا۔ آج کل دھرم کا وہ مہتو نہیں ہے۔ وہ پد اب بیوپار کو مل گیا ہے اور اس بیوپار کے لیے آج راشٹروں اور جاتیوں میں کیسا سنگھرش ہو رہا ہے۔ وہ ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ ایشور کو ان سارے ٹنٹوں سے کوئی مطلب نہیں ہے، چاہے کوئی رام کو بیسوں کلا کا اوتار مانے یا گاندھی کو، ایشور کو پرواہ نہیں۔ اُپاسنا اور بھکتی یہ سب اپنی منوورتیوں کی چیزیں ہیں، ایشور کو ہماری بھکتی اور اپاسنا سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہم ورَت رکھتے ہیں تو اس سے ہماری پاچن شکتی ٹھیک ہو سکتی ہے، اور ہم سماج کے لیے زیادہ اپیوگی ہو سکتے ہیں۔ اس ارتھ میں تو ضرور ورت پُنیہ ہے لیکن بھگوان جی اس سے پرسَنّ ہو کر، یا لاکھ بار رام کی رٹ لگانے سے، ہمارا سنکٹ ہر لیں گے یہ بالکل غلط بات ہے۔ ہم سنسار کی ایک پردھان جات ہیں لیکن اکرمنیہ (1) اور اس لیے پرادھین۔ (2) اگر ایشور اپنے بھکتوں کی حمایت کرتا تو آج مندروں، دیوالیوں اور مسجدوں کی یہ تپو بھومی کیوں اس دشا میں ہوتی؟

لیکن ہم شاید بھول رہے ہیں۔ بھگوان اپنے بھکتوں کو دکھی دیکھ کر ہی پرسَنّ ہوتا ہے، کیونکہ اس کا سوارتھ ہمارے دکھی رہنے میں ہے۔ سکھی رہ کر کون بھگوان کو یاد کرتا ہے۔ دکھ میں تو سمرن سب کریں سکھ میں کریں نا کوئے۔

(ہنس اکتوبر 1934)

1۔ کاہل 2۔ غلام

لیکھک سنگھ

لیکھک سنگھ کے وِشے میں ''ہنس'' میں وِگیپتی نکل چکی ہے اور ساہتیہ سیویوں تتھا پاٹھکوں کو یہ جان کر ہرش ہوگا کہ لیکھکوں نے سنگھ کا کھلے دل سے سواگت کیا، اور لگ بھگ ساٹھ سجن اس کے سدسیہ بن چکے ہیں۔ چاروں طرف سے آشا جنک پتر آ رہے ہیں مگر ابھی تک یہ نشچت نہیں کیا جا سکا کہ سنگھ کا مکھیہ کام کیا ہوگا۔ سنیو جک مہودے نے اپنے پرارمبھک پتر میں سنگھ کے کچھ اُدیشیوں کا ذکر کیا ہے، اور جو لوگ سنگھ میں شامل ہوئے ہیں، وے ان اُدیشیوں سے سہمت ہیں۔ اس میں سندیہہ نہیں، لیکن وے اصول کاریہ بن کر کیا روپ دھارن کریں گے، اس وِشے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ سنگھ لیکھکوں کے سُوتوؤں (1) کی رکشا کرے گا، لیکن کیسے؟ کچھ سجنوں کا وِچار ہے کہ لیکھک سنگھ اسی طرح لیکھکوں کے ہتوں اور ادھیکاروں کی رکشا کرے، جیسے کہ مزدور سنگھ اپنے سدسیوں کی رکشا کرتے ہیں؛ کیونکہ لیکھک بھی مزدور ہی ہے، یدیپی وہ ہتھوڑے اور بسولے سے کام نہ کر کے قلم سے کام کرتے ہیں۔ اور لیکھک کو پرکاشکوں کی لوٹ سے بچائے اور یہی اس کا مکھیہ کام ہو۔ کچھ انیہ سجنوں کا مت ہے کہ لیکھک سنگھ کو پونجی کھڑی کر کے ایک وِشال سہکاری پرکاشن سنستھا بنانا چاہیے جس سے وہ لیکھک کو اس کی مزدوری کی زیادہ سے زیادہ اجرت دے سکے۔ خود کیول نام ماتر کا نفع لے لے، وہ بھی کیول کاریالے کے کرم چاریوں کے ویتن اور کاریالیہ کے دوسرے کاموں کے لیے سمجھو ہے۔ اسی طرح کے اور پرستاوَ (2) بھی لوگوں کے من میں ہوں۔ ایسی دشا میں یہ اُچت جان پڑتا ہے کہ سنگھ کے کاریہ کرم کو نشچت کرنے کے لیے سبھی سدسیوں کو کسی کیندر میں نمترِت کیا جائے اور وہاں سب پکشوں کی تجویزیں سننے اور ان پر وچار کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کی جائے اور تب اس نشچے کو کاریہ روپ میں لانے کے لیے ایک کاریہ کاری سمیتی بنائی جائے۔ اس سمیلن میں پرتیک سدسیوں کو اپنے پرستاوَ پیش کرنے اور اس کا سمرتھن کرانے کا ادھیکار ہوگا اور جو کچھ ہوگا بہومت سے ہوگا۔ اس لیے کسی کو شکایت کا موقع نہ ہوگا۔ ہم اتا اوشیہ نویدن کر دینا چاہتے ہیں کہ موجودہ حالات

1۔ حقوق 2۔ تجویز

ایسے نہیں ہیں کہ پرکاشکوں کولیکھکوں کے ساتھ زیادہ نیائے گت ویوہار کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ ساہتیہ کا پرکاشن کرنے والے پرکاشکوں کی واستوک دشا کا جنھیں انُوبھو ہے وہ یہ سویکار کریں گے کہ اس سمے ایک بھی ایسا ساہتیہ گرنتھ پرکاشک نہیں ہے جو نفع سے کام کررہا ہو۔ جو پرکاشک دھرم گرنتھوں یا پاٹھیہ پستکوں کا بیوپار کرتے ہیں، ان کی دشا اتنی بری نہیں ہے؛ کچھ تو خاصا لابھ اٹھا رہے ہیں لیکن جو لوگ مکھیتا ساہتیہ گرنتھ ہی نکال رہے ہیں وے پرایہہ بڑی مشکل سے اپنی لاگت نکال پاتے ہیں، کارن ہے سادھارن جنتا کی ساہتیک اروچی۔ جب پرکاشک کو یہی وِشواس نہیں کہ کسی پُستک کی کاغذ اور چھپائی کی لاگت بھی نکلے گی یا نہیں تو وہ لیکھکوں کو پرسکار یا رائلٹی کیسے دے سکے گا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ پرکاشکوں کو اپنے کاروبار چلانے کے لیے سڑیل پستکیں نکالنی ہوں گی اور اچھے لیکھکوں کی پستکیں کوئی پرکاشک نہیں ملنے کے کارن پڑی رہ جائیں گی۔ ساہتیک رچناؤں کا پرکاشن پرایہہ بند سا ہے۔ پرکاشک نئی پستکیں چھاپتے ڈرتے ہیں؛ اور نئے لیکھکوں کے لیے تو دوار ہی بند ہے، اس لیے پہلے ایسی پرستھتی تو پیدا ہو کہ پرکاشک کو پرکاشن سے نفعے کی آشا ہو، ہندی 20 کروڑ لوگوں کی بھاشا ہو کر بھی گجراتی، مراٹھی یا بنگلہ کے برابر پستکوں کا پرچار نہیں کرسکتی، اگر نفعے کی آشا ہو تو پرکاشک بڑی خوشی سے روپیے لگائے گا اور تبھی لیکھکوں کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ابھی تو سَنگھ کو یہی سوچنا پڑے گا کہ جنتا میں ساہتیہ کی روچی کیسے بڑھائی جائے اور کس ڈھنگ کی پستکیں تیار کی جائیں جو جنتا کو اپنی اور کھینچ سکیں اتیو سَنگھ کو ساہتیک پرگتی پر نیتر ن رکھنے کی چیشٹا کرنی پڑے گی۔ اس سمے جو سنستھائیں ہیں جیسے ناگری پرچارنی سبھا، ہندی ساہتیہ سمیلن یا ہندستانی اکیڈمی، ان کے کام میں سَنگھ کو ہستکشیپ (1) کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناگری پرچارنی سبھا اب وشیش کر پرانے کویوں کی اور ان کی رچناؤں کی کھوج کررہی ہے۔ وہ ساہتیک پراتتو سے ملتی جلتی چیز ہے۔ سمیلن کو پریکشاؤں سے وِشیش دلچسپی ہے اور ہندستانی اکیڈمی ایک سرکاری سنستھا (2) ہے، جہاں پروفیسروں کا راج ہے، اور جہاں سادھارن ساہتیہ سیویوں کے لیے استھان نہیں۔ سَنگھ کا کاریہ چھیتر ان سے الگ اور ایسا ہونا چاہیے جس سے ساہتیہ اور اس کے پجاری دونوں کی سیوا ہو سکے۔

(ہنس، دسمبر 1934)

1۔ مداخلت 2۔ تنظیم

چھما یاچنا

اس ماس میں پریس کے انیک کرمچاری بیمار ہو گئے، مشین مین، ٹریڈل مین اور انیک سہایک کرمچاری جو خاص کام کرنے والے تھے، کام پر نہیں آ سکے۔ کئی دنوں کاریہ بند سارہا۔ ہم مجبور ہیں اسی کارن اس ماس کے انک میں اتینت ولمب ہو گیا، جس کا ہمیں کھید (1) ہے، اور ہم اپنے گراہکوں سے اس کے لیے چھمایاچنا(2) کرتے ہیں۔ آگامی فروری کا انک ہم نے ابھی سے چھپوانا آرمبھ کر دیا ہے اور آشا ہے، 15 فروری، سے پُوروہی گراہکوں کی سیوا میں بھیج دیا جائے گا۔ آگے کے انک یتھا سمے پہنچتے رہیں گے۔

(ہنس، جنوری۔ 1935)

دو مہتو پورن کانفرنس

بڑے ہرش کی بات ہے کہ ایشیا کی جاتیاں بھی جیون کے پرشنوں کو حل کرنے کے لیے اب سارو بھومِک (3) ریتی سے پریتن (4) کر رہی ہے۔ کاشی میں آل ایشیا شِکشا سمیلن اور لاہور میں، آل ایشیا مہیلا سمیلن۔ دونوں ہی اس نئی جاگرتی کے منگل مئے لکشن ہیں۔ ایشور سے ہماری پرارتھنا ہے کہ یہ پربھات ایک نئے یگ کا پرورتک ہو، جو یورد پی سنگھرش کی نیتی پر نہ چل کر سہیوگ، شانتی اور ماتر بھاو کی سرشٹی کرے۔

(ہنس جنوری 1935)

1۔ افسوس 2۔ معذرت خواہ 3۔ خودمختارانہ 4۔ کوشش

ساہتیہ میں اونچے وِچار کی آوشیکتا

روس میں حال میں ساہتیہ کاروں میں ایک بڑے مزے کی بحث چھڑی تھی، وِشے تھا ساہتیہ کا ادیشیہ کیا ہے؟ لوگ اپنی اپنی گا رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا۔ ساہتیہ ستیہ کی کھوج کا نام ہے۔ کوئی ساہتیہ کو سندر کی کھوج کہتا تھا۔ کوئی کہتا تھا۔ وہ جیون کی آلوچنا ہے۔ کوئی اسے جیون کا چترن ماتر بتلاتا تھا۔ آخر جب یہ جھگڑا طے نہیں ہوا تو صلاح ہوئی کہ کسی گنوار سے پوچھا جائے کہ وہ ساہتیہ کو کیا سمجھتا ہے۔ آخر یہ جتھا مزدور کی کھوج میں نکلا۔ دور نہ جانا پڑا، چند ہی قدموں پر ایک مزدور کندھے پر پھاوڑا رکھے، پسینے میں تر آتا ہوا دکھائی دیا۔ ایک ساہتیہ مہارتھی نے اس سے پوچھا۔ کیوں بھائی، تم ساہتیہ کس لیۓ پڑھتے ہو؟ مزدور نے ان وِدجنوں کی اور وِسمے کی درِشٹی سے دیکھا، ایسی موٹی سی بات بھی ان لوگوں کو نہیں معلوم۔ دیکھنے میں تو سبھی پڑھے لکھے لگتے ہیں۔ سمجھا شاید یہ لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں، بنا کچھ جواب دیے آگے بڑھا۔ ترنت پھر وہی پرشن ہوا۔ کیوں بھائی تم ساہتیہ کس لیے پڑھتے ہو؟

مزدور نے اس بار کچھ جواب دینا آوشیک سمجھا۔ کہیں یہ لوگ اس کی پریکشا نہ لے رہے ہوں۔ تیار چھاتر کی بھانتی تتپرتا سے بولا۔ جیون کی سچی وِدھی جاننے کے لیے۔ اس اتر نے وِواد کو سماپت کر دیا۔ ساہتیہ کا اُدیشیہ جیون کے آدرش کو اپستھت کرنا ہے، جسے پڑھ کر ہم جیون میں قدم قدم پر آنے والی کٹھنائیوں کا سامنا کر سکیں۔ اگر ساہتیہ سے جیون کا صحیح راستہ نہ ملے تو ایسے ساہتیہ سے لابھ ہی کیا؟ جیون کی آلوچنا کیجیے۔ چاہے چتر کھینچیے، آرٹ کے لیے لکھیے چاہے ایشور کے لیے منوہسیہ دکھایئے، چاہے وِشو ویاپی ستیہ کی تلاش کیجیے۔ اگر اس میں ہمیں جیون کا سچا مارگ نہیں ملتا، تو اس رچنا سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں۔ ساہتیہ نہ چترن کا نام ہے نہ اچھے شبدوں کو چن کر سجا دینے کا، نہ النکاروں سے وانی کو شوبھایمان بنا دینے کا، اونچے اور پوتر وِچار ہی ساہتیہ کی جان ہیں۔

ہنس فروری 1935

جاپان میں پُستکوں کا پرچار

مِسٹر گلِن شانے جاپانی ساہتیہ کے اِنیک گرنتھ انگریزی بھاشا میں انو واد کیے ہیں۔آپ نے حساب لگایا ہے کہ جاپان اس سمے سنسار میں سب سے ادھِک پُستکیں پرکاشت کرنے والا دیش ہے۔ جاپان کے بعد سوویت روس، جرمنی، فرانس، انگلینڈ، پولینڈ اور سینیکت راشٹر امریکہ کا کرم سے نمبر آتا ہے۔ جاپان کی آبادی امریکہ کی آدھی سے زیادہ نہیں، پر ہر سال وہ امریکہ سے دوگنی کتابیں چھاپتا ہے۔

اس سمے جاپانی ساہتیہ کی روچی راشٹریتا کی اور وشیش روپ سے ہو رہی ہے، اتہاس، ساہتیہ، دھرم، یدھ نیتی آدی سبھی انگوں میں یہی پرورتی دکھائی دیتی ہے۔ وِشیش اُلیکھنیہ بات یہ ہے کہ بودھ دھرم وِشے کی اُور یکایک لوگوں میں بڑی دلچسپی ہوگئی ہے۔ حالانکہ یہ کسی دھارمِک انوراگ کا نتیجہ نہیں، کیول راشٹر آندولن کا ہی ایک بھاگ ہے۔

گت ورش جاپان میں 10000 سے زیادہ پستکیں نکلیں۔ ان میں 2700 شکشا وشیک، 2500 ساہتیہ، 1900 ارتھ نیتی، 200 پاٹھیہ، اور 1000 گرہ پربندھ وِشے کی تھیں۔ شکشا وِشیک پُستکوں کی سنکھیا ہی سب سے زیادہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جاپان اپنے راشٹر کے نِرمان میں کتنا اڈیوگ شیل ہے۔ کیونکہ شکشا ہی راشٹر کی جڑ ہے۔ گرہ پربندھ کی اور بھی ان کا دھیان کتنا زیادہ ہے! بھارت میں تو اس وِشے کی پستکیں نکلتی ہی نہیں اور نکلتی بھی ہیں تو بکتی نہیں۔ اس وِشے میں بھی کچھ نئی بات کہی جا سکتی ہے۔ کچھ نئی انوبھوتیاں سنگرہ کی جا سکتی ہیں۔ یہ شاید ہم سمجھو نہیں سمجھتے۔ جو گھر سَمپَنّ کہلاتے ہیں، ان میں بھی پہنچ جائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ہزار ماہوار خرچ کر کے بھی یہ لوگ رہنا نہیں جانتے۔ نہ کوئی بجٹ ہے، نہ کوئی ویوستھا اٹل پٹو خرچ ہو رہا ہے۔ ضروری چیزوں کی اُور کسی کا دھیان نہیں ہے۔ بِنا ضرورت کی چیزیں ڈھیروں پڑی ہوئی ہیں۔ کپڑے کیڑے کھا رہے ہیں، فرنیچر میں دیمک لگ رہی ہے، کتابوں میں نمی کے کارن پھپھوندی لگ گئی ہے۔ کسی کی نِگاہ ان باتوں کی طرف نہیں جاتی،

نوکروں کا ویتن نہیں دیا جاتا۔ مگر کپڑے بے ضرورت بھی خرید لیے جاتے ہیں۔ یہ کُو دیو ستھا اس لیے ہے کہ اس وِشے میں ہم اُداسین ہیں۔

جاپان کے ادھیکانش ساہتیہ کار ٹوکیو میں رہتے ہیں، ان میں چھ سو سے ادھِک ایسے ہیں جن کا نام جاپان بھر میں پرسِدّھ ہیں، مگر جاپان میں لیکھکوں کو زیادہ پرسکار نہیں ملتا۔

جاپان میں ساہتیہ کی رچنا کے بھِنّ بھِن آدرش ہیں۔ کوئی اسکول جَن سادھارن کی روچی کی پُرتی کرنا ہی اپنا دھیے مانتا ہے، تیشوبنگی اسکول سب سے پرسِدھ ہے۔ یہ لوگ پرانی کتھاؤں کو نئی شیلی میں لکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وشوودیالیوں میں بھی اسی رنگ کے انویاہی ادھِک ہیں وہ ساہتیہ کے لیے لکھیے ہمارا دھیے ساہتیہ کی سیوا ہے۔ ان کا آدرش ہے۔ کلا کلا کے لیے۔

ایک تیسرا دل ہے جو کیول دارشنِک وِشیوں کا ہی بھَون ہے۔ یہ لوگ اپنی گلپوں کے پلاٹ بھی درشن اور وِگیان کے تتوؤں سے بناتے ہیں۔ ان کے چرِتر بھی پرایہہ واستوِک جیون سے لیے جاتے ہیں۔

(ہنس فروری 1935)

سنیما اور جیون

سنیما کا پرچار دن دن بڑھ رہا ہے۔ کیول انگلینڈ میں دو کروڑ درشک پرتی سپتاہ سنیما دیکھنے جاتے ہیں۔ اس لیے پرتیک راشٹر کا فرض ہو گیا ہے کہ وہ سنیما کی پرگتی پر کڑی نگاہ رکھے اسے کیول دھن لیٹروں کے ہی ہاتھ میں نہ چھوڑ دے۔ ویوسائے کا نیم ہے کہ جنتا میں جو مال زیادہ کھپے، اس کی تیاری میں لگے۔ اگر جنتا کو تاڑی شراب سے روچی ہے تو وہ تاڑی شراب کی دکانیں کھولے گا اور خوب دھن کمائے گا۔ اسے اس سے پریوجن نہیں کہ تاڑی شراب سے جنتا کو کتنی، دیہیک، آتمک، چارترک، آرتھک اور پاریوارک ہانی پہنچتی ہے، اس کے جیون کا اُدیشیہ تو دھن ہے اور دھن کمانے کا کوئی بھی سادھن وہ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کام ابدیشکوں اور سنتوں کا ہے کہ وہ جنتا میں سنیم اور نشید ھ کا پرچار کریں۔ ویوسائے تو ویوسائے ہے۔ ''بزنس از بزنس'' یہ واکیہ سبھی کی زبان پر رہتا ہے۔ اس کا ارتھ یہی ہے کہ کاروبار میں دھرم اور ادھرم اوچت اور انوچت کا وچار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کا وچار کرنا بیوقوفی ہے۔

اس میں وِدوانوں کو مت بھید ہو سکتا ہے کہ آدمی کا پوُروپورش بندر ہے یا بھالو؛ لیکن اس میں تو سبھی سہمت ہوں گے کہ آدمی میں دیوتا بھی ہے اور پاشوکتا بھی۔ اگر آدمی ایک وقت میں کسی کی ہتیا کر سکتا ہے تو دوسرے اوسر پر کسی کی رکشا میں اپنے پران کا ہوم بھی کر سکتا ہے۔ آدی کال سے ساہتیہ کاویہ اور کلاؤں کا یہی دھییے رہا ہے کہ آدمی میں جو پشتو ہے اس کا دَمن کر کے اس میں جو دیوتو ہے اس کو جگایا جائے۔ اس میں جو نمن بھاونائیں ہیں، ان کو دبا کر یا مٹا کر کومل اور سندر ورتیوں کو سچیت کیا جائے۔ ساہتیہ اور کاویہ میں بھی ایسے سمے آتے ہیں اور آتے رہتے ہیں، جب سندر کا پکش نربل ہو جاتا ہے اور وہ اسندر دِبھتس اور دُرواسن کا راگ الاپنے لگتا ہے۔ لیکن جب ایسا سمے آتا ہے تو اسے پتن کا یگ کہتے ہیں۔ اُدیشیہ سے ساہتیہ اور کلا میں کیول مانو جیون کی نقل کرنے کو بہت اونچا استھان دیا جاتا اور آدرشوں کی رَچنا کرنی پڑتی ہے۔ آدرش واد کا دھییے یہی ہے کہ وہ سندر اور پوتر کی رچنا کر کے منشیہ میں جو کومل اور اونچی بھاونائیں ہیں

انھیں پُشٹ کرے اور جیون کے سنسکاروں سے من اور ہردے میں جو گرد اور میل جم رہا ہو، اسے صاف کر دیں۔ کسی ساہتیہ کی مہتا کی جانچ یہی ہے کہ اس میں آدرش چرتروں کی سرشٹی ہو۔ ہم سب نربل جیو ہیں، چھوٹے چھوٹے پرلوبھنوں میں پڑ کر ہم وچلت (1) ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے سنکٹوں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور جب ہمیں اپنی ساہتیہ میں ایسے چرتر مل جاتے ہیں جو پرلوبھنوں کو پیروں تلے روندتے اور کٹھنائیوں کو دھکیلتے ہوئے نکل جاتے ہیں تو ہمیں ان سے پریم ہو جاتا ہے۔ ہم میں ساہس کا جاگرن ہوتا ہے اور ہمیں اپنے جیون کا مارگ مل جاتا ہے۔

اگر سینما اسی آدرش کو سامنے رکھ کر اپنے چترون کی سرشٹی کرتا، تو وہ آج سنسار کی سب سے بلوان سنچالک شکتی ہوتا مگر کھید ہے کہ اسے کورا ویوسائے بنا کر اسے ہم نے کلا کے اونچے آسن سے کھینچ کر تاڑی یا شراب کی دکان کی سطح تک پہنچا دیا ہے اور یہی کارن ہے کہ اب سروتر یہ آندولن ہونے لگا ہے کہ سینما پر نینترن رکھا جائے اور اسے منشیہ کی پشوتاؤں کو اتیجنا دینے کی کو پرورتی سے روکا جائے۔

جس زمانے میں بمبئی میں کانگریس کا جلسہ تھا، سنیما ہال ادھیکانش میں خالی رہتے تھے اور ان دنوں جو چتر دکھائے گئے ان میں گھاٹا ہی رہا۔ اس کا کارن اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جنتا کے وِشے میں جو خیال ہے کہ وہ مارکاٹ اور سنسنی پیدا کرنے والی اور شوروغل سے بھری ہوئی تصویروں کو ہی پسند کرتی ہے، وہ بھرم ہے۔ جنتا پریم اور تیاگ اُتھوامتر تا اور کرونا سے بھری ہوئی تصویروں کو اور بھی روچی سے دیکھنا چاہتی ہے؛ مگر ہمارے سنیما والوں نے پولیس والوں کی منووِرتی سے کام لے کر یہ سمجھ لیا ہے کہ کیول بھدّے مسخرے پن اور بھڑیتی اور بلاتکار اور سوفِٹ کی اونچائی سے کودنے، جھوٹ مُوٹھ ٹین کی تلوار چلانے میں ہی جنتا کو آنند آتا ہے، اور کچھ تھوڑا سا آلِنگن اور چمبن تو مانو سنیما کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا دیہہ کے لیے آنکھ۔ بے شک عوام وِیرتا دیکھنا چاہتی ہے، پریم کے درشیوں (2) سے بھی جنتا کو روچی (3) ہے، لیکن یہ خیال کرنا کہ آلِنگن اور چمبن کے بغیر پریم کا پردرشن ہو ہی نہیں سکتا، اور کیول نقلی تلوار چلانا ہی جواں مردی ہے، اور بنا ضرورت گیتوں کا لانا سوروچی ہے، اور من اور کرم کی ہنسا میں ہی جنتا کو آنند آتا ہے منووگیان کا بالکل غلط انومان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیکسپیر کے شبدوں میں، جنتا ابودھ بالک ہے اور وہ جن باتوں پر ایکانت میں بیٹھ کر گھرنا کرتی ہے؛ یا جن گھٹناؤں کو انہونی سمجھتی ہے، پر سنیما ہال میں بیٹھ کر اُلاّس (4) سے تالیاں بجاتی ہے۔ اس کتھن میں ستیہ ہے۔ ساموہک (5) منووگیان کی یہ ویشیستا ہی پسند کرتی ہے۔ اسے چما چاٹی اور بلاتکار میں ہی مزہ آتا ہے، تو کیا اس کی انھیں آوشیکتاؤں کو

1۔ منحرف 2۔ تصویر 3۔ پسند 4۔ خوشی 5۔ اجتماعی

مضبوط بنانا ہمارا کام ہے؟ ویوسائے کو کبھی دیش اور سماج کے کلیان کے سامنے جُھکنا پڑتا ہے۔ سودیشی آندولن کے سمے میں کس کی ہمت تھی جو'بزنس از بزنس' کی دہائی دیتا؟ بزنس سے اگر سماج کا ہت ہوتا ہے، تو ٹھیک ہے، ورنہ ایسے بزنس میں آگ لگا دینی چاہیے۔ سنیما اگر ہمارے جیون کو سوستھیہ (1) آنند دے سکے، تو اسے زندہ رہنے کا حق ہے۔ اگر وہ ہمارے چھدر منوویگوں (2) کو اُکساتا ہے، ہم میں نرلجتا، دُھرتتا اور کُو روچی کو بڑھاتا ہے، اور ہمیں پشوتا کی اور لے جاتا ہے، تو جتنی جلد اس کا نشان مٹ جائے، اتنا ہی اچھا۔

اور اب یہ بات دھیرے دھیرے سمجھ میں آنے لگی ہے کہ اردھ نگن تصویریں دکھا کر اور ننگے ناچوں کو پردرشن کر کے جنتا کو لوٹنا اتنا آسان نہیں رہا۔ ایسی تصویریں اب عام طور پر ناپسند کی جاتی ہیں اور یدیپی کچھ دنوں جنتا کی بگڑی ہوئی روچی آدرش چتروں کو سپھل نہ ہونے دے گی لیکن پرتی کریا بہت جلد ہونے والی ہے اور جن مت اب سنیما میں سچے اور سنسکرت جیون کا پرتی بمب دیکھنا چاہتا ہے۔ راجاؤں کے ولاس سے جیون اور ان کی عیاشیوں اور لڑائیوں سے کسی کو پریم نہیں رہا۔

ہنس مارچ 1935

1۔ صحت مند 2۔ پست ذہنیت

پریم وِشیک گلپوں سے اُرُچی

جنتا کے ساہتیک روچی کے وِشے میں بک سیلروں سے اچھی جانکاری شاید ہی کسی کو ہوتی ہو۔ اور لوگ عقل گدّ الگاتے ہیں، بک سیلر کو اس کا پرتیکش انوبھو ہوتا ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے، ایک سماچار پتر نے کئی بڑے بڑے بک سیلروں سے پوچھا تھا کہ آج کل آپ لوگوں کے یہاں کس وِشے کی پستکوں کی زیادہ مانگ ہے؟ اس کا بک سیلروں نے جو اُتر دیا اس کا سارانش یوں ہے۔

''جہاں تک پستکوں کی بکری کا سوال ہے، کلپنا ساہتیہ بڑی آسانی سے پرتھم استھان لے لیتا ہے۔ کہانیوں کے سنگرہ، اپنیاس، ناٹک اور کئی وکھیات لیکھکوں کے نبندھ۔ یہ سب اسی شرینی میں آ جاتے ہیں۔ لیکن پریم وِشیک اور شرنگار پورن رچناؤں کی اب اتنی کھپت نہیں رہی جتنی کئی سال پہلے تھی۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ پریم کتھاؤں اور کاموتیجک (1) وشیوں میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے؟ نہیں۔ پریم اور کام سمبندھی ساہتیہ میں لوگوں کی روچی بڑھ رہی ہے۔ ہاں اب جنتا کو کیول بھاوکتا اور وکلتا سے سنتوش نہیں ہوتا۔ پریم اور وِواہ آدی کا وہ واستوِک اور تاتویک گیان (2) پراپت کرنا چاہتی ہے۔ اور اس طرح کے ساہتیہ کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ اپنیاسوں میں بھی سیکس سَمبندھی سمسیاؤں کی چرچا کیول وِرہ اور مِلن تک نہیں رہتی، گرہستی اور وِیواہ پر ایک نوین اور وچارو پورن ڈھنگ ہے وِچار کیا جانے لگا ہے۔ پریم کی مَدھر کلپناؤں سے ہٹ کر ویواہ، گھر اور نَر ناری کے اصل جیون کی اور جن روچی کا ادھِک جھکاؤ ہوا ہے۔ جنتا کیول کویتا نہیں چاہتی، گمبھیر وچار اور ویگیانک پرکاش چاہتی ہے۔ ونود پورن ساہتیہ اور رومانچ کاری جاسوسی کہانیوں کی اور جنتا کا پریم جیوں کا تیوں بنا ہوا ہے۔ پی جی ووڈ ہاؤس اور تھارن اسمتھ کی ہاسیہ کتھاؤں کا بہت اچھا پرچار ہے۔ عام طور پر جو یہ خیال ہے کہ اونچی شرینی کے لوگوں میں گھاسلیٹی ساہتیہ اور رَکت اور ہتیا سے بھری ہوئی کتھاؤں کا وِشیس پرچار ہے۔ کم سے کم ہندستان میں اس کی پُشٹی نہیں ہوتی''۔ (ہنس۔ اپریل 1935)

1۔ جنسی جذبے ابھارنے والا 2۔ حقیقی علم

''رُچی کی وِبھنّتا''

اس وِشے میں پُستک وِکریتاؤں نے بڑے مہتو کی جو باتیں کی ہیں، ان سے بھِن بھِن شرینیوں اور جاتیوں کی ساہتیک پرورِتی کا ٹھیک پتہ چل جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ استریوں کو سرس ساہتیہ سے خاص پریم ہے، اور مردوں کو گمبھیر ساہتیہ سے۔ نئے پستکالیوں میں نئے نئے اپنیاسوں ہی کی پردھانتا ہوتی ہے اور یہ پُستکالیوں کے گراہک اُدھِک تر پُرش ہوتے ہیں اور ان میں بھِن بھِن وِشیوں کی پسکیں سنگرہ کی جاتی ہیں۔ ہندستانی اور یورپین مہیلاؤں کی روچی میں بھی بڑا انتر ہے۔ یہاں کی دیویاں اُپیوگی استریوں کی پُسکیں پڑھتی ہیں، جیسے پاک شاستر کتھا کہانی، شرنگار اور فیشن کی پُستکوں سے زیادہ پریم رکھتی ہیں۔ دونوں جاتیوں کے منشیوں کی روچی میں بھی انتر ہے، یورپینوں کو معمولی طور سے کتھا ادھِک پریہ ہے، ہندستانیوں کو ارتھ شاستر، جیون چرتر نیتی، وگیان آدی وشیوں سے زیادہ پریم ہے۔ کچھ نویتنا کے پرم بھکت یووکوں کو چھوڑ کر ہندستانیوں میں شاید ہی کوئی اپنیاس مول لیتا ہو۔

یورپین استری پرشوں کا قصہ کہانی سے پریم ہونا اس کا پرمان ہے کہ وے سمپن ہیں اور انھیں اب اپیوگی وِشیوں کی آوشیکتا نہیں رہی، جس کے سامنے سے جیون کا پرشن اتنا چِنتا جنک ہے۔ وہ کیوں نہ پریم اور وِلاس کی کتھائیں پڑھ کر من بہلائے! یہ دیکھ کر کہ ہندستانیوں کو گمبھیر وشیوں میں ادھِک روچی ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہماری روچی اب پَروڑھ ہو رہی ہے۔ لیکن ہندی کے پرکاشکوں سے پوچھا جائے تو شاید وہ کچھ اور ہی کہیں۔ ہندی میں گمبھیر ساہتیہ کی پسکیں بہت کم بِکتی ہیں، اس کا کارن یہی ہوسکتا ہے کہ جنھیں گمبھیر ساہتیہ سے پریم ہے، وے انگریزی پسکیں خریدتے ہیں۔ کتھا کہانیاں کچھ زیادہ بِک جاتی ہیں، شاید اس لیے کہ بھارتیہ جیون کا چترن ہمیں انگریزی پستکوں میں نہیں ملتا، انیتھا کوئی ہمارے ہندی اپنیاسوں اور کہانیوں کے لیے کسی وِشیش یوگیتا کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، جس کے ہاتھ میں قلم ہے وہی اپنیاس لکھ سکتا ہے، لیکن درشن ارتھشاستر یا اتہاسِک ویوچن پر قلم اٹھانے کے لیے وِدّوتا چاہیے، اور جو لوگ وِدوان ہیں، وے انگریزی میں لکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ انگریزی کا چھیتر وِستِرت ہے۔ وہاں یش بھی ادھِک ملتا ہے اور دھن بھی۔

(ہنس اپریل، 1935)

گرامیہ گیتوں میں سماج کا چترِ

پرتیک سماج میں دھرم اور آچرن کی رَکشا جتنی گرامیہ ساہتیہ اور گرامیہ گیتوں دوارا ہوتی ہے، اتنی کداچِت اور کسی سادھن سے نہیں ہوتی۔ ہماری پرانی کہاوتیں اور لوکوکیاں آج بھی ہم میں سے 99 فیصدی منشیوں کے لیے جیون مارگ کے دیپک کے سَمان ہیں۔ اپنے ویوہاروں میں ہم انھیں آدرشوں سے پرکاش لیتے ہیں۔ اگر ہمارے گرامیہ گیت، گرامیہ کتھائیں اور لوکوکتیاں ہمیں سوارتھ، انودارتا اور نِرممتا کا اپدیش دیتی ہیں تو ان کا ہمارے جیون ویوہاروں پر ویسا ہی اثر پڑنا سوبھاوِک ہے۔ اس دِرشٹی سے جب ہم اپنے گرامیہ گیتوں کی پریکشا کرتے ہیں، تو ہمیں یہ دیکھ کر کھید ہوتا ہے کہ ان میں پرایہ ویمنسیہ، اِیرشیا، دویش اور پرپنچ ہی کی شکشا دی گئی ہے۔ ساس جہاں آتی ہے وہاں اسے پشا چنی کے روپ میں ہی دیکھتے ہیں؛ جو بات بات میں بہو کو طعنے دیتی ہے، گالیاں سناتی ہے، یہاں تک کہ بہو کو نی سنتان (1) رہنے پر اسے بانجھن کہہ کر اس کا ترسکار کرتی ہے، نند کا روپ تو اور بھی کٹھور ہے۔ شاید یہ کوئی ایسا گرامیہ گیت ہو، جس سے نند اور بھاوج میں پریم اور سَوہارد کا پتہ چلتا ہو۔ نند کو بھاوج سے نہ جانے کیوں جانی دشمنی رہتی ہے۔ وہ بھاوج کا کھانا، پینا، ہنسنا بولنا کچھ نہیں دیکھ سکتی اور ہمیشہ اودھڑے کھوج کھوج کر اسے جلاتی رہتی ہے۔ دیورانیاں؛ جیٹھانیوں اور گوتیوں نے تو مانو اس کا انِشٹ کرنے کے لیے قسم کھا رکھی ہے۔ وے اس کے پترَ وتی ہونے پر جلتی ہیں، اور اسے بھی پتر جنم کا یا اپنی سودشا کا کیول اسی لیے آنند آتا ہے کہ اس سے دیورانیاں، جیٹھانیوں اور گوتیوں کا گھمنڈ ٹوٹے گا۔ اس کا پتی بھی اس سے پریم تو کرتا ہے مگر جب سنتان ہونے میں دیر ہوتی ہے تو کوسنے لگتا ہے۔ جو گیت جنم، منڈن، وِواہ سبھی اتسووں میں گائے جاتے ہیں، اور پرتیک چھوٹے بڑے گھروں میں گائے جاتے ہیں، ان میں اکثر سماج اور گھر کے یہی چتر دکھائے جاتے ہیں، اور اس کا ہمارے گھر اور جیون پر اپرتیکش روپ سے اثر پڑنا سوبھاوِک ہے۔ جب لڑکی میں بات سمجھنے کی شکتی آجاتی ہے، تبھی اسے نند کے نام سے گھِرنا ہونے لگتی ہے۔ نند سے اسے کسی طرح کی سہانو بھوتی سَہایتا یا سہیوگ کی آشا نہیں ہوتی۔ وہ مَن میں ایشور سے مناتی ہے کہ اس کا سابقہ کسی نند سے نہ پڑے۔ سسرال جاتے سمے اسے سب سے بڑی چنتا یہی ہوتی ہے کہ وہاں اسے دُشٹا نند کے

دَرشن ہوں گے جو اس کے لیے چھری تیز کیے بیٹھی ہے۔ جب من میں ایسی بھاونائیں بھری ہوئی ہیں تو نند کی اُور سے کوئی چھوٹی سی شکایت ہو جانے پر بھی بھاوج اسے اپنی بیرِن سمجھ لیتی ہے اور دونوں میں وہ جلن شروع ہو جاتی ہے جو کبھی شانت نہیں ہوتی۔ آج ہمارے گھروں میں ایسی بہت کم مثالیں ملیں گی جہاں نند بھاوج میں پریم ہو۔ ساس اور بہو میں جو من مٹاو پرایہ دیکھنے میں آتا ہے اس کا سوتر بھی انھیں گیتوں میں ملتا ہے، اور یہ بھاو اس وقت دل میں جم جاتے ہیں جب ہردے کومَل اور گرہن شیل ہوتا ہے اور ان پتھر کی لکیروں کو مٹانا کٹھِن ہوتا ہے۔ اس طرح کے گیت ایک طرح سے دِلوں میں کٹوتا اور جلن کی بارود جمع کر دیتے ہیں جو کیول ایک چنگاری کے پڑ جانے سے بھڑک اُٹھتی ہے۔ یووَتی وَدھو کو سسرال میں چاروں طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں، جو مانو اپنے اپنے ہتھیار تیز کیے اس پر گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ پھر کیوں نہ ہمارے گھروں میں اشانتی اور کلہہ ہو! بہو سکھ نیند سوئی ہوئی ہے۔ ساس اور نند دونوں تڑپ تڑپ کر بولتی ہیں۔ بہو، تجھے کیا گمان ہو گیا ہے جو سکھ نیند سو رہی ہے؟ بھوجی ہمیشہ 'بوکئی وِش بول کر بجوا میں سال' یعنی ایسے ایسے تیکھے بچن بولتی ہے جو ہردے میں شُول (2) پیدا کر دیتے ہیں۔ ''نَندیا'' ہمیشہ وِش بولے۔ ایک گیت میں سیتا اور اس کی نند پانی بھرنے کے لیے جاتی ہیں، نند بھاوج سے کہتی ہے۔ راون کی تصویر کھینچ کر دِکھا دے۔ بھاوَج کہتی ہے۔ رام سن پائیں گے، تو میرے پران ہی لے لیں گے۔ نند قسم کھاتی ہے کہ وہ بھیا سے یہ بات نہیں کہے گی۔ بھاوج چکمے میں آ جاتی ہے اور راون کی تصویر کھینچتی ہے۔ چتر آدھا ہی بن پایا ہے کہ رام آ جاتے ہیں۔ سیتا چتر کو آنچل سے چھپا لیتی ہے۔ اس پر نند اپنے وَچن کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتی اور بھائی سے کہہ دیتی ہے کہ یہ تو 'رونا اور یہیں' جو راون تمھارا بَیری ہے اسی کی یہاں تصویر بنائی جاتی ہے۔ ایسی عورت کیا گھر میں رکھنے یوگیہ ہے؟ رام طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں پر نند رام کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ آخر ہار کر رام سیتا کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ نند کا ایسا بھینے دیکھ کر کسی بھاوج کو اس سے گھر نا نہ ہو جائے گی؟

مگر اس نے کے ساتھ ہی گرامیہ گیتوں میں استری پرشوں کے پریم، ساس، سسر کے آدر، پتی پتنی کے وَرَت اور تیاگ کے بھی ایسے منوہر چیترن ملتے ہیں کہ چت مگدھ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسی یکتی ہوتی جس سے وِش اور سُدھا کو الگ الگ کیا جا سکتا اور ہم وِش کو اَگنی کی بھینٹ کر کے سُدھا کا پان کرتے تو سماج کا کتنا کلیان ہوتا۔

(ہنس، اپریل 1935)

1۔ ہمدردی 2۔ کانٹا

ساہتیہ کی نئی پرورِتی

جس طرح سنسکرتی کے اور سبھی انگوں میں یورپ ہمارا پتھ پردرشک ہے، اسی طرح ساہتیہ میں بھی ہم اسی کے پدچنھوں پر چلنے کے آدی ہو گئے ہیں۔ یورپ آج کل نگنتا کی اُور جارہا ہے، وہی نگنتا جو اس کے پہناوے ہیں؛ اس کے منورنجنوں میں؛ اس کے روپ پردرشنوں میں نظر آتی ہے۔ اس کے ساہتیہ میں بھی ویاپت ہورہی ہے۔ وہ بھولا جارہا ہے کہ کلا سنیم اور سنکیت میں ہے۔ وہی بات جو سنکیتوں اور رہسیوں کے آکار میں کویتا بن جاتی ہے، اپنے اسپشٹ یا نگن روپ میں وبھتس ہو جاتی ہے وہ ننگے چتر اور مورتیاں بنانا کلا کا چمتکار سمجھتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ وہی کاجل جو آنکھوں کو شوبھا پردان کرتا ہے، اگر منہ پر پوت دیا جائے تو روپ کو وِکرت (1) کر دیتا ہے، مٹھائی اسی وقت تک اچھی لگتی ہے جب تک وہ منہ میٹھا کرنے کے لیے کھائی جائے۔ اگر وہ منہ میں ٹھوس دی جائے تو ہمیں اس سے اروچی ہو جائے گی۔ اُوشا (2) کی لالی میں جو سہانا پن ہے وہ سورج کے سمپورن پرکاش میں ہرگز نہیں۔ مگر ورتمان ساہتیہ اسی کھلے پن کی اُور چلا جارہا ہے، جن پرسنگوں میں جیون کا مادھوریہ ہے، انھیں اسپشٹ اور نگن روپ میں دکھا کر وہ اس مادھوریہ کو نشٹ کر رہا ہے۔ وہی پرورتی جو آج یووتیوں کو ریل اور ٹرام میں بار بار آئینہ دیکھ کر ہونٹوں اور گالوں کے دھومِل ہوتے ہوئے رنگ کو پھر سے چمکا دینے پر پریرت کرتی ہے، ہمارے ساہتیہ میں بھی ان وِشیوں اور بھاؤں کو کھول کر رکھ دینے کی گدگدی پیدا کرتی ہے، جن کے گیت اور ظاہر نہ ہونے میں ہی کلا کا آنند ہے،

اور یہ پرورتی اور کچھ نہیں، کیول سماج کی ورتمان ویوستھا کا روپ ماتر ہے۔ جب ناری کو اس کا ذرا شائبہ تک آبھاس ہوتا ہے کہ اس کے پاس روپ کے آکرشن کے سوا اور کچھ نہیں رہا تو وہ نانا پرکار سے اس روپ کو سنوار کر نیتروں کو آکرشِت کرنا چاہتی ہے۔ اس میں وہ سوندریہ نہیں رہا، جو کاجل اور پاؤڈر کی

1۔ مسخ 2۔ صبح

پرواہ نہ کرکے، کیول آنکھوں کو خوش کرنے میں ہی اپنا سار نہ سمجھ کر انتستل کی گہرائیوں سے اپنا پرکاشن پھیلاتا ہے۔ وہی ویاپار بدّھی جو آج گلی گلی، کونے کونے میں اپنا جوہر دکھارہی ہے، ساہتیہ اور کلا کے چھیتر میں بھی اپنا آدھیپتیہ جمارہی ہے۔ آپ جدھر جائیے' آپ کو دیواروں پر، تختیوں پر ویاپاریوں کے بڑے بڑے بھڑکیلے پوسٹر نظر آئیں گے۔ سماچار پتروں میں بھی تین چوتھائی استھان کیول وگیاپنوں سے بھرا رہتا ہے۔ سوامی کو اچھی سامگری دینے کی اتنی چنتا نہیں رہتی، جتنی نفع دینے والے وگیاپن حاصل کرنے کی، اس کے کنونیسر لیکھکوں کے پاس لیکھ کے لیے نہیں جاتے، اس کے لیے تو ایک کارڈ کافی ہے، مگر وگیاپن داتاؤں کی سیوا میں وہ برابر اپنے کنونیسر بھیجتا ہے، ان کی خوشامد کرتا ہے اور اسی دیوتا کو پرسن کرنے میں اپنا ادھار پاتا ہے۔ کتنے ہی اچھے اچھے پتر تو کیول وگیاپن کے لیے ہی نکلتے ہیں، لیکھ تو کیول گوڑ روپ سے اس لیے دے دیے جاتے ہیں کہ ساہتیہ کے رسیکوں کو ان وگیاپنوں کو پڑھنے کے لیے پرلوبھن دے سکیں۔ ویاپار نے کلا کو ایک طرح سے خرید لیا ہے۔ ویاپار کے یوگ میں جس چیز کا سب سے زیادہ مہتو ہوتا ہے، وہ دھن ہے۔ جس کے اندر جو شکتی ہے، چاہے وہ دیہہ کی ہو یا مَن کی، یا روپ کی یا بدّھی کی، وہ اسے دھن دیوتا کے چرنوں پر ہی چڑھا دیتا ہے۔ ہمارا ساہتیہ بھی، جو کلا کا ہی ایک انگ ہے، اسی ویاپار بدھی کا شکار ہو گیا ہے۔ ہم کسی چیز کی رچنا اس لیے نہیں کرتے کہ ہمیں کچھ کہنا ہے، کوئی سندیس دینا ہے، جیون کے کسی نئے درشٹی کونڑ کو دِکھانا ہے، سماج اور ویکتی میں اونچے بھاؤں کو جگانا ہے۔ اتھوا ہم نے اپنے جیون میں جو کچھ انوبھو کیا ہے، اسے جنتا کو دینا ہے۔ بلکہ کیول اس لیے کہ ہمیں دھن کمانا ہے اور ہم بازار میں ایسی چیز رکھنا چاہتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ بِک سکے۔ جب ایک بار یہ خیال دل میں جَم گیا، تو پھر ہم وِچار سوتنتریہ اور بھاو سوتنتریہ کے نام سے ایسی چیزیں لکھتے ہیں، جن کے وِشے میں جنتا کو سدیو کوتوہل رہا ہے اور سدیو رہے گا۔

ڈرامٹسٹ اور اپنیاس کار اور کوی سبھی نگن لالسا اور چوما چاٹی سے بھری ہوئی رچنائیں کرنے کے لیے میدان میں اتر آتے ہیں، اور آپس میں ہوڑسی ہونے لگتی ہے کہ کون نئی سے نئی چونکانے والی باتیں کہہ سنائیں۔ ایسے ایسے پرسنگ اپستھت کریں کہ کاوکتا کے چھپے ہوئے اڈّوں میں جو ویاپار ہوتے ہیں وہ پرتیک استری پرش کے سامنے آجائیں، کوئی آزاد پریم کے نام سے، کوئی پتیوں کے اُدھار کے نام سے کاموِ تیپن کی چیشٹا کرتا ہے، اور سنیم اور نگرہ کو دقیانوسی کہہ کر مُکت وِلاس کا اپدیش دیتا ہے۔ ستیہ اور استیہ کی اسے پرواہ نہیں ہوتی وہ تو چونکانے والی اور کان کھڑے کرنے والی باتیں کہنا چاہتا ہے۔ تاکہ جنتا اس کی کرتیوں (1) پر ٹوٹ پڑے اور اس کی

1۔ تخلیق

پستکیں ہاتھوں ہاتھ بک جائیں۔ اسے گیت سے گیت پر سنگوں کے چترن میں ذرا بھی سنکوچ یا جھجک نہیں ہوتی۔ انھیں رہسیوں کو کھولنے میں ہی شاید اس کے وچار میں سماج کا بیڑا پار ہوگا۔ ورَت اور تیاگ جیسی چیز کی اس کی نگاہ میں کچھ بھی مہما نہیں ہے، نہیں بلکہ وہ ورت، تیاگ اور ستو کو سنسار کے لیے گھاتک سمجھتا ہے۔ اس نے ان واستاؤں کو بے لگام چھوڑ دینے میں ہی مانو جیون کو سار سمجھا ہے۔ ہکسلے اور ڈی ایچ لارنس اور ڈیکو برا آدی، آج انگریزی ساہتیہ کے چمکتے ہوئے رتن سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی رچنائیں کیا ہیں؟ کیول اپنیاس روپی کام شاستر۔ جب ایک لیکھک دیکھتا ہے کہ اموک کی رچنا نگنتا اور نرلجتا کے کارن دھڑا دھڑ بک رہی ہے، تو وہ قلم ہاتھ میں لے کر بیٹھتا ہے اور اس سے بھی دس قدم آگے جا پہنچتا ہے اور ان پُستکوں کی سماج میں خوب آلوچنائیں ہوتی ہیں۔ ان کی نربھک ستیہ وادیتا کے خوب ڈھول پیٹے جاتے ہیں۔ اس پرورتی کو یتھارتھواد کا نام دے دیا جاتا ہے، اور یتھارتھواد کی آڑ میں آپ ویابھچار اور نرلجتا کی، چاہے جتنی میمانسا کیجیے، کوئی نہیں بول سکتا۔ ایک مہیلا قلم لے کر بیٹھتی ہے اور اپنے گُت سِت پریم رہسیوں کا کچا چھٹا لکھ جاتی ہے۔ سماج میں اس کی رچنا کی دھوم مچ جاتی ہے۔ دوسرے مُہو دے اپنی عیاشیوں کی جھوٹی سچی کہانی لکھ کر سماج میں ہل چل پیدا کر دیتے ہیں۔ پُستکوں کو ادھک سے ادھک لابھ پرد بنانے کے لیے سمبھو ہے اپنی آتم چرچا خوب بڑھا بڑھا کر بیان کیا جاتا ہو۔ کامکتا کا ایسا ننگا ناچ شاید کسی یگ میں نہ ہوا ہو۔ دکانوں پر روپ وتی یووتیاں بٹھائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ گراہکوں کی کامکتا کو اُتیجیت کر کے ایک پیسے کی چیز کے دو پیسے وصول کر لیے جائیں۔ یہ یُووتیاں مانو وہ چارہ ہیں، جسے کانٹے میں لگا کر مچھلیوں کو پھنسایا جاتا ہے۔ جب سارے کنویں میں ہی بھنگ پڑ گئی ہے تو کلا اور ساہتیہ کیوں اچھوتے بچ جاتے ہیں؟ مگر یہ سب اس ساماجک ویوستھا کا پرساد ہے جو اس وقت سنسار میں پھیلی ہوئی ہے، اور وہ ویوستھا ہے۔ دھن کا کہیں ضرورت سے زیادہ اور کہیں ضرورت سے کم ہونا۔ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے، وے مانو سماج کے دیوتا ہیں اور جن کے پاس ضرورت سے کم ہے، وے ہر ممکن طریقوں سے دھنوانوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اور دھن کی وردھی سد یووشے ولاس کی اُور جاتی ہے، اسی لیے ساہتیہ کامکتا پردھان ہو جاتا ہے۔ ساہتیہ کے اس نئے پتن کا ایک کارن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آج کل پچھمی سماج میں فیشن کی غلامی اور بھوگ لالسا کے کارن کتنے ہی لوگ وواہ سے کانپتے ہیں۔ اور ان کی رسکتا اور کوئی مارگ نہ پا کر کا موتّیجک ساہتیہ پڑھ کر ہی اپنے دل کو تسلی دے لیتی ہے۔ روسی سماج کو جن لوگوں نے دیکھا ہے' وے کہتے ہیں کہ وہاں کی اِستریاں رنگ اور پاؤڈر پر جان نہیں دیتیں اور نہ ریشم اور لیس کے لیے مرتی ہیں۔ ان کے سنیما گھروں کے دروازوں پر اردھ نگن پوسٹروں کا وہ پردرشن نہیں ہوتا جو انیہ

دیشوں میں نظر آتا ہے۔ اس کا کارن یہ ہے کی وہاں دھن کی پربھوتا کسی حد تک ضرور نشٹ ہوگئی ہے۔ اور ان کی کلا اب دھن کی غلامی نہ کر کے سماج کے پَرشکار میں لگی ہوئی ہے۔ ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ آج یتھارتھ واد کے پردے میں بے شرمی کا ننگا ناچ ہو رہا ہے۔ یتھارتھواد کے معنی ہی یہ ہو گئے ہیں کہ وہ سماج اور ویکتی کے نیچ سے نیچ، ادھم سے ادھم اور پتت سے پتت ویوہاروں کا پردہ کھولے، مگر کیا یتھارتھتا اپنے چھیتر میں سماج اور ویکتی کی پوتر سادھناؤں کو نہیں لے سکتی؟ ایک ودھوا کے پتت جیون کی اپیکشا کیا اس کے سیوامے، پتو مے جیون کا چترن زیادہ منگل کاری نہیں ہے؟ کیا سادھو پرکرتی منشیوں کا یتھارتھ جیون ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں کرتا؟ ساہتیہ میں اسندر کا پرویش کیول اس لیے ہونا چاہیے کہ سندر کو اور بھی سندر بنایا جا سکے۔ اندھکار کی اپیکشا پرکاش ہی سنسار کے لیے زیادہ کلیان کاری سِدھ ہوا ہے۔

(ہنس اپریل 1935)

''سمکالین انگریزی ڈراما''

بیسویں صدی کے انگریزی ڈرامہ کے وِشے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ موجودہ ساہتیہ کا سب سے پربھاوشیل اَنگ ہے، تو بیجا نہ ہوگا۔ الیز بیتھ یگ کا ڈرامہ ادھِک تر امیروں اور رئیسوں کے منورنجن کے لیے ہی لکھا جاتا ہے۔ شیکسپئیر، بین جانس اور کئی انیہ گمنام ناٹک کار اس یگ کو اَمر کر گئے ہیں۔ یدیپی ان کے ڈرامے میں بھی گوڑ روپ سے سماج کا چتر کھینچا گیا ہے، اور بھاو، بھاشا تتھا وچار کی درِشٹی سے وے بہت ہی بڑا مہتو رکھتے ہیں؛ لیکن یہ نِرویواد ہے کہ ان کا لکشیہ سماج کا پریسکار نہیں، ورن اونچی سوسائٹی کا دل بہلاو تھا۔ ان کے کتما نک ادھِکتر پراچین کال کے مہان پرشوں کا جیون یا پراچین اتہاس کی گھٹناؤں اتھوا روم اور یونان کی پوراتِک گاتھاؤں سے لیے جاتے تھے۔ شیکسپئیر آدی کے ناٹکوں میں بھِنّ بھِنّ منورتیوں کے پاتروں کا اتینت سجیو چِترن اور بڑا ہی مارمِک وِشلیشن اوشیہ ہے، اور اس کے کتنے ہی چرِتر تو ساہتیہ میں ہی نہیں سادھارن جیون میں بھی اپنا امر پربھاو ڈال رہے ہیں؛ لیکن یتھارتھ جیون کی آلوچنا ان میں نہیں کی گئی ہے۔ اس سمے ڈرامہ کا یہ اُدیشیہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ تین صدیوں تک انگریزی ڈرامہ اسی لیک پر چلتا رہا۔ بیچ میں شیریڈن ہی ایک ایسا ناٹک کار پیدا ہوا، جس کے ڈرامے ادھک تر وینگیاتمک ہیں، انیتھا ساہتیہ کا یہ وِبھاگ کچھ آگے نہ بڑھ سکا۔ یکا یک انیسویں صدی کی پچھلی شتابدی میں رنگ بدلا اور وِگیان تتھا ویوسائے نے سماج میں کرانتی پیدا کردی؛ اس کا پرتیمب ایک مَولِک پرکاش کے ساتھ ساہتیہ میں اُدے ہوگیا۔ اور نوین نرنیاتمک وِچاروں سے بھرے ہوئے ناٹک کاروں کا ایک نکشتر سموہ ساہتیہ کے آکاش میں چمک اٹھا جس کی دِپتی آج بھی انگریزی ساہتیہ کو پرکاش مان کر رہی ہے۔ نئے ڈرامے کا دھیے اب بالکل بدل گیا ہے۔ وہ کیول منورنجن کی وستو نہیں ہے۔ وہ کیول گھڑی دو گھڑی ہنسانا نہیں چاہتا، وہ سماج کا پَرشکار کرنا چاہتا ہے۔ اس کی روڑھیوں کے بندھنوں کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے اور اس کے پرماریا بھرانتی کو دور کرنے کا اِچھوک ہے، سماج کی کسی نہ کسی سمسیا پر نشپکچھ روپ پرکاش ڈالنا ہی اس کا

مکھیہ کام ہے اور وہ اس دُستر کاریہ کو اس خوبی سے پورا کر رہا ہے اور ناٹک کی منورنجکتا میں کوئی بادھا نہ پڑے، پھر بھی وہ جیون کی سچی آلوچنا پیش کر سکے۔

لیکن وچتر بات یہ ہے کہ نوین ڈرامہ کے پرورتکوں میں ایک بھی انگریز نہیں ہے۔ ابسین، ماٹرلنک اور اسٹرِنڈبرگ، سویڈن، بلجیم اور جرمنی کے نواسی ہیں، پر انگریزی ڈرامہ نے انھیں اتنا اپنایا ہے کہ آج یہ تینوں مہان پرش انگریزی ساہتیہ کے اپاسیہ بنے ہوئے ہیں۔ ابسین کو تو نئے ڈرامے کا جنم داتا ہی کہنا چاہیے۔ وہ پہلا ویکتی تھا جس نے ڈرامہ کو سماج کی آلوچنا کا سادھن بنایا۔ نئے سماج میں استریوں کا استھان اونچا کرنے میں اس نے جو کرتی پراپت کی ہے، وہ انیہ کسی ساہتیہ کار کو نہیں مل سکی۔ اور ماٹرلنک اپنے ڈرامے میں ان ستیوں کا پردہ کھولنے کی چیشٹا کرتا ہے جو ورتمان جڑواد کی بیاپکتا کے کارن وِسمرت ہو گئے ہیں، اس کے پاتر ہاڑ مانس کے منشیہ نہیں، منوبھاؤں یا ادھیاتمک انوبھوتیوں ہی کے نام ہوتے ہیں۔ انگریزی ناٹک کاروں میں برناڈشا کا نام سب سے مشہور ہے، یہاں تک کہ انگریزی ساہتیہ میں اسی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ وہ آئرلینڈ کا نواسی ہے اور وینگ پر یہاس اور چٹکیاں لینے کی جو پرتیبھا آیرلش بدھی کی وشیشتا ہے، وہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ انگریزی سماج کی کمزوریوں اور کرترمتاؤں کا اس نے ایسا پردہ فاش کیا ہے کہ انگریزی جیسا سوارتھاندھ راشٹر بھی کنمنا اٹھا ہے۔ صدیوں کی پربھوتا نے انگریزی جاتی میں جو اَسمیتا، جو بناوٹی، شِشٹتا، جو مکاری اور عیاری، جو نیچ سوارتھپرتا ٹھوس دی ہے۔ وہی شا کے ڈرامے کا وشے ہے۔ اس کی امیر زادیوں کو دیکھیے، یا دھرما چاریوں کو، یا راشٹر کے اُچ پدادھیکاریوں کو، سب نقلی جیون کا سوانگ بھرے نظر آئیں گے۔ ان کا بہوروپ اتار کر ان کو نگن روپ میں کھڑا کر دینا شا کا کام ہے۔ سماج کا کوئی اَنگ اس کے قلم کٹھار سے نہیں بچا۔ وہ آتما کی تہہ میں پرتِشٹھت روڑھیوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ستیہ کا اُپاسک ہے اور استیہ کو کسی بھی روپ میں نہیں دیکھ سکتا۔

گالسوردی بھی اپنیاس کار اور کوی ہوتے ہوئے بھی ناٹک کار کے روپ میں ادھک سپھل ہوا ہے۔ اس کے ڈراموں میں سماجواد کے سِدھانتوں کا ایسا کلاپورن اپیوگ کیا گیا ہے کہ ساماجک وِشمتا کا چتر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور پاٹھک ان سے بنا اثر لیے نہیں رہ سکتا۔ اس کے تین ناٹکوں کے انوواد ہندی میں ہو چکے ہیں جنھیں پریاگ کی ہندستانی اکیڈمی نے پرکاشت کیا ہے۔ ''چاندی کی ڈِبیا'' میں دکھایا گیا ہے کہ دھن کے بل پر نیائے کی کتنی ہتیا ہو سکتی ہے۔ نیاے میں اس نے ایک ایسے چرتر کی رچنا کی ہے، جو سہانوبھوتی اور اُدارتا کے بھاؤں سے پریرت ہو کر غبن کرتا ہے اور اپنا کرم پھل بھوگنے کے

بعد جب وہ جیل سے نکلتا ہے تب سماج اسے ٹھوکریں مارتا ہے، اور اَنت میں وہ وِوش ہوکر آتم ہتیا کر لیتا ہے۔ ہڑتال میں اس نے مالکوں اور مزدوروں کی منوورتیوں کا بڑا ہی مرم اسپرشی چتر کھینچا ہے۔ یوں اس نے اور بھی کئی ڈرامے لکھے ہیں، پر یہ تینوں رچنائیں اس کی کرتی کو اَمر بنانے کے لیے کافی ہیں۔ میس فیلڈ، وارفر، سینج، سر جیمس بیری، پیڑ آدی بھی سپھل ناٹک کار ہیں۔ اور سب کے رنگ اپنی وشیشتائیں لیے ہوئے ہیں۔ میس فیلڈ نے مانو جیون کے کالے داغوں پر پرکاش ڈالنے میں خوب شہرت پائی ہے، وہ گھور واستو یکتا وادی ہے اور مانو جیون میں جو چھُدرتا، دھرتتا اور لمپٹتا ویاپت ہو رہی ہے۔ اس کی اُور سے وہ آنکھیں نہیں بند کر سکتا۔ منشیہ میں سو بھاوتیہ کتنی پشوتا ہے اس کا اس نے بڑی باریکی سے نرکشن کیا ہے۔ پیڑ کے ڈرامے میں دھرم اور نیتی کی پردھانتا ہے۔ وہ نئے یُگ کی اَشردھا سے دکھی ہے اور سنسار کا کلیان، دھرم اور وشواس کے پُنر جیون میں ہی سمجھتا ہے۔ اس کا اپنا ایک اسکول ہے، جو ڈرامہ میں کاویہ سے پرسنگوں کو لانا آوشیک سمجھتا ہے، جس سے منشیہ کچھ دیر کے لیے تو اس چھل کپٹ سے بھرے ہوئے سنسار کی جل وایو سے نکل کر کویتا کے سوچھند لوک میں وِچار کر سکے۔ ڈرِنک واٹر، سنج آدی ڈرامٹسٹوں کا بھی یہی رنگ ہے۔

سب سے بڑی نوینتا جو ورتمان ڈرامہ میں نظر آتی ہے وہ اس کا پریم چترن ہے۔ نوین ڈرامہ میں پریم کا وہ روپ بالکل بدل گیا ہے، جب کہ وہ بھیشن مانسک روگ سے کم نہ تھا اور ناٹک کار کی ساری چترائی پریمی اور پریمیکا کے سینوگ میں ہی خرچ ہو جاتی تھی۔ پریمیکا کسی نہ کسی کارن سے پریمی کے ہاتھ نہیں آ رہی ہے اور پریمی ہے کہ پریمیکا سے ملنے کے لیے زمین اور آسمان کے قلابے ملائے ڈالتا ہے، پریمیکا کی سہیلیاں نانا وِدھی سے اس کی وِرہ اگنی کو شانت کرنے کا پریتن کر رہی ہیں اور پریمی کے متر ورند اس دُرگم سمسیا کو حل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سارے ڈرامے میں مِلن چیشٹا اور اس کے مارگ میں آنے والی بادھاؤں کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ نوین ڈرامے میں پریمی کو ویوہارکتا کے پنجرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ رومانس کے لیے جیون میں گنجائش نہیں رہی اور نہ ساہتیہ میں ہی ہے۔ پراچین ڈرامہ جیون انوبھوتیوں کے ابھاو کو رومانس سے پورا کیا کرتا ہے؛ نیا ڈرامہ انوبھوتیوں سے مالا مال ہے، پھر وہ کیوں رومانس کا آشرے لے کر منشیہ جس وستو میں سب سے زیادہ انوراگ ہے، وہ منشیہ ہے، اور خیالی یعنی آکاش گامی منشیہ نہیں بلکہ اپنے ہی جیسا سادھارن بل اور بدھی والا منشیہ۔ نوین ڈرامہ نے اس ستیہ کو سمجھا ہے اور سپھل ہوا ہے۔ آج کے نایک اور نایکاؤں میں بہت کچھ پریورتن ہو گیا ہے۔ نوین ڈرامہ کا نایک ویرتا اور شِشٹتا کا پتلا نہیں ہوتا اور نہ نائکا لجّا نمرتا اور پوترتا کی دیوی ہے۔ ڈرامے ٹسٹ

اسی چرِتر کے نایک اور نائکا کی سرِشٹی کرتا ہے جس سے وہ اپنے وشے کو سوبھاوک اور سجیو بنانے میں کامیاب ہو سکے۔نوین ڈرامہ کے پاتر کیول ویکتی نہیں ہوتے، ورن اپنے سموادائے کے پرتی نِدھی ہوتے ہیں اور اس سموادائے کی ساری بھلائیاں اور برائیاں ان میں کچھ اُگر روپ میں پرکٹ ہوتی ہیں، شا کی نایکائیں عام طور پر سوچھند اور تیجسوی ہوتی ہیں۔ وے کٹھن سے کٹھن پرستھیوں میں بھی ہمت نہیں چھوڑتیں۔ پریم اپنے ویوہارِک ادب میں بہودھا کامکتا کا روپ دھارن کر لیتا ہے۔ نئے ڈرامے میں پریم کا یہی روپ درشایا گیا ہے، سارانش یہ کہ آج کا نایک کوئی آدرش چرِتر نہیں ہے اور نہ نائکا ہی۔نایک کیول وہ چرِتر ہے جس پر ڈرامہ کا آدھار ہو۔

نئی ٹریجڈی کا روپ بھی بہت کچھ بدل گیا ہے۔اب وہ ڈرامہ ٹریجڈی نہیں سمجھا جاتا جو دکھانت ہو۔سکھانت ڈرامہ بھی ٹریجڈی ہوسکتا ہے۔اگر اس میں ٹریجڈی کا بھاو موجود ہو، ارتھات سماج کے وِبھِن انگوں کا سنگھرش دِکھایا گیا ہو۔کتنی ہی باتیں جو دکھ جنک سمجھی جاتی تھیں اس سے سادھارن سمجھی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی تو سوبھاوِک تک سمجھی جانے لگی ہیں۔ پھر ناٹک کار ٹریجڈی کہاں سے اتپن کرے؟ پرش کا پتنی تیاگ ٹریجڈی کا ایک اچھاوِشے تھا؛ لیکن آج کی ہیروئن جاتے سمے پتی کے منہ پر تھوک کر ہنستی ہوئی چلی جائے گی اور پتی دیو بھی منہ پونچھ پونچھ کر اپنی نئی پریمیکا کے تلوے سہلاتے نظر آئیں گے۔کام پرسنگوں کا ایسا وِبھتس چترن بھی کسی کے کان نہیں کھڑے کرتا۔جس پر پہلے لوگ آنکھیں بند کر لیتے تھے۔ تین اَنک کے ڈراموں کا بھی دھیرے دھیرے بہشکار ہو رہا ہے۔آج ڈرامے تو ایک ہی اَنک کے ہوتے ہیں۔اُپنیاس کی مورت اس کے لگھو روپ کہانی سے کچھ ملتی ہے۔ڈرامے بھی اب ایک ایکٹ کے ہونے لگے ہیں۔ جو دو ڈھائی گھنٹوں میں سماپت ہو جاتے ہیں۔

(ہنس مئی 1935)

ساہتیہ میں بدّھی واد

ساہتیہ سمّیلن کی ساہتیہ پریشد میں شری لکشمی نارائن مِشر نے اس وِشئے پر ایک سارگربھت (1) بھاشن دیا، جس میں وچار کرنے کی بہت کچھ سامگری ہے۔ اس میں ادھکانش جو کچھ کیا گیا ہے اس سے تو کسی کو انکار نہ ہوگا۔ جب ہمیں قدم قدم پر بدھی کی ضرورت پڑتی ہے، اور بدھی کو طاق پر رکھ کر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں رکھ سکتے، تو ساہتیہ کیوں کر اس کی اُپیکشا کر سکتا ہے؟ لیکن جیون میں ہر ایک ویاپار کو اگر بدھی واد کی عینک لگا کر ہی دیکھیں، تو شاید جیون دوبھر ہو جائے۔ بھاؤ کتا کو سیدھے راستے پر رکھنے کے لیے بدھی کی ستانت آوشکتا ہے۔ نہیں تو آدمی سنکٹوں میں پڑ جائے گا۔ اسی طرح بدھی پر بھی منو بھاؤں کا نینترن رہنا ضروری ہے، نہیں تو آدمی جانور ہو جائے، بلکہ راکشش ہو جائے۔ بدھی واد ہر ایک چیز کو اپیوگیتا کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ بہت ٹھیک' اگر ساہتیہ کا جیون میں کوئی اپیوگ نہیں ہو تو وہ ویرتھ کی چیز ہے۔ وہ اپیوگ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جیون کو زیادہ سکھی سپھل بنائے۔ جیون کی سمسیاؤں کو سلجھانے میں مدد دے یا جینندر جی کے شبدوں میں، پرکرتی اور جیون میں سامنجسیہ (2) اتپن کرے۔ کوری بھاوکتا یدی یہ سامنجسیہ نہیں پیدا کر سکتی تو شاید کورا بدھی واد بھی نہیں کر سکتا۔ دونوں کا سمنوے (3) ہونے سے ہی وہ ایکتا پیدا ہو سکتی ہے۔ سچ پوچھیے تو کلا اور ساہتیہ بدھی واد کے لیے اُپیوکت ہی نہیں۔ ساہتیہ تو بھاوکتا کی وستو ہے۔ بدھی واد کی یہاں اتنی ہی ضرورت ہے کہ بھاوکتا بے لگام ہو کر دوڑنے نہ پائے۔ ویراگیہ واد میں دکھواد اور نراشا واد' یہ سب جیون بل کو کم کرنے والی چیزیں ہیں اور ساہتیہ پر ان کا آدھپتیہ ہو جانا جیون کا دربل کر دے گا۔ اگر اسے بے لگام دوڑنے دیا گیا۔ بجلی کی ہمیں اتنی ہی ضرورت ہے کہ مشین چلتی رہے؛ اگر کرنٹ زیادہ تیز ہو گیا تو گھاتک ہو جائے گا۔ دال میں گھی ضروری چیز ہے۔ ایک چمچ اور پڑ جائے تو اور بھی اچھا، لیکن گھی پی کر تو ہم نہیں رہ سکتے۔ متھرا میں کچھ ایسے جنتو پائے جاتے ہیں جو گھی کے لودے کے لودے کھا جاتے ہیں؛

1۔ پُر مغز 2۔ تعلق 3۔ تال میل

لیکن اس میں بھی وہ خوب شکر ملا لیتے ہیں ورنہ ان کی بھسمک جٹھ راگنی بھی جواب دے جائے۔ بدھی واد (1) کا آچاریہ برناڈ شا بھی تو اپنے نا یکوں میں ہاسیہ، وینگیہ اور چٹکیوں کی چاشنی ملاتا ہے۔ وہ زبان سے چاہے کتنا ہی بدھی واد کی بانگ لگائے مگر بھاو کتا اس کے پور پور میں بھری ہوئی ہے۔ ورنہ وہ کیوں رولس رائس کار پر سوار ہوتا؟ کیا معمولی بے بی آسٹین سے اس کا کام نہیں چل سکتا تھا؟ اس کے بدھی واد پر مسز شا کی بھاو کتا کا نینتر ن نہ ہوتا تو شاید آج وہ پاگل خانے کی ہوا کھاتا ہوتا۔ منشیہ میں نہ کیول بدھی ہے، نہ کیول بھاو کتا۔ وہ ان دونوں کا سمشر ن (2) ہے۔ اس لیے آپ کے ساہتیہ میں بھی ان دونوں کا سمیشرن ہونا چاہیے۔ بدھی واد تو کہے گا کہ رس ایک ویرتھ کی چیز ہے، پریم اور ویوگ، کرودھ اور موہ، دیا اور شیل یہ سب اس کی نظر میں ہیں وہ تو کیول نیایے اور وچار کو ہی جیون کا سروسو سمجھتا ہے۔ اس کا منتر لے کر ہماری مانوتا اتنی چھین ہو جائے گی کہ ہوا سے اڑ جائے۔ ایک اداہرن لیجیے۔

ایک مسافر کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا ہے۔ اگر سنسار میں سمسٹی واد کا راج ہو گیا ہے، تو نشچے روپ سے ڈاکو نہ ہوں گے۔ تو ایک دوسرا اداہرن لیجیے ایک استری کو کچھ لمپٹوں نے گھیر لیا ہے۔ سمسٹی واد بھی لمپٹوں کا انت نہیں کر سکتا۔ اسی وقت ایک مسافر ادھر سے آنکلتا ہے۔ بھاو کتا کہتی ہے۔ بھگادو ان بدمعاشوں کو اور اس دیوی کا اُدّھار کرو۔ بدھی واد کہے گا۔ میں اکیلا ان پانچ بدمعاشوں کا کیا مقابلہ کروں گا! ویرتھ میں میری جان بھی جائے گی۔ لمپٹ لوگ استری کی ہتیا نہ کریں گے لیکن میرا تو خون ہی پی جائیں گے۔ یہاں بھاو کتا ہی مانوتا ہے۔ بدھی واد کائرتا ہے' دربلتا ہے۔ پریم کے آڈمیروں کو نکال دیجیے تو وہ کیول سنتان اتپتی کی اِچھا ہے۔ مگر شاید بابا آدم نے بھی بی بی حوّا سے سیدھے سیدھے یہ نہ کہا ہوگا۔ میں تم سے سنتانوتپتی کرنا چاہتا ہوں اس لیے تم میرے پاس آؤ۔ انھیں بھی کچھ نہ کچھ ناز برداری کرنی پڑی ہوگی۔ اگر برج بھاشا والوں کا رتی ورنن گھرناسپد (3) ہے تو بدھی واد کا یہ لکڑ توڑ انورودھ بھی ننگی بربرتا ہے۔ پھر اس بدھی واد کو لکھ کر ہی کیا کیجیے جب کوئی اسے پڑھے ہی نہیں۔ ابھی کسی بدھی وادی ساہتیک ڈکٹیٹر کا راج تو ہے نہیں کہ وہ چھایا واد کو دفعہ 124 کے اندر لے لے، آپ جنتا تک تبھی پہنچ سکتے ہیں جب آپ اس کے منو بھاوؤں کو اسپرش کر سکیں۔ آپ کے ناٹک یا کہانی میں اگر بھاو کتا کے لیے رس نہیں ہے، کیول مستشک کے لیے سوکھا بدھی واد ہے تو ناٹک کار اور نٹوں کے سوا ہال میں کوئی درشک نہ ہوگا۔ ہنسنا اور رونا بھی تو بھاو کتا ہی ہے۔ بدھی کیوں روئے؟ رونے سے مردہ جی نہ اٹھے گا۔ اور ہنسے بھی کیوں؟ جو چیز ہاتھ آ گئی ہے وہ ہنسنے سے زیادہ قیمتی نہ ہو جائے گی۔ ایسا سوکھا ساہتیہ اگر امرت بھی ہو تو پڑا پڑا بھاپ بن کر اڑ جائے

1۔ تعقلیت 2۔ مرکب 3 ۔ قابل نفرت۔ کراہت انگیز

گا۔ ساہتیہ میں جیون بل کی چھمتا ہونی چاہیے یہاں تک تو ہم آپ کے ساتھ ہیں؛ لیکن بدھی واد ہی یہ جیون بل دے سکتا ہے، منو بھاؤں دوارا یہ شکتی مل ہی نہیں سکتی، یہ ہم نہیں مانتے۔ آدرش ساہتیہ وہی ہے جس میں بدھی اور منو بھاؤں دونوں کلاتمک سمشرن ہوے بدھی کے لیے درشن ہے، شاشتر ہے، وگیان ہے اور اننت گیان چھیتر ہے۔ کیا وہ ساہتیہ اور کلا میں بھی منو بھاؤں' منو ویگوں کو نہیں رہنے دینا چاہتا۔

(ہنس مئی 1935)

ساہتیہ اور فلم

ہم نے گت ماس کے لیکھیک میں سنیما اور ساہتیہ شیر شک سے ایک چھوٹا سا لیکھ لکھا تھا۔ جس کو پڑھ کر ہمارے متر شری نروتم پرساد جی ناگر سمپادک 'رنگ بھوی' نے ایک پرتی وادلکھ بھیجنے کی کرپا کی ہے۔ ہم اپنے لیکھ کو لیکھک سے یہاں نقل کرر ہے ہیں تا کہ پاٹھکوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے اور نروتم داس جی کے وچاروں میں کیا انتر ہے۔ پاٹھک سُیم اپنا نرنے کر لیں گے۔ ناگر جی کا میں رکرتگیہ ہوں، کہ انھوں نے اس لکھ کو پڑھا اور اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت سمجھی۔ وہ خود سنیما کے سدھار کے سمرتھک ہیں اور برسوں سے یہ آندولن کرر ہے ہیں۔ اس لیے اس وشے پر انھیں سمّتی دینے کا پورا ادھکار ہے، ہم ان کے پرتی واد کو بھی جیوں کا تیوں دے رہے ہیں۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جب سے سنیما سَواک (1) ہو گیا ہے، وہ ساہتیہ کا انگ ہو گیا ہے اور ساہتیہ سیویوں کے لیے کاریہ کا ایک نیا چھیتر کھل گیا ہے۔ ساہتیہ بھاؤں کو جگاتا ہے۔ سنیما بھی بھاؤں کو جگاتا ہے اس لیے وہ بھی ساہتیہ ہے۔ لیکن پرشن یہ ہوتا ہے۔ کیسے بھاووں کو؟ ساہتیہ وہ ہے جو اونچے اور پوتر بھاووں کا جگائے جو سندر کو ہمارے سامنے لائے۔ اگر کوئی پستک ہماری پشو بھاوناؤں کو پربل کرتی ہے تو ہم اسے ساہتیہ میں استھان نہ دیں گے۔ پارسی اسٹیج کے ڈراموں کو ہم نے ساہتیہ کا گورو نہیں دیا۔ اس لیے کہ سندرم کا جو ساہتیک آدرش اویکت روپ سے ہمارے من میں ہے، اس کا وہاں کہیں پتہ نہیں تھا۔ ہولی اور کجلی اور بارہ ماسے کی ہزاروں پستکیں آئے دن چھپا کرتی ہیں؛ ہم انھیں ساہتیہ نہیں کہتے۔ ساہتیہ میں بھاووں کی جو اُچّتا، بھاشا کی جو پروڑھتا اور اسپشٹتا، سندرتا کی جو سادھنا ہوتی ہے وہ ہمیں وہاں نہیں ملتی ہمارا خیال ہے کہ ہمارے چترپٹوں میں بھی وہ بات نہیں ملتی۔ ان کا اُدیشیہ کیول پیسہ کمانا ہے۔ سوروچی یا سندرتا سے انھیں کوئی پریوجن (2) نہیں۔ وہ جنتا کو وہی چیز دیں گے جو وہ مانگتی ہے۔ ویاپار، ویاپار ہے۔

1۔ بولتی فلم 2۔ غرض

وہاں اپنے کے سوا کسی اور بات کو دھیان کرنا ہی ورجت ہے۔ ویاپار میں بھاوکتا آئی اور ویاپار نشٹ ہوا۔ وہاں تو جنتا کی روچی پر دھیان رکھنی پڑتی ہے۔ اور چاہے سنسار کا سنچالن دیوتاؤں کے ہی ہاتھوں میں کیوں نہ ہو، منشیہ پر نمن منووریتیوں کا راج ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک ساتھ دو تماشوں کی ویوستھا کریں۔ ایک تو کسی مہاتما کا ویاکھیاں ہو، دوسرا کسی ویشیا کا نگن نرتیہ، تو آپ دیکھیں گے کہ مہاتما جی تو خالی کرسیوں کو اپنا بھاشن سنا رہے ہیں اور ویشیا کے پنڈال میں تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ منہ میں رام بغل میں چھری والی کہاوت جتنی ہی لوک پریہ ہے، اتنی ہی ستیہ بھی ہے، وہی بھولا بھالا ایماندار گوالا، جو ابھی ٹھاکر دوارے سے چنا امرت لے کر آیا ہے، بغیر کسی جھجک کے دودھ میں پانی ملا دیتا ہے، وہی بابو جی جو کوی کی ایک سُکتی پر سَر دُھن رہے تھے، اوسر پاتے ہی ایک وِدھوا سے رشوت کے دو روپیہ بغیر کسی جھجک کے لے کر جیب میں داخل کر لیتے ہیں۔ اپنیاس میں بھی زیادہ پرچار ڈاکے اور ہتیا سے بھری ہوئی پُستکوں کا ہوتا ہے۔ اگر پستکوں میں کوئی ایسا استھل ہے جہاں لیکھک کے سنیم کی لگام ڈھیلی کر دی ہو تو اس استعمال کو لوگ بڑے شوق سے پڑھیں گے اور اس پر لال نشان بنائیں گے، اس پر متروں سے بحث مباحثے کریں گے۔ سنیما میں بھی وہی تماشے خوب چلتے ہیں جن سے نمن بھاوناوں کی وِشیش ترپتی ہو۔ وہی سجن جو سنیما کی کوروچی کی شکایت کرتے پھرتے ہیں، ایسے تماشوں میں سب سے پہلے بیٹھے ملتے ہیں، سادھو تو گلی گلی بھیک مانگتے ہیں، پر ویشیاؤں کو بھیک مانگتے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کا آشے یہ نہیں کہ یہ بھیک منگے سادھو ویشیاؤں سے اونچے ہیں۔ لیکن جنتا کی درِشٹی میں وے شردھا کے پاتر ہیں۔ اس لیے ہر ایک سنیما پروڈیوسر چاہے وہ سماج کا کتنا بڑا ہتیشی کیوں نہ ہو، تماشے میں نیچی منوورتیوں کے لیے کافی مسالا رکھتا ہے نہیں تو اس کا تماشا ہی نہ چلے۔ بمبئی کے ایک پروڈیوسر نے اونچے بھاووں سے بھرا ہوا ایک کھیل تیار کیا، مگر بہت ہائے ہائے کرنے پر بھی جنتا اس کی اور آکرشت نہیں ہوئی۔ ''پاس'' کے اندھا دھند وِترن سے روپیے تو نہیں ملتے۔ آمنترِت سجنوں اور دیویوں نے تماشا دیکھ کر مانو پروڈیوسر پر احسان کیا اور بکھان کر کے مانو اسے مول لے لیا۔ اس نے دوسرا تماشا جو تیار کیا، وہ وہی بازارو ڈھنگ کا تھا اور وہ خوب چلا، پہلے تماشے سے جو گھاٹا ہوا تھا، وہ اس دوسرے تماشے سے پورا ہو گیا۔ جس شوق سے لوگ شراب اور تاڑی پیتے ہیں، اس کے آدھے شوق سے دودھ نہیں پیتے۔ ساہتیہ دودھ ہونے کا دعوے دار ہے، سنیما تاڑی یا شراب کی بھوک کو شانت کرتا ہے۔ جب تک ساہتیہ اپنے استھان سے اتر کر اور اپنا چولا بدل کر شراب نہ بن جائے۔ اس کا وہاں نِروان نہیں۔ ساہتیہ کی سنک ہے وہ بھی کوروچی کی اور جا تا سویکار نہ کرے گا۔ مریادا کی بھاونا اس کا ہاتھ پکڑے رہتی ہے۔ البتہ ہمارے ساہتیہ کاروں کے لیے جو سنیما میں ہیں

وہاں کیول اتنا ہی کام ہے کہ وہ ڈائرکٹر صاحب کے لکھے ہوئے گجراتی، مراٹھی اور انگریزی کتھوپکتھن کو ہندی میں لکھ دیں۔ ڈائرکٹر جانتا ہے کہ سنیما کے لیے جس رچنا کلا کی ضرورت ہے وہ لیکھکوں میں مشکل سے ملے گی؛ اس لیے وہ لیکھکوں سے کیول اتنا ہی کام لیتا ہے جتنا وہ بنا کسی ہانی کے لے سکتا ہے۔ امریکا اور انیہ دیشوں میں بھی ساہتیہ اور سنیما میں سامنجسیہ نہیں ہو سکا اور نہ شاید ہی ہو سکتا ہے۔ ساہتیہ جن روچی کا پتھ پردرشک ہوتا ہے اس کا انوگامی نہیں۔ سنیما جن روچی کے پیچھے چلتا ہے، جنتا جو کچھ مانگے وہی دیتا ہے ساہتیہ ہماری سندر بھاونا کو اسپرش کر کے ہمیں متوالا بناتا ہے، اور اس کی دوا پروڈیوسر کے پاس نہیں۔ جب تک ایک چیز کی مانگ ہے، وہ بازار میں آئے گی۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے جب سنیما اور ساہتیہ کا ایک روپ ہوگا۔ لوک روچی جب اتنی پرشکرت ہو جائے گی کہ وہ نیچے لے جانے والی چیزوں سے گھرنا کرے گی تبھی سنیما میں ساہتیہ کی سوروچی دکھائی پڑ سکتی ہے۔

ہندی میں کئی ساہتیہ کاروں نے سنیما پر نشانے لگائے، لیکن شاید ہی کسی نے مچھلی بیدھ پائی ہو۔ پھر گلے میں جے مال کیسے پڑتی؟ آج بھی پنڈت نارائن پرساد 'بیتاب'، منشی گوری شنکر لال اختر، شری ہری کرشن پریمی، مسٹر جمنا پرساد کشیپ، مسٹر چندریکا پرساد شریواستو، ڈاکٹر دھنی رام پریم، سیٹھ گووند داس، پنڈت دواریکا پرساد مسٹر آدی سنیما کی اپاسنا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھنا چاہیے، سنیما انھیں بدل دیتا ہے یا یہ سنیما کی کایا پلٹ کر دیتے ہیں۔

''شری نروتم پرساد جی کی چٹھی''

شردھے پریم چند جی،

'لیکھک' میں آپ کا لیکھ ''فلم اور ساہتیہ'' پڑھا۔ اس چیز کو لے کر 'رنگ بھومی' میں اچھی خاصی کنٹراورسی چل چکی ہے۔ رنگ بھومی کے وہ انگ آپ کو بھیجے بھی گئے تھے، پتہ نہیں آپ نے انھیں دیکھا کہ نہیں۔ استو آپ نے سنیما کے سمبندھ میں جو کچھ لکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ ساہتیہ کو جو استھان دیا ہے۔ اس سے بھی کسی کا مت بھید نہیں ہو سکتا۔ نشچے ہی سنیما تاڑی اور ساہتیہ دودھ ہے۔ پر اس چیز کو جنرلائز کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ سنیما کو مات کرنے والے اداہرن بھی اس سے مل جائیں گے۔ ایک نہیں انیک۔ اور ایسے ویکتیوں کے جن کو ساہتیہ سنسار نے رکگنائز نائز کیا ہے۔ اور تو اور، پاٹھیہ کورس تک میں جن کی پستکیں ہیں۔ اپنے سمرتھن میں مہاتما گاندھی کے وے واکیہ ادھرت کرنے ہوں گے۔ جو کہ انھوں نے اندور ساہتیہ سمیلن کے سبھاپتی کی حیثیت سے کہے ہیں؟ لیکن پرتیکش کم پرماڑم۔ یہی بات سنیما کے ساتھ ہے۔ سنیما کے ساتھ تو ایک اور بھی گڑبڑ ہے۔ وہ یہ کہ وہ بدنام ہے۔ آپ کے ہی شبدوں میں، بھک منگے سادھو

ویشیاؤں سے اچھے نہ ہوتے ہوئے بھی شردھا کے پاتر ہیں۔اس لیے ٹالریبل ہیں یا اتنے وِرودھ کے پاتر نہیں ہیں، جتنی کہ ویشیائیں''۔ اسی ترک شیلی کو لے کر آپ سِدھ کرتے ہیں کہ سنیما تاڑی ہے اور ساہتیہ دودھ۔ تاڑی تاڑی ہے اور دودھ' دودھ۔ آپ نے ان دونوں کے درمیان ایک ویل مارکڈ اینڈ ویل ڈیفائنڈ لائن آف ڈیفرنس کھینچ دی ہے۔

میرا آپ سے یہاں سیدھا تِنک مت بھید ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ وِچار دھارا ہی غلط ہے جو اس طرح کی ترک شیلی کو لے کر چلتی ہے۔ کبھی زمانہ تھا جب اس ترک شیلی کا زور تھا، سراہنا تھی، پر اب نہیں ہے۔اس چیز کو ہمیں اکھاڑ پھینکنا ہی ہوگا۔

ایک جگہ آپ کہتے ہیں۔'' ساہتیہ کا کام جنتا کے پیچھے چلنا نہیں اس کا پتھ پردرشک بننا ہے'' آگے چل کر آپ سادھوؤں اور ویشیاؤں کی مثال دیتے ہیں۔'' سادھو ویشیاؤں سے اچھے نہ ہوتے ہوئے بھی جنتا کی شردھا کے پاتر ہیں''۔ یہاں آپ جنتا کی اس شردھا کو اپنے سمرتھن میں آگے کیوں رکھتے ہیں؟

آپ نے جو ساہتیہ کے ادیشیہ گنائے ہیں، انھیں پورا کرنے میں سنیما ساہتیہ سے کہیں آگے جانے کی چھمتا رکھتا ہے۔ یوٹیلیٹی کے درشٹی کون (1) سنیما کی اپیوگیتا کو پاتروں کے ہاتھوں میں پڑ کر درو پیوگیتا میں پریرت ہو رہی ہے۔ اس میں دوش سنیما کا نہیں، ان کا ہے جن کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور ہے۔ ان سے بھی ادھِک ان کا ہے جو اس چیز کو برداشت کرتے ہیں۔ برداشت کرنا بھی برا نہیں ہوتا، یدی اس کے ہاتھ مجبوری کی شرط نہ لگی ہوتی۔

گلے میں جے مالا پڑنے کی بات بھی بڑے مزے کی ہے۔'' کتنے ہی ساہتیکوں نے نشانے لگائے، پر شاید ہی کوئی مچھلی بیدھ پایا ہو۔ جے مال گلے میں کیسے پڑتی''؟ بہت خوب! جس چیز کے لیے ساہتیکوں نے سنیما پر نشانے لگائے، وہ چیز کیا انھیں نہیں ملی۔ اپواد کو چھوڑ کر؟ آپ یا کوئی اور ساہتیک یہ بتانے کی کِرپا کریں گے کہ سنیما میں پَرویش کرنے والے ساہتیکوں میں سے ایسا کون ہے، جس کے سنیما پَرویش کا مکھیہ ادیشیہ سنیما کو اپنے رنگ میں رنگنا رہا ہو؟ کیا کسی بھی ساہتیک نے سیرو یسلی اس اور کچھ کام کیا ہے؟ پھر جے مال گلے میں کیسے پڑی؟ مانا کی ساہتیہ سنسار میں جے مال اور سمراٹ کی اپادھیاں ٹکے سیر بکتی ہیں؛ لیکن سبھی جگہ تو ان چیزوں کا یہی بھاؤ نہیں ہے۔ پہلے سنیما جگت کو کچھ دیجیے، یوں ہی گلے میں جے مال پڑ جائے؟ یا صرف ساہتیک ہونا ہی گلے میں جے مال پڑنے کی کوالیفیکشن ہے؟

آپ بمبئی میں رہ چکے ہیں۔ سنیما جگت کی آپ نے جھانکی بھی لی ہے۔ آپ کو یہ بتانے کی آوشیکتا

1۔نظریہ

نہیں کہ ہمارے ساہتیک بھی اپنی فلموں میں زر دِشت روچی کا سماویش کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ یا کہیں کہ آگے ہی بڑھ گئے ہیں۔ اوروں کو چھوڑ دیجیے، وے ساہتیک بھی جو کہ ایک طرف سے کمپنی کے سروے سروا ہیں، اپنی فلموں میں دو سولڑ کیوں کے نام رکھنے سے باز نہیں آ ے، جو کہ بضد تھے کہ تالاب سے پانی بھرنے والے سین میں، ہیروئن انڈر رویَر نہ پہنے، ہیرو آئے، اس سے چھیڑ خانی کرے اور اس کا گھڑا چھین کر اس پر ڈال دے۔ بدن پر انڈر روئیر نہیں وستر بھیگے، بدن سے چپکے، اور نگنتا کا پر درشن ہو۔ یہ سوجھ انھیں ساہتیکوں میں سے ایک کی ہے جن کے کہ آپ نے نام گنائے ہیں......... لیکن مجھے یہ کہنا چاہیے کہ اس میں ساہتیک کا دوش ذرا بھی نہیں ہے.....اور ایسی بلیک شیپ مینٹلٹی ساہتیک کیا اور سنیما کیا، سبھی جگہ مل جائے گی۔

آپ نے اپنے لیکھ میں ہولی، بجلی اور بارہ ماسے کی پستکوں کا ذکر کیا ہے۔ ان چیزوں کو ساہتیک نہیں کہا جاتا یا ساہتیک انھیں رکگنائز نہیں کرتے، یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ان کا اُستتو ہے اور جس پریرنا یا امنگ کو لے کر انیہ کلاؤں کا سرجن ہوتا ہے۔ انھیں اپنے سے الگ رکھنا بھی سوبھاوِک ہے۔ یوٹیلٹی کے ویکتی گت درشٹی کون سے۔ اسی طرح کیا آپ نے کبھی یہ جاننے کا کشٹ کیا ہے کہ سنیما جگت میں کلاسیز اینڈ ماسیز۔ دونوں کی ہی اور سے کون کون سی کمپنیوں، ڈائرکٹروں اور فلموں کو رکگنائز کیا جاتا ہے؟ بھارت کی مانی ہوئی یا سروشریشٹھ (1) کمپنیاں کون سی ہیں کہ پوچھنے پر آپ کو اُتر ملے گا۔ پربھات، نیوتھیٹرس اور رنجیت۔ ڈائرکٹروں کی گنتی میں شانتا رام دیوکی بوس اور چندو لال شاہ کے نام سنائی دیں گے۔ تب پھر آپ کا یا کسی بھی ویکتی کا، جو بھی فلم یا کمپنی سامنے آجائے اسی سے سنیما پر ایک سلشنگ فتویٰ دینا کہاں تک سنگت ہے، یہ آپ ہی سوچیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کوئی آدمی کسی لائبریری میں جاتا ہے۔ جس پستک پر ہاتھ پڑتا ہے، اسے اُٹھا لیتا ہے اور پھر اسی کے آدھار پر فتویٰ دے دیتا ہے کہ ہندی میں کچھ نہیں ہے، نرا کوڑا ابھرا ہے۔ کیا آپ اس چیز کو ٹھیک سمجھتے ہیں؟

اب دو ایک شبد آپ کے مادک یا متوالا واد پر بھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیول یوٹیلیٹرین اینڈس کی درشٹی سے لکھا گیا ساہتیہ ہی ساہتیہ ہے، ایسا کہنا ٹھیک نہیں۔ ایسی رچنا کرنے کے لیے ساہتیہ سے ادھِک پروپگینڈسٹ ہونے کی ضرورت ہے۔ اتنا ہی نہیں ان اینڈس کو پورا کرنے کے لیے انیہ سادھن موجود ہیں، جو ساہتیہ سے کہیں ادھِک پربھاوشالی ہے۔ تب پھر ساہتیہ کے استھان پر ان سادھنوں کو پریفرنس کیوں نہ دیا جائے؟ اسے بھی چھوڑیئے۔ یوٹیلیٹیرین اینڈس کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ انھیں اپنانا

1۔ بہترین

چاہیے۔ لیکن کیا سچ مچ میں سیکس اپیل اتنا بڑا ہوا ہے جتنا کہ اسے بنا دیا گیا ہے؟ کیا سیکس اپیل سے اپنے آپ کو، اپنی رچناؤں کو، پاک رکھا جا سکتا ہے؟ پاک رکھنا کیا سو بھاوِک اور بجیو ہوگا؟ اپواد کے لیے گنجائش چھوڑ کر میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کسی بھی ایسی رچنا کا نام بتائیں جس میں سیکس اپیل نہ ہو، سیکس اپیل بری چیز نہیں ہے: وہ تو ہونی ہی چاہیے۔ لوہا تو ہمیں اس منورتی سے لینا ہے، جو سیکس اپیل اور سیکس پردرشن میں کوئی بھید نہیں سمجھتی۔

اب سنیما سدھار کی سمسیا پر بھی۔ یہ سنیما کہ جن کے ہاتھ میں سنیما کی باگ ڈور ہے، وے انیشی ایٹو لیں۔ ہماری بھول ہوگی یہ کام پریس اور پلیٹ فارم کا ہے، اس سے بھی بڑھ کر ان نو یووکوں کا ہے جو سنیما میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ چونکہ میں پریس سے سمبندھت ہوں اور فی الحال ایک سنیما پتریکا کا سمپادن کر رہا ہوں، اس لیے میں نے اس دِشا میں قدم اٹھانے کا پریتن کیا۔ لیکھکوں تتھا انیہ ساہتیکوں کو اپروچ کیا۔ کچھ نے کہا کہ سنیما سدھار کی ذمہ داری لیکھکوں پر نہیں۔ اپنے لیکھ پر دیے گئے ''لیکھک'' کے سمپادن کا نوٹ ہی دیکھیے۔ کچھ نے اسے اسمبھو سا بتا کر چھوڑ دیا۔ سنیما سدھار کی آوشیکتا کو تو سب محسوس کرتے ہیں۔ سنیما کا وِرودھ بھی جی کھول کر کرتے ہیں، پر کریاتمک سہیوگ کا نام سنتے ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ سنیما بدنام ہے اور یہ چیز ہمارے روم روم میں دھنسی ہوئی ہے کہ 'بدا اچھا بدنام برا'۔ کیا یہ وِڈمبنا (1) نہیں ہے؟ اس چیز کو دور کرنے میں کیا آپ ہماری سہایتا نہ کریں گے؟

یہ سب ہوتے ہوئے ہم سنیما سدھار کے کام کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں نو یووک لیکھکوں کے سنیما گروپ کی یوجنا کے لیے زمین تیار ہو چکی ہے۔ ہم وِستریت (2) یوجنا بھی شیگھر پر کاشت کر رہے ہیں۔ اس کے لیے ضرورت ہوگی ایک نشپکچھ (3) سنیما پتر کی۔ جب تک نہیں نکلتا؛ تب تک کافی دور تک ''رنگ بھومی'' ہمارا ساتھ دے سکتی ہے۔ میرا تو یہ نشچیت مت ہے اور میں سگَرو کہہ سکتا ہوں کہ اس لحاظ سے ''رنگ بھومی'' بھارتیہ سنیما پتروں میں سب سے آگے ہے۔ میں آپ سے انورودھ کروں گا کہ آپ ''رنگ بھومی'' کی آلوچنائیں ضرور پڑھا کریں۔ پڑھنے پر آپ کو بھی میرے جیسا مت استھر کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگے گی، اس کا مجھے پورن نشچے ہے۔

آشا ہے کہ آپ بھی سنیما گروپ کو اپنا آوشیک سہیوگ دے کر کرتارتھ کریں گے۔

آپ کا

نروتّم پرساد ناگر

1۔ ستم ظریفی 2۔ وسیع 3۔ غیر جانب دار

ناگر جی نے ہمارے سنیما سمبندھی وچاروں کو ٹھیک مانا ہے، کیول ہماراجنرلائز کرنا، ارتھات سبھی کو ایک لاٹھی سے ہانکنا انھیں انوچت جان پڑتا ہے۔ کیا ویشیاؤں میں شریف عورتیں نہیں ہیں؟ لیکن اس سے ویشیاورتی پر جو داغ ہے وہ نہیں مٹتا۔ ایسی ویشیائیں اپواد، نیم نہیں۔

سادھوؤں اور ویشیاؤں میں مولک انتر ہے۔ سادھو کوئی اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ موج اڑائے گا اور ویابھچار کرے گا، حالانکہ کچھ ایسے سادھو نکل ہی آتے ہیں، جو پرلے سرے کے لچے کہے جا سکتے ہیں۔ سادھو ہم گیان پراپتی یا موکشن یا جن سیوا کے ہی وچار سے ہوتے ہیں۔ اس گئی گزری دشا میں بھی ایسے سادھو موجود ہیں، جنھیں ہم مہاتما کہہ سکتے ہیں۔ ویشیاؤں کے مول میں درواسنا، ارتھ لولپتا، کاملتا، اور کپٹ ہوتا ہے۔ اس سے شاید ناگر جی کو بھی انکار نہ ہو۔

سنیما کی چھمتا سے مجھے انکار نہیں۔ اچھے وچاروں اور آدرشوں کے پرچار میں سنیما سے بڑھ کر کوئی دوسری شکتی نہیں ہے؛ مگر جیسا ناگر جی خود کو سویکار کرتے ہیں، وہ کو پاتروں کے ہاتھ میں ہے اور وہ لوگ بھی اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے جو اسے برداشت کرتے ہیں، ارتھات جتنا مجھے اس کے سویکار کرنے میں کوئی آپتی نہیں۔ یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں۔ سنیما جن کے ہاتھ میں ہے، انھیں آپ کو پاتر کہیں، میں تو انھیں اسی طرح ویاپاری سمجھتا ہوں، جیسے کوئی دوسرا ویاپاری۔ اور ویاپاری کا کام جن روچی کا پتھ پردرشن کرنا نہیں، دھن ادھک دھن ملے۔ ایک فلم بنانے میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ خرچ ہو جاتے ہیں۔ ویاپاری اتنا بڑا خطرہ نہیں لے سکتا۔ غریب کا دیوالہ نکل جائے گا۔ ساہتیہ کار کا مکھیہ اُدیشیہ جیون کو بل اور سواستھیہ پردان کرتا ہے، انیہ سبھی اُدیشیہ اس کے نیچے آ جاتے ہیں۔ ہزاروں ساہتیہ کار کیول اسی بھاونا سے اپنا جیون تک ساہتیہ پر قربان کر دیتے ہیں۔ انھیں دھیلا بھی اس سے نہیں ملتا، مگر ایسا شاید ہی کوئی پرڈیوسر اوترِت ہوا ہو، اور شاید ہی ہوا ہو، جس نے اس اونچی بھاونا سے فلم بنائی ہو۔

آپ فرماتے ہیں، سنیما میں جانے والے ساہتیکوں میں ایسا کون تھا، جس کا مکھیہ اُدیشیہ سنیما کو اپنے رنگ میں رنگنا رہا ہو؟ ہم زوروں سے کہہ سکتے ہیں' کوئی بھی نہیں۔ وہاں کا جل وایو ہی ایسا ہے کہ بڑا آدرش وادی بھی جائے، تو نمک کی کھان سے نمک بن کر رہ جائے گا۔ وہی لوگ، جو ساہتیہ میں آدرش کی سرشٹی کرتے ہیں' سنیما میں دو سو ویشیاؤں کا ننگا ناچ کرواتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ ایسے دھندے میں پڑ گئے ہیں جہاں بنا ننگا ناچ نچائے دھن سے بھینٹ نہیں ہوتی۔ میں آدرشوں کو لے کر گیا تھا، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ سنیما والوں کے پاس بنے بنائے نسخے ہیں، اور آپ ان نسخوں کے باہر نہیں جا سکتے۔ وہاں

پروڈیوسر یہ لکھتا ہے کہ جنتا کس بات پر تالیاں بجاتی ہے۔ وہی بات وہ اپنی فلم میں لائے گا انیہ وچار اس کے لیے ڈھکوسلے ہیں، جنھیں وہ سنیما کے دائرے کے باہر سمجھتا ہے۔ اور پھر سارا بھید تو اینوسیشن کا ہے۔ ویشیا کے مکھ سے وہ یرا گیہ یا نرگن سن کر کوئی ترنہیں جاتا۔ رہی اپادھیوں کے ٹکے سیر کی بات ہمارے خیال میں سنیما میں وہ اس سے کہیں سستی ہے۔ جہاں اچھے ویتن پر لوگ اسی لیے نوکر رکھے جاتے ہیں، جو اپنے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہولی یا کجلی تیاجیہ ہیں اور جو لوگ ہولی یا کجلی گاتے ہیں وے نیچ ہیں اور جن بھاؤں سے پریرت ہو کر ہولی اور کجلی کا سریجن ہوتا ہے۔ وہ مول روپ میں ساہتیہ کی پریریت بھاوناؤں سے الگ ہے۔ پھر بھی وے ساہتیہ نہیں ہیں، پتر پتریکاؤں کو بھی ساہتیہ نہیں کہا جاتا۔ کبھی کبھی ان میں ایسی چیزیں نکل جاتی ہیں۔ اور وہ ساہتیہ کا انگ بن جاتی ہیں۔ مگر عام طور پر یہ چیزیں استھائی ہوتی ہیں اور ساہتیہ میں جس پرشکار مولکتا، شیلی، پرتیبھا اور وچار گمبھیرتا کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں نہیں پائی جاتی۔ دیہاتوں میں دیواروں پر عورتیں جو چتر بناتی ہیں، اگر اسے چتر کلا کہا جائے تو شاید سنسار میں ایک بھی ایسا پرانی نہ نکلے جو چترکار نہ ہو۔ ساہتیہ بھی ایک کلا ہے اور اس کی مریادائیں ہیں۔ یہ مانتے ہوئے بھی کہ شریشٹھ کلا وہی ہے جو آسانی سے سمجھی اور چکھی جا سکے، جو سوبودھ اور جن پریہ ہو۔ اس میں اوپر لکھے ہوئے گنوں کا ہونا لازمی ہے۔ آپ نے سنیما جگت میں جن اپوادوں کے نام لیے ہیں ان کی میں بھی عزت کرتا ہوں اور انھیں بہت غنیمت سمجھتا ہوں؛ مگر وے اپواد ہیں جو نیم کو سدھ نہیں کرتے۔ اور ہم تو کہتے ہیں ان اپوادوں کو بھی ویاپاریکتا کے سامنے سر جھکانا پڑا ہے۔ سنیما میں انٹرٹینمنٹ ویلیو ساہتیہ کے اسی انگ سے بالکل الگ ہے۔ ساہتیہ میں یہ کام شبدوں، سکیتوں یا ونودوں سے لیا جاتا ہے۔ سنیما میں وہی کام مار پیٹ، دھر پکڑ، منہ چڑھانے اور جسم کو مٹکانے سے لیا جاتا ہے۔

رہی اپیوگیتا کی بات۔ اس وشے میں میرا پکا مت ہے کہ پروکش (1) اپروکش روپ سے سبھی کلائیں اپیوگیتا کے سامنے گھٹنے ٹیکتی ہیں۔ پروپیگنڈا بدنام شبد ہے؛ لیکن آج کا وچار وو پتادک، بل دایک، سواستھیہ ذردھک ساہتیہ پروپیگنڈا کے سوا نہ کچھ ہے، نہ ہو سکتا ہے، نہ ہونا چاہیے۔ اور اس طرح کے پروپیگنڈے کے لیے ساہتیہ سے پربھاوشالی کوئی سادھن برہما نے نہیں رچا، ورنہ اپنیشد اور بائبل درشٹانتوں سے نہ بھرے ہوتے۔

سیکس اپیل کو ہم ہوا نہیں سمجھتے۔ دنیا اسی دُھری پر قائم ہے۔ لیکن شراب خانے میں بیٹھ کر تو کوئی

1۔ براہ راست

دودھ نہیں پیتا۔ سیکس اپیل کی نندا تب ہوتی ہے جب وہ وِکرت روپ دھارن کر لیتی ہے، سوئی کپڑے میں چبھتی ہے تو ہمارا تن ڈھکتی ہے، لیکن دیہہ میں چبھے تو ہمارا تن زخمی کر دے گی۔ ساہتیہ میں بھی جب یہ اپیل سیما سے آگے بڑھ جاتی ہے تو اسے دُوشت کر دیتی ہے۔ اسی کارن ہندی پراچین کویتا کا بہت بڑا بھاگ ساہتیہ کا کلنک بن گیا ہے۔ سنیما میں وہ اپیل اور بھی بھینکر ہو گئی ہے، جو سنیم اور نگرہ کا اپہاس ہے۔ ہمیں وشواس نہیں آتا کہ آپ آج کل کے مکت پریم کے انو یائی ہیں۔ اسے پریم کہنا تو پریم شبد کو کلنک ہی کرنا ہے۔ اسے تو چھچھورا پن ہی کہنا چاہیے۔

اَنت میں ہمارا یہی نویدن ہے کہ ہم سنیما کو اس کے پَرِشکرِت روپ میں دیکھنے کے اِچھوک ہیں، اور آپ اس وِشے میں جو سراہنیہ ادیوگ کر رہے ہیں اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ مگر شراب کی طرح یہ بھی یورپ کا پرساد ہے اور ہزار کوشش کرنے پر بھی بھارت جیسے سوکھے دیش میں اس کا بیاپار بڑھتا ہی جا رہا ہے، یہاں تک کہ شاید کچھ دِنوں میں وہ یورپ کی طرح ہمارے بھوجن میں شامل ہو جائے۔ اس کا سدھار تبھی ہوگا جب ہمارے ہاتھ میں ادھیکار ہوگا اور سنیما جیسی پربھاوشیل سَد وِیچار اور ویوپار کی شین کلا مرگوں کے ہاتھ میں ہوگی دَھن کمانے کے لیے نہیں، جنتا کو آدمی بنانے کے لیے، جیسا یورپ میں ہو رہا ہے۔ تب تک تو یہ ناچ تماشے کی شرینی سے اوپر نہ اٹھ سکے گا

ہنس، جون 1935

سوندر یہ شاستر

اس وشے پر اپریل کے تماہی 'ہندستانی' میں ایک عالمانہ اور وِشد لیکھ نکلا ہے، جو اس وِشے کا اردو میں سب سے سندر ویوچن ہے۔ لیکھ کیا ہے، لگ بھگ ہندی کے 100 پرشٹھوں کی ایک پستک ہے۔ لیکھک نے اس وشے کا خوب ادھیین کیا ہے، اور ان رچناؤں کے آدھار پر یہ لیکھ لکھا ہے، جو اس وِشے پر سند مانی جاتی ہیں۔ اَدھیین کرنا تو اتنا کٹھن نہیں پر ادھیکار پراپت کر لینا، اسے اپنا لینا اور بھارتیہ ساہتیہ اور کلا کو اس ترازو پر تولنا آسان نہیں ہے۔ سوندر یہ کی کلپنا سے کیا سمبندھ ہے اس کی کوئی ہستی ہے یا کیول منور چی کی وستو کو سندر بنا دیتی ہے، اس تتو کا ویوچن کرتے ہوئے لیکھک مہودے کہتے ہیں۔

''گیان اندریوں پر جو چیز اثر کرتی ہے، ہم کو اس کے فائدے یا نقصان سے غرض نہیں ہوتی، بلکہ صرف اس کی ظاہری صورت سے مطلب ہوتا ہے ہم گلاب کو اس نیت سے نہیں دیکھتے کہ اس کے جڑ میں کون سی کھاد پڑی ہے، یا اگر فلاں قسم کی مٹی ڈالی جائے، تو پھول اور بڑا ہوگا۔ بادل کو لیجیے ہم تو صرف بادلوں کی رنگینی اور ان کے بِھن بِھن روپوں کا جلوہ دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ ہم کو اس سے کیا بحث کی ان میں پانی کے قطرے چھپے ہوتے ہیں......... ہم کو تو ان کی ظاہرا صورت میں لطف ملتا ہے اور اسی کا نام سوندر یہ بودھ ہے''۔

ہمارا خیال ہے کہ کسی وستو کی اپیوگیتا اس کے سوندر یہ کو اور بڑھا دیتی ہے، بلکہ اس کی روپ، ہیئتا کو سوندر یہ بنا دیتی ہے۔ بادلوں کی رنگینی آنکھوں کو لبھاتی ہیں؛ مگر اساڑھ کے مٹیالے، جل بوندوں سے لدے ہوئے منتھر گتی بادل کیوں سندر لگتے ہیں؟ اس لیے کہ ان میں بھومی کو ترِپت کرنے کی شکتی ہے اور ان کی اپیوگتا ان کی بدرنگی کو شسک لالیما سے بھی سندر بنا دیتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ سمے کے ہیر پھیر سے چیزوں کا سوندر یہ بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے؛ مگر یہ بھی اپیوگیتا کا ہی بودھک ہے۔ بیساکھ اور جیٹھ میں آکاش کی لالیما سندر ہے؛ لیکن آساڑھ اور ساون میں وہ سوکھی نرجل لالیما کس کو بھائے گی؟ ایک سمے میں

کھیتوں کی ہریالی سندر لگتی ہے پر دوسرے سمے میں وہ ہریالی آنکھوں کو چبھے گی اور ہم اس کی جگہ پکے ہوئے اناج کی بالیوں کو سنہرا پن دیکھ کر سندرتا انوبھو کریں گے۔ ہریالی کی سندرتا کیول اس سنہرے پن کی تیاری میں ہے۔اسی طرح پھاگن میں بور سے لدے ہوئے آم کے ورکش ہی سندر لگتے ہیں۔جس ورکش میں کیول لال اور گلابی پتیاں ہوں اور بور کا نام نہ ہو، وہ چاہے بالکوں کو سندر لگے، اور کسی کو تو شاید ہی سندر معلوم ہو اور جب ورکش پھلوں سے لد جاتا ہے تب مانو وہ اپنے سوندریہ کی چرم سیما پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح ہر ایک وستو کی اپیوگیتا کی ماترا سے ہی اس کے سوندریہ کا بودھ ہوتا ہے۔ بھارت میں گائے سب سے اپیوگی ہے اور وہی سب سے سندر ہے،ہم پردھان دیشوں میں ہرن شاید سب سے سندر پشو ہو۔

لیکھک نے دوسرے کھنڈ میں سوندریہ اور کلا کی ویوچنا کرتے ہوئے ان اپادانوں کا ذکر کیا ہے، جو کلا کی سرشٹی کرتے ہیں اور اس کلا کا پریرک (1) منشیہ کی کام لالسا(2) ہے۔ ڈاکٹر فرائڈ اس مت کا پرچارک ہے اور اس کا کتھن ہے کہ جیو ماتر پر جس منو ویگ کا سامراجیہ ہے، وہ یہی کام لالسا ہے۔کویتا، چتر رچنا، مورتی یا وستو کی سرشٹی، سنگیت درشن ساہتیہ سبھی کا مول یہی لالسا ہے۔ مگر آپ نے کیول یہ کہہ کر کہ کلا کی سرشٹی میں سمبھو ہے۔ آرمبھ میں کام لالسا کا کچھ اثر ہو؛ لیکن جب آرٹ اپنے کمال کی طرف بڑھتا ہے تو کام لالسا کا اس سے دور کا بھی سمبندھ نہیں رہ جاتا۔اس مسئلے کو جہاں کی تہاں چھوڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر فرائڈ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ماتا کا پریم بھی واستو میں کام لالسا کے علاوہ کچھ نہیں۔اس کا جواب بھرت نے کلا کو نو رسوں میں وبھاجت کر کے ہزاروں برس پہلے دے دیا ہے۔ شرنگار ان نو رسوں میں کیول ایک ہے۔ پرشوں کی رادھا بھکتی یا استریوں کی کرشن بھکتی میں سمبھو ہے کام لالسا چھپی ہو؛ مگر استریاں بھی تو رادھا کی بھکت ہوتی ہیں اور پرش بھی تو کرشن کی اپاسنا کرتے ہیں۔فرائڈ صاحب کی یہ دھارنا تو ویسی ہی ہے، جیسے یہ کہ سنسار کا مول کیول سوارتھ ہے یا کیول پیٹ۔کلا کے پتن کال میں وہ وِشے پردھان ہو جاتی ہے۔لیکن یہ کہنا کہ کلا کا مول وِشے کام لالسا ہے۔ ستیہ کا خون کرنا ہے۔

ہنس، جون 1935

1۔محرک 2۔جنسی خواہش

شِر و ریکھا کیوں مٹانی چاہیے؟

ناگری لپی سمیتی نے جتنے اُتساہ اور یوگتا سے اپنی کھٹن ذمہ داریوں کو پورا کرنا شروع کیا ہے، اس سے آشا ہوتی ہے کہ نِکٹ بھوشیہ میں ہی شاید ہم اپنا لکشیہ پراپت کر لیں۔ اور ہرش کی بات ہے کہ سمیتی کے پرستاووں اور آدیشوں کا اتنا وِرودھ نہیں ہوا جتنی کہ شنکا تھی۔ راشٹریہ ایکی کرن ہمیں اتنا پریہ ہو گیا ہے کہ اس کے لیے ہم سے جو کوئی بھی معقول بات کہی جائے، اسے ماننے کے لیے ہم تیار ہیں۔ شرو ریکھا کے پرشن کو بھی سمیتی نے جس خوب صورتی سے حل کیا ہے اسے پرایہ سویکار کر لیا گیا ہے۔ شرو ریکھا ناگری اکشروں کا کوئی آوشیک اَنگ نہیں۔ جن برہمی اکشروں سے ناگری کا وکاس ہوا ہے، انھیں سے بنگلا، تمل، گجراتی آدی کا بھی وکاس ہوا ہے؛ مگر شرو ریکھا ناگری کے سوا اور کسی لپی میں نہیں۔ ہم بچپن سے شیرو ریکھا کے آدی ہو گئے ہیں اور ہمارا قلم زبردستی انیوار یہ روپ سے اوپر کی لکیر کھینچ دیتی ہے؛ لیکن ابھیاس سے یہ قلم قابو میں کی جا سکتی ہے۔ اس میں تو کوئی سندیہہ نہیں کی شرو ریکھا کا پریتیاگ کر کے ہم اپنے لیکھن کی چال بہت تیز کر سکیں گے اور اس کی مندگتی کی شکایت بہت کچھ مٹ جائے گی اور چھپائی میں تو کہیں زیادہ سہولیت ہو جائے گی۔ رہی یہ بات کی بنا شرو ریکھا کے اکشمنڈے اور سر کٹے سے لگیں گے تو یہ کیول بھاو کتا ہے۔ جب آنکھیں بے ریکھا کے اکشروں کی آدی ہو جائیں گی تو وہی اکشر سندر لگیں گے اور ہمیں آشچریہ ہوگا کہ ہم نے اتنی صدیوں تک کیوں اپنی لپی کے سر پر اتنا بڑا اوِرتھ کا بوجھ دے رکھا۔

(ہنس جون1935)

ہندستان ایوسیشن (امریکہ)

یہ سنستھا امریکہ میں لگ بھگ 20 سال سے قائم ہے اور وہاں کے بھارتیہ نو اسیوں کی ہر طرح سیوا کرتی ہے۔ اس کے سدسیوں میں امریکہ اور بھارت کے کتنے ہی وشیش ویکتی شامل ہیں۔ اس کے جلسے ماہوار ہوتے ہیں، جن میں ہندستانی ڈھنگ کی دعوت ہوتی ہے اور ہندستان کے وِشے میں ودوانوں دوارا بھاشن دِلائے جاتے ہیں۔ بھارت کے جو چھاتر ودیو پارجن (1) کے لیے امریکہ جاتے ہیں، انھیں یہ سنستھا یتھا سادھیہ سہایتا دیتی ہے اور جو لوگ جانے کے اِچھوک ہیں، انھیں اُچت صلاح اور پردتسا ہن پردان کرتی ہے۔ اسی کی اپیوگیتا کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ گت جولائی اور اگست میں اس کے دوارا منو پورن وِشیوں پر چار ودوانوں کے بھاشن ہوئے۔ اس پر تعریف کی بات یہ ہے کہ یہ سنستھا سواولمبی ہے اور کبھی کبھی بھارت کو آرتھک سہایتا بھی دیتی ہے۔ اسی سال کوئٹہ کے بھوکمپ پیڑتیوں کے لیے اس نے ریلیف فنڈ میں کچھ دھن بھیجا تھا۔ ایسی اپیوگی سنستھا کے نیسوارتھ دیش پریم کی جتنی سراہنا کی جائے کم ہے۔ جو جن امریکہ جانا چاہتے ہوں، وے اس سنستھا کے منتری سے نیچے کے پتے پر پتر ویوہار کر سکتے ہیں۔

INTERNATIONAL HOUSE,
500, RIVER SIDE DRIVE
NEW YORK CITY U. S.

(ہنس۔نومبر۔1935)

1۔ تحصیلِ علم

''بمبئی کا دوسرا مراٹھی ساہتیہ سمیلن''

بمبئی سے 'ہنس' کے سمپادکیہ وِبھاگ کے پردھان شری ہرشی کیش شرمانے مراٹھی ساہتیہ سمیلن کا وِرتانت لکھا ہے اسے ہم پرکاشت کرتے ہیں۔

'' اسی نومبر مہینے میں بمبئی نگر نو اسی مراٹھی ساہتیہ پریمیوں اور سیوکوں کا ایک سندر سمیلن دادر ہائی اسکول کے وِشال پرانگڑ میں ایک بھوے منڈپ میں بڑے سماروہ کے ساتھ ہوگیا۔ اس دن، اسی سماروہ میں، کوئی ہزار پرتی ندھیوں کا جوش ساہتیک انوشاسن اور اپربل پریرنا دیکھنے میں آئی۔ اس کا بھارت کی راشٹر بھاشا ہندی کے ساہتیہ سمیلن کے پچھلے ادھویشنوں میں ابھاو دیکھ کر ہردے کو دکھ ہوتا تھا۔ مراٹھی کے ترون ترونی، کشور کشوری اور وِردھ نرناری اپنی پیاری ماتر بھاشا کے پرانگن میں سمبھاو سے اونچ نیچ کا بھید بھاؤ بھول کر ایکترت ہوئے تھے۔ اس سمیلن مین کسی طرح کی دل بندی نہ تھی اور نہ سوراتھ کا سنگھٹن۔ نہ تو تو میں میں تھی اور نہ کوئی کانا پھوسی۔ پرتی بندھیوں اور پریکھکوں میں ایسا اُتساہ اور انوراگ اُمڑ پڑا تھا جیسے وہ کسی گرم سے گرم راجنیتک کانفرنس میں شریک ہونے آئے ہوں۔ سبھی کے دل ساہتیک اپھورتی' ساہتیک سوجنیہ اور سیوا بھاو سے امڑے ہوے تھے۔ ساہتیک بزرگ ترونوں کا ساہتیک پرونائی پر پھولے نہ سمائے تھے۔ اور ترون اپنے ساہتیک بزرگوں کے پرتی شردھا بھاؤ میں اُچھرنگھتا نہ آنے دیتے تھے۔ وَیوورِدھ شری بھاسکر راؤ جی جاگھوسواگت ادھیکش تھے اور مہاراشٹر کے ترون ساہتیہ کار شری کھانڈیکر نے سمیلن کے ادھکچھ کا آسن سوشوبھت کیا تھا۔ سواگت ادھیکش نے اپنے سنچھپت بھاشن میں سیدھی سادھی بھاشن اور چبھنے والی شیلی میں سب کا سواگت کرتے ہوئے کیا تھا۔'' ساہتیہ کو جیون کے وِیودھ پرواہوں سے بل ملے، اس کے لیے واستویکتا کا دھیان رکھ کر لیکھکوں اور کویوں کو ساہتیہ کا سریجن کرنا چاہیے۔ صرف رومانٹک سوپنوں کو دیکھنے سے ساہتیہ کی سمردھی نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کا نرمت ساہتیہ لوک پریہ ہوتا ہے''۔

سمیلن کے ادھیکچھ کھانڈیکر نویووک ہیں۔ایک قصبے کے ہائی اسکول کے سادھارن شکچھک ہوتے ہوئے بھی مہاراشٹر میں ان کی ایک اسادھارن پرتیبھا شالی شریشٹھ ساہتیہ کار کے روپ میں پوجا ہوتی ہے۔آرمبھ میں وہ کوی ہو کر مراٹھی کویتا کے چھیتر میں اوتیرنڑ ہوئے اور اچھی طرح چمک کر اسے چھوڑ، شیکھر ہی سپھل سمالوچک، ناٹک کار، اپنیاس کار اور کہانی لیکھک کے روپ میں اپنے ساہتیہ سبھانگز کے سب کے سامنے تیجسویتا اور سوتنتر تاپورک آے۔اس سمے کھانڈیکر مراٹھی کے شریشٹھ اپنیاس کار اور گلپ شلپی مانے جاتے ہیں۔ان کے قلم نے سماج کے دلت اور پیڑت مانو جیون کو ہو بہو چترت کرنے میں کمال حاصل کیا ہے۔جس سمیکچھک پاٹھک کو کھانڈیکر جی کے''اُلکا''ہردیا پی ہاک' کانجن مرگ'' دون دھروُ ان اپنیاسوں کے پڑھنے کا سوبھاگیہ مل چکا ہے، وہ ان کی کلاے کرتی کا 'نیر چھیر ویویک' کر انھیں سردشریشٹھ کہنے میں کبھی نہ ہچکچے گا۔اپنے ادھیکشیہ بھاشن میں مراٹھی ساہتیہ کا اُنتی کے اُچ شیکھر پر بیٹھا ہوا دیکھنے کی ابھیلاشا سے اسنوشی کھانڈیکر کہتے ہیں۔''مراٹھی ساہتیہ اب تک سمردھی کے شکھر پر نہیں پہنچ پایا ہے۔ساہتیہ چھیتر میں آج انیک ساہتیک سینک جمع ہو رہے ہیں پھر بھی کیوں اس کی سمردھی سر وتومکھی نہیں ہو رہی ہے''؟اس پرشن کا اُتر بھی ہندی لیکھک،کھانڈیکر جی کے انوبھوت شبدوں میں ہردے گم کریں۔ان اُدیمان سینکوں کو اپنے پاپی پیٹ کے گہرے گڑھے کو بھرنے کے لیے بھوک کی چنتا جلا رہی ہے۔اکیلے ساہتیہ سیوا پر جیون نرواہ اسمبھو ہو رہا ہے؛اس لیے پیٹ بھرنے کے لیے لیکھکوں کو جیویکا کا کوئی دوسرا ہی سہارا پکڑنا پڑتا ہے۔ستیم،شیوم،سندرم جیسے ساہتیہ کے سرجن کے لیے سواستھیہ اور مانسک نشچنتا نہ ہونے سے کوئی اُتم کرتی مرجھائی ہوئی انگلیوں اور کمھلائے ہوئے ہونٹوں سے باہر نہیں نکلتی؛اگر یہ چاہتے ہو کہ اوجسوی پراکرمی ساہتیہ کا نرمان ہو،تو سب سے پہلے ساہتیہ کار کے اُرکی دھدھکتی چنتا چتا کو شانت کرو'' وے اپنے بھاشن میں ایک جگہ کہتے ہیں۔ساہتیہ کی شریشٹی آدرشی اور سمسیاؤں سے ہوتی ہے''۔

اس سمیلن کی دو دن کی ساری کاروائی میں ساہتیہ سنگیت اور کلا کا سندر سمیلن تھا۔کئی مہتو کے اور مطلب کے پرستاو بھی سویکرٹ ہوئے تھے،جن میں سے مہاراشٹر وشوودیالیہ کی استھاپنا سمبندھی بمبئی سرکار کے اور ینٹلیل انوواد وبھاگ میں پڑی ہوئی ہزاروں مراٹھی پُستکوں کو بمبئی کے مراٹھی ساروجنک پستکالیہ کو سونپ دینے کی سرکار شگھر ویوستھا کرے،اتیادی پرستاو بھی تھے۔ایک اتینت آدشیک پرستاو اس آشے کا بھی تھا۔یدی مہاراشٹریہ ہریجن بھائی ڈاکٹر امبیڈکر صاحب کے کہنے میں آکر اپنا دھرم تجنا چاہیں تو بھلے ہی ان کی اِچھا پرنتو وے اپنی پیاری ماتر بھاشا مراٹھی کو کبھی نہ تجیں۔

(ہنس۔دسمبر 1935)

ہنس سے ضمانت، ایک ہزار روپیے نقد: پرکاشن بند

میری زُگنتا کا کارن اگست کا''ہنس''یوں ہی کچھ وِلمب سے پرکاشت ہو رہا تھا کہ ادھر بیچ میں ہی یوکت پرانتیہ سرکار نے جون اور جولائی کے انکوں میں سری سیٹھ گووند جی (جبل پور) کے پرکاشِت 'سِدھانت سواتنتریہ' ناٹک کو آپتی جنک بتلاتے ہوئے ایک ہزار روپے کی نقد ضمانت طلب کر لی ہے، جس کو 15 اگست تک جمع کرنا انیوار یہ تھا، کِنتو ہنس کی سامپرتِک پرستھتی پر وِچار کرتے ہوئے اس ضمانت کی رقم جمع کرنے میں اس سے ویوشتا ہے۔ ایسی استھیتی میں یہ سموچت جان پڑتا ہے کہ ہنس کا پرکاشن بند ہی کر دیا جائے۔ اس لیے آج تک جتنے فارم چھپ چکے تھے، وہیں پر ہنس کا چھاپنا روک کر اس اَنک کو سماپت کیا جا رہا ہے۔ آشا ہے ہمارے دیالو گراہک، لیکھک آدی بندھو سب باتوں کا پورنتیہ انومان کر ہنس کی اس اننت کالین جدائی کو دھیریہ کے ساتھ برداشت کریں گے اور آج تک کی سب پرکار کی تروٹیوں کو چھما کریں گے۔

ساتھ ہی ایک پرارتھنا اور ہے۔ وہ یہ کہ جب بھارتیہ ساہتیہ پریشد کا پرکاشن کاریہ دلی سے ہوگا۔ اتہ کوئی بھی سجن ہمارے پتے پر پتر ویوہار نہ کرے''سستا ساہتیہ منڈل''دلی کے پتے پر ہی کرنے کی کرپا کریں۔

(ہنس 12 اگست 1936)

پرگتی شیل ساہتیہ اور کلا کاورتی 'ہنس'

ہماری ساہتیک جڑتا

سماج کے سانسکرتک وکاس میں ساہتیہ سرودا سے ایک پرانونت شکتی رہا ہے۔منشیہ کے وچاروں اور بھاووں میں جو کچھ سندر اور ستیہ ہے، اسے اس نے اپنے میں استھان دیا ہے۔تدوپرانت یہ شاریریک اور مانسک سنکرنتا تتھا غلامی کے وِرودھ ہمیشہ یدھ ٹھانتا رہا ہے۔اپنے گتیا تمک سوروپ میں اس نے ہمیشہ جیون اور سماج کے اُدات اور سکھ پَرد وِچاروں کے لیے بھومی تیار کی ہے۔یدھپی سماج کے ویکتی وادی آدرشوں سے ایک پران رہنے سے ادھکانش میں اس کی منوورتی ویکتی وادی رہی ہے۔تتھاپی کئی اوسروں پروہ آپ سے آپ منشیہ کے این بھاؤ سے اوپر اٹھا ہے۔وستوتہ انتی مولک ویشو وادہی سرودا اس کا پریہ آدرش رہا ہے۔

لیکن بھارت ورش نے اپنے آپ کو اس سیما تک الگ رکھا ہے کہ اب کا اس کا ساہتیہ پرگتی مان پریرناؤں سے سروتھا اُنمکت ہوگیا ہے۔کلپت استیتو میں وِشواس کر بھکتی یا ادھیاتم میں شانتی لابھ کرا تھوا بھاوناووں کا کام سوندریہ وررِت کرتا ہوا بھارت صدیوں پُر وجیون سے اُداسین ہوگیا۔مرگیا۔اور یہ شوچنیہ استھیتی اب بھی جاری ہے۔سماج کے انھیں آدرشوں کو اپنائے، انھیں درشٹی کونوں کو لیے بیٹھے ہم آج بھی مدھیہ یگ کے واسی ہیں۔شِگھر گامی پریورتنوں کے مارے جیسے اس کی چیتنا مند پڑ گئی ہے، اور یدہپی آج مَولک پریورتن جاری ہے، تتھاپی شیتھل تتھا انت میں مرڑ ونموکھ پرتی کریا کا بھاو ہم میں کار یہ کر رہا ہے اور اپنی ہستی بنائے رکھنے کی پران پرن سے چیشٹا کر رہا ہے۔جیون کی واستو یکتا سے آنکھیں موند لینے کی گھاتک منوور یتی پُرانن سنسکرتی کے ادھ پتّن (1) کے بعد بھارتیہ ساہتیہ میں آوِربھوت ہوگئی ہے پرینام سوروپ آج شریر اور آتما دونوں ہی درشٹیوں سے زرجیو ہوگیا ہے۔ہمارے کوی آج بھی نیراشیہ

1۔زوال

گیت گانے اور سُر وسونیو چھاور کرنے میں مگن ہیں۔ ہمارے لیکھک ابھی تک ان گنت وستو استھتیوں کا گُن گان کرتے ہیں، جو کسی دن تھیں؛ پراب بھوشیہ میں کبھی نہ ہوں گی۔ ویراگیہ اور پرلوک پوجا کے بھاو آج دن بھی راج کر رہے ہیں۔ ہمارے اپنیاس کار ابھی تک اپنے نایکوں کے کام ویکاروں کے چتر کھینچا کرتے ہیں، ہمارے ناٹک آج بھی بھاوناؤں کے دوندو الیکھن تتھا اس سنسکرتی کے ورنن میں ویست ہیں، جو کبھی ہو چکی ہے، مٹ چکی ہے۔ وستوتہ ہمارے ساہتیہ نے وہ وِویچناتمک انتر درشٹی (1) پراپت ہی نہیں کی، جو جیون کے پرسنگوں اور ستیہ کو یتھا وِدھی پرکھ سکیں۔ ابھی تک وہ اس آلوچناتمک وِجویک کو پراپت نہ کر سکا، جو جیون کی مول سمسیاؤں پر پرتی بمبت، پرتی مکھی تتھا پونر بھاوناتمک دھارناؤں کو ہرا سکے اور ورگ واد، جاتی وِدویش وِشواچھر نکھلتا تتھا منشیہ منشیہ کی لوٹ کھسوٹ کی ساہتیہ درشٹی کی منور یکھاؤں کا ودھونش کر سکے۔ ساہتیہ سریجن میں ویگیانک وویک واد کا آوِربھاو کر سودیش کی اُنتی کی مہت کامنا میں واستوک سہایتا دینے کی ابھیلاشا اب تک اس میں کہاں؟ نشچے ہی، اسے ان سامپردائک ورڑوں کے پنجوں سے بچانا پڑے گا، جن سے جکڑا جا کر وہ آج دن تک پتت ہوتا چلا آتا ہے۔

ساہتیہ میں پرگتی کا ارتھ

ہمارے ساہتیہ کو جنتا کے ہردے کے ساتھ ایک کر دینے کی اتینت آوشیکتا ہے جس سے وہ سارو جنک جیون سے پر پرت جنتا کی آتما کے ساتھ جی سکے۔ دیش کی ورتمان پرتی کریا کی بھاونا کو ہمارا نوین ساہتیہ سبھی پہلوؤں سے جانچے، دیکھے، سودیشی اور بدیشی سُروتوں دوارا رچناتمک اور وویچناتمک کاریہ کرتے ہوئے دیش کو اس کی پرگتی کے پتھ میں ساتھ دے، جو نرجیو ہے، گلِت ہے، جو ہمیں وِویک ہینتا کی اُور پریریت کرتا ہے۔ اسے ویموکھی۔ وام سمجھ کر ٹھکرا دینا چاہیے۔ جو ہم میں آلوچناتمک انتر درشٹی جاگرت کرتا ہے، جو پرتھاؤں اور ورڑوں کو وِجویک سے پرکھتا ہے، جو ہمیں کرم کے لیے پریریت کرتا ہے، اپنے آپ سنگھٹِت ہونے، اپنے میں آوشیک پریورتن کرنے تتھا پرتیک تتھیہ کو یتھا سادھیہ دیکھنے کی شکتی دیتا ہے، جو ہم میں مانو یہ سوندر یہ بھاونا کو دِرڑھ (2) کرتا ہے، اس کو اتّی مولک (3) سمجھ کر گرہن کرنا چاہیے۔ ''پرگتی شیل لیکھک سنگھ'' نامک ایک سنستھا الہ آباد، لکھنو، دلی، لاہور، بمبئی، مدراس، پٹنہ، کلکتہ اور بھارت کے انیہ پرسدھ نگروں میں اپنی شاکھاؤں کے ساتھ استھاپت ہو چکی ہے۔ یووک لیکھکوں اور عام جنتا نے اس کا سپریم سواگت بھی کیا ہے۔ گت نو اور دس اپریل کو لکھنو میں اس نے اپنا

1۔ باریک بینی 2۔ مضبوط 3۔ ترقی دینے والا

وارشک ادھیویشن ان پنکتیوں کے لیکھک کے سبھاپتتو میں منایا تھا، جس میں بھارت کے سبھی پرانتوں کے کلا کاروں نے بھاگ لیا تھا۔ یہ نرویواد ساہتیہ میں پرگتی مان پریورتن کی اچھا کا دھوتک ہے۔ دہلی سے اس پرکار کے شُلادھیہ ساہتیہ کے وردھن کے لیے ایک پتر بھی پرارمبھ کیا گیا ہے۔ انتیہ پرانتیہ بھاشائیں بھی انھیں آدرشوں سے پریریت ہو' ایک دوسری سے اپنا ناطہ درڑھ کر رہی ہیں۔ اتہہ یہ شوچنیہ ہوگا، یدی بھارت کی راشٹریہ بھاشا ہندستانی اس پریتن سے پیچھے رہ جائے۔

ساہتیک پُنر نِرمان کے لیے ہماری یوجنا

اب تک پرانتیہ ساہتیوں کے راشٹریہ کرن کے لیے ادیوگ شیل 'ہنس' سے مانگی گئی ضمانت اور تدو پرانت 'ہنس لیمیٹڈ' کے پروپرائٹروں دوارا اس کا پرکاشن بند کر دیے جانے کے وِشے میں ہمارے پریمیوں نے اوشیہ سنا ہوگا۔ اب ضمانت دے کر میرے اتیرکت سریُت جینندر کمار اور شری بھارتیہ کے سمپادکتو میں سُوستھ اور اُنتی مولک ساہتیہ کے سریجن وردھی تتھا پرچار کے اُدّیشیہ سے پنہہ اسے چالو کرنے کا نشچے کیا گیا ہے۔ اس میں ویشیش کر بھارت اور سادھارن تیہ وِشوجنین پرگتی مان آندولنوں پر ہندی کے سرومانیہ اور پرتیشٹھت لیکھکوں کے لیکھ رہیں گے۔ کرم یوگیوں اور مہان کلاکاروں کی جیونیاں، کہانیاں، دھارا واہک اپنیاس، پستکا ولوکن آدی اس کی مکھیہ ویشیشتائیں ہوں گی۔ بھارت کے نوجیون کے اُدّیشیہ سے وہی ہمارا سادھن ہوگا جو اس اُدّیشیہ کی سِدھی میں سہایک ہو۔

راج نیتک، ساماجک، نیتی اور منو ویگیانِک وِشیوں پر جو ہمارے سامنے ہیں، سندر تتھا روچک لیکھ رکھیں گے۔ مانو جیون کے پرارونت پریہاس سے وہ انمکت نہ رہے گا۔ وہ وچار اور ونود دونوں کے لیے اچت سامگری پرستُت کرے گا۔ اکھل وشو کے سمکچھ اپنے وچاروں کو رکھنے کے لیے پرانتیہ ساہتیہ کاروں کو چھیتر پردان کرنے والا یہ پتر انتر پرانتیہ رہے گا۔ وِشو کی اننت ویچار دھاراوں کے ساتھ رہ کر وہ انتر راشٹریہ بھی ہوگا۔ سنچھیپ میں کلا تتھا ساہتیہ میں جو کچھ گلت، کلوشِت جرجر تتھا نیسن پران ہوگا، اس کا پورن سمرتھن ہوگا اور سندیش واہک بھی۔ یہ یوجنا ہم اس وشواس کے ساتھ رکھ رہے ہیں کہ اس مہان انوشتھان میں لیکھک تتھا کوی اپنی رچناؤں سے، پاٹھک اپنی ادارستی سے کلاکار اپنی وشِشٹ کرتیوں سے ہمیں پردتساہت کریں گے۔

پرتیک پرامرش کا ہاردِک سواگت ہوگا۔

(ہنس، ستمبر 1936)

شکشا وبھاگ اور کانگریس

یوں تو ہمارے شکچھا وبھاگ نے ہمیشہ راشٹریہ آندولنوں کا وردھ کیا ہے اور چھاتروں کو اس سے الگ رکھنے کی برابر کوشش کی ہے، پر اب کی بار تو اس نے نشچے سا کرلیا ہے کہ اس کے چھاتروں کو آزادی کی بھنک بھی نہ پڑنے پائے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ چھاتروں کو اپنا سمے ودیابھیاس میں لگانا چاہیے۔ ایکاگرچت ہوکر گیان لابھ کرنا چاہیے، پر اس کا یہ ارتھ نہیں ہے کہ دیش پر چاہے کتنا ہی بڑا سنکٹ آپڑے، ہمارے چھاتر کتابوں کے کیڑے اور پریکچھاؤں کے داس بنے رہے۔ ہمارا اوشواس ہے کہ اسکاؤٹنگ کا جیسا اچھا ابھیاس کانگریس کے سیم سیوکوں کو ہوسکتا ہے وہ کرترم سادھنوں دوارا کداپی نہیں ہوسکتا۔ کانگریسی جتھے کے ساتھ ایک بار نکلنے میں جتنا مانسک اور ادھیاتمک وکاس ہوسکتا ہے، اتنا برسوں کی رٹنت اور پڑھنت سے بھی سمبھو نہیں۔ ایک بار دو چار ڈنڈے کھالینا یا دو چار مہینے کے لیے جیل یاترا کرلینا، ہردے اور مستسک دونوں ہی کے لیے مہان لابھکاری ہے۔ شکچھا کا سروتم روپ ہے، انوبھو۔ انوبھو ہین شکچھا جیوتی ہین دیپک ہے، جیون کے بجیو سنگرام میں جو انوبھو پراپت ہوسکتا ہے وہ اور کہاں ہوسکتا ہے اور یہ وہ سنگرام نہیں ہے جس میں آدمی کی تقدیر کی ٹھوکروں سے جا پڑتا ہے، یہ آسمانی بلا نہیں ہے۔ یہ اپنی آتما کو، اپنی بدھی کو، اپنے آپ کو اسو بھاوک بندھنوں سے مکت کرنے کی جاگرتی پورن چیسٹا ہے۔ آندلنوں سے چھاتروں کو دور رکھنے کی کوشش وہی شاسن کرسکتا ہے جس کی بنیاد بھے اور مورکھتا پر ہو۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا ہے کہ جب یوروپیہ یدھ چھڑا ہوا تھا تو اسکول اور ودیالیہ بند ہو گئے تھے، تب یہ کہاں غائب ہوگئی تھیں، تب کیوں نہیں انگلینڈ کے اسکولوں کے انسپکٹروں نے انگلینڈ کے شکچھا وبھاگ کے منتری کے سبھاپتیوں میں یہ پرستاو کیا کہ چھاتروں کو اس سمر سے دور رکھا جائے۔ انگلینڈ کے لیے وہ سمے جتنا نازک تھا، اتنا ہی نازک ہمارے لیے یہ سمے ہے۔ اور جب یہ سارا ادیوگ کیول بھاوی سنتانوں کے لیے کیا جارہا ہے تو یہ کہاں کا نیائے ہے کہ وہی بھاوی سنتان دور سے کھڑی تماشا دیکھتی رہے۔ اس وشے میں

وارشک ادھیویشن ان پنکتیوں کے لیکھک کے سبھاپتیتو میں منایا تھا، جس میں بھارت کے سبھی پرانتوں کے کلاکاروں نے بھاگ لیا تھا۔ یہ نرویواد ساہتیہ میں پرگتی مان پریورتن کی اچھا کا دھوتک ہے۔ دہلی سے اس پرکار کے شُلادھیہ ساہتیہ کے وردھن کے لیے ایک پتر بھی پرارمبھ کیا گیا ہے۔ انتیہ پرانتیہ بھاشائیں بھی انھیں آدرشوں سے پریریت ہو،ایک دوسری سے اپنا ناطہ درڑھ کررہی ہیں۔ اتھہ یہ شوچنیہ ہوگا، یدی بھارت کی راشٹریہ بھاشا ہندستانی اس پریتن سے پیچھے رہ جائے۔

ساہتیک پُنر نِر مان کے لیے ہماری یوجنا

اب تک پرانتیہ ساہتیوں کے راشٹریہ کرن کے لیے ادیوگ شیل 'ہنس' سے مانگی گئی ضمانت اور تدو پرانت 'ہنس لیمیٹڈ' کے پروپرائٹروں دوارااس کا پرکاشن بند کردیے جانے کے وِشے میں ہمارے پریمیوں نے اوشیہ سنا ہوگا۔ اب ضمانت دے کرمیرے اتیرکت سریوت جیننددر کمار اور شری بھارتیہ کے سمپادکتوں میں سُوستھ اور اُنتی مولک ساہتیہ کے سریجن وردھی تتھا پرچار کے اُدیشیہ سے پنہہ اسے چالو کرنے کا نشچے کیا گیا ہے۔ اس میں ویشیش کر بھارت اور سادھارن تیہ وِشوجنین پرگتی مان آندولنوں پر ہندی کے سرومانیہ اور پرتیشٹھت لیکھکوں کے لیکھ رہیں گے۔ کرم یوگیوں اور مہان کلاکاروں کی جیونیاں، کہانیاں، دھارا واہک اپنیاس، پستکاولوکن آدی اس کی مکھیہ ویشیشتائیں ہوں گی۔ بھارت کے نوجیون کے اُدیشیہ سے وہی ہماراسادھن ہوگا جو اس اُدیشیہ کی سِدھی میں سہایک ہو۔

راج نیتک، ساماجک، نیتی اور منوویگیانِک وِشیوں پر جو ہمارے سامنے ہیں، سندر تتھا روچک لیکھ رکھیں گے۔ مانوجیون کے پرارونت پر یہاں سے وہ انمکت نہ رہے گا۔ وہ وِچار اور ونود دونوں کے لیے اچت سامگری پرستُت کرے گا۔ اکھل وِشو کے سمکچھ اپنے وچاروں کو رکھنے کے لیے پرانتیہ ساہتیہ کاروں کو چھیتر پردان کرنے والا یہ پتر انتر پرانتیہ رہے گا۔ وِشو کی انت ویچار دھاراوں کے ساتھ رہ کر وہ انتر راشٹریہ بھی ہوگا۔ سنچھیپ میں کلا تتھا ساہتیہ میں جو کچھ لِت، کلوشِت جر جر تتھا نیسن پران ہوگا، اس کا پورن سمرتھن ہوگا اور سندیش واہک بھی۔ یہ یوجنا ہم اس وِشواس کے ساتھ رکھ رہے ہیں کہ اس مہان انوشتھان میں لیکھک تتھا گوی اپنی رچناؤں سے، پاٹھک اپنی اُدارسمتی سے کلاکار اپنی وشِشٹ کرتیوں سے ہمیں پردتساہت کریں گے۔

پرتیک پرامرش کا ہارِدک سواگت ہوگا۔

(ہنس، ستمبر 1936)

شکشا و بھاگ اور کانگریس

یوں تو ہمارے شکچھا وبھاگ نے ہمیشہ راشٹریہ آندولنوں کا وردّدھ کیا ہے اور چھاتروں کو اس سے الگ رکھنے کی برابر کوشش کی ہے، پر اب کی بار تو اس نے نشچے سا کرلیا ہے کہ اس کے چھاتروں کو آزادی کی بھنک بھی نہ پڑنے پائے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ چھاتروں کو اپنا سمے ودیابھیاس میں لگانا چاہیے۔ ایکاگرچت ہوکر گیان لابھ کرنا چاہیے، پر اس کا یہ ارتھ نہیں ہے کہ دیش پر چاہے کتنا ہی بڑا اسنکٹ آپڑے، ہمارے چھاتر کتابوں کے کیڑے اور پریکچھاؤں کے داس بنے رہے۔ ہمارا اوشواس ہے کہ اسکاوٹنگ کا جیسا اچھا ابھیاس کانگریس کے سیم سیوکوں کو ہوسکتا ہے وہ کرترم سادھنوں دوارا کدا پی نہیں ہوسکتا۔ کانگریسی جھتے کے ساتھ ایک بار نکلنے میں جتنا مانسک اور ادھیاتمک وکاس ہوسکتا ہے، اتنا برسوں کی رٹنت اور پڑھنت سے بھی سمبھو نہیں۔ ایک بار دو چار ڈنڈے کھالینا یا دو چار مہینے کے لیے جیل یاترا کرلینا، ہردے اور مستسک دونوں ہی کے لیے مہان لابھکاری ہے۔ شکچھا کا سروتم روپ ہے، انوبھو۔ انوبھو ہین شکچھا جیوتی ہین دیپک ہے، جیون کے بجیو سنگرام میں جو انوبھو پراپت ہوسکتا ہے وہ اور کہاں ہوسکتا ہے اور یہ وہ سنگرام نہیں ہے جس میں آدمی کی تقدیر کی ٹھوکروں سے جا پڑتا ہے، یہ آسمانی بلا نہیں ہے۔ یہ اپنی آتما کو، اپنی بدھی کو، اپنے آپ کو اسو بھاوک بندھنوں سے مکت کرنے کی جاگرتی پورن چیسٹا ہے۔ آندلنوں سے چھاتروں کو دور رکھنے کی کوشش وہی شاسن کرسکتا ہے جس کی بنیاد بھے اور مورکھتا پر ہو۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا ہے کہ جب یوروپیہ یدھ چھڑا ہوا تھا تو اسکول اور ودیالیہ بند ہوگئے تھے، تب یہ کہاں غائب ہوگئی تھیں، تب کیوں نہیں انگلینڈ کے اسکولوں کے انسپکٹروں نے انگلینڈ کے شکچھا وبھاگ کے منتری کے سبھاپتیوں میں یہ پرستاو کیا کہ چھاتروں کو اس سمر سے دور رکھا جائے۔ انگلینڈ کے لیے وہ سمے جتنا نازک تھا، اتنا ہی نازک ہمارے لیے یہ سمے ہے۔ اور جب یہ سارا ادیوگ کیول بھاوی سنتانوں کے لیے کیا جارہا ہے تو یہ کہاں کا نیائے ہے کہ وہی بھاوی سنتان دور سے کھڑی تماشا دیکھتی رہے۔ اس وشے میں

پریاگ والوں نے جو کارروائی کی ہے اس کا ہم ہردیہ سے سمرتھن کرتے ہیں۔ ٹوڈیوں سے تو کچھ کہنا ویرتھ ہے لیکن جس میں آتم سمان کا ایک اڑو بھی ہے اسے صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ میں اس انرتھ کاری پروپیگنڈہ میں شریک نہیں ہوں گا۔ اور ایسے انیائے پروڑ بندھنوں کے ادھین اپنے بالکوں کو نہ پڑھاؤں گا، اس نوکری کے لالچ میں جو شاید کبھی نہ ملے گی، نویوکوں کے گلے میں غلامی کا پٹہ ڈلنا ہمیں تو کبھی سویکار نہیں ہوسکتا۔ ایسی پاٹھ شالاؤں میں لڑکوں کو بھیجنا جہاں راشٹریتا کا اس کٹھورتا سے گلا گھونٹا جارہا ہو، جو غلام پیدا کرنا ہی اپنا دھیہ سمجھے، ویسے ہی سروتھا لجاسپد ہے۔ ہمیں پوراوشواس ہے کہ شکچھا وبھاگ کو اس وشے میں منہ کی کھانی پڑے گی اگر سرکاری سہایتا بند ہوتی تو ہو، چھاتروں پر فیس بڑھا کر، ڈونیشنوں سے ادھیاپکوں کا ویتن گھٹا کر جس طرح بھی ہوسکے، اس چیلنج کو سویکار کر لینا چاہیے۔

(ہنس۔ جون 1930)

سائمن رپورٹ

سائمن رپورٹ پرکاشِت ہوگئی۔ خوب دھڑلے سے بک رہی ہے۔ سنتے ہیں، لاکھوں تک سنکھیاں پہنچ چکی ہے۔ انگلینڈ کے کچھ لوگ رپورٹ کی تعریفوں کے پل باندھ رہے ہیں، کچھ بگڑ رہے ہیں کہ یہ ودھان تو انگلینڈ کو غارت ہی کردے گا۔ بہت کم ایسے پرانی ہیں جو اس کی نندا کرتے ہوں۔ پر بھارت میں ایسا ایک بھی پرانی نہیں، جو رپورٹ کو کچرا، گھرنِت اور تیاجین کہہ رہا ہو، ہمارے لبرل، دوسرے سرکار بھکت اور سکھ بھی، جنھیں پرسن رکھنے کی اس رپورٹ میں جی توڑ کوشش کی گئی ہے روٹھے ہوئے ہیں، لبرلوں نے تو اس کی خوب درگتی بنائی ہے۔ یہی رپورٹ لکھنے کے لیے یہ کمیشن انگلینڈ سے آیا تھا۔ غریب بھارت کا لاکھوں روپیہ خرچ کیا، کتنی ہی جگہ ڈنڈوں کی برسا کرائی اور دیش میں پھوٹ کا بیج بویا اور انگریزی سرکار یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس رپورٹ کو بھارت کبھی سویکار نہ کرے گا۔ اتنے دنوں تک اس کی آڑ لیے شانتی پوروک بیٹھی رہے۔ اس رپورٹ کو دیکھ کر اب سدھ ہوا کہ انگلینڈ میں وِویک اور وچار کا دیوالا ہوگیا ہے۔ کیول سمراجیہ وادیتا کی زور ہے اور پشوبل ہی راج نیتی کا مول آدھار ہے۔ سمجھوتہ، اگر دونوں طرف دِل صاف ہوتے تو یہ ودھان سپھلتا سے چلایا جاسکتا۔ اگر شاسکوں کے ہردیہ میں کچھ پریورتن ہوجائے۔ تو اس ودھان کے دوارا دیش کا بہت کچھ کلیان ہوسکتا ہے مگر وہ change of heart کہیں نظر نہیں آتا اور ایسی دشا میں اس وِدھان سے کسی اپکار کی آشا نہیں کی جاسکتی۔ کچھ کاغذی پریورتن تو اوشیہ ہوجائے گا، کنتو جنتا کی دَشا پرورت ہی بنی رہے گی۔ یہی انیائے، یہی دَم، یہی اَنتی بھارت نے اس رپورٹ کو اسی طرح پیروں سے ٹھکرادیا، جیسے اس نے سائمن کمیشن کو ٹھکرادیا تھا۔

(ہنس جون 1930)

گول میز کانفرنس

ہم گول میز کانفرنس کے نندکوں میں نہیں ہیں۔ ہم سویکار کرتے ہیں کہ ہمارے کتنے ہی نیتا کیول راشٹرہت کے وچار سے اس میں شریک ہوئے ہیں اور طرح طرح کی بادھاؤں کا سامنا کرکے وے دیش کے اُدّھار کے لیے کوئی مارگ سوچ نکالنے میں جی جان سے لگے ہوئے ہیں۔ وے ان ذمہ داریوں کو خوب سمجھتے ہیں اور جو لوگ ان کی نندا یا اُپیکچھا کرتے ہیں وے ان کے ساتھ انیائے کرتے ہیں۔ یہ سمجھنا کہ کانگریس کے لیڈروں ہی نے عقل مندی کا ٹھیکا لے لیا ہے اور جو لوگ اس کے باہر ہیں، وے سب کے سب دیش دروہی ہیں سراسر انیائے ہے، گول میز میں ایسے ایسے انوبھوی نیتا شریک ہیں جن کی ہم نے سدیو عزت کی ہے اور اب بھی کرتے ہیں، ہمیں وشواس ہے کہ وے لوگ کوئی ایسا کام نہ کریں گے جس سے راشٹر کو ہانی پہنچے، لیکن ایک کا رخ دیکھنے سے ایسا انومان ہوتا ہے کہ انھیں اپنے کاریہ میں وشیس سپھلتا کی سمبھاؤنا نہیں۔ ایک طرف تو ہمارے مسلم نیتا ہیں جو مسٹر جناح کے چودہ شرطوں کو دیش کی بھاگیہ ریکھا بنا ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف ہندو نیتا ہیں جو ان شرطوں کو اسی دشا میں منظور کرانا چاہتے ہیں، جب پہلے یہ طے ہو جائے گورنمنٹ ڈومینن اسٹیس کے دشے میں اب یہ اسپسٹ ہو گیا ہے کی سامراجیہ کا کوئی بھی انگ اپنی اِیچھا نوسار سامراجیہ سے پرِتھک ہو سکتا ہے یہ پرتیک ڈومینن کے اِیچھا کے ادھین ہے کہ وہ جب تک چاہے سامراجیہ میں رہے اور جب اسے سامراجیہ میں رہنا اپنے لیے کسی کارن سے اہت کر معلوم ہو تو الگ ہو جائے، ایسی دشا میں ڈومینن اسٹیٹس پورن سوراجیہ میں بہت تھوڑا یا کیول نام کا انتر رہ جاتا ہے۔ ہمارے وچار میں بھی ڈومینین اسٹیٹس کی سویکرتی پر ہی مسلم شرطوں کو منظور کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر مسلم شروطوں کو سویکار کرنے میں بڑی بادھائیں کھڑی ہوں گی، سرکار کی جو نیتی ہے اس کا تقاضہ یہی ہوگا کہ مسلم شرطوں کو پردھانتا دے کر تھوڑا سا سدھار کر دے۔ ایسی دشا میں آپس میں ویمنسیہ ہی بڑھے گا۔ ہم یہ اسپشٹ کر دینا چاہتے ہیں کہ بھارت سدھار نہیں چاہتا، وہ اپنے

بھاگیہ نرنے کا ادھِکار چاہتا ہے۔ گول میز والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نمائشی سدھاروں کو سویکار کر کے وہ بھارت میں شانتی استھاپن نہ کر سکیں گے۔ ہم ان سے انورودھ کرتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ زور اس بات پر دیں کہ کانفرنس کی پہلی شرط ڈومینین اسٹیٹس کی سویکرتی ہو۔ جب سرکار اس شرط کو مان لے تب وے آگے بڑھیں، انیتھا اپنی آبرو لے کر بھارت لوٹ آویں راشٹریہ سنگرام میں سمیلیت ہوجاویں، ہمارے لبرل نیتا ڈومینی اسٹیٹس کے ساتھ Safe Guards کی جو شرط لگا دیا کرتے ہیں اس کے وشے میں ہمیں یہی نویدن کرنا ہے کہ safe guards کی آڑ میں بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ ڈومینین اسٹیٹس کو کیول نام کا گورکھ دھندا بنایا جاسکتا ہے۔ ات ایو safe guards سے بہت ساودھان رہنے کی ضرورت ہے اگر روپیے کی تھیلی اور فوج پر سرکار کا ادھِکار رہا تو ڈومینین اسٹیٹ کا کوئی ارتھ نہ ہوگا اس لیے ان دونوں وبھاگوں پر ہمارا ادھیکار پرم آوشیک ہے۔

(ہنس ستمبر 1930)

ویر بھومی باردولی

ستیہ گرہ سنگرام میں کسی سے چتوڑ نے جو لیش پراپت کیا اور بھارت کا مکھ جس بھانتی اجول کیا۔ وہی یش شستر سنگرام میں باردولی نے پراپت کیا اور اسی بھانتی بھارت کا مکھ اجول کیا ہے۔ سدھانت پر اپنا سروسو بلیدان کر دینے کی ایسی مثال اتہاس میں کداچت مشکل سے ملے گی۔ ویکتی گت روپ سے لوگوں نے بڑے بڑے تیاگ کیے ہیں اور اپنی آتما کی رکچھا کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں، پر ایک پرانت کا پرانت آدرش پر اپنا سب کچھ ارپن کر دے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج باردولی خالی ہے، وہاں چاروں طرف خاک اڑ رہی ہے۔ وہاں کی آدرش پر جان دینے والی جنتا سب کچھ تیاگ کر آس پاس کی ریاستوں میں جا بسی ہے۔ یہ نہ سمجھیے کہ ان کی دشا میں اتری بھارت کے کسانوں کی سی ہے۔ نہیں، وے چھوٹے چھوٹے زمیندار ہیں۔ کچھ لوگ کئی کئی ہزار سالانہ کر گر دیتے ہیں، ان میں ادھکانش ایسے ہیں، جن کے گھر والوں و دیشیوں میں دھنو پارجن کر رہے ہیں، ان کے گھر پکے اور وشال ہیں، گھر کے سامان مولیہ وان ہیں۔ ان کی جیون بھی ویسے سادھیہ ہیں، پر اس سے انھوں نے سدھانت پر سب کچھ ہوم کر دیا، ان کی جائیداد دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی، ان کے گھروں میں دوسرے لوگ آ آ کر بسیں گے۔ امانوسک ویوہار کی آشا نہیں رکھتے۔ ان کا یہ دیوی ساہس دیکھ کر ہم لجا سے سر جھکا لیتے ہیں، کیونکہ ہم اپنے میں وہ تپ اور وہ وشواس نہیں پاتے، تم دھنیہ ہو باردولی کے ویرو۔ اگر سنسار کی نیتا کہیں ہے تو تمھارا یہ تیاگ بے کار نہ جائے گا۔ تم نے سوراجیہ کو اپنے دھرم کا انگ بنا لیا ہے اور دھرم کی وجے اوشیہ ہوگی۔

ہنس نومبر 1930

نواں آرڈیننس

پنجاب کے ایک انگریزی پتر نے لارڈ اِرون کو لارڈ آرڈیننس کی آپادھی دی ہے اور ان آرڈیننسوں کی سنکھیا کو دیکھتے ہوئے جو گت آٹھ مہینوں میں جاری کیے گئے ہیں۔ یہ زیادہ کچھ بے جا نہیں معلوم ہوتا۔ جس وائسرائے کی سچائی اور نیک نیتی کی مہاتما گاندھی جی نے تعریف کی ہے وہ سوارتھی منتریوں کے ہاتھ کی یوں کٹھ پتلی بنے گا، اس کی آشا ہمیں نہیں تھی۔ تابڑتوڑ آرڈیننس نکلتے جارہے ہیں، حالانکہ جنتا پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اب نواں آرڈیننس نکالا گیا ہے جس نے کرمچاریوں کو کانگریس یا انیہ وِدروہی سنستھاؤں کے جائیدادوں کو ضبط کر لینے کا ادھِکار دے دیا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ نوکرشاہی کب تک سَرپ کی اُور سے آنکھیں بند کر کے بانبی پیٹتی جائے گی۔ اسنتوش نہ مکانوں میں ہے نہ جائیداد میں، وہ دلوں کے اندر ہے اور جب تک اسے نہ دور کیا جائے گا یوں بیرتھ چھاتی پیٹنے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ کیا کانگریس کے لیے کسی مکان کی ضرورت ہے؟ وہ کسی ورکش کی چھانہہ میں بیٹھ کر وچار کر سکتی ہے۔ اس کا کام اسی طرح بلکہ اور زوروں کے ساتھ چلتا رہے گا، اسے کوئی کوش کی کیا ضرورت ہے، جنتا کی سہانوبھوتی ہی اس کا اکھنڈ کوش ہے۔ جس میں سے اب تک کروڑوں روپے نکل چکے ہیں اور آگے بھی نکلتے رہیں گے۔

(ہنس۔ نومبر 1930)

شکچھا پرنالی میں ایک آوشیک سدھار

سامپردائک منوورتی کا سدھار کیسے ہو؟ ہمارے وچار میں اس کا ایک سادھن ہمارے شکچھا پاٹھی کرم میں تھوڑی سی تبدیلی ہے۔ ابھی تک ہندو مسلمان ایک دوسرے کے ریتی نیتی، وچار ویوچار، ساہتیہ اور درشن سے کورے رہتے ہیں۔ اورگت کئی برسوں سے یہ پرتھکتا اور بھی بڑھتی جاتی ہے ابھی بہت دن نہیں گذرے کہ ہندو بڑے شوق سے اردو فارسی پڑھتے تھے۔ بڑے بڑے سنسکرت کے وِدوان برہمن بھی اپنے لڑکوں کو فارسی اردو پڑھایا کرتے تھے، پرگت 30'25, برسوں سے پرستھتی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ اب ہندو فارسی کا نام نہیں لیتے اور مسلمانوں میں تو رحیم اور رس خان اب اکلپنیہ ہو گئے۔ جیوں جیوں یہ پرتھکتا بڑھتی جاتی ہے ہماری دھارمک کوپ منڈوکتا بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے یہ آوشیک ہے کہ ہم ایک دوسرے کا ساہتیہ پڑھیں۔ وچار سمجھیں، ان کے درشٹی کون کو جانیں۔ اس اُدیشیہ کو پورا کرنے کے لیے سب سے سگم اپائے یہ ہے کہ ہندی اردو نیچے سے اوپر تک لازمی کردی جائیں، تیسری ککشا سے بی اے تک دونوں بھاشائیں پڑھائی جائیں۔ بھاشا کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی سنسکرتی کا پریچے بھی چھاتروں کو ہو جائے گا اور راشٹریہ ایکتا کی جڑ مضبوط ہوگی۔ لپی اور شبد کا جھگڑا بھی آسانی سے مٹ جائے گا۔ ہر ایک شکشت منوشیہ ایک سی سرلتا سے ہندی اردو دونوں ہی لکھ پڑھ سکے گا۔ پھر آپ اپنی درخواست چاہے جس لپی میں لکھیں، اسے کوئی آپتی نہ ہوگی۔ زبان کی سمسیا کو حل کرنے کا اس کے سوا دوسرا اپائے نہیں۔ ساہتیہ کا من پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہی ہے، اگر انگریزی ساہتیہ پڑھ کر ہم سوادھینتا کی دہائی دیتے ہوئے بھی انگریزی کے غلام ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ ہندی اردو ساہتیہ کا ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ہمیں وشواس ہے کہ اس اپائے سے دونوں جاتیاں نکٹ تر ہو جائیں گی۔ کچھ سمے ہوا، مولوی حمید اللہ افسر نے لیڈر میں یہ پرستاو اپستھت کیا تھا اور اگر لیڈر میں پرکاشت پتروں سے جنتا کی رچی کا انومان کیا جاسکتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ شکشت سمودائے نے اس پرستاؤ کا سمرتھن بھی کیا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے، اس

کا شکشا کے ادھکاریوں پر کچھ اثر پڑا کہ نہیں، پر ہم میں سے ہر ایک کا کرتویہ ہے کہ وہ اس پرستاؤ کا سمرتھن کرے اور یدی ابھی نہیں تو سوراجیہ کال میں سکشا پدھتی میں سب سے زیادہ پہلے یہ سدھار کیا جائے۔ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی ساہتیہ پڑھ کر تو ہماری انگریزی سے میتری نہیں ہوئی، پھر ہندی اردو پڑھ کر ہندو مسلمان کیسے متر ہو جائیں گے؟ پنجاب میں ہندو خاص طور سے اردو پڑھتے لکھتے ہیں، پھر بھی مسلمانوں سے ان کا میل نہیں، بلکہ وہاں پر ویمنشیہ اور بھی، اُگر روپ دھارن کیے ہوئے ہے۔ اس کا جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب میں بھی ویمنشیہ اسی وقت سے بڑھا ہے جب سے بھاشا کا بھید بڑھا۔ جس دن لپی کی سمسیا حل ہو جائے گی اسی دن ویمنشیہ کی جڑ کٹ جائے گی۔ پھر ابھی تک ایک طرف معاملہ ہے ہندو تو اردو پڑھتے ہیں پر مسلمان لوگ ہندی نہیں پڑھتے۔ کیا تلسی اور سور کی منوہروانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا؟ ہندو آدرشوں کا کچھ بھی آکرشن نہ ہوگا، ایک دوسرے کے سنسکرتی کے گن کیا اپنا جادو نہ ڈالیں گے؟ ہندو تیاگ اور بلیدان مسلم بھراتر تو اور سمتا دلوں میں کچھ بھی جاگرتی اتپن نہ کرے گی؟ یوں تو لڑائی بھائی بھائی اور باپ بیٹے میں بھی ہوتی ہے، پر کبھی باپ ایک طرف، کبھی بیٹے دوسری طرف کھڑے ہو کر لٹھم لٹھ نہیں کرتے، بھارت ورش میں جو جاتی گت دویش ہے وہ ہمارے راج نیتک پرادھینتا کے کارن ہے۔ اس کا پورا پورا دمن تو سوراجیہ سے ہی ہوگا لیکن جس بیماری نے برسوں تک سماج کو کھوکھلا کیا ہے کیا اسے آپ ایک دو خوراکوں میں دور کر سکتے ہیں؟ سمپر دائک ودیالیہ جس لیگ کے اسمارک ہیں کیا وہ سماپت ہو گیا ہے؟ جس طرح ودیا شرکھتا سے شریشٹھ ہے چاہے ودوانوں میں ایک ایک شبد پر لٹھ ہی کیوں نہ چل جائے، اس بھانتی دو جاتیوں میں پرسپر پریم پیدا کرنے کا ایک سادھن ایک دوسرے کے ساہتیہ کو پڑھنا ہے، چاہے اس کا اپواد ہی کیوں نہ نظر آئے۔

(ہنس۔ اپریل 1939)

ہمارے نیتاؤں کی بہکی باتیں

کبھی کبھی ہمارے وچارشیل نیتا بھی کوئی مولک اُکتی نکالنے کی دھن میں اوٹ پٹانگ بکنے لگتے ہیں۔ مولانا شوکت علی نے تو دیوانے ملاّ کا روپ دھرلیا ہے۔ آپ نے اپنے ایک ویاکھیان میں کہا میں ایک لاکھ گاندھیوں سے ''اکیلالڑنے کو تیار ہوں،، ایک دوسرے اوسر پر آپ نے لاکھ کی سنکھیاں کو کروڑ تک پہنچادیا۔ ہم نہیں سمجھتے اس طرح کے انمت پرلاپ سے مولانا کی منشا کیا ہے۔ یدی وہ اپنے الوکِک باہوبل کا پردرشن کرنا چاہتے ہیں تو ایسے واکیوں سے ان کی دربلتا اور بھی پرکٹ ہوتی ہے۔ مہاتما گاندھی کی شکتی ان کے باہوبل میں نہیں ان کے آتم بل میں ہے۔ جس نے بھارتیہ سرکار تک کو ہلا دیا ہے اور جو نکٹ بھوشیہ میں مسلم لیڈری بھی ان کے ہاتھوں سے چھین لے گی۔ زمانے کا رخ کہے دیتا ہے کہ جو لوگ راشٹریتا سے وِدروہ کریں گے انھیں منہ کی کھانی پڑے گی۔ وہ دن اب لدا جارہا ہے جب پرتھکتا اور مسلم ہتوں کا سبز باغ دکھا کر مسلم جنتا کو ٹھگا گیا تھا اب جنتا سمجھنے لگی ہے کہ بھارت میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی ناؤ پر سوار ہیں۔ ڈوبیں گے تو دونوں ساتھ ڈوبیں گے۔۔ پار لگیں گے تو دونوں ساتھ پار لگیں گے۔ کانپور کا دنگا ہمیں وشواس ہے ہندو مسلم ویمنسیہ کا انتم اچھواس تھا۔ آج نیشنلسٹ مسلمان سمست بھارت ورش میں سنگھٹت ہورہے ہیں اور شیگھر ہی دنیا دیکھے گی کہ پرتھکتا کے آپاسکوں میں سرکار کے پٹھوؤں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

اگر مولانا شوکت علی نے اس پرلاپ سے اپنے کو ہاسیاسپد بنالیا ہے تو سردار پٹیل نے بھی گجرات میں ایک دوسرے طرح کے پرلاپ سے اپنی ان بھرتا پرکٹ کی ہے۔ آپ نے ایک ویاکھیان میں فرمایا'' بھارت میں گھور سنگرام چھڑنے والا ہے اور جنھیں اپنی جان پیاری ہو انھیں بھارت سے پرستھان کر جانا چاہیے۔ سردار پٹیل کو چاہے جان پیاری نہ ہو، لیکن اور تو سبھی منشیہ کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ وہ اس ویوستھا کو لانے میں اتنے ہی اتساہ اور تیاگ سے یوگ دیتا ہے جس میں جیون ادھک سکھی ہے۔ سوراجیہ

کے لیے ہم اس لئے لڑ رہے ہیں کہ ہمیں اپنی جان پیاری ہے اور ہم اسے ایسی پرستھتی میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ جہاں وہ سوچھند روپ سے انتی کر سکے، جو مر جانا ہی اپنے لیے شبھ سمجھتا ہے وہ سوراجیہ میں کداچت یوگ نہیں دے سکتا۔ پھر سردار صاحب کو جان پیاری نہیں ہے یہ کون کہہ سکتا ہے؟ ابھی دو سال پہلے وہ وکالت کرتے تھے، ولایت قانون پڑھنے گئے تھ، اس لیے کہ جان پیاری تھی اگر دو سال سے انھیں وشیش جاگرتی ہوگئی ہے تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جن پر وہ آج لانچھن لگا رہے ہیں کل انھیں بھی یہ جاگرتی پراپت ہو جائے۔ جن پرستھتیوں میں آپ کا ادھیکانش جیون بنتا ہے انھیں پراستھتوں میں اور بہت سے لوگ لوگ آج اپنا جیون کاٹ رہے ہیں اگر آپ ان سے پہلے چونک پڑے، تو آپ کو ان پر کٹا کچھ کرنے کا ادھکار نہیں ہے آپ کو چاہیے انھیں پروشارتھ اور تپ سے سچیت کریں اور ان پر فقرے چشت کر کے آپ ان کا دل دکھانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ سوراجیہ کا ٹھیکہ آپ نے ہی لیا ہے جس طرح آپ سوراجیہ کے اچھک ہیں اسی طرح اور لوگ بھی ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا ادھم پرانی پرانی جو سوراجیہ کا پریمی نہ ہو۔ آپ میں زیادہ شکتی اور سا ہس ہے۔ آپ شستر کر میدان میں آ جاتے ہیں، لیکن کیا جو آدمی آواز اور گولی بارود اور وردی کپڑے سے آپ کی سہایتا کر رہا ہے۔ وہ کسی گنتی میں ہی نہیں؟ کانگریس نے اس سنگرام میں کروڑوں خرچ کیا ہوگا یہ روپے سردار پٹیل کے گھر سے نہیں نکلے، یہ پبلک نے پردان کیے تھے۔ اس دھن کے بغیر سوراجیہ کا آندولن ایک دن بھی نہ چل سکتا۔ نمرتا یودھاؤں کے سرنگار ہے۔ ڈینگیں مارنا اور دوسروں پر آوازیں کسنا، ان کی شان کے خلاف ہے۔

(ہنس۔ اپریل 1931)

نئے سہیوگیوں کا سواگت

ماسک تیاگ بھومی کو سپتا ہک روپ میں دیکھ کر ہمیں کچھ وشیش آنند نہیں ہوا۔ تیاگ بھومی نے ماسک پتریکاؤں میں وشیش اشتھان پراپت کرلیا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک نیا چھیتر نکال لیا تھا۔ سپتا ہک تو اس ڈھنگ کے اور بھی کتنے ہی ہیں۔ پھر بھی یہ سمجھ کر کی ساپتا ہک روپ میں پتریکا کی اپیوگتا اور بڑھ گئی ہوگی ہم اس کا سواگت کرتے ہیں، ''ابھیودے،، میں کچھ دنوں سے بجیوتا کے لکشن نظر آنے لگے ہیں۔ اس کا ''گیٹ اپ' لیکھوں شیل اور ساہتیک رنگ نے اس میں ایک نئی سھپورتی ڈال دی ہے۔ پرتیک انک میں دو ایک اچھے لیکھ پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں سپتا ہک میں خبریں دینے کے موہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ خاص کر ایسی خبریں جن کا ہم سے کوئی سمندھ نہیں۔ پریما کا نیا انک ہاسیانک کے روپ میں نکلا اور سندر نکلا ہے۔ مگر ٹائٹل پر ہاسیہ کے دیوتا کا جو چتر دیا گیا ہے وہ کچھ جچتا نہیں۔ ہری اودھ جی کا برج بھاشا میں ''ہاسیہ روس'' شدسک لیکھ بڑا ہی منورنجک اور بھاؤپورن ہے۔

(ہنس۔ مئی 1931)

کیا کویتا ناریوں کا ہی شیتر ہے؟

اگر شریمتی سروجنی نائیڈو بلبل ہند ہیں تو شری متی شبدھرا کماری چوہان کو ہندی کی بلبل مانتے ہیں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ حال میں پریاگ میں کوتر لیوں کا سمیلن ہوا تھا۔ شری متی شبھدرا کماری اس کی پردھان تھیں۔ اس اوسر پر انھوں نے ایک بڑے معرکے کی بک وکتر تا، جس میں انھوں نے یہ دعوے پیش کیا کہ کویتا بھاو کی وستو ہے اور ناریاں بھاو پردھان ہونے کے کارن جتنی سندر رچنا کرسکتی ہیں پرش نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کی پرکرتی میں کٹھورتا ہے، مانا، لیکن پھر کویتریوں کی سنکھیا اتنی کم کیوں ہے؟ پراچین کال میں عورتوں میں شکشا کا آبھاؤ نہ تھا، پھر بھی استری کویوں کے نام بہت کم آتے ہیں۔ ہندی میں تو ایک میرابائی ہی ملتی ہیں۔ بالمیکی اور تلسی اور ہومر کیا پرش نہ تھے۔

(ہنس۔اپریل۔1933)

آیات اور نریات کے آنکڑے

ممبئی کے آیات اور نریات کی اگست، 32 کی جو رپورٹ نکلی ہے، اس سے وِدِت ہوتا ہے کہ 83،30 کروڑ کا مال آیا جو اگست، 31 سے 19 لاکھ یا 9 فیصدی اور اگست، 30 سے 29.58 لاکھ یا 8 فیصدی زیادہ تھا۔ یہ بڑھتی سوتی کپڑے (28.31)، ریشمی کپڑے (4.19) ہوئی۔ اس کے وِرودھ میں جانے والے مال کپاس (16.3)، لوہا (6.11)، رنگ (5.08 لاکھ) اور کل میں (3 لاکھ) کمی ہوئی۔ سونے کی رفتنی 3.49 کروڑ تھی۔

اس آرتھک ورش کے پہلے پانچ مہینے کے آنکڑوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سمے کے گت ورش سے 10.48 کی آیات میں بیشی ہوئی، لیکن نریات میں 9.99 کروڑ کی یا 48 دیسی بیشی ہوئی۔

(جاگرن 5/اکتوبر، 1932)

ماں وِجیے!

آ رہی ہو؟ آؤ، ماں! ہمارے انتستل کی ادھیر آ کانشاؤں کے پکار پنتھ کو اپنے چرنوں سے پوتر کر دو! ہماری منگل آشاؤں کے سوپن لوک کو اپنی تسیم (1) کرونا کے کومل آلوک سے ابھبھوت کر دو! ہمارے اونگھتے پوروش کو للکارو اور ہماری آریوچت (2) کرتویہ بھاونا کے بھیترا بھنو، چیتنا، شکتی کا سنچار کر دو ماں!

کیا کہہ رہی ہو ماں؟ ہم کائر ہیں، کپوت ہیں، ڈر پوک ہیں، سوارتھی ہیں، وِلاسی ہیں، آلسی ہیں، اکرمنریہ (3) ہیں، اندھے ہیں؟ سچ ہے ماں۔ اس میں جھوٹی بات تو ایک بھی نہیں؛ لیکن ....لیکن کیا یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم تمھاری گھرِ نا اور اپیکشا (4) کے پاتر ہیں۔ نہیں، بیٹے اوروں کے لیے برے ہو سکتے ہیں؛ پر اپنی ماں کے آگے وہ دمکتے ہوئے ہیرے کی طرح ملیہ وان اور چمکتے ہوئے تاروں کی طرح بھلس مان (5) ہیں۔ ماں، ہم چاہتے اور کچھ نہ ہو؛ اس بات کا گورو تو ہے کہ تم ہماری ماں ہو۔ نِکھِل (6) وشو میں اور بھی کسی نے ایسی ماں پائی ہے؟ کبھی نہ مرجھانے والے وردان۔ پُشپوں کی اتنی سندر وجے مالکا اور بھی کہیں کسی نے کبھی پہنی ہے؟ ہمارے لیے یہی کیا کم ابھیمان کی بات ہے ماں کہ ہماری ویبھو ہین کٹیا کو شری سمپن کرنے کے لیے، ہمارے پرانگن میں الاسی اور اتکرش کا نوتن اور بھاو کرنے کے لیے، ہماری آتمک پریرنا شکتی کو انوپاڑت (7) کرنے کے لیے تم آتی ہو، آتی ہو، برابر آتی ہو۔ کیوں آتی ہو ماں؟ اس لیے نہ کہ تمھاری اُپستھِتی کا انو بھو کر کے، ہم اپنے آپ کو جانیں، پہچانیں اور سمجھیں؟ اسی لیے نہ آتی ہو ماں، کہ ہم آتما نُبھوتی (8) کی گہرائی میں ڈوب کر انتر جیوتی (9) پراپت کریں اور اپنے اندھے پن کو چاروں اُور پھیلے ہوئے اپنے اس اندھکار کو نشٹ کر دیں۔ تمھارے بار بار کے اس آگمن کا اُدیشہ تو صرف یہی ہے نہ کہ ہم اپنے بھیتر سے کائرتا اور بھیروتا (10) کو مار بھگا دیں، اکرمڑتیا اور آلسیہ کا گلا

1۔ لامحدود 2۔ مناسب 3۔ بے عمل 4۔ اندیکھی 5۔ رخشندہ 6۔ مکمل 7۔ مائل، حمایت، تصدیق کرنا 8۔ اساسِ خودی 9۔ داخلی روشنی 10۔ بزدلی

گھونٹ ڈالیں، سوار تھا ندھتا اور ولاستا کا انت کر دیں! پھر یہ گلانی جوالا (1) سے بھری ہوئی بھرتسنا کیوں دے رہی ہوں ماں؟ ہماری بلکھتی ہوئی آشا کے کمپت اَدھروں کو کروناکے اسپرش سے پُلکت (2) بنا کر ہمیں وردان، ومنڈت (3) کر دو، پھر دیکھو، ہم تمھاری آنکھوں سے جھپنے لگتے ہیں یا نہیں؟

آہ! تم تو رونے لگیں۔ کیا ہمارے اس اندھکار نے تمھیں کوئی آگھات پہنچایا ماں؟ نہیں؟ تو پھر کیا ہماری ناسمجھی پر رو رہی ہو؟ ہم نے سمجھنے میں غلطی کی؟ تم جو کچھ کہہ رہی ہو، وہ بھرتسنا نہیں ہے؟ کیا کہتی ہو، وہ واتسلیہ (4) رس میں ڈوبی ہوئی پیار کی پرتاڑنا ماتر ہے؟ اب سمجھے ماں، اچھی طرح سمجھ گئے۔ مگر یہ بھرتسنا بھی ہو، تو برا کیا ہے؟ ہمیں یہی تو چاہیے۔ پیار سے کب تک سہلاتی رہوگی؟ اب ہم بچے نہیں رہے، ہمیں کبھی کبھی ڈانٹ پھٹکار بھی سناتی رہو۔ سچ کہتے ہیں ماں، کبھی کبھی مار بھی دیا کرو، نہیں تو اَتیشے دُلار سے ہم دنوں دن بگڑتے ہی جائیں گے۔ بھلا یہ بھی کوئی دُلار میں دلار ہے کہ تم آکر ہمارے سرہانے کھڑی رہو اور تمھارے منہ کی اور تاکتے رہیں، اب ہم وے یہ دُلار چھین لو ماں! ہاتھ پکڑ کر ہمیں اس اپاون (5) سکھ شیا پر سے اٹھالو! اب ہم سکھ کے بھوکے نہیں، دکھ کے بھوکے ہیں۔ ہمیں دکھ دو! دکھ کے تیرا نُبھوتی کے بنا ہم منشیتا کا مَرم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمیں وہی ویدنا (6) دو ماں، جو تم نے اپنے سب سے پیارے پتر 'گاندھی' کو دی ہے۔ وہی تڑپ دو ماں، جس نے آج سارے سنسار کو ہلا دیا ہے۔ وہی سنکٹ دو، وہی سنتاپ (7) دو، جس سے آج سمست وشواد ویلت (8) اُدیپت (9) ہوا ٹھا ہے۔

ہنس رہی ہو؟ ہمارے پاگل پن پر؟ نہیں ماں، یہ پرلاپ نہیں ہے، اُسپرٹ ہر دے کی آکانشا کی سچی ابھیویکتی ہمیں سکھ بہت ہے، چاہے وہ سب کے سب جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں؛ پرواستوک دکھ کی اُنھوتی کا ہم میں آبھاؤ ہے۔ کیا کہتی ہو! دکھ کی انھوتی لے کر کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسی سے تو ہوگا ماں! دیکھتی نہیں ہو، اسی ایک وبھو کو اپنا کر تمہارا وہ سابرمتی آشرم والا لنگوٹ دھاری بیٹا...وہ ڈیڑھ مٹھی کا اردھ نگن کا فقیر۔ آج سمراٹوں کا سمراٹ بنا بھومنڈل بھر کی آدھیاتمک ستا پر شاسن کر رہا ہے! ابھی ابھی اس نے اس کے بل پر جو ابھوت پورو وجے پراپت کی ہے، وہ آج تک کسی نے کہیں بھی کی تھی؟ اسے اگر یہ ندھی نہ مل گئی ہوتی، تو آج تمھارا یہ گورو کیسے بڑھتا، تمھارے مکھڑے پر آہلادجیوتی کی دھارا کیسے برستی؟ رام کو تو بھی تو تم نے پہلے دکھ دان ہی دیا تھا نہ؟ یاد ہے، اسے پا کر انھوں نے اپنی کرتویہ چیشٹا کا سوندریہ کتنا

1۔ ندامت کی آگ 2۔ شاد 3۔ سجانا، مرصع ساز 4۔ اولاد کے تئیں والدین کی محبت 5۔ منحوس
6۔ ٹھیس، درد 7۔ دکھ، تکلیف 8۔ متحرک 9۔ مشتعل، بیدار

ادھک بڑھالیا تھا! کیا بھول گئی کہ دکھ کی ہی سادھنا میں لین ہوکر انھوں نے تمھارے اکشے (1) وردان کی اپلبدھی کی تھی؟ 'عیسیٰ' اور 'بدھ' کو بھی تو تم نے یہی وبھوتی (2) پردان کی تھی ماں! اسی سے تو کہتے ہیں بھی وہی دو، جسے اپنا کر ہم اپنے کو تمھارے آشیرواد کے یوگیہ بنا سکیں۔

ارے تم تو پھر رو پڑیں! کیا میری اس کرونا یاچنا کے دھکّے سے تمھارا کرونارد ہردے ہل اٹھا؟ کیا کہتی ہو، ہم وینگیہ کرر ہے ہیں! اپنے چاروں اُور دکھ ہی دکھ دیکھ کر تمھیں طعنے مارر ہے ہیں؟ نہیں ماں، یہ نہیں ہے ہمارے چاروں اُور آدھیھا تک (3) ابھاو اور اوتر پتی (4) کے جو دکھ دل کھڑے ہیں، ان کے لیے ہم طعنے کسے دیں؟ وہ تو ہمارے ہی بلائے ہوئے ہیں، ہمارے پاپوں کے پرینام ہیں، ہمارے اپرادھوں کے دنڈ ہیں۔ ان کی شکایت ہم کس منہ سے کریں؟

ہمارے ہردے سوارتھ کے اندھکار سے بھر گیا ہے۔ اپنا سنیہہ دان کر کے، تم اس کے بھیتر ویدنا پردیپ کی اُدبھاست (5) جیوتی شکھا کا کمپن پھیلا دو! تبھی ہم اچھی طرح دیکھ سکیں گے کہ ہماری واستوک استھت کیسی ہے؟

ماں، آؤ! لیکن دیکھو، جیسے اور اور دفعے آکر چپ چاپ چلی جایا کرتی تھیں، اس بار بھی ویسا ہی مت کرنا، اس بار تمھاری دی ہوئی پتا کا ہمارے راشٹر کے گورومندر پر پھہرائے گی۔ اور پھہرائے گی اسی شان کے ساتھ، جس شان کے ساتھ آریہ پتروں کی وجے وجینتی پھہرایا کرتی ہے۔ ہم گرو نہیں کرتے ماں، سچ کہتے ہیں، اس بار 'باپو' کی تپسیا وجے نے، ان کی وجے کے الّاس نے، ہمارے بھیتر وہ ابھنو (6) آشا بھر دی ہے، وہ امروشواس جگا دیا ہے، جو ابھوت پورو ہے۔ وشو بھر کی پیڑاؤں کو پرشرے دینے والے، اس پتودھن کی ویدنا کے آلوک (7) میں آج ہم اپنے آپ کو دیکھ رہے ہیں، پہچان رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں، اسی لیے، اس بار تمھارا سواگت کرتے ہوئے ہمارے ہردے میں الّاس کی ویگوتی دھارا بڑی اُمڈ رہی ہے، ہرش کی ہلوریں اٹھ رہی ہیں۔

شتی دائینی ماں! ہماری ویدنا کی انوبھوتی میں وہ شکتی بھر دو، جس سے وشو بھر کے پاشوک سکھ دانوں کا سنہار (8) ہو جائے۔ ور دو! ہمیں وہ ور دو، جسے پا کر ہم کیول اپنے راشٹر کا نہیں، سنسار کے سمست راشٹروں کا ابھیشاپ مٹا سکیں۔ سکھ دو! ہمیں سہ سکھ دو، جسے پا کر ہم کسی ایسے سکھ کی کامنا نہ کریں جو دکھیوں کے دکھ کی اُپیکشا کرنے والا ہے۔ اَبھَیے ہم میں وہ نربھیتا بھر دو، جو اسہائے اور اپدشتھ (9) پرانیوں کے آگے گھٹنے ٹیکنا سکھاتی ہے اور ابتقا چاریوں کے آگے تن کر ٹوٹ جانا۔ وجیے! ہمارے اہنکار کا شیے (10) کر کے ہمیں وہ وجے دو، جسے پا کر ہم اپنے جیون سنگرام کا گورو بڑھا سکیں، اپنی سنیہہ مٹی جننی کے سچے سپوت کہلا سکیں۔ آؤ، ماں، آؤ! ہمیں اپنی پوجا کے پشپ بنا لو۔

جاگرن، 12/اکتوبر، 1932

1۔ لافانی 2۔ ماورائی قوت 3۔ جاندار سے متعلق یا ان سے پیدا 4۔ خواہش کی عدم تکمیل 5۔ تابناک، چمکتا ہوا 6۔ تازہ، نیا 7۔ روشنی، فلسفہ 8۔ خاتمہ 9۔ بےبس 10۔ زوال، فنا

بھارتیہ کرکٹ ٹیم کی واپسی

بھارتیہ کرکٹ ٹیم دگ وجے کر کے لوٹ آئی۔ یدیپی اسے اتنی شاندار کامیابی نہیں ہوئی، جتنی بھارتیہ ہاکی ٹیم کو ہوئی، پھر بھی اس نے انگلینڈ کو دکھایا کہ بھارت کھیل کے میدان میں بھی نگنیہ (1) نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اوسر ملنے پر بھارت والے دنیا کو مات دے سکتے ہیں، جیون کے ہر یک شیتر میں۔ کرکٹ میں انگلینڈ والوں کو گرو ہے۔ اس گرو کو اب کی بڑا دھکا لگا ہوگا۔ ہرش کی بات ہے کہ وائسرائے نے ٹیم کو سواگت کا تار دے کر سجنتا کا پریچے دیا۔

جاگرن، 12/اکتوبر 1932

کراچی سے مدراس تک ہوائی ڈاک

اب کراچی سے بمبئی ہوتے ہوئے مدراس تک ہوائی جہاز سے ڈاک لے جانے کا پربندھ کیا گیا ہے۔ مسٹر ٹاٹا اس ہوائی ڈاک کے ٹھیکے دار ہیں۔ اس ڈاک کے لیے دو آنا فی پیکیٹ اَدھِک محصول دینا پڑے گا۔

جاگرن، 26/اکتوبر 1932

1۔ ناقابل شمار، ناقابل اعتنا

شَیل بالا

اب کی دہلی میں مجھے 'شیل بالا' نامک بولتی ہوئی فلم دیکھنے کا سنیوگ ہوا۔ 'بیتاب' جی کا ڈراما ہے، گوہر جیسے مشہور اسٹار کی ایکٹنگ ہے، نایک کا پارٹ بھی کوئی بمبئی کا مشہور ایکٹر کرتا ہے۔ میں بڑی آشا لے کر مترو ور پروفیسر اندر اور جینیندر کے ساتھ تماشہ دیکھنے گیا۔ اُپستھتی (1) بری نہ تھی ڈرامہ شروع ہوا۔ ایک دیوکمار اور تاپسی کنیا کی پریم کہانی ہے۔ دونوں کا پریچے ہوتا ہے پہلی نظر میں دونوں پریم کے تیر سے بندھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد والے سین میں شیل بالا زمین کی بالو میں کچھ ٹٹولتی دکھائی دیتی ہے۔ اسی وقت دیوکمار بھی اس کی ٹوہ میں آ پہنچتا ہے۔ وہ شیل بالا کو بالو ٹٹولتے دیکھ کر پوچھتا ہے۔ ''تم کیا کر رہی ہو؟'' شیل بالا کہتی ہے۔ ''اپنا دل ڈھونڈھ رہی ہوں''۔ بس، دیوکمار بھی وہیں بیٹھ جاتا ہے اور بالو سمیٹنے لگتا ہے۔ دونوں کئی منٹ بالو ٹٹولنے کے بعد گیتوں میں سوال جواب کرتے ہیں۔ واہ! کیا غزل ہے۔ اڑا ہوگا، کھڑا ہوگا، پڑا ہوگا، گڑھا ہوگا۔ اس غزل کا قافیہ ہے۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پانچویں درجے کا پارسی ناٹک دیکھ رہا ہوں۔ وہی نیرس تک بندی، وہی بھاؤ ہین (2)، بکر ترم شعر گوئی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ایک کوِتّو ے (3) بھاؤ کی ایسی مٹی خراب کی جا سکتی ہے، اور اس ناٹک کار کے ہاتھوں، جس نے ناٹک لکھنے اور لکھانے میں زندگی بتائی ہے۔ کھوئے ہوئے دل کو زمین کی دھول بٹور بٹور کر کھوجنا، مانو روپیے گر گئے ہوں، کتنی لچر بھاؤنا ہے!

یہ درشید دیکھ کر آگے کیا ہونے والا ہے، اس کے لیے مجھے اُتسکتا نہیں رہی، اور میرا انومان بالکل ٹھیک نکلا۔ کیا ایکٹنگ، کیا گانا، کیا سمبھاشن (4)، کیا کتھانک، کیا کویتا، کسی لحاظ سے بھی اس ڈرامے کوئی تعریف کرنے قابل بات نہیں ہے۔ شیل بالا ایک جگہ اپنے عاشق کو دیکھ کر مارے خوشی کے پاگل ہو جاتی ہے اور مندر میں پوجا کرتے سمے اچھل اچھل کر لگاتار چھت سے لٹکتے ہوئے گھنٹوں کو بجاتی ہے۔ ایک بار

1۔حاضری 2۔بےرنگ، بےجذبہ 3۔شاعرانہ 4۔مکالمہ

نہیں، دو بار نہیں، تین بار نہیں۔ اگا تار کئی منٹ تک یہی اُمت (1) کریڑا ہوتی رہتی ہے اور یہ بات بھی نہیں کہ اس نے عاشق صاحب کے لیے کچھ بہت تپسیا کی ہو۔ پر ایہ روز ہی تو ملاقات ہوتی ہے، پر شیل بالا مارے آنند کے پاگل ہو جاتی ہے۔ اور ایکٹینگ کی اس سے بدتر مثال سوچی نہیں جا سکتی۔

دیو کمار کے پتا کو جب معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا پریم کے تیر سے گھائل ہو گیا، تو وہ اسے شیل بالا سے الگ رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ اور اس کی شادی دوسری سندری کنیا سے کرنا چاہتا ہے۔ دیو کمار اپنے پتا سے اس بات پر بگڑ جاتا ہے۔ باپ کی تیوریاں بدلی ہیں۔ انت میں لائق بیٹا باپ کے گال پر زور سے ایک چانٹا کرتا ہے اور بے حیا باپ اس وقت بھی زہر کھا کر نہیں مر جاتا۔ بیٹے کو قید کرا دیتا ہے، لیکن پھر بیٹے کا پریم دیکھ کر شیل بالا سے بیٹے کے وواہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ وِواہ ہو جاتا ہے اس کے بعد سہاگ رات کا لجا سپد درشیہ آتا ہے۔ پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس پر پھول بکھرے ہوئے ہیں عاشق صاحب معشوق کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اور معشوق مارے نزاکت اور شرم کے بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ!

ادھر جس راجکماری سے دیو کمار کا وواہ ٹھہرا ہوا تھا، وہ شیل بالا کو نیچا دکھانے کے لیے ایک شڑینتر رچتی ہے، اور ایک کا پالک کو اس کام کے لیے تیار کرتی ہے۔ کا پالک (6) راجا کے پاس جاتا ہے اور اس کے من پر یہ بھاؤ جما دیتا ہے کہ شیل بالا ڈائن ہے۔ دیو کمار ان دنوں کسی لڑائی پر گیا ہوا تھا۔ کا پالک اپنے آکشیپ (7) کی پُشٹی میں نگر کے بچوں کے سر کاٹ کاٹ شیل بالا کے کمرے میں گرا دیتا ہے۔ شیل بالا اس اوسر پر جس طرح چیخ چیخ کر رنواس بھری دوڑتی پھرتی ہے، اس طرح شاید کوئی دہقان لڑکی چلاتی پھرے۔ یہ کچھ نہیں پتا چلتا کہ کا پالک کس طرح نراسن (8) کا یہی ایک اپائے تھا؟ اور بھی بہت سے سوابھاوک اور سَرَل اپائے ہو سکتے تھے؛ پر کداچت وہ کافی سنسنی پیدا کرنے والے نہیں ہوتے۔ انت میں جب لڑکوں کی ہتیا سے شہر میں ہاہا کار مچتا ہے تو راجا اس کی چھان بین کرنے لگتا ہے۔ کا پالک اسی سے آکر شیل بالا پر دوش آروپت کرتا ہے۔ اس کے کمرے میں کٹے سر بھی نکل آتے ہیں۔ الزام ثابت ہو جاتا ہے۔ شیل بالا پکڑ کر قید کر دی جاتی ہے ادھر دیو کمار لڑائی پر سے لوٹ آتا ہے اور گھر خالی پاتا ہے۔ حال معلوم ہونے پر وہ شیل بالا سے جیل میں ملتا ہے۔ مگر شیل بالا پاگل ہو گئی ہے ہنستی ہے تو ہنستی رہ جاتی ہے، پاگل پن کا درشیہ بھی نہ سوابھاوک ہے، نہ کرونا جنک۔ اب راجکمار کی شادی نئی راجکماری سے ہو جاتی ہے۔ ادھر شیل بالا کو زندہ جلا دینے کا فیصلہ ہوتا ہے وہ چتا پر بیٹھتی ہے۔ آگ لگا دی جاتی ہے، مگر شیل بالا کسی

1۔ پاگل، سنکی 2۔ شیو مذہب کا ایک فرقہ۔ جس کا سادھو کپالک کہلاتا ہے 3۔ الزام 4۔ دربدری

طرح بچ نکلتی ہے اور تپسوی کا روپ دھارن کر لیتی ہے۔ دیو کمار کونی بیوی سے پریم نہیں ہے۔ شیل بالا کی یاد اسے گھیرے رہتی ہے۔ وہ گھبرا کر گھر سے نکل بھاگتا ہے، جنگل میں تپسوی شیل بالا سے اس کی ملاقات ہو جاتی ہے، اس کے بعد سے انت تک کا تماشا غنیمت ہے۔ مگر کتھا نک میں نہ کوئی مولکتا ہے، نہ ایکٹنگ میں کوئی خوبی، پارسی ناٹکوں میں جو برائیاں تھیں، وہ سبھی بڑھے ہوئے آکار میں یہاں بھی موجود ہیں۔ ایسے تماشیوں سے تو یہ کہیں اچھا ہے کہ بھن بھن دیشوں کے جیون درشیہ دکھائے جائیں۔ ان کی شادی اور غمی، ان کے تیوہار، ان کے ناچ، ان کے ہاٹ بازار۔ اس جنتا کا بہت کچھ گیان وردھن ہو سکتا ہے۔

جاگرن، 12/اکتوبر 1932

کچھ وشیش

اس انک سے سماچار سنکلن استمبھ ہم نے نکال دیا ہے انیک پاٹھکوں کے مت میں یہ استمبھ ویرتھ تھا۔ سماچاروں کے بجائے اب ایک کہانی اور ادھک دی جایا کرے گی۔ ایک آدھ لیکھ بھی بڑھے گا۔ اس پرکار اب 'جاگرن' کی پرتیک سنکھیا استھئی ساہتیہ سے پورت اور پڑھ کر رکشا کے ساتھ رکھنے کی چیز ہوگی۔

اس انک سے 'جاگرن' میں ایک فارم بڑھا دیا گیا ہے، 24 کے بجائے اب 28 پرشٹھ ہو گئے ہیں۔ آگے چتر اور پرشٹھ سنکھیا شیگھر ہی اور بھی بڑھائی جائے گی۔

جاگرن، 26 اکتوبر، 1932

بیما کمپنیوں کی اُدھکتا

لاہور سے پرکاشت ہونے والی ایک انگریزی پتریکا نے، جو کیول بیما کمپنی کے ویوسائے تک ہی اپنے دھیان اور سوارتھ کو کیندرت رکھتی ہے، ایک بہت ہی مہتوپورن پرشن کی اُور ہمارا دھیان آکرشت کیا ہے۔ بیما کمپنیوں پر سرکار کی جو سب سے تازہ رپورٹ پرکاشت ہوئی، اس سے کئی مہتوپورن ادھرن (1) لے کر، اس پتر کار نے یہ دکھلانے کا پریاس کیا ہے کہ بیما کمپنی نیم بیما کمپنیاں بھارت میں کھل گئی ہیں، پر ان کا ویوسائے بہت ہی مندا ہے۔ لابھ شونیہ سا ہوتا جا رہا ہے۔ اور یدی شیگھر ہی کئی کمپنیاں ٹوٹ جاویں گی۔ اور اس سے بیما کمپنیوں کے پرتی بڑھتی ہوئی شردھا تتھا وشواس کو گہرا دھکا پہنچے گا۔ بیما چاہے وہ کمپنی کا ہو یا انیہ چیزوں کا، آج کل کے زمانے میں ایک نتانت آوشیک چیز ہے اور ہم ہر ایک شکشت یا اشکشت ناگرک کو بیما سے لابھ اٹھانے کی صلاح دیتے ہیں۔ پر ساتھ ہی سرکاری رپورٹ نے کچھ کمپنیوں کے کاروبار کے وشے میں شنکا پرکٹ کی ہے، تتھا جس کی اُور ہمارا دھیان آکرشت کیا گیا ہے، وہ بھی بڑی ضروری بات ہے اور تُرنت قانون بنا کر اس پرکار کے ناش سے سُوتبہ (2) کمپنیوں کی، تنہا اس سے اُتپن ہونے والے برائیوں سے ہماری رکشا کرنی چاہیے۔

جاگرن، 19 دسمبر 1932

---

1 اقتباس 2 خود بخود

آوشیک کرتویہ

بھارت سیوک سمیتی کے اپادھیکش پنڈت ہردے ناتھ جی کنجرو آج کل اپنا سمو چا سے ہریجنوں کی سیوا میں لگا رہے ہیں۔ وہ بڑلا دوارا استھاپت اکھل بھارتیہ اچھوتو دھار سمیتی کی یگت پرانتیہ (1) شاکھا کے سبھاپتی ہیں۔ اس سمیتی کا یہ کاریہ کرم ہے کہ وہ پرتیک نگر میں ہریجن سیوک شاکھا استھاپت کرے۔ اس لیے کنجرو پرتیک نگر میں دورہ کر شاکھا استھاپت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا دورہ شروع بھی ہو گیا ہے، کانپور میں پرتین کر رہے ہیں۔ انیتر ہم اس وشے میں ایک اپیل بھی پرکاشت کر رہے ہیں۔ یہ کاریہ اتنا اپیوگی ہے کہ اس دشا میں کسی بھی نگر کو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ کنجرو جی کے بنا دورا کیے ہی یدی پرانت کے پرمکھ نگر اپنے یہاں سواولمبی (2) شاکھا استھاپت کرلیں تو یہ اتینت ہی اچت ہو۔ کیا ہمارے پرانت واسی دھیان دیں گے؟

'جاگرن' 9 جنوری 1933

1۔ مع صوبائی 2۔ خودکفیل

الور نریش

انیتر ہم نے ’بگل‘ (لاہور) کے سمپادک شری فیروز چند کا الور سمبھیتا پر ایک سار گربھت (1) لیکھ پرکاشت کیا اور آشا کرتے ہیں کہ پاٹھک لیکھ کی پرتیک پنکتی کو دھیان پوروک پڑھیں گے۔ اس لیکھ میں الور دنگے کا کارن اس کے ذمے دار تھا تیسرے شرارتی کے وشیے میں وِدوان لیکھک نے جتنے کارن بتلائے ہیں۔ سبھی ہمیں مانیہ سویکار ہیں، تتھا ہمیں اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ بھارت سرکار اس وشیے میں اتنی دِرڑھتا کے ساتھ اپنے کرتویہ کو نہیں نبھا رہی ہے، جیسا کہ چاہیے اور وہ اس دوش کی بھاگی ہے کہ دیشی ریاستوں کے نریش برٹش ریاستوں کت شرارتیوں کے شکار بن رہے ہیں۔

جیسی آشا ہے، شاید الور کے انتر نگ (2) پر بندھ میں بہت کچھ برٹش افسروں کا ہاتھ ہو جاوے۔ جو لوگ الور کے وِردھ بلوہ کر رہے تھے، انھیں تبھی یہ سبق ملے گا کہ گئے چھبے بننے، دو بے ہو کر لوٹے۔ پر اس پرکار کے دنگوں کے بعد دیشی ریاستوں کے شاسن میں سرکار کیوں ہستکشیپ کرتی ہے، یہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ برما وِدرُوہ کے پھل سوروپ سر چارلس ان سے کی گورنری کا کاریہ کال بڑھایا گیا تھا۔ موپلا وِدروہ کے بعد بمبئی سرکار میں کیا ہیر پھیر ہوا؟ اور ان بلوؤں کا اور الور یا کشمیر کے دنگے کا کیا مقابلہ! بڑوں کی بات بڑے ہی جانیں۔

جاگرن، 6 فروری 1933

1۔ پرمغز 2۔ اندرونی

جوری ٹرائل

خون یا فوجداری کے مقدموں میں جوری کی یا پنچ کی صلاح لینا، ایک پراچین پرتھا ہے؛ پر آج کل بھارت کی عدالتوں میں اس پرتھا کو جو روپ دیا گیا ہے وہ بھارت کے لیے کیا ہے؟ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، یہاں کے نیایالیوں میں جوری کا اتنا آدر نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کئی ایسی اَسُو دھائیں ہیں، جس سے پرتی دن ناگرک اس پد پر نمنترت کیے جانے سے، بہانے بازی کر، کام نہیں کرنا چاہتے۔ جوری کو جتنا بھتا ملتا ہے، وہ اس کی ہانی دیکھتے ہوئے اتنا کم ہوتا ہے کہ ادھکانش لوگ جوری میں بلائے جانے کے نام سے ہی کانپ اٹھتے ہیں۔ یہی کارن ہے کہ بھارت میں جوری پرتھا وشیش سپھل نہیں ہو رہی ہے۔

پھر بھی یہ کہنا کہ یہاں کے جوری نِشپکش (1) نہیں ہوتے، ان کی نیت خراب ہوتی ہے، ان پر وشواس نہیں کیا جا سکتا اِتیادی یہاں کے دیش واسیوں کے چرتر پر ہی دوش لگانا ہے، اور ہمیں بڑا دکھ ہے کہ پٹنہ ہائی کورٹ کے سَمانت ججوں نے کیول ایک مقدمے کی گتی دیکھ کر اتنی کڑوی تتھا غیر ذمے دار بات کہہ ڈالی۔ بہار کے ایک گاؤں میں ایک گوالا عام راستے سے اپنا بیل لیے جا رہا تھا۔ گاؤں کے کچھ زمینداروں یا دھنی کاشتکاروں نے اسے کھلا بیل لے جانے سے منع کیا؛ کیونکہ اس میں فصل چر لیے جانے کا بھیے تھا۔ گوالے نے اپنے ادھیکار کو چھوڑنا اسویکار کیا۔ بات بڑھ گئی اور مارا گیا۔ معاملہ چَوراجج کے اجلاس پر آیا۔ 9 میں سے 7 جوریوں نے اَبھیکتوں (ملزم) کو پھانسی اور کالے پانی کی سزا دی۔

مقدمہ بہار کا ہے، انیہ پوری رپورٹ ہمارے پاس نہیں ہے، پر عدالتی باریکیوں پر کچھ لکھنا بھی وِیرتھ ہے۔ ابھی الہ آباد ہائی کورٹ نے مرزاپور کے دنگے کے وِشیے میں جو فیصلہ سنایا ہے، اس سے یہ اسپشٹ ہو جاتا ہے کہ ذرا سی بھول سے قانون بڑی ہانی کر سکتا ہے۔ اتیو دَوراجج کی ہی رائے .... پرشٹھ 3 ٹھیک ہے، یا پٹنہ ہائی کورٹ کا نرنے ٹھیک ہے۔ یہ قانون جانے۔ ہمارے ہردے میں دونوں کے لیے

1۔ غیر جانب دار

سمان آدر ہے، پر اس وشیے میں جوری کی رائے کو پکشپات پورن (1)، مان لینا، انھیں بے ایمان سمجھ لینا تھا اس اُداہرن سے یہ صلاح دے بیٹھنا کہ بھارت میں جوری پرتھا غلط ثابت ہو رہی ہے، بڑی گڑوی بات ہے۔ شاید ضرورت سے زیادہ ہے اور ہماری سمتی (2) میں ہائی کورٹ کے آدرنیہ ججوں نے سوچ بھارت کے لیے ایک بھیشن لانچھن لگایا ہے۔

بھارتیوں کی ایوگیتا پرمانت کرتے رہنا، ہر طرح سے ان کو غلط راستے پر چلنے والا، نیتک درشٹی سے بھرشٹ سدھ کرنا 'اسٹیٹس مین' ایسے پتروں کے لیے بڑا ہی روچک کاریہ ہے۔ اور ہمیں یہ دیکھ کر آشچریہ نہیں ہوا کہ اپنے 6 فروری کے انک میں 'اسٹیٹس مین' نے اس پر ایک اگر لیکھ تک لکھا ہے۔ لیکھ کا پریوگ شاید ہائی کورٹ کے نرنے کی مہتا آدرش دیشوں میں بھی جوری دوارا مقدمے کرانے کے وشیے میں وواد اٹھ چکا ہے۔ ہمیں یہ بھی گیات ہے کہ وہاں ابھی تک بھارت جیسی گھٹنائیں ہوتی ہیں۔ کیا 'اسٹیٹس مین' وہی باتیں انگلینڈ کے لیے بھی لکھنے کو تیار ہے؟ بھارت تو پتت، مورکھ، چرترہین ہے ہی؛ پر یدی اس سے کہیں بھیشن آروپ ہم اپنے شاسکوں کی جاتی پر کرتے، تو یہ بچاری نیچتا یا قانون کے لحاظ سے پاپ سمجھا جاتا، پر ہمیں معلوم ہے کہ یدی برٹش چرتر کے دوش (3) ہیں، تو بھوشن بھی۔ اسی طرح بھارتیہ چرتر کے بھی اور دوش کی اپیکشا بھوشن ادھک ہے۔

جاگرن، 13 فروری، 1933

---

1 ۔ جانبدارانہ 2 ۔ سمجھ، دانست 3 ۔ نقص، خرابی

وائر ورکس افسر کی لاپرواہی

وائر ورکس کے سپرنٹینڈنٹ مسٹر دستور کی کئی شکایتیں ہمارے پاس آئی ہے، کئی سڑکوں کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس سے ان سڑکوں کا بھی امید ھک پر یوگ ہونے لگا ہے، جن پر بھول کر بھی کبھی پانی نہیں چھڑکا جاتا۔ ہمیں آشا تھی کہ مسٹر دستور خود دھیان دیں گے، اور انھیں خیال ہوگا، پرکاشی پورا، جالپا دیوی آدی سڑکوں پر بھول کر بھی شاید محکمے کا دھیان نہیں جاتا۔ کیا ہم آشا کریں کہ وہ دھیان دیں گے؟

جاگرن، 13/فروری، 1933

سودیش بیما کمپنی کی وارشک رپورٹ کو دیکھ کر ہمیں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ اتنے تھوڑے سمے میں ہی کمپنی نے اپنا وشیش استھان بنالیا ہے۔ کمپنی میں تین وبھاگ ہیں_ سادھارن، اُودیوگک اور آکسمک۔ ان تینوں وبھاگوں میں لگ بھگ 20 لاکھ کے بیمے سویکار ہوئے۔ پرستاؤں کی کل سنکھیا 200 کے قریب ہے۔ سال میں ایک ایک ہزار کے دو بھگتان بھی کرنے میں بڑی دیری ہوتی ہے اور طرح طرح کی قانونی الجھنیں پیدا کی جاتی ہیں۔ سودیشی بیما کمپنی کی یہ وشیشتا ہے کہ وہ بڑی ترپرتا (1) سے بھگتان کر دیتی ہے۔ ایک وشیشتا اس کی یہ بھی کہ اس کا سارا حساب کتاب ہندی میں ہی کیا جاتا ہے اور اس درشٹی سے یہ کمپنی واستو میں سودیشی کمپنی ہے اس مشینری کے یُگ میں جب کہ درگھٹناؤں کی شنکا بہت بڑھ گئی ہے، جیون بیما بہت آوشیک ہوگیا ہے اور یہ پرانی ماتر کا دھرم ہوگیا ہے کہ وہ کسی وشوسنیہ کمپنی بھی اپنا بیما کرا لے۔ سودیشی بیما کمپنی ایسی ہی سنستھا ہے۔ ہمیں اسے اس لیے اور بھی اپنانا چاہیے کہ اس کے سوتر دھار راشٹر کے وہ سیوک ہیں، جنھوں نے راشٹر سنگرام میں اپنے تیاگ اور انُ راگ (2) کا پرتیچے دیا ہے۔

جاگرن، 20/مارچ، 1933

---

1 ۔فوری، چابکدستی 2 ۔محبت، انس

نوبل پُرسکار پراپت کرتا جان گالس وردی

جان گالس وردی کا جنم تاریخ 14 اگست، سن 1860 کو ہوا تھا۔ان کے پتا ایک نامی وکیل تھے۔ اوران کی اچھا تھی کہ گالسوردی بھی ان کی طرح نامی وکیل بنے۔گالسوردی کا بچپن بڑے سکھ سے بیتیت ہوااورانگلول پرستھت کے کارن اسکول، کالج اور وشوودیالیہ کی شکشا کا انھیں بھلی بھانت لابھ پراپت ہوا تھا۔سن 1889 گالسوردی نے وکالت کی پریکشا پاس کی اور آگامی ورش ہی انھیں وکالت کے کام میں جٹ جانا چاہیے تھا۔پر ایسا نہ کر کے انھوں نے اگلے دو ورش جگت بھر کا پرواس (1) کرنے میں بیتیت کیے۔اس پرواس کال میں ہی انھیں جوسیف کانراڈ سے میتری کا اوسر ملا۔آدھنک انگریزی ساہتیہ میں کانراڈ ایک خاص استھان رکھتا ہے سامدرک سیر کی ہوس رکھنے والے، سمدر سے اینک یوجن دور رہنے والے اس پوش مہاپرش نے اپنی ماتر بھومی کو چھوڑ کر جہاز پر خلاصی کا ساسادھارن کام کرنا سویکار کیا تھا۔ انگریزی اور فرنچ، دونوں بھاشاؤں کا اسے بھلی بھانتی گیان تھا؛ پرنتو دونوں میں سے کس بھاشا میں لکھنا آرمبھ کرنا چاہیے، یہ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا۔ایک دن روپے کو پھینک کر نشچے کیا اور انگریزی بھاشا کے سو بھاگیہ سے انگریزی میں لکھنا نشچے کیا۔انگریزی کے لیکھک سمدائے میں کانراڈ ایک شریشٹھ لیکھک مانا جاتا ہے اور جے بی اسکوائر سریکھے چتر مکھ (2) ساہتیہ، سمیکشک نے بھی اس کے وشئے میں کہا ہے، کہ'' کالانتر میں ورتمان سبھی پرسدھ لیکھک جب وسمرت (3) سے ہو جائیں گے، تب بھی کانراڈ کی کرتیاں لوگوں کو آج کی ہی نوین پرتیت ہوں گی''۔کانراڈ اور گالسوردی میں ساہتیک سادھرمیہ (4) لیش ماتر بھی ہیں ہے؛ پر ان کی ویکتیگت میتری اتنی گاڑھی تھی کہ سن 1924 میں کانراڈ کی مرتیو پریَنت (5) وہ اکھنڈ رہی۔

گالسوردی نے اپنا ساہتہ کاریہ بہت ولمب سے؛ ارتھات جیون کے 28 ویں ورش سے آرمبھ کیا۔

1۔مہاجرت، نقل وطن 2۔چہار رو، چو طرفہ 3۔بھولا ہوا 4۔مذاق، فرض شناسی 5۔وقت وفات

اس کے بیوہارک جیون کی تیجری (1) نے ہی اس کے ساہتیک جیون میں اپکھورت کا کام کیا۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ ساہتیکوں کو سبسا سانسارک سکھ کالابھ نہیں ہوتا۔ گالسوردی اس کے لیے اپواد تھا۔ گالسوردی کی پتنی بڑی سُشیلا اور اس کی بُدھی، سمیکشن-شکتِ پر اسے بڑا گرو تھا۔ 'نارسائیٹ ساگا' کا سمرپن (2) اس پریمی دمپتی کے پریم کا پرتیکش پرتیک ہے۔

اپنی پرارمبھک کرتیاں گالسوردی نے John Sinjohn نام سے لکھی تھیں۔ اس سے وہ سب اپراپیہ ہیں اور کسی کو ان کا اسمرن بھی نہیں رہ گیا۔ پرتھت لیش (3) ہونے پر گالسوردی نے سوتہ ان کا پرچارروک کر 'میرے پہلے پاپ' شیرشک سے ان کا اُلیکھ کیا ہے۔ اپنی ساہتیک کیرتِ کو اکلنکت رکھنے کی یہ جواب داری کیا کم اسپرہنیہ (4) ہے؟

سن 1895 سے 1905 عیسوی کے دس ورسوں کے کال میں گالسوردی نے ایک کہانی سنگرہ، چار بڑی کہانیاں اور دو، تین اپنیاس پرکاشت کر وائے۔ ان میں Island Phrisees نامک اپنیاس مہتوپورن ہے۔

اس میں کا بیہ ے واتاورن، ویاجوکتِ (چھل، کپٹ، فریب)، کاریہ کارن بھاؤ کی میمانسا (علم کلام، تنقید) منو بھاؤں کا وشلیشن آدی گالسوردی کے اُتر کالین (5) وشیشتا کے چنہہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پر گالسوردی کا سچا اور کلاے کیرتِ استمبھ تو سن 1906 میں ہی پرستھاپت ہوا۔ اس ورش اس کا پرتھم نٹک 'The Silver Box' اور اس کی کیرتی کو دِگنت ویاپی (6) بنانے والا اپنیاس 'Forsyte Saga' کا پرتھم کھنڈ Man of Property پرکٹ ہوا۔ یہ دونوں کرتیاں آج 26 ورشوں کے پشچات دیکھنے پر بھی، جیون کی تیوں تیجومی (7) پرتیت ہوتی ہیں۔ بعد میں گالسوردی نے 'سلور باکس' سے بھی اچھے ناٹک تو اوشیہ لکھے؛ پر سمیکشکوں کا خیال ہے کہ Man of Property سے ادھک سندر اپنیاس نہیں لکھا گیا۔ اس اپنیاس میں پاتروں کے جیون پرِ تانت کو آگے بڑھا کر، اس سمے کے آنگل جیون کا اتہاس ہی لکھ ڈالا ہے۔ یہ کہنا چاہیے اس اپنیاس کے دوسرے کھنڈ کو Forsyte Saga تھا Modern Comedy نام دیا گیا ہے۔

ان چالیس ورشوں میں ہونے والی انگلینڈ کی انیک اتھل پتھلوں، آچار وچاروں کی کرانتیوں آدی کا سوتر بدھ یتھار پرتمب، چل چتروں کی طرح ان اپنیاسوں میں درشٹِ پڑ جاتا ہے۔ ناٹک کار کے روپ میں گالسوردی چاہے کتنا ہی پرسدھ کیوں نہ ہو جائے، پر اس کی کیرتِ کو Forsyte Saga

---

1-سیاحت پسندی 2 -مکمل 3 -وسیع مقبولیت 4 -قابل فخر، قابل ستائش 5-عہد آخر 6-شاہکار 7 -تازہ، پرکشش

نے ہی بڑھایا ہے۔ اُپر یکت اپنیاسوں کے اتر کت بھی گالسوردی نے پانچ چھ اپنیاس لکھے ہیں۔ اور ان میں Dark Flower Patricion تھا Saint's Progress وشیس مہتو پورن ہیں۔ گالسوردی کی کہانیوں کا بر ہت سنگرہ بھی پرکاشت ہوا ہے، جس میں اس کی سبھی کہانیوں کا سنگرہ ہو گیا ہے۔ اس کا نام ہے_ 'caravan'۔ کوتا اور پربندھ لیکھ کے روپ میں گالسوردی کی پرسدھی نہیں؛ پر اس شیتر میں اس نے اپنی قلم کو تھوڑا بہت چلایا ہے۔

ناٹک اور اپنیاس جیسے ساہتیہ کے دونوں انگوں پر سندر سے سندر لکھنے والا سبیہ ساچی (1) لیکھک مشکل سے ہی آپ کو ملے گا، پر گالسوردی نے دونوں پر بڑا ہی اُتم روپ میں لکھا ہے۔ اس کا سا سمبھاشن، لیکھن، پٹ (2) دوسرا نہیں ہے۔ آدھنک انگریزی ناٹک کاروں میں نوئل کاورڈس ہی ایک ایسا ناٹک کار ہے، جو سمبھاشن لکھنے میں گالسوردی کا مقابلہ کر سکے۔ گالسوردی کے بھاشا پرواہ میں بڑا سنئیم اور تول ہوتا ہے اس نے ابھی تک اپنیاس اور کہانیوں کے علاوہ 25 ناٹک بھی لکھے ہیں۔

اس کو ابھی ابھی گت ورش کا نوبل پرسکار ملا تھا۔ اس کے ساہتیہ کا اتنا ادھک پرچار ہے کہ اس پر اس چھوٹے سے پرچے میں لکھنا اسمبھو ہے۔ کھید ہے کہ ابھی فروری میں ہی وہ مہا پرش سورگ واسی ہو گیا۔

جاگرن، 3/اپریل، 1933

1۔ ہنر میں یکتا، اعلیٰ

نیو جرنلس لمیٹڈ

پرانت میں ابھی تک کوئی اچھا اردو دینک پتر نہیں تھا۔ لکھنؤ سے ایک آدھ پتر نکلتے ہیں پر نکلنے کے برابر ہیں۔ ہرش کی بات ہے کہ لکھنؤ میں اب ایک کمپنی دوارا اردو دینک پتر نکالنے کا پربندھ ہو رہا ہے۔ کمپنی ایک لاکھ کی ہوگی 'تیز' کے بھوت پور سمپادک شری رام لال ورما پتر کے سمپادک اور مینجنگ ڈائرکٹر ہوں گے۔ سمجھو ہے کمپنی آگے چل کر ہندی اور انگریزی بہتر بھی پرکاشت کرے۔ ہم رام لال جی کو ان کے ادیوگ (1) کی سپھلتا پر بدھائی دیتے ہیں۔ لکھنؤ بہت دنوں سے اس طرح کی کوشش ہو رہی تھی، پر کسی کو سپھلتا نہیں ہوئی۔ ورما جی کے اُتساہ اور لگن کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ وہ انُبھوی اور سدھ ہست (2) سمپادک ہیں۔ اب دیکھنا یہی ہے کہ جنتا اس نئے پتر کا کیسا سواگت کرتی ہے۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں میں چودھری حیدر حسین اور راجا نواب علی چودھری جیسے پرتشٹھت نام ہیں۔

جاگرن، 12/جون، 1933

سر راس مسعود

گت پندرہ اپریل کو لاہور میں اکھل بھارتیہ مسلم شکشا سمیلن کا 45 ویں مہا دھویشن ہوا تھا۔ ادھیکچھ تھے بھاگل پور ریاست کے شکشا منتری لیفٹیننٹ کرنل مقبول حسین قریشی، سب سے پربھاؤ شالی ویاکھیان (3) علی گڑھ وشو ودیالیہ کے وائس چانسلر سر راس مسعود کا تھا۔ آپ نے زوردار شبدوں میں کہا تھا کہ سرکاری سہایتا کا منہ نہ تاک کر مسلمان سیم اپنی اشکشا دور کریں۔

جاگرن، 24 اپریل، 1933

1۔ صنعت 2۔ چابکدست 3۔ بیان، تقریر

لکشمی انشورنس کمپنی، لاہور کی آشچر یہ جنک اُنّتی

بھارت کی بیما کمپنیوں میں لکشمی انشورنس کمپنی نے تھوڑے دنوں میں جو پھلتا پراپت کی ہے، وہ واستو میں آشچر یہ جنک ہے۔ ابھی جو ورش اپریل 33 میں سماپت ہوا ہے، اس میں اس کمپنی نے 80 لاکھ سے ادھک کام کیا ہے! ارتھات اتنے روپ کی پالیسیاں سویکرت ہوئی ہیں۔ یہ مندی اور بیکاری کا سال تھا۔ پھر اس کمپنی نے اتنا کام کیا۔ اس کا شر ے کمپنی کی سُبیو ستھا (1) اور کار یہ کرتاؤں کی اُدیوگشیلتا (2) گو ہے۔ ہمیں آشا ہے، کمپنی آگے اس سے بھی بڑھ کر کام کرے گی اس یگ میں جیون بیما ہر یک گرہستھ کے لیے پرماوشیک ہو گیا ہے۔ اور بیما کمپنیوں کو اس یگ کی برکت ہی سمجھنا چاہیے۔

جاگرن، 19/جون، 1933

کشمیر میں اپدرو

کشمیر میں نیا پربندھ ہوا۔ ایک سولین انگریز اب وہاں پردھان منتری ہے۔ سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے، پھر بھی وہاں شانتِ نہیں ہوئی۔ آئے دن اُپدرو ہوتے رہتے ہیں۔ نمک کی کھان میں جو جاتا ہے، وہی نمک ہو جاتا ہے۔

جاگرن، 19/جون، 1933

1۔ بہتر نظام 2۔ صنعت مزاجی، صنعت پسندی

بھارتیہ کپڑا اور بھارتیہ روئی

جاپانی کپڑا اودیشی ہوکر بھی بھارت کی روئی کام میں لاتا ہے، تو کیا بھارتیہ کپڑا اس لیے سودیشی کہا جائے کہ بھارت میں بنا ہے؟ کپڑا بنانے کا خرچ پیسے دو پیسے گز سے ادھک نہیں۔ جس کپڑے سے میں کیول بہت چھوٹی سی رقم بھارتیہ مزدوری کے ساتھ لگتی ہے، اور بڑی رقم ودیشی روئی کی بھینٹ کر دی جاتی ہے، اسے کس دلیل سے سودیشی کہا جائے؟ تب تو امریکہ کا تمبا کو بھی بھارت میں سگریٹ بن کر سودیشی ہو جاتا ہے۔ جاوا کا گڑ بھی بھارت میں چینی بن کر سودیشی شکر ہوسکتا ہے۔ اس ودیشی روئی سے بنے ہوئے کپڑے سے کہیں زیادہ سودیشی تو جاپانی کپڑا ہے، کیونکہ وہ بھارت کی روئی سے بنتا ہے۔ لیکن جتنا سے اس ودیش روئی سے بنے کپڑے کو سودیشی سمجھنے کی آشا کی جاتی ہے اور سودیشی روئی سے بنے کپڑے کو ودیشی ہمارے مِل مالک بھارہ روئی نہیں خرید سکتے ہیں! جاپان اسی روئی سے اچھے سے اچھے کپڑے بنا کر بھارت میں بھیجتا ہے، پر یہاں کے مِلوں کے لیے وہی روئی ہیہ ہے انھیں تھوڑی سی بھارتیہ روئی کیول ملاوٹ کے لیے چاہیے۔ شیش روئی وِدیش سے ہی آوے گی۔ ہمارے مالکوں میں کیوں اتنا سودیش پریم نہیں ہے کہ وہ دیشی روئی خریدیں اور اس کا بیوپار کریں؟ ان میں اتنی عقل ہی نہیں ہے کہ وہ دیشی روئی سے کام لینا سیکھیں اور نہ یہ ودّیا دوسروں سے سیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تو سن رکشن (1) اور نفع چاہتے ہیں۔ کسان مریں یا جییں، ان کی بلا سے کسانوں کے پاس اس کی ایک ہی دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی روئی کا سوت کاتیں اور اپنا کپڑا بنائیں۔ اور اس ودیشی روئی کے کپڑے کو ودیشی سمجھ کر اس کا بہشکار کریں۔ اگر جاپانی گراہکوں کو ٹھکرایا جاتا ہے تو یہاں کے مِل مالکوں کو بھارتیہ روئی خریدنی چاہیے، انیتھا ان کے کپڑے کا بہشکار ہونا چاہیے، جسے ہم ودیشی کپڑا کہتے ہیں، وہ ودیشی روئی سے بنا ہے اور ہمارے کسان اب یہ بات سمجھنے لگے ہیں۔

1۔ تحفظ

گھور ورشا

اب کی گرمی پڑنے کے پہلے ہی مانسون آ گیا۔ سندیہہ تھا کہ یہ مانسون دھوکا دے گا۔ اور ایسا جان پڑتا ہے کہ یہ اپنا زور دکھا کر اس سندیہہ کو دور کرنا چاہتا ہے۔ دہلی، میرٹھ، اجمیر آدِی استھانوں میں لگا تار ایک سپتاہ سے ورشا ہو رہی اور دس سے بارہ انچ تک پانی گر چکا ہے، ندیوں میں باڑھ آ گئی ہے، گاؤں ڈوب گئے ہیں، پرانوں کی شتی ہوئی ہے، پر ہمیں اب بھی سندیہہ ہے کہ مانسون آگے چل کر دھوکا تو نہ دے گا۔

جاگرن، 30/جولائی، 1933

کاشی نواسی ہندی پریمیوں سے پرارتھنا

کاشی کے ایک ماتر سہتیک ماسک پتر 'ہنس' کے چھوٹے سال کا پہلا انک بُجت وِشیشا تک کے روپ میں نکالنے کا وچار اِستھر کیا گیا ہے۔ اس کا نام 'کاشی انک' ہوگا۔ اس میں کاشی کے مندر، گھاٹ مٹھ، شیتر، وِدّیالیہ، پہلوان، گایک، کوِی، لیکھک، سمپادک، پرکاشک، پنڈت، کاریگر، وِدّوان، بیپاری، پریس، اخبار آدِی کا پورا پریچے کیا جائے گا۔ اس لیے کاشی کے ہندی پریمیوں سے نمر نویدن ہے کہ وہ استھانیہ سنستھاؤں اور پرتیک وشیے کے پرسدھ گُنیوں اور جانکاروں کے بارے میں لیکھ تتھا چتر بھیج کر ہماری سہاتیا کریں۔

جاگرن، 21/اگست، 1933

دَ نیوانشیو رینس لمیٹیڈ

بھارت میں اس سمے لگ بھگ 110 بھارتیہ بیما کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔ ودیشی بیما کمپنیوں کی سنکھیا کیول 20 ہے۔ پرتی ورش، بھارت میں ساڑھے ستائس کروڑ روپے کا کام ہوتا ہے۔ بھارت سرکار کی سب سے تازی سوچنا کے اَنُسار، ساڑھے ستائیس کروڑ روپے کے کام میں سے کیول 15.2/3 کروڑ روپے کا کام بھارتیہ کمپنیوں کو ملتا ہے۔ ودیشی کمپنیوں کے انُپات میں بھارتیہ کمپنیوں کو ملتا ہے۔ روپیہ ودیشوں میں بہہ جاتا ہے، یہ بات اسی اُداھرن سے اسپشٹ ہے۔ اَتہ یہ لکھنے کی تو کوئی آوشیکتا ہی نہیں کہ بھارت کا ایک پیسہ بھی بیمے کے نام پر ودیش جانا بڑے کلنک کی بات ہے۔ ہمیں ہرش تتھا سنتوش ہے کہ اس دِشا میں بھارتیہ پرچپت پریتن کر رہے ہیں کہ ان کا روپیہ باہر جانا روک جاوے۔ کنتو، بھارت کا بیمے کا بیوسائے ابھی تک روپ سے اُنتِ نہیں ہے، تتھا ان میں ابھی تک وہ وشیشتائیں اور سگمتائیں (1) نہیں لائی جا سکتی ہیں، جس کی نتانت آوشیکتا ہے۔ بیما کرانے والے کے پورن ہت کا وچار کرنا۔ اس کے لیے ہر پرکار کی سودھا دینا، آشکت (2) تتھا اسمرتھ ہو جانے پر اس کی پالسی کو ضبط نہ کر لینا، اس کے آرتھک کشٹوں میں اس کی سہایتا کرنا۔ یہ سب بڑی آوشیک باتیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ضرورت یہ بھی ہے کہ بھارت میں جو بھی کمپنی کھلے، واستو میں بھارتیہ ہو، اس کا روپیہ ودیشوں میں نہ جاتا ہو، اس کے روپے سے بھارتیہ بیوسائے کو پوری سہایتا ملتی ہو۔

ہمیں ہرش ہے کہ اُپریکت آوشیکتاؤں کی ادھک سَمُچت (3) پورتِ کے پوتر اُدّیشیوں کو لے کر ہی بھارت میں ایک نئی بیما کمپنی کھلی ہے۔ اس کا نام اینوانشورنس لمیٹڈ ہے، اور ہم کاشی والوں کے لیے یہ گروَ کی بات ہے کہ اس کا پردھان کاریالیے کاشی میں ہے۔ کلکتہ، بمبئی آدِی نگروں کو بیمے کے بیوسائے سے بڑا لابھ ہوا ہے۔ بیما کمپنیوں کے پردھان کاریالیوں کا کیندر ہونے کے کارن ان دونوں مہانگروں کی بڑی اُنتی ہوئی ہے، اتیو اس کمپنی سے کاشی کا بڑا ہت ہوگا۔ بہت جلد اس کا بھون بنے گا۔ اس سے نگر کی شوبھا بڑھے گی۔ اینکوں ناگرکوں کی روٹی چلے گی اور نگر کے بیپار کو سہایتا ملے گی۔ اس لیے کاشی واشیوں کو اس کمپنی کو سہایتا کرنی چاہیے اور اسے اپنی ہی سمجھنی چاہیے۔

1۔ آسانیاں، سہولتیں 2۔ اہل، مستقم 3۔ مکمل

جہاں تک ہمیں معلوم ہے، بھارت سرکار کے بیما قانون کی بندشوں کے کارن بیما کمپنیوں میں روپیہ لگانا کسی پرکار کا جوکھم اٹھانا نہیں ہے۔ اتھواس کمپنی کا نیا ہونا اس کے کاریہ میں کسی پرکار بادھک نہیں ہونا چاہیے۔ کمپنی کی دررڑھتا میں تو کسی پرکار کی شنکا ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کمپنی کے ادھیکش شری یُت گھنشیام جی بڑلا ہوں، ٹھاکر داس، وائی، چنتامنی، رائے گوند چند ایسے ڈائرکٹر ہوں، جس کا سنستھا یک پنڈت گوند مالویہ ایسے دیش بھکت بیکت ہوں تھا جس کے مینیجر بیما جگت کے انُبھو پراپت شری ایل، ایس، کپل ہوں، اس کے کاریہ کی سُدرڑھتا (1)، اس کے کرتبیہ کی پر پکّو تا (2) تھا بیمے دار کے ہت کا سُرکشت رہنا نشچت ہے۔ بڑلا جی بیوسائے جگت تھا لوک سیوا جگت میں کیوں نہیں شریک ہوئے۔ پر اب یہ دیکھ کر سنتوش ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنا کرتبیہ اتنے اچھے روپ میں نبھایا کہ ہمارے نگر کی ایک بیما کمپنی کے ادھیکش ہو گیے اور کیول کاشی کی نہیں، سمو چے بھارت کی ہے۔ یہ کاشی یا یکت پانت کا نہیں، سمو چے بھارت کا کلیان کرے گا۔

کمپنی کی تسلوں کی تالِکا ہم نے دیکھی ہے۔ جنتا کو بیرتھ آکرشت کرنے کے لیے نہ تو انھیں بہت کم رکھا گیا ہے، نہ منافع کے لوبھ سے ادھک۔ اس کے علاوہ ماسک قسط دینے والوں کے ساتھ بھی وہی رعایت کی گئی ہے، جو وارشک والوں کے ساتھ قسط پٹانے کے رعایتی دن بھی سمان ہیں اور سب کو سُودھا دینے والے ہیں۔ پالیسیاں بندھن، رہت، سارو بھومک (3) ہیں۔ بچوں تھا کنیاؤں کی شکشا اور شادی بیاہ کے لیے بڑی سودھا جنک دروں میں بیما ہوسکتا ہے۔ سب کمپنیاں اگلی ورش گانٹھ سے عمر جوڑتی ہیں۔ یہ موجودہ عمر سے جو ورش گانٹھ (4) ادھک نکٹ ہو، وہی جوڑے گی۔ اس سے بیمے دار کا بڑا لابھ ہوتا ہے۔ پالیسی کوڈوبنے سے بچانے کے لیے رر، مکان بنانے یا اپاہج ہوجانے پر بھی روپے یا پینشن پاتے رہنے کی پورن سہولتیں ہیں۔ ڈوبتی ہوئی پالیسی کو ستیہ جاری رکھنا، درگھٹنا ہوجانے پر بیمے کی دوگنی قیمت دینا، تھا انتم تالکا میں بیمے دار کو تنگو نے لابھ کا بیا کرنا۔ یہ سب بڑی وشیشتائیں ہیں۔

کمپنی نے اپنے کاریہ میں سب سے سہیوگ تھا سہایتا کی پرارتھنا کی ہے۔ اور ہم بھی کمپنی کی اس پرارتھنا کو دہراتے۔

جاگرن، 28/اگست، 1933

1۔استحکام 2۔پختگی 3۔عالمگیر 4۔سالگرہ

گھِر ناپرچارک مہاتمابدھ

ہندو دھرم سدھ سناتن (قدیم، ابدی) کے انسار بھگوان کے نویں اوتار بھگوان بدھ تھے۔ ان کی گڑنا سادھارن 24 اوتاروں میں نہیں، ورن دس پردھان اوتاروں میں ہے۔ اب سے 2400 ورش پوروانھوں نے جو کچھ کہا تھا، اس سے ہمارے کچھ پریاگی سہتیکوں کے انسار انھیں 'گھرنا کے گھور پرچارک' کی اپادھِ اوشیہ دی جانی چاہیے۔ جس کسی کو آشنکا ہو، وہ مہا پنڈتر پڑکا چاریہ راہل سانکرتیاین۔ کرت 'بدھ چریا' (پرکاشک-شری شیو پرساد گپت، سیوا اُپون، کاشی) کے 385 ویں پرشٹھ والا نیچے دیا گیا 'سُنک سُکت' اُدھرن پڑھ لیں۔ جب سُیم بھگوان کے اوتار نے یہ سلسلہ آرمبھ کیا تھا، تب اسے جاری رکھنے میں بیچارے منشیہ کیوں دوشی کہے جائیں؟ بھگواں بدھ کے سمے سے برہمنوں کے چرتر میں کتنی اُنتی ہوئی ہے، اس کا اسٹیمپٹ پریاگ کے انھیں ساہتیوں سے ملے گا۔ ادھرن یہ ہے۔

'سنک سُت'

''ایسا میں نے سنا۔ ایک سمے بھگوان شراوستی میں اناتھ پنڈت کے آرام جیت ون میں وہار کرتے تھے۔

بھکشوؤ! یہ پانچ پران برہمن دھرم اس سمے کتوں میں دکھائی دیتا ہے۔ کون سے پانچ پہلے براہمن براہمنوں کے پاس جاتے ہیں۔ اَبراہمن کے پاس نہیں۔ بھکشوو! اس سمے براہمن براہمنی کے پاس بھی جاتے ہیں، ابراہمنی کے پاس بھی۔ کنتو بھکشوو! کتےّ کتّیوں کے پاس جاتے ہیں اکتّیوں کے پاس نہیں پرتھم پران براہمن دھرم ہے، جو اس سمے کتوں میں دکھائی دیتا ہے۔''

پہلے بھکشوو! براہمن رِتُمتی براہمن کے پاس ہی جاتے تھے، ارِتُمتی کے پاس نہیں۔ آج کل ارتمتی کے پاس بھی۔''

پہلے بھکشوو! براہمن براہمنی کو نہ خریدتے تھے، نہ بیچتے تھے، پرسپر پریم کے ساتھ ہی سہواس کرتے تھے۔ آج کل براہمنی کو خریدتے بھی ہیں، بیچتے بھی ہیں، پرسپر پریم کے ساتھ بھی ......اَپریم کے ساتھ بھی............''

''پہلے......براہمن، دھن کا، دھانیہ (1) کا، چاندی سونے (2) کا شنگرہ نہیں کرتے تھے۔ اس سے.....انگرہ کرتے ہیں۔''

پہلے بھکشوو! براہمن سایم کال کے بھوجن کے لیے۔ یہ بھکشوو، پانچواں پُران براہمن دھرم اس سے کتوں میں دکھائی دیتا ہے، براہمن میں نہیں۔ بھکشوو! یہ پانچ پُران براہمن دھرم اس سے کتوں میں دکھائی دیتا ہے، براہمن میں نہیں۔ بھکشوو! یہ پانچ پران براہمن دھرم اس سے کتوں میں دکھائی دیتے ہیں۔''

جاگرن، 15/جنوری، 1934

مہاراجا بڑودا کا انُو رودھ

اب کی وگیا سمیلن میں وگیان چاریوں کو سمبودھت (1) کر کے مہاراجا صاحب نے ان سے انورودھ کیا کہ آپ جو کچھ کھوج کرتے ہیں، اس کے پھل کو جنتا تک پہنچانے کا بھی اُدیوگ کیجیے، ورنہ جنتا کو آپ کی کھوجوں سے کیا لابھ! لیکن ہمارے وگیاناچاریہ کھوج کرتے ہیں کھوج کے لیے، اسی طرح جیسے کلاکار لکھتا ہے کلا کے لیے اور کھانے والا کھاتا ہے کھانے کے لیے، اور رونے والا روتا ہے رونے کے لیے۔ جب کوئی استاد جی سنگیتا چاریوں کے سامنے آتے ہیں تو کلا کی ایسی ایسی قلابازیاں دکھاتے ہیں کہ مانو کلا انھیں پر ختم ہوگئی۔ انھیں ہزاروں درشکوں سے مطلب نہیں۔ وہ تو انھیں استادوں سے داد لینا چاہتے ہیں۔ وہی حال ہمارے وگیان آچاریوں کا ہے۔ وہ کھوج کرتے ہیں وگیاناچاریوں کے لیے، ستیہ کے لیے۔ انھیں اُپیوگتا سے مطلب؟ یہ کسی نے کبھی کہہ بھی تو دیا کہ گیان گیان کے لیے ہے، اپیوگتا سے اسے کوئی مطلب نہیں۔ ایک وگیانی دوسرے وگیانی کی تعریف کرتا ہے، یہی ان کے سنتوش کے لیے کافی ہے۔

جاگرن، 15/جنوری، 1934

1۔ مخاطب کرنا

سودیشی بیما کمپنی لمٹیڈ آگرہ

سودیشی بیما کمپنی، آگرہ کی دِوتیہ وارشک رپورٹ پرکاشت ہوئی۔ اس ورش اس کمپنی کا کام ملھیتہ سنئیکت پرانت میں سیمت رہا۔ سادھارن وبھاگ میں اس ورش 20لاکھ سے زیادہ کا کام ہوا، پچھلے سال کیول گیارہ لاکھ کا کام ہوا تھا۔ اس پرانت میں لگ بھگ سو بیما کمپنیاں کام کررہی ہیں۔ دو کو چھوڑ کر اور کسی کمپنی نے اتنا نیا کام اس صوبے میں نہیں کیا۔ اس سے پرکٹ ہوتا ہے کہ اس کمپنی پر پبلک کو کتنا وشواس ہو گیا ہے۔ اس ورش کمپنی کی کل آئے ایک لاکھ دو ہزار سے کچھ اوپر تھی۔ کلیم کیول پانچ بیما داروں کے ہوئے جو چار ہزار سے کچھ کم ہیں۔ اس سے بھی سدھ ہوتا ہے کہ کمپنی کتنے پکّے نیموں پر کام کررہی ہے۔ ہمیں رپورٹ میں یہ دیکھ کر ہرش ہوا کہ کمپنی نے وارثوں کو اپنے روپے پر پراپت کرنے میں ہر پرکار کی سہایتا دی اور شیگھر ہی بھگتان کر دیا۔ اس ورش کمپنی کے دو ہزار کے حصے بیچے۔ ہمیں آشا ہے کہ کمپنی اس ورش حصے بیچنے کی اور زیادہ دھیان دے گی، جس سے اس کی اُپیوگتا کا کشیتر بڑھے گا۔

جاگرن، 19/فروری، 1934

اندھوشواش

ہندوسماج میں پوجنے کے لیے کیول لنگوٹ باندھ لینے اور دیہہ میں راکھ مَل لینے کی ضرورت ہے؛ اگر گانجا اور چرس اڑانے کا ابھیاس بھی ہو جائے، تو اور بھی اتّم۔ یہ سوانگ بھر لینے کے بعد پھر بابا جی دیوتا بن جاتے ہیں۔ موکھ ہیں، دھورت ہیں، نیچ ہیں؛ پر اس سے کوئی پریوجن (1) نہیں۔ وہ بابا ہے۔ بابا نے سنسار کو تیاگ دیا، مایا پر لات ماردی اور کیا چاہیے؟ اب وہ گیان کے بھنڈار ہیں، پہنچے ہوئے فقیر۔ ہم ان کے پاگل پن کی باتوں میں من مانی باریکیاں ڈھونڈتے ہیں، ان کی سھدیوں کا آگار (2) سمجھتے ہیں۔ پھر کیا ہے! پھر کیا ہے! بابا جی کے پاس مراد مانگنے والوں کی بھیڑ جمع ہونے لگتی ہے۔ سیٹھ ساہوکر، عملے فصلے، بڑے بڑے گھروں کی دیویاں ان کے درشنوں کو آنے لگتی ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ایک مورکھ، دورا چاری، لمپٹ آدمی کیوں کر لنگوٹی لگانے سے سدھ ہو سکتا ہے۔ سدّھی (3) کیا اتنی آسان چیز ہے؟ ہم میں مَستِشک سے کام لینے کی مانوشکتی ہی نہیں رہی۔ دماغ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ بھیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں، کنویں میں گریں یا خندق میں، اس کا غم نہیں۔ جس سماج میں وچار مندتا کا ایسا پرکوپ ہو، اس کو سنبھالتے بہت دن لگیں گے۔

ہمارے اس اندھوشواس سے اپنا مطلب نکالنے والوں کے بڑے بڑے جتھے بن گئے ہیں۔ ایسی کئی جاتیاں پیدا ہو گئی ہیں، جن کا پیشہ ہی ہے اس طرح سوارتھ (4) سے بھولے بھالے بھکتوں کو ٹھگنا۔ یہ لوگ روپ بھرنا خوب جانتے ہیں۔ باباؤں کی پیٹینٹ شیلی میں بات چیت کرنے کا اور نئے نئے ہتھکنڈے کھیلنے کا انھیں خوب ابھیاس ہوتا ہے۔ ایک سِدھ بن جاتا ہے، کئی اس کے چیلے بن جاتے ہیں اور کسی اجاڑ استھان پر ڈیرا ڈال دیتے ہیں، مانو آمیوں کے ساتھ سے بھی بھاگنا چاہتے ہیں، بھوگ ولاس میں لپت منوشیوں سے کسی طرح کا سنسرگ (انسیت، تعلق) رکھنا نہیں چاہتے۔ کسی طرح یہ افواہ اڑادی جا

1۔ منشا، مقصد، سبب 2۔ خزانہ، مخزن 3۔ اعلیٰ، کامل 4۔ خودغرض، خود مطلبی

تی ہے کہ باباجی فوہاری ہیں، کیول ایک بار تولا بھر دودھ ہی لیتے ہیں۔ ایک دن، دو دن یہ من ڈلی نشکام (1) بھاؤ سے اوجڑ میں گھات لگائے پڑی رہتی ہے۔ بس بھکتوں کا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ باباجی 'سنسار متھیا ہے' کا اپدیش دینے لگتے ہیں۔ ادھر گھی، شکر اور آٹے کی جھڑی لگ جاتی ہے، لکڑیوں کے کنویں گرنے لگتے ہیں۔ کچھ بھکت لوگ ان تیاگیوں کے لیے کٹی بنانا شروع کر دیتے ہیں اور مرد بھکتوں سے کہیں ادھک سنکھیا استری بھکتوں کی ہوتی ہے۔ کوئی لڑکے کی مراد لے کر آتی ہے، کوئی اپنے پتی کو کسی سوتن کے روپ پھانس سے چھڑانے کے لیے۔ جن لفنگوں کو دو آنے روز کی مزدوری نہ بھی لگتی، وہ ہی ہندوؤں کے اس اندھ وشواس کے کارن خوب تر مال اڑاتے ہیں، خوب نشہ پیتے ہیں اور خوب موج کرتے ہیں، اور چلتے سمے سو پچاس روپے کوئی برہم بھوج کرانے یا بھنڈارا چلانے کے لیے وصول کر لیتے ہیں۔ سماج سیوا کا کوئی نہ کوئی آدھار یہ لوگ ضرور کھڑا کر لیتے ہیں۔ کوئی مندر بنوانے کا برت ٹھانے بیٹھا ہے، کوئی تالاب کھدوانے کا، کوئی پاٹھ شالا کھولنے کا، اور کچھ نہ ہوا تو تیرتھ یاترا تو ہے ہی۔ ''اتنی مورتیاں رامیشورم یاترا کرنے جا رہی ہیں، ہندو ماتر کا کرتبیہ کہ انھیں رامیشورم پہنچائے!'' بنا ہرّ پھٹکری کے مال چوکھا کرنے کا یہ بیوسائے اتنا عام ہو گیا ہے کہ ہر پچیس آدمی میں سے ایک سادھو ہے، اور ایسے بھکشاؤں کی تو گنتی ہی نہیں، جو خیرات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ زیادہ نہیں تو پچیس کروڑ میں پانچ کروڑ تو ایسے لوگ ہوں گے ہی۔ جس سماج پر اتنے مفت خوروں کا بھار لدا ہوا ہے، وہ کیسے پنپ سکتا ہے، کیسے جاگ سکتا ہے؟ یہ لوگ بار بار یہی پریتن کرتے رہتے ہیں کہ سماج اندھ وشواس کے گرت میں مور چھپٹ پڑا رہے، چیتنے (2) نہ پائے ہمیں خوب چکا چک مال کھلاؤ، سورگ میں تمھیں اس سے بھی بڑھیا مال ملے گا۔ اس ہاتھ دو، اس ہاتھ لو۔ سورگ کا روپ بھی کتنا موہک کھینچ رکھا ہے کہ ان لوگوں کی کلپنا شکتی پر قربان جایئے۔ مرتیہ لوک (3) میں جو کچھ درلبھ ہے، وہ سب وہاں گلی گلی مارا مارا پھرتا ہے اپوسے سکھ کے لیے کسی بھکشک کو تھوڑا سا بھوجن کرا دینا، کسی دیوتا کو جل چڑھا دینا یا کسی ندی میں ایک ڈبکی لگا لینا، کون خوشی سے سویکار نہ کرے گا؟ جب اتنی آسانی سے میٹھا مل سکتا ہے، تو کسی سادھنا کی، گیان کی، سد بیوہار کی ضرورت؟

اور آج بڑی بڑی زمینداریوں کے مالک کتنے ہی مہنت ہیں۔ ان کی لین دین کی کوٹھیاں چلتی ہیں، طرح طرح کے بیوسائے ہوتے ہیں اور بہودھا (4) انھیں شتریوں کی سنتانیں، جنھوں نے یہ جائداد شکتی سے بنائی تھی، مہنتوں سے روپے قرض لیتی ہیں۔ ان کا بھوگ ولاس اور ایشیہ ہمارے راجاؤں کو بھی لجت کر سکتا ہے۔ اس جائداد کا اپیوگ اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسٹنڈے کھائیں، ڈنڈ پیلیں اور

1۔ بے غرض، لاتعلق 2۔ حس، ہوس 3۔ دنیا 4۔ اکثر

بہشکار (1) کریں۔ راشٹریہ کے اتھان یا جاگرتِ میں یہ بھی ایک بہت بڑی بادھا ہے۔ اندھ وشواس جنتا اب بھی ان پر شردھا رکھتی ہے۔ وہ اسے ایک چٹکی راکھ سے سورگ میں داخل کر سکتے ہیں۔ ایسی وبھوتی اور کس کے پاس ہے؟ ان مہنتوں کے دُراچار، عیاشی اور پیشاچکتاؤں کی خبریں کبھی کبھی پرکاش میں آجاتی ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کتنا پتن ہو گیا ہے، لیکن مرادیوں کو ان پر ہی شردھا ہے ہم اتنے اکرمنیہ ہو گئے ہیں، اتنے پروشارتھ ہین کہ ہمیں اپنے پروشارتھ سے زیادہ بھروسہ آشیرواد پر ہے۔ ایک پرکار سے ہماری وچارشکتی لپت ہو گئی ہے۔ ہمارے تیرتھ استھان کیا ہیں؟ ٹھگوں کے اڈے اور پاکھنڈیوں کے اکھاڑے۔ جدھر دیکھیے دھرم کے ڈھونگ کے بازار گرم ہے۔ گلی گلی مندر، گلی گلی پجاری اور بھکشک، پورے نگر کے نگر انھیں جیوں سے آباد ہیں۔ جن کا اس کے سوا کوئی اُدّم (محنت) نہیں کہ دھرم کا ڈھونگ رچ کر بے وقوف بھکتوں کو ٹھگیں اور کیوں نہ ٹھگیں؟ جب جنتا خود ٹھگی جانا چاہتی ہے، تو ٹھگنے والے بھی ضرور پیدا ہوں گے۔ ضرورت ہی تو آوشکار کی ماں ہے۔

کیوں نہ دیش کنگال ہو، وہ نہ کنگال رہے تو دوسرا کون رہے گا! غریبوں پر بھی دھرم کا جتنا بڑا ٹیکس ہے، اتنا شاید سرکار کا بھی نہ ہو۔ کوئی گرہن لگا اور جنتا تیرتھ استھانوں کی اور دوڑی۔ جو کچھ تن پیٹ کاٹ کر بچایا تھا، وہ سب اندھ وشواس کی بھینٹ چڑھ گیا؛ اور آج سوراجیہ بھی مل جائے اور یہ بھی مان لیں کہ اس وقت کسانوں سے لگان کم لیا جائے اور ٹیکسوں کا بھار کم ہو جائے گا، پھر بھی اندھ وشواس کے سموہن (2) میں اجیت جنتا اس سے زیادہ سکھی نہ ہوگی۔ تب اس کا پرلوک پریم اور بھی بڑھے گا اور وہ بھی آسانی سے پاکھنڈیوں کا شکار ہو جائے گا، اور اس آرتھک دریدرتا سے بھڑ کر اس اندھ وشواس کا پھل جنتا کی بودھک (3) دربلتا ہے، جو اس کی سماجک اپیوگتا میں بادھک ہوتی۔ اسے ندی میں گوتا مار لینا، یا شیولنگ پر جل چڑھا دینا، کسی بھائی سے سہانبھوتی رکھنے یا اپنے بیوہاروں میں سچائی کا پالن کرنے کی اپیکشا زیادہ پھل دایک معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اصلی دھرم کو چھوڑ کر، جس کا مول تتو ہے سماج کی اپیوگتا، دھرم کے ڈھونگ کو دھرم مان لیا ہے۔ جب تک وہ دھرم کا یہ اصلی روپ نہ گرہن کرے گا، اس کے اُدّھار کی آشا نہیں۔

شکشت سماج کے سامنے جتنی سمسیائیں ہیں، ان میں شاید سب سے کٹھن سمسیا یہی ہے۔ یہاں اسے اندھ وشواس کی پوشک پربل شکتیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جو اننت کال سے جنتا کی وچارشکتی پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ کتنا بوبھتس (کریہہ) ہے وہ درشیہ کہ ایک موٹا سا جٹا دھاری جیون دُھونی جلائے بیٹھا ہوا ہے اور ایک درجن مُنشیہ اس کے پاس بیٹھے چرس کے دم لگا کر اپنے جیون کو سپھل کر رہے ہیں۔ جنتا کی

1۔ زنا 2۔ دلفریبی، دلکشی 3۔ عقلی

منوبرتی جب تک ایسی ہے، کیول راجنیتک ادھکاروں سے اس کا کلیان نہیں ہو سکتا۔

سو بھاگیہ سے اب دیش میں ایسے سچے سنیاسیوں کا ایک دل نکل آیا ہے، جو سماج سیوا کو اور راشٹریہ جاگرتی کو اپنے جیون کا دھیہ بنائے ہوئے ہیں؛ لیکن ابھی تک انھوں نے نکمّے سادھوؤں میں جاگرتی اُتپن کرنے کے جتنے پریتن کیے ہیں، وہ پھل نہیں ہوئے۔ نہ جانے کب وہ شبھ اوسر آئے گا کہ ہمارا سادھو سماج اپنے کرتبیہ کو سمجھ جائے گا کہ اس کے ہاتھوں میں دیش کو جگانے کی اتنی بڑی شکتی ہے۔

جاگرن، 26/مارچ، 1934

اورینٹل بیما کمپنی کی ڈائمنڈ جبلی

گت پانچ مئی کو اورینٹل بیما کمپنی نے اپنی ڈائمنڈ جبلی منا کر یہ سدھ کر دیا ہے کہ وہ 60 ورشوں کے اپنے سُدِیرگھ (1) جیون میں جتنا کام کر سکی، جو اور کسی کمپنی نے آج تک نہیں کیا۔ سن 1933 میں ہی اس نے 38,191 نئی پالیسیاں جاری کیں، جس میں سات کروڑ روپیوں سے ادھک کا بیما کیا گیا۔

جیون کا بیما آج کل پرتیک منشیہ کے لیے آوشیک ہو گیا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی پرمانت کمپنی میں بیما کرائے۔ ایسی دشا میں بھارت ورش کی سب سے پرانی، پرتشٹھت (2) اور بڑی 'اورینٹل بیما کمپنی' سے بڑھ کر اس کے لیے کون کمپنی ہو سکتی ہے۔ ہم کمپنی کو اس کی اس ڈائمنڈ جبلی کے اوسر پر بدھائی دیتے ہیں۔

جاگرن، 7 مئی، 1934

1۔ عرصہ دراز 2۔ معزز

’جاگرن‘ کی نئی ویوستھا

گت سپتاہ میں ہم نے پاٹھکوں سے نویدن کیا تھا کہ’جاگرن‘ کو اپنے ہی آدرشانکول (1) نہ نکال سکنے کے کارن ہم اس کا پرکاشن اتنے دنوں کے لیے استھگت کر رہیں، جب تک ہمارے پاس ایسے سادھن نہ ہو جائیں کہ ہم اسے اس سے اچھے روپ میں نکال سکیں۔ ہمارے اس نویدن کا آشے یہ سمجھا گیا کہ ہم ’جاگرن‘ کو سدیو کے لیے بند کر رہے ہیں اور پاٹھکوں تتھا متروں نے ’جاگرن‘ کو ایک سپتاہ بھی سمادھی کی بیوستھا میں رہنے دینا سویکار نہ کیا۔ چاروں اور سے ایسے پتر آنے لگے کہ’جاگرن‘ کو کسی دشا میں بھی بند نہ ہونا چاہیے۔ سنیوگ سے اسی اوسر پر کچھ ایسے سادھن بھی پراپت ہو گئے، جن کے سہیوگ سے ہمیں وشواس ہے’جاگرن‘ اس سے اچھے روپ نکل کر جنتا کی سیوا کر سکے گا۔ ہم بڑے ہرش کے ساتھ نویدن کرتے ہیں کہ’جاگرن‘ کے سمپادن (2) کا بھار شری سمپورنانند نے لینا سویکار کرلیا۔ اور اگلے انک سے’جاگرن‘ انھیں کے سمپادن میں نکلے گا۔ شری سمپورنانند کے وشے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ راجنیتِ اور ساہتیہ دونوں ہی چھیتروں میں انھوں نے اَمر کیرتِ پراپت کی ہے اور جس تیاگ، لگن اور ساہس سے انھوں نے راشٹر کی سدیو سیوا کی ہے، وہ ہمارے لیے گروَ کی وَستو ہے۔ ایسے اُنبھوی وِدوان اور پرتبھا شالی سجن کے ہاتھوں میں’جاگرن‘ کا بھوشیہ نشچت ہے۔

ہمیں آشا ہے، ہمارے ساہتیک سہیوگیوں اور پاٹھکوں نے’جاگرن‘ پر جو کرپا درشٹِ رکھی ہے۔ وہ پوروَوت (3) بنائے رکھیں گی۔’جاگرن‘ اب کہیں سُیوگیہ کے ہاتھوں میں جا رہا ہے، اس پر اسے بدھائی دیتے ہیں۔

جاگرن، 28 مئی، 1934

1۔ قابل مثال 2۔ دارت 3۔ پہلے جیسا

کانگرس کمیٹی کا ادھویشن

پٹنہ میں کانگریس کمیٹی کا ادھویشن ہو گیا اور اس میں راجنیتک سمسیاؤں پر وہی نشچے ہوا، جس کی ہم کامنا کر رہے تھے۔ کانگرس کمیٹی نے کیول کونسل پر ویش کی ہی انُمتی نہیں دی، بلکہ اس کام کو سوراجیہ پارٹی کے ہاتھوں میں نہ دے کر خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ ستیا گرہ بالکل اٹھا لیا گیا اور مہاتما گاندھی کے سوا اب کسی کو بھی کانگریس کی اور سے ستیا گرہ کرنے کا ادھیکار نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی کانگریس کی ودھایک یوجنا پر بھی زور دیا گیا اور پرتیک منشیہ کو سوادھینتا (1) دے دی گئی ہے کہ وہ اپنی یوگیتا نُسار راشٹر کی سیوا کرے، کونسل کے بھیتر یا باہر۔ اس اوسر پر سب سے مہتو کی جو بات ہوئی وہ سامیہ وادی سنگھ کی استھاپنا تھی۔ سنگھ کا ایک ادھویشن بھی ہوا، جس کے سبھا پتی آچاریہ نریندر دیو جی تھے۔ آپ نے اس اوسر پر جو بھاشن دیا، وہ اپنی وِدّوتا (2)، شیلی اور ترک پورتا کے لحاظ سے بڑا مہتو پورن تھا۔ سامیہ وادی وچار دن دن بڑھ رہے ہیں اور کانگریس میں چاہے پورے سامیہ وادی زیادہ نہ ہوں، پر ایسا شاید ہی کوئی ہو، جو سامیہ واد کو کسی نہ انش میں سویکار نہ کرتا ہو۔ اسے اپنے جیون کا بھاگ بنا لینا دوسری بات ہے۔ کوئی آدمی تیاگ تیاگ چلاتا رہے، اس کا کوئی مہتو نہیں۔ جب وسنیست ہو جاتا ہے، تبھی اس کے وچار کا یہ روپ میں آتے ہیں ایسا ویکتی جو سامیہ وادی ہونے کا دعوی کر کے بھی اسی طرح ولاس سے جیون ویتیت کرتا ہے جیسے کوئی دوسرا دھنی، تو اس کے سامیہ وادی ہونے کا کیا ارتھ ہو سکتا ہے؟ اگر وہ اسی طرح لین دین کرتا ہے اور دو روپیے سیکڑے سود لیتا ہے، یا اسی طرح فرسٹ یا سیکنڈ کلاس میں سفر کرتا ہے، یا اسی طرح نوکروں سے اپنے جوتے کے فیتے کھلواتا اور اپنے پاؤں دھلواتا ہے، یا اسی طرح نانا پرکار کے پدارتھ (3) کھاتا ہے تو اسے سوشلسٹ کہا جائے؟ سوشلشٹ کیول منوبرتّ (4) کا نام نہیں، جیون کے ایک وشیس بیوہارک آدمی کا نام ہونا چاہیے جس سے معلوم ہو سکے کہ سماج کی اس بیوستھا سے اَسَنتُشٹ (5) ہے۔ یہ

1۔آزادی 2 ۔علمیت 3 ۔غذائی اشیاء 4 ۔نفسیات، کیفیت 5 ۔غیر متفق

کبھی آشا نہیں کی جا سکتی کہ سوشلزم کا دعوی کرنے والے کبھی آدمی ایک دم اپنی جائداد یں چھوڑ دیں اور کھیتوں میں کدال چلانا یا ملوں میں کام کرنا شروع کر دیں؛ لیکن ان سے یہ آشا بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ سود لینا چھوڑ دیں، برابر تیسرے درجہ میں سفر کریں، نجی سیوا کے لیے نوکر رکھ کر منشیہ جاتی کا اپمان نہ کریں اور شادی بیاہوں میں دھن کا اَپیے (1) نہ کریں۔ کیول زبان سے سامیہ وادی بن جانا اس کا بھی پرمان نہیں ہو سکتا کہ ہم اس نو یگ کا آہوان کر رہے ہیں، جب سماج پر دھن اور سمپتی کا وہ پربھتو (2) نہ رہے گا جو لوگ دھنا بھاؤ کے کارن جھک مار کر سوشلسٹ بن گئے ہیں، انھیں بھی اپنے جیون میں سامیہ واد کو برتنے کا پریتن کرنا ہوگا۔ تاپتر یہ کہ ہمیں سامیہ واد پر بحث مباحثہ کر کے ہی سنتشٹ نہ ہو جانا چاہیے، بلکہ اسے جیون میں چرترارتھ (3) کرنا چاہیے، تبھی اس کی اپیوگتا سِدھ ہوگی اور اس کا پرچار دن دونا رات چوگنا ہوگا اور جب کبھی سامیہ واد اپنے واستوک روپ میں آئے گا، تو ہم اس کا سواگت کو تیار رہیں گے۔

جاگرن، 28/ مئی، 1934

1۔ بے جا خرچ 2 ۔ حاکمیت 3 ۔ عمل لانا

پریم چند کے ادبی کارناموں پر تحقیقی کام کرنے والوں میں مدن گوپال کی اہمیت مسلم ہے پریم چند کے خطوط کے حوالے سے بھی انھیں اولیت حاصل ہے۔ ان کی پہلی کتاب انگریزی میں بہ عنوان ''پریم چند'' 1944 میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اسی کتاب کی وجہ سے غیر ممالک میں بھی پریم چند کے بارے میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ ''ٹائمز لٹریری سپلمینٹ لندن'' نے لکھا ہے کہ مدن گوپال وہ شخصیت ہے جس نے مغربی دنیا کو پریم چند سے روشناس کرایا۔ اردو، ہندی ادیبوں کو غیر اردو ہندی حلقے سے متعارف کرانے میں مدن گوپال نے تقریباً نصف صدی صرف کی ہے۔

مدن گوپال کی پیدائش اگست 1919 میں (ہانسی) ہریانہ میں ہوئی۔ 1938 میں سینٹ اسٹیفن کالج سے گریجویشن کیا۔ انھوں نے تمام زندگی علم وادب کی خدمت میں گزاری۔ انگریزی، اردو اور ہندی میں تقریباً 60 کتابوں کے مصنف ہیں۔ پریم چند پر اکسپرٹ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ ویسے پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا کے ماہر ہیں۔ مختلف اخبارات، سول ملیٹری گزٹ لاہور، اسٹیٹس مین اور جن ستہ میں بھی کام کیا۔ بعد ازاں حکومتِ ہند کے پبلکیشن ڈویژن کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے 1977 میں ریٹائر ہوئے اس کے علاوہ دینک ٹریبون چندی گڑھ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے 1982 میں سبکدوش ہوئے۔

ISBN:81-7587-085-0